ما احسن هذا النحو الذی نحوت (حضرت علیؓ)

غرضِ جامی رحمۃ اللہ علیہ

فی

شرحِ جامی

الجزء الاول

تصنیفِ لطیف

مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

صدر مدرس، الجامعۃ الشرعیہ گوجرانوالہ

المکتبۃ الشرعیۃ ، شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ ۔ فون ۲۵۹۱۸۳

ما احسن هذا النحو الذی نحوت (حضرت علیؓ)

غرض جامی رحمۃ اللہ علیہ

في

شرح جامی

تصنیف

مفتی عطاء الرحمن ملتانی

صدر مدرس الجامعۃ الشرعیہ گوجرانوالہ

المکتبۃ الشرعیۃ م شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۳

نام کتاب غرضِ جامی

مصنف مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

ملنے کے پتے:

مدرسہ بحر العلوم توحید آباد مولانا قاری ظفر اللہ صاحب

جامعہ رحمانیہ فرید ٹاؤن ملتان مفتی عتیق الرحمٰن ربانی صاحب فون: ۵۵۱۷۳۷

مکتبہ رشیدیہ راولپنڈی	مکتبہ سید احمد شہید لاہور
مکتبہ رحمانیہ لاہور	ادارہ اسلامیات لاہور
المکتبۃ الحسینیہ بلاک ۱۸ سرگودھا	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
مکتبہ رحمانیہ پشاور	مکتبۃ العارفی فیصل آباد
قدیمی کتب خانہ کراچی	مکتبہ اسلامیہ کراچی
مکتبہ المعارف پشاور	کتب خانہ صدیقیہ اکوڑہ خٹک
کتب خانہ رشیدیہ کوئٹہ	مکتبہ حنفیہ گوجرانوالا
مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالا	اسلامی کتب خانہ سرگودھا

مکتبہ گلستانِ اسلام چوک بلاک ۱۱ سرگودھا

ناشر: المکتبۃ الشرعیہ شمع کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالا

سبب تالیف

شرح جامی کوعلم نحو میں غیر معمولی درجہ حاصل ہے۔ جس پر شروح متعدد اور حواشی عظیمہ اور سالہا سال سے داخل نصاب ہونا شواہد ہیں۔ اس پر تقصیر زمانہ میں مدرسین و متعلمین کے لئے ایسی اردو شرح کی اہم ضرورت تھی جس سے شرح جامی کی ہر ہر مقامات کو حل کر کے اور مولانا جامیؒ کی ہر ہر عبارت کی غرض اور مقصد کو بیان کریں۔ جب کہ اردو میں ایسی شرح موجود نہیں تھی تو ہم نے استاذ نا استاد العلماء فاضل لبیب مفتی عطاء الرحمن ملتانی صاحب سے درخواست کی کہ جس انداز سے آپ نے نحو میر کے لئے تنویر اور ھدایۃ النحو اکے لئے سعایۃ النحو ا اور کافیہ کے لئے کاشفہ جیسے مفصل اور مدلل شروح لکھی ہیں ایسی ہی شرح جامی کی بھی شرح شروع کریں۔

تو انہوں نے قبل کر لیا جو کہ بحمد اللہ طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے جس کو پڑھیں اور پڑھائیں۔ خداوند قدوس سے التجاء ہے کہ اس شرح کو قبولیت سے نوازے اور مزید حضرت مفتی صاحب کو اس جیسی تصانیف میں مصروف اور مشغول رہنے کی توفیق بخشے۔

اخوانکم فی اللہ متعلمین جامعہ ھذا

ابوعمیر امین اللہ بن سعید	ابوضیاء سیف الرحمٰن سیفی	سید اسحاق شاہ
سعیدی تیمر گرہ ضلع دیر	ساکن شنگ ضلع بشام	ساکن تتی ضلع پشاور

نام کتاب

- اصل نام: اَلْفَوَائِدُ الضِّيَائِيَّةُ
- مشہور نام: شَرْحُ جَامِيٍّ

تحقیقات شرح جامی

تحقیق لفظی

شرح مصدر ہے از باب مَنَعَ يَمْنَعُ چوں رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ۔ جَامِيٌّ اسم منسوب ہے۔ جَامْ بمعنی پیالہ یا قصبہ شارحؒ اس کے آخر میں یائے مشدد برائے نسبت ہے۔ جیسے مَكِّيٌّ مَدَنِيٌّ پس صحیح تلفظ اس طرح ہوگا شَرْحُ جَامِيٍّ

تحقیق معنوی

شرح لغۃً کھولنا اور اصطلاحًا وہ عبارت ہے جو پورے متن کو واضح کرے یعنی پوری کتاب کو حل کرے جیسے جامی برائے کافیہ۔ متن لغۃً بمعنی پُشت اور اصطلاحًا مَا يَكُوْنُ صَعْبًا مُحْتَاجًا اِلَى الشَّرْحِ۔ حاشیۃ لغۃً بمعنی کنارہ۔ اصطلاحًا وہ عبارت جو بعض اقوال کو حل کرے اور مصنف یا شارح خود لکھے یا کوئی دوسرا شخص لکھے۔ تعلیق لغۃً بمعنی لٹکانا اور اصطلاحًا حاشیۃ کے مترادف ہے۔ مُنْهِيَہ لغۃً بمعنی اس سے ہونے والا۔ اصطلاحًا وہ عبارت جو مصنف یا شارح خود لکھے۔

تحقیق اضافی

اضافت شرح بطرف جامی از قبیل اضافت مصدر بسوئے فاعل ہے اور اضافت معلول بسوئے علت ہے اور اضافت معنویہ لامیہ ہے۔

تحقیق ترکیبی

- مبنی بر سکون: شَرْحْ جَامِيْ
- مُعْرَب
  - مَرْفُوع
    - مبتداء محذوف الخبر: اى شَرْحُ جَامِيٍّ هٰذَا
    - خبر محذوف المبتداء: اى هٰذَا شَرْحُ جَامِيٍّ
  - مَنْصُوب: اى اِقْرَءْ شَرْحَ جَامِيٍّ
  - مَجْرُور: اى خُذْ بِشَرْحِ جَامِيٍّ

تحقیق علمی

اَلْعَلَمُ مَا وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ بِحَيْثُ لَا يَشْتَمِلُ بِذٰلِكَ الْوَضْعِ غَيْرَهٗ۔ مَوْضُوْعٌ لَهٗ اگر معین در خارج ہو تو علم شخصی ہوگا، جیسے زید اور اگر معین در ذہن ہو تو علم جنسی ہوگا، جیسے اُسَامَةُ اور اگر ماہیۃ کلیۃ ہو تو اسم جنس ہوگا جیسے اَسَدٌ۔ اَعْلَامِ کُتُبْ۔ جیسے کافیۃ جامی۔ نحو میر وغیرہ

اَعْلَامِ کُتُبْ ← از قبیل اعلام جنسیۃ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قولہ الحمد لولیہ مولانا جامی نے اپنی کتاب کوتسمیہ سے شروع کیا ہے اس کی تین وجہ ہیں۔

(۱) اقتداء بکتاب اللہ (۲) اتباع الحدیث رسول اللہ (۳) سلف صالحین کے طریقے سے موافقت ہو جائے۔

سوال مولانا جامی نے تسمیہ کے بعد تحمید سے کتاب کا آغاز کیوں کیا۔

جواب انہی وجوہات ثلاثہ کی وجہ سے جو بیان ہو چکی ہیں۔

سوال ابتداء کے بارے میں دو حدیثیں ہیں۔ حدیث تسمیہ اور حدیث تحمید لہذا ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہوا۔ تو اس میں تطبیق کیسے ہوگی ورنہ قانون ہے۔ اذا تعارضا تساقطا۔

جواب سے پہلے تمہید کے طور پر ایک فائدہ جان لیں۔

فائدہ کہ ابتداء کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) ابتداء حقیقی (۲) ابتداء اضافی (۳) ابتداء عرفی

ابتداء حقیقی ابتداء حقیقی وہ ہے جو مقاصد اور غیر مقاصد ہر دونوں سے مقدم ہو۔

ابتداء اضافی ابتداء اضافی وہ ہے جو صرف مقاصد سے مقدم ہو۔

ابتداء عرفی ابتداء عرفی جس کو عرف عام میں ابتداء کہا جائے اب جواب کا حاصل یہ ہے کہ حدیث تسمیہ ابتداء حقیقی پر محمول ہے اور حدیث تحمید ابتداء اضافی یا عرفی پر محمول ہے۔

سوال اس کے برعکس کیوں نہیں کیا گیا کہ حدیث تسمیہ کو ابتداء اضافی اور عرفی پر محمول کیا جاتا اور حدیث تحمید کو ابتداء حقیقی پر۔

جواب ابتداء حقیقی اصل ہے بنسبت ابتداء اضافی اور عرفی کے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں۔ اور تسمیہ اصل ہے بنسبت تحمید کے اس لیے کہ تسمیہ اسمائے ثلاثہ پر مشتمل ہے جس میں ایک اسم ذاتی اور دو اسم صفاتی ہیں۔ بخلاف تحمید کے کہ وہ ایک صفت پر اور اسم پر مشتمل ہے۔ لہذا ہم نے اصل کو اصل پر محمول کیا ہے اور فرع کو فرع پر۔

سوال تسمیہ اور تحمید کے درمیان واؤ کیوں نہیں لائے نیز تسمیہ اور تحمید کا نحو کے اعتبار سے کیا تعلق ہے۔

جواب تحمید یہ منصوب محلاً حال محذوف کا مفعول بہ ہے۔اس کی تقدیر عبارت یہ ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم اشرع قائلا الحمد لولیہ اسی وجہ سے واؤ کو ذکر نہیں کیا کیونکہ حال اور ذوالحال کے درمیان غیر کا فاصلہ ممنوع ہے نیز واؤ نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ دونوں مقصود اصلی ہیں کہ ہر دونوں کے ساتھ مستقلاً اور اصالۃً بدایت کرنی ہے اگر واؤ کو ذکر کر دیتے تو تسمیہ کے ساتھ ابتداء اصالۃً ہو جاتی اور تحمید کے ساتھ تبعاً ہو جاتی حالانکہ یہ مقصود کے خلاف تھا۔

قال الشارح الحمد لولیہ مولانا جامی کا مقصود یہاں سے حمد باری تعالیٰ کو بیان کرنا ہے۔حمد مصدر ہے حمد یحمد حمدا کی اور مصدر کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) مصدر مبنی للفاعل (۲) مصدر مبنی للمفعول (۳) مصدر معلوم (۴) مصدر مجہول
(۵) حاصل بالمصدر المعلوم (۶) حاصل بالمصدر المجہول (۷) قدر مشترک

ان کی تعریف سے پہلے ایک فائدہ جان لیں۔

فائدہ وہ یہ ہے کہ مصدر بمعنی حدوث قائم بالغیر ہوا کرتا ہے۔جیسے کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، مارنا اب ضرب مصدر ہے مثلاً میں نے کسی کو مارا اب مارنے کے بعد ایک ہیئت فاعل کو لگی ہوئی ہے اور ایک مفعول کو، مخاطب کے تصور میں دونوں چیزیں ہیں۔اب سمجھیں ان کی تعریفیں کہ مخاطب حدث کی نسبت فاعل کی طرف کریں تو یہ مصدر مبنی للفاعل ہوا کرتا ہے جیسے ضرب زید بمعنی ضاربیت زید اور اگر نسبتِ مفعول کی طرف کریں تو یہ مصدر مبنی للمفعول ہوگا جیسے مضروبیت زید۔زید کا مارا جانا کہ پھر اگر ضرب مصدر کی اضافت کرے فاعل کی طرف تو اس میں ضاربیت کی استعداد ہے تو اس کو مصدر معلوم کہتے ہیں اسی طرح اگر ضرب یعنی مصدر کی اضافت مفعول کی طرف کریں اور اس میں استعداد مضروبیت کی ہو تو اس کو مصدر مجہول کہیں گے اور جو ہیئت لگی ہے ضارب کو اس کو حاصل بالمصدر المعلوم کہیں گے اور جو ہیئت لگی ہوئی ہے مفعول کو اس کو حاصل بالمصدر المجہول کہیں گے۔اور اگر مصدر نہ فاعل کی طرف مضاف ہو اور نہ مفعول کی طرف نہ بالقوۃ اور نہ بالفعل تو اس کو قدر مشترک کہتے ہیں۔

وجہ حصر : مصدر کی اقسام سبعہ کے لیے وجہ حصر یہ ہے کہ مصدر دو حال سے خالی نہیں کہ اس کی اضافت فاعل کی طرف بالفعل ہوگی یا بالقوہ اگر بالفعل ہو تو یہ مصدر مبنی للفاعل ہے جیسے

بحث مصدر

حَمِدَ زَیْدٌ بَکْرًا عَلٰی عِلْمِہٖ

فیہ صفت الایجاد — فیہ صفت القبول۔

اقسامِ مصدر

مصدر

مصدر مبنی للفاعل

ھوصفۃ الایجاد یعتبر معہ الاضافۃ الی الفاعل بالفعل نحو اعجبنی حَمْدُ زَیْدٍ بمعنی ستودن زید۔

ویعبر عنہ بصیغۃ اسم الفاعل مع الیاء النسبیۃ والتاء المصدریۃ کالحمد بمعنی الحَامِدِیَّۃِ۔

مصدر مبنی للفاعل: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہر حمد بمعنی حامدیۃ قیامًا۔ یعنی حامدیۃ کاملۃ۔

مصدر معلوم

ھوصفۃ الایجاد لایعتبر معہ الاضافۃ الی الفاعل لکن یعتبر معہ صلاحیۃ الاضافۃ نحو اعجبنی حَمْدٌ بمعنی ستودن۔

مصدر معلوم: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہر حمد بمعنی ستودن وقوعًا الخ

حاصل بالمصدر المعلوم

ھوصفۃ الایجاد لایعتبر معہ صلاحیۃ تلک الاضافۃ نحو اعجبنی حمد بمعنی ستائش۔

وقد یفسر بالھیئۃ الحاصلۃ بعد قیام المعنی المصدری بالفاعل والمآل واحد۔

حاصل بالمصدر المعلوم: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہر حمد بمعنی وقوعا ستائش۔ الخ

مصدر مبنی للمفعول

ھوصفۃ القبول یعتبر معہ الاضافۃ الی المفعول بالفعل نحو اَعْجَبَنِیْ حَمْدُ عَمْرٍو بمعنی ستودہ شدن عمرو

ویعبر عنہ بصیغۃ اسم المفعول مع الیاء النسبیۃ والتاء المصدریۃ کالحمد بمعنی المحمودیۃ۔

مصدر مبنی للمفعول: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہر حمد بمعنی محمودیۃ۔۔ الخ

مصدر مجہول

ھوصفۃ القبول لایعتبر معہ الاضافۃ الی المفعول لکن یعتبر معہ صلاحیۃ الاضافۃ نحو اَعْجَبَنِیْ حَمْدٌ بمعنی ستودہ شدن۔

مصدر مجہول: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہر حمد بمعنی ستودہ شدن۔ الخ

حاصل بالمصدر المجہول

وصفۃ القبول لایعتبر معہ صلاحیۃ الاضافۃ نحو حَمْدٌ بمعنی ستودہ شدگی۔

وقد یفسر بالھیئۃ الحاصلۃ بعد وقوع المعنی المصدری علی المفعول والمآل واحد۔

حاصل بالمصدر المجہول: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہر حمد بمعنی ستودہ شدگی۔ الخ

الف لام

- اسمی بمعنی اَلَّذِیْ
  - کثیر الاستعمال
    - داخل بر اسم فاعل
      - مثل: اَلضَّارِبُ بمعنی اَلَّذِیْ ضَرَبَ
      - اَلضَّارِبَانِ بمعنی اَلَّذَانِ ضَرَبَا
      - اَلضَّارِبُوْنَ بمعنی اَلَّذِیْنَ ضَرَبُوْا
      - اَلضَّارِبَةُ بمعنی اَلَّتِیْ ضَرَبَتْ
      - ..... الخ
    - بر اسم مفعول
      - مثل: اَلْمَضْرُوْبُ بمعنی اَلَّذِیْ ضُرِبَ
      - اَلْمَضْرُوْبَانِ بمعنی اَلَّذَانِ ضُرِبَا
      - اَلْمَضْرُوْبُوْنَ بمعنی اَلَّذِیْنَ ضُرِبُوْا
      - اَلْمَضْرُوْبَةُ بمعنی اَلَّتِیْ ضُرِبَتْ
      - ..... الخ
  - قلیل الاستعمال
    - داخل بر ظرف در شعر
      - [۱] مَنْ لَا یَزَالُ شَاکِرًا عَلَى الْمَعَهْ (اَیِ الَّذِیْ مَعَهٗ)
      - فَهُوَ حَرٍ بِعِیْشَةٍ ذَاتِ سَعَهْ (لائق)
    - داخل بر جملہ اسمیہ در شعر
      - [۲] مِنَ الْقَوْمِ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْهُمْ
      - لَهُمْ دَانَتْ رِقَابُ بَنِیْ مَعَدٍّ
    - داخل بر مضارع در شعر
      - [۳] وَاِذْ یُخْرِجَ الْیَرْبُوْعَ مِنْ نَافِقَائِهِ (جنگلی چوہا — جنگلی چوہے کا سوراخ)
      - وَمِنْ جُحْرِهِ بِالشَّیْحَةِ الْیُتَقَصَّعُ (سوراخ — ایک قسم کی گھاس)
- حرفی
  - زائد
    - لازم
      - عوض: چوں لفظ اَللّٰهُ
      - غیر عوض [۲۳]
    - غیر لازم
      - عوضی: چوں النَّاس
      - غیر عوضی: فَیَا الْغُلَامَانِ فَرَّا اِیَّاکُمَا اَنْ تُکْسِبَا شَرًّا [۵]
  - غیر زائد [۴]

۳ غیر زائد

- **جنسی** — جبکہ الف لام کے دخول سے ماہیت مراد ہو
  - مثال: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔
  - اَلرَّجُلُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَرْاَةِ۔
- **استغراقی** — جب تمام افراد مراد ہوں
  - مثال: وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا
  - وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ
- **عہدِ خارجی** — جب بعض افراد معین مراد ہوں
  - **عہدِ ذکری** — جبکہ معہود مذکور ہو۔
    - **صراحۃ** — مثل: فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ بعد قولہ تعالیٰ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا
      - فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ
      - اِشْتَرَيْتُ فَرَسًا وَبِعْتُ الْفَرَسَ۔
    - **کنایۃ** — مثل: رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا الیٰ قولہ تعالیٰ: وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى۔ اس میں اَلذَّکَرُ کی لام کا معہود مَا فِیْ بَطْنِیْ میں کنایۃً مذکور ہوچکا ہے۔
  - **عہدِ علمی** — جبکہ معہود مخاطب کے علم میں ہو بدون ذکر کے
    - مثل: اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ۔
    - اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔
  - **عہدِ حضوری** — جبکہ معہود متکلم اور مخاطب کے سامنے ہو
    - مثل: هٰذَا الرَّجُلُ عَالِمٌ۔
    - يٰٓاَيُّهَا الرَّجُلُ۔
    - اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ۔
    - اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ۔
- **عہدِ ذہنی** — جب بعض افراد غیر معین مراد ہوں
  - وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِيْمِ يَسُبُّنِيْ
  - فَمَضَيْتُ ثُمَّةَ قُلْتُ لَا يَعْنِيْنِيْ

۴ داخل بر

- **اسماء منقولہ** — چوں اَللّٰتُ وَالْعُزّٰی
- **اسماء غیر منقولہ** — چوں السموئل
- **اعلام غالب الاطلاق** (علہ) — چوں القاسم ۱، الحارث ۲، الفضل ۳، النجم ۴، الصعق ۵، العقبۃ ۶، البیت ۷، المدینۃ ۸، الکتاب ۹

علہ غالب الاطلاق: وہ کلمات ہیں جو قبل العلمیۃ (ای بعد دخول اللام) عام اطلاق رکھتے ہوں۔ بعدہ خاص ہوجائیں جیسے قاسم ہر تقسیم کنندہ بعدہٗ خاص مرد۔ اسی طرح الحارث اور الفضل بھی ہیں۔ نجم ہر ستارہ علیت نام ثریا ہوا جو سات ستاروں کا مجموعہ ہے۔ صَعِق ہر وہ کس جو گرج سے مارا جائے۔ بعدہٗ (دخول لام) خُوَیْلِدِ بْنِ نُفَیْل کا نام ہوا جو گرج میں مارا گیا۔ عقبہ۔ ہر پہاڑی راستہ بعدہ عقبہ منیٰ۔ البیت قبل از دخول لام ہر خانہ بعدہ خانۂ خدا شد۔ المدینۃ۔ قبلہٗ نام ہر شہر بعدہ نام شہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شد۔ الکتاب قبلہ نام ہر کتاب بعدہ نام کتاب سیبویہ شد۔

زید بمعنی ستودن زیداور اگر مضاف بالقوہ ہوتو یہ مصدر معلوم ہوگا جیسے حمد بمعنی ستودن اور وہ ثمرہ جو مصدر معلوم پر مرتب ہوگا اس کو حاصل بالمصدر المعلوم کہتے ہیں جیسے حمد بمعنی ستائش اور اگر مصدر مضاف ہو مفعول کی طرف تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ بالفعل ہوگا یا بالقوہ۔ اگر بالفعل مصدر کی مفعول کی طرف اضافت ہو تو اس کو منی للمفعول کہیں گے جیسے حمد عمر بمعنی ستودہ شدہ عمر اور اگر بالقوہ ہو تو اس کو مصدر مجہول کہتے ہیں جیسے حمد بمعنی ستودہ شدن اور وہ ثمرہ جو مصدر مجہول پر مرتب ہو تو اس کو حاصل بالمصدر المجہول کہتے ہیں۔ جیسے حمد بمعنی ستائش اور اگر نہ مضاف ہو فاعل کی طرف اور نہ مفعول کی طرف نہ بالقوۃ اور نہ بالفعل تو اس کو قدر مشترک کہتے ہیں۔

بعنوان دیگر: حاصل یہ ہے کہ فاعل جب بھی کوئی کام کرتا ہے اس کے لیے صفت ایجاد پیدا ہوتی ہے اور مفعول کے اندر صفت قبول پیدا ہوتی ہے۔ پھر ہر ایک تین حال سے خالی نہیں ہوتا یا اس کے لیے اضافت الی الفاعل بالفعل ہوگی یا نہ ہوگی اگر بالفعل ہو تو وہ مصدر منی للفاعل جیسے حمد زید بمعنی ستودن زید اس کو حامدیت سے تعبیر کرتے ہیں اگر بالفعل اضافت نہ ہو تو پھر دیکھو اس میں اضافت الی الفاعل کی صلاحیت ہوگی یا نہیں۔ اگر ہے تو مصدر معلوم ہوگا حمد بمعنی ستودن اگر نہیں تو یہ حاصل بالمصدر المعلوم ہوگا جیسے حمد بمعنی ستائش اور صفت قبول بھی تین حال سے خالی نہیں اگر اضافت الی المفعول بالفعل ہوگی تو یہ مصدر منی للمفعول ہوگا جیسے حمد زید بمعنی محمود الزید اس کو محمودیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر بالفعل اضافت نہیں لیکن اس میں صلاحیت اور استعداد ہے تو اس کو مصدر مجہول کہتے ہیں جیسے حمد بکر بمعنی محمودیت بکر اور اگر صلاحیت ہی نہ ہو تو اس کو حاصل بالمصدر المجہول کہتے ہیں جیسے حمد بمعنی ستودہ شدہ اور اگر ہر قسم کی قید سے خالی ہو تو وہ قدر مشترک ہوگا جیسے حمد بمعنی مطلق حمد۔

فائدہ الحمد لولیہ کے معانی میں باعتبار اقسام مصدر اور الف لام کے چوبیس احتمال ہیں جن کو نقشہ میں سمجھیں۔ اور الف لام کے اقسام کو بھی نقشہ میں سمجھیں۔

فائدہ چار لاموں میں فرق

فرق اول لام جنسی دال بر ماہیئت ہوتا ہے اور استغراق دال بر جمیع افراد ہوا کرتا ہے اور عہد خارجی دال بر بعض افراد معین ہوتا ہے اور عہد ذہنی دال بر بعض افراد غیر معین ہوتا ہے۔

فرق ثانی پہلے تین لام اپنے مدخول کو معرفہ کرتے ہیں اور آخری معرفہ نہیں کرتا بلکہ اس کا مدخول نکرہ ہی رہتا ہے جیسے ولقد امر علی اللئیم یسبنی فمیضت ثمة قلت لایعنینی۔

فرق ثالث مذکورہ چوبیس صورتوں میں سے چار صورتیں عہد ذہنی کی صحیح غیر مناسب ہیں۔ بقیہ صورتیں ایسی نہیں کیونکہ یا تو صحیح مناسب ہیں یا غیر صحیح ہیں۔

فرق رابع جنسی اور استغراقی کو بقیہ سے یہ فرق ہے کہ مذکورہ چوبیس صورتوں میں سے چار صورتیں جنسی اور استغراقی کی غیر صحیح ہیں بقیہ صحیح ہیں۔

فائدہ جنسی اور استغراقی میں چند فرق ہیں۔

(۱) کہ لافرق بین الجنس والاستغراق فی افادة الاختصاص ای اختصاص جمیع المحامد یعنی جنسی اور استغراقی افادہ عموم افراد میں تو یکساں ہے البتہ طریقہ اختصاص میں فرق ہے۔

(۲) کہ جنسی اور استغراقی دونوں میں اختصاص تو ہے لیکن جنس میں اختصاص بطریقہ کنایہ ہوتا ہے کیونکہ صراحۃً اختصاص ماہیت کا ہوتا ہے اور اختصاص ماہیت مستلزم ہے اختصاص افراد کو لہذا اختصاص افراد بطریقہ استلزم ہوا جو کہ کنایۃً ہوگا نہ کہ صراحۃً اور استغراقی اختصاص صریح کے لیے ہوتا ہے۔

(۳) جنس کے ثبوت کے دو طریقے ہیں۔

(۱) کہ جمیع افراد کے ثبوت سے ثابت ہوتی ہے۔ (۲) بعض افراد کے ثبوت سے ثابت ہوتی ہے بخلاف استغراق کے کہ یہ ہمیشہ جمیع افراد کے ثبوت سے ثابت ہوا کرتی ہے۔ لہذا الحمد لولیه میں لام جنسی صحیح نہیں ہوگا استغراقی صحیح ہوگا البتہ جنس کی صورت میں قرینہ کی طرف احتیاج ہوگی۔ وہ قرینہ مقام ہے یعنی مقام حمد باری تعالی جمیع افراد مراد ہو جائیں گے یہ لام جارہ برائے اختصاص لیا جائے تا کہ اختصاص جنس مستلزم ہو اختصاص جمیع افراد کو بخلاف استغراقی کے کہ وہ کسی قرینے کا محتاج نہ ہوتا لام اگرچہ مختص کے متعلق نہ ہو بلکہ ثابت کے متعلق کیا جائے تب بھی جمیع افراد حمد ذات باری تعالی کے لیے ثابت ہوگی۔

فائدہ لام عہد ذہنی اور نکرہ میں فرق۔ الفرق بین المدخول اللام العهد وبین الاسم الجنس والنکرة هوالفرق بین المقید والمطلق لان مدخول لام العهد یدل علی

مَعَانی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ باعتبار اقسام مصدر و الف لام

المحاصل بالمصدر المعلوم

قسم	معنی	حکم
عہد خارجی	بعض حالتیں معین ان حالتوں میں سے جو حاصل ہوتی ہیں ... الخ۔	صحیح مناسب
عہد ذہنی	بعض حالتیں غیر معین ان حالتوں میں سے جو حاصل ہوتی ہیں حامد کے لیے بعد قیام حمد کے ساتھ اسکے خاص ... الخ	صحیح مناسب
استغراقی	تمام وہ حالتیں غیر معین ان حالتوں میں سے جو حاصل ہوتی ہیں حامد کے لیے بعد قیام حمد کے ساتھ اسکے خاص ہیں واسطے اللہ تعالیٰ کے	غیر صحیح
جنسی	تمام وہ حالتیں جو حاصل ہوتی ہیں حامد کے لیے بعد قیام حمد کے ساتھ اسکے خاص ہیں واسطے اللہ تعالیٰ کے۔	غیر صحیح

المبنی للفاعل

قسم	معنی	حکم
خارجی	ایک معین فرد حمد بمعنی حامدیۃ یعنی حامدیۃ کاملہ خاص ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے۔	صحیح مناسب [۴]
عہد ذہنی	بعض افراد غیر معین از افراد حامدیۃ خاص ہیں واسطے اللہ تعالیٰ کے۔	صحیح مناسب
استغراقی	ہر حامدیۃ خاص ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے۔	غیر صحیح
جنسی	ہر حامدیۃ خاص ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے۔	غیر صحیح

مصدر المعلوم

قسم	معنی	حکم
عہد خارجی	ایک خاص حمد یعنی حمد کامل بمعنی ستودن خاص ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے۔	صحیح مناسب [۳]
عہد ذہنی	بعض افراد غیر معین از افراد حمد بمعنی ستودن خاص ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے۔	صحیح غیر مناسب [۲]
استغراقی	ہر حمد بمعنی ستودن ازل سے ابد تک جس حامد سے بھی ہو یعنی اللہ تعالیٰ ... الخ خاص ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے۔	صحیح مناسب
الف لام جنسی	ہر حمد بمعنی ستودن ازل سے ابد تک جس حامد سے بھی ہو یعنی اللہ تعالیٰ سے ہو خواہ ملائکہ سے ہو خواہ انسانوں سے خواہ جنوں سے خاص ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے	صحیح مناسب [۱]

[۱] لام جنسی اور استغراقی کا حال چونکہ ایک ہے اس لیے ان کا معنی ایک ہی طرح کا کیا گیا ہے۔ [۲] لانہ یوھم ثبوت فرد من الحمد لہ تعالیٰ دون فرد آخر منہ مع ان جمیع افراد الحمد ثابت لہ تعالیٰ وتقدس۔ [۳] کذا قال مولانا عبد العلیؒ بحر العلوم حیث قال ثم اللام یحتمل العہد علی کل تقدیر۔ [۴] الحامدیۃ الکاملۃ ھی حامدیۃ اللہ تعالیٰ لذاتہ بما اشیر الیہ فی الحدیث لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک۔

مثال اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ باعتبار اقسام مصدر والف لام

مصدر	الف لام	مطلب	حکم
مصدر المجهول	جنسی	ہر حمد یعنی ستودہ شدن خاص ہے واسطے اللہ تعالےٰ کے	صحیح مناسب
	استغراقی	ہر حمد یعنی ستودہ شدن خاص ہے واسطے اللہ تعالےٰ کے	صحیح مناسب
	عہد ذہنی	بعض افراد غیر معین از افراد حمد یعنی ستودہ شدن خاص .... الخ	صحیح غیر مناسب
	عہد خارجی	بعض افراد معین از افراد یعنی حمد کاملہ حمد یعنی ستودہ شدن .... الخ	صحیح مناسب
المعنی المفعول	جنسی	ہر فرد محمودیۃ خاص ہے واسطے اللہ تعالےٰ کے	صحیح مناسب
	استغراقی	ہر فرد محمودیۃ خاص ہے واسطے اللہ تعالےٰ کے	صحیح مناسب
	عہد ذہنی	بعض افراد غیر معین از افراد محمودیۃ خاص ہے ... الخ	صحیح غیر مناسب
	عہد خارجی	بعض افراد معین یعنی حمد کاملہ از افراد محمودیۃ خاص ہے .... الخ	صحیح مناسب
الحاصل بالمصدر المجهول	جنسی	تمام وہ حالتیں جو حاصل ہوتی ہیں محمود کے لیے بعد وقوع حمد کے اوپر اس کے خاص ہیں .... الخ	صحیح مناسب
	استغراقی	تمام وہ حالتیں جو حاصل ہوتی ہیں .... الخ	صحیح مناسب
	عہد ذہنی	بعض حالتیں غیر معین ان حالتوں میں سے جو حاصل ... الخ	صحیح غیر مناسب
	عہد خارجی	بعض حالتیں معین یعنی کاملہ ان حالتوں میں سے جو حاصل ... الخ	صحیح مناسب

تحقیق حمد

اَرْکَانِ حَمْد

ان میں اختلاف بھی ہے جو کہ بڑی کتب میں مذکور ہے۔

الحامد	والمحمود	والمحمود بہ	والمحمود علیہ
هو المتکلم	الذی وقع له الحمد	هو الوصف الذی ینسد الی ذات المحمود مثل المنعم	هو اتصاف ذات المحمود فی الواقع بالوصف

مثال حَمْد

حمد کے لیے صیغہ حمد ضروری نہیں ہے دیگر الفاظ سے بھی حمد ہو سکتی ہے جیسے لفظ مُنْعِمٌ ہے۔

زَیْدٌ مُنْعِمٌ

حامد	محمود	محمود بہ	محمود علیہ
متکلم	زید	لفظ مُنْعِمٌ	اتصاف زید بالانعام

اقسامِ حَمْد

حمد قدیم للقدیم	حمد قدیم للحادث	حمد حادث للقدیم	حمد حادث للحادث
مثل حمد خالق لنفسہ	مثل حمد خالق للمخلوق	مثل حمد مخلوق للخالق	مثل حمد مخلوق للمخلوق
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ	نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا.. الخ	حَمِدْتُ زَیْدًا عَلٰی عِلْمِهٖ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کی لام ساکنہ اور لام جارہ کے مجموعی بارہ (۱۲) احتمالات میں سے تین ۳ صحیح اور نو ۹ باطل ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

لام ساکنہ

- **جنسی** — تحقیق لام جارۃ
  - ملک: جنس حمد اللہ تعالیٰ کی ملک ہے ۔ باطل
  - استحقاق: جنس حمد کے اللہ تعالیٰ مستحق ہیں ۔ باطل
  - اختصاص: جنس حمد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ۔ صحیح
- **استغراقی** — لام جارۃ
  - ملک: تمام افراد حمد اللہ تعالیٰ کے ملک ہیں ۔ صحیح
  - استحقاق: تمام افراد حمد کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے ۔ باطل
  - اختصاص: تمام افراد حمد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ۔ صحیح
- **عہد ذہنی** — لام جارۃ
  - ملک: کوئی ایک فرد حمد اللہ تعالیٰ کے ملک ہے ۔ باطل
  - استحقاق: کوئی ایک فرد حمد کے اللہ تعالیٰ مستحق ہیں ۔ باطل
  - اختصاص: کوئی ایک فرد حمد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ۔ باطل
- **عہد خارجی** — لام جارۃ
  - ملک: ایک فرد معین حمد اللہ تعالیٰ کے ملک ہے اگر فرد کامل مراد ہو تو صحیح ورنہ باطل ہے۔
  - استحقاق: ایک فرد معین حمد کے اللہ تعالیٰ مستحق ہیں۔ صحیح ورنہ باطل۔
  - اختصاص: ایک فرد معین حمد اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اگر فرد کامل مراد ہو تو صحیح ورنہ باطل ہے۔

تفصیل : یہ کہ استحقاق کی سین طلب کی ہے اور اللہ تعالیٰ طلب سے پاک ہیں لہٰذا استحقاق کے تمام احتمالات باطل ہیں اور عہد ذہنی کے احتمالات بھی باطل ہیں کیونکہ ایک فرد جب اللہ تعالیٰ کے ملک یا خاص کیا گیا تو وہم ہوگا کہ بقیہ افراد غیر کے لیے ہیں ۔ اور لام جنسی اور صورت ملک میں بھی غیر کا وہم ہوگا لہٰذا باطل ہوا۔

فائدۃ ⟵ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

- **جملہ خبریہ لفظاً و معنیً**: اس میں ایمان لانا مقصود اور ثنار غیر مقصود ہے۔
- **جملہ انشائیہ لفظاً و معنیً**: اس میں ثنار مقصود اور ایمان لانا غیر مقصود ہے ۔
- **جملہ خبریہ لفظاً انشائیہ**: اس میں ہر دو مقصود ہیں
- **خبر ظاہراً امر باطناً**: فِیْهِ تَعْلِیْمٌ لِلْعَبْدِ کَیْفَ یَحْمَدُهٗ بمعنی قولوا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

الحقيقة بقيد حضورها فى الذهن واسم الجنس النكرة يدل على مطلق الحقيقة لاباعتبار قيد۔

لہذا اللئیم اور لئیم میں فرق یہ ہوگا کہ اللئیم مطلق ہوگا بقید حضور فی الذھن اور لئیم مطلق عن القید ہے۔

فائدہ ارکان حمد چار ہیں۔

(۱) حامد هوالمتكلم (۲) محمود الذى وقع له الحمد (۳) محمود به هوالوصف الذى يسند الى ذات المحمود مثل المنعم (٤) محمود عليه هواتصاف ذات المحمود فى الواقع بالوصف۔

فائدہ یادرکھیں حمد کے لیے صیغہ حمد کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ اور الفاظ کے ذریعے بھی حمد کی جاسکتی ہے۔ جیسے لفظ منعم سے۔ حمد کی مثال: زید منعم اس کے تحت چار ارکان ہیں۔اس میں حامد متکلم ہے اور زید محمود ہے اور لفظ منعم محمود بہ اور زید کا انعام سے متصف ہونا یہ محمود علیہ ہے۔

فائدہ اقسام حمد یہ بھی چار قسم پر ہیں۔

(۱) حمد القديم للقديم کہ باری تعالی کا اپنی حمد بیان کرنا جیسے الحمدلله رب العالمين۔

(۲) حمد القديم للحادث کہ باری تعالی کا مخلوق کی تعریف کرنا جیسے نعم العبد انه اواب۔

(۳) حمد الحادث للقديم یعنی مخلوق کا خالق کی حمد کرنا جیسے الحمد لله الذى اطعمنا وسقانا الخ۔

(۴) حمد الحادث للحادث یعنی مخلوق کا مخلوق کی تعریف کرنا۔

فائدہ لام جارہ کی تحقیق۔لام جارہ کے تین معنی ہیں۔

(۱) ملک (۲) استحقاق (۳) اختصاص

پھر لـه ولیـه کے لام میں چار احتمال ہیں جنسی، استغراقی، عہد خارجی، عہد ذہنی۔تین کو چار سے ضرب دیں تو بارہ احتمال بنتے ہیں جسکی تفصیل نقشہ میں دیکھیں۔۔

فائدہ الحمد لله کے جملہ ہونے میں چار احتمال ہیں۔

(۱) جملہ خبریہ ہولفظا اور معنا تو اس صورت میں مقصود ایمان لانا ہوگا اور ثناء غیر مقصود ہوگی۔

(۲) جملہ انشائیہ ہولفظا اور معنا تو اس صورت میں ثناء مقصود ہوگی ایمان لانا غیر مقصود ہوگا۔

(۳) یہ جملہ لفظا خبریہ ہو اور معنا انشائیہ اس صورت میں دونوں مقصود ہوں گے۔

(۴) یہ جملہ ظاہرا تو خبر ہو اور باطن کے لحاظ سے امر بمعنی فقولو الحمد لله۔ فیه تعلیم للعبد کیف یحمده۔

(لولیه)

اس جملے کا چوتھا کلمہ لولیہ ہے جس کے پانچ معانی آتے ہیں۔

(۱) لائق (۲) محب (۳) متصرف (٤) صاحب (٥) قربت

اور یہاں پر پہلے چار معانی مراد لینا درست ہے۔ پہلے معنی کے اعتبار سے ترجمہ یہ ہوگا کہ جنس حمد ثابت ہے اللہ تعالی کے لیے جو لائق حمد ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے معنی یہ ہوگا تمام محامد حمد کے محب کے لیے ہیں۔ کہ اللہ کی ذات محب کل حمد ہے کیونکہ مخلوق کی حمد بھی اصل ہی میں خالق کی حمد ہوا کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ خالق ہر حمد کا محب ہے بخلاف مخلوق کے وہ صرف اپنی تعریف یا اپنی محبوب شئی کی تعریف پسند کرتی ہے۔

اور تیسرے معنی کے اعتبار سے ترجمہ یہ ہوگا تمام تعریفیں اس حمد کے متصرف کے لیے ہیں یہ معنی بھی درست ہے کیونکہ متصرف امور اللہ تعالی ہی ہے اور حامد کے اندر حمد کی استعداد پیدا کرنا اسی طرح اسباب حمد مہیا کرنا پھر جزا حمد کا مرتب کرنا یہ سارا اللہ تعالی کے تصرف ہی سے ہے

اور چوتھے معنی کے اعتبار سے ترجمہ یہ ہوگا تمام تعریفیں صاحب حمد یعنی مالک حمد کے لیے ہیں جو کہ اللہ تعالی ہے یہ بالکل درست ہے۔

سوال مولانا جامی نے مصنفین کا مروجہ خطبہ ترک کر کے یہ اسلوب جدید الحمد لولیه کو کیوں اختیار کیا ہے، جس کے چند جوابات دیئے گئے ہیں۔

جواب ۱ اس اسلوب جدید میں دعوی مع الدلیل ہے دعوی یہ تھا کہ تمام افراد حمد مختص ہیں اللہ تعالی کے لیے۔ دلیل: اس لیے کہ لائق حمد وہی اللہ ہی ہے۔ بخلاف جملہ الحمد للہ اس میں محض دعوی ہی دعوی تھا دلیل نہیں تھی۔

جواب ۲ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور جلالت کی وجہ سے نام کو ترک کر دیا ہے۔

جواب ۳ شارح کے ذہن میں خطبہ لکھنے کے خاص الفاظ تھے تو سجع بندی کی رعایت کرتے ہوئے مصنف نے یہ طریقہ اختیار فرمایا الحمد لولیہ والصلوۃ علی نبیہ۔ اگر سجع بندی کی رعایت نہ رکھتے تو خطبہ کا حسن ختم ہو جاتا۔

سوال والصلوۃ علی نبیہ حمد کے بعد مولانا جامی نے صلوۃ کو کیوں ذکر کیا ہے۔

جواب اس کی دو وجہ ہیں۔ (۱) دلائل نقلیہ قرآن میں ہے یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اور دوسرے مقام پر ہے ورفعنا لک ذکرک۔ اس کے تحت مفسرین نے حدیث قدسی نقل کی ہے ذکرت حیث ذکرت چونکہ اس مقام میں حمد باری تعالیٰ تھا اس لیے یہاں صلوۃ علی النبی کو بھی ذکر کر دیا اور ایک حدیث ہے اذا ذکرتم اللہ فاذکرونی معہ تو یہاں پر رسول اللہ کا تذکرہ بھی ہونا چاہیے تھا دلیل عقلی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جتنی نعمتیں ہیں ان میں سے بڑی نعمت دین اسلام ہے اور یہ نعمت نبیؐ اور اہل بیتؓ اور صحابہؓ کے ذریعے ہم تک پہنچی تو اس اعتبار سے یہ ہمارے محسن ہیں اور محسن کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، تو ان کا شکریہ یہ ہے کہ ان تمام پر درود بھیجے جائیں تو اس لیے مولانا جامی نے رسولؐ پر تصلیہ کو ذکر کیا۔

سوال لفظ صلوۃ کے عموماً چار معنی آتے ہیں۔

(۱) رحمت (۲) دعا (۳) استغفار (۴) تسبیح وتہلیل

یہاں پر ان معنوں کو مراد لینے کے تین طریقے ہو سکتے ہیں۔

پہلا طریقہ: چاروں معنوں کو مراد لیا جائے بطور حقیقت کے اس صورت میں عموم مشترک لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے۔

دوسرا طریقہ: ان چار معنوں میں سے بعض بطور حقیقت کے مراد ہوں اور بعض بطور مجاز کے اس صورت میں جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم آئے گا یہ بھی صحیح نہیں۔

تیسرا طریقہ: چاروں معنوں میں سے صرف ایک معنی مراد لیا جائے خواہ بطور حقیقت کے ہو یا بطور مجاز کے۔ اس صورت میں ترجیح بلا مرجح کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب ہم یہاں تیسرا طریقہ مراد لیتے ہیں۔ باقی رہا سوال کہ ترجیح بلا مرجح کی خرابی لازم

آتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر مرجح موجود ہے وہ لفظ علی حرف جر کا متعلق محذوف ہے نازلۃ اور یہ بات ظاہر ہے کہ نزول کے ساتھ تعلق رحمت کا ہو سکتا ہے باقی تینوں معنوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نزول رحمت کا ہوتا ہے تو یہی قرینہ مرجحہ ہوا کہ صلوۃ بمعنی رحمت مراد لینے کے لیے، اور معنی یہ ہوگا کہ رحمت کاملہ نازل ہو اللہ کے نبیؐ پر۔

سوال یہاں صلوۃ کا معنی رحمت مراد لینا غلط ہے اس لیے کہ صلوۃ کی نسبت اللہ کی طرف ہے اور رحمت کا معنی ہوتا ہے رقة القلب بحيثيت يقتضى الفضل والاحسان اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالی رقت قلب سے پاک ہے۔

جواب یہاں رحمت کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی اور لازمی معنی مراد ہے وہ اضافة الخير اور احسان ہے۔

سوال صلوة اور دعاء یہ مترادفین ہے۔اور جب دعا بصلہ علی ہو تو بددعا مراد ہوتی ہے تو لازما صلوۃ کا صلہ جب علی ہو تو اس سے مراد بھی بددعا ہوگی حالانکہ یہ بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

جواب ۱ علی صلوۃ کا صلہ نہیں بلکہ نازلۃ محذوف کا صلہ ہے۔

جواب ۲ مترادفین میں سے ہر مترادف من کل الوجوہ مترادف نہیں ہوتا بلکہ بعض اعتبار سے مترادف ہوتا ہے اور یہاں پر بھی بعض اعتبار سے مترادف ہے۔

جواب ۳ علی کا ہر مقام پر بددعا والا معنی نہیں ہوتا بلکہ اہلسنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ علی دعاء بالشر اور دعاء بالخیر دونوں کے لیے آتا ہے اور یہاں پر قرینہ مقام کی وجہ سے دعاء بالخیر کے لیے ہے جیسے قرآن پاک میں ہے ان الله وملائكته يصلون على النبى ۔اور درود شریف میں اللهم صل على سيدنا محمد الخ۔

قال الشارح نبی لفظ نبی مشتق ہے۔نبوۃ سے بمعنی بلندی اور نبیؐ کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے بلند ہوا کرتا ہے۔یا یہ مشتق ہے نباء سے بمعنی خبر دینا۔نبیؐ بھی چونکہ اللہ کے احکام کی خبر دیتا ہے اس لیے نبی کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی النبى هو انسان مذكر بعثه الله الى الخلق لتبليغ الاحكام۔

فائدہ عند البعض رسول اور نبی مترادفین میں سے ہیں اور عند البعض نبی عام ہے اور رسول خاص

ہے اس لیے کہ رسول کی تعریف یہ ہے من ارسل الیہ دین وکتاب اور نبی عام ہے خواہ اس کو کتاب دی گئی ہو یا نہیں۔

سوال مولانا جامی نے نام کی تصریح کیوں نہیں کی، حالانکہ یہ مقام مقام حمد ہے جس میں نام کا ذکر کرنا اولی تھا تا کہ محمود کا تعین ہو جائے۔

جواب نام ذکر کرنے میں سوء ادبی تھی تو تعظیما نام کو ذکر نہیں کیا اس لیے کہ یہ قاعدہ ہے کسی کے نام کے بجائے اس کی صفت کو ذکر کر دینا اچھا ہوا کرتا ہے جیسے استاد کا نام ذکر کرنے کی بجائے اسے استاد محترم کہا جائے تو یہ اس کی تعظیم ہوا کرتی ہے۔

سوال صفات تو اور بھی تھیں لیکن لفظ نبی کیوں خاص کیا اس کی بجائے علی رسولہ کہہ دیتے۔

جواب ۱ سجع بندی کی رعایت کرتے ہوئے ایسا کیا۔

جواب ۲ قرآن مجید کی اقتداء کی ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی۔

جواب ۳ کہ نبی عام اور رسول خاص ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو حکم عام پر لگا دیا جائے تو وہی حکم خاص پر بطریق اولی لگ جاتا ہے لہذا جب نبی پر یہ حکم لگ گیا تو بطریق اولی رسول پر بھی یہ حکم لگ جائے گا یعنی جب رسول اللہ صفت نبوت کے اعتبار سے صلوۃ کے مستحق ہیں تو صفت رسالت کی وجہ سے بطریقہ اولی مستحق ہیں۔

سوال نبیہ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے جس میں دو احتمال ہیں۔ (۱) حمد ہو (۲) ولی اور یہ دونوں معنی غلط ہیں۔ اس لیے اگر حمد بنائے جائیں معنوی خرابی لازم آتی ہے کہ معنی فاسد ہوتا ہے، معنی یہ ہوگا کہ رحمت کاملہ نازل ہو حمد کے نبی پر حالانکہ حمد کا نبی نہیں ہوتا وہ تو اللہ کا نبی ہوتا ہے اور دوسری صورت میں انتشار ضمائر کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب دونوں مرجع بنانا درست ہے۔

(۱) حمد مرجع بنایا جائے تو یہاں پر صنعت استخدام مراد ہوگی اور صنعت استخدام اسے کہتے ہیں کہ ایک لفظ ذکر کر کے ایک معنی مراد لیا جائے اور جب اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے تو دوسرا معنی مراد لیا جائے تو یہاں پر بھی ایسے ہے کہ الحمد میں حمد کو ذکر کر کے اس کا معنی مصدری لیا گیا اور جب ضمیر لوٹائی گئی تو حمد کا دوسرا معنی بمعنی محمود لیا گیا۔ اور اللہ کی ذات محمود ہے اب معنی یہ

ہوگا کہ رحمت کاملہ نازل ہو محمود کے نبی پر یعنی اللہ کے نبی پر اور دوسرا مرجع بنایا جائے لفظ ولی کو، تب بھی ٹھیک ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ انتشار ضمائر کی خرابی لازم آتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انتشار ضمائر کلام واحد میں ناجائز ہے اور کلامین میں جائز ہے اور یہاں پر دو جملے اور دو کلام ہیں ایک جملہ الحمد لولیہ ہے اور دوسرا جملہ الصلوة علی نبیہ۔

قال الشارح **وعلی الہ**

سوال ایک روایت رسول کی طرف منسوب کی جاتی ہے جس میں یہ ہے من فصل بینی وبین آلی بعلی فقد جفانی ۔ جس نے میرے اور میرے آل کے درمیان کلمہ علی کے ساتھ فاصلہ کیا تو اس نے مجھے ناراض کیا اب اس روایت کا تقاضا یہ تھا کہ لفظ علی ذکر نہ کرتے بلکہ یوں کہتے وآلہ۔

جواب یہ (روافض) شعیوں کی تراشی ہوئی روایت ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے۔

﴿بحث لفظ آل﴾

قال الشارح **آل لفظ آل** پر تین باتیں سمجھنی ہیں۔

آل کے معنی کیا ہیں۔ آل کے دو معنی آتے ہیں۔ (۱) آل بمعنی اہل بیت (۲) آل بمعنی متقی پرہیزگار۔

سوال وعلی الہ واصحابہ میں تخصیص بعد التعمیم ہے یا تعیم بعد التخصیص ہے۔

جواب پہلے معنی کے مطابق تعیم بعد التخصیص ہے اور دوسرے معنی کے مطابق تخصیص بعد التعمیم ہے۔

دوسری بات : کہ آل کی اصل کیا ہے جس کے بارے میں دو قول ہیں۔

(۱) کہ آل اصل میں اهل تھا ھا ہمزہ سے بدل دیا اور ہمزہ کو الف سے تبدیل کر دیا۔ آل ہو گیا یہ قول سیبویہ کی طرف منسوب ہے۔

(۲) امام کسائی کا ہے کہ آل اصل میں اول تھا واؤ کو الف سے تبدیل کیا تو آل ہو گیا۔

تیسری بات : آل اور اہل میں فرق۔ ال کے بارے میں دو تخصیصیں ہیں۔

(۱) آل کا لفظ عام طور پر ذوی العقول کے لیے بولا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آل اسلام، آل

الدار کہنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اھل الاسلام اور اھل الدار کہا جاتا ہے۔

(۲) آل کا استعمال ان لوگوں میں ہوا کرتا ہے جن میں شرافت ہو خواہ دینوی ہو جیسے ال فرعون یا دونوں ہو جیسے آل محمد اور لفظ اہل میں یہ دو تخصیصیں نہیں۔

سوال لفظ آل میں دو تخصیصیں کیوں ہیں۔

جواب اس کی وجہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا آل میں دو تغیر ہوئے تھے جس سے کچھ کمی واقع ہوئی تھی اور اس میں دو تخصیصیں کر دی تا کہ جبر نقصان ہو جائے۔

قال الشارح واصحابه لفظ اصحاب جمع ہے جس کے مفرد میں تین قول ہیں۔ (۱) صاحب کی جمع اصحاب ہے جیسے طاہر کی جمع اطہار۔ (۲) صَحْبٌ کی جمع اصحاب ہے جیسے نَہر کی جمع انہار۔ (۳) یا صَحِب کی جمع اصحاب ہے جیسے نَمِر کی جمع انمار ہے۔

تعریف صحابی : صحابی ایسی ذات کو کہا جاتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی کی مجلس کو پایا ہو اور حالت ایمان ہی میں انتقال ہوا ہو۔

قال الشارح المتادبين بادابه المتادبين یہ نحوی لحاظ سے لفظ آل اور اصحاب ہر دونوں کی صفت ہے اور المتادبين بمعنی الموصوفين اور عادت بمعنی اوصاف کے ہیں اور بآدابه کی ضمیر راجع ہے رسول کی طرف تو المتادبين یہ مشتق سے تأدب باب تفعل سے بمعنی ادب سیکھنا، ترجمہ یہ ہوگا وہ صحابہ جو ادب سیکھنے والے ہیں۔ حضورؐ کے عادات کے ساتھ، حاصل معنی یہ ہوگا کہ متخلقین باخلاقه اور ادب کا اصطلاحی معنی ہے وضع کل شئی فی مرتبته اور شریعت میں ادب کہتے ہیں ھو الورع والتقوی وفی اصطلاح الحکماء صیانة النفس عن الرزائل ۔ وقال التفتازانی تھذیب الاخلاق واصلاح العادات۔ الحاصل :حسن الاحوال فی الحرکات والسکنات واجتماع الخصال الحمیدۃ۔

ادب کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ادب نفس وھو تخلیة الظاھر والباطن عما لا یستحق شرعا وتحلیتھما بما یستحق۔ (۲) ادب الدرس وھو تبلیغ الکتاب والاحکام۔

سوال آداب جمع کا صیغہ ہے اور مضاف ہے ضمیر کیطرف اور قاعدہ ہے کہ جب صیغہ جمع کا مضاف ہو ضمیر کی طرف تو وہ اضافت استغراق کا فائدہ دیتی ہے اور اس قاعدہ کی بناء پر ترجمہ یہ ہوگا

کہ رحمت کاملہ نازل ہو آپ کی ایسی آل اور ایسے اصحاب پر جو متصف ہے آپ کے تمام اوصاف کے ساتھ حالانکہ یہ بات غلط ہے اس لیے کہ اس میں تو تین خرابیاں لازم آتی ہیں۔

پہلی خرابی: صحابہؓ کا آپؐ کے تمام اوصاف کے ساتھ متصف ہونا لازم آتا ہے جو کہ بالکل غلط ہے کیونکہ آپؐ کے اوصاف میں وصف نبوت اور رسالت بھی ہے جس سے صحابہؓ قطعاً متصف نہیں ہو سکتے تھے۔

دوسری خرابی : کہ تمام صحابہؓ کا باہمی طور پر مرتبہ میں مساوی اور برابر ہونا لازم آتا ہے حالانکہ صحابہؓ مراتب میں یقیناً مختلف ہیں۔

تیسری خرابی : یہ لازم آتی ہے کہ تمام صحابہؓ تصلیہ سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ تصلیہ تو ان صحابہؓ پر ہے جو نبی کریمؐ کے تمام اوصاف کے ساتھ متصف ہوں اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی صحابی بھی ایسا نہیں ہے جو آپؐ کے تمام اوصاف کے ساتھ متصف ہو (ظلمات بعضها فوق بعض)۔

جواب آپ نے جو ضابطہ بیان کیا بالکل درست ہے لیکن یہاں پر جنس آداب مراد ہیں، جمیع آداب مراد نہیں اور جنس قلیل اور کثیر کو شامل ہوا کرتی ہے اب معنی یہ ہوگا رحمت کاملہ نازل ہو آپ کی ایسی آل اور ایسے صحابہؓ پر جو متصف ہے آپ کے جنس آداب کے ساتھ۔

سوال اوصاف تو اعراض ہے اور عرض کے متعلق یہ ضابطہ ہے کہ اعراض کا انتقال ایک جگہ سے دوسری جگہ پر بغیر اپنے محل کے نہیں ہو سکتا اور یہاں اوصاف کا محل حضورؐ ہیں لہٰذا اوصاف نبیؐ منتقل ہونا صحابہؓ کی طرف ناممکن ہے۔

جواب یہاں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے المتادبین بمثل آدابه جس کا ترجمہ یہ ہے کہ رحمت کاملہ نازل ہو آپ کی ایسی آل اور ایسے اصحابؓ پر جو متصف ہے آپ کی اوصاف کے مثل کے ساتھ اور یہ معنی بالکل صحیح ہے۔

قال الشارح اما بعد

فائدہ ایک ہے اَمّا ایک ہے اِمّا ان کو پہچاننے کی علامت یہ ہے اگر مابعد فا ہو تو اَمّا ہوگا اور اگر اس کے دوسرا اِمّا ہو یا لفظ او موجود ہو تو لفظ اِمّا ہوگا اور مذکورہ دونوں علامتیں نہ ہوں تو وہ اَمّا ہوگا

یہاں پر اَمَّا شرطیہ ہے۔ فھذہ پر فاجزائیہ ہے۔

فائدہ اور جہات ستہ کی چار حالتیں ہیں۔ (۱) لفظ بعد کا مضاف الیہ مذکور ہو۔ (۲) محذوف ہو نسیا منسیا یعنی نہ ارادہ میں ہو اور نہ لفظوں میں۔ (۳) مضاف الیہ محذوف ہو لیکن نیت میں لفظ اور معنی دونوں باقی ہیں ان تینوں حالتوں میں معرب ہوگا۔ (۴) چوتھی حالت مضاف الیہ محذوف ہو اور نیت میں فقط معنی باقی ہو۔ اس صورت میں یہ مبنی ہوگا۔

سوال بعد مبنی کیوں ہے۔

جواب اس کی مشابہت ہے مبنی اصل کے ساتھ جو جس طرح حروف اپنے معانی میں محتاج الی الغیر ہوتی ہے اسی طرح بعد بھی اپنے معنی میں سمجھنے کے لیے محتاج الی الغیر ہوتی ہے۔

سوال بعد مبنی علی الحرکۃ کیوں ہے مبنی علی السکون کیوں نہیں جب کہ مبنی میں اصل مبنی بر سکون ہونا ہے۔

جواب ایک بناء اصلی ہے اور ایک بناء عارضی ہے۔ بناء اصلی اور عارضی میں فرق کرنے کے لیے اس کو مبنی علی الحرکۃ کردیا کیونکہ یہ بناء عارضی ہے۔

سوال بعد کو مبنی علی الحرکۃ ہی کرنا تھا تو مبنی علی الضم کیوں کردیا مبنی علی الفتح یا مبنی علی الکسر کردیتے۔

جواب کیونکہ بعد کا مضاف الیہ ارادہ میں موجود ہے لیکن لفظوں میں مذکور نہیں۔ لفظوں میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے اس میں کمی ہوئی ہے اس کو پورا کرنے کے لیے حرکت ضمہ لائے کیونکہ یہ تمام حرکتوں میں سے قوی ہے۔

قال الشارح فھذہ فوائدہ وافیہ مولانا جامی اس عبارت سے اپنی کتاب کا مختصر تعارف بیان کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کتاب کافیہ کی شرح ہے مستقل متن نہیں۔

فائدہ فھذہ: ھذہ اسم اشارہ ہے اور اسم اشارہ مشار الیہ کا تقاضا کرتا ہے اور اس کے مشار الیہ میں سات احتمال ہیں۔

(۱) تنہا الفاظ (۲) تنہا معانی (۳) تنہا نقوش (۴) الفاظ اور معانی کا مجموعہ (۵) الفاظ اور نقوش کا مجموعہ (۶) معانی اور نقوش کا مجموعہ (۷) الفاظ اور

معانی اور نقوش کا مجموعہ۔

ان میں سے پہلے تین احادی اور دوسرے تین ثنائی ہیں اور ایک ثلاثی ہے۔ ان سات احتمالات میں سے چار ساقط الاعتبار ہیں کیونکہ وہ مقصود مصنف نہیں باقی تین مقصود مصنف ہیں۔

(۱) تنہا الفاظ (۲) تنہا معانی (۳) الفاظ اور معانی کا مجموعہ

یہ یاد رکھیں کہ یہ تینوں بھی مطلقاً مقصود نہیں بلکہ بعد میں جو بیان ہے وہی مقصود ہے۔

سوال مشار الیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ موجود فی الخارج ہو۔ اور محسوس اور مبصر ہو لیکن ان تینوں احتمال میں کوئی موجود فی الخارج نہیں اور نہ ہی محسوس اور مبصر ہے۔

جواب اگر یہ تینوں احتمال موجودات خارجی میں سے نہیں لیکن بمنزلہ موجود خارج کے مراد لے کر ھذہ کا مشار الیہ بنا دیا گیا۔

سوال اس تنزیل میں یعنی غیر محسوس غیر مبصر کو محسوس اور مبصر کا درجہ دیا ہے اس تنزیل میں فائدہ کیا ہے۔

جواب متعلمین اور معلمین کو یہ شوق دلانا ہے کہ آنے والے مضامین یہ محسوسات کی طرح ہیں جس طرح محسوس چیز کا حاصل کرنا آسان ہے اسی طرح ان کا حاصل کرنا بھی آسان ہے

قال الشارح فوائد فوائد جمع ہے فائدہ کی۔

فائدہ کی تعریف: یہ ہے ہر ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو بولی جائے یا دی جائے خواہ اس کا تعلق مال سے ہو یا غیر مال سے۔ فوائد غیر مال ہے اس سے مراد فوائد علمیہ ہے۔

قال الشارح وافیہ وافیہ بمعنی کثیر ہے اصل میں وافیہ کا معنی ہے وفا کرنے والی کیونکہ جو چیز زیادہ ہو وہ وفا بھی کرنے والی ہوتی ہے۔

قال الشارح بحل یہاں پر دو نسخے ہیں ایک تو با کے ساتھ اور دوسرا لام کے ساتھ لحل اور اس کا باب ہے حل یحل تحلیلا اگر ہے کھولنا، مولانا جامی نے کافیہ کے مشکل مسائل کی تشبیہ دی ہے اس چیز کے ساتھ جس میں گرہے لگی ہوئی ہوں اور یہ شرح کافیہ کی ان مشکل مسائل کا حل ہے یعنی اس شرح نے اس کے تمام مشکل مقامات کو حل کر دیا ہے۔

قال الشارح مشکلات مشکلات سے مراد کافیہ کے وہ مشکل مسائل ہیں جن میں بظاہر

خفاء، اشتباہ اور پوشیدگی ہو کیونکہ مسائل کو واضح کرنے کے لیے مولانا جامی نے شرح لکھی ہے تو اس شرح میں کافیہ کے جمیع مسائل کا حل نہیں بلکہ مشکل مسائل کا حل ہے اور وہ مشکل مسائل جس کو مولانا جامی نے مشکل سمجھا ہے اب پہلے نسخے کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ یہ امور وفا کرنے والے فوائد ہیں جو کافیہ کے مشکل مسائل کے متعلق ہے دوسرے نسخے کے مطابق معنی یہ ہوگا یہ امور وفا کرنے والے فوائد ہیں جو کافیہ کے مشکل مسائل کے حل کے لیے ہے لہذا دونوں نسخے درست ہیں۔

سوال حل کی اضافت کرنا لفظ مشکلات کی طرف صحیح نہیں کیونکہ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شارح نے فقط مشکل مقام کو حل کیا حالانکہ غیر مشکل مقام کو بھی حل کیا ہے۔

جواب اول اولا بالذات شارح نے مشکلات کو حل کیا ہے لیکن ثانیا اور بالتبع غیر مشکل کو بھی حل کیا ہے۔

جواب ثانی اشکال بمعنی اشتباہ ہے تو جس طرح اشتباہ مشکلات میں ہوتا ہے اس طرح غیر مشکلات بھی ہوتا ہے لہذا جتنے بھی مشتبہ مقامات آئیں گے شارح حل کریں گے۔

قال الشارح الكافيه

سوال کافیہ نام ہے کتاب کا جو مذکر ہے اور لفظ کافیہ مؤنث ہے لہذا اسم اور مسمی میں مطابقت نہ ہوئی حالانکہ مطابقت کا ہونا ضروری ہے اس لیے کہ کافیہ کتاب کی صفت ہے تو جس طرح موصوف صفت کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری ہوتی ہے تو یہاں بھی ہونا ضروری ہے۔

جواب اول کافیہ میں تاء تانیث کی نہیں بلکہ مبالغہ کی ہے لہذا دونوں مذکر ہوئے تو مطابقت پائی گئی۔

قال الشارح للعلامة

سوال صاحب کافیہ کو علامہ کہنا درست نہیں اس لیے علامہ کہا جاتا ہے من یکون عالما بالعلوم العقلیه والنقلیه اور صاحب کافیہ علوم نقلیہ کا تو ماہر تھا لیکن علوم عقلیہ کا نہیں۔

جواب صاحب کافیہ علامہ ابن حاجب جس طرح علوم نقلیہ میں ماہر تھا اسی طرح علوم عقلیہ میں بھی ماہر تھا البتہ علوم عقلیہ میں شہرت نہیں تھی لیکن عدم شہرت سے عدم علم لازم نہیں آیا کرتا۔

سوال علامہ یہ صفت ہے مصنف کی اور مصنف یہ مذکر ہے اور صفت یہ مونث ہے حالانکہ

موصوف صفت کی مطابقت تذکیر وتانیث میں ضروری ہوتی ہے۔ جو کہ یہاں موجود نہیں۔

جواب علامہ کی تاء تانیث کی نہیں بلکہ تاء مبالغہ کی ہے جس کا معنی ہے بہت جاننے والا۔

سوال بہت جاننے والی ذات تو خدا تعالی کی ہے تو لفظ علامہ کا اطلاق باری تعالی پر بھی کرنا چاہیے حالانکہ یہ جائز نہیں۔

جواب علامہ کا اطلاق باری تعالی پر جائز اس لیے نہیں اس میں شبہ تانیث ہے حالانکہ باری تعالی جس طرح تانیث سے پاک ہیں اسی طرح شبہ تانیث سے بھی پاک ہیں۔

سوال لفظ علام کا اطلاق باری تعالی پر ہوتا ہے حالانکہ اس میں بھی تذکیر کا شبہ موجود ہے تو اس شبہ کی وجہ سے علام کا اطلاق بھی باری تعالی پر نہیں کرنا چاہیے۔

جواب مذکر چونکہ اشرف ہے مونث سے اس لیے علام کا اطلاق اللہ پر کرنا صحیح ہے۔

سوال للعلامہ ترکیب میں کیا واقع ہے جس میں ترکیبی احتمال دو ہیں۔

(۱) یہ ظرف مستقر ہوکر کائنۃ سے متعلق ہوکر یہ صفت بنے الکافیہ کی۔

(۲) یہ حال بنے الکافیہ سے، یہ دونوں ترکیبیں غلط ہیں اول ترکیب اس لیے غلط ہے کہ اس ترکیب موصوف صفت میں تعریف وتنکیر کے لحاظ سے مطابقت نہیں ہے کہ موصوف الکافیہ معرفہ ہے اور صفت کائنۃ نکرہ ہے۔ اور دوسری ترکیب اس لیے غلط ہے کہ حال فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے یہاں پر الکافیہ نہ تو فاعل ہے اور نہ مفعول۔

جواب دونوں ترکیبیں درست ہیں۔ البتہ پہلی ترکیب میں للعلامہ کو نکرہ کائنۃ کے متعلق نہیں کریں گے بلکہ معرفہ الکائنۃ کے متعلق کریں گے۔ اور دوسری ترکیب بھی درست ہے کیونکہ جس طرح فاعل اور مفعول سے حال بنتا ہے چند اور چیزوں سے بھی حال آیا کرتا ہے، ان چیزوں میں سے مضاف الیہ بھی ہے جس کی تفصیل ضوابط نحویہ میں دیکھیے۔

قال الشارح المشتهر مشتهر بمعنی مشہور ہے۔

سوال مولانا جامی نے المشتھر کی بجائے المشھور کیوں نہیں کہا۔

جواب المشتھر میں زیادہ مبالغہ ہے مشہور سے اور ماقبل کی مناسبت سے یہاں مشتھر ہی مناسب تھا کیونکہ پہلے بھی صیغہ مبالغہ ہے اب بھی صیغہ مبالغہ ہو۔ باقی رہا یہ سوال کہ العلامہ

موصوف صفت میں مطابقت نہیں اس کا جواب ہو چکا ہے کہ علامہ کی جو تاء ہے وہ تانیث کی نہیں، اب ترجمہ یہ ہوگا کہ امور وفاء کرنے والے فوائد ہیں کافیہ کے مشکل مسائل کے حل کے لیے جو کے ایسے علامہ کے ہیں جو مشہور ہو مشاق اور مغارب میں جن کا نام شیخ ابن حاجب ہے۔

قال الشارح **فی المشارق والمغارب**

سوال مشارق مشرق کی جمع ہے اور مغارب سغرب کی جمع ،غروب آفتاب اور طلوع آفتاب یہ آسمان کے دو کنارے ہیں۔ان تک علامہ کی رسائی نہیں تو المشتھر فی المشارق والمغارب کہنا کیسے صحیح ہوا۔

جواب یہاں مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے المشتھر فی بلاد المشارق والمغارب ۔ یعنی ایسے علامہ جو مشہور ہیں مشارق اور مغارب کے بلاد میں۔مولانا جامی نے ذکر تو مشرق اور مغرب کو کیا ہے اور مراد پوری روئے زمین ہے اور روئے زمین پر بھی وہ حصہ جس پر اہل علم رہتے ہیں۔

سوال مشرق اور مغرب تو ایک ہی ہوتا ہے مولانا جامی کو مفرد کا صیغہ لانا چاہیے تھا جمع کیوں لائے۔

جواب درحقیقت آسمان بارہ برجوں پر مشتمل ہے۔جیسے قرآن مجید میں ہے والسماء ذات البروج ۔انہی بارہ برجوں میں سورج چلتا ہے۔ان بارہ برجون میں ایک برج کا نام سرطان ہے اور ایک کا نام جدی ہے اور یہی کہا جاتا ہے کہ جب موسم گرما کا پہلا دن ہوتا ہے تو وہ آفتاب سرطان میں ہوتا ہے اور جب موسم سرما کا پہلا دن ہوتا ہے تو آفتاب جدی میں ہوتا ہے۔اور لکھا ہے کہ سرطان اور جدی تک کے فاصلہ کو سورج ایک سو بیاسی دنون میں طے کرتا ہے تو ان ایک سو بیاسی دنوں میں سے ہر ایک دن کا مشرق بھی جدا ہوا اور مغرب بھی جدا ہوا لہذا صیغہ جمع لانے میں کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی یہی وجہ ہے قرآن مجید میں بھی جمع کا صیغہ ہے رب المشارق والمغارب فرمایا گیا ہے۔نیز چونکہ موسم سردی اور گرمی کا مشرق اور مغرب جدا ہے اسی وجہ سے قرآن مجید میں تثنیہ کا صیغہ بھی ہے۔ رب المشرقین ورب المغربین۔

قال الشارح **الشیخ ابن حاجب**

قال الشارح **للولد العزیز ضیاء الدین یوسف۔** للولد العزیز یہ جار مجرور متعلق

ہے ظلمت کے۔

سوال ان فوائد مذکورہ کو **سلك تقرير** اور **سمط تحرير** میں پرونے کا سبب اور باعث کیا ہے۔

جواب مولانا جامی کے ولد عزیز کا نام یوسف اور لقب ضیاء الدین ہے۔

فائدہ یوسف بالاتفاق غیر منصرف ہے۔لیکن اگر بفتح السین ہو تو اس میں دو سبب یہ ہوں گے ایک علمیت اور دوسرا وزن فعل ہے۔اور اگر بضم السین ہو تو دو سبب اس میں علمیت اور عجمہ ہوں گے۔

قال الشارح حفظه الله سبحانه عن موجبات التلهف والتاسف -

اس سے مولانا جامی کا مقصد اپنے بیٹے کے لیے دعا کرنا ہے اور موجبات بمعنی اسباب ہے۔ تلہف اور تاسف ان دونوں لفظوں میں علماء کرام کی کلام چلی ہے کہ ان دونوں کا معنی ایک ہے یا مختلف جس میں دو قول ہیں۔

پہلا قول: کہ دونوں لفظوں کا معنی ایک ہے رنج وغم۔

دوسرا قول: کہ دونوں کے معنی میں فرق ہے۔

پہلا فرق: کہ تلہف وہ حزن اور غم جو کہ ارتکاب حرام پر ہو اور تاسف وہ غم جو ترک واجب پر ہو۔

دوسرا فرق: تلہف وہ حزن جو شئی محبوب کے فوت ہونے پر ہو اور تاسف وہ جو امر مکروہ کہ نزول پر ہو۔

تاسف شدید ترین حزن کو کہا جاتا ہے جیسا کہ یا اسفی علی یوسف قرآن مجید میں ہے اور تلہف وہ حزن ہے جس میں شدت نہ ہو اب ترجمہ یہ ہوگا پرویا میں نے ان فوائد کو ایسی تقریر میں جو تقریر موتیوں کی لڑی کی طرح ہے اور اس تحریر میں جو موتیوں کی لڑی کی طرح ہے ولد عزیز ضیاء الدین یوسف کے لیے حفاظت کرے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی رنج وغم کے اسباب سے۔

سوال مولانا جامی کے یہ الفاظ اپنی کتاب کے متعلق کہنا اس میں تو کبر اور خود پسندی معلوم ہوتی ہے۔

جواب ان الفاظ کو ذکر کرنا بطور کبر کے نہیں بلکہ ترغیبا للمتعلمین کی حیثیت سے ہے۔

قال الشارح وسميتها بالفوائد الضيائيه یہ جملہ مسانفہ سوال مقدر کا

جواب ہے۔

سوال ما اسمہا یعنی ان فوائد کا نام کیا ہے۔

جواب سمیتها بالفوائد الضائیه یعنی مولانا جامی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کا نام فوائد ضیائیہ رکھا ہے۔

قال الشارح **لانه لهذ الجمع والتاليف** مولانا جامی وجہ تسمیہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں برائے دفع دخل مقدر۔

سوال آپ نے ان فوائد کا نام فوائد ضیائیه کیوں رکھا۔

جواب یہ فوائد منسوب ہیں ضیاء الدین کی جز اول کی طرف اس لیے اس کا نام فوائد ضیائیہ رکھا ہے۔

سوال ان فوائد کی نسبت ضیاء الدین کی طرف کیوں کی گئی ہے۔

جواب چونکہ اس کتاب کے لکھنے کا باعث اور سبب ضیاء الدین تھا تو وہ اس کتاب کے لکھنے کے لیے بمنزلہ علت غائیہ کے ہے اسی وجہ سے نسبت کی گئی ہے۔

سوال عام طور پر نسبت تو جزء ثانی کی طرف کی جاتی ہے مولانا جامی نے جز اول کی طرف نسبت کیوں کردی۔

جواب نسبت اس جزء کی طرف ہوتی ہے جو مقصود ہو اور ضیاء الدین میں مقصود جزء اول ہے اس لیے اس کی طرف نسبت کردی۔ معنی یہ ہوگا، اس لیے کہ ضیاء الدین اس جمع اور تالیف کے لیے بمنزلہ علت غائیہ کے ہے۔

سوال جب یوسف علت غائی ہے تو یوں کہنا چاہیے تھا لانـه لهذ' لـجمع والتاليف هوالعلة الغـائية۔ کالعلة کا کیا مطلب ہے۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوسف حقیقتا علت غائیہ نہیں بلکہ علت غائیہ کی طرح ہے۔

جواب جی ہاں واقعۃً یوسف علت غائیہ نہیں کیونکہ علت غائیہ وجود ذہنی کے اعتبار سے مقدم ہوتی ہے اور وجود خارجی کے اعتبار سے مؤخر ہوتی ہے۔ جب کہ ضیاء الدین وجود ذہنی اور وجود خارجی ہر دونوں کے اعتبار سے مقدم ہے اس لیے مولانا جامی نے کالعلة الغائیه کہا

سوال پھر حقیقتاً علت غائیہ کیا چیز ہے۔

جواب تعلم ضیاء الدین لھذا الکتاب۔

قال الشارح الجمع والتالیف اس میں بھی علماء کرام کی کلام چلی ہے کہ ان کا معنی ایک ہے یا مختلف۔ جس میں دو قول ہیں۔

پہلا قول : یعنی دونوں کا معنی ایک ہے یعنی یہ لفظ مترادفین ہیں۔

دوسرا قول : کہ ان دونوں کے معنی میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ جمع عام ہے اور تالیف خاص ہے وہ اس طرح کہ جمع کے اندر جملوں میں مناسبت کا ہونا ضروری نہیں ہوتا اور تالیف میں مناسبت کا ہونا ضروری ہوا کرتا ہے۔ مولانا جامی نے جمع اور تالیف دونوں لفظ لا کر کسر نفسی کی ہے کہ اگر صرف تالیف کا لفظ لاتے تو یہ بات سمجھی جا سکتی تھی کہ یہ مولانا جامی کی اپنے تحقیقات اور تصنیفات ہیں۔ لیکن جمع کا لفظ ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ فوائد علماء کے ہیں۔ جنہیں میں نے ایک خاص ترتیب سے لکھ دیا ہے۔

قال الشارح **نفعه الله تعالى بها وسائر المبتدئين من اصحاب**

مولانا جامی اس جملہ میں اپنے بیٹے اور تمام طلباء کرام کے لیے دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالی ضیاء الدین اور سب مبتدی طلباء کو ان فوائد سے نفع بخشے۔

سوال سائر المبتدین میں ضیاء الدین بھی داخل تھا تو اس کو علیحدہ کیوں ذکر کیا ہے۔

جواب اول اس کے علت غائیہ ہونے کی وجہ سے اس کو علیحدہ ذکر کیا۔

جواب ثانی کہ یہ مقام دعا ہے جس میں تکرار مستحسن ہوا کرتا ہے۔

جواب ثالث کہ یہ سوال تو تب وارد ہوگا جب سائر بمعنی جمیع ہو جب کہ یہاں سائر بمعنی بقیہ ہے۔ فاندفع الاشکال۔

قال الشارح **وما توفيقى الا بالله وهو حسبى ونعم الوكيل** ۔ مولانا جامی نے دفع عجب کے لیے فرمایا ہے کہ یہ کتاب جو میں نے لکھی ہے یہ میرا ذاتی کمال نہیں بلکہ اللہ کی مدد اور نصرت سے ہے۔

سوال وھو حسبی یہ جملہ خبریہ ہے اور نعم الوکیل جملہ انشائیہ ہے تو انشاء کا خبر پر عطف ہو رہا

ہے جو کہ صحیح نہیں۔

جواب ونعم الوکیل میں واؤ عاطفہ ہے نعم الوکیل جملہ معطوفہ ہے اس کے معطوف علیہ میں دو قول ہیں۔

پہلا قول: ھو حسبی یہ جملہ معطوف علیہ ہے۔

دوسرا قول: کہ صرف حسبی معطوف علیہ ہے اور یہ دونوں قول صحیح نہیں اس طرح کہ اگر پہلا قول لیا جائے تو عطف الانشاء علی الخبر کی خرابی لازم آئے گی کیونکہ ھو حسبی ونعم الوکیل۔ یہ فعل مدح پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جملہ انشائیہ ہیں اور اگر نعم الوکیل کا عطف صرف حسبی پر ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو حسبی یحسبنی کے معنی میں ہو تو پھر وہی خرابی لازم آئے گی عطف الانشاء علی الخبر کی اور اگر حسبی بمعنی یحسبنی کے نہ ہو تو پھر عطف الجملہ علی المفرد کی خرابی لازم آتی ہے تو بہر صورت عطف درست نہیں۔ علماء کرام نے اس کے بہت سارے جوابات دیئے ہیں۔

جواب اول نعم الوکیل سے پہلے مخصوص بالمدح مبتدا ہو محذوف ہے اب تقدیر عبارت یہ ہوگی ھو نعم الوکیل اب یہ جملہ خبریہ بن جائے گا تو عطف الخبر علی الخبر ہو جائے گا۔ اس جواب میں تاویل معطوف میں کی گئی ہے۔

جواب ثانی ھو حسبی یہ صورت جملہ خبریہ ہے لیکن معناً جملہ انشائیہ ہے اور نعم الوکیل صورتاً بھی اور معناً بھی جملہ انشائیہ ہے۔ لہذا یہ عطف الانشاء علی الانشاء کے قبیل سے بنے گا نہ کہ عطف الخبر علی الانشاء کے قبیل سے۔ اس صورت میں تاویل معطوف میں کی گئی ہے۔

جواب ثالث یہ عطف القصہ علی القصہ کے قبیل سے ہے جس میں ایک جملہ کا عطف دوسرے جملہ پر کر دیا جاتا ہے قطع نظر اس بات سے کے یہ جملہ خبر ہے یا انشاء اور یہاں پر عطف القصہ علی القصہ کا معنی یہ ہے کہ ایک جملہ کی مضمون کے حاصل کا دوسرے جملے کے مضمون کے حاصل پر عطف کر دیا جائے قطع نظر کرتے ہوئے خبریت اور انشائیت سے۔

جواب ثالث نعم الوکیل یہ جملہ محل اعراب ہے اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو جملہ انشائیہ محل اعراب میں ہو ایسے جملہ انشائیہ کا عطف جملہ خبریہ پر صحیح ہوتا ہے لہذا اس اعتبار سے عطف

الانشاء علی الخبر بھی صحیح ہوا۔

قال الشارح اعلم ان الشیخ اس عبارت سے پہلے ایک فائدہ۔

فائدہ کہ مولانا جامی نے متن کے بعد جو عبارت ذکر کی ہیں اس کی چند اغراض ہیں۔

(۱) کافیہ کی عبارت کی تفصیل اور وضاحت بیان مقصود ہوتی ہے۔ جس میں کبھی تو لغوی تحقیق کبھی صرفی تحقیق کبھی نحوی تحقیق اسی طرح بسا اوقات ایک مسئلہ اختلافیہ میں دوسرے اقوال کی جمع کر دینا اور اسی طرح بسا اوقات مذہب راجح پر دلائل قائم کر دینا مقصود ہوتا ہے۔

(۲) دوسری غرض یہ ہوتی ہے کہ صاحب کافیہ پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دینا مقصود ہوتا ہے جس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) کبھی تو سوال کو نقل کر کے جواب دیں گے اور کبھی سوال کی تقریر کو ذہن میں رکھ کر اس کا جواب عبارت میں ذکر کر دیں گے اور یہی صورت زیادہ مستعمل ہے۔

(۳) مولانا جامی کی غرض بعض شارحین کافیہ پر رد کا بیان کرنا مقصود ہوگا۔

(۴) کسی کسی مقام پر مولانا جامی کا مقصود صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہوگا۔

تنبیہ: متن کے بعد جامی کی جو عبارت بھی ہو اس کی غرض سمجھنا ضروری ہوتا ہے بالخصوص لفظ ای کے ذریعے جو عبارت ذکر ہوگی اس کا مقصد سمجھنا بہت ضروری ہوگا۔

قال الشارح اعلم ان لشیخ مولانا جامی کی غرض صاحب کافیہ پر وارد ہونے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ صاحب کافیہ نے تسمیہ کی طرح تحمید کو اپنی کتاب کا جز نہ بنا کر سلف صالحین کے طریقے کی مخالفت کی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ مخالفت ایک قبیح چیز ہے جس کا ارتکاب صاحب کافیہ کے لیے مناسب نہ تھا۔

جواب سلف صالحین کے طریقے کی مخالفت دو طرح کی ہے۔

(۱) سلف صالحین کی مخالفت تکبراً ہو یہ تو یقیناً قبیح ہے۔

(۲) مخالفت تواضعاً ہو یہ قبیح نہیں اور صاحب کافیہ نے تحمید کو اپنی کتاب کا جز نہ بنا کر سلف صالحین کی مخالفت تواضعاً کی ہے۔

سوال تواضع کا سبب اور باعث کیا ہے۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا بتخییل کے ساتھ صاحب کافیہ نے یہ خیال کیا کہ یہ کتاب کافیہ اس حیثیت سے کہ یہ میری تصنیف شدہ ہے سلف صالحین کے کتب سے کم درجے کی ہے۔ یہ خیال کرتے ہوئے ماتن نے کسر نفسی کی ہے۔ عبارت کے لحاظ سے یہاں پر دو فائدے یاد رکھیں۔

فائدہ اولی ھضما لنفسہ کو ضاد کے ساتھ بھی پڑھنا جائز ہے اور صاد کے ساتھ بھی۔ بہر صورت یہ ھضما مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ باقی رہی یہ بات یہ کس کا مفعول لہ ہے اس میں عقلی احتمالات تین ہیں۔

(۱) لم یصدر کے لم کا مفعول لہ ہو۔ (۲) لم یصدر میں صرف یصدر کا مفعول لہ ہو۔

(۳) لم یصدر جس فعل کو متضمن ہو یہ اس کا مفعول لہ ہو۔

پہلا احتمال تو اس لیے صحیح نہیں کہ لم حرف ہے جس کے لیے مفعول نہیں ہوسکتا۔

دوسرا احتمال بھی صحیح نہیں اس لیے کہ اگر ھضما کو یصدر کا مفعول لہ بنایا جائے تو مقید ہوگا۔ ھضما لنفسہ کی قید کے ساتھ۔ قاعدہ ہے جب کسی مقید بالقید پر نفی داخل ہو تو عمومی طور پر نفی کا تعلق قید سے ہوتا ہے مقید کے ساتھ نہیں۔ اب معنی یہ ہوگا کہ صاحب کافیہ نے تسمیہ کے بعد تحمید کو اپنی کتاب کا جز ھضما لنفسہ کی وجہ سے نہیں بنایا بلکہ کسی اور وجہ سے بنایا۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ صاحب کافیہ نے تحمید کو اپنی کتاب کا جز سرے سے بنایا ہی نہیں۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ ھضما مفعول لہ ہو اس فعل کا جس کو لم یصدر متضمن ہے اس میں پھر دو احتمال ہیں۔

(۱) لم یصدر جس فعل کو متضمن ہو وہ انتفی فعل ہے لیکن یہ احتمال اس لیے صحیح نہیں کہ اس صورت میں عبارت کی تقدیر یہ ہوگی کہ انتفی التصدیر ھضما لنفسہ اور ضابطہ ہے کہ مفعول لہ سے لفظوں میں لام کے حذف کرنے کی شرائط میں سے ایک شرط مفعول لہ اور اس کا عامل کا فاعل ایک ہو یہ شرط یہاں موجود نہیں اور لم یصدر جس فعل کو متضمن ہے وہ ترک التصدیر ہے اب عبارت یہ ہوگی ترك التصدیر ھضما لنفسہ یہ احتمال بالکل صحیح ہے کیونکہ یہاں مفعول لہ ھضما اور فعل ترك دونوں فاعل ایک ہے وہ صاحب کافیہ ہے۔ اور یہاں پر یہی احتمال مراد ہے۔

فائدہ ثانیہ جو حیثیت کی قید کے متعلق ہے۔ کہ حیثیت کی قید کو ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے۔

جواب اس بات پر تنبیہ کی یہ کتاب کافیہ کا اسلاف کی کتب سے کم مرتبہ ہونا یہ مسائل کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ یہ مصنف کی طرف منسوب ہے۔ ورنہ واقعہ کے لحاظ سے کافیہ اسلاف کے کتب سے بھی بہتر ہے اس لیے کہ جتنی نکات علمیہ اور اسرار اور حقائق نحویہ اس میں بیان کیے گئے ہیں اور کسی کتاب میں نہیں۔ پھر حیثیت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اطلاقیہ (۲) تقیدیہ (۳) تعلیلیہ

یہاں حیثیت تقیدیہ مراد ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی من حیث انه تصنیفه۔

قال الشارح ولایلزم بداء بتعریف الكلمة مولانا جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ترک حمد ترک سنت اور ترک عبادت ہے۔ لہذا کسر نفسی کی وجہ سے کسی سنت و عبادت کو چھوڑنا یہ جائز نہیں۔

جواب اول حدیث میں حکم مطلقاً ابتداء بالحمد کا ہے آگے عام ہے کہ وہ قولاً ہو یا فعلاً۔ لہذا جزء کتاب نہ بنانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ماتن نے ابتداء بالحمد ہی نہ کی ہو کیونکہ ممکن ہے کہ صاحب کافیہ نے حمد باللسان یا بالقلب کی ہو۔

جواب ثانی مصنف نے ایک کتاب لکھی جس کے دو حصے ہیں اول شافیہ ثانی کافیہ۔ مصنفؒ اول حصہ کی شروع میں حمد لکھی تھی اور کافیہ چونکہ حصہ ثانیہ تھا تو پہلے حصے کی حمد پر اکتفا کر لی۔ لیکن یہ جواب درست نہیں کیونکہ شافیہ کے شروع میں ماتن لکھا ہے کہ میں نے پہلے کافیہ لکھی ہے۔

جواب ثالث کہ مصنف نے قرآن کی مخالفت نہیں بلکہ عین موافقت کی ہے۔ قرآن کی دو ترتیبیں ہیں۔

(۱) ترتیب نزول (۲) ترتیب جمعی۔

ترتیب نزول میں قرآن کی ابتداء فقط تسمیہ سے کیونکہ اقرا باسم ربك الذی الخ سب سے پہلے نازل ہوئی اور یہ مصنف کی بھی پہلی تصنیف ہے اس لیے ترتیب نزولی کے عین موافق ہے۔

جواب رابع مصنف نے سنت فعلی کو اپنایا ہے اس لیے کہ آپ ﷺ خطبات کے شروع میں تو حمد فرمایا

کرتے تھے لیکن خطوط کے اوائل میں حمد نہیں لکھتے تھے گویا کہ مصنفؒ نے بھی اپنی کتاب کو علماء طلباء کے لیے ایک خط ہی سمجھا ہے۔

جواب خامس تسمیہ میں اسم ذات اور رحمان اور رحیم جیسے صفات کمالیہ ذکر کرنے سے حمد ہو ہی جاتی ہے اس لیے مصنف نے علیحدہ مستقل طور پر حمد کو ذکر نہیں کیا۔

جواب سادس کافیہ کے شروع میں خطبہ تھا لیکن بعد میں حذف کر دیا لہذا مصنف پر حمد کے ترک کرنے کا اور جزنہ بنانے کا اعتراض نہ ہوگا۔

جواب سابع کافیہ کے بعض نسخوں میں حمد موجود ہے۔

قال الشارح وبداء بتعریف الکلمة مولانا جامیؒ ایک تیسرے سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال نحو کا موضوع کلمة اور کلام ہے تو قاعدہ یہ ہے کہ نفس موضوع سے بحث نہیں ہوتی بلکہ موضوع کے عوارضات سے بحث ہوتی ہے۔ تو مصنف نے کلمۃ اور کلام کی تعریف کیوں شروع کردی یہ خروج عن المبحث اور اشتغال بمالا یعنی ہے۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا کہ کلمۃ اور کلام کے احوال سے بحث کرنا اور ان کے احوال کی پہچان یہ موقوف ہے نفس کلمہ اور کلام کی معرفت پر لہذا نفس کلمۃ اور کلام کی معرفت اور پہچان یہ موقوف علیہ ہوئی اور کلمۃ اور کلام کے احوال کی پہچان موقوف۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ موقوف علیہ پہلے ہوتا ہے اور موقوف بعد میں اس لیے کلمۃ اور کلام کی تعریف کو مقدم کیا تا کہ پہلے نفس کلمۃ اور کلام کی تعریف سمجھی جائے پھر اس کے بعد احوال کا سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

فائدہ سوال ضمناً میں یہ سوال ہوتا ہے کہ صاحب کافیہ نے جس طرح کلمۃ اور کلام کی تعریف کو مقدم کیا اسی طرح ان کی تقسیم کو بھی مقدم کیا ہے تو مولانا جامی کو چاہیے تھا کہ جس طرح انہوں نے تعریف کلمۃ اور کلام کو بھی مقدم کرنے کی وجہ بیان کی ہے اسی طرح کلمۃ اور کلام کی تقسیم کے مقدم کرنے وجہ بھی بیان کرتے۔

جواب مولانا جامی کی عبارت میں معطوف بمع حرف عطف مقدر ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ وبداء بتعریف الکلمة والکلام وبتقسیمهما تو جو وجہ تعریف کو مقدم کرنے کی ہے وہی

وجہ تقسیم کو مقدم کرنے کی ہے اسی لیے کہ کسی شئی کی تقسیم شئی کی تعریف کا تتمہ ہوا کرتی ہے علیحدہ چیز نہیں ہوا کرتی۔

فائدہ ا اس عبارت میں متن لم یعرفا کا لفظ آیا ہے جس کو دو وجہ پڑھا جا سکتا ہے۔ تخفیف کے ساتھ لم یُعْرَفا۔ اس صورت میں یہ فعل معرفت سے ماخوذ ہوگا۔

(۲) تشدید کے ساتھ لم یُعَرَّفا اس صورت میں یہ تعریف سے ماخوذ ہوگا۔ اسی پر سوال یہ ہوگا۔

سوال کہ بظاہر دونوں احتمال غلط ہیں۔ پہلا احتمال اس لیے غلط ہے کہ پہلی صورت میں حاصل معنی یہ ہوگا۔ لولا معرفة الکلمة والکلام لا متنع البحث عن احوالهما کہ کلمہ اور کلام کی پہچان حاصل نہ ہو تو ان کے احوال سے بحث ممتنع ہوگا اور جملہ میں لولا معرفة الکلام والکلمة یہ مقدم ہے اور لامتنع البحث عن احوالهما تالی ہے تو یہ پورا جملہ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ ہے تو اس صورت میں مقدم اور تالی کے درمیان ملازمہ تو بالکل مسلم ہے لیکن تقریب تام نہیں یعنی دلیل دعوی کے موافق نہیں اس لیے کہ دعوی تو تھا کلمہ اور کلام کی تعریف مقدم کرنا ضروری ہے اور دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ اور کلام کی معرفت کا مقدم کرنا ضروری ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ معرفت عام ہے اور تعریف خاص ہے تو مدعی خاص اور دلیل عام ہوئی اور معرفت کے مقدم ہونے سے تعریف مقدم نہیں ہوتی لہذا تقریب تام نہ ہوئی دوسرا احتمال بھی صحیح نہیں اس لیے کہ اس وقت حاصل معنی یہ ہوگا۔

لولا تعریف الکلمة والکلام لامتنع البحث عن احوالهما۔ کہ اگر کلمۃ اور کلام کی تعریف معلوم نہ ہو تو کلمۃ اور کلام کے احوال سے بحث کرنا ممتنع ہوگا تو اس صورت میں مقدم اور تالی کے درمیان ملازمہ سرے سے ہی مسلم نہیں اس لیے کہ کلمۃ اور کلام کے بحث کا ممتنع ہونا یہ معرفت پر تو موقوف ہے تعریف پر موقوف نہیں۔

جواب پہلا احتمال بھی صحیح ہے دوسرا احتمال بھی صحیح ہے۔ پہلا احتمال کی صورت میں سوال یہ تھا کہ تقریب تام نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ دعویٰ کے اندر تعریف کلمہ وکلام کا ذکر مقصود ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مقصود کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہونے کی حیثیت سے ہے۔ کہ اصل مقصود تو کلمہ اور کلام کی معرفت کا مقدم ہونا ہے۔ اور دعویٰ بھی یہی ہے کہ کلمہ اور کلام کے احوال سے

بحث کرنا یہ موقوف ہے کلمہ اور کلام کی معرفت پر لہذا التقریب تام ہوئی، دلیل دعویٰ کے مطابق ہوئی۔ دوسرا احتمال بھی صحیح ہے باقی رہی یہ بات کہ اس صورت میں ملازمہ مسلم نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں قید معتبر ہے علی وجه البصیرة کی۔ اب معنی یہ ہوگا کلمہ اور کلام کی بحث علی وجه البصیرة موقوف ہے کلمہ اور کلام کی تعریف پر۔ اور یہ معنی بالکل صحیح ہے۔

قال الشارح وقدم الكلمة مولانا جامی کی غرض متن پر وارد ہونے والے چوتھے سوال کا جواب دینا ہے۔

سوال: علم نحو کا موضوع کلمہ بھی ہے اور کلام بھی اور ان دونوں میں سے کلام زیادہ نفع بخش ہے اس لیے کہ افادہ اور استفادہ کلام ہی کے ذریعے ہوا کرتا ہے نہ کہ محض کلمہ سے۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ صاحب کافیہ کلام کو کلمہ پر مقدم کرتے جس طرح صاحب الفیہ نے کیا ہے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے اس کا جواب دیا جس طرح کلمہ کے افراد ہیں اسی طرح کلام کے بھی افراد ہیں اور جس طرح کلمہ کا مفہوم ہے اسی طرح کلام کا بھی۔ اور کلمہ کے افراد یہ جزء ہیں کلام کے افراد کے اور بالکل ایسے ہی کلمہ کا مفہوم یہ جزء ہے کلام کے مفہوم کا اور قاعدہ یہ ہے کہ جزء کل پر طبعاً مقدم ہوتا ہے اسی لیے علامہ ابن حاجبؒ نے کلمہ کے بیان کو وضع میں بھی کلام پر مقدم کر دیا تاکہ وضع طبع کے موافق ہو جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ کلمہ کے افراد کلام کے افراد کے جزء کیسے ہیں اور کلمہ کا مفہوم کلام کے مفہوم کا جزء کیسے ہے اس کا جواب یہ ہے

جواب: کہ مثلاً زید قائم کا مجموعہ کلام کا ایک فرد ہے اور اس مجموعہ میں تنہا زید اور تنہا قائم یہ کلمہ کے فرد ہیں تو اس سے واضح ہو گیا کہ کلمہ کے افراد کلام کے افراد کے جزء ہیں اور بالکل ایسے ہی زید قائم کلام کا مفہوم ہے ذات معینہ موصوفہ بالقیام اور اس مفہوم میں ذات معینہ یہ زید کا مفہوم ہے اور موصوفه بالقیام یہ تنہا قائم کا مفہوم ہے تو اس سے ثابت ہو گیا کہ کلمہ کا مفہوم کلام کے مفہوم کا جزء ہے۔ اور کلام کا مفہوم کل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جزء طبعاً کل پر مقدم ہوتا ہے۔

فائدہ سوال آپ نے نحو کے موضوع دو بتائے ہیں کلمہ اور کلام حالانکہ قاعدہ ہے تعدد موضوع یہ مستلزم ہوتا ہے تعدد علوم کو لہذا علم نحو ایک علم نہیں رہے گا بلکہ دو علم ہو جائیں گے حالانکہ علم نحو ایک علم ہے دو نہیں۔

جواب تعدد موضوع کا مستلزم ہونا ہے تعدد علوم کو یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ موضوعات متعددہ کے درمیان کوئی امر مشترک نہ ہو۔ جب ان کے درمیان کوئی امر مشترک ہو تو اس وقت تعدد علوم مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ جیسا کہ اصول فقہ کے موضوع چار ہیں۔ کتاب وسنت واجماع وقیاس۔ حالانکہ علم ایک ہے کیونکہ ان کے درمیان بھی ایک امر مشترک ہے اثبات حکم شرعی اس طرح یہاں پر بھی ایک امر مشترک ہے۔ جو لفظ موضوع ہے یعنی کلمہ اور کلام کے درمیان فقط موضوع ہونا مابہ الاشتراک ہے۔

﴿بحث الكلمة﴾

قال الشارح فنقال الكلمة قيل هى والكلام

سے لے کر اگلے متن تک مولانا جامیؒ الکلمۃ کی چند تحقیقات بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ الکلمۃ کے تین اجزاء ہیں۔

(۱) الف لام (۲) كَلِم (۳) ة

مولانا جامیؒ ان تینوں اجزاء کی تحقیق بیان فرمائیں گے البتہ سب سے پہلے کَلِم کی تحقیق کو مقدم کیا ہے کیونکہ یہ اسم ہے باقی دونوں جزئیں حرف ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسم کو اپنے دونوں قسموں پر شرف حاصل ہے اسی وجہ سے اس کو مقدم کر دیا ہے۔ پھر کَلِم کے بارے میں دو تحقیقیں بیان فرمائیں گے۔(۱) تحقیق اشتقاقی (۲)۔ تحقیق صیغوی

قال الشارح قيل هى والكلام

سے لے کر وقیل جمع۔ کلم کی تحقیق اول تحقیق اشتقاقی کا بیان۔

تحقیق اشتقاقی : اس میں دو مذہب ہیں۔ جمہور کے نزدیک کلم، کلمہ، کلام یہ کلمات مستقلہ ہیں نہ مشتق ہیں اور نہ مشتق منہ اور بعض نحویوں کے نزدیک یہ مشتق ہے کَلْمٌ سے جس کو مولانا جامیؒ قیل سے بیان فرمارہے ہیں۔

قوله ولتاثير معانيها۔ سوال مقدر کا جواب

سوال کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان جس طرح مناسبت لفظی کا ہونا ضروری ہے اسی طرح مناسبت معنوی کا ہونا بھی ضروری ہے لیکن یہاں پر مناسبت لفظی تو ہے کہ مادہ ایک ہے کاف،

لام، میم لیکن مناسبت معنوی نہیں اس لیے کہ کَلْم کا معنی زخم ہوتا ہے اور کلمہ اور کلام کا معنی وہ ہے جس کو صاحب کافیہ خود بیان کریں گے۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ مناسبت معنوی کا پایا جانا عام ہے خواہ معنی مطابقی کے اعتبار سے ہو یا معنی تضمنی یا معنی التزامی کے اعتبار سے ہے۔ اور یہاں پر معنی التزامی کے اعتبار سے مناسبت موجود ہے بایں طور کہ کلمہ کلام کے معنی مطابقی کو تاثیر فی النفوس لازم ہے اسی طرح ان دونوں کے مشتق منہ کو تاثیر فی النفوس لازم ہے۔ لہذا مناسبت معنوی پائی گئی۔

قال الشارح **وقد عبر بعض الشعراء**

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ اس قسم کی مناسبت کا اہل لسان اعتبار نہیں کرتے۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا کہ اس قسم کی مناسبت کا اعتبار اہل لسان نے کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شاعر نے زبان کے لفظوں اور بولوں کو لفظ جرح سے تعبیر کیا جس طرح جرح کے اندر تاثیر فی النفوس ہے اسی طرح زبان کے اندر بھی تاثیر فی النفوس ہے چنانچہ کہا۔

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ماجرح اللسان

اس شعر میں استشہاد ماجرح اللسان ہے تو شاعر نے تکلم کو جرح سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ مولانا جامی نے اسی مذہب کو قیل سے نقل کر کے ضعیف قرار دیا وجوہ ضعف چند ہیں

وجہ اول ان کو مشتق ماننے کی صورت مناسبت بعیدہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔

وجہ ثانی یہ مناسبت بعیدہ بھی تو کلام میں ثابت ہے لیکن کلمہ میں ثابت نہیں۔ کیونکہ کلمہ غیر مفیدہ ہوتا ہے۔

وجہ ثالث یہ مناسبت مطلق کلام میں بھی ثابت نہیں ہوتی بلکہ فقط کلام خبیثہ میں ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ کلام طیب میں۔

وجہ رابع کلم کے زخم سے درد ہوتا ہے اور کلام کے زخم سے غم ہوتا ہے اسی وجہ سے مولانا جامی نے جمہور کے مذہب کو راجح قرار دیا ہے۔

قال الشارح **والكلم بكسر اللام سے واللام فيها الجنس**

تک کلم کی تحقیق ثانی تحقیق صیغوی کا بیان ہے۔ جس سے پہلے فائدہ جان لیں۔

فائدہ کہ جمع اور اسم جمع، جنس اور اسم جنس میں کیا فرق ہے۔

جمع : وہ ہے جو دو سے زائد پر دلالت کرے اور اس کے مادہ سے مفرد ہو بعض نے وزن کی بھی شرط لگائی ہے۔

اسم جمع : وہ ہے جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے لیکن اس کے مادہ سے اس کا مفرد نہ ہو جیسے رھط، قوم۔

جنس: وہ ہے جو قلیل وکثیر پر صادق آئے جیسے ماء، عسل، تراب۔

اسم جنس: وہ ہے جو علی سبیل البدلیۃ قلیل وکثیر پر صادق آئے جیسے رجل۔ اب تحقیق صیغوی کا حاصل یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ کلم جمع ہے یا جنس ہے جس میں دو مذہب ہیں **پہلا مذہب جمہور کا**: جمہور نحاۃ کے نزدیک یہ جنس ہے جمع نہیں۔

دلیل اول : قرآن مجید کی یہ آیت الیہ یصعد الکلم الطیب ہے اس میں الکلم کی صفت الطیب آ رہی ہے۔ اگر الکلم جمع ہوتا تو اس کی صفت طیبۃ یا طیبات آتی اس لیے کہ مسلمہ ضابطہ ہے کہ ہر جمع سوائے جمع مذکر سالم کے بتاویل جماعۃ مؤنث ہوتی ہے لہذا الکلم کی صفت الطیب واحد مذکر آنا دلیل ہے اس بات کی یہ جنس ہے جمع نہیں۔

دلیل کی تلخیص بطریقہ قیاس استثنائی یوں ہوگی لو کان لفظ الکلم جمعا لوجب التانیث ولکن التانیث لم یجب فلفظ الکلم لیس بجمع تو لہذا جب جمعیت باطل ہوگئی تو جنسیت خود بخود ثابت ہوگئی کیونکہ جب کسی لفظ میں دو احتمال ہوں تو ایک کا بطلان دوسرے کے اثبات کو مستلزم ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح کمر وتمرۃ

فائدہ مولانا جامی نے تمر کو تشبیہ کے لیے ذکر کیا ہے کہ یہ کلم کی طرح ہے لیکن تمرۃ کو کیوں ذکر کیا۔

جواب وہ بھی تشبیہ کے لیے اور اس کا مشبہ محذوف ہے یعنی الکلمۃ کتمرۃ اس تشبیہ سے مقصود اس بات کو بتانا ہے کہ ہر وہ لفظ جب اس لفظ اور اس کے مفرد کے درمیان فارق تاء ہو تو وہ لفظ جنس

ہوتا ہے جمع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تمرۃ اور تمر اسی طرح کلم اور کلمہ مولانا جامی نے تو جمہور کی یہ ایک دلیل پیش کی ہے اور بعض علماء نے اور دلائل بھی پیش کیے ہیں جن کو کاشفہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قال الشارح وقیل جمع حیث لایقع الا علی الثلاث فصاعدا

مولانا جامی اس میں دوسرا مذہب بعض نحاۃ کا نقل کرر ہے ہیں کہ صاحب لباب، صاحب صحاح علامہ جوہری کے نزدیک یہ جمع ہے۔

دلیل : یہ ہے کہ کلام عرب میں کلم کا استعمال یہ خاص ہے ما فوق الاثنین کے ساتھ اگر یہ جنس ہوتا تو ما فوق الاثنین سے کم پر بھی کبھی اسکا اطلاق ہوتا۔ دلیل کی تلخیص بطریق قیاس یوں ہوگی۔

لوکان لفظ الکلم جنسا لصح اطلاقه علی مادون الثلاثة ولکن اطلاقه علی مادون الثلاثة لیس بصحیح فلفظ الکلم لیس بجنس ۔تو جب جنسیت باطل ہوگئی تو جمعیت خود بخود متعین ہوگئی۔

دلیل بعنوان ثانی : یہ ہے کہ لفظ کلم کا اطلاق تین اور تین سے زائد پر ہوتا ہے اور ہر وہ لفظ جس کا اطلاق تین اور تین سے زائد پر ہو۔ اور کم پر نہ ہو تو وہ جمع ہوتا ہے جنس نہیں ہوتا اب دلیل کی تلخیص بطریق قیاس یوں ہوگی

لفظ الکلم یقع علی الثلاث صاعدا و کل ماھکذا شانه فهو جمع فلفظ الکلم جمع

قال الشارح والکلم الطیب مؤل

بعض نحاۃ کی جانب سے جمہور نحاۃ کے مذہب کی دلیل کا جواب ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جو الکلم ہے اس کلم سے مراد بعض الکلم ہے اس لیے کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں کلمات طیبہ جاتے ہیں نہ کہ کلمات خبیثہ۔ لہذا لفظ کلم معنی کے اعتبار سے مذکر ہوا اس لیے کہ اس کا معنی ہے بعض الکلم اور لفظ کلم لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہے اس لیے کہ یہ جمع مذکر عاقل کے ماسوی جمع ہے اور قاعدہ وضابطہ یہ ہے کہ جو لفظ ایک اعتبار سے مذکر ہو اور دوسرے اعتبار سے مؤنث ہو تو ایسے لفظ کی طرف مذکر کی ضمیر بھی لوٹا سکتے ہین اور مؤنث کی بھی۔ جیسے ان رحمة الله قریب من المحسنین کہ اس میں رحمة لفظوں کے اعتبار سے مونث ہے اور معنی کے اعتبار سے مذکر کرتے اس لیے کہ رحمة کا معنی ہے احسان اور یہ مذکر ہے اسی لیے قریب میں جو ضمیر ہے وہ

مذکر کی ہے اور وہ لوٹ رہی ہے رحمۃ کی طرف جو معنا مذکر ہے۔

اسی طرح یہاں آیت میں الطیب کی جو ھو ضمیر الکلم کی طرف لوٹائی ہے یہ معنی کے اعتبار سے لوٹائی ہے۔ کیونکہ اس کا معنی ہے بعض الکلم۔

فائدہ یہاں آیت الیہ یصعد الکلم الطیب میں لفظ بعض مقدر نہیں۔ جیسے بعض نے اس کی تاویل اسی طرح کی ہے بلکہ کلم کا معنی ہی بعض الکلم ہے۔

فائدہ سوال مولانا جامیؒ نے جمہور نحاۃ کی جانب سے بعض نحاۃ کے مذہب کی دلیل کا جواب کیوں بیان نہیں کیا۔ حالانکہ جمہور نحاۃ کے مذہب کو راجح بھی قرار دیا ہے۔

جواب چونکہ اس کا جواب ظاہر تھا اس لیے اس کو بیان نہیں کیا جواب کا حاصل یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کلم کا اطلاق تین اور تین سے زائد پر ہوتا ہے کم پر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ عرف کے اعتبار سے ہے اور عرف میں کلم کا اطلاق تین سے کم پر نہ ہونا یہ جنس کے لیے مانع نہیں ہے کیونکہ کلم کا اطلاق لغت کے اعتبار سے تین سے کم پر بھی ہوتا ہے۔

قال الشارح والام فیھاللجنستا لفظ

والام فیھا سے لے کر لفظ تک تیسری بحث کا بیان ہے۔ جس میں تین باتوں کا بیان ہوگا۔

(۱) الکلمہ میں الف لام کی تعیین کا بیان کہ یہ الف لام کونسا ہے۔

(۲) الکلمہ کے آخر میں جو تاء ہے اس کی کیفیت کا بیان کرنا ہے۔

(۳) ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

(۱)۔ پہلی بات کی تفصیل یہ ہے کہ الکلمہ میں جو الف لام ہے اس میں دو احتمال ہیں۔

(۱)۔ لام جنسی ہو (۲)۔ لام غیر خارجی ہو

پہلا احتمال یہ ہے کہ الف لام یہ جنسی ہے اور کلمہ سے ماہیت کلمہ مراد ہے۔

فائدہ اس پر یہ سوال ہوگا کہ الف لام کے جنسی ہونے کا قرینہ کیا ہے۔

جواب قرینہ یہاں یہ ہے کہ الف لام کا مدخول کلمہ ہے اور کلمہ معرّف بن رہا ہے اور معرّف ماہیت ہی ہوا کرتی ہے اور ماہیت کلمہ تب مراد لی جا سکتی ہے جب الف لام جنسی ہو۔ مولانا جامی لام کے دوسرے احتمال کے بیان کرنے سے پہلے تاء کی کفیت کو بیان کررہے ہیں۔

قال الشارح والتاء للاحدة

سے تاء کی کیفیت کو بیان ہے۔ برائے دفع دخل مقدر۔

سوال کہ تاء کی متعدد قسمیں ہیں مثلاً کبھی تو تاء وحدت کیسے ہوتی ہے وہ کبھی تانیث کے لیے کبھی نقل کے لیے اور کبھی مبالغہ وغیرہ کے لیے ہوتی ہے۔ یہاں پر کون سی قسم مراد ہے۔

جواب کہ کلمہ کے آخر میں تاء وحدت کی ہے۔

قال الشارح ولا منافاة

سوال کہ جب معلوم ہوا کہ لام جنس کا ہے تو جنس میں تو عموم و کثرت ہوتی ہے اور تاء وحدت کی ہے اور وحدت میں خصوص اور عدم کثرت ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ عموم و خصوص میں تو منافات ہوتی ہے لہذا لازم آیا کہ جنس و وحدت میں بھی منافات ہو۔

جواب کہ ہم قطعاً اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ جنس اور وحدت کے درمیان منافات ہے بلکہ ان کے درمیان اتحاد بھی ہوسکتا ہے۔

دلیل : اس کی یہ ہے کہ جنس کا وحدت پر اور وحدت کا جنس پر حمل صحیح ہوتا ہے کہ جس طرح محاورہ عرب میں کہا جاتا ہے هذا الجنس واحد اس میں هذا الجنس یہ موضوع ہے اور واحد یہ محمول ہے اور اسی طرح کہا جاتا ہے۔ هذا الواحد جنس اس میں هذا الواحد یہ موضوع ہے اور جنس یہ محمول ہے اور ان دونوں کا آپس میں حمل صحیح ہونا دلیل ہے کہ ان دونوں کے درمیان اتحاد ہے۔ کوئی منافاۃ نہیں۔

فائدہ اس عدم منافات اور اتحاد کی اصل وجہ یہ ہے کہ وحدت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وحدت جنسیہ جیسے یوں کہا جائے الحیوان واحد ای جنس واحد۔

(۲) وحدت نوعیہ جیسے یوں کہا جائے الانسان واحد ای نوع واحد۔

(۳) وحدت شخصیہ جیسے یوں کہا جائے زید واحد ای شخص واحد۔

اب ہم کہتے کہ وحدت کی جو تیسری قسم ہے وحدت شخصیہ اسکے اور جنس کے درمیان تو یقیناً منافاۃ ہے لیکن وحدت جنسیہ اور نوعیہ اور جنس کے درمیان کوئی منافاۃ نہیں۔ اور یہاں وحدت سے وحدت شخصیہ مراد نہیں بلکہ یا تو وحدت جنسیہ مراد ہے یا وحدت نوعیہ اس لیے کہ جس طرح جنس

میں عموم وکثرت ہے اسی طرح وحدت جنسیہ اور نوعیہ میں بھی عموم وکثرت ہوتا ہے۔

قال الشارح ویمکن حملها

مولانا جامیؒ نے الکلمة کے لام کے بارے میں دوسرا احتمال ذکر کر رہے ہیں۔ کہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا لام عہد خارجی ہونا بھی ممکن اور صحیح ہے۔

قوله بارادة کلمة سوال مقدر کا جواب

سوال اس پر سوال ہوا کہ لام عہد خارجی کے مدخول سے مراد ایسا فرد ہوتا ہے جو خارج میں متعین ہو اور یہاں کلمہ کا کوئی فرد بھی ایسا نہیں جو خارج میں متعین ہو اس لیے کہ کلمہ لغوی بھی ہے اور لغوی بھی ہے اور نحوی بھی ہے اور کلمہ اسلام بھی ہے۔

جواب مولانا جامیؒ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں کلمہ کا ایک خاص فرد خارج میں متعین ہے جو کہ کلمہ نحوی ہے اس لیے یہ کلمہ جاری علی السنة النحاة کلمہ نحوی ہی ہوسکتا ہے۔ جو نحاۃ کی زبان پر جاری ساری ہے اور مشہور ہے۔

فائدہ مولانا جامیؒ نے اس دوسرے احتمال کو لفظ یمکن سے ذکر کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے وجہ ضعف کی یہ ہے کہ اس صورت میں لازم آتا ہے معرف کا فرد ہونا حالانکہ تعریف فرد کی نہیں ہوتی بلکہ ماہیت کی ہوتی ہے۔

فائدہ سوال پھر تو یہ دوسرا احتمال ممکن ہی نہ ہوا۔

جواب فرد کی تین قسمیں ہیں (۱) نوعی (۲) جنسی (۳) شخصی

ان میں سے فرد شخصی کی تو تعریف نہیں ہوتی۔ البتہ فرد نوعی اور جنسی کی ہوسکتی ہے تو یہاں فرد شخصی مراد نہیں بلکہ نوعی یا جنسی مراد ہے۔

فائدہ ماقبل میں مولانا جامیؒ نے الکلمة کے لام کے بارے میں دو احتمال ذکر کیے ہیں۔ اس پر مزید سوال وارد ہوتا ہے کہ مولانا جامیؒ نے صرف دو احتمالوں کو ذکر کیا ہے حالانکہ اس لام کے بارے میں دو احتمال اور بھی ہوسکتے ہیں۔ لام استغرقی اور لام عہد ذہنی تو ان کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

جواب یہ دونوں احتمال صحیح نہیں تھے باقی رہی یہ بات کہ لام استغراقی صحیح کیوں نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ لام استغراقی کے مدخول سے مراد افراد ہوتے ہیں تو اس صورت میں معرّف کا افراد ہونا

لازم آئے گا۔ حالانکہ تعریف ماہیت کی ہوتی ہے افراد کی نہیں اور لام عہد ذہنی بھی صحیح نہیں جس کی دو وجہ ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ لام عہد ذہنی کے مدخول سے بھی فرد مراد ہوتا ہے تو اس صورت میں بھی فرد کی تعریف ہونا لازم آئے گی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ لام عہد ذہنی کا مدخول نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور نکرہ مبتدا نہیں بن سکتا۔ لیکن یہاں الکلمة مبتدا بن رہا ہے۔ اور مبتدا معرفہ ہوتا ہے نکرہ نہیں ہوتا۔ اس لیے جو احتمال لام کے بارے میں صحیح تھے ان کو تو مولانا جامی نے ذکر کیا ہے لیکن باقی دو بیان نہیں کیے۔

﴿بحث لفظ﴾

قال الشارح اللفظ فی اللغة الرمی

اس عبارت میں لفظ کے لغوی معنی کا بیان ہے کہ لفظ کا لغوی معنی مطلق رمی ہے عام ازیں وہ رمی من الفم ہو یا من غیر الفم ہو۔

قال الشارح یقال اکلت التمرة ولفظت النواة

اس عبارت میں معنی لغوی پر استشہاد کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ محاورہ عرب میں کہا جاتا ہے۔ اکلت التمرة ولفظت النواة۔

ترجمہ چھوارے کو میں کھالیا اور گھٹلی کو میں نے پھینک دیا۔ اس میں پھینکنے کو لفظت کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ کے معنی الرمی کے ہیں۔

قال الشارح ای رمیتها

مولانا جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ تقریب تام نہیں یعنی استشہاد دعویٰ کے مطابق نہیں۔ اس لیے کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ لفظ کے لغوی معنی ہے مطلق رمی۔ عام ازیں وہ رمی من الفم ہو یا من غیر الفم ہو۔ اور اس پر جو استشہاد پیش کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ کے معنی مطلقا رمی کے نہیں بلکہ رمی من الفم کے ہیں۔ تو دعویٰ عام ہوا اور دلیل خاص ہوئی۔

جواب: مولانا جامی نے جواب دیا کہ اس محاورہ میں جو لفظت ہے اس کے معنی مطلق رمی کے ہیں۔

فائدہ سوال اس کا قرینہ کیا ہے۔

جواب قرینہ عادت عرب۔ وہ یہ ہے کہ عرب چھوارا کھانے سے پہلے اس کو چیرتے ہیں اور گٹھلی کو پھینک دیتے ہیں پھر اس چھوارے کو کھاتے ہیں۔

قال الشارح ثم نقل فی عرف النحاة ابتداء

مولانا جامی نقل کی کیفیت کو بیان کر رہے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ لفظ کو نحویوں کی اصطلاح میں معنی لغوی سے نقل کیا گیا ہے مایتلفظ به الانسان یعنی ملفوظ انسان کی طرف۔ جیسے صلوۃ بمعنی دعا کے ہے لیکن جب یہ صلوۃ کا لفظ اصطلاح شرع میں استعمال ہوتا ہے تو اس سے ارکان مخصوصہ مراد ہوتے ہیں اس نقل کے دو طریقے ہیں۔

(۱) نقل بلاواسطہ (۲) نقل بالواسطہ

(۱)۔ نقل بلاواسطہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کو ابتداءً یعنی ملفوظ کے معنی میں کیے بغیر اس کو معنی لغوی یعنی مطلق رمی سے نقل کر دیا جائے ملفوظ انسان کی طرف۔ اس صورت میں منقول عنه مطلق رمی ہے اور منقول الیه وہ ملفوظ انسان ہے۔

فائدہ منقول عنه اور منقول الیه کے درمیان تو مناسبت ہوتی ہے تو سوال ہوتا ہے کہ ان کے درمیان کیا مناسبت ہے۔

جواب یہاں مناسبت سببیت و مسببیت کی ہے۔ اس میں رمی سبب ہے اور ملفوظ انسان یہ مسبب ہے کیونکہ جب تک رمی الحروف من المخارج نہیں ہوگی اس وقت تک ملفوظ انسان متحقق نہیں ہوگا۔ تو مطلق رمی سبب ہوئی اور ملفوظ انسان مسبب ہوا۔ اور مطلق رمی کو لغت میں لفظ کہتے ہیں اور جو نام رمی یعنی سبب کا تھا وہی نام ملفوظ انسان یعنی مسبب کا رکھ دیا تو یہ تسمیہ المسبب باسم السبب کے قبیل سے ہوا۔

(۲) نقل بالواسطہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کو اولاً مطلق ملفوظ کے معنی میں کیا جائے جیسے مولانا جامی نے استشہاد پیش کیا کہ خلق بمعنی مخلوق۔ عام ازیں کہ وہ ملفوظ ملفوظ انسان ہو یا نہ ہو۔ پھر اس کو نقل کیا جائے مطلق ملفوظ سے ملفوظ انسان کی طرف۔ اس صورت میں مطلق ملفوظ منقول عنہ ہے اور ملفوظ انسان منقول الیہ ہے۔ اور اس صورت میں مناسبت عام وخاص والی ہے جو بالکل واضح ہے کہ مطلق ملفوظ عام ہے اور ملفوظ انسان خاص ہے۔ اور مطلق ملفوظ کو لفظ کہتے ہیں تو ملفوظ

انسان جو کہ خاص ہے اس کا نام بھی لفظ رکھ دیا ۔

یہ تسمیة الخاص باسم العام کے قبیل سے ہے

فائدہ مولانا جامی نے ان دونوں طریقوں کو عبارت میں ذکر کیا ہے لیکن کوئی محاکمہ نہیں کیا کہ ان میں سے کونسا بہتر ہے۔تو مولانا جامی نے ایسا کر کے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ دونوں طریقوں میں سے ہرایک میں خوبی بھی ہے اور نقص بھی۔

پہلے طریقے میں خوبی تو یہ ہے کہ تعدد نقل کی مشقت نہیں کرنی پڑتی اور نقص یہ ہے کہ مناسبت میں خفاء اور پوشیدگی ہے اور دوسرے طریقے میں مناسبت تو بالکل واضح ہے لیکن نقص یہ ہے کہ تعدد نقل کی مشقت کرنا پڑتی ہے۔ بھرحال اس میں اختیار ہے کہ جس طریقہ کو چاہو پسند کرلو۔

قال الشارح مایتلفظ به الانسان حقیقة

لفظ کے معنی اصطلاحی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نحویوں کی اصطلاح میں لفظ ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کو انسان تلفظ کرے عام ازیں کہ وہ لفظ حقیقی ہو یا حکمی یا مھمل ہو یا موضوعی۔مفرد ہو یا مرکب۔لفظ کی یہ تعریف تعمیمات ثلاثہ پر مشتمل ہے۔

(۱)۔ حقیقتا اوحکما (۲)۔مهملا کان اوموضوعا (۳)۔ مفردا کان اومرکبا

پہلی تعمیم کی وجہ سے لفظ کی یہ تعریف الفاظ حقیقیہ اور الفاظ حکمیہ ہردونوں کو شامل ہے اور دوسری تعمیم کے ذریعے یہ تعریف الفاظ مہملہ والفاظ موضوعہ ہردونوں کو شامل ہے ۔

اور تیسری تعمیم کے ذریعے یہ تعریف الفاظ مفردہ اور الفاظ مرکبہ ہردونوں کو شامل ہے۔

ان تعمیمات ثلاثہ سے مقصود احاطہ،عموم وشمول کو بیان کرنا ہے تا کہ لفظ کی تعریف اپنے تمام افراد کو شامل ہوجائے۔خواہ وہ افراد حقیقیہ ہوں یا حکمیہ،مہملہ ہوں یا موضوعہ،مفردہ ہوں یا مرکبہ۔

فائدہ عمومی طور پر لفظ کی تعریف میں موضوعا کی جگہ مستعملا کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے لیکن یہاں مولانا جامی نے لفظ کی تعریف کرتے ہوئے موضوعا کو ذکر کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ جس عبارت میں مستعملا کا لفظ ذکر کیا گیا اس سے مقصود بھی لفظ موضوع ہی ہوتا ہے حقیقة تا مرکبا پر تمام کان کی خبر ہونے کی بناء پر منصوب ہیں

قال الشارح واللفظی الحقیقی تا واضرب

واللفظی الحقیقی سے لے کر اذا لیس تک لفظ حقیقی ولفظ حکمی کی توضیح بالمثال کا بیان ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ لفظ کی تعریف جن تعمیمات ثلاثہ پر مشتمل تھی ان میں سے پہلی تعمیم سے یہ بات معلوم ہوئی کہ لفظ کی دو قسمیں ہیں۔(۱)۔ لفظ حقیقی (۲) لفظ حکمی

لفظ حقیقی: ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جس کی ذات تلفظ میں آئے۔

لفظ حکمی: ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جو خود تلفظ میں نہ آئے البتہ لفظ حقیقی کے ساتھ احکام میں شریک ہو۔ جیسے فاعل اور مفعول وغیرہ بننا۔ چنانچہ مولنا جامی نے واللفظ الحقیقی سے توضیح بالمثال کر دی ان کی مثال زید اور ضرب ہے۔

سوال مولانا جامی نے لفظ حقیقی کی دو مثال کیوں ذکر کیں ہیں۔

جواب اس لیے کہ ممثل نہ متعدد تھے کہ لفظ حقیقی کی دو قسمیں تھیں۔(۱) لفظ حقیقی اسم ہو۔ (۲) لفظ حقیقی فعل ہو۔ پہلی مثال اسم کی ہے اور دوسری مثال فعل کی ہے۔

سوال لفظ حقیقی جس طرح اسم اور فعل ہوتا ہے اسی طرح حرف بھی ہوتا ہے تو حرف کی مثال کیوں نہیں دی۔

جواب اول کون کہتا ہے کہ حرف کی مثال نہیں دی بلکہ حرف کی مثال بھی دی ہے اس لیے کہ کزید میں کاف حرف ہے۔

جواب ثانی لفظ حقیقی جو عمدہ تھے وہ فعل اور اسم تھے تو مولانا جامی نے تو ان کی مثال تو پیش کی ہے اور جو غیر عمدہ تھا وہ حرف تھا اس کی مثال ذکر نہیں کی۔ لیکن پہلا جواب زیادہ بہتر ہے۔

قال الشارح والحکمی کالمنوی

یہ لفظ حکمی کی مثال کے ذریعے توضیح کا بیان ہے کہ لفظ حکمی جیسے منوی ضمیر مستتر ہوتی ہے کہ زید ضرب میں ھو ضمیر ہے اور اضرب میں انت ضمیر جب ہم نے زید ضرب میں ضرب کو تلفظ کیا تو ھو ضمیر جو مستتر ہے اس کا تلفظ منوی ہو گیا اسی طرح اِضرِب میں انت کا اگر اَضرِبُ میں انا اور ضمیریں مستتر ھو، انا، انت، کو لفظ حکمی کہیں گے۔

سوال مولانا جامی نے لفظ حکمی کی دو مثالیں کیوں دی ہیں۔

اس لیے کہ ممثل لہ متعدد تھے پہلی مثال مستتر جوازی کی ہے دوسری مثال مستتر وجوبی اور والحکمی

کالمنوی اصل عبارت یوں تھی۔مثال الحکمی کالمنوی۔

قال الشارح اذ لیس من مقولة

سے لے کر والمحذوف تک مولانا جامی کی غرض سمجھنے سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ ماقبل میں مولانا جامی نے لفظ حکمی کی مثال میں منوی کو پیش کیا اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) منوی لفظ حقیقی نہیں اس لیے کہ اس کو لفظ حقیقی کے مثال میں پیش نہیں کیا۔

(۲) منوی لفظ حکمی ہے اس لیے کہ اس کو لفظ حکمی کے مثال میں پیش کیا ہے تو گویا کے دو دعوے ہو گئے۔**پہلا دعویٰ**: المنوی اسم لیس بلفظ حقیقی، یہ دعویٰ سلبی ہے۔

پہلا دعویٰ: المنوی لفظ حکمیٌ یہ دعویٰ ایجابی ہے۔

قال الشارح اذلیس من مقولة

سے لے کر انما عبروا تک دعویٰ اولی کے دلیل کے بعض مقدمات کا بیان ہے۔

واجروا علیه احکام اللفظ سے دعویٰ ثانی کی دلیل کے بعض مقدمات کا بیان ہے۔

فکان لفظا حکما سے دعویٰ ثانیہ کی دلیل کے نتیجے کی طرف اشارہ ہے۔

اور لاحقیقة سے دعویٰ اولی کے دلیل کے نتیجے کیطرف اشارہ ہےاور درمیان میں عبارت انما عبروا ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب ہے باقی رہی یہ بات کہ دعویٰ اولی کی دلیل اس عبارت سے کیسے ثابت ہے۔جسکا حاصل یہ ہے کہ

دعویٰ اولی کی دلیل: یہ دلیل مرکب ہے قیاس سے،اس قیاس کا صغریٰ یہ ہے

والمنوی لیس من مقولة الحرف والصوت ولم یوضع له لفظ اصلا۔

کہ منوی حرف اور صوت کے افراد میں سے نہیں اور نہ ہی اس کے لیے کوئی لفظ وضع کیا گیا ہے۔

اور کبری یہ ہے کل ماھکذا شانه فھولیس بلفظ حقیقی تو نتیجہ یہ نکلا فالمنوی لیس بلفظ حقیقی یہ نتیجہ بعینہ دعویٰ اولی ہے کہ منوی لفظ حقیقی نہیں۔اس ترتیب اور بیان کے مطابق یہ بات معلوم ہوئی کہ مولانا جامی کی عبارت میں دلیل کا صغری مذکور ہے کبری نہیں۔کیونکہ کبری بالکل واضح تھا اس لیے ذکر نہیں کیا

بعنوان آخر : یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ دعویٰ اولی کی دلیل مرکب ہے قیاس سے،جس قیاس

کاصغری یہ ہے وکل لفظ حقیقی من مقولة الحرف والصوت ۔ ہر لفظ حقیقی وہ حرف اور صوت کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔

کبری: ولاشئ من المنوی من مقولة الحرف والصوت تو اس میں من مقولة الحرف والصوت حداوسط ہے تو **نتیجہ** یہ نکلا لاشئ من اللفظ الحقیقی بمنوی یہ نتیجہ سالبہ کلیہ ہے اور سالبہ کلیہ کا عکس مستوی بھی سالبہ کلیہ ہی ہوا کرتا ہے تو موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع بنا دیا جائے تو اس کا عکس مستوی یہ ہوگا لاشئ من المنوی بلفظ حقیقی اور اس کا عکس مستوی یہ ہوگا لاشئ من المنوی بلفظ حقیقی اور یہ نتیجہ بعینہ دعویٰ اولی کا حاصل ہے کہ منوی لفظ حقیقی نہیں۔ اس عنوان کے مطابق مولانا جامی کی عبارت میں دلیل کا کبریٰ مذکور ہے۔ صغریٰ مذکور نہیں کیونکہ وہ انتہائی واضح تھا تب ہی ترک کر دیا۔

لاحقیقة سے دعویٰ اولی کی دلیل کے نتیجہ کی طرف اشارہ ہے۔

دعویٰ ثانیہ کی دلیل: دعویٰ ثانیہ کی دلیل بھی مرکب ہے قیاس سے۔

المنوی لیس بلفظ حقیقی ولکن اجرواعلیه احکام اللفظ وکل ماهکذا شانه فهو لفظ حکمی ۔لہذا نتیجہ یہ ہوا فالمنوی لفظ حکمی ۔اس بیان کے مطابق مولانا جامی کی یہ عبارت میں دلیل کا بعض حصہ یعنی قیاس کا صغری مذکور ہے اور صغری بھی کل مذکور نہیں بلکہ صغری کا بعض حصہ مذکور ہے۔

فائدہ مولانا جامی نے فکان لفظا حکما سے دعویٰ ثانیہ کی دلیل کے نتیجہ کی طرف اشارہ کیا ہے بعد میں لاحقیقة سے دعویٰ اولی کی دلیل کے نتیجے میں اشارہ کر دیا ہے تو ایسا کیوں کیا۔ حالانکہ کرنا تو ایسے چاہیے تھا جس طرح دعویٰ اولی کی دلیل کو مقدم کیا اس طرح دعویٰ اولی کی دلیل کے نتیجے کو مقدم کرنا چاہیے تھا۔

جواب: مولانا جامی نے دعویٰ ثانی کی دلیل کے نتیجے کو مقدم کر کے اس بات پر تنبیہ کر دی کہ اس مقام میں اصل مقصود یہی دعویٰ ثانیہ ہے نیز دوسری وجہ یہ بھی کہ کوئی نتیجہ دلیل کے متصل ہو جائے اگر ایسا نہ کرتے تو ہر نتیجہ اپنی دلیل سے جدا ہو جاتا۔

قال الشارح **وانما عبرواعنه باستعارة لفظ**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: ماقبل میں آپ نے کہا ولم یوضع لہ لفظ یعنی منوی کے لیے کوئی لفظ موضوع نہیں حالانکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ضرب میں ھو منوی ہے اور اضرب میں انت منوی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ انا، انت، ھو، الفاظ ہیں سے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منوی کے لیے الفاظ موضوع ہے تو آپ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ ولم یوضع لہ لفظ۔

جواب ضرب میں ھو منوی نہیں بلکہ امر معنوی ہے اسی طرح اِضرب میں اور اَضربُ میں انت اور انا منوی نہیں بلکہ منوی تو امر معنوی ہے لیکن اس امر معنوی کو ان ضمائر منفصلہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ ھو، انت، انا۔ یہ خود منوی نہیں بلکہ منوی کی تعبیر ہے اور یہ تعبیر بھی مجازی طور پر ہے حقیقی طور پر نہیں۔

قال الشارح والمحذوف لفظ حقیقۃ

سے فی بعض الاحیان تک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال کہ محذوف لفظ ہے یا نہیں اور لفظ ہونے کی صورت میں لفظ حقیقی ہے یا لفظ حکمی۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا کہ محذوف لفظ حقیقی ہے اس لیے کہ لفظ حقیقی کی تعریف اس پر صادق آتی ہے۔ اسلیے کہ بعض اوقات یقیناً انسان سمجھنے، سمجھانے کے لیے محذوف کا تلفظ کرتا ہے ور اسی کو لفظ حقیقی کہتے ہیں۔ جو خود تلفظ میں آئے واسئل القریۃ کہ اصل میں ہے واسئل اھل القریۃ اس میں اہل کا لفظ محذوف ہے جو کہ القریۃ کے لیے مضاف ہے اس کا تلفظ بھی کیا جارہا ہے۔

فائدہ قدیتلفظ پر کے بعد فی بعض الاحیان کا ذکر کرنا فضول اور مستدرک ہے اس لیے کہ قد فعل مضارع پر داخل ہو کر عمومی طور پر تقلیل کا فائدہ دیا کرتا ہے اب معنی یہ ہوگا کہ بعض اوقات محذوف کا انسان تلفظ کرتا ہے۔

فی بعض الاحیان یعنی بعض اوقات میں

جواب: اکثر طور پر قد مضارع پر تقلیل کا فائدہ دیتا ہے لیکن گا ہے گا ہے تحقیق کا فائدہ بھی دیتا ہے اور آیت کریمہ قدیعلم اللہ المعوقین۔ میں قد تحقیق کے لیے ہے۔ اسی طرح

قد یتلفظ میں بھی قد تحقیق کے لیے ہے لہذا فی بعض الاحیان کالانا فضول نہ ہوگا۔

قال الشارح **وکلمات الله تعالى داخلة فيه**

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ماقبل میں لفظ کی تعریف کی تھی مایتلفظ به الانسان جس کی وجہ سے کلمات اللہ الفاظ کی تعریف سے خارج ہو گئے حالانکہ کلمات اللہ بھی الفاظ ہیں۔

جواب: کلمات الله میں دو اعتبار ہیں۔

(۱) ان کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو س اا عتبار سے یہ لفظ کی تعریف میں داخل نہیں۔

(۲) ان کی نسبت انسان کی طرف ہو تو اس اعتبار سے لفظ کی تعریف میں داخل ہیں اس لیے کہ بعض اوقات انسان یقیناً کلمات اللہ کا تلفظ کرتا ہے جیسے قرآن کی تلاوت کرنا۔

قال الشارح **على هذا القياس كلمات الملائكة والجن**

ایک فائدہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ حقیقی کہ تحت جس طرح کلمات اللہ داخل ہیں اسی طرح کلمات الملائکة والجن بھی لفظ حقیقی کے تحت داخل ہے۔اس لیے کہ بعض اوقات انسان یقیناً کلمات ملائکۃ اور کلمات جن کا بھی تلفظ کرتا ہے۔

قال الشارح **والدوال الاربع وهى الخطوط**

مولانا جامی کی غرض سمجھنے سے پہلے ایک فائدہ جان لیں۔

فائدہ کہ دوال اربعہ چار چیزیں ہیں (۱) خطوط (۲) عقود (۳) نصب (۴) اشارات

خطوط خطوط جمع ہے خط کی، ان کی وضع ان نقوش کے لیے ہے جو اوراق میں لکھے ہوئے ہیں اور **عقود** جمع ہے عقد کی ان گرہوں کو کہتے جو انگلیوں میں پائے جاتے ہیں ان کو اعداد سے اشارہ بناتے ہیں اور **نصب** ہے نصیبة کی کہ وہ علامات جو راستہ میں لگائی جاتی ہیں مسافات کو معلوم کرنے کے لیے اور **اشارات** جمع ہے اشارة کی کہ یہ سرخ یا سبز بتی ہے سرخ بتی سے اشارہ رکاوٹ کا ہوتا ہے اور سبز بتی اشارہ رکاوٹ نہ ہونے کا ہوتا ہے۔

ان چار چیزوں کے مجموعے کو دوال اربعہ کہا جاتا ہے۔اب اس عبارت کی غرض سمجھیں۔کہ مولانا جامی اس عبارت سے بعض شارحین کی تردید کرنا چاہتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ

رضی کا سوال: نے صاحب کافیہ پر یہ اشکال کیا کہ کلمہ کی یہ تعریف ۔مانع نہیں اس لیے کہ دوال اربعہ پر صادق آرہی ہے کہ اس لیے کہ وہ بھی ایک معنی کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔

فاضل ھندی کا جواب: نے اس کا جواب دیا کہ دوال اربعہ کو خارج کرنے کے لیے مزید قید کی ضرورت نہیں بلکہ وہ لفظ کی قید سے ہی خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دوال اربعہ لفظ نہیں ہے۔

رضی کی تردید: نے رضی اس جواب کو رد کر دیا کہ لفظ تو جنس ہے اور جنس تو عموم اور شمول کے لیے آیا کرتی ہے کسی چیز کو خارج کرنے کے لیے نہیں۔اب اگر اس سے دوال اربعہ کو خارج کرو گے تو یہ تعریف جنس سے خالی ہو جائے گی اور تعریف ناقص ہو جائے گی۔ کیونکہ تعریف کامل وہ ہوتی ہے جو جنس و فصل پر مشتمل ہو۔

فاضل ھندی کا پھر جواب: نے پھر اس کا جواب دیا کہ جب کسی تعریف کے جنس اور فصل میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو تو وہاں پر ہر ایک کو جنس بھی بنایا جا سکتا ہے اور فصل بھی بنایا جا سکتا ہے یہاں پر بھی لفظ اور وضع میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ مادہ اجتماعی زید ہے کہ لفظ بھی ہے اور وضع بھی ہے اور مادہ افتراقی۔

(۱) لفظ ہو وضع نہ ہو جیسے مہملات ۔مادہ افتراقی (۲) مادہ افتراقی کہ لفظ نہ ہو وضع ہو جیسے دوال اربع ۔لہذا جب لفظ اور وضع میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوئی تو وضع کو جنس مان کر دوال اربعہ کو شامل کر لیا جائے اور لفظ کو فصل مان کر ان کو خارج کر دیا جائے پھر لفظ کو جنس مان کر مہملات کو داخل کر کے وضع کو فصل مان کر ان کو خارج کر دیا جائے۔

مولانا جامی کا جواب مولانا جامی نے رضی اور فاضل ہندی دونوں کا رد کر دیا کہ اے رضی صاحب خروج تو فروع ہے دخول کی جب دوال اربعہ تعریف کلمہ میں داخل ہی نہیں تو خارج کیسے کریں گے اور اے فاضل ہندی صاحب جب رضی کا سوال ہی وارد نہیں ہوتا تو جواب کی کیا ضرورت ہے۔

قال الشارح وانما قال لفظ ولم یقل

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ یہ کتاب کافیہ ماخوذ ہے مفصل سے اور مفصل میں عبارت یوں ہے الکلمۃ لفظۃ

تو صاحب کافیہ کو بھی چاہیے تھا کہ وہ بھی الکلمۃ لفظۃ کہتے تا کہ ماخذ اور ماخوذ میں موافقت ہو جاتی۔

جواب مأخذ اور مأخوذ میں موافقت تب ضروری تھی جب کہ دونوں مصنفوں کا مقصود ایک ہوتا۔ حالانکہ یہاں ایک مسئلہ میں اختلاف ہے کہ صاحب مفصل کے نزدیک کلمہ کے لیے وحدت شرط ہے اس لیے اس نے اپنے مذہب کو بتانے کے لیے اللفظۃ کہا ہے اور جب کہ صاحب کافیہ کے نزدیک وحدت شرط نہیں اس لیے وہ تاء نہیں لائے۔ اسکی وجہ ہے کہ مولانا جامی بعد میں بیان کریں گے کہ صاحب کافیہ کے نزدیک عبداللہ یہ کلمہ ہے کیونکہ تعریف کلمہ میں داخل ہے لیکن صاحب مفصل کے نزدیک یہ کلمہ کے تحت داخل نہیں کیونکہ لفظ ایک نہیں ہے

قال الشارح **والمطابقة غير لازمة لعدم الاشتقاق**

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مبتدا خبر کے درمیان تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت کا ہونا ضروری ہے لیکن یہاں مطابقت نہیں اس لیے کہ یہاں پر الکلمۃ مبتدا مؤنث ہے اور لفظ خبر مذکر ہے۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا کہ مبتدا خبر میں مطابقت کا ضروری ہونا یہ مشروط ہے چند شرائط کے ساتھ، جن میں سے ایک اہم شرط یہ ہے کہ خبر مشتق ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ خبر ایسے ضمیر پر مشتمل ہو جو لوٹے مبتداء کی طرف۔ تیسری شرط یہ ہے کہ خبر ایسا لفظ نہ ہو جو مذکر مؤنث کے لیے برابر استعمال ہوتا ہو یہاں پر ان تینوں شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاری ہے۔(۱) لفظ خبر ہے یہ مشتق نہیں بلکہ مشتق منہ اور مصدر ہے۔

(۲) جب مصدر ہے تو اس میں ضمیر بھی نہیں۔(۳) وہ بھی مفقود ہے لفظ یہ خبر ایسا لفظ ہے کہ مذکر مؤنث کے لیے برابر بولا جاتا ہے۔ لیکن مولانا جامی نے ان شرائط میں پہلی شرط کو ذکر کیا ہے کیونکہ پہلی شرط ملزوم ہے اور دوسری دونوں لازم ہیں جب ملزوم نہیں ہوگا تو لازم بھی نہیں پائیں جائیں گے۔ باقی شرائط مطابقت وہ کاشفہ شرح کافیہ میں دیکھ لیجیے۔

قال الشارح **مع كون اللفظ اخصر**

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مبتداء خبر کی مطابقت ضروری نہیں لیکن مطابقت کا نہ ہونا بھی تو ضروری نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ صاحب کافیہ نے عدم مطابقت کو اختیار کیا ہے مطابقت کو نہیں۔

جواب یہاں عدم مطابقت میں فائدہ یہ ہے کہ عبارت میں اختصار ہے اور اختصار دو طرح سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱) لفظ میں زیادہ اختصار ہے بنسبت لفظة کے۔

(۲) اگر لفظة کہتے تو آگے وضع کو بھی وضعت کہنا پڑتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ وضع میں زیادہ اختصار ہے بنسبت وضعت کے اس لیے صاحب کافیہ نے عدم مطابقت کو ترجیح دی

﴿بحث وضع﴾

قال الماتن **وضع**

کلمہ کی تعریف کا دوسرا لفظ ہے۔

قال الشارح **الوضع تخصیص شیٔ**

سے متن تک اندر الکلمة کے تعریف کے اندر دوسرا لفظ وُضِعَ ہے یہ مشتق ہے الوضع سے جس کے دو معنیٰ ہیں۔(۱) لغوی معنیٰ (۲) اصطلاحی معنیٰ

وضع کا لغوی معنیٰ جعل الشیٔ فی حیزه کسی شیٔ کو اس کے محل میں رکھ دینا۔لغوی معنیٰ کو فارسی زبان میں نھادن سے تعبیر کرتے ہیں۔اور اصطلاحی معنیٰ جس کو مولانا جامی نے تخصیص الشیٔ سے قیل تک نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اصطلاح میں وضع کہا جاتا ہے کہ ایک شیٔ کو دوسری شیٔ کے ساتھ اس طور پر خاص کر دینا جب پہلی چیز کا اطلاق کیا جائے اگر وہ چیز اطلاقات کے قبیل سے ہو۔یا جب پہلی چیز کو محسوس کیا جائے جب کہ وہ محسوسات کے قبیل سے ہو تو دوسری شیئ شیٔ خود بخود سمجھ میں آ جائے اس کا نام وضع ہے۔اور یہ وضع کی تعریف وضع لفظ اور وضع غیر لفظ ہر دونوں کو شامل ہے۔وضع لفظ کی مثال جیسے زید کی وضع ذات زید کے لیے،وضع غیر لفظ کی مثال دوال اربعہ میں سے ہر ایک کی وضع اپنے مدلولات کے لیے،باقی رہی یہ بات کہ لغوی اور اصطلاحی معنیٰ میں مناسبت کیا ہے **جواب** ہے کہ مناسبت بالکل واضح ہے۔کہ جب کسی لفظ کو اپنے معنیٰ

کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو گویا شئ کو اپنے محل میں رکھ دیا اور یہی لغوی معنی تھا جعل الشئ فی حیزہ لیکن مولانا جامی نے وضع کا اصطلاحی معنی بیان کیا ہے لغوی معنی بیان نہیں کیا۔ حالانکہ ماقبل میں لفظ کا لغوی معنی بھی بیان کیا اور اصطلاحی معنی بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وضع کا لغوی معنی بالکل واضح تھا اور مشہور تھا تو مولانا جامی نے شہرت پر اکتفاء کر کے عبارت میں نقل نہیں کیا۔

قیل یخرج : سے واجیب تک مولانا جامی سوال نقل کر کے اجیب سے پہلا جواب اور لایبعد سے دوسرا جواب پیش کرر ہے ہیں۔

سوال کہ وضع کی تعریف جامع نہیں اس لیے کہ وضع کی تعریف وضع الحرف کو شامل نہیں کیونکہ تعریف میں یہ کہا گیا ہے کہ جب بھی شئ اول کا اطلاق کیا جائے تو اس سے شئ ثانی سمجھی جائے اور کہ حرف کے اطلاق کرنے سے اس کا معنی سمجھ میں نہیں آتا جب تک کہ کوئی ضم ضمیمہ نہ ہو۔

جواب اول واجیب سے جس کا حاصل یہ ہے کہ وضع کی تعریف میں متی اطلق سے جو اطلاق سمجھ میں آرہا ہے اس سے مطلق اطلاق مراد نہیں بلکہ اطلاق مقید اطلاق صحیح مراد ہے اب معنی ہوگا کہ جب شئ اول کا اطلاق صحیح ہو تو اس کا معنی سمجھ میں آجائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حرف کا اطلاق صحیح اس وقت ہوگا جب ضم ضمیمہ کے ساتھ ہو جب ضم ضمیمہ کے ساتھ اطلاق ہوگا تو اس کا معنی بھی سمجھ میں آجائے گا۔

جواب ثانی ولایبعد سے دوسرا جواب۔ کہ وضع کی تعریف میں جو اطلاق ہے اس اطلاق سے اطلاق خاص یعنی اہل لسان کا اطلاق مراد ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب بھی عرب اپنے محاورات میں حرف کا اطلاق کرتے ہیں تو وہ ضم ضمیمہ کے ساتھ کرتے ہیں لہذا جب بھی اہل لسان حرف کا اطلاق کریں گے اس کا معنی سمجھ میں آجائے گا۔

فائدہ دونوں جوابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے جواب میں قید زائد صحیح کی ضرورت پڑتی ہے لیکن دوسرے جواب میں قید زائد کی ضرورت نہیں پڑتی۔

فائدہ ولایبعد کے لفظوں سے جو جواب ذکر کیا جائے تو اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس جواب میں معمولی سا بعد ہے زیادہ نہیں، با اور وہ معمولی سا بعد کیا یہ ہے کہ متی اطلق سے

جو اطلاق سمجھ میں آ رہا تھا اس اطلاق سے اہل لسان کا استعمال مراد لینا یہ مجاز متعارف ہے اور تعریفات کے اندر عموماً مجاز کو ذکر نہیں کرتے۔ لہذا نفس مجاز کا ذکر کرنا یہ ایک بعد ہے پھر چونکہ یہ مجاز متعارف ہے اسلیے زیادہ بعد نہیں۔

فائدہ وضع کی تعریف پر ایک اعتراض وارد ہوا تھا جس کے دو جواب دیئے گئے تھے۔ جس میں سے دوسرا جواب مختار تھا کیونکہ اس میں قید زائد کی ضرورت نہیں پڑتی تھی اور وضع کی اس تعریف پر ایک دوسرا اعتراض وارد ہوتا ہے جس سمجھنے سے پہلے چند باتیں سمجھ لیں۔

پہلی بات : معنی ایک ہو اور الفاظ کئی ہیں اس کو اصطلاح میں ترادف کہا جاتا ہے اور الفاظ میں سے ہر ایک لفظ کو دوسرے کے لیے مرادف بولا جاتا ہے۔ جیسے لفظ اسد اور لیث ہے اور غضنفر ہے۔ یہ لفظ تو متعدد ہیں لیکن معنی ایک ہے بمعنی حیوان مفترس۔

دوسری بات : لفظ ایک ہو اور معنی متعدد ہوں اور اس کو اصطلاح میں اشتراک کہا جاتا ہے اور ایسے لفظ کو مشترک کہا جاتا ہے جیسے لفظ عین جو کئی معنوں کے لیے استعمال ہوتا (۱) جاریہ کے لیے (۲) رقبہ کے لیے (۳) ذات کے لیے (۴) چشمہ کے لیے۔

تیسری بات : خص یخص خصوصا وخاصۃ کے مادہ میں حرف باء کا مدخول کبھی مقصور ہوتا ہے یعنی اس کو بند کیا جاتا ہے کسی دوسری چیز میں اور کبھی حرف باء کا مدخول مقصور علیہ ہوتا ہے یعنی اس پر کسی چیز کو بند کیا جاتا ہے۔

سوال جس کا حاصل یہ ہے کہ وضع کی تعریف میں کہا گیا کہ تخصیص الشئ بشئ پہلی شئ سے مراد لفظ ہے اور دوسری شئ سے مراد معنی ہے، ہم دریافت کرتے ہیں کہ حرف باء کا دخول مقصور ہے یا مقصور علیہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ باء کا مدخول مقصور ہے تو اس صورت میں معنی ہوگا کہ یہ معنی بند ہے اسی لفظ پر یعنی یہ معنی اسی لفظ سے سمجھا جاتا ہے کسی اور سے نہیں سمجھا جاتا۔ لہذا وضع کی تعریف سے وضع المرادف خارج ہو جائیں گے اس لیے کہ الفاظ مرادفہ میں جس طرح معنی اس لفظ سے سمجھا جاتا ہے اسی طرح اور لفظوں سے بھی سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر باء کا مدخول مقصود علیہ ہو تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ لفظ اسی معنی پر بند ہے یعنی لفظ سے یہی معنی سمجھا جاتا ہے کوئی اور معنی نہیں سمجھا جاتا تو اس سے وضع المشترک خارج ہو گئے اس لیے کہ وضع المشترک

میں جس طرح اس لفظ سے ایک معنی سمجھا جاتا ہے اسی طرح دوسرے معنی بھی سمجھے جاتے ہیں۔ تو خلاصہ سوال کا یہ ہوا کہ وضع کی یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ باء کا مدخول مقصور ہو تو وضع المرادف نکلتے ہیں اگر مقصور علیہ ہے تو پھر وضع المشترك خارج ہوتے ہیں حالانکہ تعریف کے لیے جامع ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جواب تحصیص کا معنی مرکب ہے دو چیزوں سے اس لیے کہ خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ مایوجد فیه ولا یوجد فی غیره جس میں پہلی جزء ایجابی ہے اور دوسری جزء سلبی ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ تحصیص شئ بشئ میں جو تحصیص ہے وہ اس میں تجرید کر لی جائے جزء سلبی سے یعنی جزء سلبی مراد نہ لی جائے تو اب وضع المرادف، وضع المشترك دونوں وضع کی تعریف میں داخل ہو جائیں گے۔ اب باء سے مدخول مقصور ہونے کی صورت ہونے میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ معنی اس لفظ سے سمجھا جاتا ہے عام ازیں کہ دوسرے لفظ سے یہ معنی سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے اور باء کا مدخول مقصور علیہ ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس لفظ سے یہ معنی سمجھا جاتا ہے آگے عام ہے کہ اس لفظ سے دوسرا معنی سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے۔

فائدہ متی اطلق پر سوال یہ ہوگا کہ متی اطلق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فہم معنی کے لیے صرف لفظ کا اطلاق کافی ہے حالانکہ فہم معنی کے لیے لفظ کا اطلاق کافی نہیں بلکہ سماع بھی ضروری ہوا کرتا ہے۔

جواب اس عبارت میں معطوف مع حرف عطف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی متی اطلق وسمع۔

فائدہ وضع کی تعریف میں کلمہ (او) کا ذکر کرنا درست نہیں کیونکہ کلمہ او) عموماً تشکیک کے لیے آتا ہے جب کہ تعریف سے مقصود وضاحت ہوتی ہے اور یہ بات واضح ہے کہ تشکیک اور وضاحت میں تو منافات ہوا کرتی ہے۔

جواب کلمہ او جس طرح تشکیک کے لیے استعمال ہوا کرتا ہے اسی طرح تنویع اور تقسیم کے لیے بھی آتا ہے یہاں پر کلمہ او تنویع اور تقسیم کے لیے ہے۔ جس سے مقصود یہ بات بتانا ہے کہ وضع کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وضع لفظ (۲) وضع غیر لفظ۔

اطلاق سے اشارہ وضع لفظ کی طرف ہے اور احساس سے اشارہ وضع غیر لفظ کی طرف ہے جیسے دوال اربعہ میں ہر ایک کی وضع اپنے مدلول کے لیے۔

فائدہ او سات قسم پر ہے۔

(۱) تنویعیه جو انواع پر دلالت کرتا ہے جیسے العدد امازهوج اؤ فرد کہ عدد کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جفت (۲) طاق۔

(۲) اباحتیه جو دلالت کرتا ہے ان دو چیزوں پر جن کا جمع کرنا جائز اور مباح ہے جیسے زوج هذه اوهذه۔

(۳) تخیریه یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں جزوں کا جمع کرنا منع ہے بلکہ کسی ایک کو اختیار کرو۔ جیسے زوج هذه اواختها۔

(۴) تعمیمیه جو عموم بیان کرنے کیلیے ہوتا ہے جیسے لاتطع منهم آثما اوکفورا۔

(۵) اضرابیه جو بمعنی بل کے آتا ہے جیسے انها لابل اوشاة ای بل شاة۔

(۶) تردیدیه جو شک کے لیے آتا ہے جیسے جاء نی زید اوعمرو۔

(۷) اوبمعنی الی ان عند الجمهور یا بمعنی الاان عند السیبویه جیسے لازمنك اوتعطینی حقی الی ان تعطینی حقی یا الا ان تعطینی حقی۔

فائدہ وضع کی تعریف مذکور جامع نہیں اس لیے کہ شئ کے سمجھنے کے لیے صرف اطلاق مع السماع اور احساس ہی کافی نہیں بلکہ علم بالتخصیص بھی ضروری ہے لہذا وضع کی تعریف میں علم بالتخصیص کی قید بھی ذکر کی جاتی۔

جواب علم بالتخصیص کی قید کو مولانا جامی نے اگرچہ صراحۃً ذکر نہیں کیا لیکن تخصیص شئ بشئ میں علم بالتخصیص موجود ہے لہذا صراحۃً ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب وضع کی تعریف کا حاصل یہ ہوگا

وضع کی تعریف :ایک شئ کی دوسری شئ کے ساتھ اسطور پر خاص کرنا کہ جب شئ اول کا اطلاق صحیح ہو جس وقت وہ اطلاقات کے قبیل سے ہو اور وہ مسموع بھی ہو یا شئ اول کو محسوس کیا جائے جب کہ وہ محسوسات کے قبیل سے ہو کہ شئ ثانی سمجھ میں آجائے بشرطیکہ علم بالتخصیص

پہلے سے حاصل ہو۔

پانچویں بات یہ ہے کہ وضع کی یہ تعریف انتہائی جامع ہے اس لیے کہ تعریف جس طرح وضع لفظ اور وضع غیر لفظ کو شامل ہے اسی طرح دیگر اقسام اربعہ کو بھی شامل ہے۔ وہ چار قسمیں یہ ہیں۔

(۱) وضع عام ہو یعنی موضوع بھی عام ہو اور موضوع لہ بھی عام ہو۔

(۲) موضوع بھی خاص ہو اور موضوع لہ بھی خاص ہو۔

(۳) موضوع عام ہو اور موضوع لہ خاص ہو۔

(۴) موضوع خاص ہو اور موضوع لہ عام ہو۔

باقی رہی یہ بات کہ وضع کی تعریف مذکوران اقسام اربعہ کو کیسے شامل ہے تو اس کا جواب ہے کہ وہ اس طرح ہے کہ تخصیص شیٔ بشیٔ میں شیٔ اول سے مراد موضوع اور شیٔ ثانی سے مراد موضوع لہ ہے۔ اور دونوں میں عموم خواہ دونوں ملحوظ بعمومہ ہوں یا دونوں ملحوظ بخصوصہ ہوں نیز شیٔ اول ملحوظ بعمومہ ہو اور شیٔ ثانی ملحوظ بخصوصہ ہو یا شیٔ اول ملحوظ بخصوصہ ہو اور شیٔ ثانی ملحوظ بعمومہ ہو۔ البتہ ان چاروں قسموں میں سے پہلی تین قسمیں متحقق اور مستعمل ہیں۔ چوتھی قسم احتمال عقلی ہے اور متحقق نہیں۔

(۱) اول کی مثال جیسے مرکبات کی وضع۔

(۲) ثانی کی مثال مفردات کی وضع جیسے زید کی وضع ذات زید کے لیے۔

(۳) ثالث کی مثال جیسے ضمائر۔

(۴) چوتھی متحقق ہی نہیں تو اس کی مثال بھی نہیں۔

فائدہ اقسام اربعہ کی وجہ حصر یہ ہے کہ موضوع لہ دو حال سے خالی نہیں امر واحد ہوگا یا امر متعدد اگر امر واحد ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں جزئی ہوگا یا کلی اگر جزئی ہو تو قسم اول یعنی وضع خاص اور موضوع لہ خاص جیسے اعلام مشخصہ معینہ زید عمرو بکر وغیرہ اور اگر امر واحد کلی ہو تو قسم ثالث یعنی وضع خاص موضوع لہ عام۔ خاص اس لیے کہ وہ امر واحد سے متعلق ہے اور عام اس لیے کہ امر واحد کلی ہے جیسے انسان کی وضع حیوان ناطق کے لیے اگر وضع امور متعددہ کے لیے ہو تو امور متعدد دو حال سے خالی نہیں۔ وہ جزئیات ہوں گے یا کلیات، جزئیات [illegible] م رابع یعنی

وضع عام موضوع لہ خاص۔ عام تو اس لیے کہ امور متعدد سے متعلق ہے اور خاص اس لیے کہ جزئیات ہے جیسے ضمائر موصولات بر مذہب متاخرین۔ جن میں سے میر سید بھی ہے اور اگر امور متعددہ کلیات ہوں تو قسم ثانی وضع عام اور موضوع لہ عام۔ وضع عام تو اس لیے کہ امور متعددہ سے متعلق ہے۔ اور موضوع لہ عام اس لیے کہ وہ کلیات ہیں جیسے کہ مشتقات۔

فائدہ یہ بھی یاد رکھیں کہ مضمرات اور اشارات اور موصولات یہ امور جزئیہ ہیں یا امور کلیہ۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے متاخرین میں سے میر سید بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ یہ امور جزئیہ ہیں کیونکہ واضع نے انکو وضع کرتے وقت اگرچہ امور کلیہ کا تصور تو کیا ہے لیکن اس کو موضوع لہ نہیں بنایا بلکہ اس کے افراد مخصوصہ کو موضوع لہ بنایا ہے اور تصور معنی کلی موضوع لہ کو جو کہ افراد مخصوصہ ہے جاننے کا ایک آلہ ہے اور بس جیسا کہ ھذا اسکو واضع نے وضع کرتے وقت ایک امر کلی کا تصور کیا جو کہ کلی محسوس مبصر قریب ہے لہذا ھذا کو اس معنی کلی کے لیے وضع نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس رجل محسوس یا کتاب محسوس کے لیے جو اس معنی کلی کے افراد میں سے ہے وضع کیا۔ اس طرح ھو ضمیر غائب وضع کرتے ہوا ایک معنی کلی کا تصور کیا گیا جو کہ کل واحد غائب ہے لیکن موضوع لہ رجل محسوس وغیرہ کو بنایا گیا اسی طرح انا ضمیر متکلم کو بھی اسی پر قیاس کرلو۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مضمرات اور اشارات وغیرہ کا موضوع لہ چونکہ افراد مخصوصہ اور مشخصیہ ہیں اس لیے کیہ جزئیات ہیں نہ کہ کلیات اور متقدمین اور علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ یہ کلیات ہیں کیونکہ ان کی وضع معنی کلی کے لیے ہے بشرط استعمال فی الجزئیات تو اس وقت یہ وضع عام اور موضوع لہ عام کی مثال بن جائے گی لیکن تحقیقی مذہب اول ہی ہے۔ **کما قال صاحب سلم ویدخل فیه ای فی جزئیات المضمرات واسماء الاشارات فان الوضع فیهما وان کان عاما لکن الموضوع له خاص علی ما هوالتحقیق**

﴿بحث معنی﴾

قال الماتن لمعنی متن کے اندر کلمہ کی تعریف کا تیسرا لفظ معنی ہے۔

قال الشارح المعنی مایقصد بشئ

سے لے کر ھو امامفعل تک لفظ معنی کا اصطلاحی معنی کا بیان ہے، اصطلاحی معنی مایقصد بشئ

کہ معنی ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی شئ سے مقصود ہو، اس تعریف پر دو سوال وارد ہوتے ہیں۔

فائدہ سوال مایقصد بشئ سے متبادر الی الذھن مقصود صریح ہے اب تعریف کلمہ کا حاصل ہوگا کہ معنی ایسی چیز کو کہا جاتا ہے۔ جو کسی شئ سے مقصود صریح ہوا اور یہ بات ظاہر ہے کہ مقصود صریح صرف معنی مطابقی ہوتا ہے معنی تضمنی اور التزامی نہیں ہوتا لہذا یہ تعریف جب معنی التزامی اور تضمنی کو شامل نہ ہوگی تو تعریف جامع نہ رہے گی۔

جواب مایقصد بشئ میں تعیم ہے خواہ مقصود صریح ہو یا مقصود غیر صریح ہو۔ تو لہذا اس تعیم کی بناء پر یہ تعریف معنی تضمنی اور معنی التزامی ہر دونوں کو شامل ہو جائے گی۔

فائدہ سوال مایقصد بشئ سے متبادر الی الذھن مقصود بحسب الوضع ہے اور مقصود بحسب الوضع فقط معنی حقیقی کو شامل ہے معنی مجازی کو نہیں۔ لہذا یہ معنی مجازی کو شامل نہ ہونے کی وجہ سے جامع نہ رہے گی۔

جواب مایقصد بشئ میں تعیم ہے کہ شئ سے جو مقصود ہے خواہ وہ مقصود بحسب الوضع ہو یا بحسب الوضع نہ ہو۔ لہذا اس تعیم کی بناء پر یہ تعریف معنی مجازی کو شامل ہو کر جامع ہو جائے گی۔

فائدہ سوال اس تعریف میں ان تعمیمات کے اعتبار کرنے کا قرینہ کیا ہے۔

جواب قرینہ یہاں موجود ہے کہ تعریف میں جامعیت اور عموم اور شمول ہونا چاہیے اگر ان تعمیمات کا اعتبار نہ کیا جائے تو تعریف جامع نہ رہے گی۔ اس لیے ان تعمیمات کا اعتبار کیا جائے گا۔

سوال مولانا جامی نے لفظ معنی کے اصطلاحی معنی کو مقدم کیا اور معنی لغوی کو مؤخر کیا اس کی کیا وجہ ہے۔ حالانکہ مولانا جامی ماقبل میں تو لغوی معنی کو مقدم کرتے رہے اور اصطلاحی کو مؤخر کرتے رہے۔

جواب لفظ معنی کا اصطلاحی معنی مختصر تھا اس لیے مقدم کر دیا بخلاف لغوی معنی کے اسی وجہ اس کو مؤخر کر دیا۔ اور طریقہ تعلیم بھی یہی ہے۔ جو مختصر ہوا کرتا ہے اسے مقدم کر دیا جا ہے۔ اس لیے مولانا جامی نے اصطلاحی معنی کو مقدم کر دیا۔

قال الشارح فهو امامفعل اسم مكان

سے ولما کان تک لفظ معنی کا لغوی معنی بیان کیا جا رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ معنی میں

صیغوی تین احتمال ہیں۔

پہلا احتمال : لفظ معنی مَفعَل کے وزن پر ظرف مکان ہوجسکا معنی ہوگا جائے قصد پھراس معنی لغوی سے نقل کیا گیا معنی اصطلاحی مایقصد بشئ کی طرف۔

دوسرا احتمال : یہ مَفعَل کے وزن پر ہوکر مصدر میمی ہواب لغوی معنی ہوگا قصد کرنا پھر اس لغوی معنی سے نقل کر کے اسم مفعول کی طرف بمعنی قصدر کیا ہوا پھر اسم مفعول سے نقل کیا گیا معنی اصطلاحی ماما یقصد بشئ کی طرف اس صورت میں نقل کے اندر تعدد ہوگا، کہ اولا تو لغوی معنی سے نقل اسم مفعول کی طرف پھر ثانیاً اسم مفعول سے معنی اصطلاحی کی طرف۔

تیسرا احتمال : کہ یہ بمعنی مفعول ہوکر اسم مفعول ہواور یہ تیسرا احتمال واضح ہے کہ معنی اصل میں معنوی تھا قویل قانون سے واوکو یاء کیا اور یاء کو یاء میں ادغام کردیا پھر دُعِیٌ والے قانون سے یاء کے ضمہ ماقبل کسرہ سے بدل دیا تو معنِیٌ ہوگیا پھر سید والے قانون سے یاء کو حذف کردیا تو معنی ہوگیا پھر دعی والے قانون سے یاء کے کسرہ ماقبل فتحہ سے تبدیل کردیا تو معنی ہوگیا پھر قال والے قانون سے یاء متحرک ماقبل مفتوح تھا الف سے بدل دیا تو معنان ہوگیا پھر التقاء ساکنین پہلا مدہ تھا تو اس کو حذف کردیا تو معنیً ہوگیا۔

فائدہ مصدر میمی کی تعریف : وھو المصدر الذی یدل علی الحدث فقط وکان فی اولہ میم۔

قال الشارح ولما کان المعنی

مولانا جامی کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال : یہ ہے کہ تعریف کلمہ میں معنیً کوذکر کرنا عبث ہے اس لیے کہ وضع کے ضمن میں معنی کا ذکر آچکا ہے کیونکہ وضع کی تعریف میں شئ اول سے مراد لفظ اور شئ ثانی سے مراد معنی ہے

جواب : ہم تسلیم کرتے ہیں معنی کا ذکر ہوچکا ہے لیکن پھر معنی کوذکر کرنا یہ تجرید پر مبنی ہے اور تجرید علم بدیع کی ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی فعل یا شبہ فعل کو بعض معنی سے خالی کر کے بعد میں مستقلاً اس معنی کوذکر کردینا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا ۔اسری کے ضمن میں لیل کا ذکر تھا چونکہ اسری رات کے سفر کو کہا جاتا ہے

لیکن پھر تجرید کر کے ثانیاً کو بعد میں ذکر کر دیا، یہاں بھی وضع کو معنی سے خالی کر کے بعد میں معنی کو مستقلاً ذکر کر دیا گیا۔ لیکن سوال کی دوسری تقریر جس کا حاصل یہ ہے کہ معنی کا تعلق اور ربط وضع کے ساتھ صحیح نہیں کیونکہ وضع کی تعریف تھی تخصیص شئ بشئ اس میں شئ اول سے مراد لفظ اور شئ ثانی سے مراد معنی ہے۔ لہٰذا معنی کا ذکر تو وضع کی تعریف ہو چکا ہے پھر بعد میں معنی کا تعلق وضع کے ساتھ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

جواب کہ یہ بات آپ کی درست ہے لیکن معنی کا پھر ذکر کرنا یہ تجرید پر مبنی ہے لیکن سوال کی پہلی تقریر صحیح نہیں کیونکہ ماقبل میں معنی کا ذکر ضمناً ہوا اور بعد میں تصریحاً ہو گیا تو یہ تصریح بما علم ضمناً کے قبیل سے ہوگا جس کو بے فائدہ اور لغو نہیں کہا جا سکتا۔

قوله فخرج به المهملات والالفاظ

سے فان قلت تکلمه کی تعریف میں لفظ جنس ہے جو کہ تمام الفاظ کو شامل ہے خواہ وہ الفاظ موضوعہ ہوں یا مہملہ مفردہ ہو یا مرکبہ اور وضع یہ پہلی قید ہے جس کے ذریعے دو قسم کے الفاظ خارج ہو جاتے ہیں۔

(۱) الفاظ مہملہ (۲) وہ تمام الفاظ جن کی دلالت علی المعنی بالوضع نہیں۔

خواہ وہ دلالت بالطبع ہو یا دلالت بالعقل ہو جیسے اح اح کی دلالت درد سینہ پر اور لفظ دیز کی دلالت جو دیوار کے پیچھے سنا جائے لافظ کے وجود پر۔ ان کی وجہ خروج یہ ہے کہ الفاظ مہملہ میں وضع نہیں ہوتی اور الفاظ دالہ بالطبع ہوں یا دالہ بالعقل ہوں ان میں وضع اور تخصیص نہیں ہوتی حالانکہ کلمہ تو ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جس میں وضع بالتخصیص معنی کے لیے ہو۔

فائدہ سوال مولانا جامی نے تو صرف ان الفاظ کو خارج کیا جو دالہ بالطبع ہے دالہ بالعقل کو کیوں خارج نہیں کیا۔

جواب دالہ بالطبع کا ذکر کو تو بطور تمثیل کے ہے نہ کہ بطور حصر کے لہٰذا الفاظ دالہ بالطبع اور دالہ بالعقل دونوں خارج ہیں البتہ کلمہ کی تعریف میں حروف ہجاء باقی ہیں اس لیے کہ حروف ہجاء میں وضع بالتخصیص پائی جاتی ہے لیکن ان کی وضع للمعنی نہیں ہوتی بلکہ ان کی وضع غرض ترکیب کے لیے ہوتی ہے اور ترکیب تو کوئی معنی نہیں ہوتا اسلیے وہ للمعنی کی قید سے خارج

ہوں گے۔

فائدہ اگر حروف کو ان اسماء کے ساتھ ذکر کیا جائے تو ان کو حروف ہجاء کہا جاتا ہے جیسے الباء، التاء، السلام وغیرہ۔ جب ان حروف کے معانی بھی ہوں تو انہی کو حروف معانی کہا جاتا ہے۔ جیسے مررت بزید میں باء الصاق کے لیے ہے۔

فان قلت :قد وضع سے مولانا جامی سوال نقل کر کے قلنا سے جواب دے رہے ہیں۔

سوال کہ کلمہ کی تعریف جامع نہیں اس لیے کہ کلمہ کی تعریف میں یہ کہا گیا کہ وہ معنی کے مقابلہ میں موضوع ہوں حالانکہ بعض الفاظ ایسے ہیں جو دوسرے لفظوں کے مقابلے میں موضوع ہے۔ معنی کے مقابلے میں نہیں جیسے لفظ اسم یہ موضوع ہے زید، عمرو بکر وغیرہ کے مقابلہ میں اسی طرح لفظ فعل یہ وضع ہے ضرب، یضرب کے مقابلے میں اسی طرح لفظ حرف یہ وضع ہے۔ من، الی، فی کے مقابلہ میں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ زید، عمرو، بکر اسی طرح ضرب یضرب اسی طرح من وغیرہ یہ الفاظ ہیں معانی نہیں حالانکہ یہ الفاظ کلمات ہیں لیکن کلمہ کی تعریف صادق نہیں آتی۔

جواب قلنا سے مولانا نے جواب دیا کہ ہم ماقبل میں یہ بتا چکے ہیں معنی کہا جاتا ہے مایقصد بشئ جس کے ساتھ قصد اور ارادے کا تعلق ہے عام ازیں کہ جس کیساتھ قصد ارادہ کا تعلق ہو وہ لفظ ہو یا غیر لفظ لہذا یہ الفاظ مذکورہ جو الفاظ کے مقابلے میں موضوع ہیں ان کو بھی کلمہ کی تعریف شامل ہو جائے۔

فائدہ سائل کے سوال کا منشاء معنی کے عموم میں غفلت اور سستی کرنے کی وجہ سے ہے اور **جواب** کا حاصل یہ ہے کہ معنی میں جو عموم ہے اس کا استحضار کر لیا جائے تو اعتراض وارد ہی نہ ہوگا۔

فان قلت قد وضع سے مولانا جامی سوال نقل کر کے قلنا سے جواب دے رہے ہیں۔

سوال کہ کلمہ کی تعریف پھر بھی جامع نہیں اس لیے کہ یہ تعریف ان کلمات کو شامل نہیں جو دوسرے الفاظ مرکبہ کے مقابلہ میں موضوع ہے جیسے لفظ **جملہ** یہ موضوع ہے مثلاً زید قائم کے مقابلہ میں اور لفظ **خبر** یہ بھی موضوع ہے۔ مثلاً زید قائم کے مقابلہ میں اور لفظ کلام یہ بھی مثلاً موضوع زید قائم کے مقابلہ میں اسی طرح لفظ **قضیہ** موضوع ہے مثلاً زید قائم مرکب کے مقابلہ میں حالانکہ یہ کلمات تو ہیں لیکن کلمہ کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔

جواب وہ الفاظ مرکبہ جن کے مقابلے میں الفاظ مفردہ مثلاً جملہ اسی طرح خبر اور کلام اور قضیہ موضوع ہیں ان الفاظ مرکبہ میں دو اعتبار ہیں۔

(۱) ان الفاظ مرکبہ میں ان کے معانی کا لحاظ کیا جائے یعنی ان کی نسبت معنی کی طرف کی جائے

(۲) ان الفاظ مرکبہ میں موضوع لہ ہونے کا اعتبار کیا جائے یعنی اس بات کا لحاظ کیا جائے کہ الفاظ مفردہ ان کے مقابلہ میں موضوع ہیں اور یہ ان کا موضوع لہ ہیں اب ہم یہ کہتے ہیں کہ پہلے اعتبار سے یہ الفاظ معانی مرکبہ ہیں اور دوسرے اعتبار سے یہ معانی مفردہ ہیں اور کلمہ کی تعریف میں جو یہ کہا گیا۔ کلمہ ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جو معنی مفرد کے مقابلہ میں موضوع ہو اس سے یہ ضروری نہیں مفرد ہونا من کل الوجوہ ہو بلکہ من بعض الوجوہ بھی مفرد ہونا کافی ہے لہذا کلمہ کی تعریف صادق آجائے گی۔ کیونکہ یہ الفاظ مرکبہ بھی ایک اعتبار سے تو مفرد ہی ہیں۔

فائدہ اس سوال کا تعلق **مفرد** کی قید سے تھا جو آگے آرہی ہے مگر چونکہ اس سوال کا منشاء پہلے سوال کا جواب ہے اسی مناسبت سے اسی مقام پر مولانا جامی نے ذکر کردیا ہے۔

وقد اجیب مولانا جامی نے دونوں سوالوں کا وہ جواب نقل کررہے ہیں جو سید رکن الدین صاحب متوسط نے دیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم اس بات کو قطعاً تسلیم ہی نہیں کرتے کہ لفظ لفظ کے مقابلہ میں وضع ہو۔ جیسا کہ سوال اول اور سوال ثانی کا حاصل ہے کہ لفظ لفظ کے مقابلہ میں موضوع ہوتا ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر لفظ ہمیشہ مفہوم کلی کے مقابلہ میں موضوع ہوتا ہے جس کے افراد الفاظ مفردہ بھی ہوتے ہیں اور الفاظ مرکبہ بھی ہوتے ہیں چنانچہ ہم اس بات کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ اسم موضوع ہے۔ زید، عمرو، بکر کے مقابلہ ہے بلکہ یہ لفظ اسم موضوع ہے مفہوم کلی کے مقابلہ میں اور وہ یہ ہے۔

کلمة تدل علی معنی فی نفسها غیر مقترن باحد الازمنة الثلاثة ۔اور زید، عمرو، بکر وغیرہ اس مفہوم کلی کے افراد ہیں اسی طرح فعل ضرب، یضرب، اضرب کے مقابلہ میں موضوع نہیں بلکہ مفہوم کلی کے لیے کلمة تدل علی معنی فی نفسها مقترن باحد الازمنة الثلاثه اور ضرب، یضرب وغیرہ اس مفہوم کے افراد ہیں۔ تیسرا لفظ حرف کی وضع کلمة لاتدل علی معنی فی نفسه کے مقابلے میں ہے جس کی افراد یہی من، الی الفاظ وغیرہ ہے لہذا لفظ کی وضع لفظ

کے مقابلہ میں نہ ہوئی بلکہ مفہوم کلی کے مقابلہ میں ہوا تو سوال اول مندفع ہو گیا اور ایسے ہی ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ جملہ اور کلام یہ الفاظ مرکبہ کے مقابلہ میں موضوع ہیں بلکہ یہ بھی مفہوم کلی کے مقابلہ میں موضوع ہیں کہ ماتضمن کلمتین بالاسناد اور زید قائم اس مفہوم کلی کا فرد ہے۔ اسی طرح لفظ خبر کی وضع ہے۔ کہ مفہوم کلی مایحتمل الصدق والکذب کے لیے ہے جس کا ایک فرد زید قائم ہے لہذا یہ بات واضح ہو گئی کہ الفاظ کی وضع الفاظ مرکبہ مقابلہ کے میں نہیں بلکہ مفہوم کلی کے لیے ہوا کرتی ہے فاندفع الاشکال الثانی۔ اور سابقہ دونوں سوال تب وارد ہوتے ہیں جب یہ تسلیم کیا جائے کہ لفظ کی لفظ کے مقابلہ میں وضع ہوتی ہے کی لفظ کے یہ جواب علی سبیل الانکار ہوا۔

قولہ ولا یخفی سے مفرد تک مولانا جامی مذکورہ بالا جواب کو رد کرنا چاہتے ہیں جو کہ صاحب متوسط نے دیا تھا۔ رد کا حاصل یہ ہے یہ جواب تمام مواد یعنی الفاظ میں جاری نہیں ہوتا البتہ بعض الفاظ میں تو جاری ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے اسم، فعل، حرف، خبر، کلام، قضیہ وغیرہ میں جاری کیا ہے۔ لیکن بعض الفاظ میں یہ جواب جاری نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جب اضمار کا مرجع الفاظ ہو عام ازیں کہ یہ الفاظ مرکبہ ہوں یا مفردہ تو ایسی ضمائر کے بارے میں یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ مفہوم کلی کے لیے موضوع ہیں اس لیے کہ ان میں وضع اگرچہ عام ہوتی ہے لیکن ان کا موضوع لہ خاص ہوتا ہے۔ لہذا جب موضوع لہ خاص ہوا تو مفہوم کلی نہیں ہوا بلکہ مفہوم جزئی ہوا لہذا مجیب کا یہ دعویٰ غلط ہوا کہ لفظ کی لفظ کے مقابلہ میں وضع نہیں ہوتی بلکہ مفہوم کلی کے مقابلہ میں موضوع ہوا کرتا ہے اسی وجہ سے مولانا جامی نے اس جواب کو مؤخر کیا کیونکہ مردود تھا۔ ورنہ اصولی اعتبار سے انکاری جواب مقدم ہوا کرتا ہے لیکن **صاحب متوسط** کی طرف سے مولانا جامی کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہمارا جواب متقدمین کے مذہب پر ہے اور آپ نے جو وجہ ضعف بیان کی ہے وہ متاخرین کے مذہب پر ہے لہذا ہمیں متقدمین کا مذہب پسند ہے اس لیے آپ کو اعتراض کرنے کی اور یہ وجہ ضعف بیان کرنے کی زحمت نہیں کرنی چاہیے۔

فائدہ اسماء مضمرات، اسماء اشارات، اسما موصولات کے بارے میں دو مذہب ہیں متقدمین کا مذہب یہ ہے کہ ان کی وضع مفہوم کلی کے لیے ہے بشرط الاستعمال فی الجزئیات

اور متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ ان کا وضع تو جزئیات محسوسہ کے لیے ہے مگر عندالوضع مفہوم کلی تصور کیا جاتا ہے۔ مصنفؒ نے متقدمین کا مذہب پسند کیا ہے اور مرسید سند نے متاخرین کا مذہب پسند کیا ہے۔

قال الماتن مفرداً

لفظ **مفرداً** میں ترکیبی احتمال تین ہیں۔(۱) مرفوع (۲) منصوب (۳) مجرور

قال الشارح وهو ما مجرور على انه

لفظ مفرد کی ترکیب میں پہلے احتمال کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مفرد مجرور لفظا صفت ہے معنی کی جو مجرور تقدیرا ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ کلمہ اس لفظ کو کہا جاتا ہے کہ جو موضوع ہو معنی مفرد کے لیے اور معنی مفرد کہا جاتا ہے کہ لفظ کی جزء سے معنی کی جزء پر دلالت مقصود نہ ہو بلکہ مجموع کی دلالت مقصود ہو مجموع پر جیسے زید کا معنی ہے حیوان ناطق مع هذا التشخص لیکن لفظ زید میں (ز۔ی۔د) یہ لفظ کی جزء معنی جزء پر دلالت قطعاً نہیں کرتی بلکہ مجموعہ پر دلالت کرتی ہیں۔

قال الشارح وفيه انه يوهم

تک مولانا جامی ایک انتہائی اہم سوال نقل کر کے فينبغى سے اس کا جواب دینا چاہتے ہیں، سوال کے تقریر سے پہلے دو ضابطے سمجھ لیں۔

ضابطه اولى: جب موصوف بالصفة کا تعلق اور نسبت فعل یا شبہ فعل کیساتھ ہو تو اولاً موصوف کا تعلق صفت سے ہوتا ہے ثانیاً اس کا تعلق فعل یا شبہ فعل سے ہوتا ہے۔ جیسے جاء نى رجل عالم تو رجل کا تعلق پہلے علم والی صفت سے ہوگا بعد میں مجیئت فعل کیساتھ ہوگا۔

ضابطه ثانيه: لفظ میں وضع مقدم ہوتی ہے اور افراد اور ترکیب مؤخر ہوتی ہے یعنی ہر لفظ پہلے وضع ہوا کرتا ہے پھر وہ مفرد یا مرکب ہوتا ہے ان دو ضابطوں کے بعد اب سوال کی تقریر یہ ہوگی کہ اگر مفرد کو معنی کے صفت بنا دیا جائے تو معنی موصوف ہوگا مفرد اس کی صفت ہو جائے گی لہذا ابناء بر قاعدہ اولی کہ معنی متصف ہوگا افراد و ترکیب والی صفت کے ساتھ قبل الوضع حالانکہ قاعدہ ثانیہ کا تقاضا یہ ہے کہ معنی اولا وضع کے ساتھ متصف ہو بعد میں افراد و ترکیب والی صفت کے ساتھ، اس لیے کہ اولا لفظ کو کسی معنی کے لیے وضع کیا جاتا ہے پھر دیکھا جاتا ہے کہ لفظ کا جزء معنی کی جزء پر دال

ہے یا نہیں اگر نہ ہو تو یہ افراد ہے اور اگر ہو تو یہ ترکیب ہے، سوال کا تلخیص بطریقہ قیاس یہ ہوگی۔

لو کان المفرد صفتا للمعنی للزم اتصاف المعنی بالافراد والترکیب قبل الوضع ولکن التالی باطل فالمقدم مثله۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں مجاز بالمشارفۃ کا ارتکاب کیا گیا ہے اور مجاز بالمشارفۃ کہتے ہیں کسی چیز کا کسی وصف کے ساتھ متصف ہونا آئندہ زمانہ میں ہو لیکن اس کو پہلے ہی اس وصف کے ساتھ متصف کر دیا جائے بالکل ایسا ہی معنی نے وضع کے بعد افراد و ترکیب والے صفت کے ساتھ متصف ہونا تھا لیکن اس کو وضع سے پہلے ہی افراد و ترکیب والی صفت کے ساتھ متصف کر دیا گیا ہے۔ اور اس پر شاہد یہ کہ رسولؐ نے فرمان ہے کہ (من قتل قتیلا فله سلبه) تو اس روایت میں جس زندہ کافر نے بعد میں مقتول ہونے والی صفت کے ساتھ متصف ہونا تھا اس کو پہلے ہی مقتول ہونے والی صفت سے متصف کر دیا گیا اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے اعصر خمرا۔

قولہ مرفوع یہاں سے لفظ مفرد کی ترکیب میں دوسرا احتمال بیان کیا جا رہا ہے لفظ مفرد مرفوع ہو کر لفظ کی صفت ہے اب اس ترکیب کے مطابق کلمہ کی تعریف یہ ہوگی کلمہ ایک لفظ مفرد ہے جو وضع کیا گیا ہو معنی کے لیے اور لفظ مفرد کی تعریف شارح نے یہ کی کہ جزء لفظ جزء معنی پر دلالت نہ کرے کیونکہ اگر جز لفظ جزء معنی پر دلالت کرے گا تو وہ لفظ مرکب ہو گیا۔

قولہ ولا بد حینئذ سے مولانا جامی سوال نقل کر کے وکان سے جواب دے رہے ہیں۔

سوال اس دوسرے ترکیب کے مطابق لفظ کی دو صفتیں ہوں گی۔

(۱) وضع جس کو وضع سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ (۲) مفرد ہونا اور قاعدہ ہے جب کسی چیز کی دو صفتیں ہوں تو ان دونوں صفتوں کو ایک ہی انداز اور طریقے سے ذکر کرنا مستحسن ہوا کرتا ہے یعنی دونوں صفتوں کو یا تو بصورت جملہ ذکر کیا جائے یا دونوں کو بصورت صیغہ مفرد کے ذکر کیا جائے لیکن کیا وجہ ہے کہ صاحب کافیہ نے لفظ کی صفت اول کو تو بصورت جملہ ذکر کیا اور دوسرے صفت بصورت مفرد ذکر کیا۔

جواب دیا کہ وضع والی صفت بصورت جملہ ذکر کے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ وضع مفرد پر مقدم ہوتی ہے۔

سوال باقی رہی یہ بات کہ یہ صفت بصورت جملہ ذکر کرنے میں یہ بات کیسے معلوم ہوتی ہے اس کا جواب دیا حیث اتی بہ سے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس جملہ میں فعل ماضی کو ذکر کیا گیا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ فعل ماضی ہونے کی بناء پر تقدم پر دلالت کیا کرتی ہے

فائدہ سوال کہ فعل ماضی تو تقدم زمانی پر دال ہے اور وضع کا افراد پر مقدم ہونا یہ تقدم رتبی ہے تقدم زمانی تو نہیں ہے۔

جواب فعل ماضی اصل میں موضوع تو تقدم زمانی کو بیان کرنے کے لیے ہے لیکن یہاں پر فعل ماضی کو تقدم رتبی کے بیان کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے اس سے ایک اور سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا۔

سوال جب لفظ کی دو صفتیں ہیں ایک مفرد اور ایک جملہ تو وضع کو مفرد پر کیوں مقدم کیا گیا ہے

جواب: وضع چونکہ رتبہ کے لحاظ سے مقدم تھی تو اس کو ذکر میں بھی مقدم کر دیا مفرد پر۔

قال الشارح واما نصبه

لفظ مفرد کی ترکیب کے بارے میں تیسرے احتمال کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ مفرد حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے جس کے ذوالحال میں دو احتمال ہیں۔

(۱) وضع کے ضمیر ہو سے حال ہو۔

(۲) لفظ معنی سے حال ہو اگر وضع کی ضمیر سے حال ہو تو پھر تعریف یہ ہو گی کلمہ ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جو کہ کسی معنی کے مقابلہ میں موضوع ہو دراں حالیکہ وہ لفظ مفرد ہو۔ اور اگر معنی سے حال ہو تو پھر تعریف یہ ہو گی کلمہ ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جو موضوع ہو معنی کے مقابلہ میں درانحالیکہ وہ معنی مفرد ہو۔

سوال مولانا جامی نے تیسرے احتمال کو بیان کرتے ہوئے اپنے اسلوب کو کیوں بدلا ہے حالانکہ ماقبل میں کہا اما مجرور او مرفوع تو اس کے مناسب یہ تھا کہ یہاں پر یوں کہتے او منصوب

جواب وان لم یساعدہ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ تیسری ترکیب ضعیف ہے کیونکہ یہ رسم الخطی کے موافق نہیں کیونکہ رسم الخطی کا قاعدہ ہے جو چیز منصوب ہو اس کے آخر میں الف لکھتے ہیں جب کہ یہاں پر رسم الخط میں الف مکتوب نہیں بعض شارحین نے اس

کا جواب دیا ہے کہ رسم خط میں الف وہاں لکھا جاتا ہے جہاں صرف منصوب ہونے والا احتمال ہو۔اور بھی شرائط لکھی ہیں جیسے کاشفہ شرح میں احقر نے لکھ دیا ہے چونکہ مفرد میں منصوب ہونے کے علاوہ اور بھی احتمال تھے مجرور اور مرفوع ہونا اس لیے آخر میں الف نہیں لکھا ہوا۔

قال الشارح **فانه مفعول به بواسطة اللام**

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آج تک تو یہ بات سنی اور سنائی جارہی ہے کہ حال ہمیشہ فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے لیکن معنیً نہ تو فاعل ہے اور نہ مفعول ہے بلکہ مجرور ہے تو یہ ذوالحال کیسے بن سکتا ہے مفردا کے لیے۔

جواب مفعول به میں تعمیم ہے خواہ وہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ یہاں پر معنیً مفعول بہ بالواسطہ ہے کہ یہ اور جو بالواسطہ ہو تو اس کو مفعول بہ غیر صریح کہتے ہیں لہذا معنا کا ذوالحال بننا اور مفردا کا اس سے حال واقع ہونا درست ہوا۔

فائدہ سوال معنیً پر دوسرا اعتراض یہ وارد ہے کہ معنیً تو نکرہ ہے اور نکرہ کے ذوالحال ہونے کے لیے چند شرائط ہیں جن شرائط کا تفصیلی بیان تو حال کے بحث میں آئے گا لیکن یہاں پر ایک شرط سمجھیں کہ جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال کا ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہوا کرتا ہے جب کہ یہاں پر ایسا نہیں ہے۔

جواب حال ذوالحال نکرہ سے اس وقت مقدم کرنا واجب ہوتا ہے جب ذوالحال مجرور نہ ہو اور یہاں چونکہ ذوالحال مجرور ہے اس لیے حال کا ذوالحال پر مقدم کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اگر حال کو مقدم کریں تو دو صورتیں ہیں یا حال کو جامجرور دونوں سے مقدم کیا جائے گا یا صرف مجرور سے اور یہ دونوں باطل ہیں اول اس لیے کہ مجرور خود اپنے جار سے مقدم نہیں تو اس کا تابع بطریق اولی مقدم نہیں ہو سکتا اور ثانی اس لیے کہ باطل ہے کہ اگر حال کو صرف مجرور پہ مقدم کریں تو جار مجرور کے درمیان فاصلہ لازم آئے گا جو کہ درست نہیں۔

فائدہ وما ارسلنك الا كافة للناس سے شبہ نہ کیا جائے کیونکہ کافة مجرور سے حال نہیں بلکہ کاف ضمیر خطاب سے حال ہے۔

قال الشارح وجه صحته

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ ہوتا ہے کہ مفرداً کو نہ تو وضع کے ضمیر سے حال بنانا درست ہے اور نہ معنیً سے اس لیے کہ ضابطہ ہے حال اور ذوالحال کے عامل کے درمیان اتصال اور مقارنۃ کا ہونا ضروری ہے لیکن یہاں پر مقارنہ نہیں اس لیے کہ لفظ مفرد خواہ وضع کے ضمیر مستتر سے حال ہو یا معنیً سے حال ہو بعض تقدیر ذوالحال کا عامل وضع ہے اور یہ بات بیان ہو چکی ہے وضع مقدم ہوا کرتی ہے مفرد اور مرکب سے۔ تو لہذا مفرد مرکب ہونا مؤخر ہوا اور مؤخر مقدم کے درمیان اتصال اور مقارنت نہیں ہو سکتی۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ وضع اور مفرد کے درمیان اگرچہ مقارنت ذاتیہ نہیں لیکن مقارنت زمانیہ موجود ہے جس طرح کہ حرکت ید مقدم ہوتی ہے حرکت مفتاہ پر یہاں پر تقدم تاخر ذاتی ہے لیکن زمانے کے اعتبار سے مقارنت موجود ہے لہذا وضع اور مفرد دونوں کا زمانہ ایک ہے اور حال کے صحیح ہونے کے لیے صرف مقارنت زمانیہ کا پایا جانا کافی ہے

قال الشارح قيد الافراد

سے غیر کلامیة تک مولانا جامی کے غرض اس عبارت سے کلمہ تعریف میں جو مفرد کا لفظ ہے اس قید کے فائدے کا بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ نے کلمہ کے تعریف میں مفرد کی قید لگا کر مطلقا مرکبات کو کلمہ کے تعریف سے خارج کر دیا گیا ہے عام ازیں کہ وہ مرکبات کلامیہ ہو یعنی مرکبات تامہ زید قائم یا مرکبات غیر کلامیہ ہو یعنی مرکبات ناقصہ ہو جیسے غلام زید۔

قال الشارح فيخرج به عن حدالكلمة

تک مولانا جامی کی غرض دو سوالوں کا جواب دینا ہے۔

سوال اول کلمہ کی یہ تعریف جامع نہیں اس لیے کہ الرجل ،قائمة ،بصری اور اس جیسی مثالوں پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ مذکورہ الفاظ مرکب ہیں کہ ان کا جزء لفظ جزء معنی پر دلالت کر رہا ہے اس طرح کہ الرجل میں الف لام تعیین پر اور رجل ذات پر اور اسی طرح قائمة بغیر تاء کے

حالت قیام پر دال ہے۔ اور تاء دال ہے تانیث پر اور بصری میں بصرہ معین شہر پر دال ہے اور آخر میں یاء نسبت پر دال ہے تو ان پر یہ تعریف صادق نہ آئی حالانکہ ان میں کلمہ ہونے کہ علامت پائی جاتی ہے وہ ایک اعراب کا جاری ہونا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمات ہیں۔

جواب اگر یہ الفاظ مذکورہ کلمہ کی تعریف سے خارج ہوتے ہیں تو خارج ہونے دیا جائے باقی رہے یہ اشکال کہ ان الفاظ مذکورہ میں کلمہکی والی علامت پائی جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شدت اتصال کی وجہ سے ان کو لفظ واحد شمار کرتے ہوئے ان پر اعراب واحد جاری کر دیا گیا باوجودیکہ حقیقتا کلمہ نہیں۔

سوال اس جواب پر سوال ہوگا کہ اگر ان الفاظ مذکورہ میں شدت اتصال کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان پر دو اعراب جاری ہو سکیں گے حالانکہ ان میں دو اعراب جاری ہو نہیں سکتے اس لیے کہ ان میں ایک جز تو ایسی ہے کہ وہ اعراب کے مستحق نہیں مثال الرجل میں الف لام اس طرح باقی الفاظ میں قائمۃ اور بصوری میں جزء اول تو اعراب کے مستحق ہے لیکن جزء ثانی اعراب کے مستحق ہی نہیں ہے۔

جواب باعراب واحد س یمراد بکیفیۃ واحدۃ ہے یعنی اگر شدت اتصال نہ ہوتا تو یہ متکیف بکیفیتین ہوتیں۔(۱) بناء (۲) اعراب۔ چونکہ ان میں شدت اتصال ہے اس لیے یہ متکیف بکیفیۃ واحد ہ ہے۔

سوال ثانی کلمہ کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ لفظ عبداللہ حالت علمی میں کلمہ کی تعریف میں داخل ہو جاتا ہے اس لیے کہ لفظ عبداللہ حالت علمی میں ایک ذات معینہ مراد ہوا کرتا ہے تو اس وقت لفظ کی جزء معنی کی جزء پر دال نہ ہوئے۔ لہذا عبداللہ مفرد ہوا باوجود یہ کہ اس میں مرکب ہونے کی علامت پائی جاتی ہے وہ دو اعراب کا جاری ہونا ایک مضاف پر اور دوسرا مضاف الیہ پر۔

جواب مولانا جامی نے اس کا جواب بقی عبد اللہ سے دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر لفظ عبداللہ حالت علمی میں کلمہ کی تعریف داخل ہوتا ہے تو داخل ہونے دیا جائے باقی رہی یہ بات کہ اس میں مرکب ہونے والی علامت یعنی دو اعراب کا جاری ہونا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعلام میں کبھی کبھی وضع سابق کا لحاظ کرتے ہوئے دو اعراب جاری کر دیا جاتے ہیں اور لفظ

عبداللہ علم ہونے سے قبل چونکہ مرکب اضافی تھا تو اس مرکب اضافی کا لحاظ کرتے ہوئے دواعراب جاری کردیے ہیں۔

قولہ ولا یخفی علی الفطن سے ما اوردہ تک مولانا جامی کی غرض صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے جس سے پہلے ایک بات سمجھ لی جائے کہ علم نحو کی غرض لفظ عربی کے احوال کی پہچان ہے معرب اور مبنی کے لحاظ سے اسی طرح مرفوع اور منصوب اور مجرور ہونے کے لحاظ سے لہذا علم نحو کے اندر لفظ کی رعایت ہونی چاہیے معنی کی نہیں۔اور قائمۃ،اور بصری ان کے لفظ کی جزء معنی جزء پر دلالت کررہی ہے اور لفظ عبداللہ میں نہیں اور یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ الرجل، قائمۃ اور بصری لفظ کے اعتبار سے مفرد ہیں کیونکہ دولفظ ہیں ایک عبد اور دوسرا لفظ اللہ لیکن معنی کے اعتبار سے ایک ہے۔اب اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ نے جوکلمہ کے تعریف کی ہے اس میں دوخرابیاں اور دوفساد لازم آتے ہیں پہلی خرابی اور فساد یہ ہے کہ الرجل اور قائمہ اور بصری جیسے الفاظ کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے خارج کردیا ہے حالانکہ لفظ کا اعتبار کرکے داخل کرنا چاہیے تھا کیونکہ نحویوں کا مقصود الفاظ کی رعایت کرنا ہے نہ کہ معنی کی دوسرے خرابی اور فساد یہ ہے کہ لفظ عبداللہ کو معنی کے لحاظ کرکے داخل کردیا حالانکہ نحوی غرض کے اعتبار سے لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو خارج کرنا چاہیے تھا لہذا جو الفاظ خروج کے مستحق تھے ان کو داخل کردیا اور جو داخل ہونے کے مستحق تھے انہیں خارج کردیا۔

جواب صاحب کافیہ کی طرف سے مولانا جامی کو جواب دیا گیا ہے کہ آپ کا یہ کہنا کہ نحو میں فقط لفظ کی رعایت ہوا کرتی ہے یہ بات غلط ہے بلکہ لفظ عربی سے بحث کرنا ہوتی ہے۔اس حیثیت سے کہ وہ موضوع للمعنی ہے تو لہذا علم نحو کی غرض میں جیسے لفظ کو دخل ہے اسی طرح معنی کو بھی دخل ہے۔

قولہ وما اوردہ سے واعلم تک مولانا جامی کی غرض صاحب مفصل نے کلمہ کی جو تعریف کی ہے اس پر تبصرہ کرنا ہے کہ اس تعریف میں ایک خوبی ہے اور ایک نقصان ہے کہ صاحب مفصل نے کلمہ کی یہ تعریف کی ہے کہ الکلمۃ لفظۃ دالۃ علی معنی مفرد بالوضع اور صاحب کافیہ نے کلمہ کی تعریف کی ہے الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد۔مولانا جامی فرماتے ہیں کہ صاحب

مفصل کا بیان کردہ تعریف کلمہ میں ایک فائدہ اور خوبی ہے اور ایک نقصان ہے، فائدہ تو یہ ہے کہ جو الفاظ کلمہ کی تعریف سے خارج ہونے کے مستحق تھے ان کو لفظة کے تاء سے خارج کردیا ہے جیسے لفظ عبداللہ حالت علمی میں کلمہ کی تعریف سے خارج ہونے کے مستحق تھے تو ان کو تاء کے ذریعہ سے خارج کردیا اور نقصان یہ ہے جو الفاظ شدت اتصال کی وجہ سے داخل ہونے کے مستحق تھے جیسے الرجل اور القائمة اور بصری ان کو معنی کے ساتھ مفرد کی قید لگا کر کلمہ کی تعریف سے خارج کردیا ہے اگر صاحب مفصل معنی کے ساتھ مفرد کی قید نہ لگاتے تو زیادہ بہتر تھا اس لیے کہ جو الفاظ خروج کے مستحق تھے وہ بھی خارج ہو جاتے اور جو دخول کے مستحق تھے وہ داخل ہو جاتے بخلاف صاحب کافیہ کے کہ اس میں دو نقصان اور دو خرابیاں ہیں۔

(۱) کہ صاحب کافیہ نے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ان الفاظ کو خارج کردیا جو داخل ہونے کے مستحق تھے۔

(۲) اور معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ان الفاظ کو داخل کردیا جو خارج ہونے کے مستحق تھے۔ لہذا صاحب مفصل کی بیان کردہ تعریف میں ایک نقصان اور خرابی ہے بخلاف صاحب کافیہ کے کہ اس کی تعریف میں دو نقصان ہیں۔

جواب صاحب مفصل نے لفظ کا اعتبار بھی کیا اور معنی کا بھی، لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے عبداللہ جیسے الفاظ کو حالت علمی میں کلمہ کی تعریف سے خارج کردیا اور معنی کا لحاظ کرتے ہوئے الرجل اور قائمة کو خارج کردیا مفرد کی قید لگا کر بخلاف صاحب کافیہ کے کہ انہوں نے صرف معنی کا لحاظ کیا لفظ کا لحاظ نہیں کیا صاحب کافیہ کی طرف سے جواب دے دیا گیا ہے

قال الشارح واعلم ان الوضع

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال صاحب مفصل نے کلمہ کی تعریف میں دلالت کا ذکر کیا ہے جب صاحب کافیہ نے دلالت کا ذکر نہیں کیا اب سوال یہ ہے کہ دلالت کلمہ کی تعریف میں معتبر ہے یا نہیں اگر معتبر ہے تو صاحب کافیہ نے ذکر کیوں نہیں کیا جس سے کلمہ کی تعریف کا ناقص ہونا لازم آتا ہے اور اگر معتبر نہیں تو صاحب مفصل نے کیوں ذکر کیا ہے جس سے تعریف کا لغو اور بے فائدہ لفظ پر

مشتمل ہونا لازم آتا ہے۔

جواب جواب سے پہلے ایک فائدہ جان لیں وہ یہ ہے کہ وضع دلالت کو مستلزم ہے لیکن دلالت وضع کو مستلزم نہیں، وضع دلالت کو مستلزم ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ دلالت کہا جاتا ہے کون شئ بحیث یفهم منه شئ آخر۔ کسی چیز کا اس حیثیت سے ہونا کہ اس سے شئ آخر سمجھی جائے تو پہلے شئ دال ہے اور دوسری شئ مدلول ہوگی اور اس نسبت کا نام دلالت ہے اور وضع کی تعریف میں یہ کہا گیا ہے کہ تخصیص شئ بشئ جس میں شئ اول سے شئ ثانی کا سمجھنا بھی دلالت ہے لہذا وضع پائی جائے گی وہاں دلالت کا پایا جانا ضروری ہے لیکن دلالت وضع کو مستلزم نہیں۔ اس لیے کہ دلالت میں تعمیم ہے کہ دلالت بالطبع ہو یا دلالت بالعقل ہو یا دلالت بالوضع ہو۔ اور دلالت بالوضع میں تو دونوں چیزیں موجود ہیں دلالت بھی ہے اور وضع بھی ہے لیکن دلالت طبعیہ اور دلالت عقلیہ میں دلالت تو ہے لیکن وضع موجود نہیں اب جواب کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ کی تعریف میں دلالت معتبر ہے باقی رہا یہ اشکال صاحب کافیہ نے دلالت کا ذکر کیوں نہیں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب کافیہ نے کلمہ کی تعریف میں ابتداء وضع کو ذکر کیا ہے۔ اور چونکہ وضع کا ذکر دلالت کے ذکر کو مستلزم تھا اس لیے دلالت کو ذکر نہیں کیا بخلاف صاحب مفصل کے انہوں کے کلمہ کی تعریف میں ابتدا دلالت کو ذکر کیا ہے۔ اور دلالت چونکہ وضع کو مستلزم نہیں تھا اس لیے بعد میں وضع کو ذکر کرنا پڑا۔

قوله ﴿وهی اسم وفعل وحرف﴾

کلمہ کی تعریف کے بعد صاحب کافیہ کلمہ کی تقسیم بیان کرر ہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف

فائدہ تعریف کے بعد تقسیم سے تین فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) تعریف سے شئ کا وجود ذہنی معلوم ہوتا ہے اور تقسیم سے وجود خارجی معلوم ہوتا ہے۔

(۲) تعریف سے شئ کا مفہوم معلوم ہوتا ہے اور تقسیم سے مصداق معلوم ہوتا ہے

(۳) تعریف سے شئ کا اجمالاً علم ہوتا ہے اور تقسیم سے شئ کا تفصیلاً علم ہو جاتا ہے۔

قال الشارح ای الکلمه

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ھی ضمیر کا مرجع کیا ہے جس میں دو احتمال ہیں۔

(۱) کلمہ کی طرف راجع ہو۔ (۲) مفہوم کلمہ کی طرف راجع ہو کلاھما باطلان لفظ کلمہ کی طرف راجع کرنا اس لیے باطل ہے کہ لفظ کلمہ اسم ہے یہ تقسیم اسم کے ہوگی کہ اسم کی تین قسمیں ہوں گی اسم ہے اور فعل ہے اور حرف ہے اس سے تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ کی خرابی لازم آئے گی اور مفہوم کلمہ کا مرجع ہونا اس لیے باطل ہے کہ راجع مرجع میں مطابقت نہیں رہتی کہ مفہوم کلمہ تو مذکر ہے جب کہ ضمیر مؤنث ہے۔

جواب اول ھی ضمیر کا مرجع لفظ کلمہ ہے لیکن تقسیم باعتبار مفہوم کلمہ کے ہے لہذا راجع مرجع میں مطابقت ہوگی اور تقسیم الشئ الی نفسہ والی غیرہ کی خرابی بھی لازم نہیں آئے گی۔

جواب ثانی ضمیر کا مرجع مفہوم کلمہ ہے اور یاد رکھیں ہر لفظ کا مفہوم مذکر نہیں ہوتا بلکہ مفہوم لفظ۔ لفظ کے تابع ہوتا ہے اگر لفظ مذکر ہو تو مفہوم بھی مذکر ہوگا اور اگر لفظ مؤنث ہو تو مفہوم بھی مؤنث ہوگا یہاں چونکہ لفظ کلمہ مؤنث ہے تو مفہوم بھی مؤنث ہوگا۔ تو لہذا راجع مرجع مطابقت پائی گئی۔

قولہ ای منقسمة یہ عبارت تین سوالات مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال اول کہ ھی ضمیر مبتداء ہے اسم و فعل و حرف خبر ہے، ٹھیک ہے یہاں مبتداء خبر کے درمیان میں تذکیر و تانیث کے مطابقت کی شرائط موجود نہیں۔ لیکن پھر بھی شرائط نہ ہونے کے باوجود مبتداء اور خبر میں مطابقت مستحسن اور مستحب ہے یہاں پر اس استحباب کو ماتنؒ نے کیوں ترک کیا۔

سوال ثانی یہ ضمیر مبتداء ہے اور اسم و فعل و حرف بذریعہ عطف خبر ہے حالانکہ ان کا خبر ہونا درست نہیں کیونکہ خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے اور اسم و فعل و حرف کا مبتداء پر حمل درست نہیں۔ اس لیے کہ الکلمہ جنس ہے اور اسم و فعل و حرف نوع ہے اور نوع کا حمل جنس پر نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ الحیوان انسان کہنا درست نہیں بلکہ جنس کا حمل نوع پر ہوتا ہے

سوال ثالث قاعدہ الضمیر اذا داربین الخبر والمرجع فرعایب الخبر اولی من المرجع۔ کہ جب ضمیر خبر اور مرجع کے درمیان دائر ہو تو خبر کے رعایت کے جاتے ہے مرجع کا

نہیں عقلی طور پر چار احتمال ہیں۔

(۱) مرجع اور خبر دونوں مذکر ہو تو ضمیر مذکر ہوتی ہے۔

(۲) مرجع اور خبر دونوں مؤنث ہوں تو ضمیر مؤنث ہوتی ہے۔

(۳) مرجع مذکر اور خبر مؤنث ہو تو ضمیر مؤنث لانی چاہیے۔

(۴) مرجع مؤنث خبر مذکر ہو تو ضمیر مذکر لانا چاہیے۔

یہاں پر مصنف نے مرجع کی رعایت کرتے ہوئے ضمیر مؤنث لائے ہیں حالانکہ خبر کے رعایت کرتے ہوئے ضمیر کو مذکر ہو لانا چاہیے تھا کیونکہ وہ مفید للسامع ہے اور داخل فی الکلام ہے۔

سوال اول کا جواب: کہ ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ خبر اسم و فعل و حرف ہے بلکہ اس کی خبر محذوف ہے جو منقسمة الی هذه الاقسام اور پھر خبر بمع متعلقات حذف کر کے اسم و فعل و حرف کو اس کی جگہ رکھ دیا۔

سوال ثانی کا جواب: کہ جب خبر منقسمة محذوف ہے لہٰذا حمل النوع علیٰ الجنس کی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

سوال ثالث کا جواب کہ جب خبر منقسمة محذوف ہے تو یہ اعتراض بھی مندفع ہوا کہ ماتن علیہ الرحمۃ نے مرجع کی رعایت کی ہے۔ خبر کی نہیں بلکہ خبر ہی کہ رعایت کرتے ہوئے ضمیر مؤنث لائے ہیں۔

فائدہ سوال ماتن علیہ الرحمۃ کی تقسیم باطل ہے کیونکہ اقسام کے درمیان حرف عطف واؤ کو لایا گیا ہے اور واؤ جمع سے کئی چیزوں کو جمع کیا جائے تو وہ لفظ جمع کی طرح ہوا کرتا ہے جیسے مسلمون کہا جائے یا یوں کہا جائے مسلم و مسلم و مسلم ان میں فرق نہیں اب اس قاعدہ کی بناء پر مطلب یہ ہوگا کہ کلمہ اسم اور فعل اور حرف کے مجموعے کا نام ہے یعنی یہ مجموعہ مل کر کلمہ کی قسم ہے، ہر ایک علیحدہ علیحدہ قسم نہیں حالانکہ ہر ایک کلمہ کا علیحدہ مستقل قسم ہے لہٰذا یہ تقسیم باطل ہے۔

جواب جس سے پہلے ایک فائدہ جان لیں۔

فائدہ کہ تقسیم دو قسم پر ہے۔

(۱) تقسیم الکلی الی الجزئیات جیسے انسان کی تقسیم زید، عمرو، بکر، وغیرہ کی طرف۔

(۲) تقسیم الکل الی الاجزاء جیسے البیت سقف وجدران اور جیسے السکنجبین ماء وخل وعسل ان دونوں میں تین فرق ہیں۔

(۱) شئ کی جزئیات شئ سے خارج ہوتی ہیں جب کہ اجزاء شئ کی شئ میں داخل ہوتی ہیں۔

(۲) کلی کا حمل جزئیات میں سے ہر ہر جزئی پر ہوتا ہے جیسے کہا جائے الانسان حیوان اسی طرح الفرس حیوان لیکن کل کا حمل اس کے اجزاء میں سے ہر ہر جزء پر نہیں ہوتا، یوں نہیں کہا جاتا کہ السکنجبین ماء۔

(۳) تقسیم الکلی الی الجزئیات میں حکم مقدم ہوتا ہے عطف مؤخر ہوتا ہے۔

اور تقسیم الکل الی الاجزاء میں عطف مقدم ہوتا ہے اور حکم مؤخر ہوتا ہے جیسے السکنجبین ماء وخل وعسل اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ شکنجی پانی اور سرکہ اور عسل ہے۔ یوں نہیں کہیں گے کہ شکنجی پانی ہے اور سرکہ ہے اور شہد ہے یعنی لفظ (اور) یہ عطف کا معنی ہے جو کہ مقدم اور لفظ (ہے) جو کہ حکم کا معنی ہے یہ مؤخر ہے اور تقسیم کلی کے مثال الانسان زید وعمرو وبکر اس میں حکم مقدم ہے کہ انسان زید ہے اور عمرو ہے اور بکر ہے۔ اس میں حکم لفظ (ہے) جو مقدم ہے اور عطف جو لفظ (اور) ہے وہ مؤخر ہے اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ سوال آپ تب وارد ہوتا جب یہ تقسیم الکل الی الاجزاء ہوتی حالانکہ یہ تقسیم الکلی الی الجزئیات ہے جس میں حکم مقدم ہوتا ہے عطف مؤخر ہوتا ہے۔ اب ترجمہ اس طرح ہوگا کہ وہ کلمہ اسم ہے اور فعل ہے اور حرف ہے لہذا ہر ایک کا حمل کلمہ پر ہوگا اور کلمہ کا ہر ایک پر اطلاق ہوگا۔

فائدہ سوال کہ اقسام کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اقسام اولیہ (۲) اقسام ثانویہ۔

اقسام اولیہ کی تعریف: ایسے اقسام کو کہا جاتا ہے جو شئ کے تقسیم کرنے سے بلاواسطہ حاصل ہو۔

اقسام ثانویہ کی تعریف: یہ ایسے اقسام کو کہا جاتا ہے جو شئ کے قسموں واسطے سے حاصل ہو۔ اب سوال ہوتا ہے کہ کلمہ کے اقسام ثلاثہ کون سے اقسام ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ کلمہ کہ یہ اقسام اقسام اولیہ ہیں تو اقسام اولیہ تو کلمہ کے تو صرف دو ہیں

(۱) دال علی المعنی فی نفسہا ای مستقل۔

(۲) غیر دال علی معنی فی نفسها ای غیر مستقل اور اگر یہ کہا جائے کہ کلمہ کہ یہ اقسام اقسام ثانویہ ہے تو کلمہ کے اقسام ثانویہ تین نہیں بلکہ تین سے زائد ہیں یعنی معرب اور مبنی ہونا اسی طرح مرفوع اور منصوب اور مجرور ہونا یہ بھی کلمہ کے اقسام ہیں جو قسموں کے واسطے حاصل ہوتے ہیں تو الحاصل کہ یہاں اقسام سے کونسے اقسام مراد ہیں۔

جواب: یہ اقسام نہ تو کلمہ کے اقسام اولیہ ہونے کے اعتبار سے ہیں اور نہ ہی ثانویہ ہونے کے اعتبار سے بلکہ اسم اور فعل اور حرف کا کلمہ کے اقسام ثلاثہ ہونا مختلفة الاحوال ہونے کے ساتھ ساتھ کلام کا مادہ تام ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے چنانچہ اسم کلام کا مادہ تام ہے کیونکہ کلام کے دونوں جزئیں بن سکتا ہے مسند اور مسند الیہ اور فعل کلام کا مادہ ناقصہ ہے کیونکہ یہ مسند تو بن سکتا ہے مسند الیہ نہیں اور حرف کلام کا نہ تو مادہ تامہ ہے اور نہ مادہ ناقصہ کیونکہ نہ یہ مسند بن سکتا ہے اور نہ مسند الیہ تو لہذا یہ مخلف الاحوال ہونے کے ساتھ ساتھ کلام کا مادہ تامہ ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔ کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم کلام کا مادہ تامہ ہے اور فعل کلام کا مادہ ناقصہ ہے اور حرف کلام نہ مادہ تامہ ہے اور نہ مادہ ناقصہ۔

قال الشارح وهی منحصرة فیها

شارح علیہ رحمۃ کی غرض لانها کا متعلق بتانا ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: لانها سے دلیل حصر کا بیان ہے اور دلیل حصر تقاضا کرتی ہے دعویٰ حصر کا جو کہ یہاں مذکور نہیں تو دلیل کا ہے کی۔

جواب: لانها میں جار مجرور کا متعلق منحصرة مقدر ہے لہذا اب دعویٰ حصر بھی مذکور ہو گیا جس کے لیے دلیل حصر کا ذکر کرنا درست ہوا، کہ کلمہ منحصر ہے اقسام ثلاثہ میں۔

فائدہ سوال اس بات پر قرینہ کیا ہے کہ یہاں پر منحصرة مقدر ہے۔

جواب: کا حاصل یہ ہے کہ مقام بیان میں سکوت کرنا یہ حصر ہوتا ہے کہ قاعدہ ہے کہ السکوت فی معرض البیان بیان تو ماتن علیہ الرحمۃ کا تقسیم کے مقام میں اقسام ثلاثہ کو بیان کرنے کے بعد خاموش ہونا قرینہ ہے اس بات پر کہ کلمہ منحصر ہے اقسام ثلاثہ میں۔

سوال: لانها جار کا مجرور کا متعلق منقسمة کیوں نہیں بنایا جاسکتا۔

جواب: لانها یہ دلیل ہے اور منقسمة تقسیم ہے اور تقسیم تصورات کے قبیل سے ہے اور دلیل تصورات کے قبیل سے نہیں بلکہ تصدیقات کے قبیل سے ہوا کرتی ہے لہذا اس کا متعلق ایسے چیز کو بنایا جاسکتا ہے جو تصدیقات کے قبیل سے ہو اور وہ منحصرة ہے۔

سوال: حصر کی چار قسمیں ہیں (۱) حصر عقلی (۲) حصر قطعی (۳) حصر استقرائی (۴) حصر جعلی۔

وجه حصر: کہ صرف اقسام کے مفہوم کا ملاحظہ کرنا جزم بالانحصار کے لیے کافی ہوگا یا نہیں اگر کافی ہو تو یہ حصر عقلی ہوگا اس کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ یہ اثبات اور نفی کے درمیان دائر ہوتا ہے۔ اور اگر صرف اقسام کے مفہوم کا ملاحظہ جزم بالانحصار کے لیے کافی نہ ہو تو یہ تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ دلیل کی طرف احتیاجی ہوگی یا تتبع اور تلاش کی طرف احتیاجی ہوگی یا قاسم یعنی تقسیم کنندہ کی طرف احتیاجی ہوگی۔ اگر دلیل کی طرف ہے تو یہ حصر قطعی ہے اور اگر تتبع اور تلاش کی طرف احتیاجی ہوگی تو یہ حصر استقرائی ہے اور اگر تقسیم کنندہ کی طرف احتیاجی ہوگی تو یہ حصر جعلی ہے۔ اب سوال کا حاصل یہ ہوگا کہ کلمہ کے انحصار ثلاثہ میں ان چاروں قسموں میں سے کون سی قسم ہے۔

جواب: اس میں شارحین کے دو قول ہیں۔

قول اول: یہ حصر عقلی ہے اس پر سوال ہوتا ہے کہ حصر عقلی تو نفی اور اثبات کے درمیان دائر ہوتا ہے جبکہ یہاں پر نفی اور اثبات کے اعتبار سے کلمہ کی صرف دو قسمیں نکل آتی ہیں (۱) داله علی معنی فی نفسها (۲) غیر داله علی معنی فی نفسها تین نہیں بنتی لہذا حصر عقلی کہنا غلط ہے۔

جواب: کہ در حقیقت ایک تقسیم دو تقسیموں کی قوت میں ہے پہلی تقسیم الکلمة اما اسم اولیس باسم دوسری تقسیم مالیس باسم امافعل اولیس بفعل تو ہر دونوں تقسیمیں دائر ہوگئیں نفی اور اثبات کے درمیان۔

قول ثانی: کہ یہ حصر قطعی ہے اس لیے کہ الکلمة اما اسم اولیس باسم اور ما لیس باسم امافعل اولیس بفعل اور لیس بفعل کا حرف میں بند ہونا یہ دلیل کی طرف احتیاجی ہے اور یہی حصر قطعی ہے اور یہ چونکہ دلیل کی طرف محتاج ہوا کرتا ہے اس لیے ماتن صاحب کافیہ لانھا سے

دلیل کو بیان کرر ہے ہیں۔

قولہ لانها ای الکلمة مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: دلیل اور دعویٰ میں مطابقت نہیں کیونکہ دلیل میں دلالت کا ذکر ہے اور کلمہ کی تعریف جو دعویٰ ہے اس میں دلالت کا ذکر نہیں۔

جواب: مطابقت موجود ہے کیونکہ تعریف کلمہ میں وضع کا ذکر ہے اور وضع مستلزم ہے دلالت کو لھذا دعویٰ میں بھی دلالت کا ذکر ہوا۔

قولہ اما من صفتها ایک مشہور سوال کا جواب ہے۔

سوال: لانہا میں ھا ضمیر جو ان کا اسم ہے یہ کلمہ کے طرف راجع ہونے کی وجہ سے ذات ہے۔ ان تدل بتاویل مصدر اَن کی خبر ہے تو لازم آیا وصف کا حمل ذات پر جو کہ جائز نہیں ہوتا اس کے متعدد جواب دیے گئے ہیں سب سے پہلے وہ جواب جو مولانا جامی کو پسند تھا وہ نقل کرر ہے ہیں۔

مولانا جامی کا جواب اس کا حاصل یہ ہے کہ ان تدل خبر نہیں بلکہ مبتداء مؤخر ہے جسکی خبر من صفتها مقدر ہے۔ اور یہ مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر پھر خبر ہے اَن کی
اور قاعدہ یاد رکھیں جملہ من حیث الجملہ ذات مع الوصف ہوا کرتا ہے اور ذات مع الوصف کا حمل ذات پر جائز ہوا کرتا ہے۔ اب عبارت کا حاصل یہ ہوگا الکلمة اما صفتها الدلالة علی معنیً فی نفسها اوصفتها عدم الدلالة علی معنیً فی نفسها۔

سوال: کلمہ من کو زائد کیوں کیا ہے۔

جواب: کلمہ من کو زائد کر کے اس بات پر تنبیہ کردی کہ کلمہ کے جملہ اوصاف دلالت وعدم دلالت اور اقتران بالزمان اور عدم اقتران بالزمان میں بند نہیں بلکہ اس کے اور بھی اوصاف ہیں۔ یہاں پر من تبعیضیہ ہے یعنی کلمہ کے یہ بعض اوصاف ہیں۔

جواب ثانی یہاں مضاف لفظ حال محذوف ہے اسم کی جانب میں۔ اب تقدیر عبارت یہ ہوگی ان حالها اما ان تدل الخ۔ تو اب دلالت کا حمل کلمہ پر نہیں ہوگا بلکہ کلمہ کی حالت پر ہوگا۔ اور حالت بھی چونکہ کلمہ کی ایک وصف ہے۔ لہذا وصف کا حمل وصف پر ہوگا جو کہ صحیح ہے۔

جواب ثالث کہ یہاں مضاف لفظ دلالت اسم کی جانب میں محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی

لان دلالتها اما ان تدل۔ اب دلالت کا حمل دلالت پر ہوگا جو کہ وصف کا حمل وصف پر ہوا۔

جواب رابع کہ اسم کی بجائے خبر میں تاویل کرتے ہیں کہ خبر کی جانب میں لفظ ذات مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی لانہا اما ذات دلالتها علی معنیً فی نفسها۔ اب معنی یہ ہوگا کہ کلمہ یا تو ذو دلالت علی معنیً فی نفسہا ہوگا یا ذو دلالت علی معنیً فی نفسہا نہیں ہوگا۔ اس صورت میں ذات مع الوصف کا حمل ہوگا ذات پر جو کہ جائز ہے۔

جواب خامس کہ ان تدل مصدر تاویلی ہو کر اسم فاعل دالۃ کے معنی میں ہے اور اسم فاعل چونکہ ذات مع الوصف ہوتا ہے اور ذات مع الوصف کا حمل ذات پر جائز ہوا کرتا ہے۔

جواب سادس میر سید شریف نے جواب دیا ہے کہ یہاں پر کسی لفظ کو مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ مصدر کی دو قسمیں ہیں مصدر حقیقی اور مصدر تاویلی۔ اور وہ جو ضابطہ ہے کہ مصدر کا حمل ذات پر نہیں ہوتا وہ ضابطہ مصدر حقیقی کے بارے میں ہے اور یہاں پر مصدر تاویلی ہے جس کا حمل ذات پر جائز ہوتا ہے۔

اجوبہ خمسہ پر تبصرہ: پہلے دونوں جواب مرجوح ہیں جن کی ایک وجہ مشترک یہ ہے کہ حمل کی خرابی جب خبر میں ہے تو محذوف بھی اور تصرف خبر کے طرف ماننا چاہیے نہ کہ اسم کی جانب میں۔ یہ تو ایسے ہے کہ قصور کسی اور کا اور سزا کسی اور کو،

پہلے جواب کے مرجوح ہونے کے دوسری وجہ یہ ہے۔ اس تاویل میں تقسیم حال کلمہ کی ہوگی حالانکہ مقصود نفس کلمہ کی تقسیم ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس تاویل میں کلمہ کے احوال کا منحصر ہونا لازم آئے گا دلالت اور عدم دلالت میں حالانکہ کلمہ کے اور بھی بہت سارے احکام ہیں اور دوسرے جواب کے مرجوح ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مابعد کہ اندر اولا تدل کے اندر یہ جواب جاری نہیں ہوسکتا کیونکہ اولا تدل بالواسطہ عطف کے خبر ہے اَنّ کی جس کا حاصل عدم دلالت ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی لان دلالتها اما عدم الدلالۃ تو لازم آئے گا عدم دلالت کا حمل دلالت پر جو کہ اجتماع ضدین اور متنافین ہے۔

تیسرے جواب کہ مرجوح ہونے کہ وجہ یہ ہے کہ اس میں مجاز فی المجاز کی خرابی لازم آتی ہے کہ پہلے مضارع کو مصدر میں کے تاویل ہی کرنا پھر مضارع کو اسم فاعل کے تاویل ہی کرنا یہ

مجاز در مجاز ہوگا۔

جواب چہارم کے مرجوح ہونے کے وجہ یہ ہے کہ محققین نے اس فرق کو تسلیم نہیں کیا بلکہ ان کے نزدیک جس طرح مصدر حقیقی کا حمل ذات پر صحیح نہیں ہوتا اسی طرح مصدر تاویلی کا بھی جائز نہیں ہوتا۔

پانچویں جواب کے مرجوح ہونے کے وجہ یہ ہے کہ لفظ ذو محذوف ماننے میں سے خبر ذات بن جائے گی حالانکہ خبر میں صفت ملحوظ ہوا کرتی ہے۔

دوسری وجہ مرجوح ہونے کی یہ ہے کہ ذو ان مصدر یہ کے مقتضیٰ کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان مصدر یہ ذات کو وصف بنانا چاہتا ہے اور لفظ ذو مصدر کو ذات بنانا چاہتا ہے لہذا جب یہ اجوبہ خمسہ مرجوح ہوئے تو مولانا جامی نے جو جواب نقل کیا ہے وہی راجح ہوا۔

قال الشارح كائن في نفسها

سے شارح علیہ رحمۃ نے فی نفسھا کی ترکیب بتادی کہ فی نفسھا ظرف مستقر ہوکر کائن کے متعلق ہے جس سے رضی اور فاضل ہندی پر رد بھی مقصود ہے وہ اس طرح کہ رضی نے کہا کہ فی نفسھا ظرف لغو ہے جو ان تدل کے متعلق ہے۔ شارحؒ نے رد کردیا کہ ظرف لغو نہیں بلکہ مستقر ہے کیونکہ ظرف لغو بنانے کے صورۃ میں دو فساد لازم آتے ہیں۔ (۱) مجاز کا ارتکاب کرنا پڑے گا کہ فی کے بمعنی باء یا بمعنی علی کے کرنا پڑتا ہے اس لیے کہ دلالت کا صلہ با ء یا علی ہوتا ہے۔ اور تعریف میں مجاز کا ارتکاب کرنا جائز نہیں ہوتا کیوں کہ تعریف سے وضاحت مقصود ہوتی ہے اور مجاز میں ابہام ہوتا ہے۔

(۲) دوسری وجہ کہ موصوف صفت کے درمیان فاصلہ بالاجنبی لازم آتا ہے اس لیے کہ معنی موصوف ہے اور فی نفسھا کی صفت ہے اس طرح لفظ کائن نکال کر شارح ہندی پر رد بھی کردیا کہ اس نے فی نفسھا کو ظرف مستقر مان کر معنًی سے حال بنایا ہے اور کائنا کو بناء پر حالت منصوب پڑھتے ہیں اس کا ردیوں ہوتا ہے کہ تعریف میں عموم وشمول اور اطلاق اصل ہے اور حال ہونا اس کے منافی ہے کہ جو حال عامل ذوالحال کے لیے قید ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح والمراد بالكون

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: فی نفسھا کا ذکر بے فائدہ ہے اس لیے کہ فی نفسھا کا مطلب یہ بتانا ہے کہ معنی کلمہ کا مدلول ہے حالانکہ یہ مقصود ان تدل سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

جواب: فی نفسھا کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ باعتبار ذات کہ اپنے معنی پر دلالت کرے بغیر کسی ضم ضمیمہ کہ اور ان تدل میں فقط یہ ہے کہ اپنے معنی پر دلالت کرے خواہ باعتبار ذات کے ہو یا باعتبار ضم ضمیمہ کے الحاصل ان تدل میں دلالت مطلقہ کا ذکر ہے اور فی نفسھا میں دلالت مقیدہ کا ذکر ہے لہذا فی نفسھا کا ذکر کرنا بے فائدہ اور مستدرک نہ ہوا۔

قوله اولا

قال الشارح من صفتها ان لا تدل علی معنی

شارح علیہ الرحمۃ حاصل عطف بیان کرر ہے ہیں۔

لا کا عطف ہوا ان لا تدل پر اور قاعدہ یہ ہے کہ جو عبارت معطوف علیہ کے متعلق ہوتی ہے وہی عبارت معطوف کے متعلق بھی ہوتی ہے اور جس طرح تدل معطوف علیہ سے پہلے من صفتھا مقدر تھا اسی طرح معطوف سے پہلے بھی من صفتھا مقدر ہوگا و من صفتھا ان لا۔

سوال لا حرف اور تدل جملہ ہے اور لازم آ رہا ہے عطف حرف کا جملہ پر جو کہ جائز نہیں۔

جواب: یہاں عبارت مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و من صفتھا ان لا تدل لہذا اب جملہ کا جملہ پر عطف ہوا جو کہ جائز ہے اب دلیل حصر کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کی صفت دلالت علی معنی فی نفسھا ہوگی یا اس کے صفت عدم دلالت علی معنی فی نفسھا ہوگی تو شق اول دلالت علی معنی فی نفسھا ہوئی اور شق ثانی عدم دلالت ہوئی۔

قال الشارح بل علی معنی

سے تعین مراد مصنف کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: اولا کے تحت دو صورتیں داخل ہیں (۱) کلمہ کے کسی معنی پر سرے سے دلالت ہی نہ ہو جیسے لفظ مہمل (۲) کہ کلمہ کے کسی معنی پر دلالت ہو لیکن معنی مستقل پر دلالت نہ ہو اور مابعد میں کہہ رہے ہیں کہ الثانی الحرف کہ ثانی کو اولا کے تحت داخل کیا تو اولا میں دو صورتیں داخل ہیں جس سے معلوم ہوا کہ دونوں صورتیں حرف ہیں حالانکہ اولا کے تحت جو دو صورتیں داخل ہیں ان میں سے

صرف دوسرے صورت حرف ہے نہ کی پہلی صورت۔

جواب شارح علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ الثانی الحرف سے مراد اولا کے تحت جو دوسری صورت داخل ہے وہی مراد ہے کہ کلمہ معنی مستقل پر دال نہ ہو۔

قولہ وسیجئی سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال شق اول میں تھا کہ معنی مستقل بالمفہومیت اور شق ثانی میں تھا معنی غیر مستقل بالمفہومیت ان کے کیا تحقیق ہے مولانا جامی نے جواب دیا کہ اس کی تحقیقی اسم کے تعریف میں آئے گی انشاء اللہ تعالی۔

قولہ القسم الثانی الخ متن میں آیا ہے کہ الثانی حرف ہے۔

سوال : کہ ثانی اسم فاعل کا صیغہ ہے تو یہ اسم ہے حرف کیسے کہہ دیا یا مصنف نے جواب الثانی یہ صیغہ صفت کا ہے جس کا موصوف القسم محذوف اب معنی یہ ہوگا کہ قسم ثانی حرف ہے نیز ایک اور سوال کا جواب بھی ہو گیا جس کا حاصل یہ تھا کہ الثانی کلمہ کے صفت ہے اور کلمہ مؤنث ہے تو موصوف صفت میں مطابقت نہ ہوئی۔

جواب الثانی یہ صفت الکلمہ کی نہیں بلکہ الثانی صیغہ صفت کے لیے القسم موصوف محذوف ہے۔

قال الشارح هو مالا يدل

سے الثانی کے مصداق کا بیان ہے کہ الثانی سے مراد جو تقسیم کے شق ثانی میں مذکور ہے وہ نہیں بلکہ دلیل حصر میں جو ثانی مذکور ہے وہ مراد ہے وہ عدم دلالت علی معنی فی نفسها ہے۔

قولہ کمن والی حرف کی توضیح بالمثال کا بیان ہے شارح نے حرف کی دو مثال بیان کی ہیں من والی۔

قولہ فان هما يحتاجان اس میں مثال کے انطباق کا بیان ہے کہ من والی حرف کیسے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ من والی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں محتاج ہیں دوسرے کلمہ کی طرف اور ہر وہ کلمہ جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں محتاج ہو دوسرے کلمہ کے طرف وہ حرف ہے لہذا من اور الی حرف ہیں اور من سے مراد ابتداء ہے لیکن مطلق ابتداء نہیں بلکہ خاص ابتداء مراد ہے کہ مطلق ابتداء تو اسم ہوتی اور الی سے مراد انتہا ہے لیکن مطلق انتہا نہیں بلکہ انتہا خاص مراد ہے۔

قال الشارح **ولما سمع الخ**

حرف کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے حرف کا معنی طرف اور کنارہ ہے جیسے جلست حرف الوادی ای طرف الوادی چونکہ حرف بھی کنارہ اور طرف میں واقع ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کا نام حرف رکھ دیا ہے۔

قال الشارح **ای جانب المقابل**

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : عام طور پر حرف وسط کلام میں واقع ہوتا ہے جیسے زید فی الدار ۔وجہ تسمیہ غلط ہوئی

جواب کہ طرف سے مراد جانب مقابل ہے کہ حرف اسم اور فعل کے جانب اور مقابل واقع ہوتا ہے۔ کہ جس طرح اسم اور فعل کلام میں عمدہ واقع ہوتے ہیں۔ حرف عمدہ واقع نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ حرف نہ تو مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ۔

قال الشارح **القسم الاول وهو مايدل على معنى فى نفسها**

وجہ حصر میں جو شق اول تھی دلالت علی معنی فی نفسھا اس کی تفصیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اقتران بالزمان ہوگا یا عدم اقتران بالزمان ہوگا اول کو فعل اور ثانی کو اسم کہتے ہیں۔

سوال : یہاں پر وہی سوال ہوا کہ اول یہ صفت ہے کلمہ کی تو موصوف صفت میں مطابقت نہ ہوئی جواب دیا شارح نے الاول کلمہ کہ صفت نہیں بلکہ اس کا موصوف محذوف ہے القسم لہذا وہ مذکر ہے تو صفت بھی مذکر ہے۔

قولہ **وهو مايدل** الخ سے قسم اول کے مصداق کا بیان ہے کہ دلالت علی معنی فی نفسھا مراد ہے۔

اما من صفتها یہ عبارت نکال کر اشکال کو حل کر دیا جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

قال الشارح **ذلك المعنى**

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یقترن کی ھو ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ راجع ہو لفظ اول کی طرف (۲) یہ راجع ہو معنی کی طرف کلاھما باطل لفظ اول کا مرجع بننا اسلیے غلط ہے کہ معنی ہوگا لفظ اول

مقترن ہوتا ہے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ حالانکہ لفظ اول تو اسم ہے وہ کس طرح مقترن ہوسکتا ہے اور معنی کو مرجع بنانا اس لیے غلط ہے کہ اس میں دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔(۱) اضمار قبل الذکر کہ ماقبل کہ اس شق میں معنی کا ذکر ہی نہیں۔

(۲) خبر جملہ کا عائد سے خالی ہونا لازم آتا ہے کہ لفظ اول مبتداء ہے ان یقترن بتاویل مصدر خبر ہے اور قاعدہ ہے کہ جب خبر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے یہاں پر عائد نہیں ہوگی۔

جواب ضمیر کا مرجع معنی ہے باقی رہا آپ کا اشکال کہ اضمار قبل الذکر کی خرابی لازم آتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مرجع مذکور ہونے کہ دو صورتیں ہیں۔

(۱) صراحتاً مذکور ہو۔ (۲) ضمناً مذکور ہو۔ یہاں پر اگرچہ صراحتاً مذکور نہیں لیکن ضمناً مذکور ہے کیونکہ ماقبل میں الاول مذکور ہے جس سے مراد کلمہ ہے اور کلمہ دال ہے اور معنی مدلول ہے قاعدہ ہے کہ دال کے ضمن میں مدلول موجود ہوا کرتا ہے لہذا اضمار قبل الذکر کی خرابی لازم نہ آئی جس طرح اعدلو ھو اقرب للتقوی۔ میں ضمیر راجع ہے عدل کی طرف جو کہا اعدلو کے ضمن میں موجود ہے لہذا مبتداء بھی بغیر عائد کے نہ رہے گا اس لیے کہ ضمیر کا مدلول کی طرف راجع ہونا بعینہ دال کے طرف راجع ہونا ہے۔

سوال : شارح نے لفظ ذالك کا اضافہ کیوں کیا جب کہ مرجع تو فقط المعنی ہے نہ کہ ذالك المعنی

جواب چونکہ ماقبل میں معنی کی دو قسمیں گزر چکی ہیں (۱) معنی مستقل (۲) معنی غیر مستقل اور معنی مستقل ان تدل میں اور غیر مستقل اولا میں چونکہ معنی غیر مستقل قریب تھا اور معنی مستقل بعید تو مصنف نے اسم اشارہ بعید لاکر اشارہ کردیا کہ یہاں معنی سے مراد معنی مستقل ہے جو کہ بعید ہے نیز اسم اشارہ سے بات اوقع فی النفس ہوجایا کرتی ہے کیونکہ اشارہ بمنزل وضع الید کے ہے گویا ہاتھ رکھ دیا گیا ہے۔

قال الشارح المدلول علیه بفسها

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اس شق میں فعل کی تعریف کی جا رہی ہے یقترن کی ھو ضمیر راجع ہے معنی کے طرف اس

معنی سے مراد معنی فعل ہیں اور معنی فعل مرکب ہے تین چیزوں سے (۱) حدث (۲) نسبت الی الفاعل (۳) زمان ۔جب کل معنی فعل کا مقترن باحد الازمنة الثلاثة ہوگا تو لازماً تینوں اجزاء میں سے ہر ہر جزء مقترن ہوگی زمانہ کے ساتھ اور ان اجزاء میں سے ایک جزء خود زمان بھی ہے تو وہ بھی مقترن ہوگا زمان کے ساتھ اس سے اقتران الزمان بالزمان ہو جائے گا جو کہ باطل ہے۔

جواب : یقترن کی ضمیر جس معنی کے طرف راجع ہے اس معنی سے فقط معنی حدثی معنی مصدری مراد ہے جو کہ معنی مستقل ہے اور کلمہ کا مدلول ہے کلمہ اس پر دال بنفسھا ہے باقی رہا نسبت الی الفاعل اور زمان وہ یہاں مراد نہیں اب مطلب یہ ہوگا کہ وہ معنی مصدری مقترن ہوگا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ لہذا اقتران الزمان بالزمان والی خرابی لازم نہ آئے گی۔

قال الشارح فی الفهم

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : فعل کی تعریف مانع عن دخول الغیر نہیں کیونکہ یہ تعریف تمام مصادر پر صادق آتی ہے اس لیے کہ مصادر کا معنی کا تحقق کسی نہ کسی زمانہ میں ہوتا ہے مثلاً ضرب مصدر کا معنی مارنا ہے یہ بات ظاہر ہے اس کا تحقق تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ہوگا تو اس سے لازم آئیگا کہ تمام مصادر افعال ہو جائیں جو کہ بالکل باطل ہے۔

جواب : فعل کی تعریف میں جو اقتران کا لفظ آیا اس کی دو قسمیں ہیں۔(۱) اقتران فی الفهم (۲) اقتران فی التحقق۔ اقتران فی الفهم کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح لفظ سے معنی سمجھا جائے تو زمانہ بھی معنی کے ساتھ سمجھا جائے گا بایں طور کہ وہ معنی کا جزء بن رہا ہو۔اور اقتران فی التحقق کا مطلب یہ ہے کہ جب معنی سمجھا جائے تو اس کے ساتھ زمانہ نہ سمجھا جائے یعنی زمانہ معنی کے جزء نہ بنے بلکہ وجود خارجی اور تحقق کے اعتبار سے تین زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ مقترن ہو۔اور فعل کی تعریف میں جو اقتران آیا ہے اس سے مراد اقتران فی الفهم ہے اور مصادر کے معنی میں جو اقتران ہے وہ اقتران فی التحقق ہے نہ کہ اقتران فی الفهم۔

قوله عنها مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ یہ زید ضارب غدا میں ضارب پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ مقترن ہے زمانہ استقبال کے ساتھ اور اقتران بھی اقتران فی الفھم ہے۔

جواب : آپ فعل کی تعریف نہیں سمجھے تو پھر سمجھیں۔ تعریف کا حاصل یہ ہے کہ فعل مقترن ہوتا ہے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے سے بایں طور کہ جس لفظ سے معنی سمجھا جارہا ہے زمانہ بھی اسی سے سمجھا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ معنی کسی اور لفظ سے اور زمانہ کسی اور سے سمجھا جائے جس طرح آپ کی پیش کردہ مثال میں ہے کہ معنی تو ضارب سے سمجھا جارہا ہے اور زمانہ لفظ غدا سے سمجھا جارہا ہے۔۔

قال الشارح اعنی الماضی والحال والاستقبال

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ فعل کی یہ تعریف مانع نہیں کیونکہ غبوق ،صبوح پر صادق آرہی ہے۔ غبوق کا معنی ہوتا ہے شام کے شراب کا وقت اور صبوح کا معنی صبح کے شراب کا وقت یہ دونوں زمانوں پر دلالت کر رہے ہیں اور زمانہ بھی اقتران فی الفھم عنھا ہے تو تمام شرطیں موجود ہیں

جواب : احد الازمنة الثلاثه سے مراد مطلق زمانہ نہیں بلکہ مخصوص ازمنہ مراد ہیں۔ ماضی اور حال اور استقبال اور غبوق ،صبوح میں ان تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ نہیں پایا جاتا

قال الشارح ای حین یفھم الخ

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : فعل کی تعریف مانع نہیں لفظ ماضی ،حال، استقبال پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ زمانہ پر دال ہیں پھر وہ زمانہ اقتران فی الفھم عنھا سے بھی ہے۔ اور دلالت بھی مخصوص زمانے پر ہے تو تمام شرائط موجود ہیں لہذا یہ افعال ہوں گے حالانکہ یہ اسماء ہیں افعال نہیں۔

جواب : فعل کی تعریف سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ فعل میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔

(۱) معنی مصدر (۲) معنی کا اقتران زمانے کیساتھ جہاں یہ دونون چیزیں علیحدہ علیحدہ موجود ہوں تو اسے فعل کہا جائے گا اور یہ بات ظاہر کہ ماضی اور حال اور استقبال میں اس طرح نہیں بلکہ معنی اور زمانہ ایک ہے یعنی معنی عین زمانہ ہے جو معنی ہے وہی زمانہ ہے اور جو زمانہ ہے

وہی معنی ہے۔

قولہ اومن صفتها ان لا يقترن مولانا جامی نے حاصل عطف کو بتایا ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ الحاصل اس کی بھی دو شقیں ہوگئیں۔

(۱) اقتران بالزمان (۲) عدم اقترامن بالزمان

القسم الثانی وھو مایدل الخ۔ یہاں سے قسم ثانی کا مصداق کا بیان ہے دلیل حصر کی جو شق ثانی مذکور ہے وہ مراد ہے کہ ایسا کلمہ جو معنی فی نفسها پر دال ہو اور مقترن بالزمان نہ ہو تو وہ اسم ہے۔

قال الشارح وھو ماخوذ من السمو

مولانا جامی اسم کی وجہ تسمیہ کے بارے میں دو قول کو ذکر کر رہے ہیں پہلا قول یہ ہے کہ اسم ماخوذ ہے سمو سے بمعنی علو اور بلندی یہ ناقص واوی ہے آخر سے واو کو حذف کر دیا اور اس کی حرکت ماقبل میم کو دے دی تا کہ وقف صحیح ہو اور شروع میں ہمزہ وصلی لگا دیا تو اسم ہو گیا اور چونکہ اس کو اپنی نظرین سے بلندی حاصل ہے اسی وجہ سے اس کو اسم کہا جاتا ہے باقی رہی یہ بات کہ بلندی کیسے حاصل ہے وہ اس طرح کہ تنہا نوع اسم سے کلام بن جاتی ہے کیونکہ یہ مسند بھی ہوسکتا ہے اور مسند الیہ بھی ہوتا ہے اور کلام کے لیے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ بخلاف نوع فعل کے اور نوع حرف کے ان سے کلام تو نہیں بنتی اس لیے کہ فعل صرف مسند ہورتا ہے اور فقط مسند سے تو کلام نہیں بنتی اور حرف بیچارہ نہ وہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ تو اس سے کلام کیسے بنے۔ یاد رکھیں مولانا جامی یہ عبارت حیث یترکب منه وحده وحدت سے فقط اسم مراد نہیں بلکہ نوع اسم ہے۔

قولہ وقیل من الوسم دوسرے قول کا بیان کہ اسم مأخوذ ہے وسم سے بمعنی علامت ۔ابتداء سے واؤ حرف علت کو حذف کر دیا تو ابتداء بالکسون محال تھا اس لیے شروع میں ہمزہ وصلی لائے تو اسم ہو گیا۔ اور اس کو اسم اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بھی اپنی معنی پر علامت ہوا کرتا ہے۔ پہلا قول بصریین کا ہے اور دوسرا قول کوفین کا ہے اور چونکہ پہلا قول زیادہ راجح تھا اس لیے مولانا جامی نے دوسرے قول کو قیل سے نقل کر کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا۔ باقی رہی یہ بات کہ پہلے قول کی راجح ہونے کی کیا وجہ ہے اور دوسرے کہ مرجوح ہونے کہ کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بصرین کی دلیل قوی ہے وہ یہ کہ اسم کی تصغیر آتی ہے سُمَیٌّ اور جمع مکسر آتی ہے اَسماء اور

قاعدہ ہے التصاغیر والتکاسیر تردان الاشیاء الی اصولها۔ لہذا اگر اصل وسمٌ ہوتا تو اس کا تصغیر وسیمٌ آتی اور جمع مکسر اوسام ہوتی اور اس کی تصغیر وسیمٌ اور جمع مکسر اوسام نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مذہب مرجوح ہے۔ اور پہلا مذہب راجح ہے اور مذہب کوفیین کی دلیل کہ وجہ ضعف یہ ہے کہ جس طرح اسم اپنے مسمی پر علامت ہوتا ہے اسی طرح فعل اور حرف بھی اپنے مسمی پر علامت ہوتے ہیں تو ان کو بھی اسم کہنا چاہیے۔

والاول وهومايدل على : قسم اول کے مصداق کا بیان ہے ہ دلیل حصر کے اندر جو قسم اول مذکور ہے وہی مراد ہے یعنی ایسا کلمہ جو معنی فی نفسها پر دال ہو اور مقترن بالزمان ہو وہ فعل ہے۔

قال الشارح سمی به لتضمنه الفعل

فعل کی وجه تسمیه: کا بیان ہے۔ کہ فعل کی دو قسمیں ہے۔

(۱) فعل لغوی معنی مصدری کو کہا جاتا ہے (۲) فعل اصطلاحی یہ تین چیزوں سے مرکب ہوتا ہے

(۱) معنی مصدری (۲) زمان (۳) نسبت الی الفاعل۔ چونکہ فعل اصطلاحی متضمن ہے فعل لغوی کو تو جو نام متضمَّن کا تھا وہی متضمِّن کا نام رکھ دیا یہ تسمية المتضمِن باسم المتضمَن کے قبیل سے ہوا۔

دوسری وجه تسمیه : فعل اصطلاحی کل ہے اور فعل لغوی جزء ہے تو جو نام جزء کا تھا وہی نام کل کا رکھدیا لہذا یہ تسمية الكل باسم الجزء کے قبیل سے ہوا۔

تیسری وجه تسمیه : فعل اصطلاحی فرع ہے اور فعل لغوی اصل ہے تو جو نام اصل کا تھا وہی نام فرع کا رکھدیا لہذا یہ تسمية الفرع باسم الاصل کے قبیل سے ہوا۔

چوتھی وجه تسمیه : فعل اصطلاحی مشتمِل ہے اور فعل لغوی مشتمَل ہے تو جو نا مشتمَل کا تھا وہی نام مشتمِل کا رکھدیا یہ تسمية المشتمِل باسم المشتمَل کے قبیل سے ہوا۔

قوله وقد علم بذالك

صاحب کافیہ اس عبارت میں دلیل حصر کے مدح کو بیان کر رہے ہیں کہ دلیل حصر اتنا عمدہ ہے کہ اقسام ثلاثہ میں سے ہر ایک قسم کی جامع اور مانع تعریف بھی معلوم ہو جاتی یہ یہاں پر دس باتیں سمجھے۔

پہلی بات کہ وقد علم میں واؤ کی کیفیت کا بیان۔ کہ واؤ کون سی ہے۔ جس میں چار احتمال ہیں۔

احتمال اول یہ واؤ عاطفہ ہے باقی رہی یہ بات کہ اس کا معطوف علیہ مذکور نہیں۔ اسکا

جواب: یہ ہے کہ یہاں ضمناً مذکور ہے تقدیر عبارت یوں ہے علم الانحصار منه وقد علم الخ دلیل حصر سے انحصار بھی معلوم ہو گیا کہ کلمہ تین قسم میں بند ہے اور اقسام ثلاثہ میں سے ہر ایک کی جامع مانع تعریف بھی معلوم ہو گئی۔

سوال: معطوف اور معطوف علیہ میں مناسبت ہوتی ہے یہاں کیا مناسبت ہے۔

جواب: معطوف علیہ سے نفس انحصار معلوم ہوتا ہے اور معطوف سے انحصار کا نتیجہ معلوم کہ اقسام ثلاثہ میں سے ہر ایک قسم کی جامع مانع تعریف کا حاصل ہونا بھی نتیجہ ہے دلیل حصر کا **احتمال ثانی** کہ واؤ اعتراضیہ ہے اور یہ جملہ معترضہ دلیل حصر کی مدح کے لیے لایا گیا ہے

سوال: جملہ معترضہ تو معنیً دو متصل کلاموں کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ یہاں پر اخیر کلام میں کیسے آ گیا۔

جواب اول: اول یہ جملہ معترضہ بھی معنیً دو متصل کلاموں کے درمیان واقع ہے کہ پہلی الکلمۃ لفظ ہے اور دوسری کلام الکلام ماتضمن ہے

جواب ثانی: وقد علم کا جملہ معترضہ ہونا ان علماء کا مذہب ہے جن کے ہاں جملہ معترضہ کلام کے اخیر میں بھی واقع ہوتا ہے جیسے حدیث میں ہے انا سید ولد آدم ولا فخر اس میں لافخر جملہ معترضہ ہے۔

احتمال ثالث: کہ واؤ حالیہ ہے اور مابعد جملہ حالیہ ہے اب تقدیر عبارت یہ ہو گی کہ علم الانحصار منه حال کونہ وقد علم یعنی اس دلیل حصر سے انحصار معلوم ہوا اور آں حالیکہ اس دلیل حصر سے ہر ایک کے تعریف بھی معلوم ہو گئی۔

احتمال رابع: کہ واؤ استنافیہ ہو اور یہ بعد والا جملہ مستانفہ سوال مقدر کا جواب ہو۔

سوال: کہ سائل نے یہ سوال کیا کہ کلمہ کی تعریف اور تقسیم اور وجہ حصر کو تو بیان کر دیا اقسام ثلاثہ کی تعریفیں بھی بیان کریں تو علامہ ابن حاجب نے جواب دیا کہ وقد علم

دوسری بات کہ صاحب کافیہ نے عُرِفَ کا لفظ نہیں لائے عُلِمَ کا لفظ کیوں لائے ہیں اس میں کیا فائدہ ہے۔

جواب علم اور معرفت میں کئی اعتبار سے فرق ہے۔

(۱) کہ علم کا اطلاق مرکبات اور کلیات کے علم پر ہوا کرتا ہے اور معرفت کا اطلاق جزئیات کی پہچان پر ہوتا ہے۔اور مابعد میں حد کا لفظ آ رہا ہے اور حد جنس اور فصل سے مرکب ہوتی ہے تو یہ مرکبات ہوئے لہذا یہاں مناسب علم ہی کا لفظ تھا نہ کہ معرفت کا۔

تیسری بات وقد علم بذلك میں کیفیت (باء) کا بیان اس پر سوال یہ ہوتا کہ باء سے مراد باء سببیت کی ہوگی اب حاصل معنی ہوگا کہ دلیل حصر سبب ہے اقسام ثلاثہ کے علم بالحدود کے لیے حالانکہ دلیل حصر تو تصدیقات کے قبیل سے ہے اور حدود تصورات کے قبیل سے تو اس سے لازم آیا تصورات کا مستفاد ہونا تصدیقات سے حالانکہ منطق میں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ تصور تصور سے اور تصدیق تصدیق سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ تصور تصدیق سے

جواب: یہ اعتراض تب وارد ہوتا ہے جب کہ باء سببیت کے لیے ہو۔یہاں باء استعانت کے لیے ہے۔اب تصدیقات کا تصور کے معلوم کرنے کے لیے ممد اور معاون بننا لازم آئے گا جس میں کوئی حرج نہیں تو خلاصہ یہ ہوگا کہ دلیل حصر ممد اور معاون ہے اقسام ثلاثہ کے حدود کو پہچاننے کے لیے

چوتھی بات ذالك کے مشار الیہ کا بیان یہ ذالك اسم اشارہ کے مشار الیہ میں دو احتمال ہیں (۱) اس کا مشار الیہ تقسیم کلمہ ہو (۲) اس کا مشار الیہ دلیل حصر ہو۔اور یہ دونوں غلط ہیں پہلے احتمال میں معنوی خرابی لازم آتی ہے اس لیے کہ تقسیم کلمہ سے اقسام ثلاثہ کی تعریف معلوم نہیں ہوتی۔اور اگر دلیل حصر کو بنایا جائے تو یہ بھی غلط ہے اس میں اگر چہ معنوی خرابی لازم نہیں آتی لیکن اس میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ذالک اسم اشارہ بعید کے لیے ہوتی ہے اور دلیل حصر تو قریب ہے

جواب: ذالك کا مشار الیہ دلیل حصر ہے اور بعد کی دو قسمیں ہے۔ (۱) بعد حسی اور (۲) بعد رتبی تو یہاں پر ذالك اسم اشارہ بعد کے لیے ذکر کیا گیا جسے ذالك الكتاب۔

پانچویں بات کہ اسم اشارہ ھذا قریب کے لیے موضوع ہے اس سے عدول ذالك اسم

اشارہ بعید کی طرف کرنے کا کیا فائدہ ہے۔

جواب: دلیل حصر کہ کمال عظمت پر تنبیہ کرنا مقصود کہ یہ دلیل حصر انتہائی رتبے والی ہے جب اور یہ فائدہ ھذا اسم اشارہ سے حاصل نہ ہوتا۔

چھٹی بات کہ ضمیر سے اسم اشارہ کی طرف کیوں عدول کیا کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے جب ایک چیز کا ذکر پہلے ہو جائے پھر دوبارہ ذکر کی جائے تو ضمیر کے ذریعے سے ذکر کی جاتی ہے

جواب: دلیل حصر کے کمال ظہور پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ دلیل حصر اتنا واضح ہے گویا کہ یوں سمجھو کہ یہ محسوسات کے قبیل سے ہے۔ جس میں کسی طرح کا خفاء نہیں اس طرح اس میں بھی کسی طرح کا خفاء نہیں یہ بات ظاہر ہے کہ یہ فائدہ ضمیر کے سے حاصل نہ ہوتا۔

ساتویں بات: کہ حد کل واحد میں دو اضافتیں ہیں پہلی اضافت لفظ حد کی کل کی طرف اور دوسری اضافت کل کی واحد کی طرف۔ پہلی اضافت میں تو کوئی اشکال نہیں وہ اضافت لامی ہے کیونکہ لام کو ظاہر کیا جاسکتا ہے حد لکل واحد البتہ دوسری اضافت کے لامیہ ہونے پر اشکال ہے کہ اضافت لامیہ تو وہ ہوتی ہے جن کا ذکر کرنا صحیح ہو یہاں پر لام کا ذکر کرنا صحیح نہیں۔

جواب: مولانا جامی مجرورات کی بحث میں یہ بیان کریں گے کہ اضافت لامیہ کے صحیح ہونے کے لیے لام کا لفظوں میں ذکر کرنا ضروری نہیں بلکہ لام کے مدلول جو مفاد اختصاص ہے اگر وہ حاصل ہو جائے تب بھی اضافت لامیہ ہونا صحیح ہوتا ہے۔ یہاں پر لام کا مدلول اور مفاد جو اختصاص ہے وہ یہاں حاصل ہے۔

آٹھویں بات حد کل واحد منھا کیفیت ھا کا بیان کہ ھا ضمیر کا مرجع اقسام ثلاثہ ہے جن کو مولانا جامی مابعد میں بیان کر رہے ہیں۔

نویں بات کہ منھا میں من تبعیضیہ ہے بیانیہ نہیں اس لیے کہ اقسام کا مجموعہ بمنزلہ کل کے ہے اور اس مجموعہ میں سے تنہا اسم اور تنہا فعل اور تنہا حرف یہ اس کی جزئیں ہیں لہذا من تبعیضیہ ہے بیانیہ نہیں۔

دسویں بات حدود اقسام ثلاثہ کی کیفیت کا بیان ہے۔ جس کو مولانا جامی وذالك لانه قد علم سے بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دلیل حصر دو تردیدوں پر مشتمل ہے تردید اول کلمہ

معنی فی نفسها پر دال ہوگا۔ یامعنی فی نفسها پر دال نہ ہوگا۔ اگر معنی فی نفسها پر دال ہوتو یہ تردید اول کی شق اول ہے اور اگر معنی فی نفسها پر دال نہ ہوتو وہ تردید اول کی شق ثانی ہے۔ تردید ثانی اگر کلمہ معنی فی نفسها پر دال ہوتو دو حال سے خالی نہیں اقتران بالزمان ہوگا یا نہیں۔ اگر ہوگا تو یہ تردید ثانی کی شق اول اور اگر نہ ہوتو یہ تردید ثانی کی شق ثانی ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ تردید اول کی شق ثانی سے فعل کی تعریف معلوم ہوگئی۔ کہ فعل ایسے کلمہ کا نام ہے جو معنی فی نفسها پر دال ہواور مقترن بالزمان ہواور تردید ثانی کی شق ثانی سے اسم کی تعریف معلوم ہوگئی۔ کہ اسم ایسے کلمہ کا نام ہے جو معنی فی نفسها پر دال ہواور مقترن بالزمان نہ ہو۔

سوال: مولانا جامی نے فعل کی تعریف میں لفظ لٰکنّ کا استعمال کیا ہے جو کہ استدراک کے لیے آتا ہے یعنی نہی کلام سے جو وہم پیدا ہوتا تھا اس کو دور کرنے کے لیے حالانکہ فعل کی تعریف میں کوئی وہم تھا ہی نہیں البتہ اسم کی تعریف میں وہم تھا کہ جس طرح فعل مقترن بالزمان ہو اسی طرح شاید اسم بھی مقترن بالزمان ہو۔ تو لفظ لٰکنّ کو اسم کی تعریف میں ذکر کرنا چاہیے تھا نہ کہ فعل کی تعریف میں۔

جواب: فعل کی تعریف میں بھی وہم تھا اس لیے کہ حرف کی تعریف یہ تھی کہ معنی فی نفسها پر دال نہ ہوتو اس سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ شاید فعل بھی معنی فی نفسها پر دال نہ ہوتو اس وہم کو دور کرنے کے لیے لفظ لٰکنّ کو ذکر کیا۔

قوله فالکلمه مشترکة سے لے کر فعلم لکل واحد تک اقسام ثلاثہ کے درمیان مابه الاشتراك اور مابه الامتیاز کا بیان ہے جس میں مابه الاشتراك کلمہ ہے کہ اسم فعل وحرف ہر تینوں اس میں مشترک ہیں اور مابه الامتیاز مختلف ہے۔

قال الشارح والحرف ممتاز

یہاں سے حرف کہ مابه الامتیاز کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف کا مابه الامتیاز فعل اور اسم کے اعتبار سے عدم استقلال ہے۔ اس لیے کہ حرف کا معنی مستقل بالمفهومیۃ نہیں ہوتا۔ بخلاف فعل اور اسم کے کہ ان کا معنی مستقل ہوتا ہے۔

قال الشارح والفعل ممتاز

اس میں فعل کے مابہ الامتیاز کا بیان ہے کہ فعل کا مابہ الامتیاز حرف کے اعتبار سے استقلال ہے اور اسم کے اعتبار سے اقتران بالزمان ہے۔

قال الشارح والاسم ممتاز

یہاں سے اسم کے مابہ الامتیاز کا بیان ہے کہ اسم کا مابہ الامتیاز حرف کے اعتبار سے استقلال ہے اور فعل کے اعتبار سے مابہ الامتیاز عدم اقتران بالزمان ہے۔

قال الشارح وعلم لکل واحد سے لیس المراد تک ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ جب ہر ایک کا مابہ الامتیاز بھی معلوم ہوگیا اور مابہ الاشتراک بھی تو اب دلیل حصر سے ہر ایک کی جامع مانع تعریف حاصل ہوگئی کیونکہ ہر تعریف انہی دو چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ (۱) مابہ الاشتراک (۲) مابہ الامتیاز۔

قال الشارح ولیس المراد بالحد

مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: دلیل حصر سے ان اقسام ثلاثہ کی تعریفات کا جامع مانع ہونا تو معلوم ہو جاتا ہے لیکن ان تعریفات کا حد ہونا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ حد اس تعریف کو کہتے ہیں کہ جس میں مابہ الاشتراک جنس ہو اور مابہ الامتیاز فصل ہو۔ اور ان اقسام ثلاثہ کی تعریف میں مابہ الاشتراک کلمہ جنس نہ ہو بلکہ عرض عام ہو اسی طرح مابہ الامتیاز استقلال اور عدم استقلال اقتران اور عدم اقتران فصل نہ ہو بلکہ خاصہ ہو لہذا اصحاب کافیہ کو چاہیے تھا کہ حد کی جگہ تعریف کا لفظ بولتے۔

جواب: مولانا جامی نے جواب دیا کہ حد کا لفظ علم نحو میں ایسی تعریف کے لیے استعمال ہوتا ہے جو تعریف جامع مانع ہو یعنی یہاں پر بھی نحوی اصطلاح مراد ہے نہ کہ منطقی اصطلاح۔

قال الشارح ولله در المصنف

مصنفؒ کی مدح کا بیان اور دفع دخل مقدر

سوال: اقسام ثلاثہ کی تعریفات کو مصنف کے تین مرتبہ ذکر کیا۔ اولاً وجہ حصر میں۔ ثانیاً قد علم میں ثالثاً صراحۃً ہر ایک کی تعریف کی ہے یہ تکرار بلا فائدہ ہے جو کہ اختصار کے خلاف ہے

جواب: مولانا جامی نے جواب دیا کہ طلباء کے طبائع مختلف ہیں جس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) **ذکی** وہ ہے کہ جوبات کے سمجھنے میں تنبیہ کے محتاج نہ ہو۔

(۲) **متوسط** وہ جوبات کے سمجھنے میں تنبیہ کا محتاج ہو۔

(۳) **غبی** جو تصریحات کا محتاج ہو۔ تو صاحب کافیہ نے دلیل حصر میں جو تعریف ذکر کی ہے اس میں ذکی کی رعایت رکھی ہے وہ اس سے سمجھتا ہے اور قد علم سے متوسط کی رعایت رکھتے ہوئے اسے سمجھایا اور پھر مابعد میں ہر ایک کیعلیحدہ تعریف کر کے غبی کی رعایت رکھی ہے اس سے تو علامہ ابن حاجب کا انتہائی کمال درجہ کا ذکی، ذہین، فطین ہونا معلوم ہوتا ہے۔

سوال: در کے دو معنی ہوتے ہیں۔ (۱) دودھ (۲) بارش

اگر در الضرع ہو تو دودھ مراد ہوتا ہے اور اگر در الغیم ہو تو بارش مراد ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ دونوں معنوں کے اعتبار سے مصنف کی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔

جواب: در بمعنی لبن ہو یا بارش ہو۔ دونوں کو خیر کثیر لازم ہے، بارش میں خیر کثیر اس لیے ہے کہ بارش سے سبزہ وغیرہ ہو جاتا ہے اور لبن میں خیر کثیر کا ہونا بھی واضح ہے کہ عرب کا گزارہ اسی پر ہوا کرتا تھا۔ اور یہاں در سے مراد خیر کثیر ہے اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مصنف کی خیر کثیر ہے لہذا ذکر تو در کا ہے لیکن مراد خیر کثیر ہے۔

سوال: جب خیر کثیر مصنف کی ہے تو اللہ کی طرف منسوب کیوں کی جاتی ہے۔

جواب: عربوں کی عادت تھی کہ جو عظیم کام ہوتا تو اس کی نسبت اللہ کی طرف کرتے تھے اس لیے کہ خیر کثیر کی توفیق اللہ ہی دیتے ہیں۔

قال الماتن الکلام علامہ ابن حاجب نحو کے موضوع اول کلمہ کی تعریف اور اقسام ثلاثہ اور ان کی وجہ حصر کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب نحو کا دوسرا موضوع کلام کی تعریف اور تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کلام کی تعریف الکلام ماتضمن کلمتین بالاسناد کلام ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو دو کلموں کو متضمن ہو بسبب اسناد کے عام ازیں کہ وہ دو کلمیں حقیقی ہوں یا حکمی ہوں یا ایک حقیقی ہو اور ایک حکمی۔

سوال: علامہ ابن حاجب نے کلام کی تعریف کو حرف عطف کے ساتھ کیوں ذکر نہیں کیا حالانکہ

حرف عطف کو ذکر کرنا چاہیے تھا تا کہ ماقبل کے ساتھ ربط ہو جاتا۔

جواب: مصنف اگر حرف عطف ذکر کر دیتے تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی کہ کلمہ نحو کا موضوع بالاصالت اور بالذات ہے اور کلام نحو کا موضوع ضمناً اور طبعاً ہے کیوں کہ یہ معطوف معطوف علیہ ہو جاتے اور قاعدہ ہے کہ معطوف علیہ اصل ہوتا ہے اور معطوف علیہ فرع ہوتا ہے حالانکہ جس طرح کلمہ نحو کا اصلاً مستقلاً موضوع ہے اسی طرح کلام بھی نحو کا موضوع اصلاً مستقلاً ہے۔

قال الشارح في اللغة ما يتكلم شارح علیہ الرحمۃ کلام کا لغوی معنی بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کلام ایسا لفظ ہے جس کو تلفظ کیا جائے عام از یں کہ قلیل ہو جیسے زید یا کثیر ہو جیسے زید ا قائم اور اصطلاحی معنی وہ بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرف اشارہ کیا مولانا جامی نے فی الاصطلاح سے۔

فائدہ کلام اصطلاحی اور کلام لغوی میں تین اعتبار سے فرق ہے۔

پہلا فرق : کلام لغوی عام ہے اور کلام اصطلاحی خاص ہے۔ اس لیے کہ کلام لغوی مہمل کو بھی شامل ہے کہ اس کا تلفظ کیا جا سکتا ہے۔ بخلاف کلام اصطلاحی کے کہ وہ مہمل کو شامل نہیں ہے۔

دوسرا فرق : کلام لغوی ایسے لفظ کو شامل ہے جو کسی نسبت پر مشتمل نہ ہو جیسے زید بخلاف کلام اصطلاحی نسبت پر مشتمل ہوتی ہے۔

تیسرا فرق : کلام لغوی مرکب تام اور مرکب ناقص کو بھی شامل ہے بخلاف کلام اصطلاحی کے کہ وہ فقط مرکب تام کو شامل ہے۔

قال الشارح أي لفظ تضمن مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اول: لفظ ما میں چار احتمال ہیں اور چاروں باطل ہیں۔

(۱) اس سے مراد لفظ ہو تو یہ تعریف نعم پر صادق آتی ہے اس لیے کہ نعم بھی زید قائم دو کلموں کو شامل ہے حالانکہ نعم کلام نہیں۔

(۲) اگر ما سے مراد شئ ہو تو یہ تعریف دیوار اور کاغذ پر صادق آئے گی جب کہ اس پر زید قائم لکھ دیا جائے حالانکہ دیوار اور کاغذ کلام نہیں۔

(۳) اگر ما سے مراد کلمہ ہو تب بھی غلط ہے اس لیے کہ ایک کلمہ دو کلموں کو کیسے متضمن ہو سکتا

ہے نیز حمل الجزء علی الکل کی خرابی بھی لازم آئے گی۔

(۴) اگر ما سے مراد کلام ہوتو اخذ المحد وفي الحد کی خرابی جو کہ دور ہے اور باطل ہے۔ کیونکہ معرف بھی کلام ہے اور تعریف میں بھی کلام کا ذکر آ گیا۔

جواب: ما سے مراد لفظ ہے باقی رہا یہ اشکال کہ یہ تعریف نعم پر صادق آتی ہے جواب یہ ہے کہ نعم دو کلموں کو متضمن نہیں بلکہ اس کے بعد دو کلمیں محذوف ہوتے ہیں۔

سوال ثانی: ضابطہ ہے کہ جب مبتداء اور خبر دونوں معرفہ ہوتو درمیان میں ضمیر فصل کا لانا ضروری ہوتا ہے یہاں پر دونوں معرفہ ہیں کہ الکلام بھی معرفہ ہے اور ما موصولہ بھی معرفہ ہے۔ ضمیر فصل کیوں نہیں لائی گئی۔

جواب: شارح نے لفظ نکرہ نکال کر جواب دیا کہ یہاں ما موصوفہ ہے موصولہ نہیں اور ما موصوفہ نکرہ ہوتا ہے تو لہذا جب خبر نکرہ ہے تو ضمیر فصل نہیں لائی گئی۔

قال الماتن: کلمتین

قال الشارح: حقیقتا اوحکما مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اول: کلام کی تعریف جامع نہیں اس لیے کہ یہ زید قائم ابوہ اور زید ابوہ قائم پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ دو کلموں کو متضمن نہیں بلکہ چار کلموں کو متضمن ہے۔

جواب: دیا کلمتین میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہوں یا حکما ہوں۔

کلمہ حقیقی: اس کو کہتے ہیں جس میں تین چیزیں پائی جائیں۔

(۱) وضع بھی حقیقتا ہو۔ (۲) افراد بھی حقیقتا ہو۔ (۳) تلفظ بھی حقیقتا ہو

کلمہ حکمی: وہ ہے جس میں کوئی ایک چیز نہ ہو دوسری تعریف کلمہ حکمی وہ ہے جس کے قائم مقام کلمہ حقیقی واقع ہو سکے۔ مثال کے طور پر ھذا وغیرہ اب جواب کا حاصل یہ ہے کہ زید ابوہ قائم اگرچہ حقیقتا دو کلمیں نہیں لیکن حکما دو کلمیں ہیں اس لیے کہ قائم ابوہ یہ کلمہ حکمی ہے اس کی تاویل قائم الاب کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔

فائدہ سوال اس تاویل کے باوجود پھر بھی تو تین کلمیں ہیں دو کلمیں نہیں۔

جواب: ترکیب اضافی میں مقصود مضاف ہوتا ہے نہ کہ مضاف الیہ۔

سوال ثانی: کلام کی تعریف جامع نہیں یہ جسق مہمل پر صادق آتی ہے اسی طرح دیز مقلوب زید پر بھی، اول میں جسق کا لفظ مہمل ہے اور ثانی مثال میں دیز کا لفظ مہمل ہے۔ جب یہ مہمل ہیں تو کلمہ ہی نہیں ہوا تو لہذا یہ کلام ایک کلمہ سے ہوئی نہ کہ دو کلموں سے۔

جواب: کلمتین میں تعمیم ہے خواہ وہ حکماً ہو یا حقیقتاً اور جسق اگرچہ حقیقتاً کلمہ نہیں لیکن حکماً کلمہ ہے کہ یہ بتاویل ھذا اللفظ ہو کر یہ کلمہ موضوع کے حکم میں ہے۔

سوال ثالث: کلام کی تعریف پھر بھی جامع نہیں یہ اضرب پر صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں ایک کلمہ ہے دو کلمیں نہیں۔ حالانکہ یہ بالاتفاق کلام ہے۔

جواب: کلمتیں میں تعیم ہے کہ خواہ حقیقتاً ہوں یا حکماً ہوں اور اضرب میں ایک کلمہ حقیقتاً ہے اور ایک اس میں حکماً انت ضمیر مستتر ہے۔

قال الشارح: ای یکون کل واحدۃ یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: قاعدہ مسلمہ یہ کہ متضمن اور متضمن میں تغائر ہوا کرتا ہے شیٔ واحد نہیں ہو سکتی مثلاً گلاس میں پانی ہو تو گلاس متضمِّن اور پانی متضمَّن ہوگا لیکن یہاں پر کلام کی تعریف میں اتحاد بین المتضمن بالمتضمن کی خرابی لازم آتی ہے کہ مثلاً زید قائم یہ کلمہ ہونے کی وجہ سے متضمن ہے اور پھر وہی دو کلمیں متضمن بھی ہیں۔

جواب: تغائر کی دو قسمیں ہیں تغائر حقیقی اور تغائر حکمی اور یہاں پر تغائر حکمی موجود ہے کیونکہ زید قائم میں دو اعتبار ہیں۔ (۱) ہیئت اجتماعیہ۔ (۲) ہیئت انفرادیہ۔

زید قائم تو ہیئت اجتماعیہ کے اعتبار سے تو متضمن ہے اور ہیئت انفرادیہ کے اعتبار سے متضمن ہے۔

قال الماتن: بالاسناد

قال الشارح: ای تضمنا سے والاسناد تک تین باتوں کا بیان ہے۔ (۱) بالاسناد یہ ظرف مستقر حاصلاً کے متعلق ہو کر یہ صفت ہے تضمنا موصوف محذوف کی پھر یہ موصوف صفت مل کر یہ مفعول مطلق ہے تضمنا کے لیے تو عبارت یہ ہوگی ماتضمن کلمتین تضمنا حاصلا بالاسناد اور دوسری بات کہ بالاسناد میں باءسببیہ ہے اور تیسری بات الاسناد میں الف لام مضاف الیہ کا عوض ہے۔

قال الشارح **وھوالاسناد نسبة احد الكلمتين** کلام کی تعریف میں اسناد کے لفظ کا ذکر تھا اس لیے مولانا جامی اس کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔ اسناد کی تعریف یہ ہے کہ دوکلموں میں سے ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ کے ساتھ اس طور پر ملنا کہ یہ انضمام مخاطب کو فائدہ تامہ کا فائدہ دے عام ازیں کہ دونوں کلمے حقیقی ہوں یا ایک حقیقی اور ایک حکمی ہو۔

سوال : نسبة احدی الکلمتین میں جونسبت کا لفظ آیا ہے اس کا معنی ہے ثبوت الشئ لشئ یا انتفاء شئ عن شئ اور نسبت بایں معنی تو معنی کی صفت ہے کلمہ کی نہیں لہذا نسبت کے لفظ کو کلمہ کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں۔

جواب اول: نسبة کا یہاں حقیقی معنی مرادنہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے۔

جواب ثانی : یہاں مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی نسبة مدلول احدی الکلمتین اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ دوکلموں میں سے ایک کلمہ کے مدلول کی نسبت کرنا دوسرے کلمے کے مدلول کی طرف اس طور پر کہ یہ نسبت مخاطب کو فائدہ تامہ ہولہذا نسبت کو کلمہ کی طرف منسوب کرنا درست ہو۔

فائدہ سوال اسناد کی یہ تعریف جامع نہیں اس لیے کہ یہ اس اسناد کو شامل نہیں جو جملہ شرطیہ میں پائی جاتی ہے کیونکہ جملہ شرطیہ میں ایک کلمہ کی دوسرے کلمہ کے ساتھ نسبت نہیں ہوتی بلکہ جملہ کی جملہ کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ ان کان الشمس طالعة فالنھار موجود۔

جواب : اس بات میں اختلاف ہے کہ جملہ شرطیہ میں اسناد شرط وجزا کے مابین ہوتا ہے یا صرف جزا میں ہوتا ہے۔ اس میں دو مذہب ہیں۔

اھل منطق: کے ہاں جملہ شرطیہ میں اسناد شرط وجزا کے مابین ہوتا ہے۔

اھل عربیت : کے نزدیک اسناد صرف جزاء میں ہوتا ہے۔ شرط تو اس کے لیے بمنزلہ قید اور ظرف کے ہوتی ہے۔ جیسے ان کانت الشمس طالعة فالنھار موجود یہ جملہ شرطیہ ہے اس کی جزاء فالنھار موجود میں اسناد ہے اور شرط ان کانت الشمس طالعة یہ اس کے لیے بمنزلہ ظرف اور قید کے ہے، اب تقدیر عبارت یہ ہوگی النھار موجود وقت طلوع الشمس یہاں اہل عربیت کا مذہب مراد ہے، اور معترض کے اعتراض کا مدار اہل منطق کی اصطلاح ہے۔

فائدہ سوال اسناد کی یہ تعریف اس اسناد کو شامل نہیں جو اسناد ایسے جملہ میں پایا جائے جس میں جملہ کا تلفظ کے وقت مخاطب موجود نہ ہو اسی طرح اس اسناد کو بھی شامل نہیں جو ایسے جملہ میں پایا جائے جس میں جملے کا مفہوم مخاطب کو پہلے ہی سے حاصل ہو جیسے السماء فوقنا۔

جواب: افادة المخاطب سے بالفعل افادہ مراد نہیں بلکہ تعمیم ہے کہ افادۃ مخاطب بالفعل ہو یا فادہ مخاطب کی صلاحیت ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان جملوں میں اگرچہ بالفعل افادہ مخاطب نہیں لیکن افادہ کی صلاحیت ہے۔

فائدہ فائدہ تامۃ ایسے فائدہ کو کہا جاتا ہے جس پر متکلم کا سکوت صحیح ہو اور سکوت کے صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اہل لسان اس کے سکوت کو خطاء نہ سمجھیں تو ایسی صورت میں فائدہ تامہ ہوگا۔

قال الشارح **مایتناول المهملات** اس عبارت میں مولانا جامی کلام کی تعریف میں جو قیود تھی ان کے فوائد بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس تعریف میں ما جنس ہے جو موضوعات اور مہملات، مفردات اور مرکبات کلامیہ اور غیر کلامیہ سب کو شامل ہے۔ اور تضمن کلمتین یہ قید اول اور فصل اول ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے دو چیزیں نکل جاتی ہیں مفردات اور مہملات اور بالاسناد دوسری قید ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے مرکبات ناقصہ خارج ہو گئے۔ مرکبات ناقصہ عام ہے مرکب اضافی ہو یا مرکب توصیفی اسی طرح مرکب بنائی ہو یا مرکب صوتی وغیرہ۔

بقیت المرکبات باقی اس تعریف میں مرکبات تامہ رہ گئے خواہ وہ مرکب تامہ خبریہ ہوں یا انشائیہ ہوں پھر خبریہ ہو کر عام ہے کہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ پھر فعلیہ ہو کر فاعل میں تعمیم ہے کہ خواہ فاعل مذکر ہو یا فاعل مؤنث۔ انشائیہ ہو کر تعمیم ہے کہ خواہ وہ امر ہو یا نہی ہو یہ تمام کلام کی تعریف میں داخل ہو جائیں گے۔

قال الشارح **فان کل واحد منهمابه** انطباق المثال علی الممثل لہ کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: اضرب اور لاتضرب ان کو کلام کہنا درست نہیں اس لیے کہ یہ ماتضمن کلمتین نہیں۔

جواب کلمتین سے مراد عام ہیں کہ خواہ وہ دونوں ملفوظ حقیقی ہوں یا ملفوظ حکمی ہوں جیسے اضرب

میں مسند تو ملفوظ حقیقی ہے اور مسند الیہ جو ضمیر انت ہے وہ ملفوظ حکمی ہے ایسے ہی لا تضرب میں تو جب اسناد پایا جاتا ہے اور دو کلمہ موجود ہیں لہذا یہ کلام ہوئے۔

قال الشارح وحيث كانت الكلمتان مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کلام کی تعریف جامع نہیں اس لیے کہ یہ اس کلام کو شامل نہیں کہ جس کلام میں مبتدا کی خبر جملہ اسمیہ ہو جیسے زید ابوہ قائم ایسے ہی کلام کی تعریف اس کلام کو بھی شامل نہیں جس میں مبتدا کی خبر جملہ فعلیہ ہو جیسے زید قام ابوہ۔ اسی طرح اس کو بھی شامل نہیں جس میں مبتدا کی خبر شبہ جملہ ہو جیسے زید قائم ابوہ اس لیے کہ تعریف میں کہا گیا کہ دو کلموں کو متضمن ہو اور یہاں تو تین کلموں کو متضمن ہے اسی طرح جسق مہمل کو بھی شامل نہیں اور ایسے ہی دیز مقلوب زید کو بھی شامل نہیں اس لیے کہ دیز اور جسق مہمل نہ ہونے کی وجہ سے کلمہ نہیں۔

جواب: ماقبل میں ہم تعمیم کر چکے ہیں کہ کلمتین سے مراد عام ہے اور ان کے جوابات بھی دیئے جا چکے ہیں۔

قال الشارح اعلم ان كلام المصنف ایک فائدہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نحاۃ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ مسند اور مسند الیہ کے متعلقات کا کلام میں دخل ہے یا نہیں۔ صاحب مفصل نے جو کلام کی تعریف کی ہے وہ یہ کی ہے الکلام ھو المرکب تو مبتدا خبر دونوں کو معرفہ لائے اور قاعدہ ہے کہ جب ضمیر فصل دو معرفوں کے درمیان آ جائے تو وہ حصر کا فائدہ دیا کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ صاحب مفصل کے نزدیک کلام بند ہے دو کلموں میں لہذا متعلقات اور ملحقات کو کلام میں قطعاً دخل نہیں۔ مثلاً ضربت زیدا قائما میں کلام فقط ضربت ہے زیدا قائما یہ کلام سے خارج ہے اور صاحب کافیہ کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعلقات کو دخل ہے کیونکہ تعریف میں کوئی حصر کا کلمہ نہیں لائے اور نہ ہی فقط کی قید لگائی ہے لیکن مولانا جامی نے لفظ ظاھر لا کر اشارہ کر دیا کہ ہو سکتا ہے کہ صاحب کافیہ کے ہاں فقط کی قید ملحوظ اور معتبر ہو۔

قال الشارح ثم اعلم ان صاحب المفصل سے متن تک ایک اور فائدے کا بیان

ہے جس سے پہلے ایک فائدہ جان لیں۔

فائدہ کہ اسناد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اسناد مقصود لذاتہ (۲) اسناد غیر مقصود لذاتہ۔

اسناد مقصود لذاته : وہ جس کے ساتھ متکلم اپنے مخاطب کو اولا بالذات فائدہ تامہ پہنچانا چاہے جیسے زید قائم۔

اسناد غیر مقصودی : وہ ہے جس سے مخاطب کو فائدہ تامہ پہنچانا مقصود نہ ہو بلکہ وہ ذریعہ ہو اس اسناد کے لیے جس سے مخاطب کو فائدہ تامہ پہنچانا مقصود ہو۔ مثلاً زید قائم ابوہ یہاں دو اسناد ہیں۔

(۱) زید اور قائم کے درمیان (۲) قائم اور ابوہ کے درمیان اول اسناد مقصودی ہے اور دوسرا اسناد غیر مقصودی ہے اسی طرح وہ جملہ جو مبتدا کی خبر واقع ہو رہا ہو جیسے زید قام ابوہ اور وہ جملہ جو صفت واقع ہو اور وہ جملہ جو حال واقع ہو اور وہ جملہ جو صلہ واقع ہو ان سب میں اسناد غیر مقصودی ہوا کرتا ہے۔ اب وہ فائدہ سمجھیں جو مولانا جامی نے بیان کیا ہے، کہ اس بات میں اختلاف ہے کلام اور جملہ میں فرق ہے یا نہیں جس میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب صاحب مفصل علامہ جار اللہ زمخشری اور صاحب لباب علامہ تاج الدین محمد بکی ان دونوں کا مذہب یہ ہے کہ کلام اور جملہ میں نسبت تساوی کی ہے اور یہ دونوں مترادف ہیں

دوسرا مذہب بعض نحاۃ کا ہے ان کے نزدیک جملہ اور کلام میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی کلام اخص ہے اور جملہ اعم ہے لہذا ہر کلام جملہ تو ہو سکتی ہے لیکن ہر جملہ کلام نہیں ہو سکتا۔

وجہ فرق یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کے نزدیک کلام میں اسناد مقصود لذاتہ شرط ہے اور جملہ میں تعمیم ہے کہ خواہ اسناد مقصودی ہو یا غیر مقصودی ہو لہذا وہ جملہ جس میں اسناد مقصود لذاتہ ہو۔ جس طرح ہم نے بیان کر دیا ہے زید ابوہ قائم وہ جملے تو ہوں گے مگر کلام واقع نہیں ہوں گے باقی رہی یہ بات کہ مصنف ابن حاجب کا کیا مذہب ہے مولانا جامی نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کے کلام میں بڑا ہی کمال ہے کہ ان کے کلام کو دونوں مذاہب پر منطبق کیا جا سکتا ہے، پہلے مذہب پر اس طرح کہ صاحب کافیہ نے اسناد کو مطلق ذکر کیا ہے جس کے لیے مقصود لذاتہ کی قید نہیں ذکر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام اور جملہ کے درمیان نسبت تساوی کی ہے اور یہی پہلا مذہب ہے۔

اور دوسرے مذہب پر بھی انطباق کیا جاسکتا ہے کہ صاحب کافیہ نے بالاسناد میں الاسناد کو معرف بلام عہد خارجی ذکر کیا ہے جس سے اشارہ ہے کہ مطلق اسناد مراد نہیں بلکہ خاص اسناد مراد ہے یعنی اسناد مقصود لذاتہ، تو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام اور جملہ میں عام اور خاص مطلق کی نسبت ہے اور یہی دوسرا مذہب ہے۔

قال الماتن ولا یتاتی ذالک الافی اسمین اواسم وفعل مصنف علیہ الرحمۃ کلام کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد کلام کی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کلام کی صرف دو قسمیں ہیں۔ (۱) جملہ اسمیہ (۲) جملہ فعلیہ، اسمین سے مراد جملہ اسمیہ ہے اور اسم و فعل سے مراد جملہ فعلیہ ہے۔

فائدہ سوال اسم و فعل سے جملہ اسمیہ مراد لیا جاسکتا ہے اس لیے کہ اگر اسم مقدم ہو اور فعل مؤخر ہو تو وہ جملہ اسمیہ ہوا کرتا ہے نہ کہ فعلیہ جیسے زید قام لہذا مصنف کی عبارت میں صرف ایک قسم مذکور ہے یعنی جملہ اسمیہ۔

جواب: کافیہ کے دو نسخے ہیں۔ (۱) جس میں ہے فعل واسم اور دوسرے نسخے میں ہے اسم و فعل۔ پہلے نسخے کے مطابق کوئی اشکال ہی نہیں ہوتا البتہ دوسرے نسخے کے مطابق اشکال وارد ہوتا ہے، اس کا یہ جواب دیا گیا کہ اس نسخے کے مطابق بھی مراد جملہ فعلیہ ہے لیکن اسم کی عظمت شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسم کو مقدم کر دیا گیا ہے کہ اسم مؤخر بھی ہو جائے جملہ فعلیہ میں تب بھی مسند الیہ اسم ہوگا نہ کہ فعل۔

قال الشارح ولا یحصل مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یتاتی مأخوذ ہے اتیان سے بمعنی آمدن اور یہ تو ذی روح کی صفت ہے لہذا اس کی نسبت کلام کی طرف کرنا صحیح نہیں۔

جواب اتیان کے دو معنی ہیں۔ (۱) آمدن مشی بالاقدام یہ معنی حقیقی ہے۔ (۲) حصول، یہ معنی مجازی ہے اور اتیان پہلے معنی کے اعتبار سے ذی روح کی صفت ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے غیر ذی روح کی صفت ہے اور یہاں پر دوسرا معنی مراد ہے حصول۔

قال الشارح ذالک ای الکلام مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ذالک کے مشار الیہ میں تین احتمال ہیں۔ (۱) اسناد (۲) تضمن (۳) کلام، ان میں سے مشار الیہ کیا ہے مشار الیہ کون ہے۔

جواب : جواب دیا کہ مشار الیہ کلام ہے تضمن اور اسناد نہیں جس دو وجہ ہیں۔ (۱) کہ یہاں کلام کی تقسیم ہے اور قاعدہ ہے تقسیم میں مقسم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (۲) ذالک اسم اشارہ بعید ہے اور کلام بنسبت تضمن اور اسناد کے بعید ہے لہذا اس کو مشار الیہ بنانا مناسب ہے۔

قال الشارح **فی ضمن**

سوال : فی ظرفیت کے لیے ہے جس کا مابعد ظرف اور ماقبل مظروف ہوا کرتا ہے اور قاعدہ ہے کہ ظرف اور مظروف میں تغایر ضروی ہوتا ہے جیسے الماء فی الکوز اور اگر ظرف مظروف ایک ہو جائے تو اس کو ظرفیۃ الشئ لنفسہ کہا جاتا ہے جو کہ باطل ہوا کرتا ہے اب سوال کا حاصل یہ ہے کہ فی کا ماقبل ذالک ہے جس سے مراد کلام ہے اور فی کا مابعد اسمین ہے اس سے مراد بھی کلام ہے تو حاصل عبارت یہ ہوگا ولا یتاتی الکلام الافی الکلام اور یہ ظرفیۃ الشئ لنفسہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

جواب : شارح نے لفظ ضمن سے اشارہ کر دیا کہ ظرف مظروف میں تغایر موجود ہے کیونکہ ماقبل مظروف کلام سے مراد کلام کلی ہے اور اسمین سے مراد کلام جزئی ہے، یا بعنوان دیگر کلام اول سے مراد کلام عام ہے اور اسمین سے مراد کلام خاص ہے تو مطلب ہوگا کہ وہ عام کلام یا کلام کلی اپنے جزئی میں حاصل ہوگی تو ظرفیۃ الشئ لنفسہ کی خرابی لازم نہیں آئے گی بلکہ دونوں میں تغایر موجود ہے۔

قال الشارح **احدھما مسند والاخر مسند الیہ** سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : غلام زید میں دو اسم تو ہیں لیکن اسناد نہیں یعنی مسند اور مسند الیہ نہیں۔

قال الشارح **فی ضمن اسم مسند الیہ وفعل مسند** مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جملہ فعلیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ یہ ضربک پر صادق آرہی ہے۔ ضرب فعل ہے اور کاف ضمیر اسم حالانکہ یہ کلام نہیں۔

جواب : شارح نے کہ اسم سے مراد مسند الیہ ہے اور فعل سے مراد مسند ہے اور آپ کی پیش کردہ مثال میں کاف ضمیر اسم تو ہے لیکن مسند الیہ نہیں۔

قولہ وفی بعض النسخ اس عبارت میں اختلاف نسخ کا بیان ہے۔ جو سوال و جواب کے انداز میں گزر چکے ہیں۔

قال الشارح فان الترکیب مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال : کہ علامہ ابن حاجب نے کلام کی تقسیم میں کلمہ حصر کو ذکر کیا جب کہ کلمہ کی تقسیم میں حصر کو ذکر نہ کیا اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب : کلمہ کی تعریف میں حصر عقلی تھا کہ اقسام ثلاثہ کے علاوہ کوئی اور احتمال نہیں تھا اس لیے وہاں حرف حصر کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں تھی اور جب کلام میں چھ احتمال تھے جن میں سے دو صحیح باقی مردود تھے اس لیے کہ کلمہ حصر کو ذکر کر دیا کہ کلام صرف دو قسموں سے حاصل ہوتی ہے، اور کلام کی اقسام میں عقلی طور پر چھ احتمالات یہ ہیں۔

(۱) دونوں اسم ہوں — (۲) دونوں فعل ہوں

(۳) دونوں حرف ہوں — (۴) ایک اسم ہو ایک فعل ہو

(۵) ایک اسم ہو اور ایک حرف ہو — (٦) ایک فعل ہو اور دوسرا حرف ہو

ان چھ میں سے دو ہی احتمال صحیح تھے اس لیے کہ کلام میں اسناد ضروری ہے اور اسناد کے لیے مسند اور مسند الیہ کا ہونا ضروری ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسناد یعنی مسند اور مسند الیہ فقط ان دو ہی قسموں میں پائی جاتی ہے یعنی (۱) دونوں اسم ہوں۔ جیسے زید قائم جملہ اسمیہ ہے۔

(۲) فعل اور اسم ہوں جیسے قام زید۔

قال الشارح نحو یازید مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کلام کو دو قسموں میں منحصر کرنا باطل ہے اس لیے کہ یازید کلام ہے جو کہ صرف اور اسم سے مرکب ہے۔

جواب یازید کلام نہیں بلکہ یا قائمقام ہے ادعو اور اطلب کے لہذا یہ فعل اور اسم سے مرکب ہوئی۔

﴿تعریف اسم﴾

قال الماتن: الاسم مادل علی معنی فی نفسہ مصنف علامہ ابن حاجبؒ اسم کی صراحتاً تعریف کو بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم ایسے کلمہ کو کہا جاتا ہے جو معنی فی نفسہ یعنی معنی مستقل پر دال ہو اور وہ معنی تین زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو۔

قال الشارح: کلمۃ دلت مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: لفظ ما میں چار احتمال ہیں اور چاروں باطل ہیں۔

(۱) ما سے مراد شیء ہو تو یہ تعریف دوال اربعہ صادق آئے گی کیونکہ وہ بھی ایک شیء ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرتے ہیں اور مقترن بالزمان بھی نہیں۔ (۲) ما سے مراد لفظ ہو تو تعریف کلام پر صادق آئے گی مثلاً زید قائم کا مجموعہ لفظ ہے جو کہ مستقل معنی پر دال ہے اور مقترن باحد الازمنۃ الثلاثہ بھی نہیں۔

(۳) ما سے مراد اسم ہو تو تعریف میں اخذ المحدود فی الحد کی خرابی لازم آتی ہے جو کہ دور ہے۔

(۴) ما سے مراد کلمۃ ہو تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں اس لیے کہ دل میں ھو ضمیر راجع ہے ما کی طرف اور ما سے مراد کلمۃ ہے جو کہ مؤنث ہے پھر دل کی بجائے دلت کہنا چاہیے تھا۔

جواب: شارح نے جواب دیا کہ ما سے مراد کلمۃ ہے جس پر قرینہ یہ ہے کہ کلمہ مقسم ہے اور اسم اس کا قسم ہے اور قاعدہ ہے کہ اقسام میں مقسم معتبر ہوا کرتا ہے۔ باقی رہا اشکال کہ راجع مرجع میں مطابقت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مطابقت موجود ہے اس لیے کہ ضابطہ ہے کہ جب ایک لفظ لفظ کے اعتبار سے مذکر اور معنی کے اعتبار سے مؤنث ہو تو لفظ کی رعایت بھی جائز ہے اور معنی کی رعایت بھی جائز ہے کیونکہ لفظ ما لفظ کے اعتبار سے مذکر تھا اس لیے مصنف نے مذکر کی ضمیر لوٹائی ہے۔ نیز مولانا جامی نے ما کی تفسیر کلمۃ نکرہ کے ساتھ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہاں ما موصوفہ ہے موصولہ نہیں جس پر قرینہ یہ ہے کہ یہ مقام مقام خبر ہے اور مقام خبر میں اصل نکرہ ہونا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ما موصوفہ نکرہ ہوا کرتا ہے موصولہ نہیں۔

نیز تیسری بات کہ مولانا جامی نے دلت فعل نکال کر یہ بتا دیا کہ اصل مقام یہاں پر فعل مؤنث کا تھا

کیونکہ ضمیر راجع ہوتی تھی ما کی طرف اور ما سے مراد کلمۃ ہے جو کہ مؤنث ہے۔

قال الشارح کائن فی نفسه مولانا جامی نے ترکیب کو بیان کیا ہے جس میں کئی احتمال ہیں پہلا احتمال کے فی نفسه ظرف مستقر ہو کر متعلق ہو کائن کے جو صفت ہے معنی کی دوسرا احتمال یہ ظرف لغو متعلق ہے دل فعل مذکور کے۔ تیسرا احتمال یہ ظرف مستقر ہو کر معنی سے حال ہو۔ چوتھا احتمال فی نفسه ظرف مستقر ہو کر دل فعل مذکور کی ضمیر مستتر ہو سے حال ہو۔ آخری دونوں احتمالوں کی صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی کائنا فی نفسه مولانا جامی نے پہلے احتمال کو متعین کر کے باقی احتمالوں کو رد کر دیا باقی رہی یہ بات کہ فی نفسه ظرف لغو کیوں نہیں بن سکتی اس لیے کہ دلالت کا صلہ با یا علی ہوا کرتا ہے فی نہیں ہوتا اب فی کو باء یا علی کے معنی میں لیا جائے گا یہ مجاز غیر مشہور ہے اور مجاز غیر مشہور کے تعریفات کے اندر ذکر کرنا صحیح نہیں ہوتا۔ اسی طرح فی نفسه کو حال بنانا بھی صحیح نہیں نہ دل کی ضمیر سے اور نہ معنیٰ سے اس لیے اس سے کلمۃ کی دلالت مقید ہو جائے گی فی نفسه کے ساتھ حالانکہ فی نفسه یہ قید معنی کے مستقل ہونے کے لیے ہے نہ کہ کلمہ کی دلالت کی۔

قال الشارح ای فی نفس مادل یہاں سے مرجع کے تعین کا بیان ہے کہ فی نفسه کی ضمیر کے مرجع میں کئی احتمال ہیں۔ (۱) ضمیر کا مرجع معنیٰ ہو۔ (۲) فی نفسه کا مرجع اسم ہو۔ (۳) الکلمۃ ہو۔ (۴) ما ہو جو الاسم مادل میں ہے مولانا جامی نے متعین کر دیا کہ فی نفسه کی ضمیر کا مرجع ما ہے باقی رہی یہ بات کہ دل فعل کو دوبارہ کیوں ذکر کیا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ذکر موصوف صفت میں شدت اتصال کی وجہ سے ہے۔ باقی تین احتمال صحیح نہیں۔ پہلا احتمال تو اس لیے صحیح نہیں کہ اس میں ظرفیۃ الشئ لنفسه کی خرابی لازم آتی ہے۔ اس لیے کہ تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ اسم ایسا کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دال ہو جو معنی اس کی ذات میں ہو تو ظرف بھی معنی ہوا اور مظروف بھی معنی ہے۔ دوسرا احتمال اس لیے صحیح نہیں کہ اس میں اخذ المحدود فی الحد کی خرابی لازم آتی ہے اور تیسرا احتمال اسلیے صحیح نہیں کہ اس کے راجع مرجع میں مطابقت نہیں رہتی کیونکہ فی نفسه کی (ہ) ضمیر مذکر ہے اور مرجع الکلمۃ مؤنث ہے۔

قال الشارح فتذکیر الضمیر مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب

دینا ہے۔

سوال: جب ضمیر کا مرجع ما ہے اور ما عبارت ہے کلمۃ سے اور کلمۃ مؤنث ہے تو لازم آیا کہ راجع مرجع میں مطابقت کا نہ ہونا۔

جواب: مولانا جامی نے جواب دیا کہ لفظ ما میں دو اعتبار ہیں لفظ کے اعتبار سے ما مذکر ہے اور معنی کے اعتبار سے ما مؤنث ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی لفظ کے ذو اعتبارین ہو تو وہاں ضمیر مذکر بھی لوٹائی جاسکتی ہے اور مؤنث کی بھی لوٹائی جاسکتی ہے۔ اور یہاں پر بھی لفظ ما کا اعتبار کرتے ہوئے ضمیر مذکر کی لوٹائی گئی ہے۔

قال الشارح علی لفظ الموصول اس پر سوال ہوتا ہے

سوال: کہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ما موصولہ ہے حالانکہ ماقبل میں مولانا جامی نے ما کی تفسیر نکرہ کے ساتھ کر کے بتایا تھا کہ ما موصوفہ ہے موصولہ نہیں تو بظاہر کلام میں تعارض ہے۔

جواب: اس قسم کی عبارتوں میں ما کا موصوفہ بننا بھی صحیح ہوا کرتا ہے اور ما موصولہ بھی بننا صحیح ہوتا ہے۔ چونکہ ما کا موصوفہ ہونا اولیٰ تھا اس لیے اولاً موصوفہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا اور ما کا موصولہ ہونا بھی صحیح تھا اس لیے ثانیاً اس کے موصولہ ہونے کی طرف اشارہ کر دیا لہٰذا کوئی تعارض نہ ہوا۔

قال الشارح قالا المصنف فی الایضاح مولانا جامی صاحب کافیہ کے اس کلام کو نقل کرتے ہیں جس کو انہوں نے اپنی کتاب الایضاح مفصل کی شرح میں ذکر کیا ہے جس سے مقصود دو باتوں کا بیان ہے۔

(۱) المعنی فی نفسه کا کیا مطلب ہے۔ (۲) فی نفسه کی (ہ) ضمیر کا مرجع معنی بنانا بھی جائز ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مصف کی کتاب ایضاح میں فی نفسه کی (ہ) ضمیر کا مرجع معنی بنایا ہے اس پر سوال ہوگا۔

سوال: کہ اس صورت میں تو ظرفیة الشئ لنفسه کی خرابی لازم آتی ہے۔

جواب: جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض تب وارد ہوتا کہ فی ظرفیت کے لیے ہو حالانکہ یہاں فی ظرفیت کے لیے نہیں بلکہ فی بمعنی اعتبار کے ہے اب معنی یہ ہوگا کہ اسم ایسے کلمہ کو کہا جاتا ہے جو ایسے معنی پر دال ہو جو معنی معتبر فی نفسه ہو یعنی ملحوظ بذاته ہو کسی دوسرے امر خارج کا اعتبر نہ ہو

کقولك الدار فی نفسها یہ استشہاداور دلیل موجود ہے۔عرب کا محاورہ ہے الدار فی نفسها حکمها کذا یعنی دار یک قیمت اپنی ذات کے اعتبار سے اتنی قیمت ہے قطع نظر کرتے ہوئے کسی امر خارج کے جس طرح اس محاورے میں فی بمعنی اعتبار کے ہے اسی طرح المعنی فی نفسه میں بھی فی اعتبار کے معنی میں ہے۔

قال الشارح **ای لاباعتبار امر خارج** مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : فی نفسه کوالدار فی نفسها کے ساتھ تشبیہ دینا صحیح نہیں اس لیے کہ فی نفسه کو فی غیره بھی پڑھنا جائز ہے لیکن الدار فی نفسها کو الدار فی غیرها کہنا صحیح نہیں لہذا تشبیہ صحیح نہ ہوئی۔

جواب : یہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں بلکہ من بعض الوجہ ہے کہ جس طرح الدار فی نفسها میں بعض اوقات امر خارج کا اعتبار ہوتا ہے۔اور بعض اوقات امر خارج کا اعتبار نہیں ہوتا اسی طرح معنی فی نفسها میں بھی بعض اوقات امر خارج کا اعتبار نہیں ہوتا اور بعض اوقات امر خارج کا اعتبار ہوتا ہے اگر امر خارج کا اعتبار نہ ہوتو یہ معنی اسمی معنی مستقل ہوتا ہے اور اگر امر خارج کا اعتبار ہوتو یہ معنی حرفی یعنی معنی غیر مستقل ہوتا ہے۔

قال الشارح **ولذالک قیل الحرف** تائید کا بیان ہے کہ فی بمعنی اعتبار کے ہوتا ہے اسی وجہ سے تو نحاۃ حرف کی تعریف ۔میں فی غیره کوذکر کرتے ہیں۔

قال الشارح **ای حاصل فی غیره** یہاں سے فی غیره کی ظرف کی کیفیت کا بیان ہے کہ فی غیره ظرف مستقر حاصل کے متعلق ہوکر معنی کی صفت ہے۔

قال الشارح **ای باعتبار متعلقه** یہاں سے غیر کی تعیین کا بیان ہے کہ غیر سے یہاں مطلق غیر مراد نہیں بلکہ غیر متعلق کے معنی میں ہے۔

انتھی کلامه یعنی قال المصنف سے لے کر یہاں تک مصنف کی بیان کردہ بیان کی انتہا ہوگئی ہے۔

﴿بحث المحصول والحاصل﴾

قال الشارح **ومحصوله ماذكره بعض المحققين** سے لیکر واذ اعرفت تک یہ بحث جامی کی مشکل ترین اور معرکۃ الآراء بحث ہے جو کہ حاصل محصول کے بحث کے نام سے مشہور ہے۔اس سے پہلے چند فوائد جان لیں۔

فائدہ کہ محصول اور حاصل کہتے ہیں ماثبت من الشئ مابقی من الشئ کو لیکن دونوں میں فرق ہے کہ محصول کہا جاتا ہے جو کسی شئ سے وقت اور تکلف سے حاصل ہو اور حاصل کہا جاتا ہے جو کسی شئ سے آسانی کے ساتھ بلاتکلف حاصل ہو۔

فائدہ یہ تحقیق کس کی ہے مولانا عصام نے تو اسی پر زور دیا کہ یہ تحقیق مصنف کی نہیں بلکہ یہ تحقیق میر سید شریف کی ہے۔اور جامی کا حاشیہ۔ملا جلال نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ تحقیق علامہ ابن حاجب ہی کی ہے۔مولانا جامی نے ماذکرہ بعض المحققین سے مراد میر سید شریف ہے اور مولانا جامی نے ماذکرہ کا لفظ بولا ہے ماقالہ کا لفظ نہیں بولا۔جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحث میر سید کی نہیں بہر حال بعض المحققین سے مراد میر سید صاحب ہیں مولانا جامی نے ان کا نام ذکر کیوں نہیں کیا اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔

جواب اول: مولانا جامی ان کا نام نہ ذکر کر کے اس بحث کے عمدہ اور پسندیدہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

جواب ثانی: کہ میر سید شریف کی اسی میں تعظیم ہے اس لیے کہ انہیں مولانا جامی نے محققین سے شمار کیا ہے۔

جواب ثالث: کہ میر سید شریف کی یہ بحث اس قدر مشہور ہے کہ جس میں اس کے نام لینے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ حواشی مطول،حواشی رضی وغیرہ میں موجود ہے۔

فائدہ محصول کی بحث بنسبت حاصل کی بحث کے مشکل تھی اور محصول کی بحث میں ابہام تھا اسی وجہ سے پہلے محصول کے بحث کو لایا جا رہا ہے بعد میں حاصل کی بحث کو کیونکہ قاعدہ ہے کہ ابہام مقدم ہوا کرتا ہے اور تفصیل مؤخر ہوا کرتی ہے اسی طرح عسیر کو یسیر پر مشکل کو آسان پر مقدم کیا جاتا ہے۔

فائدہ اس ساری بحث کے تین حصے ہیں۔پہلا حصہ ومحصولہ سے لے کر فالا بتداء تک اور دوسرا

حصہ فالا بتداء سے لے کر والحاصل تک۔ تیسرا حصہ والحاصل سے لیکر واذا عرفت تک۔

خلاصہ حاصل و محصول : مقصود اس پوری بحث سے معنی اسمی اور معنی حرفی کے درمیان فرق کو بیان کرنا ہے، لیکن تین طریقوں سے فرق بیان کیا گیا ہے۔ محصولہ سے اس پہلے حصہ میں تشبیہ المعقول بالمحسوس کے ذریعہ فرق بیان کیا گیا ہے۔ اور فالابتداء سے والحاصل تک اس دوسرے حصہ میں ایک مثال جزئی کے ذریعہ معنی اسمی اور معنی حرفی کے درمیان فرق کو بیان کیا گیا ہے۔ اور والحاصل سے واذا عرفت تک وضع کے اعتبار سے معنی اسمی اور معنی حرفی کے درمیان فرق کو بیان کیا گیا۔

پہلا حصہ یعنی محصول کی بحث

اب سمجھیے پہلے حصہ کا مقصد وہ تو ہم نے عرض کر دیا ہے کہ ومحصولہ سے لے کر فالابتداء تک اس پہلے حصہ میں تشبیہ المعقول بالمحسوس کے ذریعے معنی اسمی اور معنی حرفی کے درمیان فرق بیان کرنا ہے اور اسی پہلے حصہ میں تین سوال مقدرہ کا جواب بھی دینا ہے۔ جس میں ملحوظا فی ذاته یہ عبارت پہلے سوال مقدر کا جواب اور یحصل ان یحکم دوسرے سوال مقدر کا جواب اور آلة لملاحظه غیره تیسرے سوال مقدر کا جواب ہے۔

تشبیہ المعقول بالمحسوس کی تفصیل سمجھیے موجود کی ابتداءً دو قسمیں ہیں۔

(۱) موجود خارجی (۲) موجود ذہنی

پھر اس میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں، موجود خارجی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) موجود خارجی قائم بذاته جس کو جوہر کہتے ہیں۔ (۲) موجود خارجی قائم بغیره جس کو عرض کہتے ہیں۔

موجود خارجی قائم بذاته کا مطلب یہ ہے کہ اپنے وجود میں کسی محل کی طرف محتاج نہ ہو اس کو جوہر اور موجود فی حد ذاته بھی کہا جاتا ہے۔

موجود خارجی قائم بغیره کا مطلب یہ ہے کہ اپنے وجود میں کسی محل کی طرف محتاج ہو اس کو عرض اور قائم بغیره بھی کہتے ہیں۔ اس کی مثال جیسے رنگ ہیں شکلیں ہیں وغیرہ۔

اور موجود ذہنی بھی دو قسم پر ہیں۔

(۱) موجود ذہنی مدرك بالقصد ہو (۲) موجود ذہنی مدرك بالتبع ہو۔

موجود ذہنی مدرک بالقصد ہونے کا مطلب یہ ہے وہ اس کا ادراک اور تصور کسی غیر کے ادراک اور تصور کے تابع نہ ہو۔

موجود ذہنی مدرک بالتبع کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ادراک اور تصور غیر کے ادراک اور تصور کے تابع ہو۔ دونوں کی مثال جیسے جب آئینہ میں چہرہ کو دیکھنا مقصود ہو تو چہرہ اور آئینہ دونوں مرئی ہیں لیکن چہرہ کا مرئی ہونا یہ بالقصد ہے اور آئینہ کا مرئی ہونا بالتبع ہے۔

موجود ذہنی کا قسم اول یہ مشابہ ہے موجود خارجی کے قسم اول سے، جس کی وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح موجود خارجی کا قسم اول اپنے وجود میں کسی محل کی طرف محتاج نہیں ہوتا اسی طرح موجود ذہنی کا قسم اول بھی اپنے ادراک اور تصور میں غیر کے ادراک اور تصور کے تابع نہیں ہوتا اور اسی طرح موجود ذہنی کا قسم ثانی موجود خارجی کے قسم ثانی کے مشابہ ہے، جس کی وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جس طرح موجود خارجی کا قسم ثانی اپنے وجود میں محل کیطرف محتاج ہوا کرتا ہے اسیطرح موجود ذہنی کا قسم ثانی بھی اپنے ادرک اور تصور میں غیر کے ادراک اور تصور کیطرف محتاج ہوا کرتا ہے، ،

اب ہم یہ کہتے ہیں معنی اسمی موجود ذہنی کے قسم اول کے قبیل سے ہے اور معنی حرفی یہ موجود ذہنی کے قسم ثانی کے قبیل سے ہے لہذا چونکہ معنی اسمی موجود ذہنی کا قسم اول ہونے کی وجہ سے یہ مشابہ ہو جائے گا موجود خارجی کے قسم اول سے اور معنی حرفی موجود ذہنی کے قسم ثانی ہونے کیوجہ سے یہ مشابہ ہو جائے گا موجود خارجی کے قسم ثانی کے یہ ہے تشبیہ المعقول بالمحسوس۔ جس کا فائدہ یہ ہوگا جسطرح موجود خارجی کے قسم اول کی نسبت اپنے نفس کی طرف بذریعہ کلمہ فی کے کرنا صحیح ہے کہ موجود قائم فی نفسه کہا جائے اسی طرح معنی اسمی کی بھی اپنے نفس کیطرف کلمہ فی کی ذریعہ نسبت کرنا صحیح ہو جائے گا لہذا اسم کی تعریف یہ صحیح ہو جائے گی۔ الاسم مادل علی معنی فی نفسه اور جس طرح موجود خارجی کے قسم ثانی کی نسبت اپنے مقابل غیر کی طرف کرنا کلمہ فی کے ذریعے صحیح تھا کہ اس کو موجود فی غیرہ کہا جائے اسی طرح معنی حرفی کی نسبت بھی غیر کی طرف کلمہ فی کے ذریعہ کرنا صحیح ہوگا۔ لہذا حرف کی یہ تعریف بالکل صحیح ہو جائے گی۔ الحرف مادل علی معنی فی غیرہ اور معنی اسمی موجود ذہنی کا قسم اول یعنی مدرک بالقصد ہے اس لیے یہ معنی مستقل ہوا اور معنی حرفی موجود ذہنی کا قسم ثانی یعنی مدرک بالتبع تو یہ معنی غیر مستقل ہوا۔

قال الشارح ملحوظا فی ذاته پہلے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: جس طرح معنی اسمی مدرک بالقصد ہوتا ہے اسی طرح معنی حرفی بھی مدرک بالقصد ہی ہوا کرتا ہے اسلیے کہ جب بھی مدرک حرف کے معنی کا ادراک کرے گا تو وہ اپنے قصد اور ارادے سے کرے گا۔لہذا معنی حرفی بھی مدرک بالقصد ہونے کی وجہ سے اس کا معنی بھی معنی مستقل ہو جائے گا اور معنی اسمی اور معنی حرفی میں فرق ختم ہو جائے گا۔

جواب: جواب دیا کہ ملحوظا فی ذاته کہ مدرك بالقصد کا آپ نے مطلب نہیں سمجھا۔ مدرك بالقصد کا مطلب یہ ہے کہ مدرك بالقصد ملحوظ بالذات ہو یعنی جو اپنے تعقل اور ادراک میں غیر کا محتاج نہ ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ مدرك بالقصد ملحوظ بالذات معنی اسمی تو ہوا کرتا ہے معنی حرفی نہیں۔کیونکہ وہ اپنے تعقل میں غیر کا محتاج ہوتا ہے۔لہذا فرق باقی رہا۔

قال الشارح یصلح ان یحکم علیه وبه یہ دوسرے سوال مقدر کا جواب ہے کہ مدرک بالقصد اور ملحوظ بالذات مراد لینے سے تو اسماء متضایفہ جیسے لفظ اب اور ابن وغیرہ یہ اسماء کی تعریف سے نکل کر حرف کی تعریف میں داخل ہوں گے کیونکہ ان کا تعقل اور تصور ادراک غیر پر موقوف ہے۔کیونکہ اب اس کو کہتے ہیں جس کے لیے ابن ہو اور ابن اس کو کہتے ہیں جس کے لیے اب ہو۔

جواب: ملحوظ بالذات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ محکوم علیہ اور محکوم بہ یعنی مسند الیہ اور مسند بہ بننے کی صلاحیت ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسمائے متضایفہ میں سے ہر ایک میں محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت موجود ہے لہذا ان اسماء پر معنی اسمی کی تعریف صادق آئے گی۔اس پر سوال ہوگا۔

سوال: کہ مدرك بالقصد ملحوظ بالذات معنی مستقل کا یہ مطلب بیان کرنا کہ اس میں محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت ہو اس سے تو لازم آئے گا کہ فعل مدرک بالقصد اور ملحوظ بذات نہ ہو اور اس کا معنی مستقل نہ ہو کیونکہ اس میں تو صرف محکوم بہ بننے کی صلاحیت ہوتی ہے محکوم علیہ کی نہیں ہوا کرتی حلانکہ بالاتفاق معنی فعل مدرک بالقصد ملحوظ بالذات اور معنی مستقل ہوا کرتا ہے۔اس کے شارحین نے متعدد جواب دیئے ہیں۔

جواب اول: کہ وبه میں واو بمعنی او کے ہے مطلب یہ ہوگا کہ اس معنی میں محکوم علیہ یا محکوم بہ

بننے کی صلاحیت ہواور یہ بات ظاہر ہے فعل میں محکوم بہ بننے کی صلاحیت موجود ہے۔

جواب ثانی: قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ ہر معنی مستقل میں محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت ہوتی ہے اسی قاعدہ کی بناء پر فعل کا بھی چونکہ معنی مستقل ہوا کرتا ہے تو اس کا بھی محکوم علیہ اور محکوم بہ بننا صحیح ہونا چاہیے تھا لیکن واضع نے چونکہ فعل وضع کر دیا محکوم بہ کے لیے فقط اس لیے یہ قاعدہ بنا دیا گیا گویا کہ فعل میں محکوم علیہ بننے کی صلاحیت ہی نہیں تا کہ وضع کی مخالفت نہ آئے۔

جواب ثالث: فعل میں جو معنی مستقل ہے وہ معنی حدثی معنی مصدری ہے اور معنی مصدری کا محکوم علیہ اور محکوم بہ بننا صحیح ہے لیکن چونکہ یہ فعل کا معنی مطابقی نہیں تضمنی ہے اس اعتبار سے اس کا محکوم علیہ بننا صحیح نہیں۔

قال الشارح والۃ لملاحظۃ تیسرے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: معنی حرفی کی یہ تعریف کرنا کہ یہ مدرک بادراک تبعی اور ملحوظ لملاحظہ تبعی ہوا کرتا ہے یہ درست نہیں۔ اس لیے کہ اس سے توابع اسم کی تعریف سے نکل کر حرف کی تعریف میں داخل ہو جائیں گے کیونکہ وہ بھی مدرک بادراک قصدی ہی نہیں ہوتے مدرک بادراک تبعی ہوا کرتے ہیں۔

جواب: مدرک بادراک تبعی ہونے کا مطلب یہ ہے جو غیر کے ملاحظہ کیلیے آلہ ہوں یہ بات ظاہر ہے کہ توابع غیر کے ملاحظہ کے لیے آلہ نہیں لہذا معنی حرفی کی تعریف توابع پر صادق نہیں آئے گی۔

قال الشارح فلا یصلح لشئ منہما ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ جب معنی حرفی مدرک بادراک تبعی اور ملحوظ بملاحظہ تبعیہ ہوا تو معنی حرفی نہ محکوم علیہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ محکوم بہ بننے کی، اس لیے کہ محکوم علیہ اور محکوم بہ وہ چیز ہوا کرتی ہے جو مدرک بادراک قصدی ہو ملحوظ بملاحظہ ذاتی اور مستقل بتعقل ذاتی ہو، چونکہ یہ بحث مناطقہ کے طرز پر کی گئی ہے اسی لیے یہاں پر محکوم علیہ اور محکوم بہ کو ذکر کیا گیا ہے مسند الیہ اور مسند کو ذکر نہیں کیا گیا تا کہ تعبیر بھی مناطقہ کی طرز پر ہو جائے۔

دوسرا حصہ فالا بتداء مثلا یہاں سے دوسرا حصہ شروع ہے جس میں مثال کے

ذریعے موجود ذہنی کی دونوں قسموں کے مابین اور اسی طرح معنی اسمی اور معنی حرفی کے مابین فرق کی وضاحت بیان کررہے ہیں، اس لیے کہ مثال کے ذریعہ قاعدہ کلیہ کا سمجھنا سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔

مثال کی تعریف کی جاتی ہے۔ذکر الجزء یت لتوضیح الکلیة، جس کا حاصل یہ ہے کہ مفہوم ابتداء بمعنی آغاز کردن اس معنی میں دو حیثیتیں ہیں۔ (ا) کہ یہ مدرک بالقصد ہو ملحوظ بالذات ہو یعنی اس کو کسی دوسری چیز کے ملاحظہ کے لیے آلہ نہ بنایا جائے تو اس وقت یہ موجود ذہنی کی قسم اول ہوگی اور معنی مستقل بالمفہوم ہوگا اور معنی اسمی ہوگا اور محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہوگا اور اس حیثیت اور اعتبار سے یہ لفظ ابتداء کا مفہوم اور معنی ہوگا اور لفظ ابتداء اس معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ سیر، بصرہ وغیرہ کا محتاج نہ ہوگا۔ دوسری حیثیت یہ ہے کہ مفہوم ابتداء مدرک بالتبع ہو ملحوظ بالتبع ہو یعنی اس کا تصور اس طور پر کیا جائے کہ یہ ایک حالت ہے سیر اور بصرہ کے درمیان اور اس کو اس کے حالات کے معلوم کرنے کا آلہ بنایا جائے تو اس وقت یہ موجود ذہنی کی قسم ثانی ہوگی غیر مستقل بالمفہوم ہوگا ور محکوم علیہ اور محکوم بننے کی صلاحیت نہیں رکھے گا۔اور یہ معنی حرفی ہوگا اور لفظ مـــــن کا مدلول ہوگا کہ اس کے متعلق مخصوص کو جب تک ذکر نہ کیا جائے تو اس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے۔

خلاصہ یہ ہوا چیز ایک ہی ہے لیکن اس میں اعتبار دو ہیں۔

قال الشارح ولزمه تعقل سوال کا جواب ہے

سوال: جس طرح معنی حرفی اپنے تعقل اور تصور میں غیر محتاج ہے اسی طرح معنی اسمی بھی تعقل میں اپنے متعلق کا محتاج ہے لہذا معنی اسمی اور معنی حرفی میں فرق کرنا باقی نہ رہا۔ نیز جب مطلق ابتداء کے مفہوم کو اس کے متعلق کا تصور لازم ہے اور متعلق سے مراد مامنہ الابتداء ہے تو یہ استقلال معنی کے منافی ہے۔

جواب: ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ مطلق ابتداء کے مفہوم کو متعلق کا تصور لازم ہے لیکن متعلق کے تصور کا لازم ہونا دو قسم پر ہے۔ (ا) مطلق ابتدا کے مفہوم کو اس کے متعلق کا تصور لازم ہو اجمالا۔ (۲) متعلق کا تصور لازم ہو تفصیلا اور متعلق کے تصور کا اجمالا لازم ہونا یہ استقلال معنی

کے قطعاً منافی نہیں اس لیے کہ اس صورت میں متعلق کی طرف توجہ اور التفات تو بالتبع اور بالعرض ہوا کرتی ہے بالذات نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اور ان کو لفظوں میں ذکر کرنا بھی ضروری نہیں ہوتا البتہ دوسری قسم متعلق کے تصور کا لازم ہونا تفصیلا یہ یقیناً معنی کے استقلال کے منافی ہے کیونکہ اس صورت میں متعلق کی طرف التفات اور توجہ بالذات ہوا کرتی ہے اسی وجہ سے اس کو لفظوں میں ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے لیکن یہ معنی اسمی میں نہیں ہوتا بلکہ یہ تو معنی حرفی میں ہوا کرتا ہے جیسے سرت من البصرة الی الکوفة۔

خلاصہ یہ ہوا کہ معنی اسمی میں بھی متعلق ہوتا ہے اور معنی حرفی میں بھی لیکن فرق یہ ہے کہ معنی اسمی میں متعلق کا تعقل اور تصور اجمالا اور تبعا ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں ہوتی جب کہ معنی حرفی میں متعلق کا تعقل اور تصور بالذات اور تفصیلا ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح **ھذا ھو المراد** سے ماقبل پر تفریع کا بیان کہ نحاۃ کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ ان للاسم والفعل معنی کائنا فی نفس الکلمۃ دالۃ علیہ کہ اسم اور فعل میں ایک ایسا معنی ہے جو نفس کلمہ میں ثابت ہے اور وہ کلمہ دال ہے اس پر تو نحاۃ کے اس قول کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اسم اور فعل کا معنی یہ کلمہ کا مدلول ہے تو اسم اور فعل کے معنی کی تخصیص ختم ہو جائے گی بلکہ ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اسم و فعل کا معنی یہ ملحوظ بالذات ہوتا ہے اور مستقل بالمفہومیۃ ہوتا ہے یعنی عقل معنی اسمی اور معنی فعلی کا ادراک اور تصور بالذات کرتی ہے بالتبع نہیں بخلاف حرف کے کہ وہ ملحوظ بملاحظہ تبعیہ ہوتا ہے بالذات نہیں ہوتا۔

قال الشارح **اذا لاحظہ العقل** اس میں مفہوم ابتداء کے ملحوظ بملاحظہ تبعیہ ہونے کی صورت کا بیان ہے کہ جب مفہوم ابتداء ملحوظ بملاحظہ تبعیہ ہو یعنی عقل اس کا ادراک بالتبع کرے بایں طور کہ یہ ابتداء طرفین یعنی مبداء اور مبداء منہ کے احوال کے پہچاننے کیلیے آلہ اور وسیلہ ہو تو اس صورت میں یہ مفہوم ابتداء موجود ذہنی کی قسم ثانی ہے اور معنی حرفی ہے یعنی غیر مستقل بالمفہومیۃ ہے اور لفظ من کا مدلول ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے سمجھنے پر صراحتاً لفظوں میں اس کے متعلق کو ذکر کر دیا جاتا ہے۔ جیسے یوں کہا جاتا ہے سرت من البصرة الی الکوفة لیکن یاد رکھیں لفظ مثلاً ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ابتداء کا ذکر مثال کے طور پر ہے، بطور حصر نہیں۔

تیسرا حصہ بحث حاصل

قال الشارح والحاصل ان لفظ الابتداء. یہ تیسرا حصہ ہے جس میں فالابتداء والی کلام کے حاصل کا بیان ہے جس سے مقصود معنی اسمی اور معنی حرفی کے درمیان اور اسی طرح لفظ ابتداء اور لفظ من کے درمیان وضع کے اعتبار سے فرق بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ ابتداء یہ موضوع ہے مفہوم کلی مطلق ابتداء کے لیے اور یہ مفہوم کلی متعقل بتعقل قصدی ہونے کی وجہ سے مستقل بالمفہومیۃ ہے اور محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ہر وہ مفہوم جو متعقل بتعقل قصدی ہو اور محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو تو وہ معنی اسمی ہوتا ہے لہذا مفہوم کلی بھی معنی اسمی ہوا۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) معنی اسمی مفہوم کلی کا نام ہے۔ (۲) لفظ ابتداء یہ مفہوم کلی کے لیے موضوع ہے جزئیت کیلیے نہیں اور لفظ من موضوع ہے مفہوم کلی کی جزئیات مخصوصہ یعنی ابتداءات خاصہ کے لیے اور یہ جزئیات مخصوصہ متعقل بتعقل تبعیہ ہونے کی وجہ سے غیر مستقل بالمفہومیۃ ہے۔ اور نہ ہی اس میں محکوم علیہ بننے کی صلاحیت ہے اور نہ محکوم بہ بننے کی، باقی رہی یہ بات ان میں محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت کیوں نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ محکوم علیہ اور محکوم بہ کے درمیان نسبت کا ہونا ضروری ہے اور نسبت تب پائی جاسکتی ہے جب ان میں سے ہر ایک ملحوظ بملاحظہ ذاتیہ اور متعقل بتعقل قصدی ہو اور یہ جزئیات مخصوصہ تو اپنے متعلقات کے احوال کے پہچاننے کے لیے آلہ اور وسیلہ ہونے کی وجہ سے متعقل بتعقل قصدی نہیں اور ہر وہ مفہوم جو متعقل بتعقل قصدی نہ ہو وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ لہذا یہ جزئیات مخصوصہ بھی نہ محکوم علیہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ محکوم بہ بننے کی۔

بل تلک الجزیات : ماقبل سے ترقی کا بیان کے جزئیات مخصوصہ کا تعقل بغیر متعلقات کے ہوسکتا ہی نہیں اور ہر وہ مفہوم جو محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو وہ معنی حرفی ہوتا ہے اس سے بھی دو باتیں معلوم ہوگئیں کہ معنی حرفی مفہوم جزئی ہے کلی نہیں۔ لفظ من جزئیات کے لیے موضوع ہے کلیات کے نہیں۔

سوال : کہ حاصل اور ذوالحاصل یعنی ابتداء والی کلام میں موافقت نہیں ہے بلکہ مخالفت

موجود ہے حالانکہ موافقت کا ہونا ضروری تھا، اس طرح ہے کہ ذوالحاصل یعنی ابتداء والی کلام میں یہ کہا گیا تھا کہ لفظ ابتداء اور لفظ من دونوں موضوع ہے ایک ہی چیز یعنی مفہوم ابتداء کیلئے لیکن اعتبار دو ہیں۔ اگر مفہوم ابتداء میں متعقل بتعقل قصدی ہونے کا لحاظ کیا جائے تو یہ معنی اسمی ہے اور لفظ ابتداء کا مدلول ہے اور اگر متعقل بتعقل تبعی کا لحاظ کیا جائے تو یہ معنی حرفی ہے اور لفظ من کا مدلول ہے اور یہاں پر الحاصل والی کلام میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لفظ ابتداء اور لفظ من کی وضع الگ الگ ہے۔ لفظ ابتداء کی وضع مفہوم کلی کے لیے ہے اور لفظ من کی وضع مفہوم جزئی کے لیے ہے۔

جواب: کہ الحاصل والی کلام میں جو یہ کہا گیا کہ لفظ من یہ موضوع ہے مفہوم کلی کی جزئیات کے لیے ان جزئیات سے مراد جزئیات حقیقیہ نہیں بلکہ جزئیات اضافیہ ہیں اور جزئیات حقیقیہ اور کلی کے درمیان تغایر ہوتا ہے لیکن جزئیات اضافی اور کلیات کے درمیان تغایر نہیں ہوتا یہ آپ کا سوال تب وارد ہوتا جب جزئیات حقیقیہ مراد ہوں لہذا الحاصل اور ذوالحاصل ایک ہی ہوئے کہ لفظ ابتداء اور لفظ من کا موضوع ایک ہی ہے لیکن اعتبار اس میں دو ہیں۔

سوال: الحاصل سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ معنی اسمی معنی کلی ہے اور معنی حرفی اس معنی کلی کی جزئیات ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جزئیات اپنے مفہوم کلی کے افراد ہوتے ہیں تو لازم آیا معنی حرفی کا معنی اسمی کے افراد میں سے ایک فرد ہونا لہذا ان میں تباین نہیں ہوگا حالانکہ اسم اور فعل اور حرف میں تباین ہوتا ہے۔

جواب: ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اقسام متباینان ہیں لیکن بسا اوقات تباین کے باوجود معانی کے درمیان اتحاد ہو سکتا ہے جیسے اسم اور فعل یہ متباینین ہیں لیکن اسکے باوجود ان کے معانی میں اتحاد ہے کہ دونوں کا معنی مستقل ہے اسی طرح اسم اور حرف یہ بھی نوعین متباینین ہیں لیکن اس کے باوجود اس کے معانی میں اتحاد ہو سکتا ہے لیکن اس معنی میں دو اعتبار ہیں۔ (۱) اعتبار سے معنی اسمی (۲) اعتبار سے معنی حرفی

بعنوان دیگر الحاصل کی تقریریں بھی کی جا سکتی ہے، یہ تین سوالات مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال اول: کہ جب آپ نے کہا کہ ابتداء ایک اعتبار سے جزئی ہے اور معنی حرفی ہے اور ایک

اعتبار سے معنی اسمی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ معنی اسمی اور معنی حرفی میں تغایر اعتباری ہے حالانکہ ان کے درمیان تغایر ذاتی ہے۔

سوال ثانی: جب ابتداء میں دو اعتبار ہو گئے کہ ایک اعتبار سے معنی مستقل اور دوسرے اعتبار سے معنی غیر مستقل تو لازم آیا شیٔ واحد کا مستقل اور غیر مستقل ہونا یہ تو اجتماع ضدین اور متنافیین ہے۔

سوال ثالث: جب ابتداء مستقل ہے تو لفظ من کو بھی مستقل ہونا چاہیے کیونکہ اس کا معنی بھی تو ابتداء ہے۔

جواب الحاصل سے ان تینوں سوالوں کا جواب دیا جا رہا ہے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ معنی اسمی اور معنی حرفی کے درمیان تغایر ذاتی ہے۔ وہ اس طرح کے ابتداء کے دو معنی ہیں۔ (۱) معنی کلی یعنی مطلق شروع کرنا۔ اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ کس جگہ سے کس مقام سے شروع کرنا ہے۔ (۲) اس کا معنی جزئی ہے یعنی کسی مخصوص جگہ سے شروع کرنا، مثال کے طور پر لاہور سے پشاور سے تو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلق ابتداء کلی کی جزئیات مخصوصہ ہیں اور معنی کلی مدلول ہے لفظ ابتداء کا اور معنی جزئی مدلول ہے من کا اور معنی کلی ملحوظ فی ذاتہ اور مستقل بالمفہومیۃ ہونے کی وجہ سے معنی اسمی ہے متعلق کا محتاج نہیں اور جب معنی جزئی ملحوظ بالتبع غیر مستقل بالمفہومیۃ ہے کیونکہ یہ آلہ ہے متعلقات کے احوال کے پہچاننے کا اسی وجہ سے محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا جب معنی کلی معنی اسمی ہے اور معنی حرفی معنی جزئی ہے تو واضح ہو گیا کہ ان کے درمیان تغایر ذاتی ہے لہذا اجتماع متنافیین اور ضدین بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ معنی مستقل ایک جہت سے ہے اور غیر مستقل ہونا دوسرے جہت سے ہے۔ تو دوسرا اشکال بھی رفع ہو گیا۔ اور تیسرا اشکال بھی رفع ہو گیا وہ اس طرح کہ لفظ ابتداء خود اسم ہے تو اس کا مدلول معنی مستقل معنی کلی ہے اور لفظ من حرف ہے کیونکہ اس کا مدلول معنی غیر مستقل ابتداء جزئی ہے۔

قال الشارح **وهذا هو المراد بقولهم** تائید کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نحاۃ کا یہ مقولہ الحرف کلمۃ تدل علی معنی فی غیرها اس کا یہ مطلب قطعا نہیں کہ حرف کا معنی حرف کے غیر کا مدلول ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حرف کا معنی ملحوظ بملاحظہ تبعیہ ہوتا ہے

كلى

الابتداء

مُستقِل بالمَفهُومِيّة
صالح للمحكوم عليه وبه

الابتداء من البصرة	والكوفة	ومكة	والمدينة	والبغداد
جزى	جزى	جزى	جزى	جزى

غيرالمستقل بالمفهومية غيرصالح للمحكوم عليه وبه

مَوجُود فِي الخَارِج

ومحصوله حاشى ص۲۶

قَائِمٌ بِذَاتِه	قَائِمٌ بِالغَيرِ
قلم	اَلَم

مَعقُول فِي الذِّهن

مدرك قصدًا	مدرك تبعًا
ملحوظ فى ذاته	ملحوظ فى غيره
الصّالح للمحكوم عليه وبه	غير صالح لهما
المُستقل بالمفهومية	غيرالمستقل به
الملزوم للمتعلق الاجمالى	الملزوم للمتعلق التفصيلى
غير المذكور المتعلق	المذكور المتعلق
غيرالمحتاج الى ضم الضميمة	المحتاج الى ضم ضميمة
مثال	مثال
مطلق شروع كرنا	خاص شروع كرنا
الابتداء اشد من الانتهاء	سرت من البصرة الى الكوفة
الاشد من الانتهاء هو الابتداء	

اور غیر مستقل بالمفہوم ہوتا ہے۔

قال الشارح **واذا عرفت هذا** یہ وہ عبارت ہے جس کے سمجھانے کیلیے مولانا جامی نے حاصل ومحصول کی بحث کو ذکر کیا ہے گویا کہ الحاصل و المحصول کی بحث اس کے لیے مقدمہ ہے اور یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : اے مولانا جامی آپ نے فی نفسہ کی (ہ) ضمیر کا مرجع ما کو بنایا ہے۔ اور ما عبارت ہے کلمہ سے تو آپ نے مرجع کلمہ کو بنایا ہے جب کہ صاحب کافیہ نے الایضاح میں یہ متعین کر دیا کہ اس کا مرجع معنی ہے تو آپ نے صاحب کافیہ کی مخالفت کیوں کی۔

جواب : مولانا جامی نے یہ جواب دیا کہ حقیقت کے اعتبار سے کوئی مخالفت نہیں اس لیے کہ اگر مرجع معنی ہو جیسے صاحب کافیہ کا مذہب ہے تو حاصل یہ نکلے گا کون المعنی فی نفس المعنی اور اگر مرجع ما ہو تو پھر حاصل یہ نکلے گا کون المعنی فی نفس الکمۃ تو کینونۃ المعنی فی نفس المعنی اور کینونۃ المعنی فی نفس الکلمۃ۔ دونوں کا مآل اور مرجع ایک ہی چیز ہے وہ یہ ہے کہ معنی کا مستقل بالمفہومیۃ ہونا اور معنی کا مستقل بالمفہومیۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معنی کا ادراک اور تصور غیر کے ادراک اور تصور پر موقوف نہیں لہذا مخالفت فقط لفظوں میں ہے حقیقت اور واقع میں کوئی مخالفت نہیں۔

قال الشارح **قوله ففی هذا الکتاب الضمیر المجرور** مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب ہر دونوں کا مرجع اور مآل ایک ہی چیز ہے تو پھر مخالفت کیوں کی گئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب : کہ اصل میں کافیہ کے اندر فی نفسہ کی (ہ) ضمیر کا مرجع میں کل دو احتمال ہیں۔

(۱) (ہ) ضمیر کا مرجع ما ہو جو عبارت ہے کلمہ ہے۔

(۲) (ہ) ضمیر کا مرجع معنی ہو ان میں سے پہلا احتمال راجح ہے اس لیے کہ ماقبل میں دلیل حصر کے ذریعے اسم کی جو تعریف ضمنا معلوم ہوئی تھی اس میں (ہ) ضمیر کا مرجع کلمۃ کو بنایا تھا لہذا جب اجمال میں (ہ) ضمیر کا مرجع کلمہ ہے تو تفصیل میں بھی اسے بنانا چاہیے تاکہ تفصیل اجمال کے

موافق ہو جائے یعنی اسم کی تعریف صریح تعریف ضمنی کے موافق ہو جائے۔

قال الشارح لكن عبارة المصنف ظاهرة مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ جس طرح کافیہ میں ضمیر کے مرجع میں دو احتمال تھے ایسے ہی کتاب مفصل کے اندر بھی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہوں تو وہاں پر صاحب کافیہ نے ضمیر کا مرجع معنی کو کیوں متعین کر دیا۔

جواب : کتاب مفصل میں چونکہ اسم کی تعریف سے پہلے وجہ حصر وغیرہ کا بیان نہیں جس میں ضمیر کلمۃ کی طرف راجع کی جا چکی ہو تو اس لیے اس کو ظاہر پر محمول کر کے ضمیر کا مرجع معنی کو متعین کر دیا ہے۔

قال الشارح وبما سبق من التحقيق مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اسم کی تعریف جامع نہیں اور حرف کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں، اسم کی تعریف اسماء لازمة الاضافة پر صادق نہیں آتی کیونکہ اسم کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اسم وہ ہے جسکا معنی اپنے تعقل اور تصور میں غیر کے تعقل کیطرف محتاج نہ ہو حالانکہ ان اسماء لازمۃ الاضافۃ کا معنی اپنے تعقل اور تصور میں مضاف الیہ کے تعقل اور تصور کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔ لہذا یہ اسم کی تعریف سے نکل کر حرف کی تعریف میں داخل ہو گئے۔

جواب : مولانا جامی نے جواب دیا کہ سابقہ تحقیق سے اس کا جواب معلوم ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ ماقبل میں یہ بات کہی گئی ہے کہ مطلقا بتداء کا تصور اپنے متعلق کے تصور اجمالی کی طرف محتاج ہونا یہ مطلق ابتداء کے مستقل بالمفہوم ہونے اور مفہوم کلی ہونے کے اسی طرح ملحوظ بذات اور معنی اسمی ہونے کے منافی نہیں۔ بالکل ایسے ہی اسماء لازمۃ الاضافۃ کے معانی کا تعقل اور تصور مضاف الیہ کے تصور اور تعقل اجمالی کی طرف محتاج ہونا ان کے مفہومات کلیہ اور مستقل بالمفہوم اور معنی اسمی کے لیے منافی نہیں۔

سوال : کہ جب ان اسماء کے معانی مفہومات کلیہ ہیں اور مستقل بالمفہومیۃ ہے تو یہ معنی اسمی ہوئے تو ان کو محکوم علیہ محکوم بہ بننا چاہیے حالانکہ یہ نہ محکوم علیہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں نہ محکوم بہ

بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ یہ مفعول فیہ ہوتے ہیں۔

جواب: ان اسماء لازمۃ الاضافۃ کے معانی کا مفہومات کلیہ ہونے کا مقتضی تو یہی تھا کہ یہ محکوم علیہ محکوم بہ ہو لیکن ان کے معانی کو ظرفیت والے معنی کے عارض ہونے کی وجہ سے یہ نہ محکوم علیہ بن سکتے ہیں نہ محکوم بہ۔ الحاصل لان اسماء لازمۃ الاضافۃ کا محکوم علیہ اور محکوم بہ نہ بننا یہ مضاف الیہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ظرفیت والے معنی کے عارض ہونے کی وجہ سے ہے اور معنی اسمی ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ اپنے ذات کے اعتبار سے محکوم علیہ اور محکوم بہ بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

قال الشارح لکن لما جرت العادۃ مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب ان اسماء لازمۃ الاضافۃ کے معانی مستقل بالمفہومیۃ ہیں تو ان کا استعمال بغیر مضاف الیہ کے ذکر کے صحیح ہونا چاہیے حالانکہ ایسے نہیں یہ تو معنی حرفی کی علامت ہے۔

جواب: کہ ان اسماء لازمۃ الاضافۃ کی وضع سے مقصود متعلقات مخصوصہ کا فہم ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ متعلقات مخصوصہ کے ذکر کے بغیر ان کا فہم کیسے ہوسکتا ہے تو خلاصہ یہ ہوا متعلقات مخصوصہ کا ذکر اسماء لازمۃ الاضافۃ کے معانی کے فہم کے لیے نہیں بلکہ متعلقات مخصوصہ کے فہم کے لیے ہے اور یہ معنی مستقل بالمفہومیہ کے منافی نہیں بخلاف معنی حرفی کے ان میں متعلقات مخصوصہ کا ذکر معنی حرفی کے فہم کے لیے ہوتا ہے۔

قال الشارح ولما کان الفعل دالا مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اسم کی تعریف میں غیر مقترن باحد الازمنۃ الثلاثہ یہ قید لغو اور بے فائدہ ہے۔ کیونکہ اس سے مقصود فعل کا اخراج ہے حالانکہ فعل کا اخراج علی معنی فی نفسہ کی قید سے ہوجاتا ہے وہ اس طرح کہ فعل مرکب ہے تین چیزوں سے۔ (۱) معنی حدثی۔ (۲) زمان (۳) نسبت الی الفاعل سے ان میں سے معنی حدثی تو مستقل ہے لیکن نسبت الی الفاعل یہ غیر مستقل ہے اور قاعدہ ہے جو چیز مرکب ہو مستقل اور غیر مستقل سے وہ چیز غیر مستقل ہوتی ہے

لہذا فعل کا معنی غیر مستقل ہوا تو جس طرح فی نفسہ کی قید سے حرف خارج ہوتا ہے اسی طرح فعل بھی خارج ہو جاتا ہے۔

جواب: کہ معنی فی نفسها سے معنی میں تعمیم ہے کہ خواہ وہ معنی مستقل معنی مطابقی کی وجہ سے یا معنی تضمنی کی وجہ سے لہذا فعل کا معنی مستقل ہے معنی تضمنی کے اعتبار سے لہذا فعل معنی فی نفسها میں داخل ہوا تو اس کو خارج کرنے کے لیے غیر مقترن کی قید کی ضرورت پڑی لہذا یہ قید لغو اور مستدرک نہ ہوئی۔

فائدہ سوال جس طرح فعل اپنے معنی تضمنی یعنی معنی حدثی کے اعتبار سے مستقل ہے اسی طرح اپنے معنی تضمنی زمانہ کے اعتبار سے مستقل ہے تو پھر معنی حدثی کا اختصاص کیوں کیا گیا۔

جواب: زمانہ کے مستقل ہونے میں اختلاف ہے کہ یہ زمانہ مستقل ہے یا نہیں جب کہ معنی مصدری کے مستقل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اسی وجہ سے اس کا اختصاص کیا نیز اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ زمانہ فعل کا مدلول بھی ہے یا نہیں۔ راجح قول یہ ہے کہ زمانہ فعل کے مادہ کا تو مدلول نہیں ہوتا البتہ ہیئت کا مدلول ہوتا ہے اسی لیے مولانا جامی نے اپنے قول میں زمانہ کا ذکر نہیں کیا۔

قال الشارح غیر مقترن اس میں ترکیبی احتمال تین ہیں۔

(۱) مرفوع ہو کر خبر ہو مبتدا محذوف کی جو ھو ہے۔

(۲) لفظ معنی سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہو۔

(۳) مجرور ہو کر صفت ہو لفظ معنی کی۔

فی الفهم اس کے ساتھ عدم اقتران کی تخصیص اس لیے کی تاکہ مصدر کے ساتھ اشکال نہ وارد ہو تفصیل گزر چکی ہے۔

عن لفظه الدال علیه یہ تخصیص اس لیے کی تاکہ زید ضارب الآن غدا سے اشکال وارد نہ ہو تفصیل گزر چکی ہے۔

فهو صفة بعد صفة یہ ترکیب کا بیان ہے کہ مجرور ہو کر معنی کی صفت ہے۔

فبالصفة یہ قیودات کے فوائد کا بیان ہے کہ اسم کی تعریف میں دو قیدیں ہیں۔

پہلی قید معنی فی نفسه سے حرف کو خارج کر دیا اور فعل کو اپنے معنی مطابقی کے اعتبار سے

خارجکر دیا۔

دوسری قید غیر مقترن اس سے فعل کو معنی تضمنی کے اعتبار سے خارج کر دیا۔

قال الشارح فالمراد بعدم الاقتران سے سوال کا جواب ہے۔

سوال: اسم کی تعریف میں عدم اقتران بالزمان معتبر ہے جیسے آپ نے پڑھ لیا لیکن اسمائے افعال کے معانی زمانہ کے ساتھ مقترن ہوا کرتے ہیں کہ بعض اسماء افعال فعل ماضی کے معنی میں ہونے کی وجہ سے زمانہ کے معنی کے ساتھ مقترن ہوتے ہیں، بعض امر حاضر کے معنی میں ہونے کی وجہ سے استقبال کے ساتھ مقترن ہیں تولہذا اقتران بالزمان موجود ہے۔

جواب: کہ یہاں دو چیزیں ہیں وضع اول اور وضع ثانی۔ اسم کی تعریف میں جو عدم اقتران بالزمان معتبر ہے وہ وضع اول کے اعتبار سے ہے اور ان اسماء افعال میں جو اقتران بالزمان موجود ہے وہ وضع ثانی کے اعتبار سے ہے جو ان کے اسماء ہونے کی منافی نہیں۔

سوال: تمہارے پاس کیا قرینہ ہے کہ وضع اولی کے اعتبار سے اسماء فعال کے معانی مقترن بالزمان نہیں۔

جواب: مولانا جامی نے لان جمیعها سے جواب دیا کہ ہمارے پاس دلیل موجود ہے کہ یہ اسماء سب کے سب منقول ہیں اور منقول ہونے کے اعتبار سے چار قسم پر ہیں۔

(۱) بعض اسماء افعال منقول ہیں مصادر اصلیہ سے۔

(۲) بعض اسماء افعال منقول ہیں مصادر غیر اصلیہ سے۔

(۳) بعض اسماء افعال منقول ہیں ظرف سے۔

(۴) بعض اسمائے افعال ایسے ہیں جو منقول ہیں جار مجرور سے۔ پھر اسمائے افعال جو مصادر سے منقول ہیں ہو دو قسم پر ہیں۔ (۱) منقول بنقل صریحی

(۲) منقول بنقل غیر صریحی۔

منقول بنقل صریحی : کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے معنی مصدری میں استعمال ہوں یعنی اس کا استعمال اپنے معنی مصدری میں بھی ہو جیسے روید یہ ارواد مصدر کی تصغیر ہونے کی وجہ سے منقول ہے جو کہ امہل فعل امر حاضر کے معنی میں ہے۔ جیسے قرآن پاک میں ہے املهم رویدا۔

منقول بنقل غیر صریحی : کا مطلب یہ ہے کہ اس کا استعمال اپنے معنی مصدری میں نہ ہو جیسے هیهات بمعنی بعد یہ اپنے معنی مصدری میں بالکل مستعمل نہیں۔ البتہ زیادہ سے زیادہ یہ مصدر کے وزن پر ہے جیسے فوقات یہ فوقی فعل کا مصدر ہے اصل میں تھا فوقیة قال والے قانون سے فوقات ہو گیا اسی طرح هیهات اصل میں هیهیة تھا یا مصادر غیر اصلیہ سے منقول ہوں جیسے اسماء اصوات جیسے صه یہ منقول ہے اسکت فعل امر حاضر کی طرف یا منقول ہوں ظرف سے جیسے امامك زیدا۔ منقول ہوں جار مجرور سے جیسے علیك بمعنی الزم لہذا اسماء افعال کے معانی وضع اول کے اعتبار سے مقترن بالزمان نہیں اور اگر چہ ان میں وضع ثانی کے اعتبار سے اقتران بالزمان موجود ہے۔ لیکن یہ ان کے معنی اسمی کے منافی نہیں۔

قال الشارح وخرج عنه الافعال المنسلخه مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اسم کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ یہ افعال منسلخہ عن الزمان یعنی افعال مقاربہ افعال مدح وذم پر صادق آتی ہے کیونکہ ان میں اقتران بالزمان موجود نہیں ہے۔ حالانکہ یہ افعال ہیں اسماء نہیں۔

جواب : اصل میں دو چیزیں ہیں۔ (۱) وضع اولی (۲) وضع ثانی، اسم کی تعریف میں عدم اقتران بالزمان پایا جاتا ہے البتہ وضع ثانی کے اعتبار یعنی استعمال کے لحاظ سے اقتران بالزمان نہیں ہے اور ہم وضع اول کا اعتبار کریں گے۔ لہذا وضع ثانی کے اعتبار سے مقترن بالزمان نہ ہونا اسماء ہونے کو مستلزم نہیں اور اسی طرح فعل ہونے کی منافی نہیں۔ اسلیے اسماء ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وضع اولی کے اعتبار سے عدم اقتران بالزمان ہو۔

قال الشارح وخرج عنه المضارع مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ اسم کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ یہ فعل مضارع پر صادق آتی ہے اس لیے کہ اسم کی تعریف میں کہا گیا کہ اسم وہ کلمہ ہے جو معنی مستقل بالمفہوم پر دال ہو اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو اور فعل مضارع کا معنی مستقل بھی ہے اور زمانہ ایک

کے ساتھ نہیں اقتران بلکہ دو زمانوں کے ساتھ اقتران ہے۔

جواب: فعل مضارع میں اختلاف ہے۔ پہلا مذہب یہ ہے کہ فعل مضارع حال میں حقیقت ہے استقبال میں مجاز ہے۔ دوسرا مذہب اس کے برعکس ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ دونوں میں مشترک ہے۔ مولانا جامی فرماتے ہیں کہ پہلے دونوں مذہب کی بناء پر تو کوئی سوال وارد نہیں ہوتا البتہ تیسرے قول کی بناء پر سوال وارد ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب دو زمانوں کے ساتھ اقتران ہوگا تو دوسرے زمانے کے ضمن میں ایک زمانہ بھی پایا جائے گا۔ تو ایک زمانہ کے ساتھ اقتران پر بھی پایا گیا لہٰذا فعل مضارع پر اسم کی تعریف صادق نہیں آئے گی۔

قال الشارح: اذ لایقدح مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ آپ نے کہا فعل مضارع دو زمانوں پر دلالت کرتا ہے فعل مضارع دو زمانوں پر کیسے دلالت کر سکتا ہے اس سے تو عموم مشترک لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں۔

جواب: عموم مشترک کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عموم مشترك بحسب الدلالة۔ (۲) عموم مشترك بحسب الارادہ۔ عموم مشترك بحسب الدلالة کہ لفظ کی دلالت کئی معانی پر ہو جیسے لفظ عین کی دلالت ذھب پر اس طرح شمس پر اسی طرح گھٹنے وغیرہ پر یہ عموم مشترک جائز ہے بحسب الدلالة اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ لفظ مشترک اپنے تمام معانی پر دال ہوتا ہے۔ لیکن عموم مشترك بحسب الارادة یہ جائز نہیں۔ یعنی متکلم ایک لفظ سے متعدد معانی مراد لیں اور فعل مضارع میں جو عموم ہے وہ عموم مشترك بحسب الدلالة ہے یعنی فعل مضارع کی دلالۃ زمانہ حال پر بھی ہوتی ہے اور زمانہ استقبال پر بھی۔ لیکن یہ قطعاً نہیں کہ جس وقت اس سے ہم زمانہ حال مراد لیں اور اس وقت زمانہ استقبال بھی مراد لیں۔ بلکہ جب زمانہ حال مراد لیں گے تو زمانہ استقبال مراد نہیں لے سکتے اور جب استقبال لیں گے تو حال مراد نہیں لے سکتے۔

قال الشارح: ولما فرغ من بیان حد الاسم مولانا جامی کافیہ کی آنے والی عبارت کا ماقبل کے ساتھ ربط بیان کرنا چاہتے ہیں برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: طریقہ تو یہ ہوتا ہے کہ اولاً شئ کی تعریف کی جاتی ہے ثانیاً اس کی تقسیم بیان کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ماقبل میں کلمہ کی تعریف کے بعد کلمہ کی تقسیم کی تو علامہ ابن حاجب کو چاہیے تھا کہ اسم کی

تعریف کے بعد تقسیم کرتے حالانکہ تعریف اور تقسیم کے درمیان خواص کو ذکر کر دیا حالانکہ یہ اشتغال بمالایعنی ہے جو کہ مناسب نہیں۔

جواب: خواص کا ذکر کرنا یہ اجنبی نہیں بلکہ بیان خواص اسم کی تعریف کا تتمہ ہے۔

﴿بحث خواص الاسم﴾

قال الشارح فقال من خواصه دفع دخل مقدر۔

سوال: خواص یہ جمع کثرت کا صیغہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسم کے خواص دس یا دس سے زیادہ بیان ہوں گے اور شروع من تبعیضیہ لائے جو قلت پر دال ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ قلت اور کثرت میں منافاۃ ہے۔ تو مصنف کے کلام میں تعارض ہوا اور مصنف کا قول منافاۃ کو مستلزم ہوا۔

جواب: مولانا جامی نے جواب دیا کہ خواص جمع کثرت ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ کی کہ واقعہ نفس الامر کے اعتبار سے اسم کے خواص بہت ہیں۔ چنانچہ اپنے مقام میں ۳۰، ۳۲ تک تعداد بیان کی گئی ہے اور من تبعیضیہ یہ خواص کے قلیل ہونے پر دال ہے یعنی کتاب میں ان میں سے بعض کو بیان کیا جائے گا۔

منها یہ حال ہے قال کے فاعل ضمیر سے۔

فائدہ صاحب کافیہ نے پانچ خواص کو ذکر کیا۔

(۱) لام تعریف (۲) جر (۳) اضافت (۴) تنوین (۵) اسنادالیہ

وجہ حصر : کہ خاصہ دو حال سے خالی نہیں خاصہ لفظی ہوگا یا معنوی اگر خاصہ لفظی ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کا محل ورود ابتداء اسم ہوگا یا آخر اسم ہوگا اگر ابتداء اسم ہو تو یہ لام تعریف ہے اگر اسم کے آخر میں ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں۔ متبوع ہوگا یا تابع اگر متبوع ہو تو جر ہے اگر تابع ہو تو تنوین اور اگر خاصہ معنوی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں یہ مرکب تامہ ہوگا یا مرکب ناقص اگر مرکب تامہ ہے تو مسندالیہ ہے اور اگر مرکب ناقص ہے تو اضافت۔

فائدہ سوال خواص جب بہت تھیں اگر ان میں سے بعض کو بیان کرنا تھا تو ان میں سے ان پانچ خواص کو کیوں بیان کیا ہے۔

جواب: یہ پانچ خواص یہ متضمن ہیں خواص کثیرہ کو مثلاً حرف تعریف لام متضمن ہے اپنے انواع کو

اور جر متضمن ہے حرف جارہ کو اور تنوین متضمن ہے اپنے انواع کو اسی طرح اضافت مضاف اور مضاف الیہ کو اور تعریف وتخفیف وتخصیص کو اور اسنادالیہ موصوف ذوالحال وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

نیز علم معانی میں بھی ان کے لیے ایسے خواص کثیرہ مذکور ہیں جو کہ ان کے غیر میں موجود نہیں۔

قال الشارح **وھی جمع خاصة وخاصه شئ مایختص به ولا یوجد**

خاصہ کی تعریف : خاصہ کسی شئ کا وہ ہوتا ہے جو اس کے ساتھ خاص ہو اس کے غیر میں نہ پایا جائے۔

فائدہ سوال اول: کہ خاصہ کی تعریف میں یختص کا ذکر کرنا یہ تو اخذ المحدود فی الحد کی خرابی لازم آتی ہے جو کہ دور ہے اس لیے کہ اختصاص کا سمجھنا موقوف ہے خاصہ پر اور خاصہ کا سمجھنا موقوف ہے اختصاص پر۔

جواب: دور کا منافی ہونا یہ تعریف حقیقی میں ہوتا ہے جب کہ یہ تعریف لفظی ہے۔

فائدہ سوال ثانی: یختص مأخوذ ہے اختصاص سے۔ اختصاص کہا جاتا ہے مایوجد فیه ولا یوجد فی غیره۔ لہٰذا ما یختص به کے بعد ولا یوجد فی غیره کا ذکر مستدرک ہے۔

جواب: لایوجد فی غیره یہ تصریح بما علم ضمناً کے قبیل سے ہیں جو کہ ممنوع اور مستدرک نہیں ہوتا۔

سوال ثالث: خاصہ کی مشہور تعریف مایوجد فیه ولا یوجد فی غیره ہے۔ تو مولانا جامی نے خاصہ کی تعریف مشہور سے عدول کیوں کیا۔

جواب: مولانا جامی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خاصہ کی ایسی تعریف کی جائے جس سے اس کی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہو جائے اور مولانا جامی کی بیان کردہ تعریف سے وجہ تسمیہ بھی معلوم ہو جاتی ہے لیکن یہ وجہ تسمیہ تعریف مشہور سے معلوم نہیں ہوتی۔

قال الشارح **وھی اما شاملة** خاصہ کی تقسیم کا بیان۔ (۱) خاصہ شاملہ (۲) خاصہ غیر شاملہ

خاصہ شاملہ : ایسے خاصہ کو کہا جاتا ہے جو ذوالخاصہ کے ہر ہر فرد پر صادق آجائے جیسے کاتب بالقوۃ یعنی کاتب ہونے کا امکان انسان کے ہر ہر فرد میں پایا جاتا ہے۔

خاصه غیر شامله: ایسے خاصہ کو کہا جاتا ہے جو کہ ذوالخاصہ کے ہر ہر فرد میں نہ پایا جائے۔ بلکہ بعض میں پایا جائے اور بعض میں نہ پایا جائے جیسے بالفعل کاتب ہونا انسان کے لیے۔

فمن خواص الاسم خواص کو دوبارہ ذکر کر کے یہ بتا دیا کہ (ہ) کا مرجع اسم ہے۔

فائدہ من خواصہ کی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) من خواصہ خبر مقدم ہو اور دخول اللام مبتداء مؤخر ہے۔

(۲) من بمعنی بعض کے ہو کر مضاف ہو خواص کی طرف اور پھر یہ مضاف مضاف الیہ ہو کر یہ مبتدا دخول اللام اس کے لیے خبر ہو جس طرح قرآن مجید میں ومن الناس من یقول ہے۔

قال الشارح ای لام التعریف مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ دخول لام اسم کا خاصہ ہو کیونکہ یہ لام خاصہ تب ہوتا جب اپنے غیر میں نہ پایا جاتا حالانکہ یہ لام فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے لیضرب اور حرف پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے لقد جب یہ اسم کے ساتھ مختص ہی نہیں تو اسم کا خاصہ کیسے بن سکتا ہے۔

جواب: ہماری مراد لام سے مطلق لام نہیں بلکہ لام تعریف ہے۔ اور لام تعریف صرف اسم پر داخل ہوتا ہے۔

سوال: یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہاں لام سے مراد لام تعریف ہے۔

جواب: دو وجہ سے (۱) کہ یہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے تقدیر عبارت یہ ہو گی دخول لام التعریف پھر مضاف الیہ حذف کر کے اس کے عوض شروع میں الف لام داخل کر دیا۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ لام عہدی ہے جس سے اشارہ ہے لام تعریف کی طرف۔

قال الشارح ولو قال حرف التعریف مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ علامہ ابن حاجبؒ دخول حرف اللام کی بجائے دخول لام التعریف کہہ دیتے تو کلام میں عموم ہو جاتا اور اس میں میم بھی جو حرف تعریف ہے وہ بھی داخل ہو جاتی جیسا قبیلہ حمیری کے ایک آدمی نے حضورؐ سے سوال کیا الیس من امبر امصیام فی امسفر۔ آپؐ نے فرمایا

لیس من امبر امصیام فی امسفر یہاں میم تعریف کی ہے۔

جواب: کہ میم کا حرف تعریف ہونا غیر مشہور ہے تو عدم شہرت کی بناء پر اس کو ذکر نہ کیا۔

نیز میم کا حرف تعریف ہونا یہ صرف ایک لغت حمیری میں ہے لیکن جمیع لغات عرب میں نہیں پائی جاتی۔ تو اس کے قلیل ہونے کی وجہ سے اس کو ذکر نہیں کیا۔

قال الشارح فی اختیارہ مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: لام تعریف کا نہیں ہوتا بلکہ الف لام تعریف کا ہوتا ہے تو مصنف کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ دخول الالف واللام۔

جواب: کہ اس میں تین مذہب ہیں۔ (۱) سیبویہ کا مذہب (۲) خلیل کا (۳) مبرد کا

(۱) **مذہب خلیل:** کے نزدیک حرف تعریف الف لام یعنی ال ہے جیسے ھل۔

دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ تعریف ضد ہے تشکیک کی اور تشکیک کے لیے دو حرف کا مجموعہ ہے ھل اسی طرح حرف تعریف بھی دو حرف کا مجموعہ ہونا چاہیے۔

(۲) **مبرد کا مذہب:** یہ ہے کہ حرف تعریف فقط ہمزہ ہے اور لام تو ہمزہ تعریف اور ہمزہ استفہام کے درمیان فرق کرنے کے لیے لام کو زائد لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہمزہ اصل ہے اور لام فرع ہے۔

(۳) **سیبویہ کا مذہب:** یہ ہے کہ لام تعریف کا ہے ہمزہ وصلیہ ابتداء بالسکون کی وجہ سے لایا جاتا ہے، تو صاحب کافیہ فقط لام کو ذکر کرکے دخول لام کرکے ماھو المختار مذہب کو بیان کیا ہے کہ میرے نزدیک مختار مذہب سیبویہ کا ہے۔

سیبویہ کی دلیل اول: کہ تعریف ضد ہے تنکیر کی اور تنکیر کے لیے نون تنوین ہے جو حرف واحد ساکن ہے تو تعریف کے لیے بھی حرف واحد ساکن ہونا چاہیے۔ اور وہ لام ساکن ہے۔

دلیل ثانی حرف تعریف یہ علامت ہوتا ہے تعریف کی اور ضابطہ ہے والعلامۃ لاتحذف لہذا لام ہی علامت تعریف بن سکتا ہے کیونکہ یہ حذف نہیں ہوتا بخلاف ہمزہ کے کہ وہ حذف ہو جاتا ہے لہذا یہی مذہب راجح اور قوی ہوا اور خلیل کا مذہب ضعیف ہے اس لیے کہ اگر الف بھی تعریف کا ہوتا تو لام کی طرح کلام کے درمیان میں حذف نہ ہوتا حالانکہ حذف ہو جاتا ہے اور ابوالعباس

مبرد کا مذہب اضعف ہے کیونکہ اس سے تو لازم آتا ہے اصل کا حذف ہونا اور فرع کا باقی رہنا اس لیے کہ ہمزہ حذف ہو جاتا ہے اور لام باقی رہتی ہے

قال الشارح وانما اختص دخول حرف التعریف مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: لام تعریف کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا گیا ہے۔

جواب لام تعریف وضع کیا گیا ہے معنی مستقل مطابقی کی تعیین کے لیے اور یہ بات ظاہر ہے کہ معنی مستقل مطابقی اسم ہی میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ فعل کا معنی مستقل تو ہے لیکن تضمنی ہے اور حرف کا معنی مستقل ہی نہیں لہذا اس کو اسم کا خاصہ بنا دیا گیا۔

قولہ وھذہ الخاصۃ لیست شاملۃ مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ لام تعریف اسم کا خاصہ ہو اس لیے خاصہ جو ہوتا ہے وہ شیئ کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے حالانکہ کہ یہ لام تعریف اسمائے اشارات اور مضمرات اور موصولات میں داخل نہیں ہوتا۔

جواب: کہ ہم ماقبل میں بتا چکے ہیں کہ خاصہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خاصہ شاملہ (۲) خاصہ غیر شاملہ۔ اور یہاں پر خاصہ سے مراد خاصہ غیر شاملہ ہے۔ جو کہ بعض افراد میں پایا جاتا ہے۔

وکذالک سائر الخواص یہاں سے ایک فائدے کا بیان ہے کہ باقی خواص مذکورہ کا بھی یہی حال ہے کہ اسم کے خواص غیر شاملہ ہیں۔

ومنھا دخول الجر مولانا جامی نے حاصل عطف کو بیان کیا ہے کہ جر کا عطف ہے لام پر تو عبارت یوں ہوگی منها دخول الجر معنی یہ ہوگا کہ اسم کا ایک خاصہ جر کا داخل ہونا ہے۔

فائدہ سوال کہ جر کا دخول تو نہیں ہوتا کیونکہ جر آخر میں آتی ہے شروع میں نہیں آتی۔

جواب: دخول کے دو معنی ہیں (۱) حقیقی معنی یہ ہے کہ کلمہ کی ابتداء میں آنا۔

(۲) مجازی معنی لحوق ہے کہ لاحق ہونا یہاں دخول کا معنی مجازی لحوق مراد ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اسم کا ایک خاصہ جر کا لاحق ہونا ہے۔

قال الشارح **وانما اختص دخول الجر** مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جر کو اسم کیوں بنایا گیا ہے۔

جواب: جر یہ اثر ہے حرف جارہ کا۔ خواہ حرف جر مذکور ہو جیسے مررت بزید یا حرف جر مقدر ہو جیسے اضافہ معنویہ میں حرف جر مقدر ہوتا ہے غلام زید اصل میں تھا غلام لزید لھذا جب حروف جارہ جو اسم کے ساتھ خاص ہیں تو ان کا اثر جر کو بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا تا کہ تخلف الاثر من المؤثر لازم نہ آئے یا بعنوان دیگر تا کہ نہ لازم آئے وجود الاثر بدون المؤثر۔

سوال: حروف جارہ کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا گیا ہے۔

جواب: کہ حروف جارہ کی وضع اس لیے ہے کہ یہ فعل اور شبہ فعل کے معنی کو کھینچ کر اسم تک پہنچاتے ہیں۔ یہ تب ہو سکتا ہے جس وقت حروف جارہ کا مدخول اسم ہو۔

سوال: ہم دیکھاتے ہیں کہ تخلف الاثر عن المؤثر موجود ہے جیسے سورج اور قمر مؤثر ہیں جن کی ضوء اور روشنی زمین میں موجود ہے حالانکہ شمس اور قمر اس میں موجود نہیں۔ تو جود الاثر بدون المؤثر لازم آیا حالانکہ آپ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

جواب: مؤثر دو قسم پر ہے۔ (۱) مؤثر طبعی اور (۲) مؤثر کسبی۔ اول قوی ہے جو ہر حال میں مؤثر ہے اور ثانی ضیعف ہے اور ضابطہ مذکورہ مؤثر کسی کے لیے مؤثر طبعی کے لیے نہیں اور آپ کے پیش کردہ مثال شمس و قمر یہ مؤثر طبعی ہیں۔

قال الشارح **اما الاضافة اللفظية** مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ جر کی دو قسم ہیں۔

(۱) وہ جر جو حروف جارہ کا اثر ہو اس کی پھر دو قسمیں ہیں کبھی حرف جار مذکور ہوتا ہے اور کبھی حرف جر مقدر ہوتا ہے۔ جیسے اضافۃ معنویہ میں۔

(۲) وہ جر جو حروف کا اثر نہیں ہوتا جیسے اضافت لفظیہ میں ضارب زید اس میں حرف جارہ نہ لفظا ہوتا ہے اور نہ تقدیرا ہوتا ہے۔ اب سوال کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ جر مطلقا خواہ حرف جر کا اثر ہو یا نہ ہو اسم کا خاصہ ہے۔ اور دلیل سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ جر اسم

کا خاصہ ہے جو حرف جار کا اثر ہے تو دعویٰ عام ہوا اور دلیل خاص ہوئی لہذ التعریف تام نہ ہوئی۔

جواب: اضافت لفظیہ میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: اضافت لفظیہ میں حروف جارہ مقدر رہتا ہے اس مذہب کے اعتبار سے تو کوئی اشکال ہی نہیں ہوگا۔

دوسرا مذہب : کہ حرف جار اضافت لفظیہ میں مقدر نہیں ہوتا۔ پھر اصل سوال کا جواب یہ ہے۔ اضافت لفظی والی جر کا اختصاص اور خاصہ ہونا ایک اور دلیل سے ثابت کرتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ فرع ہے اضافت معنویہ کی اس لیے کہ اضافت معنویہ فوائد ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ (۱) تعریف (۲) تخصیص (۳) تخفیف

اضافت لفظیہ سے صرف ایک فائدہ حاصل ہوتا ہے تخفیف کا۔ لہذا اضافت لفظیہ فرع ہوئی اضافت معنویہ کی۔ اور جب اضافت لفظیہ فرع ہوئی اضافت معنویہ کی تو بناء بر قاعدہ الفرع لایخاف الاصل تو اضافت لفظیہ بھی اسم کا خاصہ ہوگئی اس لیے کہ جو حکم اصل کا ہوتا ہے وہی حکم فرع کا ہوتا ہے تو چونکہ اصل یعنی اضافت معنویہ اسم کے ساتھ مختص تھی تو اضافت لفظیہ بھی اسم کا خاصہ بنادی گئی ورنہ تو فرع کی مخالفت لازم آئے گی اصل کے ساتھ۔ اور اصل کی مخالفت کی دوصورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اضافت لفظیہ فعل کے ساتھ خاص ہو جائے۔

دوسری صورت اضافت لفظیہ عام ہو جائے یعنی فعل اور اسم دونوں پائی جائے اور مخالفت کی یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں۔ لہذا اضافت لفظیہ میں پائی جانے والی جر بھی اسم کے ساتھ خاص ہوگئی۔

قال الشارح ومنها دخول التنوين اس عبارت میں حاصل عطف کو بیان کیا ہے۔ کہ تنوین کا عطف دخول کے مدخول پر ہے اور یہاں پر بھی دخول لحوق کے معنی میں ہے اب معنی یہ ہوگا اسم کا ایک خاصہ تنوین کا لاحق ہونا ہے۔

قوله باقسامه الاالتنوين الترنم مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) تمکن (۲) تنکیر (۳) عوض (٤) مقابلہ

(۵) ترنم -ان پانچ قسموں میں سے تنوین ترنم کے سوا باقی چاروں قسمیں اسم کا خاصہ ہیں اور قاعدہ للاکثر حکم الکل کے تحت تنوین کو کسی خاص قسم کے ساتھ مقید نہیں کیا بلکہ مطلقا کہا کہ تنوین اسم کا خاصہ ہے۔

قولہ وسیجئی فی آخر الکتاب سے مولانا جامی نے یہ بیان کردیا کہ تنوین کی تعریف اور اس کی اقسام اربعہ کے خاصہ ہونے کی وجہ اور تنوین ترنم کا خاصہ نہ ہونے کی وجہ یہ حروف کی بحث میں آئے گی۔ لیکن محشی نے چونکہ یہاں بیان کیا ہے اس لیے ہم بھی یہاں بیان کرتے ہیں۔

تعریف تنوین : التنوین نون ساکنة تتبع حرکت الاخر لالتاکید الفعل تنوین کے پانچ اقسام کے لیے شعر

تناوین پنج انداے پر غرض　　　　تمکن، تنکر، ترنم، تقابل، عوض

(۱) **تنوین تمکن**: وہ ہے جو دلالت کرتی ہے کلمہ کے متمکن ہونے اور منصرف ہونے پر اور متمکن ہونا اور منصرف ہونا اسم کا خاصہ تھا تو اس کو بھی اس کو بھی اسم کا خاصہ بنا دیا۔

(۲) **تنوین تنکیر**: وہ تنوین ہے جو مدخول کے نکرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے اور چونکہ نکرہ اور معرفہ ہونا اسم کا خاصہ تھا لہذا اس تنوین کو بھی اسم کا خاصہ بنا دیا۔

(۳) **تنوین عوض**: وہ ہے جو کسی کلمہ کے عوض میں ہو پھر اس کی تین قسمیں ہیں۔

(ا) عوض عن الجملہ جیسے حینئذ یومئذ۔ (۲) عوض عن المضاف الیہ جیسے کل فی فلك یسبحون ۔اصل میں تھا کل هما۔ (۳) عوض عن الحرف جیسے دواع اور حرف اور فعل مضاف ہی نہیں ہوتے۔ جب مضاف ہی نہیں ہوتے تو ان کا مضاف الیہ حذف کیسے ہوگا۔ جب حذف ہی نہیں ہوگا تو تنوین عوض کی لانے کی ضرورت کیا پڑے گی اس لیے یہ تنوین عوض کو اسم کا خاصہ بنایا دیا گیا۔

(٤) **تنوین تقابل** : وہ جو جمع مؤنث سالم پر داخل ہوتی ہے۔ جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں جیسے مسلمات اور جمع سالم چونکہ اس کیساتھ خاص تھا تو اس لیے تنوین تقابل کو بھی اسم کا خاصہ بنا دیا گیا۔

(۵)۔ **تنوین ترنم** :وہ جو اشعار کے آخر میں تحسین صوت کے لیے لائی جاتی ہے یہ پانچویں قسم تنوین ترنم مشترک ہے یہ اسم پر بھی داخل ہوتی ہے اور فعل پر بھی۔

قال الشارح ومنها الاسناد وهو بالرفع حاصل عطف اور ترکیب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ الاسناد الیہ مرفوع ہو کر اس کا عطف ہے دخول پر نہ کہ دخول کے مدخول پر لہذا جس طرح معطوف علیہ مرفوع ہے اسی طرح معطوف بھی پھر معطوف علیہ اور معطوف مل کر مبتداء اور من خواصہ اس کے لیے خبر ہوگی۔

قال الشارح لان المتبادر من الدخول مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: الاسناد کا عطف دخول کے مدخول لام پر کیوں نہیں ہوسکتا۔

جواب: اس صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی ومنها دخول الاسناد الیه اور یہ غلط ہے کیونکہ دخول کے دو معنی ہیں معنی حقیقی کلمہ کے ابتداء میں داخل ہونا اور معنی مجازی کلمہ کے آخر میں لاحق ہونا اور دخول کا تعلق دونوں معنوں کے اعتبار سے الاسناد الیه کے ساتھ صحیح نہیں اس لیے کہا الاسناد الیه یہ دو چیزوں کے درمیان نسبت کا نام ہے۔ اور یہ تو ابتداء کلمہ میں داخل ہوئی نہ کلمہ کے آخر میں لاحق ہوئی۔ اس لیے اس کا عطف دخول کے مدخول پر نہیں ہوسکتا۔

وكذا في الاضافة ایک فائدہ کا بیان ہے کہ مابعد میں اضافت کا لفظ آرہا ہے یہ بھی مرفوع ہے کہ اس کا عطف دخول پر ہے جس کی دلیل یہی ہے جو ابھی گزری ہے۔

قوله والمراد به كون الشئ مسند اليه یہ عبارت تین سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال اول: اسناد کو اسم کا خاصہ بنایا گیا ہے اور اسناد نام ہے نسبة بين المسند والمسند اليه کا تو اسناد کا خاصہ ہونا طرفین میں سے کس کے اعتبار سے ہے مسند الیہ کے اعتبار سے یا مسند کے اعتبار سے کلاهما باطل ۔ اگر مسند کے اعتبار سے ہو تو اشکال ہوگا کہ مسند فعل بھی ہوتا ہے تو پھر اختصاص اسم کے ساتھ کیسے ہوا اور اگر مسند الیہ مراد لیا جائے تو پھر سوال یہ ہوگا کہ مسند الیہ ہونا بھی اسم کا خاصہ نہیں فعل بھی مسند الیہ واقع ہوتا ہے جیسے اذا قيل لهم امنوا میں امنوا فعل ہے اور مسند الیہ واقع ہوتا ہے۔

جواب: یہ ہے کہ اسناد مصدر مجہول ہے معنی یہ ہوگا کون الشیٔ مسندا الیہ اور مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے باقی رہا اذا قیل لهم اٰمنوا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی تاویل کی جائے گی بتاویل هذا لفظ مسند الیہ ہے۔

سوال ثانی: مسند الیہ ہونا ذات کے قبیل سے ہے حالانکہ خواص تو اعراض کے قبیل سے تو مسند الیہ کو اسم کا خاصہ کس طرح بنا دیا گیا نیز اس صورت میں تو لازم آئے گا عرض کا حمل ذات پر جو کہ جائز نہیں۔

جواب: یہاں پر اسناد بمعنی کون الشیٔ مسندا الیہ کے ہے اور کون مصدر ہونے کی وجہ سے اعراض کے قبیل سے ہے تو خاصہ بننا بھی صحیح ہوگا نیز حمل العرض علی العرض ہوگا جو کہ جائز ہے۔

سوال ثالث: الاسناد الیہ مبتداء ہے اور من خواصہ خبر مقدم ہے۔ اور ضابطہ ہے الخبر یفید مالا یفید المبتداء۔ خبر کسی ایسے چیز کے فائدہ دے جو فائدہ مبتداء سے حاصل نہ ہو۔ یعنی خبر ایک فائدہ زائدہ پر مشتمل ہوتی ہے ورنہ وہ خبر باطل ہوا کرتی ہے۔ لیکن یہاں پر تو خبر فائدہ زائدہ پر مشتمل نہیں اس لیے کہا الاسناد الیہ سے جو بات سمجھی جارہی ہے وہی بات من خواصہ سے سمجھی جارہی ہے وہ اس طریقہ سے کہا الاسناد الیہ میں ضمیر راجع ہے اسم کی طرف اب معنی یہ ہوگا الاسناد القائم بالاسم۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو اسناد اسم کے ساتھ قائم ہوگا وہ غیر میں کیسے پایا جاسکتا ہے اس لیے کہ اسناد عرض ہے اور عرض جب ایک محل کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ دوسرے محل میں نہیں پایا جاسکتا ہے قیام العرض بالمحلین محال اور باطل ہوتا ہے۔ الحاصل الاسناد الیہ سے یہ بات ثابت ہوگی کہ مسند الیہ ہونا یہ اسم کا خاصہ ہے اور من خواصہ بھی یہی بات ثابت کررہی ہے لہذا خبر لغو اور باطل ہوگی۔

جواب: کہ بسا اوقات ایک شیٔ کے مختلف اعتبارات کے ساتھ معتبر ہوتی ہے بعض اعتبار سے اس پر حکم لگانا صحیح ہوتا ہے اور بعض اعتبار سے حکم لگانا صحیح نہیں ہوتا۔ جیسے الانسان حیوان ناطق اس انسان میں دو اعتبار ہیں ایک حیوان ناطق ہونے کے اعتبار سے اور دوسرا جسم ہونے کے اعتبار سے۔ اول حیثیت کے اعتبار سے حیوان ناطق والا حکم لغو ہوگا کیونکہ خبر فائدہ زائدہ پر مشتمل نہیں لیکن اگر دوسری حیثیت جسم کا اعتبار کیا جائے پھر حیوان ناطق کے ساتھ انسان پر حکم لگانا

درست ہوگا۔ یہاں پر بھی ایسے ہے کہ اگر الیہ کے ضمیر کے مرجع اسم میں شیٔ کا اعتبار کیا جائے تو من خواصہ کا حکم لگانا درست ہوگا۔ کیونکہ خبر فائدہ زائدہ پر مشتمل ہے اور اگر اسم ہونے کا اعتبار کرلیا جائے پھر حکم لگانا غلط ہوگا۔

قوله وانما اختص هذا المعنى سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ کیوں ہے۔

جواب: فعل کی وضع اس لیے ہے کہ وہ ہمیشہ مسند ہوتا ہے اگر وہ مسند الیہ واقع ہو جائے تو یہ وضع کیخلاف ہے اور حرف نہ مسند ہوتا ہے اور نہ مسند الیہ تو لہذا یہ متعین ہوا کہ مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے۔

قوله منها الاضافة اسم کا پانچواں خاصہ اضافت ہے۔

قوله كون الشئ مضافا تین سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال اول: اضافت اسم کا خاصہ ہے اس سے مضاف مراد ہے اور مضاف ذات ہے حالانکہ خواص وہ تو اعراض اور اوصاف کے قبیل سے ہوا کرتے ہیں لہذا مضاف کو اسم کا خاصہ شمار کرنا غلط ہے۔ ورنہ حمل العرض علی الذات لازم آئے گا جو کہ باطل ہے۔

جواب: شارح نے جواب دیا کہ اضافت مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ کون الشئی مضافا اور مصدر اعراض کے قبیل سے ہوتا ہے لہذا مضاف کا خاصہ ہونا بھی صحیح ہو جائے گا اور حمل بھی درست ہو جائے گا۔

سوال ثانی: الاضافت کا عطف آیا الاسناد پر تو الیہ کا لفظ بھی ساتھ ملے گا یہ بات اس طرح بن جائے گی کون الشئی مضافا الیه حالانکہ مضاف الیہ ہونا اسم کا خاصہ نہیں۔

جواب: الاضافت کا عطف فقط الاسناد پر نہیں بلکہ مجموعہ پر ہے لہذا الیہ کا لفظ ساتھ نہیں ملے گا معنی یہ ہوگا کون الشئی مضافا کہ مضاف ہونا اسم کا خاصہ ہے۔

سوال ثالث: اضافت نام ہے اس نسبت کا جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان ہوتی ہے اب آپ بتائیں اضافت کا خاصہ ہونا باعتبار مضاف کے ہوگا یا باعتبار مضاف الیہ کا کلاھما باطل اس لیے کہ اگر مضاف مراد ہو تو سوال یہ ہوگا مررت بزید میں مررت مضاف ہے زید کی طرف

بواسطہ حرف جر کے تو مضاف ہونا اسم کا خاصہ نہ ہوا اگر مضاف الیہ مراد ہو تو مضاف الیہ فعل بھی جملہ بھی واقع ہوتا ہے جیسے یوم ینفع الصادقین صدقھم اور اگر دونوں مراد ہوں تو دو محظور لازم آئیں گے۔

جواب: الاضافت سے مراد مضاف ہے کون الشئ مضافا باقی رہا سوال کہ مررت بزید اس میں مررت مضاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اضافت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اضافت بتقدیر حرف جر (۲) اضافت بذکر حرف جر۔ ثانی اسم کا خاصہ نہیں اور حقیقت میں وہ اضافت ہی نہیں بلکہ جار مجرور ہے اور پہلا قسم جس میں حرف جر مقدر ہو وہ اسم کا خاصہ ہوتا ہے۔

اور بعض کے نزدیک مضاف اور مضاف الیہ دونوں اسم کا خاصہ ہیں۔ وہ اس سوال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ینفع بتاویل مصدر ہے اس میں ان ناصبہ مصدر یہ مقدر ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ جب ظرف مضاف الی الفعل ہو تو فعل مصدر کے معنی میں ہو جاتا ہے۔

الحاصل : بالاتفاق اسم کا خاصہ ہے اور مضاف الیہ میں اختلاف ہے عند المصنف دونوں اسم کا خاصہ ہیں اس اعتبار سے کہ مصنف نے اضافت کو مطلق ذکر کیا۔ اور شارح کے نزدیک فقط مضاف اسم کا خاصہ ہے اسی وجہ سے انہوں نے الاضافة کی کی تفسیر کی کہ کون الشئ مضافا سے اور مذہب ثانی کو مولانا جامی یقال سے ذکر کر کے اس کے ضعف کیطرف اشارہ کیا کیونکہ اس میں تکلفات بعیدہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔

انما خص الاضافت سے شارح نے اسی اختلاف کی تفصیلکو بیان کیا ہے۔

انما قیدنا بتقدیر حرف الجر مولانا جامی حرف جار کے مقدر ہونے کی قید کے فائدہ کو بیان کر رہے ہیں برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: حروف جار کے مقدر ہونے کی قید کیوں لگائی۔

جواب: مررت بزید جیسی مثالوں کو خارج کرنے کے لیے کیوں کہ ان میں فعل کی اضافت ہو رہی ہے لیکن بواسطہ حرف جار ملفوظ کے۔

قولہ وجہ اختصاصھا بالاسم سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: اضافت کو اسم کا خاصہ کیوں قرار دیا گیا ہے۔

جواب اضافت کے تین لوازمات ہیں۔

(۱) تعریف جب کہ مضاف الیہ معرفہ ہو۔

(۲) تخصیص جب کہ مضاف الیہ نکرہ ہو۔

(۳) تخفیف۔ جب یہ تینوں لوازمات اسم ہی کے ساتھ مختص تھے تو ملزوم جو اضافت ہے اس کو بھی اسم کا خاصہ بنادیا۔ اس لیے کہ قاعدہ ہے اختصاص اللازم یستلزم اختصاص الملزوم۔

﴿بحث معرب﴾

قال الشارح وھو معرب ومبنی مصنف رحمہ اللہ اسم کی تعریف اور خواص سے فارغ ہونے کے بعد اسم کی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اسم کی دو قسمیں ہیں۔ معرب اور مبنی۔

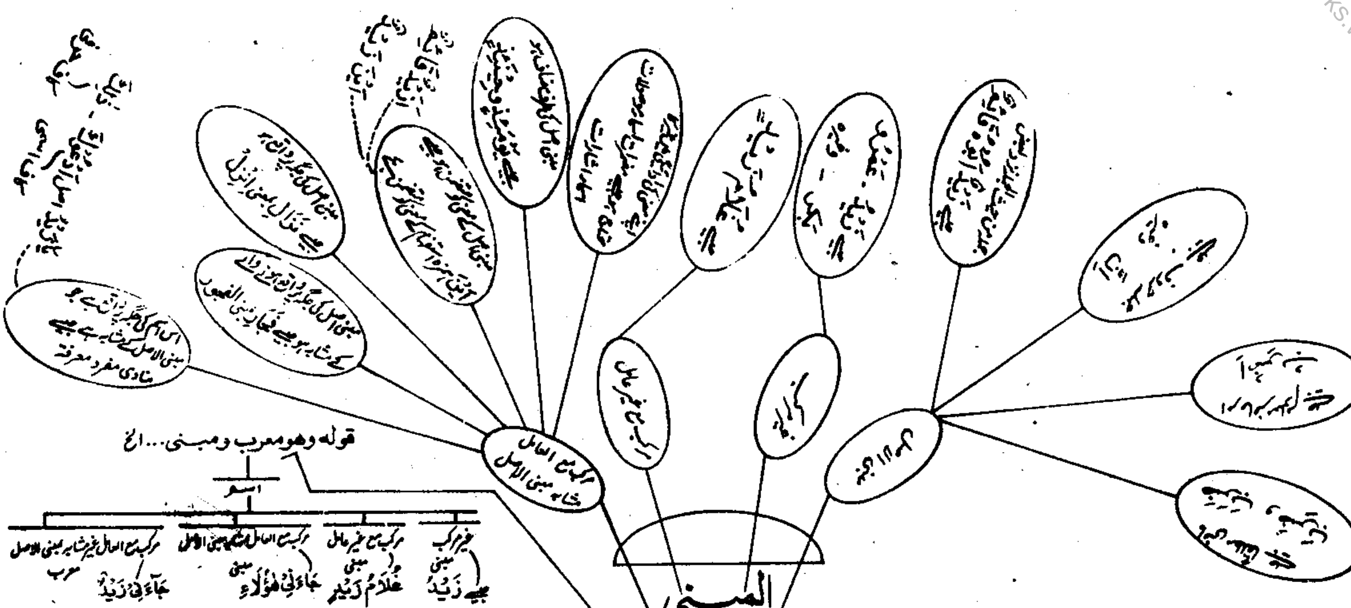
فائدہ معرب کی وجہ تسمیہ۔

(۱) معرب اعراب سے ہے اعراب کا معنی ہوتا ہے اظہار جیسے کہا جاتا ہے اعرب الرجل عن مافی نفسہ تو معرب ظرف کا صیغہ ہے۔ معنی ہوگا ظاہر ہونے کی جگہ چونکہ اس پر اعراب ظاہر ہوتا ہے اس لیے اس کو معرب کہا جاتا ہے۔

(۲) معرب اعراب سے جس کا مجرد ہے۔ عرب یعرب بمعنی فساد جیسے کہا جاتا ہے۔ عربت معدتہ اس کا معدہ خراب اور فاسد ہو گیا۔ جب اس کو باب افعال پر لے گئے تو سلب مأخذ والی خاصیت سے اس کا معنی ہو گیا ازالہ فساد اب معرب اسم مفعول کا صیغہ ہوگا۔ بمعنی فساد دور کیا ہوا اور معرب پر چونکہ اعراب آتا ہے جس کی وجہ سے معنی کا اشتباہ کا فساد ختم ہو جاتا ہے اس لیے اس کو معرب کہا جاتا ہے۔

مبنی کی وجہ تسمیہ : کہ مبنی کو مبنی اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مأخوذ ہے بناء سے بمعنی قرار اور عدم تغیر اور اس میں بھی کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا اس لیے اس کو مبنی کہتے ہیں۔

وھوالاسم لفظ اسم نکال کر مولانا جامی نے مرجع بتادیا کہ ھو ضمیر کے مرجع اسم ہے جس پر قرینہ وہ ضابطہ ہے کہ مقسم اپنی اقسام میں معتبر ہوا کرتا ہے لہذا اقسام اسم کے ہے تو لہذا ضمیر بھی اسم کی



دلیل حصر: اسم دو حال سے خالی نہیں مرکب ہوگا یا غیر مرکب اگر غیر مرکب ہو تو مبنی ہوگا اور اگر مرکب ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مرکب مع العامل ہوگا یا غیر عامل اگر مع غیر عامل ہو تو بھی مبنی ہوگا اور اگر مرکب مع العامل ہو تو پھر بھی دو حال سے خالی نہ ہوگا مبنی اصل کے مشابہ ہوگا یا نہ ہوگا اگر ہو تو بھی مبنی۔ اگر نہ ہو تو معرب ہوگا۔ امثلہ نقشہ میں ہیں۔

طرف راجع ہوگی۔

قوله فسمان سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : هو معرب ومبنی میں معرب اورمبنی حرف عطف کے واسطے سے خبر ہیں اسم کی اور ضابطہ یہ ہے کہ خبر کا حمل ہوتا ہے مبتداء کے ہر ہر فرد پر اب معنی ہوگا اسم کا ہر ہر فرد معرب ہے اور ہر ہر فرد مبنی ہے یہ تو غلط ہے اس لیے کہ اسم کے بعض افراد معرب ہیں اور بعض افراد مبنی ہیں۔

جواب : معرب ومبنی حقیقت میں مبتداء کی خبر نہیں بلکہ خبر مقدر ہے وہ قسمان ہے اور یہ اس کے متعلقات ہیں تقدیر عبارت یہ ہوگی هو منقسم الی قسمین نیز اس سے ایک اور سوال کا جواب بھی ہوگیا کہ جب اسم کی یہ دوقسمیں تھیں تو کلمہ حصر کو ذکر کرنا چاہیے تھا۔ تو قسمان سے جواب بھی ہوگیا کہ اس سے حصر مفہوم ہوتا ہے یا یوں کہا جائے کہ عطف حکم پر مقدم ہے جو کہ مفید حصر ہوا کرتا ہے۔

سوال : معرب کو مبنی پر کیوں مقدم کیا۔

جواب : چند وجوہ سے **وجه اول** معرب کی کہ تعریف وجودی اور مبنی کی تعریف عدمی تھی اور وجود اشرف ہوتا ہے عدم سے اس لیے اشرف کو ہم نے مقدم کردیا۔

وجه ثانی معرب کی دلالت علی المعانی المعتورة اوضح ہوتی ہے بنسبت مبنی کے اور معانی معتورہ ہی مقصود ہیں لہذا معرب کو ہم نے مقدم کیا۔

وجه ثالث: معرب کی مباحث بنسبت مبنی کے کثیر ہیں اس لیے کہ یہ مقدمہ اور تین مقاصد یعنی مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات پر مشتمل ہے۔ اور قاعدہ ہے العزة للتکاثر کے بناء پر ہم نے مقدم کردیا۔

وجه رابعه : معرب اپنی اصل پر قائم ہے جب کہ مبنی اپنی اصل سے پھر چکا ہے اس لیے کہ اسماء میں اصل معرب ہونا ہے اور مبنی ہونا خلاف اصل ہے اسی وجہ سے یہ قاعدہ ہے۔

کل اسم رائیته معربا فهو علی اصله وکل اسم رائیته مبنی فهو علی خلاف اصله ۔ لہذا جب اسماء معربہ اصل ہوئے اس لیے ان کو مقدم کردیا۔

لانه لایخلو دلیل حصر کا بیان ہے کہ اسم دو حال سے خالی نہیں مرکب مع الغیر ہوگا یا نہیں اگر ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مبنی الاصل کے مشابہ ہوگا یا نہیں اگر مرکب مع الغیر ہو کر مبنی الاصل کے

مشابہ نہ ہوتو معرب ہے اس کے علاوہ تمام صورتوں میں مبنی ہیں اور وہ دو ہیں۔ (۱) مرکب مع الغیر نہ ہو۔

(۲) مرکب مع الغیر تو ہو لیکن مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو۔ تو اس وجہ حصر سے معرب کے پائے جانے کی ایک صورت اور مبنی کے پائے جانے کی دو صورتیں ہوئیں۔ یاد رکھیں ماعداہ مبتداء ہے اور مبنی یہ خبر ہے اور درمیان میں ماعدا کی دو صورتوں کا بیان ہے۔

فالمعرب معرب کی تعریف کا بیان کہ معرب ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جو مرکب مع الغیر ہو اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔ فالمعرب پر (فاء) تفصیلیہ ہے۔

قولہ الذی ھو قسم من الاسم ۔

سوال : اسم کی تقسیم معرب اور مبنی کی طرف غلط ہے کیونکہ ضابطہ ہے المقسم اعم من الاقسام جب کہ یہاں پر معاملہ برعکس ہے کہ مقسم خاص ہے اور اقسام عام ہیں اس طرح کہ اسم خاص ہے کہ یہ نہ فعل ہوتا ہے اور نہ ہی حرف ہوتا ہے اور معرب عام ہے یہ اسم بھی ہوتا ہے اور فعل مضارع بھی ہوتا ہے۔

جواب : یہ آپ کا سوال تب ہوتا کہ اسم کی تقسیم ہوتی مطلق معرب اور مبنی کی طرف حالانکہ یہ اسم کی تقسیم ہے اسم معرب اور اسم مبنی کی طرف۔ لہذا اسم مقسم عام ہوا اور اقسام خاص اسی وجہ سے المعرب اور المبنی صیغہ صفت کے ہیں ان کے لیے موصوف الاسم محذوف ہے۔

قولہ المرکب ای الاسم سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : معرب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ضرب زید میں ضرب پر صادق آتی ہے۔ اس لیے کہ یہ مرکب ہے اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ بھی نہیں۔ کیونکہ وہ مبنی ہے۔

جواب : المرکب صیغہ صفت کا ہے جس کا موصوف محذوف ہے الاسم لہذا آپ کی پیش کردہ مثال فعل کی ہے لہذا اس پر تعریف صادق نہیں آئے گی۔

قولہ الذی رکب سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال المعرب مبتداء اور المرکب خبر ہے اور جب مبتداء خبر دونوں معرفہ ہوں تو درمیان میں ضمیر فصل کا لانا ضروری ہوتا ہے تاکہ صفت اور خبر میں التباس لازم نہ آئے۔ تو صاحب کافیہ ضمیر

فصل کیوں نہیں لائے۔

جواب اول: المرکب پر الف لام حرفی نہیں بلکہ الف لام اسمی ہے جو الذی کے معنی میں ہے اور اسم مفعول فعل ماضی مجہول کے معنی میں ہے جب یہ الف لام اسمی ہے اور قاعدہ ہے کہ الف لام اسمی مفید للتعریف نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب خبر معرفہ ہی نہیں ہوئی تو ضمیر فصل کیسے لایا جاتا۔

جواب ثانی: ثانی کہ ضمیر فصل وہاں ذکر کی جاتی ہے جہاں التباس بین الصفت والخبر کا خوف ہو یہاں پر کوئی ایسا خوف نہیں کیونکہ المعرب محدود ہے المرکب حد ہے اور محدود وحد مبتداء خبر ہوتی ہے موصوف صفت نہیں اسی وجہ سے ضمیر فصل نہیں لائی گئی۔

قولہ مع غیرہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: اسم معرب کی تعریف میں لفظ مرکب کا ذکر کرنا غلط ہے اس لیے کہ اسم معرب قسم ہے اسم کا اور اسم قسم ہے کلمہ کا اور کلمہ کی تعریف میں مفرد ہونا معتبر ہے اور قاعدہ ہے کہ جو چیز مقسم میں معتبر ہوتی ہے وہ قسم میں بھی معتبر ہوتی ہے۔ تو جب اسم میں مفرد ہونا معتبر تھا تو اس کی قسم اسم معرب میں بھی مفرد ہونا معتبر ہوگا۔ ادھر تم نے اسم معرب کی تعریف میں مرکب کو بھی ذکر کیا یہ تو اجتماع متنافیین ہے جو کہ باطل ہے۔

جواب: کہ مرکب کے دو معنی ہوتے ہیں۔

(۱) مرکب بمعنی مضمون الی شئ یعنی کسی شئ کے ساتھ ملایا ہوا مرکب کے اس معنی کو لفظ مع کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے مرکب مع الغیر۔

(۲) مضمومین کا مجموعہ اس کو تعبیر کہا جاتا ہے لفظ من کے ساتھ یعنی مرکب من الغیر چنانچہ زید قائم کی ترکیب میں مرکب بالمعنی الاول تنہا زید ہے اور مرکب بالمعنی الثانی زید قائم کا مجموعہ ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ مرکب بالمعنی الثانی یہ تو مفرد ہونے کے منافی ہے یعنی مفرد کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے لیکن اسم معرب کی تعریف میں جو مرکب مذکور ہے وہ بالمعنی الاول ہے جو مفرد ہونے کے قطعاً منافی نہیں اور مفرد کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔

قال الشارح ترکیبا یتحقق مع عاملہ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اسم معرب کی یہ تعریف تو دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ غلام زید میں لفظ غلام پر

صادق آتی ہے کہ یہ بھی مرکب مع الغیر ہے حالانکہ یہ معرب نہیں مبنی ہے عند المصنف۔

جواب : ترکیبا مع الغیر سے مراد ہے ایسی ترکیب جو مرکب مع عامل ہو یعنی کہ وہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ غلام زید میں لفظ غلام اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہیں بلکہ اپنے مضاف الیہ کے ساتھ مرکب ہے۔

فائدہ سوال اب تو اسم کی تعریف جامع نہیں رہے گی اس لیے کہ زید قائم کی ترکیب میں زید معرب ہے لیکن اس کا عامل لفظی موجود ہی نہیں۔

جواب : عامل میں تعیم ہے خواہ وہ عامل لفظی ہو یا عامل معنوی ہو اور یہ زید قائم مبتداء خبر کا عامل معنوی یقیناً ہے لہذا یہ مبتداء اور خبر بھی عامل کے ساتھ مرکب ہوئے۔

فیدخل فیه زید قائم سے تفصیل مذکور پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل ہے کہ اسم معرب کی اس تعریف کے مطابق زید عالم میں جو زید ہے۔ اس تعریف میں داخل ہو جائے گا کیونکہ یہ مرکب مع الغیر اور اسی طرح قام ھو لاء میں ھو لاء وہ بھی اس میں داخل ہو جائے گا کیونکہ یہ مرکب مع الغیر ہے۔

بخلاف مالیس بمرکب اس عبارت میں اسم معرب کی تعریف میں جو مرکب کی قید ہے اس کے فائدے کا بیان ہے کہ مرکب کی قید ذریعے اسماء معدودہ اسم معرب کی تعریف سے خارج ہو جائے گی اور اسماء معدودہ وہ اسماء ہیں جن کو گنتی کے وقت بیان کیا جاتا ہے جیسے الف، باء، تاء اسی طرح زید، عمر، بکر یہ اس لیے خارج ہو جائیں گے کہ اسماء معدودہ مرکب مع الغیر نہیں اور اسی طرح اس قید کے ذریعے وہ اسماء بھی خارج ہو جائیں گے جو مرکب مع الغیر تو ہیں لیکن وہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہیں جیسے غلام زید میں غلام یہ بھی مصنف کے نزدیک مبنیات میں سے ہے۔

قال الشارح الذی لم یشبه ای لم یناسب مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اب معرب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ این زید میں این پر صادق آتی ہے کہ یہ مرکب ہے اپنے عامل کے ساتھ اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ بھی نہیں کیونکہ

مشابہت کہا جاتا ہے اشتراک فی الکیفیات کو اور این کی مبنی الاصل میں سے کسی ایک ساتھ کیفیت میں مشابہت نہیں۔

جواب کہ مصنف نے ذکر تو مشابہت کا کیا ہے لیکن مراد اس سے مناسبت کو لیا ہے اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ معرب وہ ہے جو مرکب مع الغیر ہو اور مبنی الاصل کے ساتھ اس کی مناسبت نہ ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ این زید میں این کی مناسبت مبنی الاصل کے ساتھ موجود ہے اس طرح کہ این میں همزہ استفہام والا معنی پایا جاتا ہے۔

فائدہ سوال اس پر سوال ہوگا کہ مشابہت سے مناسبت مراد لینا یہ مجاز ہے اور تعریف میں مجاز کو کس طرح ذکر کر دیا گیا ہے۔

جواب جب معنی مجازی مراد لینے پر قرینہ موجود ہو تو پھر تعریف میں بھی مجاز کو ذکر کرنا صحیح ہوتا ہے یہاں بھی قرینہ موجود ہے وہ یہ ہے کہ اسم معرب یہ مقابل ہے اسم مبنی کے اور اسم مبنی کی بحث میں صاحب کافیہ علامہ ابن حاجب نے مناسبت کو ذکر کیا اور کہا المبنی ماناسب تو وہاں چونکہ مناسبت کا ذکر ہے تو اسی قرینہ سے یہاں پر بھی اسم معرب میں عدم مناسبت مراد ہوگی۔

قال الشارح مناسبتا مئوثرة مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اسم معرب کی تعریف جامع نہیں اس لیے کہ یہ غیر منصرف پر صادق نہیں آتی۔ اس لیے کہ غیر منصرف کی مشابہت مبنی الاصل میں فعل ماضی کے ساتھ ہے جس طرح فعل ماضی میں دو فرعتین پائی جاتی ہیں اس طرح غیر منصرف میں بھی دو فرع پائی جاتی ہیں حالانکہ غیر منصرف اسم معرب ہوتا ہے نہ کہ مبنی۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا کہ مناسبت سے مراد مطلقا مناسبت کی نفی نہیں بلکہ مناسبت مؤثرہ فی منع الاعراب کی نفی مراد ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ غیر منصرف کی مناسبت فعل کے ساتھ وہ منع اعراب میں مؤثر نہیں بلکہ تنوین اور کسرہ میں مؤثر ہے۔

فائدہ مناسبت کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) مجانست (۲) مماثلت (۳) مشابہت (٤) مشاکلت۔

(۱) **مجانست**: کا معنی ہے اشتراک الشیئین فی الجنس جیسے انسان اور فرس۔ حیوانیت میں

شریک ہیں۔

(۲) **مماثلت** :اشتراك الشيئين في النوع جیسے زید عمرو بکر انسانیت میں شریک ہیں۔

(۳) **مشابهت** :اشتراك الشيئين في الوصف جیسے اسد اور رجل شجاع وصف شجاعت میں شریک ہیں۔

(٤) **مشاكلت**: اشتراك الشيئين في الشكل والصورت جیسے کاغذی شیر کی تصویر جو کہ اصل شیر کی صورت میں شریک ہے۔

فائدہ مناسبت مؤثرہ کی سات صورتیں ہیں۔

(۱) اسم تعداد حروف میں مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو جیسے کاف اسمی تعداد حروف میں کاف حرفی کے مشابہ ہے۔

(۲) اسم مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو جیسے این ھمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔

(۳) اسم اپنی معنی پر دلالت کرین میں محتاج الی الغیر ہو حرف کے طرح جیسے اسماء اشارات محتاج ہیں مشار الیہ کے۔

(۴) کوئی اسم مبنی الاصل کے محل یں واقع ہو جیسے نزال انزل امر کے جگہ پر واقع ہے۔

(۵) اسم اس اسم کا ہم وزن ہو جو کہ مبنی الاصل کے موقع پر واقع ہو۔ جیسے فجار بروزن نزال ہے اور نزال انزل کی جگہ پر واقع ہے۔

(٦) اسم اس اسم کے جگہ واقع ہو جو مشابہ بمنی الاصل کے ہو جیسے منادی مفرد معرفہ واقع (کاف) اسمی کی جگہ اور (کاف) اسمیں مشابہ کاف حرفی کے۔

(۷) اسم مبنی الاصل کے طرف مضاف ہو جیسے یومئذ اصل میں یوم اذ کان کذا اور جملہ میر سید شریف کے نزدیک مبنی الاصل ہے۔

قال الشارح اى المبنى الذى هوالاصل فى البنا

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ معرب کی تعریف جامع نہیں کہ یہ اسم فاعل پر صادق نہیں آتی کیونکہ اسم فاعل فعل مضارع کے مشابہ ہے تعداد حروف اور وجود زمانہ میں اور فعل مضارع مبنی الاصل ہے

کیونکہ فعل میں اصل بناء ہے۔

جواب مبنی الاصل کے دو معنی آتے ہیں۔

(۱) جس کی اصل بناء ہو یعنی اصل اس میں مبنی ہونا ہو کسی عارضی کی وجہ سے معرب ہو جائے۔

(۲) جو خود بناء میں اصل ہو یعنی اس کا مبنی نا اصل ہو کسی عارضی کی وجہ سے مبنی نہ ہو اور یہاں اسم معرب کی تعریف میں مبنی الاصل سے مراد مبنی الاصل بالمعنی الثانی ہے اور مبنی الاصل بالمعنی الثانی تین ہیں۔

(۱) فعل ماضی (۲) امر بغیر لام (۳) مام حروف۔ اور اسم فاعل کی مشابہت ان تینوں میں سے کسی کے ساتھ نہیں لہذا اسم معرب کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی البتہ اس کی مشابہت ہے مضارع کے ساتھ وہ مضارع مبنی الاصل ضرور ہے لیکن وہ بالمعنی الاول ہے وہ یہاں مراد نہیں۔

قال الشارح فالاضافه بیانیه

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ نے جو بیان کیا ہے اس اعتبار سے تو بناء اور اصل میں کوئی فرق نہیں بلکہ اتحاد ہے اور مبنی الاصل میں بناء کی اضافت ہے اصل کی طرف، حالانکہ ان میں مغائرت کا ہونا ضروری ہے۔

جواب اضافت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اضافت فویہ (۲) اضافت لامیہ (۳) اضافت بیانیہ۔ اضافت کی پہلی دو قسموں میں تغایر ہوتا ہے۔ لیکن اضافت بیانیہ میں تغائر نہیں ہوتا اور یہاں پر اضافت بیانیہ ہے۔

وھو الماضی مبنی الاصل کے مصداق کا بیان ہے کہ مبنی الاصل تین چیزیں ہیں۔ (۱) فعل ماضی (۲) امر بغیر لام (۳) تمام حروف

سوال: امر کے ساتھ بغیر لام کے قید کیوں لگائی ہے حالانکہ نحویوں کے نزدیک امر ہوتا ہی وہی ہے جو بغیر لام ہو۔ بے لام کو وہ امر شمار ہی نہیں کرتے بلکہ اس کو مضارع مجزوم کہتے ہیں۔

جواب مبتدی طلبہ کی رعایت کرتے ہوئے مقید کیا کیونکہ صرفیوں کے نزدیک امر دو قسم پر ہوتے ہیں۔ (۱) امر باللام (۲) امر بغیر اللام۔ اگر مطلقا امر کہہ دیتا تو

مبتدی کے ذہن میں یہ بات آتی کہ امر باللام اور امر بغیر لام دونوں مبنی ہوتے ہیں۔

قال الشارح اعلم ان صاحب الکشاف

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کتاب کافیہ ماخوذ ہے کتاب مفصل سے اور مفصل میں صاحب مفصل معرب کی تعریف میں مرکب کا لفظ ذکر نہیں کیا۔ تو چاہیے تھا کہ صاحب کافیہ بھی اسم معرب کی تعریف میں مرکب کو ذکر نہ کرتے تاکہ ماخذ اور ماخوذ میں مطابقت اور موافقت ہو جاتی۔

جواب یہ تعریف کا اختلاف دراصل ایک اور اختلاف کا نتیجہ ہے وہ اختلاف اسماء معدودہ کے بارے میں ہیں۔ علامہ جار اللہ زمخشری کے نزدیک اسماء معدودہ معرب ہیں اور علامہ ابن حاجب کے نزدیک مبنی ہیں۔ اس لیے علامہ جار اللہ زمخشری نے معرب کی تعریف کے لیے المرکب کی قید نہیں لگائی۔ تاکہ اسماء معدودہ معرب میں داخل ہو جائیں اور علامہ ابن حاجب نے المرکب کی قید کا اضافہ کیا تاکہ اسمائے معدودہ کا اخراج ہو جائے۔

قال الشارح ولیس النزاع فی المعرب

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب مفصل کا اسماء معدودہ کو معرب قرار دینا غلط ہے اس لیے کہ معرب کے لیے اعراب بالفعل کا ہونا ضروری ہے اور اعراب بالفعل تب ہو سکتا ہے جب وہ عامل کے ساتھ مرکب ہوں۔ لہذا جب یہ اسماء معدودہ عامل کے ساتھ مرکب نہیں تو ان پر اعراب بالفعل نہیں تو اس کو معرب کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

جواب معرب کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) معرب لغوی (۲) معرب اصطلاحی

اس بات پر صاحب مفصل اور صاحب کافیہ کا اتفاق ہے کہ معرب لغوی کے لیے اعراب بالفعل کا پایا جانا ضروری ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ معرب اصطلاحی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اعراب بالفعل جاری ہو مثلاً کوئی غلطی کرتے ہوئے جاء نی زید کہہ دیتا ہے تو سننے والا زید کو معرب ہی قرار دے گا حالانکہ اعراب بالفعل جاری نہیں تو معلوم ہوا کہ معرب اصطلاحی بنانے کے لیے اعراب بالفعل کا جاری ہونا ضروری نہیں تو صاحب مفصل نے جو اسماء معدودہ کو معرب قرار دیا وہ

معرب اصطلاحی قرار دیا معرب لغوی نہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ اسماء معدودہ معرب اصطلاحی ہیں یا نہیں صاحب مفصل کے نزدیک یہ معرب اصطلاحی ہیں اور صاحب کافیہ کے ہاں یہ معرب نہیں۔

قال الشارح فاعتبر العلامة مع الصلاحية سے مولانا جامی وجہ اختلاف بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب مفصل کے نزدیک معرب وہ ہے جس میں صلاحیت اور استعداد اعراب ہو یعنی بعد از ترکیب مع العامل اس پر اعراب آسکتا ہے خواہ بالفعل وہ مستحق اعراب ہو یا نہ ہو۔ چونکہ اسماء معدودہ میں بھی صلاحیت اور استعداد اعراب موجود ہے لہذا یہ معرب ہیں اور علامہ ابن حاجب کے نزدیک معرب وہ ہے جس میں صلاحیت اور استعداد اعراب کے ساتھ ساتھ وہ مستحق اعراب بھی ہو بالفعل اور یہ تعریف اسماء معدودہ پر صادق آتی تھی اس لیے ان کو خارج کرنے کے لیے المرکب کی قید لگادی، اختلاف کا حاصل یہ ہوا کہ صاحب مفصل کے ہاں اسماء معدودہ معرب بالفعل ہیں اور صاحب کافیہ کے نزدیک مبنی بالفعل اور معرب بالقوہ ہیں۔

قال الشارح وانما عدل المصنف مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہ نے اسم معرب کی تعریف مشہور بین الجمہور کے عدول سے کیوں کی اور مشہور تعریف ما اختلف اخره باختلاف العومل ہے۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا چونکہ تعریف مشہور بین الجمہور سے تقدم الشئی علی نفسہ کی خرابی لازم آتی تھی اسی وجہ سے اس تعریف سے عدول کیا اور فرمایا هو المركب الذى لم يشبه مبنى الاصل باقی رہی یہ بات تقدم الشئی علی نفسہ کیسے لازم آتی ہے۔ مولانا جامی اس ملازمہ کو بیان کرنے کے لیے تین مقدمات بیان کررہے ہیں۔

مقدمہ اولی: علم نحو کی طرف احتیاجی دو باتوں پر ہے۔ (۱) عدم تتبع (۲) عدم سماع۔

عدم تتبع کا مطلب یہ ہوا کہ علم نحو کیطرف وہ شخص محتاج ہوگا جو لغت عرب میں تتبع کرنے کی وجہ سے احکام کو حاصل نہ کرسکتا ہو۔ اور عدم سماع کا مطلب یہ ہے کہ علم نحو کی طرف وہ شخص محتاج ہوگا جس نے عربیوں سے سن کر بھی لغت عرب کے احکام کو معلوم نہ کرسکتا ہو۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جس نے لغت عرب کے تتبع کی وجہ سے یا عربوں سے سن کر لغت عرب کے

احکام معلوم کرلیا ہو وہ علم نحو کی طرف محتاج نہیں بلکہ وہ علم نحو سے مستغنی ہوگا۔

سوال : اس پر سوال ہوگا کہ لغت عرب کے تتبع کی وجہ سے یا سماعت کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ جزئیات کا علم حاصل ہوگا لیکن کلیات کا علم تو حاصل نہیں ہوگا لہذا ایسے شخص کو بھی کلیات کے علم کیحاصل کرنے کے اعتبار سے علم نحو کی طرف احتیاجی ہوگی۔

مقدمہ ثانیہ : علم نحو کی تدوین سے مقصود ترکیب میں واقع ہونے والے کلمات کے آخر کے احوال کی معرفت ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کلمہ کا آخر مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور۔

مقدمہ ثالثہ : علم نحو کے مسائل میں سے ایک مسئلہ معرب کا ہے لہذا ذات معرب کی معرفت سے مقصود بھی یہی ہوگا کہ اختلاف الاخر باختلاف العوامل کے معرفت تاکہ متکلم اپنی کلام کے آخر کو عربوں کے کلام کی طرح بنالیں، اان مقدمات ثلاثہ کے بعد اب ہم یہ کہتے ہیں کہ معرفت حاصل ہوگی اس تعریف اختلاف الاخر باختلاف العوامل سے تو ذات معرب معرّف ہوگا اور اختلاف الاخر باختلاف العوامل معرّف ہوگا اور قاعدہ ہے کہ معرّف کے معرفت مقدم ہوتی ہے معرّف کی معرفت پر لہذا اختلاف الاخر باختلاف العوامل مقدم ہوگی ذات معرب کی معرفت پر حالانکہ یہ اختلاف الاخر باختلاف العوامل معرب کی غرض اور غایت ہونے کی وجہ سے مؤخر ہے جو کہ شئی کی غرض شئی سے مؤخر ہوا کرتی ہے تو اختلاف الاخر باختلاف العوامل معرب کی تعریف ہونے کی وجہ سے مقدم اور غرض ہونے کی وجہ سے معرب سے مؤخر تو ایک ہی شئی اپنی ذات پر مقدم ہوگئی۔

دلیل بطریق قیاس : معرفة اختلاف الآخر باختلاف العوامل مقدمة علی ذات المعرب۔ یہ صغری بالکل صادق ہے کیونکہ اسم معرب کی یہ تعریف ہے اور تعریف مقدم ہوا کرتی ہے۔

کبری: ومعرفة المعرب مقدمة علی معرفة اختلاف الآخر باختلاف العوامل یہ کبری بھی صادق ہے اس لیے کہ معرب ذات ہے اور یہ اس کی غرض ہے اور غرض مؤخر ہوتی ہے۔ اب دونوں طرفوں سے حداوسط معرفة المعرب گرادو نتیجہ یہ نکلے گا معرفة اختلاف الاخر باختلاف العوامل متقدمة علی معرفة اختلاف الاخر باختلاف العوامل تو یہ تقدم شئی علی نفسہ لازم آیا۔

بعنوان ثانی : کہ مقدمات ثلاثہ کے بعد ہم یہ کہتے ہیں اگر ذات معرب کے لیے اختلاف

الاخر باختلاف العوامل کو تعریف بنایا جائے تو ذات معرب معرَّف ہوگا اور یہ معرِّف اور یہ بات ظاہر ہے کہ معرِّف کی معرفت مقدم ہوتی ہے معرَّف کے معرفت پر حالانکہ اختلاف الاخر باختلاف العوامل معرب کی صفت ہے لہذا لازم آئے گا شئی کی صفت کا مقدم ہونا اپنی موصوف سے بطریقہ قیاس یوں کہا جاسکتا ہے معرفۃ اختلاف الاخر باختلاف العوامل متقدمۃ علی المعرب یہ صغری ہے اور کبری ومعرفۃ المعرب متقدمۃ علی معرفۃ الاخر باختلاف العوامل۔ تو نتیجہ یہ نکل آئے گا معرفۃ اختلاف الاخر باختلاف العوامل متقدمۃ علی معرفۃ اختلاف الاخر باختلاف العوامل۔

بعنوان ثالث: جس کی تفصیل یہ ہے کہ علم نحو کے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کل معرب مما یختلف اخرہ باختلاف العوامل تو اس مسئلے کا موضوع اسم معرب ہے۔ اور محمول اختلاف الاخر باختلاف العوامل ہے۔ قاعدہ ہے مسئلہ کے موضوع کی تعریف سے مقصود ایسی وجہ کو حاصل کرنا جس وجہ کے ذریعے موضوع کی جزئیات کے لیے محمول والے حکم کو ثابت کیا جاسکے اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مسئلہ کے موضوع کے جزئیات میں سے جس جزئی کا حکم معلوم کرنا مقصود ہو اس کو موضوع بناتے ہیں اور مسئلہ کے موضوع کو محمول بناتے ہیں جس سے ایک قضیہ تیار ہو جاتا ہے یہ قضیہ قیاس کا صغری بنا دیا جائے اور پوری مسئلہ کو قیاس کا کبری بنا دیا جائے پھر حد اوسط کو گرانے سے جو نتیجہ حاصل ہوگا وہی نتیجہ بعینہ جزئی مطلوب کا حکم ہوگا مثال کے طور پر نحو کا ایک مسئلہ ہے کل فاعل مرفوع اور اس مسئلے کے موضوع کی ایک جزئی ضرب زید میں زید ہے اب اس کا حکم معلوم کرنا ہے تو اس کو موضوع بنا دیا جائے اور مسئلہ کا موضوع جو فاعل تھا اس کو محمول بنا دیا جائے تو اس سے قضیہ تیار ہو جائے گا زید فاعل۔ اس کو صغری بنا دیا جائے اور کل فاعل مرفوع کو کبری بنا دیا جائے اب نتیجہ یہ نکل آئے گا زید مرفوع یہی اسی جزئی کا یعنی زید کا حکم ہوگا کہ زید مرفوع بالکل ایسے کل معرب مما یختلف اخرہ باختلاف العوامل مسئلے کا موضوع اسم معرب کی تعریف سے مقصود ایسی وجہ کو حاصل کرنا ہے جس وجہ کے ذریعے اسم معرب کی جزئیات کے لیے اس مسئلہ کے محمول والے حکم کو ثابت کیا جاسکے لیکن ایسی وجہ حصول جمہور کی بیان کردہ تعریف کے مطابق قطعاً حاصل نہیں ہوتا مثال کے طور پر قام زید میں زید اسم معرب کی ایک

جزئی ہے اس کا حکم معلوم کرنا ہے مسئلہ کے موضوع یعنی معرب کو اس کا محمول بنا دیا جائے تو ایک قضیہ حاصل ہو جائے گا زید معرب اور جمہور کے بیان کردہ تعریف کے مطابق معرب کا معنی بیان کیا جائے اور یوں کہا جائے زید معرب ای زید یختلف اخرہ باختلاف العوامل یہ صغریٰ ہے اور قاعدہ کے مطابق پورے مسئلہ کو کبریٰ بنا دیا جائے کل معرب یختلف اخرہ باختلاف العوامل اب نتیجہ یہ نکل آئے گا زید یختلف اخرہ باختلاف العوامل ۔ یہ نتیجہ بعینہ صغریٰ ہے حالانکہ صغریٰ مقدم ہوتا ہے اور نتیجہ مؤخر ہوتا ہے تو یہ نتیجہ ہونے کی وجہ سے مؤخر ہے اور عین صغریٰ ہونے کی وجہ سے تقدم ہے تو یہ تقدم الشیٔ علی نفسہ ہے اور تقدم الشیٔ علی نفسہ کی دوصورتیں ہیں۔ (۱) لافی ضمن الدور (۲) فی ضمن الدور ۔ اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ یہ نتیجہ ابتداء بلا واسطہ عین صغریٰ ہے یعنی دلیل کا لحاظ نہ کیا جائے کہ نتیجہ موقوف ہے دلیل پر اور دلیل موقوف صغریٰ پر لہذا یہ نتیجہ موقوف ہوگا صغریٰ پر اور اگر یہ لحاظ نہ کیا جائے تقدم الشیٔ علی نفسہ لافی ضمن الدور ہے اور اس دلیل کے واسطے ہونے کے لحاظ کیا جائے تو نتیجہ موقوف ہوگا دلیل پر اور دلیل موقوف ہوگی صغریٰ پر تو یہ تقدم الشیٔ علی نفسہ فی ضمن الدور ہے ۔ اور یہ تقدم الشیٔ علی نفسہ کی دونوں صورتیں باطل ہیں۔ اس لیے مولانا جامی نے فیلزم الدور کے بجائے تقدم الشیٔ علی نفسہ کہا تا کہ یہ کلام تقدم الشیٔ علی نفسہ کی دونوں صورتوں کو شامل ہو جائے، بخلاف صاحب کافیہ کے بیان کردہ تعریف کے اگر اس پر کوئی فساد لازم نہیں آتا مثلاً قام زید میں زید اسم معرب کے ایک جزئی ہے اگر اس کا حکم معلوم کرنا ہے تو اس جزئی کو موضوع اور مسئلہ کے موضوع معرب کو محمول بنا دیا جائے تو قضیہ حاصل ہو جائے گا زید معرب اس کو صغریٰ بنا دیا جائے اور کبریٰ یہ ہو کل معرب مما یختلف اخرہ باختلاقف العوامل نتیجہ ہو گیا زید یختلف اخرہ باختلاف العوامل تو نتیجہ اور ہے صغریٰ اور ہے جس کی وجہ سے تقدم الشیٔ علی نفسہ کی خرابی لازم نہیں آئی۔ نیز مولانا جامی نے اپنی اس تقریر سے یہ بھی اشارہ کر دیا کہ فساد اس شخص کی وجہ سے لازم آتا ہے جو شخص لفظ عربی کے تتبع کی وجہ سے یا سماعت کی وجہ سے لغت عربی کے احکام معلوم نہ کر سکتا ہو تو وہ شخص علم النحو کے طرف محتاج ہوگا چونکہ ایسے شخص معرب کو پہچانے گا معرب کی تعریف کے ذریعے سے اس لیے ایسی تعریف کی جائے جس میں فساد لازم نہ آئے۔

سوال: اس تقریر کے مطابق تو جمہور کے بیان کردہ تعریف فاسد ہوئی تو جمہور نے یہ تعریف فاسد کیوں کی ہے۔

جواب: جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ صغریٰ میں اجمال ہے اور نتیجہ میں تفصیل ہے۔ تو اجمال اور تفصیل کے اعتبار سے تغایر کا ہونا کافی ہے۔ لہذا تقدم الشئ علی نفسہ کی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ لیکن صاحب کافیہ نے اس اجمال اور تفصیل کے اعتبار سے تغایر کو کافی نہیں سمجھا اس لیے نئی تعریف کر ڈالی۔

قال الماتن وحکمه ان یختلف اخره باختلاف العوامل معرب کی تعریف کے بعد حکم کا بیان کرنا مقصود ہے جس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ معرب کا حکم یہ ہے کہ عوامل کے اختلاف وجہ سے اس کا آخر مختلف ہو جائے خواہ وہ اختلاف لفظی ہو خواہ تقدیری ہو اول کے مثال جاء نی زید ورایت زید ومررت بزید دوسرے کی مثال جاء نی موسی ورایت موسیٰ ومررت بموسیٰ۔

قال الشارح ای من جملة احکام المرب

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: حکم کی اضافت ضمیر کی طرف ہے اور عموماً جب اسم ظاہر کے اضافت ضمیر کی طرف ہو تو وہ اضافت مفید استغراق ہوتی ہے اور عبارت کا مقصد یہ ہوگا کہ معرب کے تمام احکام منحصر ہیں اس میں کہ اسم کا آخر عوامل کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے حالانکہ یہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ معرب کے اور بھی بہت سارے احکام ہیں مثلاً جب ابتداءً کوئی اسم معدود عامل سے مرکب ہو تو اس کا حکم اختلاف والا نہیں بلکہ اس کا حکم حدوث اعراب کا ہے۔

جواب: شارح نے جواب دیا کہ یہ اضافت استغراقیہ نہیں بلکہ عہد خارجی کی ہے اور معہود معین حکم مراد ہے کہ اختلاف الاخر بسبب اختلاف العوامل اور من تبعیضیہ مقدر کر کے اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ بعض حکم مراد ہیں نہ کہ کل۔ اور جملہ کا لفظ محض کلام کو فصیح بنانے کے لیے ذکر کیا گیا۔ اور احکام کا لفظ ایک شبہ کا جواب ہے شبہ یہ ہوتا تھا کہ شارح کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں من تبعیضیہ مقدر ہے حالانکہ من تبعیضیہ جمع پر داخل ہوتا ہے نہ کہ مفرد پر شارح نے احکام

کا لفظ ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ مفرد سے جمع مراد ہے یا مفرد جمع کے معنی میں ہے۔

فائدہ سوال معرب کا یہ حکم جامع نہیں کہ یہ تمام افراد معرب پر صادق نہیں آتا۔ مثلا ضربت زیدا میں زید معرب ہے مگر یہ حکم نہیں پایا جاتا کیونکہ یہاں تو سرے سے اختلاف عوامل ہی نہیں ہیں چہ جائے کہ اختلاف آخر ہو بلکہ یہاں تو ابتداء دخول عامل سے حدوث اعراب ہوا ہے۔ حالانکہ شئی کا حکم اس کا خاصہ ہوتا ہے اور خاصۃ الشئی اس کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے۔

جواب جس طرح خاصہ کی دو قسمیں ہی۔ (۱) شاملہ (۲) غیر شاملہ

حکم شاملہ وہ حکم ہے جو تمام قسم کے افراد میں پایا جائے، حکم غیر شامل وہ ہے جو بعض افراد میں پایا جائے اور بعض میں نہ پایا جائے۔ اور یہ حکم معرب کا غیر شامل ہے۔ لہذا یہ بعض افراد میں نہیں پایا جارہا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

قال الشارح **وآثاره المترتبة عليه**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال حکم کے آٹھ معنی آتے ہیں۔ (۱) الاثر المرتب علی الشی (۲) اسناد امر الی امر آخر (۳) خطاب الله تعالى المتعلق بافعال المكلفين اقتضاء او تخییرا (٤) مانبت بالخطاب (٥) نسبت تامه خبريه (٦) نسب تامه خبریه کا اذعان (۷) محمول (۸) مجموعه قضيه۔ ان مذکورہ معانی ثمانیہ میں سے یہاں کون سا معنی مراد ہے۔ خطاب اللہ تو مراد اس لیے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو فقہ اور مسائل شرعیہ میں مراد ہوا کرتا ہے۔ اور نسبت تامہ وغیرہ بھی مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ منطق میں مراد لیا جاتا ہے اس طرح اسناد امر بھی مراد نہیں لیا جا سکتا کیونکہ یہ معنی مرکب کلام میں پایا جاتا ہے جب کہ معرب مفرد کے اقسام میں سے ہے۔

جواب شارح نے جواب دیا کہ یہاں پر حکم کا اثر والا معنی مراد ہے اب معنی یہ ہوگا کہ اسم معرب کے آثار میں سے ایک اثر اختلاف الاخر باختلاف العوامل ہے۔

قال الشارح **المترتبة عليه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اثر کی اضافت تو مؤثر کی طرف ہوتی ہے اور اختلاف آخر باختلاف العوامل یہ اثر

ہے جس کا موثر عامل اور اعراب ہے نہ کہ اسم معرب لہذا اس کی نسبت اسم معرب کی طرف درست نہیں۔

جواب یہاں پر اثر کی اضافت اسم معرب کی طرف ادنی تعلق کی بنا پر ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اثر اسم معرب پر جاری ہوتا ہے اور اسی پر مرتب ہوتا ہے اسی وجہ سے بجائے عامل موثر کی طرف نسبت کرنے کے اسم معرب کی طرف کر دی گئی ہے۔

قال الشارح من حیث ھو معرب مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: معرب کا حکم جامع نہیں اس سے بہت سارے معرب خارج ہو جاتے ہیں مثلاً فاعل کا حکم رفع ہے۔ اور مفعول کا حکم نصب ہے اور غیر منصرف کا حکم عدم دخول الکسرۃ والتنوین ہے ان کا حکم اختلاف آخر نہیں، بلکہ علی سبیل الترقی ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ حکم تو معرب کے کسی فرد ہی کا نہیں کیوں کہ ہر فرد معرب کے لیے ایک اعراب متعین ہے۔

جواب یہاں حیثیت کی قید معتبر ہے جو من حیث ھومعرب ہے کہ معرب کا اثر معرب ہونے کی حیثیت سے اختلاف الاخر باختلاف العوامل ہے اب معنی یہ ہوگا کہ من جملہ ان کے احکام میں سے اور اس کے آثار میں سے وہ آثار جو اسم معرب پر معرب ہونے کی حیثیت سے مرتب ہوتے ہیں وہ اختلاف الاخر باختلاف العوامل ہے اور باقی رہا مرفوع اور منصوب اور مجرور ہونا وہ اور حیثیت سے ہے مثلاً اسم معرب کا مرفوع ہونا فاعل ہونے کی بناء پر ہے اور منصوب ہونا مفعول ہونے کی حیثیت سے فاندفع الاشکال۔

قال الماتن ان یختلف اخرہ

قال ای الحرف الذی ھو دفع دخل مقدر۔

سوال: ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اسم معرب کا حکم اختلاف الاخر باختلاف العوامل ہے۔ اس لیے کہ جاء نی مسلمون ورائت مسلمین ومررت بمسلمین کہ یہاں پر عامل تو مختلف ہے لیکن معرب کے آخر میں کوئی تبدیلی نہیں۔

جواب اسم معرب کے آخر سے مراد اسم معرب کا آخری حرف ہے۔ اور جمع مذکر سالم کے آخری حرف نون نہیں بلکہ ماقبل والا حرف ہے۔

قال الشارح ذاتا بان یتبدل حرفا بحرف آخر یہاں سے اختلاف کی تقسیم کا بیان ہے اسم معرب کے آخر میں جو اختلاف ہے وہ دو قسم پر ہے۔ (۱) اختلاف ذاتی (۲) اختلاف صفتی۔ اختلافی ذاتی کہا جاتا ہے کہ ایک حرف کا دوسرے سے بدل جانا جیسے جاء ابوك ورایت اباك ومررت بابیك اذا کان اعرابه بالحرف یہ اختلاف ذاتی ہر ایسے مقام میں ہوگا جہاں اعراب بالحرف ہوگا جیسے اسماء ستہ مکبرہ اسی طرح تثنیہ وغیرہ جمع میں۔ (۲) اختلاف صفتی کہا جاتا ہے کہ ایک صفت کے دوسرے صفت کے ساتھ تبدیل ہو جائے یعنی ایک حرکت کے دوسری حرکت سے تبدیل ہو جائے جیسے جاء نی زید ومررت بزید۔

قال اذا کان اعرابه بالحرکة یہ اختلاف صفتی ہر ایسے مقام میں ہوگا جہاں اعراب بالحرکت ہو۔ پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔ (۱) اختلاف ذاتی حقیقی (۲) اختلاف ذاتی حکمی۔ اسی طرح اختلاف صفتی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اختلاف صفتی حقیقی (۲) اختلاف صفتی حکمی۔

تو کل چار قسمیں ہوئیں ہر ایک کی تعریف یہ ہے۔

(۱) **اختلاف ذاتی حقیقی** ایسے اختلاف کو کہا جاتا ہے کہ ہر تینوں حالتون میں ایک حرف کے دوسر حرف کے ساتھ تبدیل ہو۔ جیسے جاء ابوك ورئیت اباك ومررت بابیك۔

(۲) **اختلاف حقیقی حکمی** ایسے اختلاف کو کہا جاتا ہے۔ کہ ایک حرف کی تبدیلی دوسرے حرف کے ساتھ بعض حالتوں میں ہو جیسے جاء نی مسلمون وایت مسلمین ومررت بمسلمین۔

(۳) **اختلاف صفتی حقیقی** ایسے اختلاف کو کہا جاتا ہے کہ ایک حرکت کے دوسرے حرکت کے ساتھ تبدیلی تینوں حالتوں میں ہو۔

(٤) **اختلاف صفتی حکمی** ایسے اختلاف کو کہا جاتا ہے کہ ایک حرکت دوسری حرکت کے ساتھ تبدیلی بعض حالتوں میں ہو جیسے جاء نی احمد ورائیت احمد۔ پھر ان چار میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔ (۱) اعراب لفظی (۲) اعراب تقدیری۔ تو اختلاف کی کل آٹھ قسمیں ہو گئیں جن میں سے چار کا بیان تو یہاں ہے اور بقیہ چار اقسام کا بیان مولانا جامی بعد

میں خود بیان فرمائیں گے۔

قال الشارح **ای بسبب اختلاف العوامل** شارح نے بتایا کہ باختلاف میں (باء) سببیت کی ہے اور عوامل کی جمع ہے۔ کیونکہ یہ عامل فاعل صفتی نہیں فاعل اسمی ہے فاعل صفتی کے جمع فواعل کے وزن پر نہیں آتے لیکن فاعل اسمی کے جمع فواعل کے وزن پر آتی ہے کہ اب نحویوں نے عامل نام رکھدیا ہے مایتقوم المعنی المقتضی للاعراب کا۔

قال الشارح **الدخلة علیه** شارح یہ بتانا چاہتا ہے کہ عوامل سے مراد مطلقا عامل نہیں بلکہ وہ عوامل مراد ہیں جو اسم معرب پر داخل نہ ہوں۔ اس لیے کہ عوامل کے ذریعے اسم معرب کے آخر میں اختلاف بغیر عوامل کے نہیں آسکتا۔

قال الشارح **فی العمل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ معرب کا حکم منقوض ہے ان زیدا مضروب و ضربت زیدا و انی ضارب زیدا ان تینوں مثالوں میں عامل مختلف ہیں پہلی مثال میں عامل حرف ہے اور دوسری میں فعل تیسرے مثال میں عامل شبہ فعل ہے لیکن زید کا آخر مختلف نہیں ہوا۔

جواب اختلاف العوامل سے مراد اختلاف فی العمل ہے نہ کہ فی الذات اور یہاں عوامل مختلف فی العمل نہیں بلکہ متحد فی العمل ہیں کہ سب کا تقاضا نصب دینا ہے لہذا معرب کا آخر مختلف نہیں ہوا۔

قال الشارح **لفظا اور تقدیرا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: لفظاً وتقدیراً دو حال سے خالی نہیں یا تمیز ہے یختلف اخرہ ایک نسبت سے یا مفعول مطلق ہے یختلف سے وکلاھما باطل۔ اول اس لیے کہ تمیز عن نسبت محول عن الفاعل ہوتی ہے یا محول عن المفعول ہوتی ہے یہاں ایسے نہیں کیونکہ یختلف کا فاعل آخرہ مذکور ہے۔ ثانی اس لیے نہیں کہ مفعول مطلق فعل سابق کا ہم معنی ہوتا ہے جب کہ لفظاً او تقدیراً یختلف کا ہم معنی نہیں۔

جواب دونوں ترکیبیں یہاں درست ہیں تمیز کا معنی بھی درست ہے اس لیے کہ دراصل یہ فاعل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے یختلف لفظ آخرہ او تقدیر آخرہ۔ اور مفعول مطلق بھی صحیح

ہے اور یہاں پر مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے یختلف اخرہ اختلاف لفظ او تقدیر پھر مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ اس کا قائم مقام کر دیا گیا اور اس پر مضاف والا اعراب جاری کر دیا گیا اور اس کو منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں۔ یاد رکھیں احتمال اول یعنی تمیز بنانا راجح ہے اس لیے اس میں حذف کا ارتکاب نہیں کرنا پڑتا ہے نیز اس لیے کہ اس میں ابہام اور تفصیل ہے جو واقع فی النفس ہوتی ہے بخلاف احتمال ثانی کے۔

قال الشارح **والاختلاف لفظا** مولانا جامی اختلاف کی تقسیم کرنا چاہتے ہیں کہ اختلاف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لفظی (۲) تقدیری۔ لفظی تو زبان سے پڑھا جاتا ہے اور تقدیری جسے زبان سے نہ پڑھا جائے۔

قال الشارح **واختلاف اللفظی والتقدیری اعم** اختلاف لفظی اور تقدیری میں تعمیم کا بیان کہ اختلاف لفظی کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی اس طرح اختلاف تقدیری کی بھی دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی۔ یہ دفع دخل مقدر ہے۔

سوال: رایت احمد ومررت باحمد اسی طرح رایت مسلمَین ومررت بمسلمَین اسی طرح رایت مسلمِین ومررت بمسلمِین۔ ان تمام مثالوں میں عامل مختلف ہے لیکن اسم معرب کا آخر میں کوئی تبدیلی نہیں۔

جواب اختلارف لفظی اور اختلاف تقدیری میں تعمیم ہے کہ خواہ حقیقتا ہو یا حکما۔ ان مثالوں میں اختلاف اگرچہ حقیقتا تو نہیں لیکن حکما ہے کہ اگر فتحہ نصب کے بعد ہو تو نصب کی علامت ہے اور اگر فتحہ جر کے بعد ہو تو یہ جر کی علامت ہے۔

قال الشارح **فان قلت** مولانا جامی سوال نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: ہم اس کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اختلاف آخر باختلاف عوامل اسم معرب کا حکم ہے اس لیے کہ یہ اسم معرب کے ہر ہر فرد میں نہیں پایا جاتا۔ مثلاً اسماء معدودہ جب اپنے عامل کے ساتھ ابتداء مرکب ہوتے ہیں تو ان کا حکم اختلاف آخر نہیں بلکہ حدوث اعراب ہے۔

جواب قلت سے جواب کا بیان ہے کہ حدوث اعراب بدخول العامل اسم معرب کا مستقل حکم ہے۔ اور اختلاف آخر باختلاف عوامل اسم معرب کا مستقل حکم ہے لہذا ان میں سے اگر

ایک دوسرے میں داخل نہیں تو کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی اس لیے کہ معرب کے حکم اور بھی بہت سارے ہیں۔ان میں سے یہاں پر صرف ایک کا بیان ہے باقی سب کا ذکر تو نہیں۔البتہ زیادہ سے زیادہ اتنی بات ہوگی کہ اختلاف آخر باختلاف العامل معرب کا حکم شاملہ نہیں بلکہ غیر شاملہ ہے۔اور ہم بھی اس کو حکم غیر شاملہ کہتے ہیں۔

قال الماتن الاعراب ما اختلف آخره ليدل على المعانى المعتورة عليه

علامہ ابن حاجب معرب کی تعریف اور حکم کے بیان کرنے کے بعد اعراب کی تعریف بیان کرتے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اعراب وہ شئی ہے کہ جس کی وجہ سے معرب کا حکم مختلف ہوتا کہ وہ اختلاف دلالت کرے ان معانی پر جو کہ پے درپے معرب پر وارد ہوتے ہیں یعنی معنی فاعلیت اور مفعولیت اور اضافت چونکہ یہ معانی مختلف اور متضاد ہیں،اور ہر ایک معنی تقاضا کرتا ہے علامت کو تو ہر ایک معنی کے لیے مستقل علامت مقرر کی گئی ہے معنی فاعلیت کیے لیے علامت رفع کو مقرر کیا گیا ہے اور معنی مفعولیت کے لیے نصب اور معنی اضافت کے لیے جر کو مقرر کیا گیا ہے اور اس علامت اور نشانی کا نام اعراب ہے۔

سوال : معرب کی تعریف کو اعراب پر کیوں مقدم کیا۔

جواب معرب ذات ہے اور اعراب وصف ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذات وصف پر طبعا مقدم ہوتی ہے تو ہم نے ذکرا بھی مقدم کیا تاکہ وضع طبع کے موافق ہو جائے۔

قال الشارح ای حرکتا اوحرفا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اعراب کی تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ تعریف عامل اور معنی مقتضی پر صادق ہے کہ ان کی وجہ سے بھی معرب کا آخر تبدیل ہو جاتا ہے حالانکہ عامل اور معنی مقتضی اعراب نہیں۔

جواب اعراب سے مراد حرف اور حرکت ہے جس سے عامل اور معنی مقتضی خارج ہو جاتا ہے

فائدہ سوال ہم اتنی بات تو تسلیم کرلیتے ہیں کہ حرکت اور حرف مراد لینے کی صورت میں معنی مقتضی تو خارج ہو جائے گا اور عامل فعل اور عامل اسم بھی خارج ہو جائے گا لیکن عامل حرف پر پھر

بھی اعراب کی تعریف صادق آتی ہے کیونکہ عامل حرف بھی ایک حرف ہے جو معرب کے آخر کی تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔ جیسے ان زید ا قائم۔

جواب حروف کی دو قسمیں ہوتی ہیں حروف معانی اور حروف مبانی اور اعراب کی تعریف میں جو حروف مذکور ہیں اس سے مراد حروف مبانی ہے اور جو حروف عامل بنتے ہیں وہ حروف معانی ہیں لہذا اعراب کی تعریف ان پر صادق نہ آئی، یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ (ما) بمنزلہ جنس کے ہے اور جنس تو عموم وشمول کا فائدہ دیتی ہے لہذا اس سے عامل اور معنی مقتضی کا اخراج مناسب نہیں، اس کا بہتر جواب وہ ہے جس کو شارح ولو ابقیت سے بیان کریں گے۔

قولہ من حیث ھو معرب یہاں سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تعریف کے اندر حیثیت کی قید معتبر ہے۔ باقی اس قید کا فائدہ کیا ہے، مولانا جامی اس کو مابعد میں بیان فرمائیں گے۔

ذاتا او صفتا سوال مقدر کا جواب ہے۔

قال الشارح لان المتبادر من الدخول اختلاف کی تعیم کا بیان ہے کہ وہ اختلاف خواہ ذاتی ہو یا صفتی ہو۔ عام ازیں کہ اختلاف ذاتی حقیقی ہو یا حکمی اسی طرح اختلاف لفظی ہو یا تقدیری۔

بسببہ میں یہ بتادیا کہ (باء) سببیت کی ہے اور ضمیر کا مرجع ما ہے جو عبارت ہے حرف یا حرکت سے۔

قولہ حین یراد بما الموصولۃ یہاں سے مولانا جامی ایک فائدہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ ما موصولہ کی تفسیر حرکۃ او حرف نکرہ کے ساتھ کی تاکہ عامل اور معنی مقتضی اعراب کی تعریف سے خارج ہو جائیں۔

سوال : ماقبل کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ما موصوفہ ہے۔ اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ما موصولہ ہے تو دونوں میں تعارض ہے۔

جواب اول اس قسم کی عبارتوں میں دونوں بنانا جائز ہیں تو مولانا جامی اولا (ما) کے موصوفہ ہونے کی طرف اشارہ کردیا اور ثانیا (ما) کے موصولہ ہونے کی طرف۔

جواب ثانی ما موصلہ سے مراد ما موصولہ عہد ذہنی ہے کہ جس طرح الف لام کی چار قسمیں

ہیں اسی طرح ما کی بھی چار قسمیں ہیں۔اور ما موصولہ عہد ذہنی کی تفسیر نکرہ کے ساتھ ہی کی جاتی ہے لہذا کوئی تعارض نہ ہوا۔

قال الشارح ولوابقیت اس عبارت میں عامل اور معنی مقتضی کو اعراب کی تعریف سے نکالنے کے لیے دوسرے طریقے کا بیان ہے کہ (ما) کو اپنے عموم پر رکھا جائے کہ یہ (ما) بمعنی شئی کے ہو کر عامل اور معنی مقتضی کو شامل ہو پھر (باء) کے ذریعے ان کو خارج کر دیا جائے، اس لیے کہ (باء) سببیت کی ہے اور سبب سے مراد سبب قریب ہے کیونکہ قاعدہ ہے المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل۔اور فرد کامل سبب قریب ہوتا ہے۔اب اعراب کی تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ اعراب کہا جاتا ہے ایسی شئی کو جو اسم معرب کے آخر میں اختلاف کا سبب قریب ہو یعنی سبب بلاواسطہ ہو اور عامل اور معنی مقتضی یہ اعراب کا سبب قریب نہیں بلکہ سبب بعید ہیں، اس لیے کہ اختلاف کا سبب ہے دو واسطوں کے ساتھ۔ (۱) معنی مقتضی (۲) اعراب۔ یعنی عامل سبب ہے معنی مقتضی کا اور معنی مقتضی سبب ہے اعراب کا اور اعراب سبب ہے اختلاف کا اور معنی مقتضی اختلاف کا سبب ہے ایک واسطے سے وہ اعراب ہے یعنی معنی مقتضی سبب ہے اعراب کا اور اعراب سبب ہے اختلاف کا لہذا عامل اور معنی مقتضی اعراب کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ یہ سبب قریب نہیں۔معنی مقتضی سبب بعید اور عامل سبب ابعد ہے۔

قال الشارح بقید الحیثیت شارح من حیث ھو معرب کی قید کے فائدہ کا بیان برائے دفع دخل مقدر۔

سوال : کہ اعراب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ تعریف لفظ غلامی کے اندر میم کی حرکت پر صادق آتی ہے حالانکہ میم کی حرکت اعرابیہ نہیں باقی رہی یہ بات کہ کیسے صادق آتی ہے وہ اس طرح کہ ھذا غلام زید میں غلام پر رفع موجود ہے۔رایت غلامی میں میم پر کسرہ آ گئی ہے تو غلام کا آخر تبدیل ہو چکا ہے حالانکہ میم کے کسرہ کو کوئی بھی اعراب نہیں کہتا۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا کہ یہاں حیثیت کی قید معتبر ہے اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ اعراب ایسے حرف یا حرکت کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے معرب کے آخر میں اختلاف ہو

معرب ہونے کی حیثیت سے اور غلامی کے اندر میم کی حرکت معرب ہونے سے نہیں بلکہ (یاء) متکلم ماقبل ہونے کی حیثیت سے ہے اور غلامی کی مثل سے مراد ہر وہ اسم ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو، باقی رہی یہ بات کہ حیثیت کی قید معتبر ہوا کرتی ہے جس کو شارح نے صراحتا میں ذکر کیا۔

سوال: اس حیثیت کی قید لگانے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس قید سے مقصود غلامی کی حرکت کو اعراب کی تعریف سے خارج کرنا ہے حالانکہ یہ آخرہ کے (ہ) ضمیر سے خارج ہو جاتا ہے۔ کیونکہ (ہ) ضمیر راجع ہے اسم معرب کی طرف اور غلامی مبنی ہے۔

جواب لانہ معرب اس بات میں اختلاف ہے کہ غلامی مبنی ہے یا معرب بعض علماء کے نزدیک غلامی مبنی ہے لیکن صاحب کافیہ کے نزدیک غلامی معرب ہے۔ اس لیے عامل کے آنے سے قبل بھی غلامی کا کسرہ باقی رہتا ہے اس لیے اس کو اعراب کی تعریف سے خارج کرنے کے لیے حیثیت کی قید لگانے کی ضرورت ہے۔

قال الشارح بھذا القدر یہاں سے ایک فائدہ کا بیان ہے کہ اعراب کی تعریف ما اختلف آخرہ بہ تک جامع مانع ہو جاتی ہیں اور لیدل علی المعانی انمعتورۃ اس عبارت کو اعراب کی تعریف کے جامع مانع ہونے میں کوئی دخل نہیں۔

قولہ لکن المصنف اراد سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: لیدل والی عبارت اعراب کی تعریف میں داخل نہیں تو پھر اس کو کیوں ذکر کیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ اعراب کی تعریف میں اس عبارت کو ذکر کر کے اعراب کے وضع کرنے کا فائدہ بتایا ہے کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ معانی معتورہ یعنی فاعلیت اور مفعولیت اور اضافت پر دلالت کرے۔

قال الشارح فکانہ اراد ھذا المعنی سے فاضل ہندی پر رد مقصود ہے۔ فاضل ہندی کے نزدیک یہ جملہ تعریف میں داخل نہیں اور اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ تعریف یہاں تک مکمل ہو گئی۔ اور یہ جملہ مستانفہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: یہ ہوا لم وضع الاعراب تو اس کا جواب دیا لیدل سے۔

فاضل ہندی کی دلیل اول :اگر لیدل والی عبارت تعریف میں داخل ہوتو یہ قید احترازی بنے گی حالانکہ قید احترازی نہیں جب کہ تعریفات میں قیودات حترازی ہوا کرتی ہیں لہذا یہ تعریف میں داخل نہیں۔

دلیل ثانی: مصنف نے شرح الامالی میں اس جملہ کے بارے میں تصریح کردی لیس ھذا من تمام الحد تو اس سے صراحت ہوگئی یہ عبارت تعریف سے متعلق نہیں بلکہ امر خارج سے متعلق ہے۔ اور مولانا جامی کے نزدیک اس عبارت کا تعلق تعریف سے ہے کہ یہ علت ہے اختلاف کی۔

فاضل ہندی کی دلیل اول کا جواب :یہ ہے کہ تعریفات میں تمام قیودات کا احترازی ہونا کوئی ضروری نہیں بلکہ بعض قیودات سے وضاحت بھی مقصود ہوتی ہے۔ جس سے کسی فائدہ کو بیان کرنا ہوا کرتا ہے۔ یہاں بھی لیدل کی قید سے ایک عظیم فائدے پر تنبیہ مقصود ہے کہ وضع اعراب کے اختلاف کی حکمت کیا ہے ما فائدہ اختلاف وضع الاعراب ۔مصنف نے جواب دیا لیدل ۔

دلیل ثانی کا جواب: یہ ہے کہ فاضل ہندی صاحب آپ نے مصنف کی عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھا مصنف کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس عبارت کو تعریف اعراب کے جامع اور مانع ہونے میں کوئی دخل نہیں۔ اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کا تعلق ہی نہیں ہے بلکہ تعلق تو ہے کہ یہ اس تعریف کی وضاحت کے لیے ہے اسی وجہ سے تو علامہ ابن حاجب نے یوں نہیں کہا کہ لیس ھذا من الحد بلکہ یوں ہے کہ لیس ھذا من تمام الحد یعنی یہ عبارت تعریف کے لیے نہ جنس ہے اور نہ فصل واقع ہے۔

قولہ لیدل علی الاختلاف اوما بہ الاختلاف شارح ھو ضمیر مستتر جو لیدل میں مستتر ہے مرجع بیان کرنا چاہتا ہے جس میں دو احتمال ہیں۔ (۱) الاختلاف (۲) ما بہ الاختلاف۔ یہاں دو احتمال بیان کر کے شارح رحمہ اللہ نے مذاہب کی طرف اشارہ کر دیا۔

پہلا مذھب: بعض نحاۃ کا مذہب ہے کہ اعراب نام ہے نفس اختلاف کا کیونکہ اعراب ضد ہے بناء کی اور بناء عبارت ہے عدم الاختلاف سے تو اعراب عبارت ہوگا اختلاف سے

دوسرا مذہب: بعض نحاۃ کا مذہب ہے کہ اعراب نام مابہ الاختلاف کا کیونکہ اعراب علامت ہے معرب کی اور علامت میں اصل یہ ہوتا ہے کہ وہ محققا ور موجود ہو۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ موجود اور محقق مابہ الاختلاف یعنی رفع اور نصب اور جر ہے نہ کہ نفس اختلاف۔ کیونکہ وہ امر معنوی ہے اور یہی مذہب دوسرا راجح ہے کیونکہ اگر اعراب نفس اختلاف کا نام ہو تو بعض اسماء معرب بلا اعراب رہ جائیں گے جیسے اسماء معدودہ جب

ابتداءاً اپنے عامل سے مرکب ہوں تو وہ معرب تو ہیں لیکن اختلاف موجود نہیں اور اختلاف تو نام ہے ایک حرکت کا دوسری حرکت کے ساتھ تبدیل ہونے کا اسی طرح ایک حرف کا دوسرے حرف کے ساتھ تبدیل ہونے کا اور وہ یہاں نہیں پایا جاتا۔

قال الشارح علی المعنی ای الفاعلیۃ مولانا جامی نے اشارہ کردیا کہ المعانی پر جو الف لام ہے وہ الف لام عہد خارجی ہے اس سے مطلق معنی مراد نہیں بلکہ معانی مخصوصہ معانی ثلاثہ مراد ہیں۔

قال الشارح المعتورۃ علی صیغہ اسم الفاعل ضبط صیغہ کا بیان جس سے مقصود فاضل ہندی کی تردید ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ المعتورہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اسم مفعول کا نہیں اس لیے کہ معتورہ اعتوار سے ماخوذ ہے جس کا لغوی معنی ہے اخذ جماعۃ شیئا نوبۃ بنوبۃ متعاقبۃ لامجتمعۃ اس لغوی معنی سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ فاعل میں تعدد ہوتا ہے اور مفعول میں توحد اور فاعل میں تعدد اور مفعول میں توحد یہ اسی وقت ہی ہوسکتا ہے جب اس کو بصیغہ اسم فاعل المعتورہ پڑھا جائے نہ کہ بصیغہ اسم مفعول اس لیے کہ اگر اس کو بصیغہ اسم فاعل پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ اسم معرب پر یکے بعد دیگرے آنے والے معانی یعنی کبھی فاعلیت والا معنی اسم معرب کو لیتا ہے تو وہ اسم معرب مرفوع ہوجاتا ہے کبھی اضافت والا معنی لیتا ہے تو ہو مجرور ہوجاتا ہے، اس صورت میں مفعول یعنی اسم معرب ایک ہی ہے لیکن فاعل مختلف ہیں اور اگر بصیغہ اسم مفعول پڑھا جائے تو معنی ہوگا کہ ایسے معنی جن کو یکے بعد دیگرے لیا جاتا ہے۔ یعنی کبھی اسم معرب فاعلیت والا معنی کو لیے لیتا ہے تو اسم معرب مرفوع ہوتا ہے کبھی اسم معرب مفعولیت والے معنی کو۔ تو اس صورت میں مفعول میں تعدد ہوگا جو کہ معنی لغوی کے خلاف ہے یعنی اس صورت میں

فاعل تو ایک ہی رہا مفعول متعدد ہو گئے۔ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اسم مفعول کا صیغہ نہیں۔ لہذا افاضل ہندی کا المعتورہ کو اسم مفعول بمعنی ماخوذ کے لینا غلط ہوا۔

علیه ای علی المعرب ضمیر کے مرجع کا بیان کہ (ہ) ضمیر کا مرجع المعرب ہے اور یہ علیه جار مجرور المعتورہ کے متعلق ہے۔

قوله علی تضمین مثل الورود سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: اعتوار یہ متعدی بنفسہ ہوتا ہے۔ اس کے صلہ میں (علی) کو کیوں ذکر کیا ہے۔

جواب اعتوار کے صلہ میں حرف جار علی کا ذکر ورود اور استیلاء کے معنی کے تضمین کے اعتبار سے ہے یعنی یہاں صنعت تضمین کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

صنعت تضمین کی تعریف : یہ ہے کہ کسی فعل مذکور کے اندر کسی دوسرے فعل کے معنی کا لحاظ کر لیا جائے بایں طور کہ دوسرے فعل کے متعلق کو اس کے لیے ذکر کر دیا جائے بایں معنی کہ فعل اول مقید اور ثانی اس کی قید بن جائے یعنی فعل اول اپنے حال پر رہے اور ثانی فعل سے اسم فاعل نکال کر پہلے فعل یا شبہ فعل کی ضمیر سے حال بنایا جائے۔

اب جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر علی متعلق معتورة کے نہیں ہو سکتا تو مقام کے مناسبت سے ورود یا استیلاء کے تضمین کریں گی عبارت اس طرح ہوگی المعتورة واردة یامستولیا علیه اور واردة اور مستولیا متعدی بعلی ہوتے ہیں۔

قال الشارح ویقال اعتوروا یہاں سے المعتور کے لغوی معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ یہ تو باب افتعال سے اعتوار ہے یا باب تفاعل سے تعاور ہے۔ کہا جاتا ہے اعتور الشئی، تعاور الشئی دونوں کا معنی ایک ہی ہے کہ کسی جماعت کا کسی چیز کو یکے بعد دیگرے باری باری لینا یعنی چیز تو ایک ہی ہے لیکن لینے والی جماعتیں متعدد ہیں اس سے معلوم ہوا کہ فاعل میں تعدد ہوتا ہے اور مفعول میں توحد ہوتا ہے اور معانی معتورہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایسے معانی کہ یکے بعد دیگرے اسم معرب کو لینے والے ہوں کبھی فاعلیت والا معنی اسم معرب کو لے لیتا ہو تو وہ مرفوع ہو جاتا ہو۔ کبھی مفعولیت والا لے لیتا ہو الخ۔

قال الشارح فاذا تداولت المعانی

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : معانی معتورہ پر دلالت کرنے کے لیے ایک ہی اعراب کے وضع کافی تھی متعدد اعراب کے وضع کی ضرورت نہیں تھی تو وانواعہ رفع و نصب و جر کیوں کیا گیا۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا چونکہ معانی معتورہ جو اعراب کے مدلولات ہیں ان میں اجتماعیت نہیں ہوسکتی تھی بلکہ تعاقب اور تناوبت ہے یعنی باری باری معرب پر وارد ہونے والے توان کا تقاضا یہ تھا کہ ان کے جو دال ہیں ان سب میں بھی اجتماعیت نہ ہو بلکہ وہ بھی علیحدہ علیحدہ علامت مقرر کیا جائے تا کہ ہر ایک کے لیے مستقلا علامت مقرر ہو جائے خلاصہ یہ ہوا کہ نفس اعراب کی وضع تو معانی معتورہ پر دلالت کرنے کے لیے اور اختلاف اعراب کے وضع اختلاف معانی معتورہ کی وجہ سے ہیں تا کہ جیسے مدلولات میں اجتماعیت نہیں اس طرح دوال میں بھی اجتماعیت نہ ہو اور ان دوال اور مدلولات میں توافق ہو جائے۔

فائدہ **فوضع اصل الاعراب** ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس سے پہلے ایک فائدہ سمجھ لیں کہ فوضع والی عبارت میں دو نسخے ہیں۔

(۱) مابعد میں وضع کے بعد اس کے ساتھ ضمیر ہو۔ (۲) اس کے ساتھ ضمیر نہ ہو۔ تو پہلی صورت میں جب ضمیر ہو تو یہ وضع مصدر کا صیغہ ہوگا اور اگر مابعد میں ضمیر نہ ہو تو یہ دونوں جگہ ماضی مجہول کا صیغہ پڑھا جائے گا اب تفریع کا حاصل یہ ہے کہ معانی میں دو حیثیتیں ہیں۔

(۱) معانی من حیث ھی ھی۔ قطع نظر کرتے ہوئے ان میں تضاد اور اختلاف سے کہ وہ تضاد ہے یا نہیں۔ (۲) معانی میں حیث الاختلاف یعنی تضاد ہو اور نفس معانی پر دلالت کرنے کے لیے نفس اعراب کو وضع کیا گیا۔ اور معانی من حیث الاختلاف پر دلالت کرنے کے لیے اعراب من حیث الاختلاف کو وضع کیا گیا تو جس طرح مدلولات میں دو حیثیتیں ہیں اسی طرح دال جو اعراب ہے اس میں بھی دو حیثیتیں ہیں۔

قال الشارح **وانما جعل الاعراب** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اعراب کے محل اسم معرب کے آخر کو کیوں قرار دیا گیا ہے۔ ابتداء کو یا وسط کو محل کیوں نہیں بنایا گیا۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ضابطہ تو مسلم ہے۔ کہ ذات مقدم ہوتی ہے اور وصف مؤخر ہوتی

ہے۔ لہذا دال علی الذات مقدم ہوگا دال علی الوصف پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اسم معرب دال ہے ذات پر اور اعراب دال ہے اس کی صفت پر لہذا اسم معرب جو دال علی الذات ہے اس کو مقدم ہونا چاہیے اعراب پر جو دال علی الوصف ہے اور دال علی الوصف یہ مؤخر ہوگا دال علی الذات سے لہذا اعراب مؤخر ہوا اسم معرب سے لیکن یہ تأخر بھی ذاتی ہے اس لیے کہ جاء ابوك کے اندر کوئی لفظ ایسا نہیں کہ ہم کہیں کہ ذات یعنی اسم معرب مقدم ہے اور اعراب مؤخر ہے بلکہ یوں کہیں گے کہ یہ تو تأخر ذاتی ہے اور اعراب مؤخر ہے لیکن وہ تأخر مراد نہیں جو صفت کا موصوف سے ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح **وهو ماخوذ من اعربه** سے شارح اعراب کا لغوی معنی اور وجہ تسمیہ بیان کررہے ہیں کہ جسمیں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ مشتق ہے اعراب باب افعال سے بمعنی اظہار اور واضح کرنا اور اعراب بھی چونکہ معانی مقتضیہ کو واضح کرتا ہے اس لیے اس کا نام اعراب رکھا گیا۔ (۲) یہ ماخوذ ہے عربت معدته سے بمعنی معدہ فاسد ہوگیا۔ پھر جب باب افعال کی طرف منتقل کیا اور ہمزہ سلب کے لیے بنایا گیا تو اعراب کا معنی ازالہ فساد ہوگیا اور اعراب کو اس لیے اعراب کہا گیا کہ یہ بھی بعض معانی کا بعض کے ساتھ التباس کے فساد کو زائل کرتا ہے۔

قال الماتن **وانوعه رفع ونصب وجر فلرفع علم الفاعلية والنصب** ماتن اعراب کی تعریف کے بعد اس کے انواع بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اعراب کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر۔ رفع فاعل ہونے کی علامت ہے اور نصب مفعول ہونے کی علامت ہے اور جر اضافت کی علامت ہے۔

سوال : مصنف نے انواعه کہا ہے اقسامه کیوں نہیں کہا۔

جواب لفظ انواع سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ رفع ،نصب ، جر ان میں سے ہر ایک مستقل نوع ہے جس کے تحت کئی افراد ہیں اور اقسام کا اطلاق صرف جزئیات پر ہوتا ہے اور فرد معین پر ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح **ای انواع اعراب الاسم**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اعراب کا حصر کرنا تین میں باطل ہے کیونکہ چوتھی قسم بھی موجود ہے جو جزم ہے۔

جواب کہ عبارت مذکورہ میں اسم کے اعراب کے انواع بتائی جا رہی ہیں نہ کہ مطلق اعراب کے انواع اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسم کے اعراب بھی تین ہیں۔ اور جزم وہ فعل کا اعراب ہے۔

قال الشارح ثلاثة مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: انواعه مبتداء ہے اور رفع ونصب و جر ان میں سے ہر ایک خبر ہے اور قاعدہ ہے کہ خبر کا مبتداء پر حمل ہوا کرتا ہے۔ یہاں حمل درست نہیں کیونکہ لازم آئے گا خبر مفرد کا جمع پر حمل ہونا جو کہ درست نہیں۔

جواب شارح نے جواب دیا ثلاثة سے کہ یہاں عطف مقدم ہے ربط مؤخر ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اعراب کے انواع رفع اور نصب اور جر ہیں فاندفع الاشکال۔

سوال: اعراب کے اقسام ثلاثہ کی وجہ حصر کیا ہے۔

جواب اعراب دو حال سے خالی نہیں عمدہ کی علامت ہوگی یا فضلہ اگر عمدہ کی علامت ہو تو یہ رفع ہے۔ اگر فضلہ کی علامت ہو تو پھر دو حال سے کہ فضلہ پر بالذات دلالت کرے گا یا بالواسطہ اگر بالذات دلالت کرتا ہے تو یہ نصب ہے اور اگر بالواسطہ دلالت کرے تو یہ جر ہے۔

قال الشارح هذه الاسماء الثلاثة مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہ نے حرکات ثلاثہ کو رفع نصب جر کے ساتھ کیوں تعبیر کیا ضمہ اور فتحہ اور کسرہ کے ساتھ کیوں نہیں تعبیر کیا۔

جواب یہاں پر تین اصطلاحیں ہیں۔ (۱) رفع نصب جر (۲) ضمة وفتحه كسرة (۳) ضم وفتح وكسر، رفع، نصب، جر یہ اسماء مختص ہیں معرب کے ساتھ عام ازیں کہ حرکات اعرابیہ ہوں یا حروف اعرابیہ۔ یہاں بھی چونکہ بیان اسم معرب کا تھا اسی لیے ایسے اسماء کو ذکر کرنا مناسب تھا جو اس کے موافق ہوں اس لیے ان کو ذکر کیا بخلاف ضمہ، فتحہ، کسرہ کہ انکا اطلاق اکثر حرکات بنائیہ پر ہوتا ہے۔ اور قلیل درجہ میں حرکات اعرابیہ پر ہوتا ہے اور ضم، فتح، کسر بغیر تاء کے ان کا اطلاق حرکات بنائیہ پر ہوتا ہے۔

انواع ثلاثه کی وجه تسمیه : رفع کی وجہ تسمیہ تو یہ ہے کہ ان کے تلفظ کے وقت ارتفاع

الشفتین ہوا کرتا ہے اس وجہ سے اس کو رفع کہا جاتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رفع کے معنی ہیں بلندی اور چونکہ رفع عمدہ یعنی فاعل کی علامت ہے اس لیے اس کو رفع کہا جاتا ہے۔

اور نصب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ نصب کا لغوی معنی ہے جمانا کھڑا کرنا اور نصب کو بھی نصب اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی ادائیگی کے وقت نیچے کا ہونٹ اپنی جگہ جمارہتا ہے اس لیے اس کو نصب کہتے ہیں۔

اور جر کی وجہ تسمیہ کہ جر کا لغوی معنی کھینچنا اور اس کی ادائیگی کے وقت نیچے والا ہونٹ نیچے کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ یا جر کو جر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فعل یا شبہ فعل کے معنی کو اپنی مدخول کی طرف کھینچ لاتا ہے جیسے مررت بزید اس لیے اس کو جر کہتے ہیں۔

فالرفع حرکتا اوحرفا سے شارح نے اشارہ کردیا کہ رفع سے مراد فقط پیش نہیں بلکہ ایک نوع ہے جس کے تحت حرکت اور حرف دونوں داخل ہے۔

قال الشارح اى علامت كون الشى فاعلا

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: علم کے تین معانی مستعمل ہیں اور یہاں تینوں مراد لینا غلط ہے۔ (۱) مکان مرتفع جیسے قرآن مجید میں ہے فی البحر کالاعلام تو یہ معنی یہاں مراد نہیں ہوسکتا۔ (۲) ما وضع لشئی معین غیرمتناول غیرہ بوضع واحد یہ معنی بھی یہاں مراد نہیں ہوسکتا کہ شئی کے علم اس شئی پر محمول ہوا کرتا ہے جیسے ھذا زید اور یہ بات ظاہر ہے کہ رفع فاعل پر محمول نہیں ہوسکتا کہ یوں نہیں کہا جاسکتا کہ الفاعل رفع۔ (۳) علم بمعنی علامت بھی درست نہیں ورنہ لفظ مشترک کے معانی کثیرہ متعدہ میں سے ایک کا ارادہ کرنا بلا قرینہ لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

جواب شارح نے جواب دیا کہ یہاں علم بمعنی علامت کے ہے اور باقی رہا کہ یہاں قرینہ کیا ہے وہ قرینہ یہاں موجود ہے کہ پہلے دو معانی کا متعذر ہونا یہ قرینہ کہ یہاں علم بمعنی علامت ہے۔

قال الشارح كون الشئى فاعلا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب مصنف کا مقصود اختصار ہے تو پھر یہاں طوالت کیوں اختیار کی یوں کہتے فالرفع علم الفاعل اس میں اختصار تھا لہذا فاعلیت اور مفعولیت میں یاء اور تاء کا اضافہ بلا سود ہے۔

جواب مصنف نے یاء اور تاء مصدریت کی لگا کر اشارہ کر دیا کہ یہ رفع فاعل کی ذات کی علامت نہیں بلکہ ترکیب میں فاعل ہونے کی علامت ہے جیسے جاء زید میں زید فاعل ہے۔ورایت زیدا میں وہی ذات زید موجود ہے مگر رفع نہیں تو پتہ چلا کہ رفع فاعل ہونے کی علامت ہے نہ کہ ذات کی۔لہذا یہ اضافہ بہت ضروری ہوا۔

قال الشارح حقیقتا اوحکما مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : علامت الشئی خاصہ ہوا کرتی ہے اور رفع خاصہ نہیں کیونکہ رفع غیر فاعل میں بھی پایا جاتا ہے جیسے مبتداء خبر وغیرہ میں۔

جواب کہ فاعل میں تعیم ہے کہ خواہ حقیقتا ہو یا حکما اور مبتداء اور خبر اگر چہ فاعل حقیقی نہیں لیکن حکما فاعل ہیں اسلیے کہ جس طرح فاعل مندالیہ ہوتا ہے اسی طرح مبتداء بھی مندالیہ ہوتا ہے اور جس طرح فاعل کلام کی جزء ہوتا ہے خبر بھی کلام کا جزء ہوا کرتا ہے۔

یادرکھیں یہی اشکال النصب علم المفعولیت والجر علم الاضافہ پر بھی ہوگا

قال الشارح واذا کانت الاضافۃ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب فاعل اور مفعول کے ساتھ (یاء تاء) مصدریت کی لائی گئی ہیں ایک نکتہ بتانے کے لیے تو اضافت کے ساتھ بھی لانی چاہیے تھی۔یہاں کیوں نہیں لائی گئی۔

جواب (یاءتاء) مصدریت کا یہاں پر لانا یہ تحصیل حاصل ہے اس لیے کہ (یاء اور تاء) سے مقصود مصدریت والا معنی پیدا کرنا ہے اور اضافت پہلے سے مصدر ہے لہذا جب یہاں ضرورت نہیں تو نہیں لائی گئی۔

قال الشارح انما اختص الرفع مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ ہوتا ہے کہ رفع فاعل کی اور نصب مفعول کی علامت کیوں مقرر کی گئی ہے برعکس کیوں نہیں کیا گیا۔

جواب رفع ثقیل ہے اور فاعل قلیل ہے۔قلیل چیز ثقیل کے متحمل ہوسکتی ہے لہذا رفع فاعل کو دے دیا گیا مفاعیل کثیر ہیں اور کثرت خفت کا تقاضا کرتی ہے تو اس کو نصب دے دی گئی اور باقی جررہ گئی تو وہ اضافت کو دے دی گئی یادرکھیں مولانا جامی کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

رفع کا فاعلیت کی علامت ہونا اور نصب کا مفعول کی علامت ہونا مناسبت کی وجہ سے ہے لیکن جر کا مضاف الیہ کی علامت ہونا بغیر مناسبت کے ہے۔

قال الماتن مابه يتقوم المعنى المقتضى للاعراب

مصنف علیہ الرحمۃ اعراب کی تعریف اور انواع کے بیان کرنے کے بعد عامل کی تعریف کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عامل ایسی شئی کو کہا جاتا ہے جو معانیہ مقتضیہ للاعراب یعنی فاعلیت اور مفعولیت اور اضافۃ کے حصول کا آلہ اور ذریعہ ہو عام ازیں کہ وہ عامل لفظی ہو یا عامل معنوی۔

سوال: یہ تعریف فعل مضارع کے عامل پر صادق نہیں آتی کیونکہ اس کی وجہ سے معانی مقتضی پیدا نہیں ہوتے۔

جواب یہاں پر عامل اسم کی تعریف ہے نہ کہ عامل فعل کی لہذا اگر یہ تعریف فعل مضارع پر صادق نہیں آتی تو ٹھیک ہے۔ کہ آنی بھی نہیں چاہیے۔

قال الشارح لفظيا كان اومعنويا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: العامل سے متبادر الی الذہن عامل لفظی ہے کیونکہ وہی فرد کامل ہے لہذا یہ تعریف صرف عامل لفظی کی ہوگی، جب یہ تعریف صرف عامل لفظی کی ہوگی تو یہ تعریف جامع نہیں رہے گی جیسے زید قائم ان کا عامل معنوی ہے۔

جواب شارح نے تعمیم کر کے جواب دیا کہ عامل سے مراد مطلق عامل ہے خواہ عامل لفظی ہو یا معنوی لہذا یہ تعریف دونوں کی ہوگی جس سے یہ تعریف جامع ہوگئی۔

سوال: عامل کی تعریف میں جار مجرور (بہ) کو اس کے متعلق یتقوم فعل سے مقدم کیا ہے جب کہ اعراب کی تعریف میں جار مجرور (بہ) کو مقدم نہیں کیا گیا اس میں کیا فائدہ اور کیا نکتہ ہے۔

جواب معنی مقتضی للاعراب صرف عامل سے حاصل ہوتا تھا اس لیے جار مجرور کو مقدم کر کے حصر کا معنی پیدا کیا ہے اور چونکہ معرب کا آخر کا اختلاف وہ اعراب کے ساتھ مختص نہیں تھا بلکہ عامل اور معنی مقتضی بسبب ہے اسی لیے وہاں جار مجرور کو مقدم نہیں کیا تا کہ حصر والا معنی پیدا نہ ہو۔

قال الشارح **ای یحصل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یتقوم قیام سے مشتق ہے۔ اب عامل کی تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ عامل ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کے ساتھ معنی مقتضی للاعراب قائم ہو حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ معنی مقتضی یہ عامل کے ساتھ قائم نہیں ہوتا بلکہ معمول کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جاء زید میں فاعلیت کا معنی جاء کے ساتھ بلکہ زید کے ساتھ قائم ہے الحاصل یہ تعریف معمول پر صادق آتی ہے۔

جواب: یہاں قیام بمعنی حصول کے ہے۔ اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ عامل ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے معنی مقتضی للاعراب حاصل ہو اور یہ معنی بالکل درست ہے اس جواب سے ایک اور سوال کا جواب بھی ہوگیا کہ قیام تو ذی روح کی صفت ہے جب کہ عامل غیر ذی روح ہے تو قیام کی نسبت عامل کی طرف درست نہ ہوئی تو جواب یہی کہ یہاں قیام بمعنی حصول کے ہے۔

سوال: عامل کی تعریف اسناد پر صاق آتی ہے کیونکہ اسناد بھی معنی مقتضی للاعراب کے حصول کا سبب ہوا کرتا ہے۔ اس طرح یہ تعریف اسناد اور عامل کے مجموعہ پر بھی صادق آتی ہے اسی طرح یہ تعریف تینوں کے مجموعہ پر صادق آتی ہے حالانکہ تنہا عامل کے علاوہ کسی اور کو عامل نہیں کہا جاتا۔

جواب: یہ اعتراض تب وارد ہوتا کہ جب یہ باء سببیت کی ہو حالانکہ العامل مابہ میں باء آلہ کی ہے اور آلہ اور سبب میں فرق ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح **ای معنی** سے شارح علیہ الرحمۃ نے اشارہ کردیا کہ المعنی میں جو الف لام ہے یہ عہد خارجی کا ہے۔

قال الشارح **ای معنی من المعانی المقتضیہ**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: عامل کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ یہ حروف مضارعت حروف اتین پر صادق آتی ہے کیونکہ حروف مضارعۃ بھی ایسی چیز ہیں کہ فعل مضارع پر داخل ہونے کی وجہ سے اس میں معنی پیدا کرتے ہیں۔ وہ معنی مشابہت باسم الفاعل ہے تعداد حروف اور حرکات سکنات میں تو یہ

معنی مقتضیہ ہوا۔ حالانکہ حروف مضارعت عامل نہیں۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا کہ المعنی پر الف لام عہد خارجی کا ہے جس سے مراد معانی مخصوصہ معانی ثلاثہ ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ مشابہت ان معانی ثلاثہ میں سے نہیں لہذا حروف مضارعت پر یہ تعریف صادق نہیں آئے گی۔

قوله ففی جاء زید مثال کے ذریعے متن کی توضیح کا بیان ہے۔ جاء عامل ہے جس کی وجہ سے زید میں معنی فاعلیت حاصل ہوا جس نے علامت رفع کا تقاضہ کیا۔

﴿بحث اقسام اعراب اور اسمائے متمکنہ﴾

قال الماتن فالمفرد المنصرف ماقبل کے ساتھ ربط یہ ہے کہ مصنف نے ماقبل میں اعراب کی تقسیم کو بیان کیا ہے اور ہر ایک کے تحت متعدد افراد پائے جاتے ہیں مثلا رفع کے تحت چند افراد ہیں کہ خواہ رفع حرف یا حرکت ہو اسی طرح اگر خواہ واؤ کے ساتھ ہو یا الف کے ساتھ ہو ہر ایک کی دو صورتیں خواہ وہ لفظی ہو یا تقدیری اسی طرح نصب کے تحت بھی متعدد افراد ہیں تو یہاں سے اعراب کی متعدد اقسام تو معلوم ہوگئی لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ اعراب کی قسموں میں سے کونسی قسم کے لیے اسم متمکن کی اقسام میں سے کونسی قسم محل ہے اس لیے مصنف یہاں سے اسم متمکن کی سولہ قسموں کے اعراب کو بیان کرر ہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف کا اعراب حالت رفع میں ضمہ لفظی کے ساتھ اور حالت نصبی میں فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالت جری میں کسرہ لفظی کے ساتھ ہوگا۔

سوال: المفرد المنصرف کے ساتھ صحیح کی قید کیوں نہیں لگائی جیسا کہ بعض حضرات نے لگائی ہے۔

جواب اس لیے نہیں لگائی تا کہ جاری مجرائے صحیح داخل ہو جائے، اگر یہ قید نہ لگاتے تو پھر جاری مجرائے صحیح اس میں داخل نہ ہوتا اس کو علیحدہ بیان کرنا پڑتا۔ جو اختصار کے خلاف ہے۔

قال الشارح ای الاسم المفرد الاسم نکال کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ المفرد صیغہ صفت کا ہے جس کا موصوف الاسم محذوف ہے۔

قال الشارح الذی لم یکن برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: مفرد کئی چیزوں کے مقابلہ میں آیا کرتا ہے مثلاً مفرد کبھی جملہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے کبھی مفرد مرکب کے مقابلے میں ہوتا ہے کبھی مضاف کبھی شبہ مضاف کے مقابلے میں ہوتا ہے اور کبھی مفرد تثنیہ جمع کے مقابلے میں آتا ہے یہاں کس کے مقابلے میں ہے۔

جواب یہاں پر مفرد بمقابلہ تثنیہ جمع کے ہے۔ جس کا قرینہ مابعد میں تثنیہ جمع کا ذکر کرنا ہے۔

قال الشارح **لاغیر منصرف** منصرف کی قید کے فائدے کا بیان ہے۔ کہ اس قید کے ذریعے غیر منصرف کو خارج کر دیا کیونکہ اس کا ذکر مابعد میں مستقل طور پر آ رہا ہے کہ کزید ورجل مثال دیدی زید اور رجل کی۔

سوال: صرف ایک ہی مثال کافی تھی دو مثالیں کیوں دی۔

جواب زید مفرد منصرف معرفہ کی مثال اور رجل نکرہ کی مثال ہے لہذا جب ممثل لہ دو تھے تو مثال بھی دو دے دیں۔

سوال: مصنف کو چاہیے تھا کہ یہاں پر کوئی ایسی قید لگاتے کہ جس سے اسماء ستہ مکبرۃ خارج ہوتے اس لیے کہ یہ بھی مفرد ہوتے ہیں لیکن ان کو اعراب یہ نہیں دیا جاتا۔

جواب اسماء ستہ مکبرہ خود بخود خارج ہو گئے کیونکہ ان کے اعراب کا ذکر مستقل طور پر بعد میں آ رہا ہے۔

وکذا الجمع حاصل عطف کا بیان ہے کہ الجمع کا عطف ہے مفرد پر۔

سوال: المفرد المنصرف والجمع المکسرہ المنصرف کہا یوں کیوں نہیں کہا المفرد والجمع المکسر المنصرفان اس سے اختصار حاصل ہوتا اور مقصود بھی ادا ہوتا۔

جواب اگر دونوں کی ایک ہی صفۃ منصرفان لاتے تو پھر موصوف صفت میں اجنبیت کا فاصلہ لازم آتا۔

قال الشارح **لم یکن بناء الواحد فیہ سالما**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: المکسر کو الجمع کی صفت بنانا درست نہیں کیوں کہ مکسر کا معنی ہوتا ہے ٹوٹا ہوا تو الجمع المکسر کا معنی ہوگا ٹوٹی ہوئی جمع حالانکہ رجال جمع مکسر تو ہے لیکن ٹوٹی ہوئی نہیں ہے

کیونکہ مفرد توڑا جاتا ہے نہ کہ جمع۔

جواب مکسر کا یہاں لغوی معنی مراد نہیں بلکہ جمع مکسر کا اصطلاحی معنی مراد ہے یعنی ہر وہ جمع کہ جس کی واحد کی بناء سلامت نہ رہی ہو جیسے رجال کہ اس کا واحد رجل اور طلبة کا واحد طالب ہے تو اب رجل میں الف کا اضافہ ہوا اور طالب میں الف حذف ہوا اور تاء کا اضافہ ہوا تو واحد کی بناء ٹوٹ چکی ہے۔

قال الشارح فالاعراب فی هذین القسمین

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اس دو قسموں کے ساتھ یہ اعراب کیوں خاص کیا گیا ہے۔

جواب یہ دونوں قسمیں اپنے غیر کے اعتبار سے اصل ہے اس لیے کہ مفرد بمقابلہ تثنیہ وجمع کے اصل ہے اسی طرح صحیح غیر صحیح کے مقابلے میں اصل ہے اور اسی طرح جار مجرائے صحیح غیر صحیح کے مقابلہ میں اصل ہے اور جمع مکسر جمع سالم کے مقابلہ میں اصل ہے کیونکہ اصل تو یہ ہے کہ مفرد اور جمع میں تغائر تام ہو اور وہ تغائر تام جمع مکسر میں پایا جاتا ہے جب یہ تینوں قسم اصل ہوئے اور اعراب بالحرکۃ تینوں حالتوں میں تینوں اعراب دیا جانا یہ بھی اصل تھا تو ہم نے اصل کو اصل اعراب دے دیا۔

سوال: ا ب بالحرکۃ کی اصل ہونے پر کیا دلیل ہے۔ جواب

دلیل اول اعراب بالحرف پیدا ہوتا ہے اعراب بالحرکۃ سے کہ واو ضمہ سے پیدا ہوتی ہے اور الف فتحہ سے یاء کسرہ سے جب کہ ان کو لمبا کیا جائے۔

دلیل ثانی اعراب بالحرف عوض ہے اعراب بالحرکۃ کا اور یہ بات ظاہر ہے کہ معوض اصل ہوتا ہے اور عوض فرع ہوتی ہے۔

دلیل ثالث اعراب بالحرکۃ بسیط ہے کیونکہ ضمہ، فتحہ، کسرہ کسی سے مرکب نہیں ہوتا جب کہ اعراب بالحرف مرکب ہے کیونکہ دو ضمہ سے واو پیدا ہوتی ہے دو الف سے فتحہ اور دو کسرہ سے یاء پیدا ہوتی ہے۔

دلیل رابع اعراب بالحرکۃ خفیف ہے اور اعراب بالحرف ثقیل ہے۔ اور خفت اصل ہے اور

ثقل فرع ہے۔

قولہ فالاعراب فیھما بالضمۃ رفعا متعلق کا بیان ہے کہ بالضمۃ رفعا بصریین کے نزدیک متعلق ہے تعربان کے اور کوفین کے نزدیک متعلق ہے معربان کے۔

قال الشارح ای حالۃ الرفع اس عبارت میں شارح رفعا، و نصبا و جرا کی ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تین ترکیبیں ہیں۔

پہلی ترکیب کہ یہ مفعول فیہ ہے باعتبار حذف مضاف کے تو تقدیر عبارت یوں ہوگی یعربان بالضمۃ حالۃ الرفع وباالفتحۃ حالۃ النصب وبالکسرۃ حالۃ الجر۔

دوسری ترکیب یہ بتاویل مرفوعین، منصوبین، مجرورین حال ہیں مفرد منصرف اور جمع مکسر سے تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ یعربان بالضمۃ حال کونھما مرفوعین وبالفتحۃ حال کونھما منصوبین وبالکسرۃ حال کونھما مجرورین۔

تیسری ترکیب مفعول مطلق ہے باعتبار حذف مضاف کے یعربان اعراب رفع واعراب نصب واعراب جر۔ اور یادرکھیں چوتھی ترکیب بھی ہوسکتی ہے کہ بناء بر تمیز منصوب ہو۔

قال الماتن جمع المونث السالم بالضمۃ والکسرۃ اعراب کی دوسری قسم کا بیان کہ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب اور جر کسرہ کے ساتھ یعنی تین حالتوں میں دو اعراب یہ اسماء متمکنہ میں سے تیسری قسم جمع مونث سالم کو دیا گیا ہے۔

قال الشارح وھوما یکون بالالف والتاء

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ اعراب جامع بھی نہیں کیونکہ ثبون، ارضون، قلون جمع مونث سالم ہے لیکن ان کا اعراب یہ نہیں اور مانع بھی نہیں کیونکہ مرفوعات، منصوبات، مجرورات یہ جمع مونث سالم نہیں لیکن اعراب یہی دیا گیا ہے۔

جواب شارح علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ جمع مونث سالم سے مراد وہ جمع ہے جو نحویوں کے نزدیک جمع اصطلاحی ہے یعنی وہ جمع جس کے آخر میں الف تاء ہو لہذا مرفوعات، منصوبات اس میں داخل ہو جائیں گے اور اس سے ثبون و ارضون و قلون خارج ہو جائیں گے۔

قال الشارح **واحترز به عن المكسر** اشارہ کردیا کہ السالم قید احترازی ہے کہ جمع مونث مکسر سے احتراز ہوجائے گا کیونکہ اس کا اعراب جمع مکسر والانہیں ہوتا ہے۔

قال الشارح **بالضمة رفعا والكسرة نصبا وجرا**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ہم یہ بات تسلیم ہی نہیں کرتے کہ جمع مونث سالم کا اعراب ضمہ اور کسرہ کے ساتھ ہو کیونکہ اس سے ایک حرف میں اجتماع الحرکتین المختلفتین لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

جواب کہ رفعا والکسرہ کے آگے نصبا وجرا محذوف ہیں جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ جمع مونث سالم کی تین حالتیں ہیں ضمہ حالت رفع میں ہوگا اور کسرہ حالت نصب وجر میں ہوگا۔

قال الشارح **فان النصب فيه تابع للجر**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ جمع مونث سالم میں نصب کو جر کا تابع کیوں کیا گیا۔

جواب جمع مونث سالم فرع ہے جمع مذکر سالم کی ،اور چونکہ اصل میں نصب جر کے تابع ہے تو فرع میں بھی ایسے ہی کردیا تاکہ فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے۔

سوال : پھر بھی فرع کی اصل پر زیادتی لازم آتی ہے کیونکہ جمع مذکر سالم جو کہ اصل ہے اس کو اعراب بالحرف اعراب فرعی دیا گیا ہے اور جمع مونث سالم کو اعراب بالحرکت جو کہ اصل ہے دیا گیا ہے۔

جواب جمع مونث سالم کو اعراب بالحرکۃ ضرورت کے تحت دیا گیا ہے کیونکہ اعراب بالحرف کے لیے معرب کے آخر کا صالح ہونا ضروری ہے اور چونکہ جمع مونث سالم کے آخر میں حرف علت نہیں اس لیے اس میں اعراب بالحرف کی صلاحیت نہیں تو مجبوراً اعراب بالحرکت دے دیا گیا۔

جواب ثانی مطلقاً اعراب بالحرکت اصل نہیں بلکہ تین حالتوں میں تین اعراب دینا یہ اصل تھا جب کہ یہاں تین حالتوں میں دو اعراب دے گئے ہیں تو اس سے یہ اعراب بالحرکت بھی فرع بن چکا ہے لہذا جب اس کو بھی اعراب فرعی دیا گیا ہے تو فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئی۔

قال الشارح **غير المنصرف بالضمة والفتحة** اعراب کی تیسری قسم اور اسم متمکن کی پانچویں قسم غیر منصرف کا بیان ہے۔ کہ غیر منصرف کا اعراب رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب اور جر فتحہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

قوله **بالضمة رفعا والفتح نصبا وجرا** ضمہ کے بعد رفعاً اور فتح کے بعد نصبا جرا یہ عبارت نکال کر سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

قال الشارح **فالجر تابع النصب** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : غیر منصرف میں جر کو نصب کے تابع کیوں کیا۔

جواب غیر منصرف کی مشابہت تھی فعل کے ساتھ جس طرح فعل دو چیزوں کی فرع ہے۔ (۱) فاعل (۲) مصدر، اسی طرح غیر منصرف بھی دو چیزوں کی فرع ہے کہ اس میں بھی دو سبب پائے جاتے ہیں اور ہر سبب فرع ہوا کرتا ہے لہذا اس میں دو فرعتین پائی گئیں تو جس طرح فعل پر جر نہیں آتی تو اس پر بھی جر نہیں آتی اسی وجہ سے جر کو فتحہ کے تابع کر دیا گیا۔

سوال : غیر منصرف فرع ہے منصرف کی تو اس کو اعراب فرعی اعراب بالحرف دینا چاہیے تھا تو اعراب اصلی اعراب بالحرکت کیوں دیا گیا۔

جواب ماقبل میں ہم بتا چکے ہیں اعراب بالحرف کے لیے معرب کے آخر کا صالح ہونا ضروری ہے اور غیر منصرف کے آخر میں چونکہ حرف علت نہیں اس لیے اس میں صلاحیت نہیں پائی جاتی، اسی وجہ سے یہاں پر تین حالتوں میں دو اعراب دیئے گئے ہیں تاکہ فرعتین کی رعایت باقی رہے۔

سوال : جمع مونث سالم کو غیر منصرف پر کیوں مقدم کیا ہے۔ حالانکہ دونوں فرع ہیں۔

جواب چند وجوہ سے۔

وجہ اول جمع مونث اور غیر منصرف دونوں کی مخالفت ہے مفرد کے ساتھ لیکن جمع مونث کی مخالفت ایک چیز میں ہے کہ اس پر نصب نہیں آتی۔ تو اس کی مخالفت کم تھی اس لیے اس کو مقدم کر دیا بخلاف غیر منصرف کے کہ اس کی مخالفت زیادہ تھی اس لیے کہ اس کو مؤخر کیا ہے

وجہ ثانی جب جمع مونث سالم کا اعراب قائم دائم رہتا ہے بخلاف غیر منصرف کے کہ اس کا اعراب۔ (۱) ضرورت شعری (۲) تناسب (۳) اضافت (۴) الف لام

کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے، اور اعراب کا قائم رہنا اصل ہے اور بدلنا فرع ہے اسی وجہ سے جمع مونث سالم کو مقدم کر دیا۔

وجہ ثالث جمع مونث سالم میں نصب کا جر کے تابع ہونا یہ مشہور اور شائع تھا اس لیے کہ تثنیہ میں اور جمع مذکر سالم میں بھی نصب کو جر کے تابع کیا گیا ہے تو اس لیے اس کو مقدم کر دیا بخلاف غیر منصرف کے کہ وہاں جر کا فتحہ کے تابع ہونا غیر مشہور تھا اس لیے اس کو مؤخر کر دیا۔

قال الماتن **ابوک اخوک وحموک وهنوک وفوک وذمال مضافا الی مضمر بالواو والالف والیاء**

مصنف اعراب بالحرکت حقیقی اور حکمی سے فراغت کے بعد اعراب بالحرف حقیقی اور حکمی کو بیان کرنا چاہتے ہیں، یہ اعراب کی چوتھی قسم ہے اور اسماء متمکنہ کی چھٹی قسم ہے۔ ان کا اعراب رفع واو کے ساتھ ہوتا ہے اور نصب الف کے ساتھ جر یاء کے ساتھ۔ یہ اسماء متمکنہ میں سے چھٹی قسم اسماء ستہ مکبرہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے لیکن یاد رکھیں ان اسماء کے لیے یہ اعراب مشروط ہے چند شرائط کے ساتھ جس کا ذکر مولانا جامی خود کر رہے ہیں۔

قال الشارح **بکسر الکاف لان الحم**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ابوک، اخوک میں جس طرح اضافت کاف ضمیر واحد مذکر مخاطب کی طرف تھی اس طرح حموک میں بھی مذکر کے طرف ہوتی۔ مونث کی طرف کیوں کی گئی ہے۔

جواب حم کہتے ہیں عورت کے قریبی رشتہ دار کو لہذا چونکہ یہ رشتہ دار عورت کا ہی ہوتا ہے اس لیے ضمیر مونث لائی گئی ہے حموک۔

قال الشارح **والهن الشئی المنکر هن** کا معنی ہوتا ہے ایسی ناپسندیدہ چیز جس کا ذکر قبیح ہو مثلاً عورت غلیظہ صفات ذمیمہ اسی طرح حسد بغض، کینہ اور افعال قبیح شراب زناء وغیرہ۔

قال الشارح **وهذه الاسماء الاربعة** ان اسماء اربعہ کی **تحقیق صیغوی** کا بیان ہے کہ یہ اسماء اربعہ ناقص واوی ہیں۔ کہ یہ اصل میں اخو، ابو، حمو هنو تھے پھر واؤ کو خلاف

قانون حذف کردیا خفت پیدا کرنے کے لیے تو اب، اخ، حم، هن ہو گیا۔

قال الشارح وهو اجوف واوی اس میں فوک کا تحقیق صیغوی کا بیان ہے کہ فوک اصل میں فوۃ تھا جس پر دلیل اسکی جمع ہے اس کی جمع آتی ہے افواہ اور تصغیر آتی ہے فویہ اور قاعدہ ہے التصیغیر والتکسیر تردالاشیاء الی اصولها پھر ھاء کو خلاف قیاس حذف کردیا فو ہو گیا، پھر اس کلمہ کے دو حرف باقی رہے جس کا آخری حرف واؤ ضعیف تھا اس کو میم سے بدل دیا، تبدیل کرنے کی وجہ یہ ہے اگر اس کو میم کے ساتھ تبدیل نہ کرتے واؤ متحرک ماقبل مفتوح قال باع والا قانون جاری ہو جاتا جس سے واؤ الف سے بدل جاتی پھر الف بھی التقاء ساکنین سے گر جاتا تو لازم آتا کلمہ کا ایک حرف پر باقی ہونا جو کہ جائز نہیں تھا اس لیے اس واؤ کو میم سے تبدیل کردیا تا کہ حذف والی علت پیدا ہی نہ ہو۔

قال الشارح وهو لفیف مقرون اس میں لفظ ذو کی تحقیق صیغوی کا بیان ہے کہ ذو اصل میں ذو و تھا۔ پھر ایک واؤ کو خلاف قانون حذف کیا خفت حاصل کرنے کے لیے، بعض کے نزدیک پہلے واؤ کو حذف کردیا گیا ہے اور بعض کے نزدیک آخری واؤ کو اور یہی اصل ہے کیونکہ لام محل تغیر میں ہے پھر بناء بر خفت واؤ کو ساکن کیا ہے اور واؤ کے ماقبل کو واؤ کے رعایت کرتے ہوئے مضموم کردیا گیا تو ذو ہو گیا۔

قال الشارح وانما اضیف ذو مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ ذو کی اپنے اخوات کی طرح ضمیر کی طرف اضافت کیوں نہیں کی گئی اسم ظاہر کی طرف کیوں کی گئی ہے کیا اس میں کوئی حکمت اور نکتہ ہے یا بغیر کسی نکتہ کے ایسے کیا گیا ہے۔

جواب ذو کی اضافت ضمیر کی طرف جائز ہی نہیں اسی لیے اسم ظاہر کی طرف کی گئی ہے۔

سوال ذو کی اضافت ضمیر کی طرف کیوں جائز نہیں۔

جواب ذو کی وضع اس لیے کی گئی تا کہ اس کے ذریعے اسم جنس کو ماقبل کسی صفت بنایا جاسکے، اسی وجہ سے ذو ہمیشہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسم جنس ضمیر واقع نہیں ہو سکتا، اسی لیے یہ ذو اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوا کرتا ہے ضمیر کی طرف نہیں۔

قال الشارح فاعراب هذه لاسماء سے اشارہ کردیا کہ بالواو والالف کا متعلق تعرب یا

معربہ محذوف ہے۔

سوال : اخوک، ابوک وغیرہ پر بالواو وبالیاء سے حکم لگانا درست نہیں کیوں کہ یہ تو پہلے ہی معرب بالواوٗ ہیں تو پھر بالواوٗ کہنا کس طرح صحیح ہوگا نیز آگے بالیاء کہنا درست نہیں کیونکہ اخوک وغیرہ تو معرب بالواوٗ ہے تو واوٗ، یاء کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔

جواب کہ یہ اسماء ستہ مکبرہ سے مراد اسماء ستہ مکبرہ ہیں من حیث ھی ھی قطع نظر کرتے ہوئے واوٗ وغیرہ سے تو اس وقت یہ اعراب ان پر جاری ہوگا۔

قال الشارح لا مطلقا اس عبارت میں شرائط اعراب کا بیان مقصود ہے کہ ان اسماء ستہ کے لیے یہ اعراب مشروط ہے چار شرطوں کے ساتھ۔

پہلی شرط مکبر ہوں۔ اگر مصغر ہوں تو جاری مجری صحیح والا اعراب جاری ہوگا۔

دوسری شرط موحد ہوں۔ اگر موحد نہ ہوں تو پھر تثنیہ جمع ہوں تو تثنیہ جمع والا اعراب جاری ہوگا۔

تیسری شرط مضاف ہوں۔ ورنہ مفرد منصرف صحیح والا اعراب جاری ہوگا۔

چوتھی شرط یاء متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں ورنہ غلامی والا اعراب جاری ہوگا۔

قال الشارح انما لم یصرح مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب شرائط چار تھی تو مصنف نے صرف دو کو کیوں ذکر کیا ہے، دو کو کیوں ترک کیا ہے۔

جواب مکبرہ موحد والی دونوں شرطیں امثلہ سے سمجھی جاتی ہیں اس لیے ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ تو صاحب کافیہ نے ان کو صراحتاً بیان نہیں کیا۔

مضافة لانها سے وجہ شرط کا بیان ہے۔

قال الشارح ولم یکتفی هذا اشرط

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح پہلی دو شرطوں میں اکتفاء علی الامثلہ کیا گیا تو ان دو شرائط مذکورہ کو بھی نہ ذکر کرتے امثلہ پر اکتفا کر لیتے۔

جواب مصنف اگر امثلہ پر اکتفاء کرتے تو یہ شبہ لازم آتا کہ شاید ان اسماء میں اضافت الی

الضمیر شرط ہے حالانکہ ایسے نہیں لہذا اسی وجہ سے ان دو شرطوں کی تصریح کر دی۔

قولہ وانما جعل اعراب هذه اسماء مقدر کا جواب

سوال : جب اسماء ستہ مکبرہ مفرد ہیں تو مفرد اصل ہوا کرتا ہے تو ان کو اعراب بالاصل دینا چاہیے تھا۔ تو آپ نے اعراب بالحرف اعراب فرعی کیوں دیا ہے۔

جواب اول اعراب بالحرکت کے لیے آخر کا صالح ہونا ضروری ہے ان اسماء میں چونکہ آخری حرف علت ہے جس کی وجہ سے اعراب بالاصل کی صلاحیت نہیں رکھتے تو ان کو اعراب بالحرف دیا۔

جواب ثانی کہ مفرد، تثنیہ، جمع متحد بالذات اور متغائر بالاعتبار تھے کیونکہ تثنیہ اور جمع مفرد سے بنائے گئے ہیں۔ صرف تثنیہ میں الف اور نون کا اضافہ کیا گیا ہے اور جمع میں واؤ نون اضافہ کیا گیا ہے، اگر تمام مفردات کو اعراب بالحرکت دیا جاتا اور تثنیہ جمع کو اعراب بالحرف دیا جاتا تو ان میں منافرت تامہ اور وحشت بعیدہ پیدا ہو جاتی تو اسی بناء پر بعض مفردات کو اعراب بالحرف دے دیا گیا تا کہ ان کے درمیان منافرت تامہ نہ ہو بلکہ الفت ہو جائے۔

سوال : کہ منافرت اور بعد کو ختم کرنے کے لیے بعض تثنیہ اور جمع کو اعراب بالاصل دیدیتے تب بھی الفت پیدا ہو سکتی تھی۔ ایسا کیوں نہیں کیا گیا۔

جواب تثنیہ جمع کے اواخر اعراب بالحرکت کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے لہذا وہ صورت ممکن نہیں تھی۔

جواب ثالث اگرچہ اعراب بالحرکت اصل ہے خفت کی وجہ سے اعراب بالحرف سے لیکن اعراب بالحرف اقوی بھی تو ہے کیونکہ وہ حرف علت سے متحقق ہوتا ہے اور ایک حرف علت دو حرکتوں کے قائم مقام ہوا کرتا ہے۔ تو اس اعتبار سے اعراب بالحرف قوی ہوا۔ اب اگر ہر مفرد اور ہر اصل کو اعراب بالحرکت دیا جاتا ہے اور ہر فرع کو اعراب بالحرف دیا جاتا تو پھر بھی فرع کی اصل پر زیادتی لازم آتی اسی وجہ سے بعض مفردوں کو اعراب بالحرف دیدیا گیا تا کہ یہ قباحت یعنی فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے۔

قال الشارح وانما اختار واسماء ستة

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : دفع منافرت کے لیے ان اسماء ستہ کو کیوں منتخب کیا، پانچ کو یا سات کو منتخب کر لیتے

تب بھی وحشت ختم ہو ہی جاتی۔

جواب اول شارح نے یہ جواب دیا کہ تثنیہ جمع جو کہ فرع ہے ان کی چھ حالتیں تھی ہر حالت کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کے لیے اس کے مقابل ایک مفرد کو اعراب بالحرف دیا گیا تو کل چھ اسم ہو گئے۔

جواب ثانی تثنیہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) حقیقی (۲) معنوی (۳) صوری
اسی طرح جمع کی بھی تین قسمیں ہیں تو چھ قسمیں ہو گئی تو ہر قسم کے مقابلے میں ایک مفرد کو اعراب بالحرف دیا گیا ہے۔

قال الشارح وانما اختاروهذه الاسماء

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اگر چھ اسموں کو منتخب کرنا تھا تو اس کے علاوہ کوئی اور چھ اسم منتخب کر لیتے ان کو کیوں منتخب کیا گیا ہے۔

جواب : ان چھ اسموں کو تثنیہ جمع کے ساتھ مشابہت ہے جس طرح تثنیہ جمع میں تعدد ہے تو اس طرح ان اسماء ستہ کے مفہوم میں بھی تعدد ہے۔ اس لیے ان چھ اسموں کا انتخاب کیا گیا ہے۔

قال الشارح ولو جود حرف صالح مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اور اسماء بھی تھے جن میں تعدد والا معنی موجود تھا۔ جیسے زوج کہا جاتا ہے من له الزوجه ۔

جواب محض تعدد کافی نہیں تھا بلکہ تعدد کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ آخری حرف اعراب بالحرف کی صلاحیت رکھتا ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ زوج میں صلاحیت نہیں، خلاصہ یہ ہوا کہ ان اسمائے ستہ مکبرہ کو لفظاً و معنیً مشابہت ہے تثنیہ جمع کے ساتھ لفظاً اس لیے کہ اس کی آخر میں حرف صالح للاعراب ہے اور معناً اس طرح مشابہت ہے کہ اس میں تعدد ہے۔

قال الشارح بخلاف سائر الاسماء المخدوفته الاعجاز

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح اسماء ستہ مکبرہ لفظاً اور معناً مشابہ ہیں تثنیہ جمع کے ساتھ اس طرح اسماء مخدوفتہ

الاعجاز بھی لفظاً و معناً مشابہ ہیں تثنیہ جمع کے ساتھ، کیونکہ ان کے آخر میں بھی حروف علت صالح الاعراب موجود ہے اور تعدد بھی موجود ہے جیسے ید ذوالید کا تقاضا کرتا ہے دم ذودم کا تقاضا کرتا ہے۔

جواب آخر میں ایسے حرف کا ہونا ضروری ہے جو اعراب بالحرف کی صلاحیت بھی رکھے اور نیز بوقت اعراب اس کا اعادہ بھی ہو سکے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسماء محذوفۃ الاعجاز کا آخری حرف بوقت اعراب نسیاً منسیاً محذوف ہو چکا ہے کہ عرب سے اس کا اعادہ مسموع نہیں لہذا ان کی مشابہت تثنیہ جمع کے ساتھ نہ ہوتی۔

قال الماتن المثنی وکلا مضافا الی مضمر واثنتان بالالف والیاء

اعراب کی پانچویں قسم اور متمکن کی ساتویں اور آٹھویں اور نویں قسم کا بیان۔ اعراب بالحرف کی دوسری قسم ہے تین حالتوں میں دو اعراب، رفع الف کے ساتھ اور نصب اور جر یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ یہ تین قسموں کا اعراب۔ (۱) تثنیہ حقیقی (۲) معنوی (۳) تثنیہ صوری۔

تثنیہ حقیقی : وہ ہے جس میں تین شرطیں پائی جائیں۔ (۱) تثنیہ والا معنی ہو۔ (۲) تثنیہ والا وزن ہو (۳) اس کے مادہ سے اسکا مفرد ہو جیسے رجلان۔

تثنیہ صوری : وہ جس میں دو شرطیں موجود ہوں۔ (۱) معنی تثنیہ والا ہو۔ (۲) تثنیہ والا وزن بھی ہو جیسے اثنتان واثنتان۔

تثنیہ معنوی : وہ ہے جس میں صرف ایک شرط ہو یعنی تثنیہ والا معنی ہو اور مادہ بھی نہیں مادہ سے مفرد بھی نہ ہو جیسے کلا کلتا۔

قولہ مایلحق بہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : المثنی کے بعد کلا کا ذکر کرنا لغو ہے اس لیے کہ یہ بھی تثنیہ ہے۔ جو المثنی میں داخل ہے۔

جواب مایلحق بہ کا اضافہ کر کے یہ بتا کہ کلا تثنیہ نہیں بلکہ ملحق بالتثنیہ ہے کیونکہ تثنیہ کے لیے تین شرطیں ہیں جب کہ اس میں ایک شرط موجود ہے۔

قال الشارح وکذا کلا کلتا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح کلا معرب ہے اس اعراب کے ساتھ اس طرح کلتا کا بھی یہی اعراب

ہے تو کلا کو ذکر کیا کلتا کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

جواب کلتا کا بھی یہی حکم ہے لیکن اس کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ وہ کلا کی فرع ہے اور قاعدہ ہے ذکر الاصل یستلزم ذکر الفرع اس لیے اس کو ذکر نہیں کیا۔

فائدہ کلا کا اصل کلو ہے واو کو الف سے بدل دیا تو کلا ہو گیا اور بعض نے اس کا اصل کلی بنایا ہے لیکن اول راجح ہے اس لیے کہ جب الف یاء سے تبدیل ہو تو پھر وہ یا بصورت یاء سے لکھا جاتا ہے جیسے ترضی اجب کہ یہاں یاء سے تبدیل نہیں ہے بلکہ الف سے لکھا ہوا ہے۔

قال الشارح حال کون کلا وکلتا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جب معطوف اور معطوف علیہ کے بعد حال واقع ہو تو دونوں سے حال واقع ہوتا ہے اور یہاں مضافاً حال واقع ہے کلا سے اس طرح المثنی سے بھی حال واقع ہوگا۔ تو اب عبارت کا حاصل یہ ہوگا کہ تثنیہ کا اعراب مقید ہے اضافت الی مضمر والی قید کے ساتھ حالانکہ تثنیہ حقیقی کے لیے اضافت الی الضمیر کی قید نہیں ہے۔

جواب کہ مضافاً یہ حال صرف کلا سے ہے المثنی سے نہیں تو لہذا اضافت الی الضمائر والی قید صرف کلا کلتا کے لیے ثابت ہوگی۔

قال الشارح وانما قید بذالک مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال نہ تو یہ اضافت الی الضمیر والی قید تثنیہ حقیقی کے لیے ہے اور نہ تثنیہ صوری کے لیے تو پھر اس تثنیہ معنوی کلا کلتا کی شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب تثنیہ حقیقی اور تثنیہ صوری کے لیے ایک ہی اعراب متعین تھا۔ لیکن تثنیہ صوری کے لیے دو اعراب تھے۔ اگر اسم ظاہر کی طرف اضافت ہو تو اعراب بالحرکت ہوتا ہے اور اگر ضمیر کی طرف اضافت ہو تو اعراب بالحرف، چونکہ اعراب دینے کے لیے اضافت الی الضمیر کی شرط تھی اس لیے اس شرط کو ذکر کر دیا۔

فائدہ سوال کلا کلتا کو دو اعراب کیوں دیئے گئے ہیں۔

جواب کلا کلتا میں دو اعتبار ہیں۔ لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ ہے۔ کیونکہ تثنیہ والا معنی بھی موجود ہے اب لفظ کا تقاضا یہ تھا کہ ان کو اعراب بالحرکت ہونا چاہیے

اور معنی کا تقاضا یہ تھا کہ ان کو اعراب بالحرف ملنا چاہیے تو ہم نے دونوں کا لحاظ رکھتے ہوئے دو اعراب دے دیئے۔ البتہ اس کی صورت یہ بناڈالی کہ جب کلا کلتا اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں گے تو لفظ کی رعایت کرتے ہوئے ان کو اعراب بالحرکت دیا جائے گا کیونکہ اسم ظاہر بنسبت ضمیر کے اصل ہے۔ اور لفظ بنسبت معنی کے اصل ہوتا ہے تو اصل کو اصل والا اعراب دے دیا گیا اور جب یہ کلا کلتا ضمیر کی طرف مضاف ہوں گے تو معنی کی رعایت کرتے ہوئے اعراب بالحرف دیا گیا۔ کیونکہ اسم ضمیر فرع ہے اور کلا کے اندر معنی کا لحاظ کرنا یہ بھی فرع ہے اور فرع کو فرع والا اعراب دیا گیا البتہ پہلی صورت میں جب یہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں تو اس کا اعراب بالحرکت تقدیری ہوگا لفظ نہ ہوگا کیونکہ آخر میں الف ہے جو اعراب بالحرکت کی صلاحیت نہیں رکھتا جیسے جاء نی کلا الرجلان ورایت کلا الرجلین وصورت بکلا الرجلین۔

یاد رکھیں لان فی آخرہ الف تسقط بالتقاء لساکنین سے اعراب تقدیری پر استدلال کیا ہے حالانکہ التقاء ساکنین کی وجہ سے الف کا ساقط ہونا اعراب بالحرکت تقدیری پر دلالت نہیں کرتا بلکہ الف کا برقرار رہنا اعراب تقدیری پر دلالت کرتا ہے تو عبارت شارح میں تسامح ہے۔

قال الشارح واثنان وکذا اثنتان مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جو کلتا پر گزر چکا ہے

قال الشارح فان ہذہ الالفاظ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : المثنی کے بعد اثنان کا ذکر کرنا مستدرک ہے۔ کیونکہ یہ بھی تثنیہ ہی ہے۔

جواب یہ تثنیہ حقیقی نہیں بلکہ صوری اور ملحق بالتثنیہ ہے۔ اس لیے ان کا ذکر کرنا ضروری تھا۔

قال الماتن جمع المذکر السالم والواو عشرون واخوتها بالواو والیاء

اعراب کی چھٹی قسم اور اعراب بالحرف کی تیسری قسم کا بیان ہے اور اسماء متمکنہ میں سے دسویں اور گیارہویں اور بارہویں قسم کا بیان ہے، یہ اعراب بھی تین حالتوں میں دو اعراب ہیں۔ رفع واؤ کے ساتھ اور نصب اور جر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ۔ یہ اعراب تین قسموں کو دیا گیا۔

(۱) جمع مذکر سالم حقیقی جیسے مسلمون۔ (۲) جمع معنوی جیسے الو۔ (۳) جمع صوری جیسے عشرون اور اس کے اخوت تسعون تک۔

قال الشارح **والمراد ماسمی بہ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ اعراب جامع نہیں اور مانع بھی نہیں جامع اس لیے نہیں کہ مرفوعات، منصوبات، سجلات، سفر جلالت پر یہ اعراب جاری نہیں ہوتا حالانکہ یہ جمع مذکر سالم ہیں اور مانع اس لیے نہیں کہ سنون ارضون قلون، یہ مونث سالم ہیں اوران کو یہ اعراب دیا گیا ہے۔

جواب شارح نے جواب دیا کہ یہاں معنی لغوی مراد نہیں بلکہ معنی اصطلاحی مراد ہے کہ ہر وہ جمع جس کے آخر میں واو اور نون ہو خواہ اس کا واحد مذکر ہو یا مونث۔

قال الشارح **ما الحق بہ** یہ سوال کا جواب ہے جو گزر چکا ہے۔

قال الشارح **جمع ذولاعن لفظہ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : الوذو کی جمع ہے اس پر اعتراض وارد ہوا کہ الوجب ذو کی جمع ہے تو اس کو جمع حقیقی سے کیوں نہیں شمار کیا جاتا ملحق بالجمع کیوں شمار کیا جاتا ہے۔

جواب کہ الوجمع تو ہے لیکن حقیقی جمع نہیں کیوں کہ اس کے مادہ سے مفرد نہیں اور یہ جو ذو ہے یہ من غیر لفظہ ہے۔

قال الشارح **ای نظائرھا السبع** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اخوات اخت کی جمع ہے اور اخت کا اطلاق ذی روح چیز پر ہوتا ہے۔ یہاں اخوات کا اطلاق ثلاثون سے تسعون تک ہے جو غیر ذی روح ہیں۔

جواب یہاں استعارۃً اخوات سے مراد نظائرات اور مشابہات ہیں۔ لہذا یہ ذکر مشبہ بہ کا ہے ارادہ مشبہ بہ کا ہے اس کو استعارہ مصرحہ کہا جاتا ہے۔

قولہ **ولیس عشرون جمع عشرۃ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : عشرون کا ذکر جمع مذکر سالم کے بعد لغو اور متدرک ہے کیونکہ عشرون جمع حقیقی ہے اس لیے کہ وزن بھی جمع والا ہے اور معنی بھی جمع والا ہے اس کے مادہ سے مفرد بھی موجود ہے کہ عشرون کا مفرد عشرۃ اور اسی طرح ثلاثون کا ثلاثۃ۔

جواب عشرون وغیرہ جمع صوری ہے حقیقی نہیں کیونکہ اس کے مادہ سے مفرد نہیں باقی رہا عشرۃ یہ عشرون کا مفرد نہیں بن سکتا ورنہ معنی فاسد ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جمع کا اطلاق کم سے کم تین فرد پر ہوتا

ہے اور تین عشرۃ جمع ہو تو یہ تیس بنتے ہیں تو عشرون کا اطلاق تیس پر ہو جائے گا۔ اور حالانکہ عشرون کا معنی بیس ہوتا ہے لہذا ثابت ہوا عشرون عشرۃ کی جمع نہیں اور ثلاثون ثلاثۃ کی جمع نہیں۔

جواب ثانی جمع کا اطلاق ما فوق الاثنین لاعلی التعیین پر ہوتا ہے کسی فرد معین پر نہیں ہوتا جب کہ عشرون کا اطلاق معین افراد پر ہے کم وبیش پر نہیں ہوسکتا۔

قال الشارح وانما فعل اعراب المثنی مع ملحقاته

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جمع مذکر سالم اور تثنیہ کو اعراب بالحرکت کیوں نہیں دیا گیا۔ جمع مونث سالم کی طرح۔

جواب شارح نے جواب دیا کہ تثنیہ اور جمع فرع ہے مفرد کی اور اعراب بالحرف بھی فرع ہے لہذا ہم نے فرع کو فرع والا اعراب دیا ہے۔ یہ انصاف ہے۔ جرم نہیں۔

قال الشارح وفی آخرها حرف صالح للاعراب

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جمع مونث سالم بھی فرع تھی مفرد کی اس کو اعراب بالحرف کیوں نہیں دیا گیا۔

جواب ان کے آخر میں حرف صالح للاعراب الحرفی نہیں تھا اسی مجبوری سے ہم نے اس کو اعراب بالحرکت دیا۔

قال الشارح ولما جعل سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: جب اعراب بالحرف دینا ہی تھا تثنیہ اور جمع کو تو تینوں حالتوں میں تین اعراب کیوں نہیں دیئے گئے۔

جواب اعراب بالحرف تین تھے جس کی دو صورتیں تھیں۔ (۱) پہلی صورت تو یہ تھی کہ یہاں اعراب بالحرف تثنیہ اور جمع دونوں میں مشترک کر دیتے۔ دوسری صورت یہ تھی کہ یہ اعراب بالحرف کسی ایک کو دے دیتے دوسرے کو محروم کرتے یہ دونوں صورتیں باطل تھیں کیونکہ اگر مشترک کر دیتے تو تثنیہ اور جمع میں التباس لازم آتا اور اگر ایک کو دیتے تو دوسرا بغیر اعراب کے رہ جاتا یہ بھی ناجائز تھا اس لیے ہم نے اعراب بالحرف کو تقسیم کر دیا۔ تثنیہ کو حالت رفع میں الف دے دیا اور جمع کو حالت رفع واو دے دی اور باقی رہی یاء اس کو نصب اور جر کی حالت میں دونوں کو دے دیا

تثنیہ کو بھی اور جمع کو بھی۔اور پھر التباس سے بچنے کے لیے تثنیہ میں یاء کے ماقبل مفتوح کر دیا اور جمع میں یاء کے ماقبل مکسور کر دیا۔

سوال : حالت رفعی میں تثنیہ کو الف اور جمع کو واو کیوں دی برعکس کر لیتے۔

جواب فعل کی تثنیہ میں الف ضمیر فاعل ہوتا ہے اور جمع میں واو ضمیر فاعل ہوتی ہے تو ہم نے اسم کے تثنیہ جمع کو فعل کے تثنیہ جمع کے ساتھ مناسبت اور مشابہت دینے کے لیے یہاں بھی تثنیہ کو الف اور جمع کو واوٗ حالت رفعی میں دے دی ہے۔

سوال : کہ تثنیہ میں یاء کا ماقبل مفتوح جمع میں یاء ماقبل مکسور کیا جس سے مقصود فرق کرنا تھا تو فرق بالعکس بھی ہو سکتا تھا۔

جواب تثنیہ کثیر الاستعمال تھا اور فتح خفیف تھا اور کثرۃ خفت کا تقاضا کرتی ہے اس لیے تثنیہ کے ماقبل مفتوح کر دیا۔اور چونکہ رفع بھی ثقیل تھا اور جمع قلیل تھی اس لیے جمع میں یاء کے ماقبل مکسور کر دیا۔

قال الشارح حمل النصب مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : نصب کو جر کے تابع کیا گیا ہے اس طرح جر کو نصب کے تابع کیا جاتا ہے۔لیکن رفع کو کسی کے تابع نہیں کیا جاتا اور نہ متبوع بنایا جاتا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب نصب اور جر میں مشابہت ہے کہ دونوں فضلہ ہونے کے اعتبار سے مساوی ہیں لیکن رفع کے ساتھ کسی کی مناسبت نہیں کہ وہ عمدہ ہے اس لیے نصب اور جر کو ایک دوسرے کے تابع کر دیا لیکن رفع کو نہ کسی کا تابع کیا ہے نہ کسی کے متبوع بنایا ہے۔

قال الشارح ولما فرغ من تقسیم الاعراب سے ربط کا بیان اب تک اعراب بالحرکت اور بالحرف کے مواضع مختلف کو بیان کیا گیا ہے اب یہاں سے اعراب تقدیری اور لفظی کو بیان کیا جاتا ہے جس کی تقسیم کی طرف ماقبل میں اشارہ کیا گیا ہے۔

قال الشارح ولما کان التقدیر اقل

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اعراب لفظی اصل ہے اور اعراب تقدیری فرع ہے تو مقتضی قانون کا تو یہ تھا کہ اصل کو

مقدم کیا جائے فرع پر یہاں برعکس کیوں کیا۔

جواب کہ اعراب تقدیری اقل اور سہل الضبط تھا اس لیے کہ اس کے مواقع کم تھے بنسبت اعراب لفظی کے اور مصنف اختصار کے درپے تھا اور اسی میں اختصار تھا کہ اعراب تقدیری کے محل یعنی تعذر اور استثقال کے بیان کرنے کے بعد یوں کہہ دیا جائے کہ اس کے ماسواہ اعراب لفظی ہوگا۔

قال الشارح ای تقدیر الاعراب مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: التقدیر کا ذکر کرنا تو خروج عن المبحث لازم آتا ہے کیونکہ ہماری بحث تو اعراب میں چل رہی تھی، آپ نے تقدیر کا مسئلہ شروع کر دیا۔

جواب کہ یہاں التقدیر پر الف لام عہد خارجی کا ہے یا الف لام مضاف الیہ کا عوض ہے اصل عبارت یوں تھی ای تقدیر الاعراب تو یہاں مطلق تقدیر کی بحث نہیں جس سے خروج عن المبحث لازم آئے بلکہ اعراب تقدیری کا بیان ہے۔

اعراب تقدیری کا ضابطہ یہ ہے کہ جہاں اعراب لفظ متعذر اور ثقیل ہو تو وہاں اعراب تقدیری ہوتا ہے۔

فائدہ سوال شارح نے حذف مضاف الیہ کا قول کیا حالانکہ ایک اور احتمال بھی تھا کہ موصوف محذوف مانا جائے الاعراب التقدیر اس کو کیوں ترک کیا حالانکہ فاضل ہندی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

جواب شارح کی تقدیر میں صرف مضاف الیہ کے حذف کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے جب کہ فاضل ہندی کے قول کے مطابق تقدیر عبارت میں حذف موصوف کے ساتھ ساتھ یاء نسبت کو بھی حذف ماننا پڑتا ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ قلة الحذف اولی من کثرته۔

قال الشارح فیما ای الاسم مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: فیما میں ما عام ہے معنی یہ ہوگا اعراب تقدیری اس جگہ میں ہوگا جہاں تعذر اور استثقال ہو تو اس میں ماضی اور امر حاضر اور حروف جو کہ مبنی الاصل ہیں داخل ہو جائیں گے کیونکہ ان میں اعراب متعذرہ جاتا ہے حالانکہ ان کو اعراب تقدیری نہیں دیا جاتا

جواب یہاں ما عام نہیں بلکہ اس سے مراد الاسم ہے لہذا فعل اور مبنی الاصل اس سے خارج

ہو جائیں گے۔

قال الشارح ای المعرب مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جاء نی ھذا میں ھذا اسم ہے اس پر اعراب متعذرہ ہے تو اس کا اعراب تقدیری ہونا چاہیے تھا حالانکہ اعراب تقدیری نہیں دیا جاتا۔

جواب شارح نے کہ المعرب ذکر کر کے بتا دیا کہ یہاں اسم معرب کی بحث ہے مبنی کی بحث نہیں۔ اور ھذا تو مبنی ہے۔

قولہ تعذ الاعراب فیہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : تعذ ما کی ضمیر [illegible] اور دونوں کا بنانا غلط ہے اگر اعراب کی طرف راجع کیا جائے تو موصول بلا عائد رہے گا اور اگر راجع ہو ما موصولۃ کی طرف تو معنی فاسد ہوگا معنی یہ ہوگا کہ اعراب تقدیری اسم معرب میں ہوگا جو اسم معرب متعذر ہو۔

جواب یہ ضمیر راجع ہے اعراب کی طرف اور عائد یہاں محذوف ہے جو کہ فیہ ہے۔

قال الشارح ای امتنع مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تعذر کا معنی ہے کہ جس کی طرف وصول ممکن ہی نہ ہو مگر مشقت اور کلفت کے ساتھ حالانکہ اسم مقصور عصی میں اور غیر جمع مذکر سالم مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جیسے غلامی ان میں اعراب کی طرف وصول ممکن ہی نہیں محال ہے لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں رہے گی۔

جواب کہ یہاں تعذر بمعنی امتنع کے ہے تو اس سے مثال ممثل کے مطابق ہو جائے گی

قال الشارح ظھورہ فی لفظہ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تقدیر الشئی یہ فرع ہے ثبوت اور وجود کی تو جب اعراب سرے سے ممتنع ہے تو اس کا وجود ہی نہ ہوگا اس لیے کہ ممتنع ہمیشہ معدوم ہوا کرتی ہے جس طرح شریک الباری ممتنع ہے تو معدوم بھی ہے جب وجود ہی نہیں تو اب اس کو اعراب تقدیری کیسے کہیں گے۔

جواب یہاں امتناع سے مراد یہ ہے کہ اعراب کا ظہور لفظوں میں ممتنع ہو۔ اس سے امتناع وجود مراد نہیں لہذا اعراب تقدیری ہوگا اور بعنوان آخر یوں سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب ان دونوں میں اعراب ممتنع ہے تو اس کو مبنی ہونا چاہیے۔

جواب ظہور اعراب ممتنع ہیلیکن تقدیر اعراب ممتنع نہیں اور مبنی میں دونوں ممتنع ہوتے ہیں۔ لہذا یہ معرب ہوں گے۔ نہ کہ مبنی۔

قال الشارح وذالک اذا لم یکن الحرف مولانا جامی اس عبارت سے تعذر کی وجہ سے اعراب تقدیری کے کئی محل بیان کرر ہے ہیں اس کے لیے ضابطہ ہے کہ تعذر اعراب وہاں ہوگا جہاں معرب کے آخر میں حرکت اعرابیہ کی صلاحیت نہ ہو اور ایسے معرب میں فقط دو مقام ہیں۔

پہلا مقام ایک وہ اسم معرب جس کا آخر الف مقصورہ ہو عام ازیں کہ وہ الف مقصورہ موجود ہو جیسے یا محذوف ہو جیسے عصا۔ جو التقاء ساکنین کی وجہ سے گر گیا ہے باقی رہی یہ بات کہ یہاں اسم مقصور میں اعراب بالحرکۃ کی صلاحیت کیوں نہیں ہوتی۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ اسم مقصور میں الف ساکن ہے اور الف بالکل اعراب بالحرکت کے قبول کرنے کی صلاحیت بالکل نہیں رکھتا۔

دوسرا مقام ہر ایسا اسم معرب جو غیر جمع مذکر سالم ہو کر مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جیسے غلامی باقی رہی یہ بات کہ یہاں اس پر اعراب کا نام متعذر کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے یاء کی مناسبت سے عامل کے آنے سے پہلے میم پر کسرہ آچکی ہے تو اب اس پر عامل کی وجہ سے دوسری حرکت کا آنا ممتنع ہے خواہ وہ پہلے حرکت کے موافق ہو یا مخالف ہو ورنہ لازم آئے گا توارد العلیتین المستقلین علی معمول واحد جو کہ جائز نہیں۔

قال الشارح کما فی الاسم المعرب بالحرکت

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کعصا میں کاف مثل کے معنی میں ہے اس کی اضافت ہوئی ہے عصا کی طرف اور یہ اضافت معنوی ہے اضافت معنوی کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) فوی (۲) لامی (۳) منی یہاں پر کوئی قسم نہیں بن سکتی۔ فوی بنانا اس لیے غلط ہے کہ وہ تو ظرف زمان یا مکان ہوتی ہے اور یہاں پر ظرف نہیں۔ لامی اس وجہ سے نہیں بن سکتی کہ اس میں مضاف اور مضاف الیہ میں تغایر ہوتا ہے اور مقصود مضاف ہوتا ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ مثل کا داخل ہونا اور عصا اور غلامی کا خارج ہونا جو کہ بالکل غلط ہے اور اگر اضافت بیانیہ ہو تو اس میں مقصود مضاف الیہ ہوتا ہے تو غلامی اور

عصا داخل ہو جائیں گے اور لفظ مثل خارج ہو جائے گا۔ یہ بھی درست نہیں۔

جواب یہ اضافت لامی ہے یا بیانیہ ہے لیکن لفظ مثل کی اضافت سے مقصود ایک قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عصا سے مراد ہر وہ اسم جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو اور غلامی سے مراد ہر وہ اسم غیر جمع مذکر سالم ہے جس کی اضافت ہو یاء متکلم کی طرف اور ماقبل مکسورہ ہو جیسے غلامی۔

قال الشارح فانه لما اشتغل اعراب تقدیری کی دلیل کا بیان ہے جو گزر چکی ہے۔

قال الشارح فمما ذهب اليه (غلامی) کے بارے اختلاف ہے کہ یہ معرب ہے یا مبنی، بعض کے نزدیک غلامی مبنی ہے۔

دلیل غلام مضاف ہے یاء ضمیر متکلم کی طرف جو کہ مبنی ہے اور جو اسم مبنی کی طرف مضاف ہو وہ مبنی ہوا کرتا ہے لہذا غلام مبنی ہے تو اس کا اعراب مبنی ہونے کی وجہ سے اعراب محلی ہوگا۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ معرب ہے پھر ان میں دو جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت کے نزدیک اس کا اعراب دو حالتوں میں تقدیری ہے اور ایک حالت میں جری میں لفظی ہے یہ صاحب الفیہ کا نظریہ ہے۔ دوسری جماعت کے نزدیک یہ معرب ہے اور تینوں حالتوں میں اس کا اعراب تقدیری ہے اور یہ مذہب علامہ صاحب کا ہے اور راجح بھی یہی ہے اور اول دونوں مرجوح ہیں۔ پہلے مذہب کے مرجوح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اضافت جہت اسمیت کو قوی کرتی ہے کیونکہ اسم کے خواص میں سے ہے اور جب جہت اسمیت قوی ہوگئی تو اسم میں اصل معرب ہونا ہے لہذا غلامی معرب ہے دوسرے مذہب کی مرجوح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر غلامی کی جر عامل کی وجہ سے مان لی جائے تو اس سے پہلے یاء ضمیر متکلم کی وجہ سے بھی کسرہ مان چکے ہیں تو لازم آئے گا دو علتوں کا معلول واحد مین وارد ہونا یعنی موثر دو ہو اور اثر ایک ہو یہ جائز نہیں۔

قال الشارح مطلقا ای فی احوال الثلث

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مطلقا کی نصب دو حال سے خالی نہیں یا تو مفعول مطلق ہونے کی بنا پر ہے یا مفعول فیہ ہونے کی بناپر، کلاهما باطل اول کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ مفعول مطلق اپنے فعل کا مظہر ہوتا

ہے اور یہاں فعل ماقبل میں ہے ہی نہیں جو اس کے ہم معنی ہو اور دوسرے کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ مفعول فیہ ظرف زمان یا مکان ہوتا ہے مطلقا نہ تو ظرف زمان ہے نہ مکان تو مفعول فیہ کیسے بن سکتا ہے۔

جواب یہ مفعول فیہ ہے کہ یہ قائمقام فی الاحوال ثلاث کے جو کہ ظرف ہے لہذا مفعول فیہ بنانا درست ہے۔

قولہ کون الاسم تقدیریا مولانا جامی کا یہاں سے مقصود یہ بتانا ہے کہ مطلقا کا تعلق عصا اور غلامی دونوں سے ہیں کہ دونوں پر اعراب تقدیری ہر حال میں ہوگا تینوں حالتوں میں۔

خلاصہ لفظ مطلقا کہ ذکر میں دو فائدے حاصل ہوئے ایک تو بعض نحاۃ کی تردید ہوگئی جو غلامی کی حالت جری کو لفظی کہتے ہیں

دوسرا فائدہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ فرق بتا دیا تعذر اور استثقال کا کہ تعذر میں تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہوگا اور استثقال میں ایسا نہیں

قال الشارح او استثقل عطف علی تعذر حاصل عطف کا بیان کہ استثقل کا عطف ہے تعذر پر، عبارت یوں ہوگی التقدیر فیما تعذر اوفی الاسم الذی استثقل ظہور الاعراب فی لفظہ۔

قال الشارح وذالک اذا کان یہاں سے استثقال کے لیے محل اور ضابطہ بتا رہے ہیں کہ ہر وہ معرب جس میں حرکت اعرابیہ کو قبول تو کرے لیکن اس کا اعراب ظاہر کرنا زبان پر ثقیل ہو تو وہاں پر اعراب تقدیری ہوگا جیسے اسم منقوص ہے اور اسم منقوص ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور عام ازیں کے یاء موجود ہو جیسے القاضی

یا التقاء الساکنین کی وجہ سے ساقط ہوگئی ہو جیسے قاض۔

قال الشارح رفعا وجرا ای فی حالۃ الرفع والجر

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال رفعا و جرا کی نصب کس وجہ سے ہے مفعول فیہ یا مفعول مطلق یا حال کی بناء پر یا تمیز کی بناء پر۔

جواب مفعول فیہ کی بنا پر منصوب ہے باقی رہی یہ بات کہ یہ نہ ظرف زمان ہے نہ مکان ہے نہ

مکان تواس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای فی حالۃ الرفع۔

قولہ لافی حالۃ النصب سے اشارہ کر دیا کہ رفعاوجرا کی قید احترازی ہے اس سے نصب خارج ہوگئی کیونکہ فتحہ اور کسرہ تو یاء پر ثقیل ہوتے ہیں البتہ نصب چونکہ ثقیل نہیں اس لیے فتحہ لفظی ہوگی۔ جیسے راء یت القاضی یا راء یت قاضیا۔

قال الشارح ونحو مسلمی استثقال کا دوسرا محل اور ضابطہ کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر جمع مذکر سالم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو حالت رفعی میں اس کا اعراب ثقل علی اللسان ہونے کی وجہ سے تقدیری ہوگا۔

قال الشارح عطف علی قولہ کقاض

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: لفظ نحو کا ذکر کرنا یہاں عبث اور لغو ہے کیونکہ نحو مسلمی کا عطف ہے قاض پر اور قاض پر کاف جارہ داخل ہے اور یہ معطوف ہے اور وہ معطوف علیہ اور قاعدہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے لہذا نحو مسلمی پر بھی کاف جارہ ہوگا عبارت یوں ہوگی۔ کنحو مسلمی۔

جواب نحو مسلمی کا عطف قاض پر نہیں بلکہ کقاض کے مجموعہ پر ہے تو اس صورت میں یہ کاف کا مدخول نہ ہوگا تو لفظ نحو کا ذکر عبث اور لغو بھی نہ ہوگا۔ اور نیز مولانا جامی نے اس عبارت سے فاضل ہندی کی تردید بھی کر دی کہ اس نے نحو مسلمی کا عطف قاض پر کیا ہے۔

قال الشارح بمعنی تقدیر الاعراب الاستثقال

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ ماتن نے اعراب تقدیری تعذری کی دونوں مثالیں اعراب بالحرکت کی بیان کی ہیں اور اعراب تقدیری استثقالی کی بھی دو مثالیں بیان کی ہیں لیکن ایک مثال اعراب بالحرکت ہے اور دوسری مثال اعراب بالحرف ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب اعراب تقدیری تعذری صرف اعراب بالحرکت کے ساتھ مختص ہے اس لیے دونوں مثالیں اعراب بالحرکت کی ذکر کی اور اعراب تقدیری استثقالی یہ اعراب بالحرکت کے ساتھ

مختص نہیں تھا بلکہ اعراب بالحرف کے ساتھ بھی آتا تھا اسی وجہ سے ایک مثال اعراب بالحرکت کی دے دی اور دوسری مثال اعراب بالحرف کی دی ہے۔

قال الشارح رفعا یعنی تقدیرا لاعراب مولانا جامی کا مقصود یہ بتانا ہے کہ مسلمی کا اعراب حالت رفع میں تقدیری ہے۔ جیسا کہ جاء نی مسلمی۔

قال الشارح فان اصلہ یہاں سے مولانا جامی صرف حالت رفعہ میں اعراب تقدیری ہونے کی اور باقی دو حالتوں میں اعراب لفظی ہونے کی وجہ اور دلیل بیان کرر ہے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمی اصل میں مسلمون تھا یاء کی طرف اضافت ہوگئی تو نون گر گیا تو مسلموی ہو گیا پھر قویل والے قانون سے واؤ کو یاء کیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا تو مسلمی پھر دعی والے قانون سے یا کے ضمہ ماقبل کو کسرہ سے بدل دیا تو مسلمی ہو گیا اور یہ چونکہ جمع مذکر سالم اور جمع مذکر سالم میں رفع واؤ کے ساتھ آتا ہے واؤ موجود نہیں تو اس صورت میں اعراب تقدیری ہو گیا تو حالت رفع میں اور حالت نصبی وجری میں یاء کے ساتھ ہے اور یاء موجود ہے اس لیے اعراب لفظی ہو گیا ان دونوں حالتوں میں۔

قال الشارح وقد یکون الاعراب بالحروف

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ کبھی تو اعراب بالحرف احوال ثلاثہ میں بھی تقدیری ہوتا ہے جیسا کہ اسمائے ستہ مکبرہ مضاف ہوں معرف باللام اسم ظاہر کی طرف تو ان کا اعراب بالحرف تینوں حالتوں میں تقدیری ہوا کرتا ہے جیسے جاء نی ابو القوم ورایت ابالقوم ومررت بابی القوم۔

جواب مولانا جامی نے قد برائے تقلیل لا کر جواب دیا کہ ایسا ہونا شاذ ونادر ہے اور مصنف نے کتاب میں شاذ ونادر کو بیان نہیں فرمایا۔

قولہ واللفظی مصنف اعراب تقدیری کے محل سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اب اعراب لفظی کی محل کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ان مقامات مذکورہ جن کا ذکر التقدیر کے ضمن میں ہو گیا ان کے علاوہ باقی سب مقامات پر اعراب لفظی ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح ای الاعراب المتلفظ بہ

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : متن کا کالفظی فی ماعداہ کہنا غلط ہے اس لیے کہ اعراب لفظی جیسے ماعداہ میں ہوتا ہے اسی طرح مقامات مذکورہ میں بھی ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ماعداہ میں اعراب لفظی حقیقتا ہوتا ہے اور ان مقامات میں اعراب لفظی حکما ہوتا ہے اس لیے کہ ان پر بھی لفظی حقیقی کہ احکام جاری ہوتے ہیں۔ یعنی جس طرح اعراب لفظی حقیقی فاعلیت فاعل اور مفعولیت مفعول وغیرہ دلالت کرتا ہے اسی طرح ان مقامات مذکورہ کا اعراب بھی انہی چیزوں پر دلالت کرتا ہے جیسے جاء نی زید میں زید کا رفع فاعلیت زید پر دلالت کرتا ہے اسی طرح جاء نی موسی میں بھی موسی کا رفع تقدیری بھی فاعلیت موسی پر دلالت کرتا ہے لہذا متن کا واللفظی فیما عداہ کہنا درست نہ ہوا۔

جواب مولانا جامی نے المتلفظ بہ سے جواب دیا کہ ہم مانتے ہیں کہ اعراب لفظی کا اطلاق حقیقی حکمی دونوں پر ہوتا ہے لیکن یہ اطلاق اس وقت تھا جب لفظ بتاویل اسم مفعول نہ ہو ورنہ اس کا اطلاق طرف حقیقی پر ہوتا ہے، حکمی پر نہیں اور یہاں پر بتاویل مفعول ہے۔

قال ارح ای فیما عداہ ماذکر مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : پہلے دو قسم کے اعراب کا ذکر تھا۔ (۱) اعراب تعذری (۲) اعراب استثقالی۔ تو ان کے لیے ضمیر بھی تثنیہ لانی چاہیے تھی لہذا مصنف کا ماعداہ ضمیر مفرد لانا درست نہیں کیونکہ راجع مرجع میں مطابقت موجود نہیں۔

جواب ٹھیک ہے ماقبل میں دو چیزیں ہیں لیکن بتاویل ماذکر کے ہے جس سے راجع مرجع میں مطابقت ہو جاتی ہے۔

فائدہ اعراب کے اقسام کا اور اسمائے متمکنہ کے ۱۶ قسموں کے تقسیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اعراب دو قسم پر ہیں۔ (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحرف پھر ہر ایک دو دو قسم پر ہے۔

(۱) اعراب لفظی (۲) اعراب تقدیری۔ پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی کل آٹھ قسمیں ہو گئیں۔

(۱) اعراب بالحرکت لفظی حقیقی (۲) اعراب بالحرکت لفظی حکمی

(۳) اعراب بالحرف لفظی حقیقی (۴) اعراب بالحرف لفظی حکمی

(۵) اعراب بالحرکت تقدیری حقیقی (۶) اعراب بالحرکت تقدیری حکمی

(۷) اعراب بالحرف تقدیری حقیقی (۸) اعراب بالحرف تقدیری حکمی

اعراب بالحرکت لفظی حقیقی تین مقام پر آتا ہے۔ (۱) مفرد منصرف صحیح (۲) جاری مجری صحیح (۳) جمع مکسر منصرف۔

اور اعراب بالحرکت لفظی حکمی دو مقام پر آتا ہے۔ (۱) جمع مونث سالم (۲) غیر منصرف

اور اعراب بالحرف لفظی حقیقی ایک مقام پر آتا ہے اسمائے ستہ مکبرہ میں اور اعراب بالحرف لفظی حکمی یہ چھ مقام پر آتا ہے۔

(۱) تثنیہ (۲) ملحق بالتثنیہ (۳) مشابہ تثنیہ

(۴) جمع مذکر سالم حقیقی (۵) جمع صوری (۶) جمع معنوی

اور اعراب بالحرکت تقدیری حقیقی دو مقام پر آتا ہے۔

(۱) اسم مقصور جیسے موسی (۲) غیر جمع مذکر سالم

جو مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جیسے غلامی اور اعراب بالحرکت تقدیر حکمی ایک مقام پر آتا ہے وہ اسم منقوص ہے اور اعراب بالحرف تقدیری حقیقی ایک مقام پر ہوتا ہے اسمائے ستہ مکبرہ جب مضاف ہو معرف باللام کی طرف جیسے جاء نی ابو القوم، ورایت باالقوم ومررت بابی القوم اور اعراب بالحرف تقدیری حکمی بھی ایک مقام پر آتا ہے جب کہ جمع مذکر سالم یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے جاء نی مسلمی۔

قال الشارح ولما ذکر فی تفصیل المعرب المنصرف اس عبارت سے مولانا جامی کی دو غرضیں ہیں۔ (۱) ماقبل سے ربط دینا۔ جس کا حاصل یہ ہے چونکہ محل اعراب کی بحث میں مصنف نے منصرف اور غیر منصرف کا اجمالا ذکر کیا تو مصنف کے لیے ضروری تھا کہ غیر منصرف کی تفصیل بھی بتائیں تو یہاں سے غیر منصرف کی بحث بیان فرما رہے ہیں جس سے منصرف خود بخود سمجھ آجاتا ہے اور دوسری غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اسم معرب میں اصل منصرف ہونا ہے تو مصنف کو چاہیے تھا کہ منصرف کو تفصیل سے بیان

کردیتے جس سے غیر منصرف خود بخود سمجھ میں آجاتا مصنف نے برعکس کیوں کیا ہے

جواب غیر منصرف بنسبت منصرف کے اقل تھا تو مصنف نے اسی ضابطہ کی بناء پر کہ اقل سہل الضبط ہوتا ہے اور اختصار بھی اسی میں ہوتا ہے اسی لیے غیر منصرف کی بحث ذکر کر کے منصرف کو چھوڑ دیا۔

﴿بحث غیر المنصرف﴾

قال الماتن **غیر المنصرف مافیه علتان من تسع او واحدة تقوم**

غیر منصرف کی تعریف۔ غیر منصرف ایسے اسم معرب بالحرکت کو کہا جاتا ہے جس میں علل تسعہ میں سے دو علتیں یا ایک ایسی علت پائی جائے جو دو علتوں کے قائمقام ہو۔ اس سے غیر منصرف کی دو نوعیں معلوم ہوئی۔

نوع اول غیر منصرف ایسے اسم معرب بالحرکت کو کہا جاتا ہے جس میں علل تسعہ میں سے دو علتیں پائی جائیں۔

نوع ثانی غیر منصرف ایسے اسم معرب بالحرکت کو کہا جاتا ہے جس میں علل تسعہ میں سے ایک ایسی علت پائی جائے جو دو علتوں کے قائمقام ہو۔

قال الشارح **ای اسم معرب** مولانا جامی تین باتوں کو بیان کر رہے ہیں جس سے تین اعتراض مندفع ہو جاتے ہیں۔ (۱) ما عبارت ہے اسم سے نہ کلمۃ سے لہذا اس سے یہ سوال مندفع ہو جائے گا کہ ضربت میں تانیث بھی ہے اور وزن فعل بھی تو غیر منصرف کی تعریف صادق آرہی ہے حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں۔

جواب یہ سوال تب وارد ہوتا جب ما سے مراد کلمۃ ہوتا حالانکہ یہاں ما سے مراد اسم ہے لہذا ضربت فعل ہونے کی وجہ سے خارج ہوتا ہے۔ (۲) کہ یہ بتائی کہ اسم سے مراد مطلق اسم نہیں بلکہ اسم معرب ہے لہذا اس سے یہ سوال مندفع ہو جائے گا کہ حضار ستارہ کا نام ہے اور طمار بلندی کا۔ ان میں دو سبب پائے جاتے ہیں۔ علمیت اور تانیث، تو ان کو غیر منصرف ہونا چاہیے تو اس کا جواب بھی ہو گیا۔

جواب کہ یہ سوال تب وارد ہوتا جب کہ مطلق اسم مراد ہو حالانکہ یہاں اسم معرب مراد ہے اور حضار اور طمار اسم مبنی ہے۔ لہذا ان پر تعریف صادق نہیں آئے گی۔

(۳) ما کی تفسیر نکرہ کے ساتھ کر کے یہ بتادیا کہ ما موصوفہ ہے اب اس سے یہ سوال مندفع ہو گیا کہ غیر المنصرف مبتداء تو نکرہ ہے اور ما موصولہ ہے جو معرفہ ہے تو خبر کا درجہ بڑھ گیا اور مبتداء گھٹیا ہو گیا حالانکہ قانون کا تقاضا یہ ہے کہ مبتداء کو اعلیٰ ہونا چاہیے خبر کو گھٹیا ہونا چاہیے تو یہ سوال بھی مندفع ہو گیا۔

جواب کہ یہ آپ کا سوال تب وارد ہوتا جس وقت ما موصولہ ہوتی حالانکہ یہاں ما موصوفہ ہے۔

فائدہ سوال غیر المنصرف کا مبتداء بننا صحیح نہیں اس لیے کہ لفظ غیر ایسے اسماء متوغلہ فی الابہام میں سے ہیں جن میں معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے باوجود ان میں تعریف پیدا نہیں ہوتی حالانکہ مبتداء کے لیے معرفہ ہونا ضروری ہے۔

جواب لاتقربوا الصلوۃ والا کام نہ کیجیے قاعدہ کا اگلا حصہ بھی پڑھ لیجیے جہاں یہ قاعدہ لکھا ہے وہاں یہ قاعدہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جب لفظ غیر کا مضاف الیہ ایسی چیز ہو جس کی ضد بند ہو لفظ واحد میں وہاں لفظ غیر میں تعریف پیدا ہو جاتی ہے اور یہاں بھی لفظ غیر کا مضاف الیہ منصرف ہے جس کی ضد صرف ایک ہے غیر منصرف تو لہذا یہاں لفظ غیر میں تعریف پیدا ہو جائے گی تو یہ معرفہ بن کر مبتداء بننا صحیح ہو گا۔

فائدہ منصرف اور غیر منصرف کے وجوہ تسمیہ۔

(۱) منصرف صرف سے ہے اور صرف کا معنی ہے پھرنا چونکہ منصرف بھی عامل کی وجہ سے پھرتا رہتا ہے اس لیے اس کو منصرف کہتے ہیں اور غیر منصرف بعض حالت میں نہیں پھرتا اسی لیے اس کو غیر منصرف کہا جاتا ہے۔

(۲) صرف کا معنی ہے خالص اور چونکہ منصرف فعل کی مشابہت سے خالص یعنی خالی ہوتا ہے اس لیے اس کو منصرف کہا جاتا ہے اور جب کہ غیر منصرف غیر خالص ہوتا ہے یعنی فعل کی مشابہت سے خالی نہیں ہوتا اس لیے اس کو غیر منصرف کہا جاتا ہے۔

(۳) صریف کا معنی ہے سیٹی بجانا چونکہ منصرف کے آخر میں تنوین ہونے کی وجہ سے سیٹی کی آواز

پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اس کو منصرف کہا جاتا ہے اور غیر منصرف میں تنوین نہ ہونے کی وجہ سے سیٹی کی آواز پیدا نہیں ہوتی اس لیے اس کو غیر منصرف کہا جاتا ہے۔

قال الشارح تنوتران باجتماعها مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : غیر منصرف کی مذکورہ بالا تعریف سے دو نوعیں معلوم ہوتی تھی جس پر سوال یہ ہے کہ حبلی اور مصابیح پر ظاہر نوع اول کی تعریف صادق آتی ہے کیونکہ ان میں دو سبب موجود ہیں۔ حبلی میں علمیت اور تانیث ہے اور مصابیح میں علمیت اور جمعیت ہیں حالانکہ حقیقت اور واقعہ نفس الامر تو یہ دونوں مثالیں نوع ثانی میں سے ہیں۔

جواب مولانا جامی نے تو ثران سے جواب دیا ہے کہ دونوں علتیں مؤثرہ ہوں اور ان اسماء میں ایک علت تو مؤثر ہے لیکن دوسری علت موثرہ نہیں۔ حبلی میں صرف تانیث مؤثرہ ہے اور مصابیح میں جمعیت مؤثرہ ہے تو لہذا یہ نوع ثانی کے تحت داخل ہوں گی۔

قال الشارح مع استجماع شرائطهما

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ نوح پر صادق آتی ہے۔ جس کے اندر دو علتیں مؤثرہ موجود ہیں۔ (۱) علمیت (۲) عجمہ۔ حالانکہ یہ منصرف ہیں۔

جواب دو علتیں مؤثرہ کا پایا جانا کافی نہیں بلکہ ان کے شرائط کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ اور یہاں عجمہ کی ایک شرط موجود نہیں وہ احد الامرین یعنی متحرک الاوسط یا زائد علی الثلاث ہو لہذا یہ منصرف ہے۔

قال الشارح اثرا یہ مفعول مطلق ہے تؤثران فعل کے لیے۔ جس سے شرح جامی سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال : ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ متحرک الاوسط اور زائد علی الثلاث عجمہ کے لیے شرط ہوں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ مشروط کا وجود بغیر شرط کے محال ہوتا ہے حالانکہ نوح کے اندر شرط کے بغیر عجمہ پایا جا رہا ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو متحرک الاوسط ہے اور نہ زائد علی الثلاث ہے۔

جواب یہاں شرائط سے مراد شرائط وجود نہیں بلکہ شرائط تاثیر مراد ہیں یعنی عجمہ کے مؤثر فی

منع الصرف ہونے کے لیے شرطیں ہیں نہ کہ اس کے موجود ہونے کے لیے۔

قال الشارح **من علل تسع** مولانا جامی نے علل کا لفظ نکال کر بتادیا کہ یہ مرکب توصیفی ہے مرکب اضافی نہیں، جیسے شیخ رضی نے رد کیا ہے کہ اس نے اس کو مرکب اضافی بنادیا ہے من تسع علل باقی رہی یہ بات کہ مولانا جامی نے ترکیب توصیفی کو اختیار کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب وہ اس لیے کہ مابعد کے ساتھ مناسبت بھی اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ جب مرکب توصیفی ہو کیونکہ مابعد میں واحدۃ کا لفظ ہے یہ اسمائے عدد میں سے ہے جو ہمیشہ صفت واقع ہوسکتا ہے۔لہذا اس کے لیے موصوف محذوف ہے علت اب یہ اگر مرکب توصیفی بنایا جائے تو کلام لاحق کلام سابق کے موافق ہوسکتی ہے۔لیکن مرکب اضافی کی صورت میں نہیں۔

قال الشارح **من تلک التسع** اس میں ضمیر مرجع کی تعین ہے کہ منہا میں ھا ضمیر کا مرجع تسع ہے۔

قولہ **ھذہ العلۃ** سے ضمیر کے مرجع کا بیان ہے کہ ضمیر راجع ہے علت واحدۃ کی طرف۔

قال الشارح **مقامھما ای مقام ھاتین** سے ھما ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

قولہ **بان تؤثر وحدھا تاثیرھما** سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : کہ قیام تو ذی روح کی صفت ہے علل تو ذی روح نہیں لہذا قیام کی نسبت کرنا اس کی طرف صحیح نہیں۔

جواب کہ قیام کا معنی یہاں اثر ہے۔

قال الشارح **العلل التسع مجموع مافی ھذین البیتین**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ھی ضمیر مبتداء ہے اور عدل وصف یہ خبر ہے اور ھی ضمیر کا مرجع علل تسعہ ہیں تو مبتدا متعدد ہوا ب معنی یہ ہوگا کہ علل تسعہ عدد ہیں اور علل تسعہ وصف ہیں تو لازم آیا عدل اور وصف وغیرہ میں سے ہر ایک کا علل تسعہ ہونا حالانکہ عدل تو علل تسعہ میں سے ایک علت ہے علی ھذا القیاس خلاصہ یہ ہوا سوال کا کہ خبر کا حمل مبتدا پر صحیح نہیں۔

جواب مولانا جامی نے جواب دیا کہ یہ سوال تب وارد ہوتا جب خبر میں ربط مقدم ہو عطف پر حالانکہ یہاں عطف مقدم ہے ربط پر اب معنی یہ ہوگا کہ علل تسعہ عدل اور وصف الی آخرہ کا مجموعہ ہے یعنی مجموعہ معطوفات مل کر خبر ہے مبتداء کی۔ اب حمل درست ہوگا۔

قال الشارح **من الامور التسعه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مجموعہ بیتین میں تو زائد چیزیں بھی ہیں کہ اس میں واؤ ہے اس طرح ثم ہے وغیرہ تو لازم آئے گا واؤ ثم وغیرہ کا اسباب منع صرف میں سے ہونا۔ جو کہ بالکل غلط ہے۔

جواب مولانا جامی نے من الامور التسعه نکال کر جواب دیا کہ یہ تین کا ہر ہر لفظ علل تسعہ نہیں بلکہ صرف علل تسعہ مراد ہیں۔

قال الشارح **والعدل فی عطف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ بیتین میں پہلے پانچ علتوں کو واؤ حرف عطف کے ذریعہ ذکر کیا پھر ثم کو ذکر کیا پھر بعد میں واؤ حرف عطف کو ذکر کر دیا تو درمیان میں واؤ سے ثم کی طرف عدول کرنے کی کیا وجہ ہے۔ جب کہ تناسب بین الکلمتین ضروری ہے۔

سوال ۲: درمیان میں ثم کو ذکر کیا ثم تو تراخی کے لیے آتا ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے عجمہ ہو تو پھر جمع غیر منصرف کا سبب بنے گا حالانکہ ایسا نہیں کہ جمع کے سبب بننے کے لیے عجمہ وغیرہ کا ہونا کوئی ضروری نہیں۔

جواب واؤ سے ثم کی طرف عدول کرنا وزن شعری کو برقرار رکھنے کے لیے ہے۔ اس سے یہ قطعاً مقصود نہیں کہ ثم سے تراخی والا معنی مراد ہو یعنی جمع غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گی جب کہ پہلے عجمہ ہو اور باقی یہ بات کہ تناسب بین الکلمتین یہ اس وقت ضروری ہوتا ہے جب کہ ضرورت نہ ہو اور ضرورت کی بناء پر تناسب بین الکلمتین سے اعراض کرنا بھی جائز ہوا کرتا ہے۔ اور یہاں پر ضرورت ہے وزن شعری کو برقرار رکھنا۔

قال الشارح **زائدة** مولانا جامی لفظ زائدة جو شعر میں آیا ہے اس کی ترکیب بیان کرنا چاہتے ہیں کہ زائدة حال ہے النون سے اور حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

سوال : حال تو فاعل یا مفعول سے آیا کرتا ہے اور النون نہ فاعل ہے اور نہ مفعول۔

جواب یہاں عبارت مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ تمنع النون الصرف حال کونها زائدة تو النون فعل مقدر تمنع کا فاعل ہوا۔ تو لہذا اس سے حال بنانا صحیح ہوا۔

سوال تمنع فعل کو مقدر ماننے پر آپ کے پاس یہاں کیا قرینہ ہے۔

جواب شاعر کا بیت اول ہے۔ جو یہ ہے موانع الصرف تسع کلما اجتمعت۔ ثنتا ن منها فما للصرف تصویب تو اس شعر میں جو لفظ موانع قرینہ ہے اس بات پر کہ یہاں فعل تمنع مقدر ہے۔

سوال تو پھر صاحب کافیہ نے اس بیت اول کو کیوں ذکر نہیں کیا۔ جس میں تعریف ہے۔

جواب کہ صاحب کافیہ کا مقصود غیر منصرف کی کامل تعریف کرنا ہے جس میں غیر منصرف کی دونوں نوعیں شامل ہوئیں۔ اور شاعر نے جو بیت اول میں غیر منصرف کی تعریف کی ہے ناقص ہے کیونکہ وہ نوع اول کو شامل ہے نوع ثانی کو شامل نہیں اس لیے صاحب کافیہ نے بیت اول جو غیر منصرف کی تعریف میں تھا اس کو ذکر نہیں کیا۔

قال الشارح **الف فاعل** مولانا جامی الف کی ترکیب بیان کر رہے ہیں کہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(۱) الف ظرف مقدم کا فاعل ہو اور مرفوع تقدیر عبارت یوں ہوگی ثابت من قبلها الف۔

(۲) احتمال یہ ہے الف مبتداء مؤخر ہونے کی بناء پر مرفوع ہو اور ظرف مقدم اس کی خبر ہو۔

قال الشارح **ولا يخفى انه الف** کی ترکیب مذکور پر سوال کر رہے ہیں۔

سوال اس ترکیب میں الف کا زائد ہونا معلوم نہیں ہوتا بلکہ صرف اس سے قبل ہونا معلوم ہوتا ہے اور نون کا زائد ہونا معلوم ہوتا ہے اس لیے معنی بنتا ہے کہ تمنع النون الصرف من قبلها الف کہ روک دیتا ہے نون منصرف ہونے سے درآں حالیکہ نون زائد ہو درآں حالانکہ نون الف سے پہلے ہو، حالانکہ جس طرح نون زائد ہوتا ہے اس طرح الف بھی زائدہ ہوتا ہے۔ جس پر دلیل یہ ہے کہ تعبیر میں یوں کہا جاتا ہے الالف والنون الزائدتان۔

نائدہ سوال شاید تغلیبا ایسے کہا جاتا ہو۔

جواب تغلیب کے اندر کسی نہ کسی مادہ کے اندر اس کے ساتھ بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے یعنی یوں کہا

جاتا الالف والنون زائدۃ حالانکہ جب بھی تعبیر کیا جاتا تو یوں کہا جاتا ہے الالف والنون الزائدتان تو معلوم ہوا یہ تعبیر تغلیبا نہیں۔

قال الشارح ولوجعل الالف یہاں سے مولانا جامی اس کا حل بتلا رہے ہیں یعنی ایسی ترکیب بتلا رہے ہیں جس پر یہ سوال مندفع ہو جائے جس کا حاصل یہ ہے الف فاعل ہے زائدۃ اور من قبلہا یہ ظرف لغو ہے اور متعلق ہے زائدۃ کے اب معنی ہوگا تمنع النون حال کونہا زائدۃ من قبلہا الف روک دیتا ہے نون کلمہ کو اس کے منصرف ہونے سے دراں حالیکہ اس نون سے پہلے الف زائدہ ہوتا ہے اور الف کے نون سے قبل زائد ہونے سے یہ مراد لیا جائے کہ الف اور نون وصف زیادۃ میں دونوں شریک ہیں۔ البتہ الف وصف زائد کے ساتھ متصف ہوتا ہے نون سے قبل اس پر مولانا جامی نے نظیر پیش کی ہے کما اذا قلت جاء زید راکبا من قبلہ اخوہ کہ جس طرح اس مثال میں زید فاعل ہے جاء کا اسی طرح تمنع النون زائدۃ من قبلہا الف میں نون فاعل ہے تمنع کا جس طرح اس میں راکبا حال ہے زید ہے اسی طرح زائدۃ کے اب جس طرح اس میں من قبلہ متعلق ہے راکبا کے اسی طرح من قبلہا متعلق ہے زائدۃ کے اب جس طرح اس میں اخوہ فاعل ہے راکبا کا اسی طرح اس میں الف فاعل ہے زائدۃ کا۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جس طرح اس عبارت میں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ زید اور اخ دونوں وصف رکوب میں شریک ہیں لیکن اخ کا وصف رکوب کے ساتھ متصف ہونا قبل ہے زید کے وصف رکوب کے ساتھ متصف ہونے سے اسی طرح تمنع النون سے بھی یہی بات سمجھی جاتی ہے کہ نون اور الف دونوں وصف زیادۃ میں شریک ہیں لیکن الف کا وصف زائد کے ساتھ متصف ہونا قبل ہے۔

فائدہ فاضل ہندی نے اس کی ایک اور ترکیب کی ہے زائدۃ مرفوع ہو کر صفت ہے النون کی اس پر دو سوال وارد ہوتے ہیں۔

سوال: کہ النون موصوف معرفہ صفت نکرہ حالانکہ موصوف صفت میں مطابقت ہوتی وہ یہاں نہیں۔ نیز النون موصوف مذکر ہے صفت زائدۃ مونث ہے حالانکہ تذکیر و تانیث میں مطابقت ہونا موصوف صفت میں ضروری ہے۔

جواب اول فاضل ہندی نے دونوں سوالوں کا جواب دیا کہ النون پر الف لام زائدہ ہے جس

پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے اخوات عدل اور وصف منکر ہیں۔

جواب ثانی کہ النون پر الف لام عہد ذہنی ہے جو نکرہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے۔ لہذا اس کی صفت نکرہ لانا درست ہے کما صرح بہ الرضی اور باقی رہا تذکیر و تانیث والا سوال اس کا جواب یہ ہے کہ نون کو بتاویل کلمۃ کریں گے تو یہ بھی مونث ہو جائے گا تو تذکیر و تانیث میں مطابقت ہو جائے گی کہ دونوں مونث ہو گئے۔ لیکن کیونکہ اس ترکیب میں تکلفات بعیدہ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اسی وجہ سے مولانا جامی کے ہاں یہ ترکیب پسندیدہ نہیں تھی اس لیے اس کی ترکیب دوسری ترکیب کی ہے جو بلاغبار صحیح ہے۔

قال الشارح وهذا القول تقريب مولانا جامی اس قول کے تین مطلب بیان کرتے ہیں

پہلا مطلب وہ یہ ہے کہ علل تسع کو نظم کی صورت میں ذکر کرنا یہ تقریب یعنی قریب کر دینا ہے حفظ کے۔ اس لیے کہ کلام منظوم کا حفظ کرنا آسان ہوتا ہے بنسبت کلام منثور کے لہذا اس سے یہ اعتراض بھی مرتفع ہو جائے گا کہ ناظم نے علل تسعہ کو بصورت نظم کیوں ذکر کیا۔

دوسرا مطلب تقریب مصدر ہے اس کے آگے یاء نسبت کی محذوف ہے کہ صیغہ صفت کے حکم جو کر دیتی ہے عبارت یہ ہوگی وهذا القول تقريبي یعنی امور تسع میں سے ہر ایک کو علت کہنا یہ قول مجازی ہے حقیقی نہیں کیونکہ حقیقتاً دونوں مل کر علت واحدہ شمار ہوتی ہے نہ کہ ہر ایک علت اس سے یہ سوال مندفع ہو گیا کہ مصنف نے تو علل کہا ہے لیکن ناظم نے ان پر موانع کا حکم لگا دیا ہے۔

جواب موانع اور علت کا ایک ہی معنی ہے اس لیے کہ موانع بھی دو امر مل کر علت ہوتے ہیں۔

تیسرا مطلب یہ مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہے یہ عبارت یوں ہے هذا القول مقرب الى الصواب یعنی نو علل کا قول کرنا یہ مقرب الی الصواب ہے کیونکہ اسباب منع صرف میں اختلاف ہے جس میں متعدد مذاہب ہیں جن میں سے متعدد بہ تین مذہب ہیں۔

پہلا مذہب جمہور نحاۃ اور مصنف اور ناظم کے نزدیک موانع صرف نو ہیں۔

دوسرا مذہب کہ موانع صرف دو ہیں۔ (۱) ترکیب (۲) حکایت

تیسرا مذہب کہ موانع صرف گیارہ ہیں نو تو یہی مذکورہ ہیں اور دو اور ہیں ان میں سے ایک وہ الف جو مشابہ ہو الف ممدودۃ یا الف مقصورہ کے جیسے اشیاء کا الف مشابہ ہے حمراء کے الف

کے اور اطی کا الف مشابہ ہے حبلی کے ساتھ یہ الف عین تانیث کا نہیں اسی وجہ سے اشیاء کا وزن افعال ہے۔ گیارھواں سبب وصف اصلی کا اعتبار کرنا بعد تنکیر کے۔

مگر یہ دونوں مذہب ضعیف ہیں اول اس لیے کہ پھر مناسب یہ ہے کہ اسباب منع صرف ایک ہی سبب ہو ترکیب کیونکہ حکایت یعنی وزن فعل یہ بھی تو کوئی علیحدہ سبب نہیں بلکہ وزن فعل مع علت سے مل کر غیر منصرف کا سبب ہے، تو فقط ترکیب کا قول کرنا چاہیے چنانچہ عبدالرحمٰن نحوی کہتے ہیں کہ نحاۃ کے ایک مدرسہ میں پہنچا ان سے سوال کیا کہ اسباب منع صرف کتنے ہیں انہوں نے جواب دیا دو ہیں میں نے کہا ما الاثنان انہوں نے کہا ترکیب اور حکایت میں نے پوچھا وجہ حصر کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کوئی اثر موثر نہیں مگر بعد ترکیب کے میں نے کہا حکایت کو مستقلا سبب کو شمار نہیں کرنا چاہتے کیونکہ یہ بھی دوسرے سبب کی طرح ترکیب کے بعد سبب بنتی ہے تو خاموش ہو گئے جواب ان سے نہ بن پڑا۔

دوسرا مذہب ضعیف ہے کیونکہ الف مشابہ بالف ممدودۃ اسی میں داخل ہے اس لیے کہ الف تانیث میں تعمیم ہے خواہ حقیقی ہو یا خواہ حکمی ہو اسی طرح دوسرا سبب وصف اصلی علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں یہ بھی وصف اصلی میں داخل ہے لہذا اعلل تسعہ قول خیر الامور اوسطھا کے تحت داخل ہو کر راجح ہے اسی کی طرف اشارہ کیا ناظم نے ھذا القول تقریب ای مقرب الی الصواب۔

قال الشارح **ثم ان ذکر امثلۃ العلل** ہر سبب کی مثال بیان کی علی ترتیب اللف والنشر۔

قال الشارح **وفی ایراد زینب مثالا للمعرفہ**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال طلحہ کے بعد زینب کی مثال متدرک ہے اس لیے کہ تانیث اور معرفہ کے لیے مثال طلحہ کافی تھی۔

جواب شارح نے جواب دیا دو مثالیں، ذکر کر کے اشارہ کیا کہ تانیث کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) تانیث لفظی (۲) تانیث معنوی

قال الماتن **وحکمہ ان لاکسرۃ ولا تنوین**

غیر منصرف کی تعریف اور اسباب کے بیان کرنے کے بعد حکم بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتی۔

قال الشارح **ای حکم غیر المنصرف** ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

قال الشارح **والاثر المرتب** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال حکم کے کئی معنی آتے یہاں حکم کا کون سا معنی مراد ہے۔

جواب حکم یہاں اثر کے معنی میں ہے۔

قال الشارح **من حیث اشتماله** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اثر کی نسبت تو مؤثر کی طرف ہوتی ہے اور مؤثر تو علتان ہے نہ کہ غیر منصرف لہذا اثر کی نسبت غیر منصرف کی طرف کرنا صحیح نہیں۔

جواب چونکہ غیر منصرف علتان پر مشتمِل ہوتا تھا علتان مشتمَل ہوئے تو جس اثر نے مشتمَل یعنی علتان کی طرف منسوب ہونا تھا اس کو مشتمِل یعنی غیر منصرف کی طرف منسوب کر دیا۔

قال الشارح **فیه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال لا نفی جنس ہے کسرہ تو اسم ہے خبر کہاں ہے۔

جواب خبر اس کی فیه محذوف ہے۔

قال الشارح **وذالک لان لکل**

سوال کہ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین کیوں داخل نہیں ہوتی۔

جواب شارح نے جواب دیا علل تسعہ میں سے ہر ایک کو ایک ایک فرعیة حاصل ہے اور اسم غیر منصرف میں دو علتیں پائی جاتی ہیں حقیقتا یا حکما تو اس میں دو فرعیتین پائی گئی لہذا اسم غیر منصرف فرعیتین کے پائے جانے کی وجہ سے فعل کے مشابہ ہو گیا کہ جس طرح فعل میں دو فرعیتین پائی جاتی ہیں۔

(۱) احتیاج الی الفاعل (۲) اشتقاق من المصدر۔ لہذا اس مشابہت کی وجہ سے جہت اسم ضعیف ہو گئی اور جو اعراب اسم کے ساتھ مختص تھا یعنی جر اور تنوین۔ اس کو اس مشابہت نے روک دیا کہ جس طرح فعل پر تنوین کسرہ داخل نہیں ہوتی تو غیر منصرف پر بھی داخل نہیں ہو گی۔

قال الشارح **والتنوين الذی هو علامة التمکن**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : غیر منصرف کا یہ حکم منقوض ہے مثال کے طور پر مسلمات جب کسی کا علم رکھ دیا جائے تو تانیث اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہو جائے گا لیکن اس کے باوجود اس پر تنوین داخل ہوتی ہے۔

جواب غیر منصرف پر جو تنوین ممنوع ہے وہ مطلق تنوین نہیں بلکہ تنوین تمکن ہے۔اور مادہ نقض میں جو تنوین ہے وہ تنوین تقابل کی ہے لہذا تنوین جو ممنوع ہے وہ اور ہے اور جو داخل ہوتی ہے وہ اور ہے۔

قال الشارح **وانما قلنا لکل فرعیة** اس عبارت سے شارح ہر سبب کی فرعیۃ کو بیان کررہے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ عدل فرع ہے معدول عنہ کی۔ اور وصف فرع ہے موصوف کی اور تانیث فرع ہے تذکیر کی کیونکہ قائمۃ سے قائمۃ بنتا ہے اور تعریف فرع ہے تنکیر کی کیونکہ رجل سے الرجل بنتا ہے اور عجمہ یعنی غیر عربی لفظ کا عربی زبان میں آنا۔اس لیے کہ اصل یہ ہے کہ لفظ اسی زبان کا آئے غیر کا نہ آئے۔ جب آگیا تو فرع ہو گیا عربی کے اور جمع فرع ہے واحد کی اور ترکیب فرع ہے افراد کی۔ اور الف نون زائدتان فرع ہے اس کی جس پر یہ زیادہ کیے گئے ہیں۔اور وزن فعل کا اسم میں آجانا فرع ہے وزن اسم کی کیونکہ ہر نوع میں اصل یہ ہے کہ اس میں دوسری نوع کا وزن مختص نہ آئے جب آگیا تو اس کے اپنے وزن اصلی کی فرع ہو گیا۔

قال الماتن **ویجوز صرفه للضرورة اوللتناسب**

یہاں سے صاحب کافیہ کی غرض حکم مذکور کے موانع کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضرورۃ شعری اور تناسب کی وجہ سے غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین کا داخل ہونا جائز ہے۔

قال الشارح **ای لا یمتنع سواء** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یجوز کا تعلق للتناسب کے ساتھ تو صحیح ہے کیونکہ تناسب کی وجہ سے غیر منصرف کا انصراف جائز ہوتا ہے لیکن یجوز کا تعلق للضرورۃ کے ساتھ صحیح نہیں اس لیے کہ ضرورت شعری

کی بناء پر تو غیر منصرف کا انصراف واجب ہوتا ہے نہ کہ جائز لہذا عبارت یوں لانی چاہیے تھی

يجب صرفه للضرورة ويجوز للتناسب۔

جواب تین چیزیں ہیں۔

(۱) وجوب یعنی وجود ضروری ہو عدم ممتنع اور محال ہو۔ (۲) امتناع اس کو کہتے ہیں جس کا عدم ضروری ہو اور وجود ممتنع ہو۔ (۳) امکان اس کو کہا جاتا ہے جس کا وجود اور عدم میں سے کوئی ضروری نہ ہو پھر امکان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) امکان خاص یعنی وجود اور عدم دونوں ضروری نہ ہو (۲) امکان عام مقید بجانب العدم یعنی جس کا وجود ضروری نہ ہو خواہ عدم ضروری ہو یا نہ ہو۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ سوال تب وارد ہوتا جب یجوز سے جو امکان سمجھا جا رہا ہے اس سے مراد امکان خاص ہوتا یا امکان عام مقید بجانب العدم ہوتا حالانکہ یہاں مراد امکان عام مقید بجانب الوجود ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ ضرورت اور تناسب کی وجہ سے غیر منصرف کا منصرف پڑھنا ممتنع نہیں عام ہے کہ منصرف پڑھنا ضروری ہو جیسے ضرورت شعری کی وجہ سے یا جائز ہو جیسے تناسب کی وجہ سے۔

جواب کہ یہاں جواز کے معنی عدم امتناع کے ہیں اب معنی یہ ہوگا کہ ضرورت شعری اور تناسب کی وجہ سے غیر منصرف کے انصراف ممتنع نہیں عام ازیں کہ ضروری ہو یا ضروری نہ ہو

قال الشارح **اى جعله فى حكم المنصرف**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنف کے نزدیک غیر منصرف وہ ہے جس میں علتین یا علت واحدۃ ہو اب اگر ضرورت شعری ہو تناسب کی وجہ سے تو کسرہ اور تنوین ہی داخل ہو جائیں تو علتین بدستور باقی رہتے ہیں تو علتین کے ہوتے ہوئے غیر منصرف منصرف کیسے بن سکتا ہے۔

جواب یجوز کا یہ مطلب نہیں کہ غیر منصرف منصرف ہو جاتا ہے بلکہ غیر منصرف رہتا غیر منصرف ہی رہتا ہے لیکن منصرف کے حکم میں ہو جاتا ہے یعنی ان پر منصرف کے احکام دخول کسرہ اور تنوین جائز ہوتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں اس جواب کا مدار اس بات پر ہے کہ صرفہ میں صرف کا اصطلاحی معنی مراد ہو اور (ہ) ضمیر کا مرجع غیر منصرف مراد لیا جائے اب معنی یہ ہوگا کہ غیر منصرف کا منصرف

ہونا یعنی منصرف کے حکم میں ہونا۔

جواب ثانی اگر صرفه میں صرف کا لغوی معنی تغیر وتبدل مراد لیا جائے۔اور ضمیر کا مرجع حکم ہوتو اب معنی یہ ہوگا ضرورۃ تناسب کی جوہ سے اس حکم مذکور کو ہٹادینا تبدیل کردینا جائز ہے یعنی عدم کسرہ اور تنوین کو تبدیل کردو دخول کسرہ اور تنوین کے ساتھ، لیکن مولانا جامی نے اس دوسرے جواب کو لفظ قیل سے تعبیر کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا اس لیے کہ یہاں عموما اسباب کو بیان کیا جاتا ہے نہ حکم کو۔

نیز حکمه کی ضمیر راجع ہے غیر منصرف کی طرف تو صرفه کی ضمیر بھی راجع غیر منصرف کی طرف ہونی چاہیے۔

قال الشارح ای لضرورة مقصود مولانا جامی کا توضیح متن ہے کہ ضرورۃ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ضرورت وزن شعری (۲) ضرورت قافیہ

ضرورت وزن شعری یہ ہے کہ موافقة احد المصراعين بالآخر فی عدد الحروف اور ضرورت کافیہ یہ ہے کہ موافقة الحرف الآخير من احد المصراعين بالآخر فی الحركة پھر ضرورت وزن شعری کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ضرورت وزن شعر برائے احتراز عن الانکسار۔

(۲) ضرورت وزن شعر برائے احتراز عن الزحاف۔

ضرورت وزن شعر برائے احتراز عن الانکسار کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسم غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ پڑھا جائے تو شعر اپنے وزن ہی سے نکل جائے جیسے فاطمہؓ نے حضورؐ کی وفات پر یہ مرثیہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

صبت علی مصائب لوانها صبت علی الایام صرن لیالیا

یہاں ہے محل استشہاد مصائب ہے اگر اس کو غیر منصرف پڑھا جائے تنوین نہ پڑھی جائے تو وزن ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ شعر کا وزن متفاعلن چھ مرتبہ غیر منصرف پڑھنے سے ایک وزن ٹوٹ جائے گا متفاعل ہوگا۔ اور دوزن ضرورت شعر برائے احتراز عن الزحاف کا مطلب یہ ہے اگر اسم غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ پڑھی جائے تو پھر اپنے وزن سے خارج تو نہ ہوگا لیکن اس میں یہ

نقصان پیدا ہو جائے گا کہ شعر کی سلاست اور روانگی ختم ہو جائے گی جیسے امام شافعیؒ کا شعر امام ابو حنیفہؒ کی مدح میں۔

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکره   هو المسك ما کررته یتوضع

اس میں محل استشہاد لفظ نعمان ہے اس پر اگر کسرہ اور تنوین نہ پڑھی جائے تو شعر کا وزن تو نہیں ٹوٹتا لیکن شعر کی سلامت اور روانگی ٹوٹ جاتی ہے۔ اور ضرورت برائے رعایت کافیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ پڑھی جائے تو حرف روی ایک جیسا باقی نہ رہے گا یعنی مصرع کا آخری حرف ایک جیسا باقی نہ رہے گا جیسے علیؓ کے اشعار۔

سلام علی خیر الانام وسید   حبیب اله العالمین محمد

بشیر نذیر هاشمی مکرم   عطوف رئوف من یسمی باحمد

اس میں محل استشہاد لفظ احمد ہے اگر اس کو منصرف پڑھا جائے کسرہ نہ پڑھی جائے تو وزن تو بے شک باقی رہتا ہے مگر رعایت قافیہ باقی نہ رہے گی کیونکہ حرف اخیر تمام مصرعوں میں دال مکسور ہے۔

قال الشارح **فان قلت** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : احتراز عن الزحاف کوئی ضروری نہیں پھر اس کو للضرورت کے تحت داخل کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔

جواب قلنا سے جواب دیا۔ زحاف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) بعض سے احتراز جس وقت ان سے ممکن ہو تو ضروری ہوتا ہے اور بعض سے احتراز اگر ممکن نہ ہو تو ضروری نہیں ہوتا للضرورت سے قسم اول مراد ہے لہذا یہ بھی ضرورت کے تحت داخل ہے۔

قال الشارح **ای ویجوز صرفه لیحصل التناسب**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : للتناسب مفعول لہ ہے یجوز صرفه کے لیے اور مفعول لہ علت بنتا ہے فعل کے لیے اور قاعدہ ہے کہ علت مقدم ہوتی معلول پر لیکن تناسب منصرف سے مقدم نہیں بلکہ مؤخر ہے تو لہذا یہ مفعول لہ کیسے بن سکتا ہے۔

جواب مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مفعول لہ پہلے موجود ہو اس کے موجود ہونے کی وجہ سے فعل واقع ہو جائے جیسے قعدت عن الحرب جبنا اس مفعول لہ کو وجودی کہا جاتا ہے۔

(۲) مفعول لہ کو حاصل کرنے کے لیے فعل کیا جائے جیسے ضربته تادیبا علت کی تقدیم قسم اول میں ہوتا ہے نہ کہ ثانی۔

قال الشارح **لان رعاية التناسب** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تناسب بین الکلمات ضروری نہیں تو اس کی وجہ سے غیر منصرف کا منصرف پڑھنا کیسے جائز ہے۔

جواب رعایت تناسب اگر چہ ضروری نہیں لیکن بہت ہی اہم ہے جس کی وجہ سے غیر منصرف کا منصرف پڑھنا جائز ہے۔

قال الشارح **حيث صرف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تناسب کی مثال تو صرف سلاسلا ہے اس کے ساتھ اغلالا کا ذکر کرنا یہ مستدرک اور لغو ہے۔

جواب یہ مجموعہ کی مثال ہے تناسب کی اور جس کلمے کے ساتھ تناسب مقصود ہے۔ وہ سلاسلا اور اغـلالا میں تناسب صیغوی بھی یہ کہ دونوں جمع کے صیغے ہیں اور تناسب معنوی بھی ہے کہ دونوں کا تعلق باندھنے سے ہے لہذا انصراف میں بھی تناسب کو برقرار رکھا گیا ہے۔

سوال: تناسب برعکس بھی ہو سکتا تھا کہ منصرف کو غیر منصرف بنا دیا جاتا۔

جواب غیر منصرف خلاف اصل ہے جب کہ منصرف اصل ہے تو خلاف اصل کو اصل کی طرف راجع کرنا احسن ہے بنسبت اصل کے کہ اس کو خلاف اصل کی طرف تبدیل کیا جائے۔

قال الماتن **ومايقوم مقامهما الفاالتانيث والجمع**

صاحب کافیہ یہاں سے علل تسعہ میں سے ان علتوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں جو تنہا ایک علت ہو کر دو علتوں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ وہ کل دو ہیں۔ (۱) جمع منتہی الجموع (۲) دو الف تانیث کے (۱) الف ممدودہ (۲) الف مقصودہ

قال الشارح **اى العلة الواحدة التى** یہ عبارت دو سوالوں کا جواب ہے۔

سوال اول: وما يقوم مقامهما جب یہ منحصر ہے دو علتوں میں جمع اور الفا التانیث میں تو ادوات

حصر کیوں ذکر نہیں کیا۔

سوال ثانی : وما یقوم مقامهما مبتداء ہے اور الجمع والفاء التانیث خبر ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ خبر کا حمل ہوا کرتا ہے مبتداء پر تو ان میں سے ہر ایک حمل ہوگا مبتداء پر تو لازم آتا ہے حمل الخاص علی العام جو کہ جائز نہیں۔

جواب مولانا جامی نے علتان نکال کر جواب دیا کہ الجمع والفا التانیث میں سے ہر ایک خبر نہیں بلکہ مجموعہ خبر ہے اور عطف مقدم ہے اور حکم موخر ہے عبارت یوں ہوگی ومایقوم مقامهما علتان تو لہذا حمل العام علی العام ہوگا نیز جب عطف مقدم ہے ربط پر تو اس سے حصر بھی مفہوم ہو گیا۔

قال الشارح **مکررتان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ایک علت کے قائم مقام ہو کر کلمہ کو غیر منصرف نہیں بنا سکتی کیونکہ ماقبل میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ کلمہ غیر منصرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ مشابہ بالفعل ہوتا ہے وجود فرعیتین کے اعتبار سے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب ایک علت ہوگی تو ایک فرعیۃ پائی جائے گی تو مشابہت بالفعل کس طرح ہوگی لہذا جب مشابہت نہیں ہوگی تو کلمہ غیر منصرف کیسے بنے گا اور اس پر عدم دخول کسرۃ والتنوین کا حکم کیسے جاری ہوگا۔

جواب کہ مایقوم مقامهما اگر چہ بظاہر ایک علت ہے لیکن حقیقتا دو علتیں ہیں۔ کیونکہ وہ علت مکرر ہے اس میں تکرار ہے جب ایک علت مکرر ہے گویا کہ دو علتیں ہیں دو فرعیتیں ہیں۔ جب دو فرعیتیں موجود ہیں تو فعل کے ساتھ مشابہت حاصل ہو جائے گی جس کی وجہ سے کلمہ غیر منصرف بن جائے گا تفصیل یہ ہے کہ جمع منتہی الجموع میں سے بعض جموع تو ایسی ہیں کہ ان میں حقیقتا تکرر پایا جاتا ہے جیسے اکالیب جمع ہے اکلب کی اور اکلب جمع ہے کلب کی اور اسی طرح اساور جمع ہے اسورۃ کی اور اسورۃ جمع ہے سوار کی اور اسی طرح اناعیم جمع ہے انعام کی اور انعام جمع ہے نعم کی بعض جموع تو ایسی ہیں کہ حقیقتا مکرر تو نہیں لیکن حکما مکرر

ہے جیسے مثلا وہ جموع جو کہ ان مذکورہ جموع کے موافق ہوں تعداد حرف میں اور حرکات وسکنات میں جیسے مساجد یہ اکالب کے موافق ہے اور اناعیم مصابیح کے تو لہذا ان میں بھی حکما تکرار

موجود ہے۔

دوسرا سبب الف تانیث کا اس میں کیسے تکرار ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ الف تانیث بھی ایک سبب دو کے قائم مقام ہے ایک سبب تو خود الف تانیث کا ہے دوسرا اس میں لزوم تانیث وصفی ہے۔ جس کی تفصیل عنقریب آرہی ہے۔ تو ہر سبب کا تکرار قائم مقام دو علتوں کے ہے جو کہ مستلزم ہے وجود فرعیتین کو۔

فائدہ جمع منتہی الجموع کے بارے میں نحاۃ کا اختلاف ہے جس میں تین مذہب ہیں۔

پہلا مذہب بعض کے نزدیک ایک سبب جمعیت ہے دوسرا سبب تکرار جمعیت ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

دوسرا مذہب بعض کے نزدیک ایک سبب جمعیت دوسرا لزوم جمعیت ہے اور لزوم جمعیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی اور جمع نہیں آسکتی اور جمعیت اس سے جدا بھی نہیں ہوسکتی۔

تیسرا مذہب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک ایک سبب تو جمعیت دوسرا سبب قوۃ جمعیۃ ہے۔ اور قوت جمعیت کا مطلب یہ ہے کہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر سوائے اس مفرد کے جس کے آخر میں تاء ہو جیسے کراھیۃ کوئی مفرد نہیں آتا باقی رہے باقی جموع کہ ان کے وزن پر مفرد آتے ہیں جیسے رجال کے وزن پر کتاب ہے تو لہذا اس وجہ سے جمع منتہی الجموع منفرد ہوتی اور جو چیز منفرد اور یگانہ ہو وہ قوی ہوا کرتی ہے لہذا قوت جمعیت یہ قائم مقام ہے دوسرے سبب کے۔

قال الشارح البالغ الی صیغۃ الجموع

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ نے کہا جمع ایک ہی علت قائم مقام دو علتوں کے ہے تو پھر مسلمون، رجال کو غیر منصرف ہونا چاہیے کیونکہ یہ بھی جمع ہیں حالانکہ یہ منصرف ہیں۔

جواب الجمع پر الف لام عہدی خارجی کا ہے جس سے مراد منتہی الجموع ہے کیونکہ وہی حقیقتا یا حکما مکرر رہوتی ہے۔

قال الشارح التانیث لکن لا مطلقا بل بعض اقسامہ

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال قائمة بھی تانیث ہے حالانکہ وہ غیر منصرف نہیں ہے۔

جواب مطلق تانیث مراد نہیں بلکہ الف تانیث یعنی الف ممدودہ الف مقصورہ مراد ہیں۔

قال الشارح **ای کل واحدۃ منھما**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ مل کر ایک علت کے قائم مقام ہوں گے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ بلکہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ علت بنتے ہیں۔

جواب مراد ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ کہ ہر ایک مستقل علت ہے جو قائم مقام دو علتوں کے ہوتا ہے۔

قولہ **لانھما لازمتان** سے وجہ قائم مقام کا بیان ہے کہ یہ دونوں الفین کلمہ کو لازم ہے اس سے مفارق جدا نہیں ہوتے تو ان کا لزوم بمنزلہ تانیث آخر کے ہے تو تانیث میں تکرار آ گیا۔

قولہ **بخلاف التاء** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال تاء تانیث بھی حال علمیت میں کلمہ کو لازم ہو جاتی ہے تو اس کو بھی قائم مقام دو سبب کے ہونا چاہیے۔ حالانکہ وہ دو سبب کے قائمقام نہیں ہوتی۔

جواب لزوم سے مراد لزوم وضعی ہے اور تاء تانیث میں حال علمیت میں جو لزوم آتا ہے وہ وضعی نہیں ہوتا بلکہ عارضی ہوتا ہے۔

﴿پہلا سبب عدل﴾

قال الماتن **فالعدل خروجه عن صيغته الاصلية**

صاحب کافیہ علل تسعہ کی تفصیل بیان کر رہے ہیں علی ترتیب اللف والنشر مرتب کہ جس طرح اجمال میں عدل مقدم تھا باقی علل پر تو اس طرح تفصیل میں بھی مقدم کر دیا۔

سوال عدل کو باقی اسباب ثمانیہ پر کیوں مقدم کیا حالانکہ عدل سبب فرضی ہے اور باقی اسباب حقیقیہ واقعیہ ہیں تو اس لحاظ سے تو عدل کو مؤخر کرنا چاہیے تھا بلکہ سب سے مؤخر کرنا چاہیے تھا۔

جواب عدل مؤثر ہے بغیر شرط کے اور باقی اسباب مؤثر ہیں مع الشرائط اس اعتبار سے اس

کو فوقیت حاصل تھی باقی اسباب پر اس لحاظ سے مقدم کیا۔

فائدہ جہاں عدل ہو وہاں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) عادل (۲) معدول (۳) معدول عنہ (۴) معدول الیہ

فائدہ عدل کے لغوی معنی میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ (۱) صلہ الی ہو تو معنی ہوتا ہے میلان کرنا۔ (۲) صلہ عن ہو تو معنی اعراض کرنا جیسے عدل عنہ۔ (۳) صل صلہ عنہ ہو تو دوری اور بعد والا معنی ہوتا ہے۔ (۴) صلہ فی ہو تو تغیر اور (۵) صلہ بین ہو تو مساوات والا معنی جیسے عدل بین فلان وفلان۔

قال الشارح فالعدل عدل کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ عدل کسی اسم کا اپنی صورت اصلیہ سے نکل جانا یعنی ایسی صورت سے نکل جانا جس صورت پر رہنے کا قانون اور اصل تقاضہ کرے۔

قال الشارح مصدر مبنی للمفعول

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اول: عدل کو اسباب منع صرف سے شمار کرنا درست نہیں کیونکہ غیر منصرف تو اسم کی صفت ہے اور عدل بمعنی اخراج یہ تو متکلم کی صفت ہے نہ کہ اسم کی۔

سوال ثانی: عدل بمعنی اخراج متکلم کی صفت ہے اور خروج صفت ہے اسم کی۔ تو تفسیر المبائن بالمبائن لازم آ رہی ہے۔

جواب: یہ سوال تب وارد ہوگا جب عدل اپنے مصدری معنی میں ہو جب یہاں عدل اپنے مصدری معنی میں نہیں بلکہ مصدر مبنی للمفعول معدولیت کے معنی میں ہے۔

قال الشارح ای کون الاسم ۔ بیان التفسیر بالتفسیر جو چار سوالوں کا جواب ہے۔

سوال اول: عدل جب اسم مفعول معدولیت کے معنے میں ہو تو عدل ذات مع الوصف کا نام ہوا اور خروج مصدر ہونے کی وجہ سے محض وصف ہے۔ تو لازم آیا وصف کا حمل ذات مع الوصف پر جو کہ صحیح نہیں۔

سوال ثانی: اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ عدل غیر منصرف کا سبب نہ بنے کیونکہ اسباب تمام

کے تمام محض وصف ہیں۔اور عدل تو ذات مع الوصف ہے۔

سوال ثالث: عدل مصدر متعدی ہے اور خروج مصدر لازمی ہے تو لازم آیا مصدر متعدی کی تفسیر مصدری لازمی کے ساتھ جو کہ صحیح نہیں۔

سوال رابع: کہ جب عدل معدول کے معنی میں ہوا تو معدولیت میں تعمیم ہوگی خواہ لفظ کا معدول ہونا یا شئی کا مدول ہونا حالانکہ یہاں یہ تعمیم مقصود نہیں لہذا آپ نے جو عدل کو بمعنی معدول کے کیا ہے اس سے یہ چار فساد لازم آتے ہیں۔

جواب: کہ عدل یہاں کون الاسم معدولاً کے معنٰی میں ہے تو اس سے چاروں فساد چاروں سوالات کا جواب بھی حاصل ہوگیا۔

(۱) حمل بھی صحیح ہوگیا اس لئے کہ کون وصف محض ہے اور خروج بھی وصف ہے۔

(۲) کون جب محض وصف ہے تو اس عدل کو غیر منصرف کے اسباب میں سے شمار کرنا بھی صحیح ہے۔

(۳) کون مصدر لازمی ہے اور خروج بھی مصدر لازمی ہے۔

(۴) تعمیم کا جواب بھی ہوگیا کیونکہ معدول کا معنٰی کون الاسم معدولا یعنی اسم کا معدول ہونا مراد ہے شئی کا معدول ہونا نہیں۔

قال الشارح اى خروج الاسم ۔یہاں سے مضاف کی تفسیر کا بیان برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: خروجہ کی (ہ) ضمیر کی مرجع میں دو احتمالیں ہیں۔(۱) ضمیر کا مرجع عدل ہو (۲) اسم ہو اور دونوں باطل ہے اوّل اس لئے باطل ہے کہ اخذ المحدود فی الحد کی خرابی لازم آتی ہے اور ثانی اس لئے باطل ہے کہ اضمار قبل الذکر کی خرابی لازم آتی ہے۔

جواب: شارح نے جواب دیا کہ (ہ) ضمیر کا مرجع اسم ہے باقی رہا اضمار قبل الذکر وہ لازم نہیں آتا کیونکہ اسم اگرچہ صراحۃً مذکور ہے لیکن ضمناً مذکور ہے۔جس پر قرینہ بحث اسم ہے۔

قال الشارح اى كونه مخرجا ۔یہاں سے خروج مضاف کی تفسیر کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر

سوال: عدل کون لاسم معدولاً کے معنی ہونے کی وجہ سے حاصل بالمصدر ہوا اور جب کہ

خروج تو محض مصدر ہے تو لازم آیا حاصل بالمصدر کی تفسیر مصدر کے ساتھ جو کہ صحیح نہیں۔

جواب: خروج بھی یہاں کون لاسم مخرجا کے معنی میں ہے اور یہ بھی حاصل بالمصدر ہوا تو تفسیر حاصل بالمصدر کی حاصل بالمصدر کے ساتھ ہوئی جو کہ صحیح ہے۔

فائدہ: سوال مضاف الیہ کی تفسیر مقدم اور مضاف کی تفسیر مؤخر کرنے کی کیا وجہ ہے۔

جواب: تا کہ کوئی تفسیر اپنے مفسَّر کے ساتھ ہی ہو جائے اگر مضاف کی تفسیر پہلے کرتے تو پھر کوئی تفسیر اپنی مفسر کی ساتھ نہ ہوتی۔

قال الشارح عن صورته التی یقتضی -

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: علم الصرف کی اصطلاح میں صیغہ ھیئۃ اور مادۃ کے مجموعے کا نام ہے اور اسم بھی ھیئۃ اور مادۃ کے مجموعے کا نام ہے تو عدل کی تعریف میں کہا ہے کہ اسم کا اپنے اصلی صیغہ سے نکلنا تو اس سے اخراج الکل عن الکل کی خرابی لازم آتی۔

جواب: یہاں صیغہ کا مجموعہ مراد نہیں بلکہ صیغہ سے مراد فقط ھیئۃ ہے۔

سوال: اس سے تو اخراج لکل عن الجزء کی خرابی لازم آتی ہے جو کہ صحیح نہیں۔

جواب: خروجہ کی (ہ) ضمیر سے قبل مضاف محذوف ہے تقدیر عبارۃ یہ ہے ای خروج مادۃ الاسم عن ھیئتہ الاصلیہ۔

سوال: اس صورۃ میں تو اخراج الجزء عن الجزء کی خرابی لازم آتی ہے۔

جواب: جب ایک جزء دوسری جزء پر محمول ہو تو ایسی صورۃ میں اخراج الجزء عن الجزء جائز ہوتا ہے اگر جزئین میں سے ایک جزء دوسری جزء پر محمول اور مشتمل نہ ہو تو پھر نا جائز ہوتا ہے

قال الشارح ولا یخفی ان صیغہ المصدر

۔ یہاں سے متعدد اسئلۃ کا جواب دینا مقصود ہے۔ (۱) عدل کی تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف مشتقات پر صادق آتی ہے جیسے ضارب، مضروب پر بھی اپنی اصلی صیغہ سے نکلے ہوئے ہیں کیونکہ ان کا اصلی صیغہ ضرب مصدر ہے تو لازم ایا اسماء مشتقہ بھی اسماء معدولۃ ہوں حالانکہ ان کو کوئی بھی اسماء معدولہ تسلیم نہیں کرتا۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ عن صیغتہ میں جو صیغہ کی اضافت ہو رہی ہے ضمیر کے طرف اور وہ ضمیر لوٹ رہی ہے اس کی طرف اس اضافت سے صاحب کافیہؒ نے اسماء مشتقات کو عدل تعریف سے خارج کر دیا۔ اس طرح کہ اسماء معدولہ کہا جاتا ہے اسم کا اپنی اصل صورۃ سے نکلنا اور مصدر تو مشتقات کی اصلی صورۃ نہیں ہے۔

قال الشارح وان المتبادر من خروجه ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ثانی: عدل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف اسماء محذوفة الاعجاز پر صادق آتی ہے جیسے ید، دم کہ اصل سے یدو، دمو تھا تو یہ بھی اپنی اصل صورۃ سے خارج ہے۔ تو ان کو اسماء معدولہ کہنا چاہیئے حالانکہ کوئی ان کو تو اسماء معدولہ نہیں مانتا۔

جواب: خروجه عن صیغه الاصلیه سے متبادر الی الذھن یہ ہے کہ مادہ باقی رہے یعنی تغیر تصرف صورۃ اور ہیئت میں ہو مادہ باقی رہے اور چونکہ ان اسماء محذوفة الاعجاز میں صورۃ کے تغیر کے ساتھ ساتھ مادہ میں بھی تغیر ہو گیا اس لئے صاحب کافیہؒ نے صورۃ کے طرف تعرض کیا ہے لیکن مادہ کی طرف تعرض نہیں کیا۔

قال الشارح وان خروجه عن صیغه الاصلیة ۔

سوال ثالث: عدل کی تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ مغیرات قیاسیہ پر صادق آتی ہے جیسے مقول ، مبیع، قال وغیرہ اس لیے ان اسماء مذکورہ میں تغیر تصرف صورۃ میں ہے مادۃ میں نہیں تو ان کو تو اسماء معدولہ ہونا چاہیے حالانکہ ان کو کوئی بھی اسماء معدولہ نہیں مانتا۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا ولا یبعد سے کہ صاحب کافیہؒ نے کہا خروجه عن صیغته الاصلیة یعنی اسم معدول کے اندر صیغہ اصلیہ سے خروج ہونا یہ مستلزم ہے اس بات کو کہ صورۃ اخری میں دخول ہو اور صورۃ اخری صورۃ اصلیہ کے مغائر ہو اور یہ مغایرت تب ہو سکتی ہے جب کہ صورۃ اصلیہ قیاس کے موافق ہو اور صورۃ اخری قیاس کے مخالف ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ مغیرات قیاسیہ میں جو صورۃ اخری آتی ہے وہ قانون صرفی کے تو موافق آتی ہے تو یہ کیسے اسماء معدلہ بن سکتے ہیں۔

قال الشارح **و اما المغیرات الشاذه** ۔

سوال رابع: عدل کی تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں یہ تعریف مغیرات شاذہ پر صادق آتی ہے جیسے افوس اور انیب اوران میں صورۃ اصلیہ سے خروج بھی ہوا اور تغیر بھی فقط صورت میں ہے مادہ میں نہیں اور صورۃ اخری صورۃ اصلیہ کے مغایر بھی ہے اور صورۃ اخری قیاس کے مخالف بھی ہے کیونکہ قاعدہ اور ضابطہ ہے کہ اجوف واوی اور یائی جو فَعْلٌ کی وزن ہو اسکی جمع افعالٌ کی وزن پر آتی ہے اور قوسٌ نابٌ یہ اجوف واوی فَعْلٌ کے وزن پر ہیں تو قاعدہ قانون کے موافق اس کی جمع افواس انیاب ہونی چاہیے لھذا یہ افوس انیب قاعدہ کے موافق جمع نہیں تو انمیں عدل کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں حالانکہ ان کو کوئی اسماء معدولہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ کہ ان کا صیغہ اصلیہ سے خروج ہوا ہو کیونکہ خروج تب ہوتا ہے جب قوس اور ناب سے اولاً افواس اور انیاب جمع بنائی گئی ہوتی پھر افواس اور انیاب سے خروج ہوا قوس اور انیب کی طرف حالانکہ یہاں افوس اور انیب ابتداءً ہی قوس اور ناب سے جمع بنائی گئی ہے اسی وجہ سے تو ان کو جموع شاذہ کہا جاتا ہے لھذا جب خروجہ عن صیغہ الاصلیہ متحقق ہی نہیں تو عدل کی تعریف ان پر کیسے صادق آ سکتی ہے۔

فائدہ: اگر افوس اور اناب میں عدل اعتبار کر لیا جائے تو اس میں کیا حرج ہوگا۔ جب کہ اسکی نظیر بھی موجود ہے جُمَعُ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

جواب: عدل فرضی سبب ہے واقعی نہیں اس کو ضرورت کے تحت کلمہ میں فرض کیا جا سکتا ہے مثلاً جُمَعُ ۔عمر میں ضرورت تھی کہ ان کو غیر منصرف پڑھا جا رہا تھا سبب ایک تھا تو عدل کو فرض کیا گیا تاکہ دو سبب ہو جائیں لیکن افوس اور انیب میں ضرورت ہی نہیں کیونکہ منصرف پڑھا جا رہا ہے لہذا جب ضرورت ہی نہیں تو اس کو جُمَعَ پر قیاس کرنا بھی درست نہیں۔

قال الشارح **قال وقد جوزبعض الشارحین التعریف بالاعم** ۔ مولانا جامیؒ بعض شارحین کے قول کو نقل کر رہے ہیں۔ مولانا جامیؒ کا اس سے مقصود کیا ہے اس میں دو احتمالیں ہیں۔ پہلا احتمال یہ ہے کہ مولانا جامیؒ یہاں سے مذکورہ بالا چاروں سوالوں کا ایک ہی

جواب دینا مقصود ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض شارحین نے تعریف بالاعم کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ تعریف دو حال سے خالی نہیں یا تو اس تعریف سے مقصود معرّف کو تمام ماعداء سے ممتاز کرنا ہوتا ہے۔ یا تعریف سے مقصود معرّف کو بعض ماعدا سے ممتاز کرنا مقصود ہوتا ہے پہلی صورۃ میں تعریف بالاعم جائز نہیں لیکن دوسری صورۃ میں تعریف بالاعم جائز ہوتا ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں کہ عدل کی یہ تعریف تعریف بالاعم ہے کیونکہ عدل کی امتیاز بعض ماعدا یعنی صرف علل ثمانیہ سے مقصود ہے تمام ماعدا سے امتیاز مقصود نہیں لہذا اب عدل کی تعریف میں مشتقات مغیرات شاذہ وغیرہ داخل ہوتے ہیں تو داخل ہونے دیں اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ مولانا جامیؒ کی غرض یہاں سے صاحب کافیہؒ پر اعتراض کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہؒ نے اپنی شرح الامالی میں ان اسئلۃ اربعہ کا جواب دیا ہے جب تعریف بالاعم جائز ہے تو ان اسئلۃ کے جواب دینے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔

جواب : صاحب کافیہؒ کی طرف سے جواب دیا جا سکتا ہے کہ تعریف بالاعم متقدمین کے ہاں جائز ہے اور متاخرین کے نزدیک تعریف بالاعم جائز نہیں بلکہ تعریف کے لئے تساوی شرط ہے۔ یعنی تعریف کو جامع مانع ہونا ضروری ہے، چونکہ صاحب کافیہؒ کو متاخرین کا مذھب پسند تھا تو اس لئے صاحب کافیہؒ نے ان تکلفات کا ارتکاب کر کے جوابات دیئے ہیں۔

قولہ واعلم انا نعلم ۔ مولانا جامیؒ فاضل ہندی اور رضی اور بعض نحاۃ کے نظریہ کی تردید کرنا چاہتے ہیں نحاۃ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ عدل سبب حقیقی واقعی ہے یا سبب فرضی اعتباری ہیں۔

عام نحاۃ : فاضل ہندی اور رضی وغیرہ کا مذھب یہ ہے کہ عدل سبب حقیقی واقعی ہے مثلاً ثلث اور مثلث میں عدل پہلے سے موجود تھا بعد میں اس کو غیر منصرف پڑھا گیا۔

محققین : کے نزدیک یہ سبب فرضی اعتباری ہے اس لئے کہ نحویوں نے بعض کلمات کو دیکھا جو کہ غیر منصرف پڑھے جا رہے تھے اور سبب ایک تھا حالانکہ ضابطہ یہ ہے کہ غیر منصرف دو سبب سے ہوا کرتے ہیں تو بڑی تتبع اور تلاش کے بعد جب کوئی دوسرا سبب نہ ملا تو مجبوراً عدل کو فرض کر لیا۔ مثال کے طور پر ثلث اور مثلث غیر منصرف پڑھے جا رہے تھے اور سبب ایک تھا اور دوسرا کوئی

سبب نہیں تھا تو ضرورت کے تحت عدل کو فرض کر لیا گیا۔ لہذا جس طرح عمر اور زفر میں عدل اعتباری فرضی ہے اسی طرح ثلث، مثلث، اخر، جمع میں بھی فرض اعتباری ہے۔
اسی اختلاف کی وجہ سے عدل تحقیقی اور تقدیری کی تعریف میں بھی اختلاف ہے۔

قوله ولکن لا بد فی اعتبار ۔ اس عبارت سے بھی بعض شارحین کے نظریہ کی تردید کی ہے سوال اور جواب کے ضمن میں۔

سوال: جب ثلث اور مثلث عدل اعتباری اور فرضی اور عمر اور زفر میں بھی عدل فرضی ہے تو پھر عدل تحقیقی اور تقدیری میں فرق باقی نہیں رہتا اور اسی طرح جب مطلق عدل فرضی بن چکا ہے تو پھر اس کی تقسیم کیسے ہوگی عدل تحقیقی اور تقدیری کے طرف اس سے انقسام الشئی الی نفسہ و الی غیرہ لازم آتا ہے۔

جواب: کہ مطلق عدل میں دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱)۔ اصل اور معدول عنہ کا موجود ہونا اور پایا جانا (۲)۔ اس اصل اور معدول عنہ سے اسم معدول کا اخراج کا معتبر ہونا پھر اصل معدول عنہ دو قسم پر ہے (۱)۔ معدول عنہ محقق (۲)۔ معدول عنہ مقدر۔

اصل اور معدول عنہ محقق: ایسے معدول عنہ کو کہا جاتا ہے جس میں غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اس کے وجود پر دلیل مستقل موجود ہو۔

معدول عنہ مقدر: ایسے معدول عنہ کو کہا جاتا ہے جس میں اسم معدول کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اس کے وجود پر کوئی دلیل مستقل موجود نہ ہو

جواب: فانقسام العدل سے جواب دے رہے ہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ عدل کا انقسام تحقیقی اور تقدیری کے طرف یہ اصل اور معدول عنہ کے اعتبار سے ہے اگر اصل اور معدول عنہ محقق ہو تو عدل تحقیقی اور اصل اور معدول عنہ مقدر فرضی ہو تو عدل تقدیری ہے اور خروج ہر حال میں اعتباری اور فرضی ہے۔ یہ سوال تب وارد ہوتا ہے جب انقسام خروج کے اعتبار سے ہو تو تب انقسام الشئی الی نفسہ و الی غیرہ کی خرابی لازم آتی ہے۔ اور فرق باقی نہیں رہتا۔ اور حالانکہ یہاں پر تقسیم معدول عنہ اصل کے اعتبار سے ہے اسی وجہ سے عدل تحقیقی اور تقدیری کی تعریف میں اختلاف ہو گیا

محققین کے نزدیک عدل تحقیقی کی تعریف: خروجٌ مقدرٌ عن اصلٍ محقق

عدل تحقیقی کی تعریف: خروجٌ مقدرٌ عن اصلٍ مقدر

عام نحاۃ کے نزدیک عدل تحقیقی کی تعریف: خروجٌ محققٌ عن اصلٍ محقق

عدل تحقیقی کی تعریف: خروجٌ مقدرٌ عن اصلٍ مقدر

عام نحاۃ کے دلائل:

دلیل اوّل: تحقیقاً او تقدیراً یہ خروج کی صفت ہے اور یہ صفت تب بن سکتی ہے جب خروج تحقیقی اور تقدیری ہو اور اسی خروج کا نام تو عدل ہے تو خود عدل تحقیقی اور تقدیری ہو گیا۔

جواب: تحقیقاً او تقدیرا صفت ضرور ہے لیکن یہ صفت بحالہ نہیں بلکہ صفت بحال متعلقہ ہے یعنی خروج کا متعلق معدول عنہ تحقیقا اور تقدیرا کی صفت کے ساتھ متصف ہے۔

دلیل ثانی: عدل تحقیقی وہ ہے کہ معدول عنہ اور اصل پر دلیل موجود ہو۔ اور اصل پر دلیل کا موجود ہونا بعینہ فرع پر دلیل کا ہونا اور فرع پر دلیل کا موجود ہونا بعینہ خروج پر دلیل کا موجود ہونا ہے تو یہ خروج تحقیقی ہو گیا۔

اور عدل تقدیری وہ ہے کہ معدول عنہ پر دلیل نہ ہو جب اصل پر دلیل نہ ہوئی تو فرع پر دلیل نہ ہوئی جب فرع پر دلیل نہیں تو خروج پر دلیل نہ ہوئی تو یہ خروج تقدیری ہوا۔

جواب: اتنی بات تسلیم ہے کہ اصل پر دلیل کا موجود ہونا بعینہ فرع پر دلیل کا موجود ہونا ہے مگر یہ بات ہم قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ فرع پر دلیل کا موجود ہونا بعینہ خروج پر دلیل کا موجود ہونا ہے اس لئے کہ ایسا بھی ممکن ہے کہ اصل بھی موجود ہو اور فرع بھی موجود ہو لیکن خروج نہ ہو جیسے اقوس اور انیب میں نیز اگر فاضل ہندی کی بات تسلیم کر لی جائے تو اقوس، انیب والے اشکال سے خلاصی محال ہو جائے گی کیونکہ ان میں اس لئے عدل فرض نہیں کیا گیا کہ وہ کلام عرب میں غیر منصرف نہ تھے منصرف پڑھے جاتے تھے اسی لئے عدل فرض کرنے کی حاجت نہیں تھی اگر فاضل ہندی کی بات درست ہو تو پھر ان میں عدل فرض نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

اس لئے محققین کا مذہب راجح ہے کہ عدل ایسا سبب ہے جو ضرورت کے تحت فرض کیا گیا ہے۔ ضرورت ہو گی تو عدل فرض کر لیا جائے گا جیسے بعض کلمات غیر منصرف پڑھے جا رہے تھے سبب

ایک تھا تو وہاں پر عدل کو فرض کیا گیا ہے اور جہاں ضرورت نہیں ہوگی وہاں عدل فرض نہیں کیا جائے گا۔

قال الشارح **تحقیقا معناہ خروجا** ۔ بعض شارحین کی دلیل کا جواب کہ تحقیقاً او تقدیراً یہ خروج کی صفت تو ضرور ہے لیکن صفت بحالہ کے قبیل سے نہیں بلکہ صفت بحال متعلقہ کے قبیل سے ہے تو گویا یہ حقیقت میں تحقیق اور تقدیر معدول عنہ کی صفت ہے نہ کہ خروج کی اور خروج کا متعلق اصل ہے اور تحقیقا بمعنی محقق کے اور تقدیرا بمعنی مقدر کے ہے تو اب حاصل یہ ہوگا یعنی ایسا خروج جو ثابت ہو اصل محقق سے اور ایسا خروج جو ثابت ہو اصل مقدر سے

قال الشارح **کثلث و مثلث و الدلیل علی اصلھما** ۔ عدل کی تقسیم کے بعد امثلہ کا بیان، عدل تحقیقی کی مثال ثلث مثلث کلام عرب میں غیر منصرف پڑھے جارہے تھے سبب ایک تھا وصف تو اس لئے اس میں عدل کو فرض کرلیا گیا ہے اور اس میں عدل تحقیقی ہے کیونکہ اس کے اصل پر منصرف پڑھنے کے علاوہ مستقل دلیل موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ ثلث کا معنی ہے تین تین اور مثلث کا معنی بھی ہے تین تین اور قاعدہ ہے تکرار معنی دلالت کرتا ہے تکرار لفظ پر لہذا جب معنی میں تکرار ہے تو لفظ میں بھی تکرار ہوگا تو یہ ثلث معدول ہے ثلاثۃ ثلاثۃ سے اور مثلث بھی معدول ہے ثلاثۃ ثلاثۃ سے۔

فائدہ: آپ کا ضابطہ کہ تکرار معنی دلالت کرتا ہے تکرار لفظ پر یہ منقوض ہے اس لئے کہ تثنیہ اور جمع کے معنی میں تکرار ہوتا ہے مگر لفظ میں تکرار نہیں۔

جواب: تثنیہ اور جمع کے لفظ میں بھی تکرار ہے کیونکہ تثنیہ میں الف مستقل کلمہ ہے اور جمع میں واؤ مستقل کلمہ ہے تو گویا دو لفظ ہو گئے لہذا وہاں جب لفظ میں تکرار ہے تو معنی میں بھی تکرار ہے۔

قال الشارح **و علی ھذا القیاس احاد موحد** ۔ یہاں سے ایک فائدہ کا بیان کہ احاد موحد سے رباع مربع تک تو بالاتفاق یہ غیر منصرف ہیں اور خماس مخمس سے عشار معشر تک اختلاف ہے مولانا جامیؒ نے فرمایا کہ اصح بات یہی ہے کہ یہ بھی غیر منصرف ہیں۔

قال الشارح **لان الوصفیہ** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ثلثۃ ثلثۃ میں وصفیت عارضی ہے اس لئے کہ واضع نے ان کو وضع کیا ہے ایک عدد

معین کے لئے لہذا جب ان میں وصفیت وضع کے اعتبار ے سے نہ ہوئی تو وصفیت عارضی ہوئی جب معدول عنہ میں وصفیت عارضی ہوئی تو معدول میں بھی وصفیت عارضی ہوگی۔ حالانکہ غیر منصرف کا سبب وصف اصلی ہوتی ہے عارضی نہیں لہذا یہ کہنا ہی غلط ہے کہ ثلث اور مثلث غیر منصرف ہیں۔

جواب: ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ثلثة ثلثة میں وصف عارضی ہے لیکن اس سے جو معدول ثلث مثلث ہے ان میں یہ وصف اصلی بن جائے گی کیونکہ قاعدہ ہے العدل فی حکم وضع ثان لہذا جب ثلث میں عدل فرض کرلیا گیا بوقت عدل یوں فرض کیا جائے گا کہ کلمہ کی وضع دوسری مرتبہ ہوئی ہے تو اس کا معنی تین تین اب وصفیت معنی موضوع لہ میں داخل ہوگئی اسی وجہ سے وصف اصلی ہوکر سبب بن جائے گی۔

قال الشارح واخر ۔دوسری مثال عدل تحقیقی کے لئے انطباق المثال علی الممثل له کا اُخر کو کلام عرب میں غیر منصرف پڑھا جارہا تھا اور سبب ایک پایا جارہا تھا وصف تو نحویوں نے اس میں عدل کو سبب فرض کرلیا اور اس میں عدل تحقیقی ہے کیونکہ اس کے اصل پر دلیل موجود ہے کہ اس کا اصل الاُخر ہے یا اُخر من ہے۔ جس پر دلیل یہ ہے کہ اُخر جمع ہے اخریٰ کی اور اخریٰ مونث ہے آخر کا اور آخر اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل کی استعمال تین طریقے سے ہوتے ہیں۔(۱)۔ الف لام کے ساتھ (۲)۔ من کے ساتھ (۳)۔ اضافت کے ساتھ۔ یہاں پر اُخر ان تینوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مستعمل نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں کسی کے ساتھ مستعمل تھا پھر اس سے معدول ہوکر اخر ہوگیا۔ تو عندالبعض الاخر سے معدول ہے اور عندالبعض اخر من سے معدول ہے۔

قال الشارح ولم یذهب الی تقدیر ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

فائدہ: تم نے اُخر کو مستعمل بہ من اور مستعمل بالف لام سے معدول مانا ہے اضافت سے کیوں معدول نہیں مانتے۔

جواب: اگر اضافت سے معدول مانا جائے تو مضاف الیہ یا تو مذکور ہوتا ہے یا محذوف اور مذکور تو

ہے ہی نہیں لہذا مضاف الیہ مقدر مانا جائے گا حالانکہ ضابطہ یہ ہے کہ جب مضاف الیہ مقدر ہو تو وہاں تین صورتوں میں سے اک صورت ہو (۱)۔ مضاف الیہ کے عوض مضاف پر تنوین آ جاتی جیسے یومئیذ حینئذ (۲)۔۔ مضاف کو مبنی بر ضم کردیا جائے جیسے قبل بعد (۳)۔ مضاف کا تکرار کیا جائے جیسے یاتیم تیم عدی یہاں سے ان تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ اضافت سے معدول نہیں لہذا یہ معدول ہے الاخر سے یا اخر من سے۔

قال الشارح **لان معناه فی الاصل اشد تاخیرا** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ آخر اسم تفضیل ہو کیونکہ یہ کہا جاتا ہے جاء نی زید آخر اس کا معنی ہوتا ہے میرے پاس دوسرا زید آیا تو یہاں آخر غیر کے معنی میں ہے لیکن اشد تاخیر اً کے معنی نہیں تو یہ اسم تفضیل کیسے۔

جواب: آخر استعمال کے اعتبار سے غیر کے معنی میں ہے لیکن اصل وضع کے اعتبار سے اسم تفضیل ہے اور اشد تاخیراً کے معنی میں ہے لہذا آخر اسم تفضیل ہے۔

قال الشارح **وجمع** ۔ یہ غیر منصرف ہے اس لیے اسمیں دو سبب موجود ہیں۔(۱)۔ عدل (۲) وصف۔ اور اس میں عدل تحقیقی ہے اس لئے کہ اس کی اصل پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ دلیل موجود ہے۔ کہ اس کا اصل ہے جُمَعٌ یا جماعیٰ یا جمعاوات ۔دلیل یہ ہے کہ جُمَعُ جمع ہے جمعاء کی اور جمعاء مونث ہے اجمع کا اور فعلاء مؤنث کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)۔ صفتی جو ذات مع الوصف پر دلالت کرے۔ (۲)۔ فعلاء اسمی جو محض ذات پر دلالت کرے اور ضابطہ ہے کہ فعلاء صفتی کی جمع فُعْل کے وزن پر آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حُمْرٌ اور فعلاء اسمی کی جمع مکسر فعالیٰ کی وزن پر اور جمع مونث سالم فعلاوات کے وزن پر آتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحاریٰ یا صحراوات آتی ہے اور جمع فعلاء صفتی ہو تو اس کی جمع جمع کے وزن پر ہونا چاہیئے اگر اسمی ہو تو وہ جماعیٰ یا جمعاوات ہونا چاہئے حالانکہ جُمَعُ ان تین وزنوں میں کسی وزن پر نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ جُمَعُ ان تین وزنوں میں سے کسی سے معدول ہے۔

قال الشارح **علی ما ذکرنا لم یرد** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جموع شاذہ اقوس انیب کی اصل اقواس، انیاب پر بھی دلیل موجود ہے کما مر پھر جُمَعُ کی طرح بھی اس میں عدل تحقیقی ماننا چاہئیے۔

جواب: عدل کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱)۔اصل اور معدول عنہ کا موجود ہونا۔ (۲)۔اصل سے اخراج کا اعتبار ہونا یہاں پر اخراج کا اعتبار نہیں کیا گیا اسی وجہ سے ان کو جمع شاذہ قرار دیا گیا ہے۔

قال الشارحؒ ولا قاعدة للاسم المخرج -

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ شاید اسم معدول کے لئے کوئی اور ضابطہ ہو اور اقوس اور انیب اس ضابطے کے خلاف معدول ہے اسی وجہ سے ان کو شاذ کہا جاتا ہے۔شاذ ہونے کی یہ وجہ نہ ہو کہ یہ قوس اور ناب کی خلاف قیاس جمع ہے۔

جواب: اس معدول کے لئے سرے سے کوئی قاعدہ ہی نہیں جس کی مخالفت کی وجہ سے ان کو شاذ کہا گیا ہو بلکہ شاذ کا حکم ان پر صرف اسی لئے لگایا گیا ہے کہ یہ خلاف القیاس قوس اور ناب سے ابتداء جمع بنائے گئے ہیں ابتداء۔

فائدہ: شاذ اور عدل کا فرق بھی اس سے ظاہر ہو چکا ہے کہ شاذ وہ ہوتا ہے جو قانون کے خلاف ہو اور عدل وہ ہے جس میں سرے سے قانون ہی نہ ہو۔

قال الماتنؒ کعمر -عدل تقدیرہ کی مثال کہ کلام عرب میں عمر کو غیر منصرف پڑھا جا رہا تھا اور سبب ایک تھا علمیت تو اس میں دوسرا سبب عدل کو فرض کر لیا گیا۔اور یہ عدل تقدیری ہے کیونکہ اس کے معدول عنہ پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی دلیل موجود نہیں۔تو اس لئے فرض کر لیا کہ عمر عامر سے معدول ہے اور زفر زافر سے معدول ہے۔

قال الماتنؒ ﴿و باب و قطام فی تمیم﴾

عدل تقدیری کی دوسری مثال ہے کہ قطام معدول ہے قاطمة سے عدل تقدیری اس لئے کہ اس کے معدول عنہ پر دلیل موجود نہیں۔

سوال: قطام کو قاطمۃ سے معدول کیا ہے قاطم سے کیوں نہیں؟

جواب: قطام چونکہ مونث کا علم ہے تو معدول عنہ بھی مؤنث فرض کیا گیا ہے۔

سوال: باب قطام یہ معطوف ہے عمر پر تو کاف مثلیہ کا جس طرح عمر مدخول ہے اسی طرح باب قطام بھی مدخول ہے لہذا تشکیک والا معنی پہلے سے مفہوم ہے تو پھر لفظ مثل کا اضافہ کرنا لغو اور مستدرک ہے۔

جواب: شارح نے لفظ مثل کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ عمر میں بھی عدل تقدیری ہے اور باب قطام میں بھی لیکن وہ اور نوع میں سے ہے اور یہ اور نوع میں سے۔ عمر میں عدل تقدیری حصول منع صرف کے لئے فرض کیا گیا ہے اور باب قطام میں عدل نظائر پر حمل کرنے کے لئے فرض کیا گیا ہے لہذا جب دونوں کے مابین مغایرت تھی تو اس کے طرف اشارہ کرنے کے لئے لفظ مثل کا اضافہ کیا گیا ہے۔

قوله واراد ببابها ۔ صاحب کافیہؒ نے باب قطام میں لفظ باب لا کر جس قاعدہ کی طرف اشارہ کر دیا اس کو مولانا جامیؒ صراحۃً بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ اسم جو فعال کے وزن پر ہو کر غیر ذات الراء میں سے کسی کا علم ہو جیسے قطاب غلاب ایسے اسم کے اندر بنو تمیم عدل تقدیری کا اعتبار کرتے ہیں جیسے باب قطام میں عدل تقدیری پایا جاتا ہے باقی رہی یہ بات اس میں عدل تقدیری کا اعتبار کیوں کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اپنے نظائر پر محمول کرنے کے لئے یعنی اس فعال پر محمول کرنے کے لئے جو اعیان مؤنثہ ذات الراء میں سے کسی کا علم ہو جیسے حضار، طمار جیسے طرح ان میں عدل تقدیری کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح بنو تمیم نے اعیان مؤنثہ غیر ذوات الرء میں بھی عدل تقدیری کا اعتبار کیا ہے اس حمل کی ضرورت کیا تھی کیوں پیش آئی اس کی تفصیل یہ ہے۔

فائدہ: فعال چار قسم پر ہے۔

(۱)۔ **فعال امری** یعنی وہ فعال جو امر حاضر کے معنی میں ہو جیسے نزال انزل کے معنی میں

(۲)۔ **فعال مصدری** یعنی وہ فعال جو مصدر معرفہ کے معنی میں ہوں جیسے فجار بمعنی الفجور

(۳)۔ **فعال صفتی** جو صفتہ کے معنی میں ہو جیسے فساق بمعنی فاسقۃ

(۴)۔ **فعال علمی** یعنی جو اعیان مؤنثہ میں سے کسی کا علم ہو

اور فعال علمی دو قسم پر ہے۔ (۱) اعیان جو ذوات الراء میں سے کسی کا نام ہو جیسے حضار طمار (۲) اعیان مؤنثہ غیر ذوات الراء کا علم ہو جیسے قطام، پہلی قسم کا حکم یعنی فعال امری بالاتفاق مبنی ہے اس لئے کہ یہ امر حاضر کے معنی میں ہے اور دوسری قسم فعال مصدری اور تیسری قسم فعال صفتی یہ بھی مبنی ہیں اس لیے کہ یہ فعال امری کے ساتھ عدلاً اور وزناً مشابہ ہیں جس طرح وہ مبنی ہے اسی طرح یہ بھی مبنی ہو جائیں گے اور چوتھی قسم فعال علمی اس کا قسم اوّل یعنی ذوات الراء بنو تمیم کے ہاں یہ بھی مبنی ہیں جیسے حضار طمار۔

سوال: حضار طمار اگرچہ مبنی ہیں لیکن مبنی ہونا اس وقت صحیح نہیں ہوسکتا جب تک اسباب بناء نہ پائے جائیں اور حضار طمار میں دو سبب ہیں علمیت اور تانیث لیکن یہ دونوں سبب موجب للبناء نہیں اس لئے بنو تمیم نے تحصیل سبب کے لئے ان میں عدل تقدیری کا اعتبار کر لیا تو عدل تقدیری کا اعتبار کرنے سے عدلاً و وزناً فعال امری کے مشابہ ہو گیا لہذا یہ مبنی ہوگا ایسے ہی حضار طمار میں عدل تقدیری پایا جاتا ہے تا کہ یہ فعال امری کے مشابہ ہو جائے عدلاً و وزناً۔

سوال: فقط وزناً مشابہت کافی کیوں نہیں ہوتی عدل کا ہونا کیوں ضروری ہوتا ہے۔

جواب: اگر عدلاً مشابہت ضروری نہ ہو تو لازم آئے گا سلام، کلام کا مبنی ہونا اسی وجہ سے عدل تقدیری کا اعتبار کیا ہے باقی رہا فعال علمی کا قسم ثانی جو اعیان مؤنثہ میں سے غیر ذوات الراء میں سے کسی کا علم ہو اس کو معرب غیر منصرف قرار دیا ہے اس لئے اس میں اسباب غیر منصرف کے دو سبب موجود ہیں۔ (۱)۔ تانیث (۲)۔ علمیت۔ نیز ان میں عدل تقدیری کا بھی اعتبار کیا گیا ہے لیکن عدل تقدیری کا اعتبار نہ تو تحصیل سبب منع صرف کے لئے اور نہ تحصیل سبب بناء کے لئے بلکہ صرف اس لئے کہ وہ فعال علمی جو اعیان مؤنثہ غیر ذوات الراء کا علم ہو اس کو محمول کیا جائے ذوات الراء پر تا کہ دونوں میں موافقت پیدا ہو جائے لہذا ذوات الراء میں عدل تقدیری کا اعتبار تحصیل سبب بناء کے لئے اور غیر ذوات الراء میں نظائر پر حمل کرنے کیلئے۔

قال الشارح **ولهذا يقال ذكر باب قطام** ۔ یہی وجہ ہے صاحب کافیہؒ پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قطام کا ذکر یہاں محل نہیں کیونکہ بحث تو اس اسم کے اندر ہے جہاں عدل

تقدیری کا اعتبار کرنا تحصیل سبب منع صرف کے لئے ہو۔

جواب: صاحب کافیہؒ کی طرف سے جواب دیا جاسکتا ہے کہ صاحب کافیہؒ کی غرض اس بات کو بیان کرنا ہے کہ کبھی عدل کا اعتبار کرنا غیر منصرف کے سبب کے حصول کے لئے ہوتا ہے جیسے ماقبل میں اور کبھی عدل تقدیری کا اعتبار غیر منصرف کے سبب کے لئے نہیں ہوتا بلکہ نظائر پر محمول کرنے کیلئے۔

فائدہ: بنو تمیم نے دونوں فعال علمی کے دونوں قسموں میں تفرقہ کیوں پیدا کیا۔

جواب: اگر فعال علمی کے پہلی قسم ذوات الراء کو بھی معرب قرار دیا جائے تو ثقل بڑھ جاتا ہے کیونکہ پہلی قسم کی آخر میں راء ہے یہ بھی ثقیل ہے اور جب یہ معرب ہوگا تو اس پر حرکات مختلفہ آئیں گی جس سے ثقل حد سے بڑھ جائے گا بخلاف قسم ثانی کے اس کے آخر میں کوئی ایسے چیز نہیں جس کی وجہ سے شدۃ ثقل پیدا ہو جائے۔

قولہ انما قال فی تمیم ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: فی تمیم کی قید سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کوئی مقابل بھی ہے۔

جواب: بنی تمیم کا مقابل اہل حجاز ہے کہ ان کے ہاں فعال علمی کے دونوں قسمیں مبنی ہیں۔لہذا وہ فیما نحن فیه سے خارج ہے کیونکہ ہماری بحث تو اس وقت غیر منصرف کی چل رہی ہے۔

قولہ والمراد من بنی تمیم ۔

سوال: فی تمیم سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو تمیم فعال علمی کی قسوم اوّل اور قسم ثانی ہر دونوں میں عدل تقدیری کا اعتبار کرتے ہیں حالانکہ بنو تمیم کے اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ بنو تمیم نہ ہی قسم اوّل میں عدل تقدیری کا اعتبار کتے ہیں اور نہ ہی قسم ثانی میں۔

جواب: فی تمیم سے مراد اکثر بنو تمیم ہیں اور یہ ذوات الراء اور غیر ذوات الراء میں فرق کرتے ہیں لیکن بعض بنو تمیم کے ہاں دونوں قسمیں معرب غیر منصرف ہیں۔لہذا ان کے مذہب پر عدلی تقدیری ماننے کی ضرورت ہی نہیں۔

﴿دوسرا سبب وصف﴾

قال الماتن الوصف ۔مصنفؒ پہلے سبب عدل کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب دوسرا سبب وصف کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔فالوصف میں فاء تفصیلیہ اور الف لام عہدی ہے اس

سے مراد وہی وصف ہے جو فی الشعر مذکور ہے۔ وصف کا لغوی معنی ۔ہے بیان کرنا اور تعریف و ھو کون الاسم و الاعلی ذات مبھمة ماخوذة مع بعض صفاتھا

تعریف : وصف وہ اسم ہے جو دلالت کرے ذات مبھمہ پر جس میں کسی وصف کا لحاظ ہو۔

قال الشارح کون الاسم ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : وصف کو غیر منصرف کے اسباب سے شمار کرنا درست نہیں اس لئے کہ وصف ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جو کسی ذات مبہم پر دال ہو کسی وصف کے ساتھ جیسے احمر یہ دال ہے ایسی ذات پر جس میں سرخی والی وصف پائی جائے اور وصف اس معنے کے اعتبار سے تو عین اسم ہے اور محض وصف نہیں حالانکہ غیر منصرف کے تمام اسباب محض وصف ہوتے ہیں عین اسم نہیں۔

لہذا وصف کو سبب قرار دینا غلط ہے۔

جواب : وصف کا مشہور معنی مراد نہیں بلکہ وصف کا یہ معنی مراد ہے کہ کون الاسم د الاعلی ذات مبھمة ماخوذة مع بعض صفاتھا۔ کسی اسم کا اس طور پر ہونا جو کسی ذات مبھمہ پر مع بعض صفات دال ہو یعنی ایسی ذات پر دال ہو جس میں کوئی وصف ملحوظ معتبر ہو یہ بات ظاہر ہے کہ وصف بایں معنی اوصاف اسم میں سے ہے نہ کہ عین اسم کیونکہ کون اوصاف میں سے ایک وصف ہے لہذا اس کو اسباب منع صرف سے شمار کرنا صحیح ہوگا۔

قال الشارح سواء کانت الی آخرہ ۔ تعمیم کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال : کون الاسم اسمیت سے متبادر الی الذھن یہ ہے کہ دلالت باعتبار وضع کے ہو اب تعریف کا حاصل یہ ہوا کسی اسم کا اس طور پر ہونا جو کسی ذات مبھمہ پر دال ہو اور وصف بایں معنی تو مختص ہے وصف اصلی کے ساتھ لہذا ما بعد کے اندر صاحب کافیہؒ کا وصف اصلی کی شرط لگانا یہ لغو ور مستدرک ہو جائے گا۔

جواب : کہ وصف کی تعریف میں جو دلالت کا لفظ آرہا ہے یہ عام ہے کہ خواہ باعتبار وضع کے ہو جیسے احمر یہ اس ذات کے لئے موضوع جس پر وصف سرخی ملحوظ ہو یا وہ دلالت باعتبار استعمال کے ہو جیسے اربع جو کہ مررت بنسوة اربع میں واقع ہے واضع نے اربع کو ایک عدد معین کے لئے وضع کیا جس میں وصف کا شائبہ ہی نہیں لیکن اس مثال میں عارضی طور پر وصف بن گئی ہے کیونکہ

نسوۃ موصوف ہے اور اربع اس کے لئے صفت ہے تو لہذا جب دلالت میں تعمیم ہوگئی تو وصف کی دونوں قسمیں دخل ہوگئی تو ضرورت پڑی شرط کی تو مصنفؒ نے شرط ذکر کرتے ہوئے کہا شرطہ ان یکون فی الاصل لہذا یہ عبارت لغو اور مستدرک نہیں ہوگی۔

قال الشارح **شرط الوصف فی سببیت** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض ضمیر کے مرجع کا بیان ہے اور سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب وصف کے تحقق اور موجود ہونے کے لئے وصف اصلی کے لئے شرط ہے تو پھر وصف کی تقسیم اصلی اور عارضی کی طرف بیکار ہو جائے گی حالانکہ یہ تقسیم بلکل صحیح اور وصف عارضی بھی موجود اور مستعمل ہے جیسے مررت بنسورۃ اربع۔

جواب: جس کا حاصل یہ ہے کہ وصف اصلی کی شرط ذات وصف کے لئے نہیں بلکہ غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے ہے کہ وصف اصلی سبب بنے گی لیکن وصف عارضی غیر منصرف کی سبب نہیں بن سکتی۔ لہذا وصف کی تقسیم اصلی اور عارضی کی طرف صحیح ہو جائے گی۔

قال الشارح **الذی ھو الوضع** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: الاصل معرفہ ہے کہ پہلے عدل کی تعریف میں الاصلیت میں ذکر ہو چکا ہے اور قاعدہ ہے کہ المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ تکون عین الاولی۔ لہذا وہاں اصل کا معنی قاعدہ اور قانون تھا اور یہاں پر بھی یہی ہوگا اب مطلب یہ ہوگا کہ وصف قاعدہ اور قانون کے مطابق ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ مررت بنسورۃ اربع میں لفظ اربع کا وصف ہونا قاعدہ اور قانون کے مطابق ہے حالانکہ یہ وصف سبب نہیں ہے۔

جواب: الاصل پر جو الف لام ہے یہ عہد خارجی کا ہے جس سے مراد وضع ہے۔

سوال: اگر اصل سے مراد وضع ہے تو پھر علامہ ابن حاجب کو یوں کہنا چاہئے تھا ان یکون فی الوضع تو وضع کو اصل سے تعبیر کرنے کا کیا فائدہ اور حکمت ہے۔

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل کا معنی ہوتا ہے ما یبتنی علیہ غیرہ اور وضع پر بھی غیر کی بنا ہوتی ہے مثلاً دلالت مطابقی اور تضمنی اور التزامی کی بناء وضع پر ہے اس لئے الاصل سے تعبیر کیا۔

قال الماتن **بان یکون وضعہ علی الوصفیۃ** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: الاصل پرفی داخل ہے اورفی ظرفیۃ کے لئے آیا کرتا ہے۔حالانکہ الاصل نہ ظرف زمان ہے نہ ظرف مکان۔

جواب: فی بمعنی عند کے ہے مقصد عبارت کا یہ ہے کہ وصف کی شرط یہ ہے کہ وہ بوقت وضع وصف ہو۔

قوله سواء بقی علی الوصفیة ۔ تعمیم کا بیان برائے دفعہ دخل مقدر۔

سوال: ماقبل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وصف کے غیر منصرف سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وصف اصلی ہو اس سے متبادر الی الذہن یہ ہے کہ وہ وصفیت جمیع احوال باقی رہے حالانکہ اسود اور ارقم میں اسمیت والا معنی مراد اور متعین ہے وصفیت والا معنی مراد نہیں۔

جواب: اس کی شرط یہ کہ وصف اصلی ہو اسمیں تعمیم ہے خواہ وصف والا معنی باقی رہے یا اس سے زائل ہو جائے لیکن یہ زوال بالکلیت مراد نہیں بلکہ من وجہ زائل ہو اور من وجہ باقی رہے۔

قال الماتن فلا تضره الغلبة ۔ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ وصف کے غیر منصرف سبب بننے کے لئے شرط وصف اصلی ہیت تو اس پر تفریع بیان کی کہ فلا تضره الغلبة کے وصف اصلی کے لئے غلبہ مضر نہیں یعنی غلبہ اسمیت علی الوصفیت کوئی مضر نہیں۔

قال الشارح بان تخرجه عن سببية ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: وصف اصلی میں تو ابہام ہوتا ہے غلبہ اسمیت علی الوصفیت میں رفع ابہام ہوتا ہے تو غلبہ اسمیت علی الوصفیت یقیناً وصفت اصلی کے لئے مضر ہوا تو آپ نے ضرر کی نفی کیسے کردی۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ ضرور سے مطلق ضرور کی نفی مقصود نہیں بلکہ ایسے ضرور کی نفی مقصود ہے جو وصف اصلی کو غیر منصرف کا سبب بننے سے نکال دے۔اس کے قسم کا ضرر غلبہ اسمیت علی الوصفیت کی وجہ سے واقع نہیں ہوتا۔خلاصہ یہ ہوا کہ غلبہ اسمیت علی الوصفیت وصف اصلی کے سبب بننے کے لئے مضر نہیں ہم نے اسی ضرور کی نفی کی ہے۔

قال الماتن ای غلبة الاسمية ۔شارح یہ بتا رہے ہیں کہ الغلبۃ پر الف لام یا تو مضاف الیہ کے عوض ہے اصل میں تھا غلبة الاسمية علی الوصفية یا الف لام عہدی ہے کہ غلبہ

سے مراد مطلق غلبہ نہیں بلکہ غلبہ اسمیت مراد ہے۔

قال الماتن **و معنی الغلبة اختصاصه** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تم نے کہا غلبہ اسمیت علی الوصفیة وصف اصلی کے لئے مضر نہیں۔ حالانکہ اسود کو جب کہ کسی ابیض کا نام رکھ دیا جائے تو یہ غلبہ اسمیت وصف کے لئے مضر بن جاتا ہے اس لئے کہ یہ غیر منصرف کا سبب نہیں بنتا بلکہ یہ منصرف ہو جاتا ہے۔

جواب: غلبہ اسمیت علی الوصفیت کا معنی آپ نے جو بیان کیا ہے یہ نہیں بلکہ غلبہ اسمیت کا معنی یہ ہے کہ اسم کا اپنے افراد میں سے بعض افراد کے ساتھ اس طور پر خاص ہونا کہ اسم اس پر دلالت کرنے میں کسی قرینے کا محتاج نہ ہو مثال کے طور پر اسود ہر ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس میں سیاہی والی وصف پائی جائے اور افراد بہت سارے ہوں۔ جن میں سے ایک فرد سیاہ سانپ بھی ہے اب اسود کا اپنے افراد میں سے ایک فرد سیاہ سانپ کے ساتھ اس طور پر خاص ہو گیا کہ اس پر دلالت کرنے میں کسی اور قرینے کا محتاج نہیں اور مادہ نقض آپ نے جو پیش کیا ہے اسود کا اطلاق ابیض پر ہو گیا اس سے تو اسود اپنے افراد سے نکل چکا ہے اس سے وصفیت بالکلیۃ زائل ہو چکی ہے لہذا یہ سبب نہیں بن سکتا۔

قال الشارح **بحيث لا يحتاج في الفهم** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اگر اسود کسی رجل اسود کا نام رکھ دیا جائے تو اس پر غلبہ کی تعریف صادق آتی ہے کہ اختصاص الاسم ببعض افرادہ کیونکہ یہ رجل اسود بھی اسود کے افراد میں سے ایک فرد ہے تو اس کو وزن فعل اور وصف اصلی کی وجہ سے غیر منصرف ہونا چاہیئے حالانکہ علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوا کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غلبہ اسمیت مضر ہوتا ہے۔

جواب: سائل جی یہاں ایک اور قید بھی ملحوظ اور معتبر ہے۔ بحیث لا یحتاج کہ اسم اپنے بعض افراد کے ساتھ اس طرح خاص ہو کہ بغیر قرینہ کے وہی افراد اس سے سمجھے جائیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسود سے رجل اسود بغیر قرینہ کے نہیں سمجھا جاتا بلکہ قرینہ ضروری ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح **فذالک** ۔ ماقبل پر تفریع کا بیان کہ ماقبل میں دو امر گذرے ہیں ا۔ وصف کے غیر منصرف سبب بننے کے لئے وصف اصلی کا شرط ہونا۔ ۲۔ غلبہ اسمیت علی الوصفیۃ یہ وصف کے لئے مضر نہ ہونا۔

قال الشارح **المذکور من اشتراط الاصالة الوصفية** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ جب ماقبل میں دو امر گذرے ہیں تو ذالك سے اشارہ بھی انہی امرین کی طرف ہوگا تو اسم اشارہ تثنیہ کا لانا چاہئے تھا مفرد کیوں لایا گیا۔ لہذا اشارہ اور مشار الیہ میں مطابقت نہ ہوئی۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ ذالك کا مشار الیہ امرین ہے لیکن بتاویل المذکور کے اور المذکور من حیث المذکور امر واحد ہے لہذا اسم اشارہ مفرد لانا درست ہوا۔

قولہ **صرف لعدم اصالة** ۔ یہاں سے دو تفریعوں کا بیان ایک امر اوّل پر اور ایک امر ثانی پر صرف سے امر اوّل پر تفریع کا بیان اور وامتنع سے امر ثانی پر۔

پہلی تفریع کا حاصل: یہ ہے کہ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ وصف کے غیر منصرف بننے کے لئے وصف اصلی ہونا شرط ہے تو مررت بنسوة اربع کے اندر اربع یہ منصرف ہے کیونکہ اس میں وزن فعل اور وصفیت ہے لیکن وصفیت عارضی ہے لعدم اصالة الوصفية وصف اصلی نہیں۔

اربع فی قولھم: نکال کر مولانا جامیؒ نے اس بات کی تنبیہ کردی کہ صاحب کافیہؒ نے ذکر تو پورا جملہ کیا لیکن مراد اس سے لفظ اربع ہے نہ کہ مررت بنسوة اربع پورا جملہ۔ وامتنع سے دوسری تفریع کا بیان من الصرف نکال کر امتنع کے صلے کو بیان کردیا کہ اسود، ارقم کا وجود ممتنع نہیں بلکہ ان کا منصرف ہونا ممتنع ہے۔

لعدم مضرة الغلبة امر ثانی پر تفریع کہ غلبہ اسمیت علی الوصفیت جب مضر نہیں تو اسود، ارقم، ادھم غیر منصرف ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگرچہ ان میں غلبہ اسمیت علی الوصفیت ہے لیکن وصف اصلی کے لئے مضر نہیں باقی رہی یہ بات کہ غلبہ اسمیت علی الوصفیۃ کیسے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسود اصل میں موضوع ہے ہر سیاہ چیز کے لئے اس کے افراد میں سے ایک سانپ ہے اس طرح ارقم کی وضع اصل ایسے چیز کے لئے ہے جس میں سواد و بیاض ہو۔ جس کے افراد میں

سے ایک فرد سانپ بھی ہے جس میں سواد و بیاض تھا تو اس کا نام ادقم رکھ دیا گیا۔
اسی طرح ادھم یہ موضوع ہے ہر اس چیز کے لئے جس میں دھمت سیاہی ہو۔ اس کے افراد میں سے ایک فرد سیاہ ہو ہے کی بیڑی بھی ہے تو ادھم اس کا نام رکھ دیا تو یہ تمام کے تمام اسماء من وجہ وصفیت سے خارج ہو گئے تو غلبہ اسمیت علی الوصفیت کی وجہ سے لیکن اصل وضع کے اعتبار سے ان میں وصفیت والا معنی باقی ہے۔ یہ تمام کے تمام اسماء غیر منصرف ہے باقی غیر منصرف کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ایک سبب تو وصف اصلی ہے جو من وجہ باقی ہے دوسرا سبب وزن فعل ہے۔

قال الماتن متن ﴿وضعف منع افعیٰ للحیة و اجدل للصقر و اخیل للطائر﴾

علامہ ابن حاجب نے اس جملہ میں سوال مقدر کا جواب دیا۔

سوال: کہ وصف اصلی کے لئے غلبۃ اسمیت مضر نہیں تو افعیٰ اور اجدل اور اخیل کو وصف اصلی کی وجہ سے غیر منصرف ہونا چاہئے حالانکہ ان کا منصرف ہونا قوی ہے غیر منصرف ہونا ضعیف ہے۔ باقی رہی یہ بات ان میں وصف اصلی کیسے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ افعیٰ مشتق ہے فعوۃ سے بمعنی ہر خبیث چیز مگر بعد میں یہ سانپ کا نام رکھ دیا گیا۔ اسی طرح اجدل مشتق ہے جدل سے بمعنی قوۃ مگر بعد میں یہ مختص ہو گیا شکرے کے ساتھ اسی طرح اخیل مشتق ہے خیلان سے بمعنی سیاہ نکتہ۔ مگر بعد میں یہ خاص ہو گیا ایک پرندے کے ساتھ اُلو ہے یا تیتر۔ لہذا وصف اصلی کے باوجود منصرف پڑھنا دلیل ہے اس بات کی کہ غلبۃ اسمیت مضر ہے۔

جواب: معترض صاحب یہ بات ٹھیک لیکن ان کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہے لیکن غلبہ اسمیت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ان اسماء میں وصف کا پایا جانا یقینی نہیں تھا ظنی اور وہمی تھا جب کہ غیر منصرف کا سبب وصف اصلی یقینی ہوا کرتا ہے نہ کہ ظنی۔

قال الشارح مع ان الاصل فی الاسم ۔

سوال: اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کا انصراف عدم انصراف یکساں ہوتا کیونکہ اگر ان میں وصف اصلی کا ہونا قطعی نہیں تو عدم وصفیت بھی تو یقینی نہیں ہے حالانکہ غیر منصرف ہونا ضعیف اور منصرف ہونا قوی، یہ ضعف اور قوۃ کیوں ہے؟

جواب: ان میں انصراف قوی اس لئے ہے کہ اصل اسماء میں منصرف ہونا ہے اس لئے ان کا منصرف ہونا قوی ہے اور غیر منصرف ہونا ضعیف ہے۔

﴿تیسرا سبب تانیث﴾

متن ﴿التانیث﴾

اسباب منع صرف میں سے تیسرے سبب تانیث کا بیان۔ تانیث کا لغوی معنی ہے مؤنث بنانا۔ نحاۃ کے اصلاح میں مؤنث وہ ہے جس میں علامت تانیث میں سے کوئی علامت پائی جائے علامت تانیث تین ہیں۔(۱) الف ممدودۃ (۲) الف مقصورہ (۳) تاء۔

فائدہ: تاء تانیث کی پانچ شرائط ہیں (۱)۔ زائدہ ہو (۲)۔ متحرک ہو (۳)۔ ماقبل مفتوح ہو (۴)۔ اسم کے آخر میں ہو (۵)۔ وقف کی حالت میں ھاء سے بدل جائے۔ اس تاء کو تائے مدورہ بھی کہا جاتا ہے جس کے مقابلہ میں تاء طویلہ آتی ہے۔ پھر تاء تانیث حاصل بالتاء کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)۔ تانیث لفظی (۲)۔ تانیث معنوی۔ اگر تاء لفظوں میں ہو تو تانیث لفظی کہا جاتا ہے اور اگر اگر تاء مقدر ہو تو تانیث معنوی۔ جیسے ارض اور تانیث حاصل بالالفین بلاشرط غیر منصرف کا سبب بنتی ہے۔ بلکہ ایک ہی سبب قائم مقام دو سبب کے ہوتا ہے۔ یہاں پر اسکی تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ دو قسمیں تانیث لفظی اور تانیث معنوی کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہے اس لئے کہ ان کے لئے شرائط ہیں۔

قال الشارح **اللفظی**۔ مولانا جامیؒ نے التانیث کے بعد اللفظی نکال کر یہ بتادیا کہ تانیث سے مراد مطلق تانیث نہیں بلکہ تانیث لفظی مراد ہے جس پر قرینہ مابعد میں لفظ معنوی ہے۔ اس لیے کہ اس کا تقابل اس کے ساتھ تب ہی درست ہوسکتا ہے جب تانیث سے مراد تانیث لفظی ہو۔

قولہ **الحاصل بالتاء**۔ جار مجرور کے متعلق کو بیان کیا ہے نیز اس طرف اشارہ کردیا کہ یہ ظرف مستقر ہو کر وصفیت ہے تانیث لفظی کی۔

قال الشارح **لا بالالف بالتاء**۔ کی قید کے فائدہ کا بیان کہ بالتاء والی قید احترازی ہے

اس سے تانیث حاصل بالالف کا خارج کرنا ہے

فانہ لا شرط لہ: سے وجہ احتراز کا بیان کہ تانیث لفظی حاصل بالالفین کے غیر منصرف بننے کے لئے شرط ہی نہیں کیونکہ یہ تانیث قوی ہے بغیر کسی شرط کے سبب بن جاتی ہے۔

قال الشارح فی سببیۃ منع الصرف ۔ اس عبارت سے مولانا جامیؒ نے بتادیا کہ علمیت یہ تانیث بالتاء کے وجود کے لئے شرط نہیں بلکہ اس کے غیر منصرف سبب بننے کے لیے شرط ہے۔ او علمیت الاسم یہ عبارت نکال کر یہ بات بتادی کہ العلمیت پر الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے بلکہ تانیث حاصل بالتاء علم ہونا مراد نہیں بلکہ اس اسم مونث کا علم ہونا مراد ہے یہ الف لام عہدی ہے اب اس کا حاصل یہ ہوا کہ تانیث لفظی حاصل بالتاء غیر منصرف سبب بننے کی شرط یہ ہے کہ جس اسم مؤنث میں یہ تانیث پائی جائے وہ اسم مؤنث کا علم ہو۔

قال الشارح لیصیر التانیث لازما ما تانیث ۔تانیث لفظی کی شرط مذکور کی علۃ کا بیان کہ اس کے لئے دو دلیلیں ہیں۔(۱)۔ لانّ الاعلام (۲)۔لان العلمیۃ سے ہے۔

پہلی دلیل : کا حاصل یہ ہے کہ اعلام میں بلاضرورت تغیر تبدل نہیں ہوتا تو جب اعلام میں تغیر تبدل نہیں ہوتا تو علمیت کی وجہ سے تانیث میں بھی تبدیل وتغیر نہیں ہوگا تو اس سے تانیث لازم ہو جائے گی۔

دوسری دلیل: کا حاصل یہ ہے کہ علم جو ہوتا ہے گویا کہ یہ لفظ کی وضع ثانی کے حکم میں ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو کلمہ جن حروف پر وضع کیا جائے وہ حروف کلمہ سے جدا نہیں ہوتا تو لہذا جب تانیث بالتاء میں علمیت پائی جائے گا تو تانیث لازم ہو جائے گی جدا نہیں ہو سکے گی۔

قال الشارح التانیث المعنوی کذالک ۔مولانا جامیؒ نے المعنوی سے پہلے التانیث نکال کر یہ بتادیا کہ یہ صفت ہے جس کا موصوف التانیث محذوف ہے۔

قال الشارح ای کالتانیث ۔مشبہ بہ کا بیان کہ تانیث معنوی تانیث لفظی حاصل بالتاء کی طرح فی شرط العلمیت: وجہ تشبیہ کا بیان کہ یہ تشبیہ علمیت کے شرط ہونے میں جس طرح تانیث لفظی حاصل بالتاء میں اسم مؤنث کا علم ہونا کا شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی اسم کا ہونا شرط ہے۔

قال الشارح الا ان بینھما فرقا ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب دونوں کی شرط ایک ہی ہے تو صاحب کافیہؒ کو چاہئے یہ تھا کہ یوں کہتے التانیث مطلقا شرطه العلمیت تو اس صورت میں عاربت میں اختصار بھی ہو جاتا۔

جواب: کہ باوجودیکہ ان دونوں میں اسم کا مؤنث کا ہونا شرط ہے لیکن پھر بھی فرق ہے کہ تانیث لفظی حاصل بالتاء میں علمیت کی شرط وجوبی ہے لیکن تانیث معنوی میں علمیت شرط جوازی ہے باقی رہا سوال یہ فرق کیسے معلوم ہوا؟

جواب: یہ ہے کہ صاحب کافیہ کا ان دونوں قسموں کو جدا جدا بیان کرنا ہے جس سے فرق معلوم ہوتا ہے۔

قوله ولا بد فی وجوبه ۔مولانا جامیؒ کی غرض صاحب کافیہؒ کی آنے والی عبارت کا مقصد بیان کرنا ہے کہ جب ماقبل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تانیث معنوی کے لئے علمیت شرط جوازی ہے وجوبی نہیں تو ضرورت تھی اس بات کو بیان کرنا کہ تانیث معنوی کے لئے شرط وجوبی کیا ہے تو صاحب کافیہؒ نے شرط تحتم تاثیرہ سے بیان کیا۔

قال الماتن ﴿شرط تحتم تاثیره﴾

قال الشارح ای شرط وجوبه ۔یہ تفسیر غیر المشهور بالمشهور ہے کہ تحتم یہ غیر مشہور لفظ ہے جس کا معنی وجوب ہے (ہ) ضمیر کا مرجع مؤنث معنوی ہے اب عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ شرط تانیث معنوی کے وجود کے لئے نہیں بلکہ غیر منصرف سبب بننے کے لئے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تانیث معنوی کے غیر منصرف کے سبب وجوبی بننے کے لئے احد الامور الثلاثه شرط ہے۔امور ثلاثہ میں سے

امر اوّل: کہ وہ کلمہ زائد علی الثلاث ہو جیسے زینب

امر ثانی:۔ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے سقر

امر ثالث :۔اگر متحرک الاوسط بھی نہ ہو تو ثلاثی ساکن الاوسط ہو کر عجمہ ہو جیسے ماہ اور جور کہ یہ ثلاثی بھی ہے ساکن اوسط بھی لیکن اس میں عجمہ پایا جاتا ہے اس لئے کہ غیر منصرف ہے اس کو عبارت سوال مقدر کا جواب بھی بنایا جاسکتا ہے۔

سوال: شرط تحتم تاثیره مبتداء ہے اور الزیادة علی الثلاثة مع معطوفین اس کی خبر ہے

ترجمہ یہ ہوگا تانیث معنوی کے تحتم تاثیر کی شرط زیادة علی الثلاثه و تحرك الاوسط و عجمه کا مجموعہ ہے یعنی تینوں کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے حالانکہ یہ غلط ہے ان میں سے صرف کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔

جواب: شارح نے جواب دیا احد الامور الثلاثه کہ یہاں خبر مجموعہ نہیں بلکہ کل واحد ہے بعنوان دیگر عطف مؤخر ہے اور حکم مقدم ہے اور لفظ او مانعۃ الخلو کے لئے ہے تو مراد اس سے احد الامور الثلاثه ہے۔

قال الشارح **ای زیادة حروف الکلمة علی ثلاثة** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: متبادر الی الذھن الزیادة سے زیادة علی ثلاثة الحرکات ہے جس کا مطلب یہ ہوگا تانیث معنوی والا کلمہ تین حرکات سے زائد پر مشتمل ہو۔

جواب: یہاں سے زائد علی الثلاث سے مراد حرکات نہیں بلکہ حروف ہیں۔

قال الشارح **و انما اشترط فی وجوب** ۔تانیث معنوی کی شرط وجوبی کی علۃ کا بیان۔

سوال: تانیث معنوی کی تاثیر وجوبی کے لئے احد الامور الثلاثه کو کیوں شرط قرار دیا۔

جواب: اگر تانیث معنوی میں احد الامور الثلاثہ کو شرط نہ قرار نہ دیا جائے تو یہ کلمۃ انتہائی خفیف ہو جائے گا کیونکہ وہ کلمہ ثلاثی ساکن الاوسط عربی ہوگا جو کہ خفیف ہوا کرتا ہے اور اس کی خفت احد السببین کے مقابل آجائے گے اور اس کو اثر کرنے سے یعنی غیر منصرف کا سبب بننے سے روک دیگی تو علۃ واحدہ باقی رہ جائے گی جس سے کلمۃ غیر منصرف نہ ہوگا اسلئے احد الامور الثلاثه کو شرط قرار دے دیا تا کہ ان سے کلمہ میں ثقل پیدا ہو جائے جس سے خفت زائل ہو جائے گی تو دونوں سبب باقی رہیں گے اور موثر رہینگے۔ باقی رہی یہ بات کہ ان امور ثلاثہ سے ثقل کیسے پیدا ہوتا ہے زائد علی الثلاثه سے اور تحرك الاوسط کا ثقیل ہونا تو بالکل واضح ہے اور عجمہ سے ثقل اسی طرح پیدا ہوتا ہے اہل عجم کی لسان اہل عرب پر ثقیل ہوتی ہے۔

قال الشارح **فھند منصرف نظراً** ۔شرائط مذکور پر تفریع کا بیان کہ ھند کا انصراف بھی جائز اور عدم انصراف بھی اگر ھند میں یہ لحاظ کیا جائے کہ اس میں تانیث معنوی کی تاثیر وجوبی کی

شرط نہیں پائی جاتی یعنی احد امور الثلاثہ تو اس کا منصرف پڑھنا جائز ہے اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ تانیث معنوی کی تاثیر جوازی کی شرط علیت پائی جاتی ہے تو اس کو غیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔

یاد رکھیں مولانا جامیؒ نے اس تفصیل سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یجوز سے جو امکان سمجھ میں آ رہا ہے اس میں امکان خاص مراد ہے یعنی نہ انصراف واجب ہے نہ عدم انصراف۔

قال الشارح **وزینب و سقر** ۔ماقبل پر دوسری تفریع کا بیان ہے زینب، سقر، ماہ، جــور کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اور انصراف ممتنع ہے اس لئے کہ ان میں دو سبب موجود ہیں۔ تانیث معنوی اور علمیت ہے اور تانیث معنوی کی تاثیر وجوبی کی شرط احد امور الثلاثہ بھی پائی جاتی ہے کہ اوّل مثال زائد علی الثلاثہ ہے کی ہے ثانی مثال ثلاثی متحرک الاوسط کی ہے اور تیسری مثال عجمہ کی ہے۔

فائدہ: شرط تحتم تاثیرہ تین اضافتوں میں مشتمل ہے۔(۱)۔شرط کی اضافت تحتم کی طرف (۲)۔تحتم کی اضافت تاثیر کی طرف (۳)۔تاثیر کی اضافت (ہ) ضمیر کی طرف جیسا قرآن مجید میں بھی ذکر رحمت ربك۔

قال الشارح **﴿فان سمی به مذکر فشرطه الزیادة علی الثلثه﴾**

تانیث معنوی کے لئے احد الامور الثلاثہ اس وقت شرط ہے جب مؤنث کا علم ہو اگر کسی مذکر کا علم ہو تو پھر احد الامور ثلاثہ والی شرط کافی نہیں بلکہ اس کی شرط فقط یہ ہے کہ وہ کلمۃ زائد علی الثلاثہ ہو لیکن باقی امرین یعنی تحرک اوسط اور عجمہ کا ہونا کافی نہیں اس لئے کہ جب مؤنث معنوی والا کلمہ سے کسی مذکر کا علم ہو جائے گا تو تانیث بالکلیت زائل ہو جاتی ہے جب کہ غیر منصرف بننے کے لئے شرط قوی کی ضرورت ہے اور قوی ان امور ثلاثہ میں سے زائد علی الثلاثہ ہے۔ اس لئے کہ حرف رابع قائم مقام تائے تانیث مقدرہ کے ہوتا ہے بخلاف تحرک اوسط کے کہ وہ نائب ہے حرف رابع کا اور حرف رابع نائب ہے تاء کا تو حرف اوسط کا متحرک ہونا یہ نائب النائب ہوا اس کا اعتبار کرنا غیر مناسب ہے اسی طرح عجمہ بھی سبب معنوی ہے وہ بھی ضعیف ہے۔

خلاصہ: تانیث بالتاء کے لئے صرف علمیت شرط ہے خواہ وہ مذکر کا علم ہو یا مؤنث کا اگر تانیث معنوی اگر مؤنث کا علم ہو تو اس کی شرط احد الامور ثلاثہ اور علمیت ہے اگر تانیث معنوی والا کلمہ

کسی مذکر کا علم ہوتو اس میں ایک علمیت کی شرط دوسری زائد علی الثلاث کی ہے۔

قال الشارح **ای بالمؤنث المعنوی** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ ہ) ضمیر کا مرجع کیا ہے۔ جس میں دو احتمال ہیں۔(۱)۔تانیث معنوی (۲)۔مؤنث معنوی۔ دونوں باطل ہیں اوّل اس لئے باطل ہے کہ مطلب یہ ہوگا اگر تانیث معنوی کو کسی کا علم بنا دیا جائے حالانکہ تانیث معنوی تو سرے سے ہی علم نہیں ہوتی اور دوسرا اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں اضمار قبل الذکر کی خرابی لازم آتی ہے کہ مؤنث معنوی کا ذکر ماقبل میں ہے ہی نہیں۔

جواب : ہ ضمیر کا مرجع مؤنث معنوی ہے باقی رہا اضمار قبل الذکر اس کا جواب یہ ہے کہ اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا اس لئے کہ اگرچہ صراحۃ ماقبل میں مؤنث معنوی مذکور نہیں لیکن ضمناً مذکور ہے۔

قولہ **لان الحرف الرابع** ۔وجہ اشتراط کا بیان کہ زائد علی الثلاث کی شرط کیوں لگائی۔

جواب : کہ چوتھا حرف تائے تانیث کے قائم مقام ہوجائے گا جس کی وجہ سے یہ تانیث لفظی کی طرح ہوگا کہ جس طرح مؤنث لفظی کسی مذکر کا نام بھی ہوتب بھی غیر منصرف ہوتا ہے اس طرح یہ بھی۔

قال الماتن **فقدم منصرف** ۔ماقبل پر تفریع کا بیان یعنی احترازی مثال کا بیان کہ قدم کسی شخص کا نام دیا جائے تو اس میں علمیت بھی اور تانیث معنوی بھی ہے لیکن تانیث معنوی کی تاثیر وجوبی کی شرط نہیں پائی جاتی اس لئے منصرف ہوگا۔

قال الشارح **وهو مؤنث معنوی** ۔ اس عبارت میں مولانا جامیؒ تین باتیں بیان کررہے ہیں۔ پہلی بات کہ قدم مؤنث معنوی ہے لفظی نہیں کیونکہ اس میں علامت تانیث کی مذکور نہیں۔ دوسری بات کہ مؤنث معنوی مؤنث سماعی ہوا کرتی ہے قیاسی نہیں۔ تیسری بات باعتبار معناہٗ کہ تانیث معنوی کی کیفیت کا بیان۔

سوال : کہ قدم میں تانیث معنوی پر کیا دلیل ہے کہ تانیث کیسے پائی جاتی ہے۔

جواب : باعتبار معنی جنسی کے تانیث پائی جاتی ہے کیونکہ یہ انسانی اعضاء میں سے ایک عضو پاؤں کا نام ہے اور انسانی اعضاء اور شہروں کے نام مؤنث سماعی ہوتے ہیں اسی وجہ سے قدم کی صفت بھی مؤنث لائی جاتی ہے اور ضمیر بھی اس کی طرف مؤنث لوٹائی جاتی ہے۔اب اگر یہ لفظ قدم کسی

اور شخص کا نام رکھ دیا جائے سرعت سیر کی وجہ سے تو تانیث جاتی رہے گی اور یہ کلمہ چونکہ زائد علی الثلاث بھی نہیں کہ اس میں حرف رابع کو تانیث کے قائم مقام بنایا جاسکے فقط ایک سبب باقی رہا علمیت والا جس سے یہ کلمۃ غیر منصرف نہیں ہوگا منصرف ہوگا۔

قال الماتن **فعقرب ممتنع** ۔ماقبل پر تفریع کا بیان اور اتفاقی مثال کا بیان کہ عقرب غیر منصرف ہے اس میں دو سبب پائے جاتے ہیں۔(۱)۔علمیت (۲)۔تانیث معنوی اور منصرف کی شرط تاثیر کی زیادۃ علی الثلاث وہ بھی پائی جاتی ہے کہ یہ موضوع ہے موذی من الموذیات تو اس میں تانیث ہے اس لئے عقرب میں تانیث ہے باقی تفصیل اس طرح ہے جس طرح ماقبل میں قدم کے بارے میں تھی۔

قال الشارح **لانہ وان زال التانیث** ۔سوال مقدر کا جواب اور عدم انصراف کی علۃ کا بیان۔

سوال : عقرب میں جو تانیث معنوی تھی وہ علمی کی وجہ سے بالکلیت زائل ہوچکی ہے تو یہ غیر منصرف کیسے ہوا۔

جواب : اگرچہ اس میں تانیث علمیت کی وجہ سے زائل ہوگئی ہے لیکن چوتھا حرف حرف تانیث کے قائم مقام ہے۔

قال الشارح **بدلیل انہ** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ قدم میں کوئی قائم مقام نہیں رہا۔عقرب میں قائم مقام موجود ہے۔

جواب : ضابطہ ہے التصاغیر التکاسیر تردالاشیاء الی اصولھا، قدم کی تصغیر قدیمۃ بالتاء ہے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی قائم مقام نہیں ورنہ تاء کا ظہور نہ ہوتا اور عقرب کی تصغیر عقیرب بغیر تاء کے اظہار کے آتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ

﴿چوتھا سبب معرفہ﴾

قال الماتن **﴿المعرفۃ شرطھا ان تکون علمیۃ﴾**

اسباب منع صرف میں سے چوتھا سبب معرفہ ہے جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ معرفہ وہ ہے جو وضع کیا

گیا ہے معین شئی کے لئے اور معرفہ کا غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے علمیت شرط ہے۔ یعنی معرفہ کے سات قسموں میں سے غیر منصرف کا سبب علم ہی بنتا ہے۔

قال الشارح اى التعريف لان سبب منع الصرف ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: معرفہ کو غیر منصرف کے اسباب سے شمار کرنا صحیح نہیں کیونکہ معرفہ تو ذات معین کو کہا جاتا ہے جب کہ اسباب منع صرف کے وہ تو اعراض اور اوصاف کے قبیل سے ہیں۔

جواب: المعرفه بمعنی تعریف کے ہے کا صیغہ معرفه کا صیغہ مصدر میمی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ تعریف مصدر اور وصف ہے لہذا اس کو اسباب منع صرف سے شمار کرنا درست ہے۔

جواب ثانی: المعرفه مجازاً بمعنی التعریف ہے تو یہ ذکر تو محل کا ہے لیکن ارادہ حال کے قبیل سے ہے۔

قال الشارح اى شرط تاثيرها فى منع الصرف ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے معرفه کے لئے علمیت کو شرط قرار دے دیا حالانکہ علم کے بغیر بھی معرفہ پایا جاتا ہے جیسے الرجل اسی طرح هذا حالانکہ مشروط بغیر شرط کے نہیں پایا جاتا تو الحاصل معرفہ کے لئے علمیت کی شرط لگانا درست نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا یہ وجود اور تحقق معرفہ کے لئے شرط نہیں بلکہ معرفہ کے سبب بننے کے لئے شرط ہے۔

قال الشارح اى كون هذا النوع من جنس التعريف ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ان تکون، ان مصدریہ کی وجہ سے کونها کی تاویل میں ہے اور علمية میں یا تاء مصدریت کی ہے اس کا حاصل بھی کونها علما ہوگا اب ان تکون علمية کا حاصل یہ ہوگا شرطها کونها کونها علما تو اس میں کون کا تکرار لازم آ رہا ہے۔

مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں پہلا جواب تسلیمی اور دوسرا جواب انکاری

جواب اول: علی سبیل التسلیم کہ ہم اس کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ علمیت میں یا اور تاء مصدریت

کی ہے لیکن کون کا تکرار نہیں کیونکہ کون اوّل سے مراد جنس تعریف ہے اور کون ثانی سے مراد نوع تعریف ہے تو مقصد یہ ہوگا کہ جنس تعریف کے لئے شرط یہ ہے کہ نوع علم سے ہو۔ اس لئے کہ تعریف جنس ہے جس کے تحت متعدد نوعیں تھیں۔ مضمرات، اشارات وغیرہ۔ المعرفہ کہنے سے متعین نہیں تھا کہ کونسی نوع مراد ہے تو صاحب کافیہ ؒ نے متعین کر دیا کہ یہاں تعریف علمی مراد ہے۔

جواب ثانی: کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ علمیت میں یا تاء مصدریت کی ہے بلکہ یاء نسبت کی ہے جب یاء نسبت کی ہے اب علمیت کا معنی ہوگا منسوباً الی العلم۔ شرطها کونها منسوباً الی العلم یعنی تعریف کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط یہ کہ وہ تانیث منسوب ہو علم کی طرف۔

قال الشارح و انما جعلت مشروطة بالعلمية۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: معرفہ کے غیر منصرف سبب بننے کے لئے علمیت کو کیوں شرط لگا دیا۔ باقی اقسام غیر منصرف کے سبب کیوں نہیں بن سکتے۔

جواب: باقی اقسام میں غیر منصرف کے سبب بننے کی صلاحیت ہی نہیں اس لئے کہ

(۱)۔ مضمرات (۲)۔ اسمائے اشارات (۳)۔ اسمائے موصولات۔ معرفہ کی یہ تینوں اقسام مبنی ہیں۔ جب کہ غیر منصرف معرب ہے تو ایک ضد دوسری ضد کا سبب کیسے بن سکتی ہے اور باقی رہا معرف باللام اور معرف بالاضافت یہ غیر منصرف کو منصرف بنا دیتی ہیں تو غیر منصرف کا سبب کیسے بن سکتی ہے اور باقی رہا ایک قسم معرف بالنداء اگر یہ مفرد معرفہ ہے تو مبنی ہے اگر مضاف۔ شبہ مضاف ہے تو معرفہ بالاضافت میں داخل ہے اور اگر نکرہ ہے تو وہ سرے سے معرفہ ہی نہیں لہذا باقی ایک ہی قسم رہا علمیت وہی ہی غیر منصرف کا سبب بن سکتی ہے۔

قال الشارح انما جعل المعرفة سببا۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب معرفہ کے اقسام میں سے صرف ایک قسم علمیت ہی سبب بن سکتی تھی تو مصنف کو عنوان بھی یوں قائم کرنا چاہیے تھا العلمية تو اس سے اختصار بھی ہو جاتا نیز ماخذ اور ماخوذ یعنی

کافیہ اور مفصل میں موافقت بھی ہو جاتی۔

جواب : صاحب کافیہؒ نے ایسا اس لئے نہیں کیا کہ تمام کے تمام اسباب میں فرعیت پائے جاتی ہے اور معرفہ میں فرعیت کا پایا جانا ظاہر تھا اس لئے کہ اس میں فرعیت پائی جاتی ہے بلا واسطہ اور علم میں فرعیت کا پایا جانا غیر ظاہر تھا اس لئے اس میں فرعیت بالواسطہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس میں بلا واسطہ فرعیت پائی جائے اسی کو سبب بنایا جائے تو صاحب کافیہؒ نے معرفہ کو سبب بنا کر علمیت کو شرط قرار دے دیا۔

﴿پانچواں سبب عجمہ﴾

قال الماتن ﴿العجمة شرطها ان تكون علمية فى العجمة﴾

اسباب منع صرف میں سے پانچواں سبب عجمہ ہے۔ عجمہ کے غیر منصرف سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں۔(۱)۔علمیت (۲)۔ احد الامرین کہ زائد علی الثلاث ہو یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو

قال الشارح وهى كون اللفظ مما وضعه غير العرب ۔سوال مقدر کا جواب۔

سوال : کہ عجمہ کو اسباب منع صرف سے شمار کرنا غلط ہے اس لئے کہ عجمہ نام ہے اس اسم کا جس کا واضع غیر عرب ہو اور حالانکہ اسباب منع صرف تو اوصاف کے قبیل سے ہیں نہ کہ ذات کے قبیل سے

جواب : عجمہ کا معنی یہ ہے کہ کون اللفظ یعنی کسی لفظ کا ان الفاظ سے ہونا جس کو غیر عرب نے وضع کیا ہو اور عجمہ بایں معنی اوصاف کے قبیل سے ہو جائے گا۔

قال الشارح ولتاثيرها فى منع الصرف ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے عجمہ کے لئے دو شرطیں لگائی حالانکہ لجام عجمہ ہے لیکن دونوں شرطیں موجود نہیں اور قاعدہ یہ تھا تو اذا فات الشرط فات المشروط۔ تو اسمیں عجمہ کیوں پایا جاتا ہے

جواب : یہ شرائط وجود عجمہ اور ذات عجمہ کے لئے نہیں بلکہ غیر منصرف کے سبب اور موثر بننے کے لئے شرطیں ہیں۔

قال الشارح شرطان۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: عجمہ کے لئے جب دو ہی شرطیں تھی تو کلمۃ حصر کو کیوں ذکر نہیں کیا۔

جواب: دیا کہ یہاں عطف مقدم ہے ربط پر جو کہ مفید حصر ہے۔ نیز یہ استقلال کا فائدہ دیتا ہے اب معنی ہوگا کہ عجمہ کے غیر منصرف۔ کے سبب بننے کے لئے عجمہ کا لغت عجم میں علم ہونا ایک مستقل شرط ہے اور احد الامرین بھی ایک مستقل شرط ہے۔

قال الشارح **شرطها الاول ان تكون** ۔شرطہا کے بعد لفظ اوّل نکال کر مصداق کو بیان کر دیا

قال الشارح **ای منسوبة الی العلم** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کی تقریر گذر چکی ہے معرفہ کے اندر ان تكون علمية میں۔ وہیں سے دیکھ لیا جائے۔

جواب: البتہ یہاں جواب انکاری دیا جا سکتا ہے تسلیمی نہیں دیا جا سکتا۔ انکاری جواب یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ علمیۃ میں یاء تاء مصدریت کی ہے بلکہ یاء نسبت کی ہے معنی یہ ہوگا منسوبة الی العلم یعنی عجمہ کا علم کی طرف منسوب ہونا باعتبار تحقق کے ہو۔

سوال: ماقبل کے اندر معرفہ کی بحث میں دو جواب دیئے تھے ایک تسلیمی اور ایک انکاری یہاں تسلیمی جواب کیوں نہیں دیا جا سکتا۔

جواب: یہاں تسلیمی جواب اس لئے نہیں دیا جا سکتا کہ وہاں معرفہ کی انواع تھیں جس کی وجہ سے وہاں پر کون اوّل سے جنس مراد لے لی تھی اور کون ثانی سے نوع لیکن عجمہ کی تو کوئی نوع نہیں۔ یہاں جب انواع نہیں تو یہ جواب کیسے چل سکتا ہے۔

قال الشارح **فی اللغة العجمية** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: فی العجمة میں فی ظرفیۃ کے لئے ہے حالانکہ العجمة نہ ظرف زمان ہے اور ظرف مکان تو اس کو ظرف کیسے بنانا صحیح ہے نیز اگر ظرف مان بھی لیا جائے تو پھر ظرفية الشئی لنفسه کی خرابی لازم آتی ہے کہ مظروف بھی عجمہ ہے اور ظرف بھی عجمہ ہے۔

جواب: العجمة صفت ہے جسکا موصوف اللغت محذوف ہے کی تو یہ ظرف اعتباری ہے

سوال: عجمہ صفت واقع نہیں ہوسکتا کیونکہ صفت محمول علی الموصوف ہوا کرتی ہے جب کہ یہاں عجمۃ کا لغت پر حمل نہیں ہوسکتا یوں کہنا جائز نہیں اللغة عجمة۔

جواب: شارح نے جواب دیا کہ العجمۃ کے ساتھ یاء نسبت کی لاحق کردی جائے گی اب اسم منسوب ہو کر جو بمنزلہ مشتق کے ہو جائے گا اور حمل صحیح ہو جائے گا۔

قال الشارح بان توکن متحققة فی ضمن العلم ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ہم آپ کو دکھاتے ہیں ایک لفظ ہے جو لغت عجم میں علم نہیں جیسے قالون لیکن اس کو غیر منصرف پڑھا جارہا ہے دو سببوں کی وجہ سے علمیت اور عجمہ حالانکہ عجمہ کی شرط موجود نہیں۔

جواب: لغت عجم میں علم ہونے میں تعیم ہے خواہ وہ حقیقۃً علم ہو۔ جیسے ابراھیم۔ یا حکماً علم ہو جس کی صورت یہ ہے کہ عربوں نے لغت عجم سے لفظ کو بغیر کسی تغیر وتبدل کے نقل کر کے اس کو علم بنادیا جیسے قالون یہ لغت عجم کے اندر اسم جنس ہے ہر عمدہ چیز کو کہا جاتا ہے لیکن عربوں نے اس کو نقل کر کے بغیر کسی تغیر وتبدل کے نام رکھ دیا قاری کا اس مناسبت سے کہ اس کی قرائت بھی بہت عمدہ تھی اس کا نام قالون رکھ دیا تو یہ حقیقۃً لغت عجم میں علم نہیں لیکن حکمی ہے۔

قال الشارح وانما جعلت شرطا ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: عجمہ کے لئے علمیت کی شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب: دلیل اشتراط یہ ہے کہ جب عجمی لفظ منتقل الی العرب ہوتا تو اس کا تلفظ عرب کے لئے دشوار ہوتا تو اس میں اہل عرب ثقل کو دور کرنے کے لئے تغیر وتصرف کرتے حالانکہ ثقل اور قوۃ کی بنا پر عجمہ غیر منصرف کا سبب بنتا اس میں علمیت کی شرط لگادی۔ تاکہ عجمہ تغیر وتبدل سے محفوظ ہو جائے جس سے اس کی قوت اور ثقل باقی رہے گا۔

قال الشارح فعلیٰ هذا لوسمی ۔شرط اوّل کی انتفاء پر تفریع کا بیان کہ اگر لجام سے کسی کا نام بھی رکھ دیا جائے تو منصرف ہوگا اس لئے کہ اگر اسمیں دو سبب موجود ہیں علمیت اور عجمہ لیکن عجمہ کے غیر منصرف ہونے کے لئے پہلی شرط کہ لغت عجم میں علم ہو خواہ حقیقۃً یا حکماً وہ نہیں

پائی جاتی حقیقۃً علم کا نہ ہونا تو ظاہر ہے اور حکماً بھی نہیں اس لئے عربوں نے نام رکھنے سے پہلے تغیر تبدل کردیا ہے کہ اصل میں لگام تھا پھر کاف کو جیم سے بدل دیا لجام ہوگیا۔

و شرطها الثاني: کہ الثانی نکال کر مولانا جامیؒ نے مصداق بتادیا۔

قال الشارح **احد الامرين** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: شرطها مبتداء ہے۔ تحرك الاوسط او الزيادة یہ مجموعہ خبر ہے اب شرط ثانی یہ ہوئی کہ تحرک اوسط اور زائد علی الثلاثہ دونوں پائی جائیں حالانکہ ان امرین میں سے صرف ایک کا پایا جانا شرط ہے۔

جواب: دیا کہ خبر اس کے لئے احد الامرين ہے کہ ان دونوں میں کسی ایک کا پایا جانا اور لفظ او مانعة الخلو کے لئے ہے۔

الحرف: نکال کر شارح نے اشارہ یہ کردیا کہ تحرک صفت ہے موصوف محذوف الحرف کی۔

قال الشارح **اى على ثلاثه احرف** ۔سوال مقدر کا جواب ہے جو گذر چکا ہے۔

قال الشارح **اى الزياده على ثلاثة احرف** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: عجمہ کے لئے احد الامرین کو کیوں شرط قرار دیا۔

جواب: عجمہ کے لئے احد الامرين کو شرط قرار نہ دیا جائے تو وہ کلمہ ثلاثی ساکن الاوسط ہوگا جو کہ انتہائی خفیف ہوتا ہے اور خفت معارض و مقابل ہوگی احد السببين کے اور عجمہ کو تاثیر سے روک دیتی ہے جس کی وجہ سے وہ غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا۔ اسی وجہ سے عجمہ میں شرط لگادی احد الامرين کی تاکہ اس میں ثقل پیدا ہوجائے اور خفت زائل ہوجائے اور یہ منع صرف میں موثر بن سکے۔

قال الشارح **فنوح منصرف هذا تفريع** : مولانا جامیؒ نے یہ صراحت کردی کہ اس عبارت سے صاحب کافیہؒ کی غرض شرط ثانی کو انتفاء پر تفریع کو بیان کرنا ہے کہ نوح منصرف ہے کیونکہ بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس میں جب دو سبب موجود ہیں علمیت اور عجمہ تو اس کو غیر منصرف ہی ہونا چاہئے لیکن اس میں چونکہ عجمہ کی جو شرط ثانی احد الامرين وہ یہاں پائی نہیں

جاتی اسی وجہ سے یہ منصرف ہے۔

قال الشارح **هذا اختیار المصنف** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ صاحب کافیہؒ نے شرط اول کی انتفاء پر تفریع کو بیان نہیں کیا۔ تو شرط ثانی کے انتفاء پر تفریع بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ صاحب کافیہؒ کی غرض یہاں پر تفریعات کو بیان کرنا نہیں بلکہ ایک مسئلہ اختلافیہ میں ما ھو المختار کو بیان کرنا ہے اور اس میں چونکہ شرط ثانی کی انتفاء کی تفریع کو دخل تھا اس لئے ضمناً شرط ثانی کی انتفاء پر بھی تفریع بیان کردی۔ باقی رہا

مسئلہ اختلافی: کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعض نحاۃ علامہ جار اللہ زمخشری کا مذھب یہ ہے کہ نوح ھند کی طرح ہے۔ جس طرح ھند کا انصراف اور عدم انصراف دونوں جائز ہے اسی طرح نوح کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔

صاحب کافیہؒ اور محققین کا مذھب یہ ہے کہ نوحؑ کا انصراف متعین ہے غیر منصرف پڑھنا جائز نہیں۔

دلیل: علامہ زمخشری کی کہ وہ عجمہ کو تانیث معنوی پر قیاس کرتے ہیں جس طرح ھند میں تانیث معنوی اور علمیت کی وجہ سے اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔ باوجود یہ احد الامور ثلاثہ کی شرط نہیں پائی جاتی۔

دلیل کا جواب: مصنفؒ اور محققین اس دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ تانیث معنوی پر عجمہ کو قیاس کرنا یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ تانیث معنوی بنسبت عجمہ کے قوی ہے اس لئے کہ اس کی علامت مقدر ہے جو کبھی ظاہر بھی ہو جاتی ہے جیسے ھند اس کی تصغیر ھنیدۃ آتی ہے اس میں تاء ظاہر ہوگئی ہے۔ اسی وجہ سے اس میں قدر قوت موجود ہے لہذا تانیث معنوی میں اگر وجوبی تاثیر کی شرائط نہ بھی ہوں تب بھی اپنے قوت کی وجہ سے علمیت کے ساتھ مل کر جوازی طور پر کلمہ کو غیر منصرف بنادے گی۔ بخلاف عجمہ کے وہ ایک امر معنوی ہے جس کی ظاہری کوئی علامت نہیں لہذا تانیث معنوی پر قیاس کرنا غلط ہوا لھذا نوح کو منصرف پڑھنا واجب ہے غیر منصرف پڑھنا جائز نہیں

قال الشارح **فان قلت** ۔ سے مولانا جامیؒ ایک سوال نقل کر کے قلنا کا

جواب دے رہے ہیں۔

سوال: ماہ وجور یہ غیر منصرف ہیں۔جس میں ثلاثی ساکن الاوسط ہونے کے باوجود عجمہ کا اعتبار کیا گیا حالانکہ ابھی ماقبل میں آپ نے نوح میں ثلاثی ساکن الاوسط عجمہ کا اعتبار نہیں کیا تو پھر آپ ماہ اور جور کے اندر اس کا اعتبار کیسے کرتے ہیں۔

جواب: ماہ، جور میں عجمہ کا معتبر ہونا مستقل سبب ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس میں دو سبب مستقل موجود ہیں۔(۱)۔علمیت (۲) تانیث معنوی۔البتہ عجمہ کا اعتبار صرف شرط ہونے کی حیثیت سے ہے۔جس کی وجہ سے تانیث معنوی کو قوت مل جاتی ہے لہذا نوح میں عجمہ کا اعتبار نہ کرنا وہ مستقل سبب ہونیکی حیثیت سے تھا اور یہاں اعتبار کرنا شرط ہونے کی حیثیت سے ہے۔

قال الماتن **و شترو ابراهیم ممتنع** ۔شرط ثانی کے وجود پر تفریع کا بیان کہ شتر اور ابراھیم کا منصرف ہونا ممتنع ہے کیونکہ ان میں دو سبب موجود ہیں علمیت اور عجمہ اور عجمہ کے غیر منصرف سبب بننے کے لئے دونوں شرطیں موجود ہیں شتر ثلاثی متحرک الاوسط ہے یہ ایک قلعہ کا نام اور ابراھیم میں علمیت اور عجمہ ہے اور عجمہ کی غیر منصرف سبب بننے کے لئے شرطیں موجود ہیں کہ علم ہے اور احد الامرین میں سے زائد علی الثلاث ہے۔

قال الشارح **انما خص التفریع باشرط الثانی** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے شرط ثانی کے انتفاء پر تفریع تو بیان کی ہے اور اس کے وجود پر بھی تفریع بیان کی لیکن شرط اوّل کے نہ تو انتفاء پر تفریع بیان کی ہے نہ وجود پر اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا صاحب کافیہؒ کی غرض کوئی یہاں تفریعات کو بیان کرنا بلکہ یہاں پر مقصود ایک مسئلہ اختلافی میں ما ھو المختار کو بیان کرنا ہے اس کا تعلق چونکہ شرط ثانی کے ساتھ تھا اس لئے اس ضمن میں تفریع کو بیان کردیا ہے اور وہ مسئلہ اختلافی ماقبل میں گذر چکا ہے۔

قال الشارح **لهذا قدم انصرافه** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ علامہ ابن حاجب کی غرض مسئلہ اختلافیہ میں ما ھو

المختار کو بیان کرنا ہے۔تفریعات نہیں۔

جواب: اس لئے کہ اگر صاحب کافیہؒ کی غرض ما هو المختار کو بیان کرنا نہ ہوتی تو مصنف پہلے شرط ثانی کے وجود پر تفریع کو بیان کرتے اس کے بعد شرط ثانی کے انتفاء پر تفریع بیان کرتے اس لئے کہ وجودی چیز اشرف اور مقدم ہوا کرتی ہے عدمی سے تو صاحب کافیہؒ برعکس کر کے اشارہ کر دیا کہ میرا مقصود یہاں مسئلہ اختلافیہ میں ما هو المختار کو بیان کرنا ہے۔تفریعات نہیں۔

قال الشارح **و اعلم ان اسماء الانبیاء** ۔اس عبارت سے فائدہ کا بیان۔مولانا جامیؒ انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں کے انصراف اور عدم انصراف کے بارے میں بتانا چاہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ چھ ناموں کے سوا تمام کے تمام غیر منصرف ہیں وہ چھ نام یہ ہیں۔

محمد ﷺ، صالحؑ، شعیبؑ، ھودؑ، نوحؑ، لوطؑ

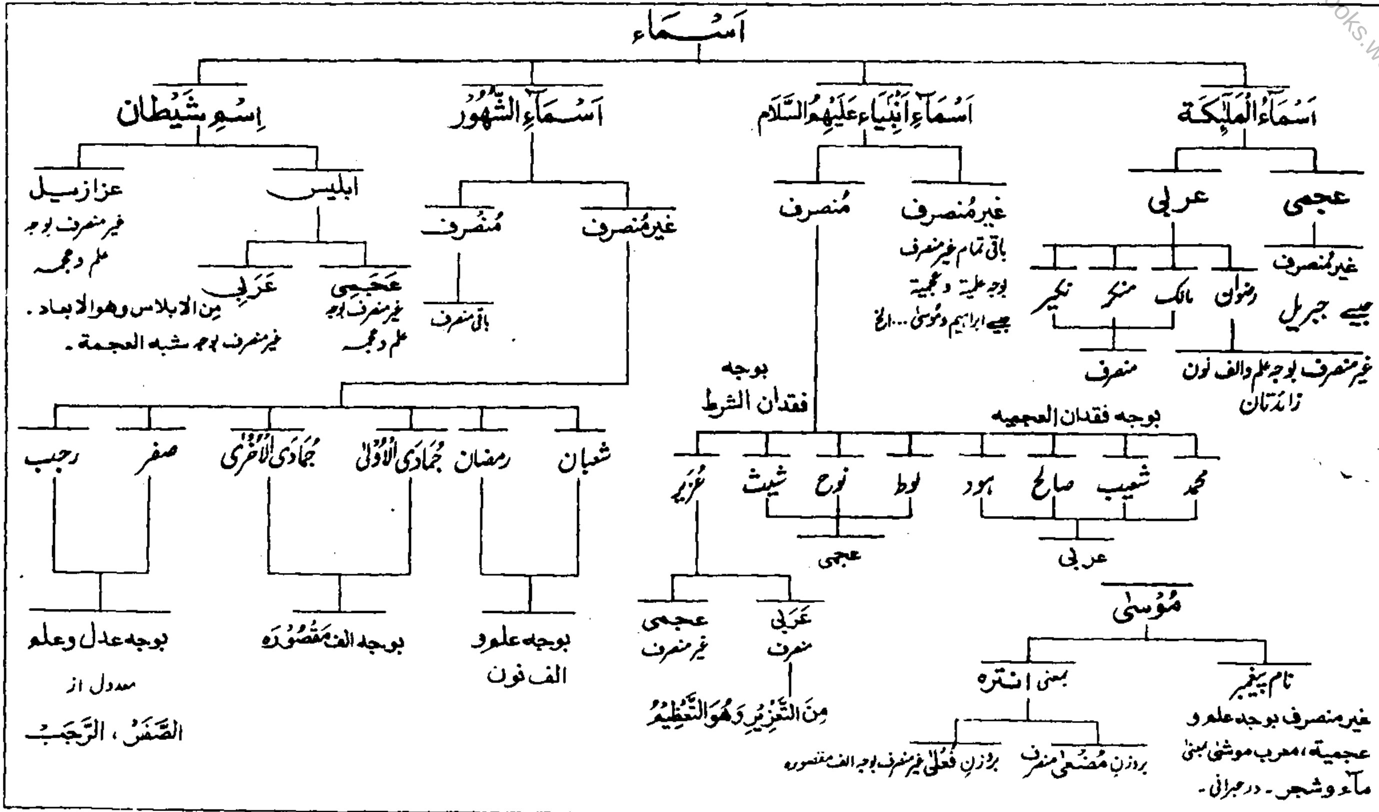
سوال: عزیر بھی تو ان چھ ناموں کے ماسوا ہے اور منصرف ہے تو لہذا چھ میں انحصار درست نہ ہوا۔

جواب: عزیر کے نبی ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے ان کے نبی ہونے پر مستقل دلیل موجود نہیں۔

سوال: شیث بھی ان چھ ناموں کے ماسوا ہے اور منصرف ہے تو پھر بھی انحصار چھ میں درست نہ ہوا۔

جواب: مولانا جامیؒ کی غرض ان ناموں کو بیان کرنا ہے جو قرآن مجید میں ہیں اور شیث کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں۔اور ان چھ ناموں کی منصرف ہونے کی وجہ کہ پہلے چار یعنی لفظ محمد، صالح، شعیب ،ھود اس لئے منصرف ہیں کہ ان میں صرف ایک سبب ہے علمیت دوسرا سبب کوئی نہیں عجمہ بھی نہیں کیونکہ یہ عربی ہیں اور آخری دو یعنی نوح ،لوط اس لئے منصرف ہیں کہ ان میں علمیت اور عجمہ پایا جاتا ہے لیکن عجمہ کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط ثانی احدالامرین نہیں پائی جاتی اس لئے ایک ہی سبب ہوا۔

قال الشارح **وقیل ان ھودا** ۔ھود کے انصراف کے بارے میں ایک قول گذر چکا ہے کہ یہ منصرف ہے۔اس لئے کہ اس میں ایک سبب ہے فقط علمیت دوسرا قول کہ ھود نوح کی طرح ہے۔ نوح عجمہ کی شرط ثانی نہ پائے جانے کی وجہ سے منصرف ہے۔اس طرح ھود بھی


اسماء
اسماء الملٰئکۃ
عجمی
غیر منصرف
جیسے جبریل
عربی
رضوان
مالک
منکر
نکیر
غیر منصرف بوجہ علم والف نون زائدتان
منصرف
اسماءِ انبیاء علیہم السلام
غیر منصرف
باقی تمام غیر منصرف بوجہ علیت و عجمیۃ جیسے ابراہیم و موسیٰ ... الخ
منصرف
بوجہ فقدان الشرط
بوجہ فقدان العجمیہ
محمد
شعیب
صالح
ہود
لوط
نوح
شیث
عزیر
عربی
عجمی
عربی منصرف
عجمی غیر منصرف
مِنَ التَّعْزِیْرِ وَھُوَ التَّعْظِیْمُ
موسیٰ
نام پیغمبر
غیر منصرف بوجہ علم و عجمیۃ، معرب موشی بمعنی ماء و شجر۔ در عبرانی۔
بمعنی استرہ
بروزنِ مُعْطٰی منصرف
بروزنِ فُعْلٰی غیر منصرف بوجہ الف مقصورہ
اسماءِ الشہور
غیر منصرف
منصرف
باقی منصرف
شعبان
رمضان
جمادی الاولیٰ
جمادی الاُخریٰ
صفر
رجب
بوجہ علم و الف نون
بوجہ الف مقصورہ
بوجہ عدل و علم
معدول از الصَّفَر، الرَّجَب
اسم شیطان
ابلیس
عجمی
غیر منصرف بوجہ علم و عجمہ
عربی
مِنَ الابلاس وھو الابعاد۔
غیر منصرف بوجہ شبہ العجمۃ۔
عزازیل
غیر منصرف بوجہ علم و عجمہ

منصرف ہے مابعد میں جامی نے اس پر دو تائدیں پیش کی ہے۔

پہلی تائید: کہ سیبویہ نے ناموں کے ذکر کرنے میں پہلے ھود کو ذکر کیا اور اس کے ساتھ نوح کا ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو وجہ انصراف نوح کی ہے وہی وجہ انصراف ھود کی ہے۔

دوسری تائید: تعریف سے بھی ہوتی ہے کہ ھود عجمی لفظ ہے کیونکہ عرب تو شروع ہوئے ہیں اسماعیلؑ سے اور ھودؑ ان سے پہلے گذرے ہیں لہذا ھود عربی لفظ نہیں عجمی لفظ ہے اور عجمہ کی شرط ثانی نہ پائے جانے کی وجہ سے منصرف ہے۔

سوال: صالحؑ بھی تو اسماعیلؑ سے پہلے گذرے ہیں یہ بھی عجمی ہوئے؟

جواب: ان میں عربیت فی الجملہ پائی جاتی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے علم آدم الاسماء کلھا۔

﴿چھٹا سبب جمع﴾

قال الماتن ﴿الجمع شرط صیغة منتھی الجموع بغیر ھاء﴾

اسباب منع صرف میں سے چھٹا سبب جمع ہے۔ اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ جمع کی غیر منصرف سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک شرط وجودی ہے اور دوسری شرط عدمی ہے۔

شرط وجودی: یہ ہے کہ وہ جمع جمع منتھی الجموع کے وزن پر ہو اور جمع منتھی الجموع کا مقصودی وزن یہ ہے کہ پہلے دو حرف مفتوح ہوں۔ تیسری جگہ پر الف علامت جمع اقصیٰ کی ہو اس کے بعد اگر ایک حرف ہو تو مشدد جیسے دواب اگر دو ہو تو پہلا مکسور دوسرا حسب عامل جیسے مساجد اگر تین ہو تو اوّل مکسور اور دوسرا حرف یاء ہو گی جیسے مصابیح۔

دوسری شرط سلبی: یہ ہے کہ جمع کے آخر میں تاء نہ ہو جو وقف کے وقت ھاء بن جائے آگے تفصیل خود شرح میں آرہی ہے۔

قال الماتن **الجمع** ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: جمع کو اسباب منع صرف میں شمار کرنا درست نہیں اس لیے یہ ذات ہے جب کہ تمام اسباب منع صرف از قبیل اوصاف اور اعراض ہیں۔

جواب: یہاں جمع سے مراد جمعیة الجمع ہے جو کہ وصف ہے۔

قال الشارح **وھو سبب قائم مقام** ۔مولانا جامیؒ اسباب منع صرف میں جمع کا مابہ

الامتیاز کو بیان کیا ہے کہ جمع کی جمعیۃ تنہا ایک ہو کر دو علتوں کے قائم مقام ہے۔

قال الشارح شرط قیامہ مقام السببین ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ نے جمع کی شرط لگائی کہ منتھی الجموع کے وزن پر ہو حالانکہ رجال، مسلمون جمع تو ہیں لیکن منتھی الجموع والا وزن نہیں پایا جاتا۔

جواب: یہ شرط وجود جمع کے لئے نہیں بلکہ جمع کے قائم مقام دو سبب ہونے کے لئے ہے۔

قال الشارح وھی الصیغة التی کان اولھا مفتوحا ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ رجال اور مسلمون یہ صیغہ منتھی الجموع نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی جمع منتھی الجموع ہیں اس لئے کہ ان کی جمع دوبار بنائی گئی ہے۔

جواب: کہ منتھی الجموع کا ایک مخصوص وزن مراد ہے جو صیغہ اس وزن پر ہوگا وہ منتھی الجموع کہلائے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ رجال اور مسلمون اس وزن پر نہیں اور وہ وزن یہ ہے کہ پہلے دو حرف مفتوح ہوں تیسری جگہ الف علامت جمع اقصیٰ کی ہو جیسے دوابّ اور اگر دو حرف ہو تو پہلا مکسور اگر تین ہو تو پہلا مکسور دوسرا یاء ساکن ہوگی جیسے مساجد اور مصابیح۔

قال الشارح وھی الصیغه التی لا تجمع جمع التکسیر ۔ منتھی الجموع کی تعریف کا بیان۔ منتھی الجموع وہ جمع ہے جس کو توڑ کر دوبارہ جمع مکسر نہ بنائی جا سکے۔ اسی وجہ سے کہ اس کا نام جمع منتھی الجموع رکھا گیا ہے۔ منتھی مصدر میمی ہے بمعنی فعل مضارع اور الجموع سے مراد مافوق الواحد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جمع منتھی الجموع وہ ہے جس پر جمع کی انتھا ہو پھر اس کی جمع مکسر جو کہ مغیر صیغہ ہو وہ نہ بنائی جا سکتی تو اس جمع میں استحکام قوۃ پیدا ہو جائے گی اور غیر منصرف کا سبب بنے گی پھر ایک ہی سبب قائم مقام دو سبب کے بنے گی کیونکہ کبھی تو اس جمع میں حقیقۃً تکرار پایا جاتا ہے جیسے کلب کی جمع اکلب اور اکلب کی جمع اکالب اسی طرح اساور انا عیم اور کبھی حکماً تکرار جیسے مساجد اگرچہ ابتداءً ہی بنائی گئی ہے مگر اکالب کا ہم وزن ہے تو اس میں بھی یہ فرض کر لیا گیا کہ اس میں بھی تکرار پایا جاتا ہے تو یہ تکرار جمع قائم مقام دو سبب کے ہیں۔

قال الشارح **فاما جمع السلامة** ۔جمع تکسیر کی قید کے فائدہ کا بیان جس سے سوال مقدر کا جواب مقصود ہے۔

سوال: ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جمع اقصیٰ کے بعد جمع نہ بنائی جائے حالانکہ جمع مکسر سے جمع سالم بنائی جاتی ہے۔جیسے ایام سے ایامنین اور صواحب سے صواحبات۔

جواب: ہم نے جمع منتھی الجموع سے جونفی کی ہے وہ جمع تکسیر کی ہے۔جمع سالم کی نہیں کہ جمع منتھی الجموع کے بعد جمع مکسر نہیں نہیں بنائی جاسکتی البتہ جمع سالم بن سکتی ہے۔

قال الشارح **و انما اشترطت** ۔وجہ اشتراط کا بیان ہے برائے دفع مقدر۔

سوال: جمع کا دوسبب کے قائم مقام ہونے کے لئے صیغہ منتھی الجموع کی شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب: یہ اس لئے شرط لگائی تا کہ جمع کا صیغہ تغیر تبدل سے محفوظ ہو اور محفوظ ہونے کی وجہ سے اس میں قوت باقی رہے گی جس کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب بن جائے گی۔

قال الماتن **﴿بغیر هاء﴾**

دوسری شرط عدمی کا بیان۔کہ جمع کے آخر میں تاء نہ ہو جو وقف کی حالت میں ہاء بن جائے

قال الشارح **منقبلة**۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ نے کہا جمع غیر منصرف کا سبب تب بنے گی جب کہ صیغہ منتھی الجموع بغیر هاء ہو لہذا جو مع الهاء ہو اس کو منصرف کہنا چاہئے حالانکہ فـــوارہ هاء کے ساتھ جمعیت بھی صیغہ منتھی الجموع ہے لیکن بـغیـر هــاء والی شرط ہیں پائی جاتی تو اس کو منصرف پڑھنا چاہئے حالانکہ یہ غیر منصرف ہے مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے۔

جواب اول: بغیر هاء میں هــاء سے مراد وہ هاء ہے جو تاء سے بدلی ہوئی ہو اور فوارہ کی هاء اصلیہ ہے بدلی ہوئی نہیں۔

جواب ثانی ۲: بغیر هاء میں جو هاء ہے اس سے مراد تاء ہے لیکن مطلقاً تاء نہیں بلکہ وہ تاء جو حالت وقف میں هــاء بن جاتی ہے۔پہلے اور دوسرے جوب میں فرق یہ ہوا کہ پہلے جواب میں هاء حقیقت پر مبنی ہے اور دوسرے جواب میں هاء سے مراد تاء ہے لیکن اس تاء نے بھی حالۃِ وقف میں هاء بن جانا ہو تو اس کو جو هاء کہا گیا ہے یہ مجاز بالمشر افتہ کے طور پر ہے۔

قال الشارح انما اشترط کونها ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ جمع میں بغیر ھاء کی شرط کیوں لگائی۔

جواب: بغیر ھاء کی شرط اس لئے لگائی تا کہ جمع کی جمعیت میں فتور پیدا نہ ہو کیونکہ جو جمع مع الھاء ہو وہ مفردات کے ہم وزن ہو جاتی ہے تو اس کی جمع میں قوۃ نہیں رہتی ضعف اور فتور آ جاتا ہے۔ جیسے فرزانۃ یہ جمع ہے اور یہ ہم وزن ہے کراھیت اور طواغیت کے تو اس مشابہت کی وجہ سے جمعیت میں نقصان آیا حالانکہ جمع میں قوۃ چاہیے کیونکہ یہ ایک سبب دو سبب کے قائم مقام بنتی ہے

قال الشارح ولا حاجۃ الی اخراج نحو مدائنی ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جمع کے اندر دو شرطیں لگائی گئی ہیں۔ (۱)۔ منتھی الجموع کا صیغہ ہو (۲)۔ بغیر ھاء ہو۔ یہ دونوں شرطیں مدائنی میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود یہ منصرف ہے اس سے معلوم ہوا کہ مدائن کی منصرف پڑھنے کی وجہ یاء نسبت کا لحوق ہے تو چاہیے تھا مصنفؒ ایک قید مزید ذکر کر دیتے اور یوں فرما دیتے کہ بغیر ھاء و بغیر یاء النسبۃ تو شرط عدنی دو ہو جاتی اس سے مدائنی خارج ہو جاتا۔

جواب: دو لفظ مستعمل ہے کلام عرب میں (۱)۔ مدائن بغیر یاء نسبت کے (۲)۔ یاء نسبت کے ساتھ مدائنی پہلا تو غیر منصرف ہے وہ جمع ہے مدینہ کی اور دوسرا لفظ مدائنی جو یاء نسبت کے ساتھ ہے یہ تو ہے ہی مفرد ایک شہر کا نام ہے۔ جب یہ جمع نہیں بلکہ مفرد ہے تو اس کو خارج کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

سوال: ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ مدائنی مفرد محض ہو اس لئے کہ مدائن اصل میں جمع تھا بعد میں شہر کا علم ہو گیا تو مدائنی میں جمع اصلی ہے اور جمع اصل غیر منصرف کا سبب بنتی ہے جس طرح حضاجر میں جمع اصلی کا اعتبار کر کے غیر منصرف پڑھا جاتا ہے۔

جواب: ہم آپ کی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ مدائن اصل کے عتبار سے جمع ہے لیکن جب اس میں علمیت آ گئی تو جمعیت باطل ہو گئی ہے اور اس کے آخر میں یاء نسبت کی لاحق ہو گئی تو

جمعیت میں اور زیادہ ضعف پیدا ہو گیا اس لئے کہ یاء نسبت کا لحوق مفرد کے آخر میں ہوا کرتا ہے

قال الشارح فعلم مما سبق ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: امافرازنة میں اما استنافیہ ہے یا تفصیلیہ اور دونوں بنانا غلط ہے استنافیہ تو اس لئے نہیں بن سکتا کہ وہ کتاب کے شروع میں ہوا کرتا ہے جب کہ یہ وسط کتاب میں آ رہا ہے اور اما تفصیلیہ اس لئے نہیں بن سکتا کہ وہ اجمال کے بعد آیا کرتا ہے اور ماقبل میں کوئی اجمال ہی نہیں۔

جواب: یہ امّا تفصیلیہ ہے باقی رہی یہ بات کہ ماقبل میں اجمال نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ صراحۃً اگرچہ اجمال نہیں لیکن بغیر ھاء سے اجمال مفہوم ہوتا ہے کہ صیغہ منتھی الجموع دو قسم پر ہیں۔(۱) بغیر ھاء کے (۲) ھاء کے ساتھ۔ تو اما فرازنة سے جمع منتھی الجموع مع الھاء کے حکم کی تفصیل بیان کی جارہی ہے کہ یہ منصرف ہوگا اور جمع منتھی الجموع بغیر الھاء غیر منصرف ہوگا جیسے مساجد اور مصابیح۔

قال الشارح مثال لمابعده ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ کتاب میں مقصود مسائل کا ذکر ہے نہ کہ امثلہ کا بیان کرنا اور مثال تو صرف ممثل لہٗ کی توضیح کے لئے آتی ہے تو یہاں صرف ایک ہی مثال کافی تھی دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں۔

جواب: چونکہ یہاں ممثل لہٗ متعدد تھے اس لئے مثالیں بھی متعدد دیں جو کہ اختصار کے خلاف نہیں۔ اوّل مثال مساجد یہ اس جمع کی مثال ہے کہ جس الف جمع کے بعد دو حرف ہوں اور مصابیح اس جمع کی مثال ہے کہ الف جمع کے بعد تین حرف ہوں۔

سوال: اما فرازنة مبتدا ہے فمنصرف خبر ہے حالانکہ مبتداء خبر میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے تذکیر و تانیث کے اعتبار سے تو لہذا مصنف یوں عبارت ذکر کرتے تا کہ مطابقت ہو جاتی اما فرازنة فمنصرفة۔

جواب اول: فرازنة سے قبل مضاف (نحو) محذوف ہے اب تقریر یہ ہوگی اما نحو فرازنة فمنصرف اور مولانا جامیؒ و امثالھا یہ لفظ نکال کر یہ بتادیا کہ صرف فرازنة ہی منصرف نہیں بلکہ منتھی الجموع کے وہ صیغے جو مع الھاء ہوں وہ تمام کے تمام منصرف ہونگے۔

متن **﴿و حضا علماً للضبع غیر منصرف** صاحب کافیہؒ اس عبارت سے

ایک سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں جس سے پہلے دو قاعدے جان لیں۔

قاعدہ ۱: کلمۃ کے غیر منصرف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں سبب مع الشرائط موجود ہوں یعنی سبب بھی موجود ہو اور سبب کی شرائط بھی موجود ہوں فقط سبب کا موجود ہونا کافی نہیں اور اسی طرح فقط شرائط کا موجود ہونا بھی کافی نہیں۔

قاعدہ ۲: جمعیت اور علمیت میں تضاد ہے کہ یہ دونوں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ علم شئی معین پر دلالت کرتی ہے جب کہ جمع ما فوق الاثنین پر بولی جاتی ہے اب سوال کا حاصل یہ ہے۔

سوال: کہ حضاجر جمع ہے حضجر کی بمعنی عظیم البطن پھر اس کو جمع سے نکال کر نام رکھ دیا ایک بجو کا۔ جس میں مناسبت یہ ہے کہ بجو بھی عظیم البطن ہوتا ہے تو جب علم بن گیا تو بقاعدہ ثانیہ جمعیت باطل ہو گئی البتہ جمع منتھی الجموع کی شرط وہ موجود ہے کہ وزن منتھی الجموع والا ہے لیکن بقاعدہ اولیٰ کہ محض شرائط کا ہونا کافی نہیں تو لہذا جب نفس جمعیت ختم ہو گئی تو اس کو منصرف پڑھنا چاہیئے حالانکہ یہ غیر منصرف ہے۔

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے فی الحال جمعیت سے ختم ہو چکی ہیں اور ہم بھی جمعیت حالیہ کی وجہ سے غیر منصرف نہیں کہتے بلکہ جمعیت اصلیہ کی وجہ سے اس لیے کہ اس کی اصل وضع علم کے لئے نہیں تھی بلکہ اس کی وضع جمعیت کے لئے ہے۔۔ جواب کا حاصل یہ ہوا کہ جمع دو قسم پر ہے (۱)۔ جمع اصلی (۲)۔ جمع حالی۔ اور اس جمع میں تعمیم ہے کہ خواہ وہ جمع اصلی ہو یا جمع حالی ہو وہ غیر منصرف کا سبب بنتی ہے لہذا حضاجر اگر چہ جمع حالی نہیں لیکن جمع اصلی ہونیکی وجہ سے غیر منصرف کا سبب ہے۔

قال الشارح **فالمعتبر فی منع صرفه**۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: متن کی عبارت سے لانه منقول عن الجمع سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے حضاجر کے غیر منصرف کا سبب نقلا عن الجمع ہے تو اس سے لازم آیا کہ غیر منصرف کے اسباب نو کے بجائے دس ہو جائیں گے۔

جواب: حضاجر کا غیر منصرف ہونا جمعیت اصلیہ کی وجہ سے ہے نقل عن الجمع کی وجہ سے نہیں۔

قال الشارح **فان قلت** ۔مولانا جامیؒ سوال نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال : حضاجر کو غیر منصرف بنانے کے لئے جمعیت اصلیہ کا اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں مستقل دو سبب موجود ہیں۔ (۱)۔علیت (۲)۔تانیث معنوی۔

تانیث معنوی اس لئے کہ حضاجر یہ علم ہے ضبع کا اور ضبع مؤنث ہے ضبعان کی۔

جواب : قلنا سے مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ اس میں علیت اگر چہ موجود ہے لیکن مؤثرہ نہیں اگر مؤثر ہوتی تو بعداز تنکیر حضاجر منصرف ہو جاتا حالانکہ یہ ہر حالت میں غیر منصرف رہتا ہے۔ لہذا علیت کا اس میں اعتبار نہیں ہے تو جمعیت اصلیہ کا اعتبار کرتے ہوئے اسے غیر منصرف پڑھا جاتا ہے نیز آپ نے کہا کہ اس میں تانیث معنوی ہے اس کو بھی ہم تسلیم نہیں کرتے اس لئے ہم تسلیم نہیں کرتے ہیں اس لئے کہ حضاجر تو ضبع کا علم جنس ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

قال الشارح **و انما اکتفی المصنف** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ جب جمع میں تعمیم ہے کہ خواہ جمع اصلی ہو یا جمع حالی ہو تو پھر عنوان یوں قائم کرنا چاہیے تھا۔

الجمع شرطه ان یکون فی الاصل: جس طرح کے ماقبل میں وصف کے لئے کہا گیا ہے شرطه ان یکون فی الاصل تو یہاں یوں ہی کہتے تا کہ یہ کلام لاحق کلام سابق کے موافق بھی ہو جاتی۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ صاحب کافیہؒ نے یہ عنوان اس لئے اختیار نہیں کیا تا کہ طلباء کرام میں غلط فہمی پیدا نہ ہو جائے کہ جس طرح وصف کی دو قسمیں ہیں۔(۱)۔وصف اصلی معتبر (۲)۔وصف عارضی غیر معتبر۔اسی طرح یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جمع کی بھی دو قسمیں ہیں۔ا۔جمع اصلی معتبر ۲۔جمع عارضی غیر معتبر حالانکہ یہ تقسیم غلط ہے۔اس لیے کہ جمعیت عارضہ کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔

قال الشارح **و سراویل جواب عن سوال مقدر** ۔مولانا جامیؒ یہاں سے صاحب کافیہؒ کی غرض بیان کرنا چاہتے ہیں کہ سراویل سے صاحب کافیہؒ ایک سوال مقدر کا جواب

دینا چاہتے ہیں جس کی تقریر مولانا جامیؒ نے آگے کی ہے۔

سوال: حضاجر میں تو آپ نے یہ تاویل کی۔ کہ جمع میں تعمیم ہے خواہ جمع اصلی ہو یا جمع حالی ہو اس تاویل سے اس اشکال سے خلاصی پالی ہے لیکن فماذا تقول فی سراویل اس لئے کہ سراویل میں نہ جمعیت اصلیہ ہے نہ جمعیت حالیہ البتہ زیادہ سے زیادہ اس میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں صیغہ منتھی الجموع والا ہے لیکن ماقبل میں ہم بتا چکے ہیں محض شرائط کا پایا جانا کافی نہیں ہوتا نفس سبب کا پایا جانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

جواب: مصنف نے اپنی عبارت سراویل سے اس کا جواب دیا جس جواب کی تقریر مولانا جامیؒ نے فاجاب سے کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سراویل کے انصراف اور عدم انصراف میں اختلاف ہوا بعض نحاۃ کے نزدیک سراویل منصرف ہے تو اس قول کے مطابق تو سرے سے اشکال ہی وارد نہیں ہوتا اور جمہور نحاۃ کا نظریہ یہ ہے کہ سراویل غیر منصرف ہے ان جمہور نحاۃ پر یہ اعتراض ضرور وارد ہوگا کہ جب اس میں جمعیت نہیں تو اس کو منصرف ہونا چاہیئے تو اس کے جواب میں نحاۃ کے دو گروہ ہیں۔ (۱)۔ سیبویہ اور اس کے متبعین کا (۲)۔ مبرد اور اس کے متبعین کا

سیبویہ: اور اس کے متبعین نے یہ جواب دیا کہ سراویل عجمی لفظ ہے اس میں نہ تو جمعیت اصلیہ ہے نہ جمعیت حالی ہے لیکن جب اس کو عربی کی طرف منقل کیا گیا تو عربیت میں اس کے ہم وزن جتنے کلامات تھے وہ غیر منصرف پڑھے جارہے تھیں جیسے مصابیح، انا عیم تو حملاً علی موازنہ ان پر محمول کرتے ہوئے حکماً جمع جمع قرار دیکر غیر منصرف پڑھ دیا گیا۔ اس جواب کے اعتبار سے جمع پھر تعمیم ہوگئی کہ جمع کی دو قسمیں ہیں جمع حقیقی اور جمع حکمی۔ اور دونوں سبب بنتی ہیں

قال الماتن **وقیل ھی اسم عربی** ۔ نحاۃ کے دوسرے گروہ نے اس کا جواب دیا کہ سراویل یہ لفظ عربی ہے اور اس میں اگرچہ جمعیت حقیقۃً نہیں پائی جاتی لیکن اس میں جمعیت فرضیہ ہے کہ اصل میں سراویل جمع تو نہیں لیکن جب یہ غیر منصرف پڑھا جارہا تھا تو اس میں جمعیت کو فرض کر لیا گیا کہ یہ سراویل جمع سروالۃ کی ہے بمعنی شلوار کا ایک ٹکڑا جس طرح کہ عمر میں عدل کو فرض کر لیا گیا کہ یہ معدول ہے عامر سے۔ اس جواب کے اعتبار سے بھی جمع میں تعمیم کی گئی ہے کہ جمع غیر منصرف کا سبب ہے خواہ جمع حقیقی ہو یا تقدیری۔

قال الماتن **واذ صرف فلا اشكال** ۔اس پر سوال ہوگا۔

سوال: کہ سراویل کو منصرف پڑھا جائے تب بھی اشکال وارد ہوتا ہے۔وہ اس طرح سراویل خود مفرد منصرف ہے لیکن اس کی وجہ سے اناعیم کی جمعیت میں فتور لازم آتا ہے کیونکہ جب وہ مفرد سراویل کے مشابہ ہوگی تو جس طرح فرزانۃ کراھیۃ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے غیر منصرف سبب نہیں بن سکتا منصرف ہو چکا ہے تو اناعیم کا بھی منصرف ہونا لازم آئے گا۔

جواب: اناعیم جمع میں فتور لازم نہیں آتا کیونکہ یہ فتور اور نقصان تب لازم آتا جب یہ سراویل مفرد عربی کے ہم وزن ہو اور حالانکہ سراویل تو عجمی لفظ ہے

سوال: یہ جواب قول اوّل کے مطابق تو صحیح ہے لیکن قول ثانی کے مطابق صحیح نہیں کیونکہ سراویل قول ثانی کے مطابق عربی ہے۔

جواب: اناعیم ، مصابیح کی جمع متاثر نہیں ہوتی کیونکہ جمعیت تو تب متاثر ہوتی جب وہ ایسے مفرد کے ہم وزن ہو جس کا وزن نادر نہ ہو۔اور مفرد کا سراویل کے وزن پر ہونا نادر ہے اور قاعدہ ہے النادر کالمعدوم تو گویا کہ اناعیم ، مصابیح مفرد کے وزن پر ہے ہی نہیں۔

قال الماتن **﴿ونحو جوار رفعا وجرا كقاض﴾**

ماقبل سے ربط یہ ہے کہ ماقبل میں حضاجر اور سراویل کے حکم کا بیان تھا کہ جس میں جمع منتھی الجموع والا وزن تو ہے لیکن جمع نہیں اب اس لفظ کا حکم بیان کر رہے ہیں جس میں جمعیت تو ہے لیکن جمع منتھی الجموع والا وزن نہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہؒ نے کہا کہ جوار حالت رفعی اور جری میں قاضٍ کی مثل ہے۔

قال الماتن **اى كل جمع منقوص على فواعل** ۔جوار کے ساتھ لفظ نحو لا کر جس قاعدہ کی طرف صاحب کافیہؒ نے اشارہ کیا تھا مولانا جامیؒ یہاں سے اس قاعدہ کو صراحۃً بیان کر رہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ جمع منقوص جو فواعل کے وزن پر ہو۔عام ازیں کے وہ ناقص واوی ہو یا یائی ہو وہ حالت رفعی جری میں قاض کی طرح ہے۔ناقص واوی کی مثال دواعٍ جو جمع ہی داعیۃ کی اور ناقص یائی کی مثال جوارٍ جو جمع جاریۃ کی۔

قال الشارح **رفعا وجرا اى فى حالة الرفع** ۔مولانا جامیؒ ترکیب بیان کرنا

چاہتے ہیں کہ یہ رفعاً وجرا ظرفیت کی بناء پر منصوب ہے۔

سوال: رفعاً وجراً نہ ظرف زمان ہے نہ ظرف مکان ہے تو اس کا ظرف بننا کیسے صحیح ہے۔

جواب: ان کا منصوب ہونا بناء بر ظرفیت بحذف مضاف ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ فی حالة الرفع و الجر۔

قال الشارح **ای حکمه حکم قاض**۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جوارٍ کو قاض کے ساتھ تشبیہ دینا صحیح نہیں اس لئے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری ہے جب کہ یہاں مناسبت نہیں۔ کیونکہ جوارٍ جمع ہے اور قاض مفرد ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مشابهت الجمع بالمفرد باطل ہوا کرتی ہے

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا یہاں تشبیہ باعتبار صیغہ کے نہیں بلکہ باعتبار حکم کے ہے کہ جوارٍ حالت رفع اور جر میں قاض کی طرح ہے۔

قال الشارح **بحسب صورة** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: باعتبار حکم کے بھی تشبیہ دینا درست نہیں کیونکہ قاض کا حکم بالاتفاق منصرف ہونا ہے جب کہ جوار کا حکم انصراف علی سبیل الاختلاف ہے لہذا دونوں کا حکم ایک جیسا نہ ہوا تو حکم کے اعتبار سے بھی تشبیہ درست نہیں ہوگی۔

جواب: یہاں تشبیه فی الحکم بحسب الصورة مراد ہے یعنی جوار کا حکم قاض کی طرح ہے باعتبار صورت کے کہ جو صورت قاض کی ہے حالت رفع اور جر میں ہے یہی جوار کی ہوگی۔

قوله **فی حذف الیاء عنه و دخول التنوین علیه** ۔سوال مقدر کا جواب۔

سوال: تشبیه فی الحکم بحسب الصورة بھی درست نہیں کیونکہ جوارٍ فواعل کے وزن پر ہے اور قاض فاعل کی وزن پر ہے لہذا جوارٍ کی صورت اور ہے اور قاض کی صورت اور ہے۔

جواب: صورة سے مادہ صورة باعتبار الوزن مراد نہیں بلکہ صورة باعتبار حذف الیاء و دخول التنوین ہے۔ اب قاعدہ کا حاصل یہ ہوا کہ ہر وہ جمع منقوص جو فواعل کے وزن پر ہو وہ رفعی اور جری حالت حکم میں بحسب الصورت قاض کی طرح ہے۔ حذف یاء اور دخول تنوین میں۔ کہ جس

طرح قاضٍ میں یاء کو حذف کر کے تنوین کو داخل کرتے ہیں اسی طرح جوار میں بھی حالت رفعی اور جری میں یاء کو حذف کر کے تنوین کو داخل کرتے ہیں حالت رفعی کی مثال جیسے جاء تنی جوارٍ حالت جری کی مثال مررت بجوارٍ۔

قال الشارح وامافی حالة النصب ۔علامہ ابن حاجب نے تو حالت رفعی اور جری کا حکم بیان کیا تھا لیکن حالت نصبی کو بیان کر دیا۔ حالت نصب کا حکم یہ ہے کہ حالت نصب میں حذف یاء اور ادخال تنوین نہ ہوگا یعنی جوارٍ قاضٍ کی طرح نہ ہوگا۔ بلکہ یاء باقی رہے گی اور متحرک مفتوح ہوگی جیسے جواری غیر منصرف ہوگا کیونکہ اس صورۃ میں سبب بھی موجود ہے اور جمع منتھی الجموع کا وزن بھی موجود ہے لہذا حالت نصبی میں جواری کے غیر منصرف ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

قال الشارح فانه قد اختلف فیه ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اس جگہ تو بحث انصراف اور عدم انصراف کی جاری تھی تو مصنف کے لئے مناسب یہی تھا کہ جوارٍ کے انصراف اور عدم انصراف کے بارے میں بتاتے جب کہ مصنف نے طریقہ استعمال بیان کیا ہے انصراف اور عدم انصراف کو بیان نہیں کیا تو یہ اشغال بمالایعنی اور خروج عن البحث لازم آتا ہے۔

جواب : مصنف کا مقصود چونکہ اختصار تھا جب کہ جوارٍ کے انصراف اور عدم انصراف میں اختلاف کثیر تھا اس لئے مصنف نے طریقہ استعمال ذکر کیا اور انصراف اور عدم انصراف کے بیان کو ترک کر دیا۔ البتہ اس کی تفصیل مولانا جامیؒ بیان کر رہے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ حالت رفعی اور جری میں جوار کے انصراف اور عدم انصراف میں اختلاف ہے جس میں تین مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: زجاج نحوی اور اسکے متبعین کا کہ جوارٍ اعلال سے پہلے بھی منصرف ہے اور اعلال کے بعد بھی منصرف۔

دوسرا مذہب: سیبویہ اور خلیل نحوی اور اس کے متبعین کا کہ یہ اعلال سے پہلے تو منصرف ہے لیکن اعلال کے بعد غیر منصرف ہے۔

تیسرا مذہب: امام کسائی اور اس کے متبعین کا ہے کہ اعلال سے پہلے غیر منصرف اور اعلال کے بعد بھی غیر منصرف۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ اس اختلاف کا دارومدار ایک اور اختلاف ہے وہ اختلاف یہ ہے کہ اعلال مقدم ہوتا ہے انصراف اور عدم انصراف پر یا انصراف اور عدم انصراف مقدم ہوتا ہے اعلال پر اس میں نحاۃ کے دو گروہ ہیں۔

بعض نحاۃ کا نظریہ یہ ہے کہ اعلال مقدم ہوتا ہے انصراف اور عدم انصراف پر۔

دلیل: کہ اعلال اور عدم اعلال کا تعلق مادہ کلمہ اور ذات کلمہ کے ساتھ ہے اور انصراف اور عدم انصراف کا تعلق کلمہ کے صفات اور احوال کے ساتھ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح ذات مقدم ہوتی ہے صفات پر اسی طرح متعلق بالذات مقدم ہوگا متعلق بالحال اور بالصفات پر لہذا اعلال مقدم ہوا انصراف اور عدم انصراف پر

بعض نحاۃ کا نظریہ: یہ ہے کہ انصراف اور عدم انصراف مقدم ہے اعلال پر۔

دلیل: کلمہ کا اولاً تلفظ کیا جاتا ہے ثانیاً دیکھا جاتا ہے کہ یہ کلمہ اعلال کا تقاضا کرتا ہے یا نہیں اگر کرتا ہے تو اعلال کر دیا جاتا ہے اگر تقاضا نہ کرے تو اعلال نہیں کیا جاتا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب کلمہ کا تلفظ کیا جائے گا تو وہ انصراف اور عدم انصراف کے اعتبار سے ہی ہوگا تو لہذا جب انصراف اور عدم انصراف کا تلفظ مقدم ہوا تو یہی انصراف اور عدم انصراف اعلال پر مقدم ہوگا۔

جن نحاۃ کے نزدیک اعلال مقدم ہوتا ہے انصراف اور عدم انصراف پر پھر انکی دو جماعتیں ہیں۔

(۱)۔ زجاج اور اسکے متبعین کا (۲)۔ سیبویہ اور اس کے متبعین کا

قولہ مذہب بعضهم الی ان الاسم منصرف ۔

پہلا مذہب زجاج کا: اور اس کے متبعین کے مذہب کی تفصیل جس کا حاصل یہ ہے کہ جوار حالت رفعی اور جری ہر دونوں میں منصرف ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک اعلال مقدم ہے انصراف اور عدم انصراف پر لہذا حالت رفعی جاء تنی جوار اصل میں جواری تنوین کے ساتھ ہوگا

قال الشارح بناء علی ان الاصل فی الاسم ۔

سوال: جب تمہارے نزدیک اعلال مقدم ہے انصراف اور عدم انصراف پر تو پھر اعلال سے قبل جواری کو منصرف کیوں پڑھتے ہو۔

جواب: اصل اسماء میں انصراف ہے اس لئے اعلال سے پہلے منصرف پڑھا جائے گا۔

تعلیل: جواریٌ ضمہ یاء پر ثقیل تھا اس کو گرا دیا۔ یا التقاء ساکنین ہوا تنوین اور یاء کے درمیان تو یاء کو گرا دیا تو جوارٍ رہ گیا بعینہ یہی تعلیل حالت جری میں ہوگی اب اعلال کے بعد جوارٍ کو بھی منصرف پڑھا جائے گا۔ اس لئے کہ جوارٍ میں اعلال کے بعد جمعیت تو ہے لیکن جمعیت کا وزن باقی نہیں بلکہ مفرد سلام، کلام کے ہم وزن ہوگیا۔

قال الشارح ذهب بعضهم الى انه بعد الاعلال ۔

دوسرا مذہب سیبویہ کا: اور اس کے متبعین کا کہ جوارٍ اعلال سے پہلے منصرف ہے اس لئے کہ اصل اسماء میں منصرف ہونا ہے لیکن اعلال کے بعد غیر منصرف ہے اس لئے کہ اعلال کے بعد جوارٍ میں نفس جمعیت بھی موجود ہے اور اس کی شرط صیغہ منتھی الجموع والی وہ بھی موجود ہے لہذا یہ غیر منصرف ہوگا اعلال کے بعد۔

سوال: اس میں صیغہ منتھی الجموع کیسے ہے اس کو تو بعد اعلال جوارٍ پڑھا جاتا ہے۔

جواب: یہاں پر یاء مقدر ہے اور مقدر بمنزلہ ملفوظ کے ہوتا ہے گویا کہ یاء لفظوں میں موجود ہے لہذا جب وزن جمع کا موجود ہے اس لئے اسے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

قال الشارح لهذا لا يجرى الاعراب ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مقدر کے بمنزلہ مذکور ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب: دلیل یہ ہے کہ اعراب (راء) پر جاری نہیں ہوتا اگر اعراب (راء) پر جاری ہوتا تو اس کو حالت رفع میں جواراً پڑھتے تو معلوم ہوا کہ اعراب کسی اور حرف پر جاری ہے وہ (یاء) ہے گویا کہ یاء مذکور ہوئی لہذا ان کے نزدیک جوار پر اعلال سے پہلے تنوین تمکن کی ہے۔

قال الشارح والتنوين فيه عوض ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب اعلال کے بعد جوار غیر منصرف ہے تو اس پر تنوین کیسے آئی ہے۔

جواب: یہ تنوین تمکن کی نہیں بلکہ تنوین عوض کی ہے اور غیر منصرف پر جس تنوین کا داخل ہونا ممتنع

ہے وہ تنوین تمکن کی ہے۔

قال الشارح عوض عن الیاء ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جوادٍ کی تنوین عوض ہے تو اس کا معوض عنہ کیا چیز ہے؟

جواب: اس کے بارے میں دو قول ہیں۔

(۱)۔ یہ تنوین یاء کی حرکت کے عوض ہے جو حرکت گر گئی ہے۔

(۲)۔ یہ تنوین خود یاء کا عوض ہے۔

فائدہ: ان دونوں زجاج اور سیبویہ کے مذہب کے درمیان فرق یہ ہوگا کہ زجاج کے نزدیک جـــوادٍ حالت رفعی جری میں اعلال سے پہلے بھی منصرف تھا اعلال کے بعد بھی منصرف ہے اور دونوں صورتوں میں تنوین تمکن کی ہے لیکن سیبویہ کے نزدیک اعلال سے پہلے تو منصرف ہے لیکن اعلال کے بعد غیر منصرف ہے اور قبل از اعلال تنوین تمکن کی ہے اور تعلیل کے بعد تنوین عوض کی ہے لیکن دونوں کا اس بات میں اتفاق ہے اکہ اعلال مقدم ہوتا ہے انصراف اور عدم انصراف پر۔

قولہ فی لغت بعض العرب ۔

تیسرا مذھب کسائی کا: کہ انصراف اور عدم انصراف مقدم ہوتا ہے اعلال پر تو ان کا مذھب یہ ہے کہ جـــواری حالت جری میں تو حالت نصبی کی طرح ہے۔ کہ جس طرح حالت نصبی میں غیر منصرف ہے اسی طرح حالت جری میں بھی غیر منصرف ہے۔ اس لئے کہ غیر منصرف کی جر نصب کے ساتھ پڑھی جاتی ہے تو یہاں پر بھی نصب کے ساتھ پڑھی جائے گی۔ یوں پڑھا جائے گا مررت بجواری چونکہ یاء پر فتحہ ثقیل نہیں اس لئے اعلال نہیں کرینگے اور اس میں چونکہ جمعیت بھی ہے اور اس کی شرط صیغہ منتھی الجموع بھی ہے تو غیر منصرف پڑھا جائے گا باقی رہی حالت رفعی تو قبل از اعلال تو غیر منصرف ہوگا کہ اس کو جـــوارئُ بغیر تنوین کے پڑھینگے کیونکہ ان کے نزدیک انصراف اور عدم انصراف مقدم ہے اعلال پر۔ پھر تعلیل ہوئی جوارئُ ضمہ یاء پر ثقیل تھا اس کو گرادیا اس کے عوض تنوین لے آئے۔ التقاء ساکنین کی وجہ سے یاء گرگئی تو جـــوادٍ رہ گیا۔ اب قبل از اعلال تو غیر منصرف ہے۔ لیکن بعد از اعلال دو قول ہیں۔ اگر یاء محذوفہ کا اعتبار کیا جائے جیسا کہ سیبویہ نے اس کا اعتبار کیا ہے تو جوادٍ بعد از اعلال غیر منصرف ہوگا۔ اور اگر یاء

محذوفہ کا اعتبار نہ کیا جائے بلکہ نسیا منسیاً ہو جائے جیسا کہ زجاج نے اس کا اعتبار نہیں کیا اس صورت میں غیر منصرف ہوگا یا تو بعد از اعلال جوارٍ امام کسائی کے نزدیک منصرف ہوگا۔ ان کے نزدیک حالت جری میں اعلال نہیں۔ فقط حالت رفعی میں اعلال ہے۔

فائدہ: محذوف اور مقدر میں فرق یہ ہے کہ محذوف لفظ اور نیت دونوں میں ساقط ہو جاتا ہے اور جو مقدر ہوتا ہے نیت میں باقی رہتا ہے صرف لفظوں میں ساقط ہوتا ہے۔ پھر محذوف کی دو صورتیں ہیں۔ (۱)۔ علی الدوام ساقط ہوں جس کو نسیا منسیا کہا جاتا ہے جیسے یدٌ، دمٌ

۲۔ لاعلی الدوام ساقط ہو یعنی اعلال موجود ہے تو ساقط جیسے قاضٍ، داعٍ ورنہ نہیں

﴿ساتواں سبب ترکیب﴾

قال الماتن **﴿التركيب شرطه العلمية﴾** اسباب منع صرف میں سے ساتواں سبب ترکیب ہے۔ ترکیب کے غیر منصرف سبب کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱)۔ وجودی (۲)۔ سلبی۔ وجودی شرط یہ ہے کہ علمیت ہو، سلبی یہ ہے کہ مرکب اسنادی اور اضافی نہ ہو تفصیل شرح میں ہے۔

قال الشارح **وهو صيرورة** ۔ ترکیب کے معنی کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: رکب، یرکب، ترکیباً متکلم کی صفت ہے اور غیر منصرف کے اسباب تو اسم کے اوصاف ہے متکلم کی صفت نہیں لہذا اس کو غیر منصرف کا سبب بنانا درست نہیں۔

جواب: یہاں ترکیب کا معنی ہے وهو صورة كلمتين یعنی دو یا دو سے زائد کلموں کا ایک کلمۃ ہو جانا بشرطیکہ جس کی کوئی جزء حرف نہ ہو اور ترکیب کا یہ معنی اسم کی صفت ہے متکلم کی نہیں۔

قال الشارح **فلا يرد النجم** ۔ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: النجم اور بصری جب یہ کسی کے نام ہو تو اس میں علمیت بھی ہے اور ترکیب بھی ہے لہذا ان کو غیر منصرف ہونا چاہیئے حالانکہ یہ منصرف ہیں۔

جواب: من غير حرفية جزء کہ ترکیب سے مراد وہ ترکیب ہے جس میں حرف جزء نہ ہو اور ان مثالوں میں حرف جزء بن رہا ہے النجم میں الف لام ہے اور بصری میں جزء ثانی یاء نسبت کی ہے جو کہ حرف ہے۔

قال الماتن **شرطه** ۔ترکیب کے سبب بننے کے لئے دو شرطیں تھیں اس میں شرط اوّل کا بیان۔شرط اوّل علمیت ہے۔

قال الشارح **لیا من من الزوال** ۔اس میں علمیت کی شرط کی علۃ کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: ترکیب کے غیر منصرف سبب بننے کے لئے علم ہونے کی شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب: اس لئے کہ علم حتی الامکان تغیر وتبدل سے محفوظ ہوتا ہے تو ترکیب میں یہ شرط لگادی تا کہ یہ ترکیب زوال سے اور تغیر وتبدل سے محفوظ ہو جائے اور اس میں قوت پیدا ہو جائے اس لئے کہ ترکیب سبب ضعیف ہے کیونکہ اصل کلمات میں یہ ہے کہ ہر کلمہ مفرد مستقل ہو کسی کی طرف محتاج نہ ہو اور ترکیب جب بھی ہوگی تو وہ کسی نہ کسی عارضی وجہ سے ہوگی اور قاعدہ یہ ہے کہ العارض فی محل لزوال اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو زوال کا اعتبار رکھے وہ کمزور ہوا کرتی تو غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتی اس لئے علمیت کی شرط لگا دی گئی تا کہ قوت بھی پیدا ہو جائے اور تغیر وتبدل سے بھی محفوظ ہو جائے۔

قال الشارح **ان لا یکون باضافة** ۔ترکیب کے سبب بننے کے لئے دوسری شرط کا بیان کہ ترکیب اضافی نہ ہو۔لان الاضافت سے اس شرط کے لئے علت اور دلیل کا بیان ہے کہ ترکیب غیر منصرف سبب بننے کے لئے یہ شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب: اس لئے کہ ترکیب اضافی برمذہب جمہور غیر منصرف کو منصرف بنا دیتی ہے اور بر مذہب صاحب کافیہ منصرف کے حکم میں کردیتی ہے جب ترکیب غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کردیتی ہے تو وہ کیسے موثر ہو سکتی ہے عدم انصراف میں۔

قال الشارح **ولا اسناد** ۔دوسری شرط تھی کہ مرکب اضافی بھی نہ ہو اور مرکب اسنادی بھی نہ ہو۔لانہ سے علت اشتراط کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: ترکیب اسنادی غیر منصرف کی سبب کیوں نہیں بنتی۔

جواب: ماقبل میں یہ آپ نے شرط پڑھ لی ہے کہ ترکیب کے لئے علمیت شرط ہے اب وہ کلمہ مرکب اسنادی بھی ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ وہ اعلام جو مشتمل بر اسناد ہوں وہ از قبیل مبنیات ہوتے ہیں

جب یہ مبنیات کے قبیل سے ہوئے تو غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتے کیونکہ انصراف اور عدم انصراف تو معرب کے قبیل سے ہے۔

قال الشارح **فان التسمية** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اعلام مشتمل علی الاسناد مبنیات کے قبیل سے کیوں ہوتے ہیں۔

جواب: تابط شراً یہ ایک جملہ جو اسناد پر مشتمل ہے جب اس کو کسی شخص کا نام رکھ دیا جائے تو مبنی ہوگا معرب نہیں ہوگا اس لئے کہ جب بھی تابط شراً کا لفظ بولا جائے تو اس سے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے اس واقع کی طرف اشارہ تب ہوسکتا ہے جب وہ مبنی پڑھا جائے تا کہ یہ اپنی حالت پر رہے تغیر و تبدل نہ ہو اور جب اس کو معرب پڑھا جائے گا تو تغیر و تبدل کی وجہ سے حرکات آئینگی جس سے خاص واقعہ کی طرف اشارہ نہ ہوگا۔

تابط شراً کا معنی ہے بغل میں چھپایا شر کو۔ بعد میں ایک شیخ کا علم بن گیا اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک آدمی لکڑیوں کی گٹھری لیکر گھر آیا بیوی نے کھولا تو اس سے سانپ نکل آیا اس پر بیوی نے یہ جملہ تابط شراً بولا پھر اس کا نام مشہور ہوگیا اب ہر شریر کو کہا جاتا ہے۔

قال الشارح **فان قلت** ۔ مولانا جامیؒ سوال نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: جس طرح مرکب اضافی، مرکب اسنادی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتی اس طرح مرکب عددی اور مرکب صوتی بھی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتی۔ ان کی بھی نفی کرنی چاہیئے تھی۔ اور یوں کہنا چاہیئے تھا **و ان لا يكون الجز الثانی صوتا ولا متضمناً بحرف العطف**۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ مصنف چونکہ مبنیات میں ان کے مبنی ہونے کو بیان کر چکے ہیں۔ البتہ مرکب عددی کو صراحۃً اور مرکب صوتی کو کنایۃً۔ اس پر اکتفاء کرتے ہوئے یہاں ان کی نفی نہیں کی کہ طالب علم سمجھ لے گا۔ اور جب یہ مبنی ہیں تو غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتے بخلاف ترکیب اسنادی کے اس کو مبنیات میں بیان نہیں کیا اس کی وجہ سے اس کو یہاں صراحۃً بیان کیا

قال الماتن **بعلبک** ۔ اتفاقی مثال کا بیان کہ بعلبک ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے یہ غیر منصرف ہے اس میں دو سبب موجود ہیں علیت بھی اور ترکیب بھی ہے۔

سوال: ترکیب توصیفی بھی غیر منصرف کی سبب نہیں بنتی تھی اس کو بھی خارج کرنا چاہیئے تھا۔

جواب: مرکب توصیفی، مرکب اضافی میں داخل ہے کیونکہ دونوں میں جزء ثانی جزاوّل کی قید ہوا کرتی ہے۔

﴿آٹھواں سبب الف نون زائدتان﴾

قال الماتن **الالف والنون الزائدان ان کانتا فی اسم فشرطه العلمية۔**

اسباب منع صرف میں آٹھواں سبب الف نون زائدتان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ الف نون زائدتان دو حال سے خالی نہیں ہوتا یا تو اسم کے آخر میں زائد ہوتے ہیں یا صفت کے آخر میں۔ اگر اسم کے آخر میں ہوں تو اس کی تاثیر کے لئے علیت شرط ہے اور اگر صفت کے آخر میں ہو تو اس کے سبب بننے کے لئے شرط میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کی مؤنث فعلانة کے وزن پر نہ ہو اور بعض کے نزدیک اس کی مونث فعلی کے وزن پر ہو۔ لیکن مقصد دونوں فریقوں کا ایک ہے۔ کہ تاء تانیث کی نفی ہے۔

قال الشارح **المعدودتان من اسباب منع الصرف** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ۱: الف نون کو اسباب منع صرف میں شمار کرنا درست نہیں اس لئے کہ اسباب منع صرف تمام کے تمام از قبیل اوصاف ہیں جب کہ الف نون یہ از قبیل ذوات ہے۔

سوال ۲: حسان میں الف نون بھی موجود ہے اور علم بھی ہے تو اس کو غیر منصرف پڑھنا چاہیئے حالانکہ یہ منصرف ہے۔

جواب: الالف والنون میں الف لام عہد خارجی ہے اس سے وہ الف لام مراد ہے جو غیر منصرف کے اسباب میں شمار ہوتے ہوں اور وہ الف نون زائدتان ہیں۔ لہذا دونوں سوال مندفع ہو گئے اوّل اس طریقے سے کہ الف نون کی ذات غیر منصرف کا سبب نہیں بلکہ زیادتی الف نون غیر منصرف کا سبب ہے اور زیادتی اوصاف میں سے ہے ایک وصف ہے لہذا سبب بنانا صحیح ہوا۔ اور دوسرا اشکال بھی مندفع ہوگا اس لئے کہ الف نون سے مراد الف نون زائدتان ہے اور حسان کا الف نون اصلی ہے زائدتان نہیں اسی لئے اس کا وزن فعال ہے جس

کا مادہ حسن ہے لہذا یہ منصرف ہوگا۔

قولہ تسمیان مضارعتین ۔ اصطلاح کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: الف نون من قبیل الذوات ہے حالانکہ اسباب منع صرف تمام اوصاف کے قبیل سے ہیں لہذا الف نون کو غیر منصرف کے اسباب میں شمار کرنا درست نہیں۔

جواب: جس سے پہلے مولانا جامیؒ نے ایک اصطلاح بیان کی ہے اس کو سمجھ لیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ الف نون جو اسباب منع صرف سے ہے اس میں دو اصطلاح ہیں۔

(۱)۔ الالف و النون الزائدتان ان کو زائدتان اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حرف زائد ہیں۔

(۲) الالف والنون مضارعتان باقی ان کو مضارعتان کیوں کہا گیا اس لئے کہ اس کی مضارعت اور مشابہت ہے الف تانیث کے ساتھ امتناع دخول تائے تانیث میں۔ جس طرح الف تانیث کے ہوتے ہوئے تائے تانیث کا داخل ہونا ممتنع ہے اسی طرح الف نون کے ہوتے ہوئے تائے تانیث کا داخل ہونا ممتنع ہے خلاصہ یہ ہوا کہ پہلی اصطلاح سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس میں وصف زیادۃ ہے۔ اور دوسری اصطلاح ہے یہ معلوم ہوا کہ ان میں وصف مضارعت ہے باقی رہی بات ان کا غیر منصرف ہونا وصف زیادۃ کی وجہ سے ہے یا وصف مضارعت کی وجہ سے ہے اس میں دو مذہب ہیں۔

کوفین کا مذہب: یہ ہے کہ الف نون کا غیر منصرف کا سبب ہونا وصف زیادۃُ کی وجہ سے

بصرین کا مذہب: یہ ہے کہ ان کا غیر منصرف ہونا یہ وصف مضارعت کی وجہ سے ہے بہر تقدیر ان کا غیر منصرف ہونا ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ وصف کی وجہ سے ہے۔ ان دونوں مذہبوں میں سے مولانا جامیؒ کے نزدیک دوسرا مذہب راجح ہے کیونکہ مابعد میں شرط آ رہی ہے۔

انتفاء فعلانۃ تو اس میں بھی تائے تانیث کے امتناع مراد ہے اور مذہب ثانی کے مطابق بھی تاء تانیث کے دخول کا امتناع مراد ہے مذہب ثانی کے مطابق بھی تاء تانیث کا امتناع مراد ہے تو مابعد کے ساتھ مناسبت کی بناء پر اس کو راجح قرار دیا۔

قال الشارح ثم انهما متن کا حاصل یہ ہے صاحب کافیہ نے ضابطہ بیان کیا ہے کہ الف نون دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اسم میں پایا جائے گا یا صفت میں۔ اگر اسم میں پائے جائیں تو

انکے غیر منصرف کے سبب بننے کے لیے علیت شرط ہے۔ اور اگر صفت میں پائے جائیں تو پھر سبب بننے کی شرط میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: انتفاء فعلانۃ شرط ہے یعنی اس کی مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہ ہو۔

دوسرا مذہب: وجود فعلیٰ شرط ہے یعنی اس کی مؤنث فعلیٰ کے وزن پر ہو۔

قال الشارح یعنی به مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اسم اور صفت کا تقابل صحیح نہیں۔ اس لیے کہ صفت بھی تو اسم ہوتی ہے۔ حالانکہ کلمہ او کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں کے درمیان تقابل ہو۔

جواب: یہاں اسم سے مراد وہ اسم نہیں ہے جو فعل اور حرف کے مقابلے میں ہوتا ہے بلکہ یہاں اسم سے مراد وہ اسم ہے جو صفت کے مقابلے میں واقع ہوتا ہے اس لیے کہ وہ اسم فعل اور حرف کے مقابلہ میں ہو وہ دو قسم پر ہے۔ (۱) اسم محض۔ یعنی وہ اسم جو ذات بدون الوصفؒ پر دلالت کرے۔ جیسے رجل، فرس، زید، عمر اس میں وصف کا بالکل دخل نہیں۔ (۲) وہ اسم جو ذات مع الوصف پر دال ہو۔ جیسے ضارب، مضروب وغیرہ۔ قسم اول کو اسم محض اور قسم ثانی کو اسم صفت کہتے ہیں۔ اب تقابل صحیح ہو جائے گا۔

شرطه: ای الف والنون نکال کر ہ ضمیر کے مرجع کو بیان کر دیا۔ کہ ہ ضمیر کا مرجع الف نون ہے۔

قال الشارح وافراد الضمیر مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: شرطہ کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں۔ (۱) اس کا مرجع الف نون زائدتان ہو۔ (۲) اس کا مرجع اس ہو۔ اور یہ دونوں احتمال باطل ہیں۔ پہلا احتمال اس لیے باطل ہے کہ راجع مرجع میں مطابقت نہیں رہتی۔ کیونکہ ضمیر مفرد کی ہے اور مرجع دو چیزیں ہیں۔ اور دوسرا احتمال اس لیے باطل ہے کہ معنی فاسد بنتا ہے۔ اس طرح کہ معنی ہوگا اگر الف نون زائدتان اسم میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو یہ غلط ہے اس لیے کہ رجلان، امرآتان یہ اسم ہیں اور ان کے آخر میں الف نون زائدتان ہے۔ حالانکہ یہ علم نہیں۔

جواب: دو احتمال درست ہیں۔ الف نون دو چیزیں ہیں لیکن حکماً شئی واحد ہیں کیونکہ بعد میں یہ سبب واحد بنتے ہیں۔ اس لیے ضمیر مفرد کا لانا درست ہے۔

جواب ثانی: دوسرا احتمال بھی درست ہے اس لیے کہ علیت اس اسم کے وجود کی شرط نہیں ہے جس میں الف نون ہو بلکہ اس اسم کے غیر منصرف ہونے کی شرط ہے۔

قال الشارح تحقیقا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب الف نون اسم میں ہوں تو ان کے غیر منصرف میں مؤثر بننے کے لیے علیت کی شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب: علی مذہب الکوفیین یہ شرط اس لیے لگائی تا کہ ان کی زیادتی کا لزوم متحقق ہو جائے۔ کیونکہ اعلام بقدر الامکان تغیر وتبدل سے محفوظ ہوتے ہیں۔

اور بصریین کے مذہب پر تقریر یہ ہوگی یہ شرط اس لیے لگائی تا کہ تائے تانیث کا دخول اس پر ممتنع ہو جائے۔ اور تانیث کے دو الفوں کے ساتھ مشابہت متحقق ہو جائے۔

قال الشارح اوکانتفی مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صفۃ کا عطف ہے فی اسم پر جس کا عامل کانتا ہے اور انتفاء فعلانۃ یہ معطوف ہے العلمیت پر جس میں عامل معنوی ہے تو یہ عطف علی معمولین عاملین مختلفین کے قبیل سے ہے۔ حالانکہ قاعدہ ہے کہ جب دو اسموں کا دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر عطف کے جائز ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ مجرور مقدم ہو۔ اور یہاں پر مجرور منصوب سے مقدم نہیں ہے بلکہ منصوب سے مؤخر ہے۔

جواب: یہاں پر صفۃ کا عطف فی اسم پر نہیں بلکہ یہ خبر ہے کانتا محذوف کی۔ اور انتفاء فعلانۃ یہ علیت پر معطوف نہیں ہے بلکہ یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی۔ جو کہ شرطہ ہے۔

قال الشارح یعنی امتناع مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ نے الف نون زائدتان صفتی کی شرط انتفاء فعلانۃ ب لگائی ہے۔ ہم آپ سے

پوچھتے ہیں انتفاء فعلانۃ بضم الفاء مراد ہے یا بفتح الفاء مراد ہے۔ اگر آپ کہیں فعلانۃ بفتح الفاء مراد ہے تو پھر عریان کو غیر منصرف ہونا چاہیے اس لیے کہ اس میں فعلانۃ بفتح الفاء منتفی ہے اس لیے کہ اس کی مؤنث عریانۃ بضم الفاء آتی ہے۔ اور اگر فعلانۃ بضم الفاء مراد ہے تو پھر ندمان کو غیر منصرف ہونا چاہیے اس لیے کہ اس کی مؤنث فعلانۃ بضم الفاء منتفی ہے بلکہ اس کی مؤنث ندمانۃ بفتح الفاء آتی ہے حالانکہ یہ دونوں منصرف ہیں۔

جواب انتفاء فعلانۃ سے نہ ہماری مراد بضم الفاء ہے اور نہ ہی بفتح الفاء مراد ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے اس کے آخر میں تاء تانیث کا دخول ممتنع ہوتا کہ تانیث بالالفین کے ساتھ مشابہت برقرار رہے۔ اور آپ کی پیش کردہ دو مثالوں کے آخر میں تاء تانیث کا دخول ممتنع نہیں۔

قال الشارح شرطہ وجود فعلی مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال وجود فعلی یہ مقولہ ہے قیل کے لیے۔ حالانکہ مقولہ کے لیے جملہ ہونا ضروری ہوتا ہے اور وجود فعلی تو مفرد ہے جملہ نہیں۔

جواب وجود فعلی یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی۔ جو کہ شرطہ ہے پھر یہ مبتداء خبر مل کر جملہ بن کر مقولہ ہے۔

قال الماتن وقد قیل دوسرے مذہب کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر الف نون زائدتان صفۃ میں ہوں تو ان کے منع صرف کا سبب بننے کے لیے شرط وجود فعلی اس لیے کہ جب اس کی مؤنث فعلی کے وزن پر ہوگی تو فعلانۃ کے وزن پر نہ ہوگی۔ جس کی وجہ سے تانیث بالالفین کے ساتھ مشابہت برقرار رہ جائے گی جو کہ تاء تانیث کے دخول کے امتناع میں ہے۔

قال الماتن ومن ثم اختلف ومن اجل نکال کر مولانا جامی نے بتادیا کہ من تعلیلیہ ہے اور یہ ثَمّ ہے ثُمّ نہیں۔ اب عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب شرط میں اختلاف ہوگیا تو اسی وجہ سے لفظ رحمٰن کے انصراف اور عدم انصراف میں بھی اختلاف ہوگیا ہے جس میں دو قول ہیں۔

قول اول: رحمٰن غیر منصرف ہے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک شرط یہ تھی انتفاء فعلانۃ وہ اس پائی

جاتی ہے۔اس لیے کہ اس کی مؤنث رحمانۃ نہیں آتی۔

قول ثانی : یہ رحمٰن منصرف ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک شرط یہ تھی اس کی مؤنث فعلی کے وزن پر ہو۔اور رحمٰن کی مؤنث ہے ہی نہیں۔تو رحمی کے وزن پر کیسے آ سکتی ہے۔

سوال : قول ثانی کے مطابق رحمٰن کو غیر منصرف ہونا چاہیے اس لیے کہ ان کے نزدیک وجود فعلی شرط تھی جس سے مقصود انتفاء فعلانۃ ہے جیسا کہ مولانا جامی نے بیان کیا ہے۔کیونکہ رحمان کے مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہیں آتی لہذا جب قول ثانی کے مطابق شرط پائی جاتی ہے تو اس کو غیر منصرف ہونا چاہیے۔

جواب : بے شک دونوں قولوں کے مطابق انتفاء فعلانۃ شرط ہے لیکن فرق ہے۔قول اول کے مطابق انتفاء فعلانۃ مطلقاً شرط ہے خواہ دلیل لفظی موجود ہو یا نہ ہو۔اور قول ثانی کے مطابق وہ انتفاء فعلانۃ شرط ہے جس پر دلیل لفظی موجود ہو۔اور وہ دلیل لفظی وجود فعلی ہے اور رحمٰن میں قول ثانی کے مطابق اگرچہ انتفاء فعلانۃ ہے لیکن اس پر دلیل لفظی موجود نہیں لہذا ان کے نزدیک یہ منصرف ہے۔

قال الماتن **دون سکران** مثال مطابقی کا بیان ہے۔کہ سکران دونوں مذہبوں کے مطابق غیر منصرف ہے کیونکہ دونوں مذہبوں پر شرط پائی جاتی ہے۔اس لیے کہ اس کی مؤنث سکری آتی ہے سکرانۃ نہیں آتی۔لہذا وجود فعلی والی شرط بھی پائی گئی اور انتفاء فعلانۃ والی شرط بھی پائی گئی۔

قال الماتن **دون ندمان** مولانا جامی نے لفظ دون کا اضافہ کر کے حاصل عطف کو بیان کیا کہ جس طرح سکران کے عدم انصراف میں کسی کا اختلاف نہیں اسی طرح ندمان کے انصراف میں بھی کسی کا اختلاف نہیں کہ یہ بالاتفاق منصرف ہے ہے اس لیے کہ دونوں مذہبوں کے مطابق شرطیں نہیں پائی جاتیں۔اس کی مؤنث ندمانۃ آتی ہے ندمی نہیں۔

سوال : ندمان کو احترازی مثال بالاتفاق میں ذکر کرنا غلط ہے کیونکہ یہ مذہب ثانی کے مطابق

غیر منصرف ہے۔اس لیے کہ وجود فعلی کی شرط پائی جاتی ہے جس سے مقصود انتفاء فعلانۃ ہے اور اس کی مؤنث ندمانۃ نہیں آتی بلکہ ندمی آتی ہے۔

جواب: ندمان کے دو معنی آتے ہیں۔(۱) ندمان معنی ندیم یعنی دوست، ساتھی۔ (۲) ندمان بمعنی نادم یعنی پشیمان۔اور جب ندمان ندیم کے معنی میں ہو تو یہ بالاتفاق منصرف ہے اس لیے کہ اس کی مؤنث اس وقت ندمانۃ کی وزن پر آتی ہے ندمی نہیں آتی۔اور صاحب کافیہ نے اسی معنی کے اعتبار سے اس کو احترازی مثال میں بیان کیا ہے۔لیکن جب ندمان بمعنی نادم کے ہو تو یہ بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس صورت میں اس کی مؤنث ندمی آتی ہے ندمانۃ نہیں آتی۔

﴿نواں سبب وزن فعل﴾

قال الماتن وزن الفعل صاحب کافیہ نواں سبب وزن فعل کو بیان کررہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ وزن فعل کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لیے احد الامرین شرط ہے۔(۱)اختصاص الوزن بالفعل (۲)یا اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کسی ایسے حرف کی زیادتی ہو جو قابل للتاء نہ ہو۔

قال الشارح وھو کون الاسم مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اول: وزن الفعل یہ تو فعل کی صفت ہے اور غیر منصرف کے اسباب تو اسم کی صفت ہیں تو وزن غیر منصرف کا کیسے سبب بن سکتا ہے۔لہٰذا ان اسباب میں وزن فعل کو شمار کرنا غلط ہے۔

جواب: وزن الفعل کا معنی ہے کون الاسم یعنی کسی اسم کا فعل کے وزن پر ہونا اور یہ بات ظاہر ہے کہ وزن فعل بایں معنی اسم کی صفت ہے۔

سوال ثانی: وزن کی اضافت جو الفعل کی طرف ہے یہ اضافت لامی ہے اور اضافت لامی اختصاص کا فائدہ دیتی ہے۔اب وزن فعل کا معنی ہوگا ایسا وزن جو فعل کے ساتھ مختص ہو۔تو

اختصاص الوزن بالفعل یہ مفہوم ہو گیاوزن الفعل سے۔لہذا اصاحب کافیہ کا مابعد میں شرطہ ان یختص بالفعل کوذکر کرنا مستدرک ہوا۔

جواب : یہاں اضافت لامی اختصاص کے لیے نہیں ہے بلکہ محض نسبت کے لیے ہے اور اضافت لامی کا نسبت کے لیے ہونا کلام عرب میں موجود ہے جیسے کہا جاتا ہے زید ابو خالد اس میں اب کی اضافت جو خالد کی طرف ہے یہ نسبت کے لیے ہے بالکل ایسے ہی یہاں پر وزن کی اضافت جو فعل کی طرف ہے یہ نسب ت کے لیے ہے۔اب وزن الفعل کا معنی یہ ہوگا۔ایسا وزن جو فعل کی طرف منسوب ہو اور اوزان فعل میں سے شمار کیا جاتا ہو۔

قال الشارح فیھا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ اختصاص الوزن بالفعل وزن فعل کے لیے شرط ہے۔ مثلاً ضرب اس کا وزن اسم میں بھی پایا جاتا ہے جیسے شجر، حجر۔

جواب : اختصاص الوزن بالفعل یہ وزن فعل کے وجود کے لیے شرط نہیں بلکہ اس کے منع صرف کا سبب بننے کے لیے شرط ہے۔

قال الشارح احد الامرین احد الامرین نکال کر مولونا جامی نے یہ بتادیا کہ مابعد میں او یکون یہ قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہے یعنی وزن فعل کے سبب بننے کے لیے لاعلی التعیین احد الامرین شرط ہے۔امر اول اختصاص الوزن بالفعل ۔امر ثانی اگر اختصاص الوزن بالفعل نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کسی ایسے حرف کی زیادتی ہو جو قابل للتاء نہ ہو۔

قال الشارح اما ان یختص مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : او یکون کا عطف ہے مصنف کے قول ان یختص پر۔اور قاعدہ ہے جب او حرف عطف کے ذریعے عطف کیا جائے تو معطوف علیہ کے شروع میں اما کا لانا اولی ہوتا ہے۔اور جب اما کے ذریعے عطف کیا جائے تو معطوف علیہ کے شروع میں اما کا لانا واجب ہوتا ہے۔

اور یہاں پر او کے ذریعے عطف کیا گیا ہے تو صاحب کافیہ کو چاہیے تھا کہ وہ معطوف علیہ سے پہلے اما کو لے آتے۔ الحاصل صاحب کافیہ نے اما کو کیوں ذکر نہیں کیا

جواب: جب او حرف عطف کے ذریعے عطف کیا جائے تو معطوف علیہ کے شروع میں اما کا لانا اولی ہوتا ہے لیکن اما کا مذکور ہونا ضروری نہیں خواہ اما ملفوظ ہو یا مقدر ہو۔

قال الشارح في اللغة العربية مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تقریر واما نحو بقم سے مولانا جامی بیان کرر ہے ہیں۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اختصاص الوزن بالفعل مطلقا شرط نہیں بلکہ لغت عرب میں شرط ہے۔

قال الشارح بمعنى انه مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہ نے اختصاص الوزن بالفعل کی شرط لگائی ہے۔ اب اس وزن فعل کے بارے میں ہم سوال کرتے ہیں کہ وزن فعل اسم میں پایا جائے گا یا نہیں۔ اگر اسم میں پایا جائے تو پھر یہ فعل کے ساتھ خاص نہ رہا کیونکہ خاصہ کی تعریف ہے مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ۔ اور اگر اسم میں نہ پایا جائے تو پھر غیر منصرف کا سبب کیسے بنے گا۔

جواب: ان دوشقوں میں سے پہلی شق مراد ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ اس صورت میں اختصاص الوزن بالفعل باقی نہیں رہے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اختصاص الوزن بالفعل یہ اصل وضع کے اعتبار سے ہے۔ یعنی اصل اور ابتداء میں وہ وزن فعل میں پایا جائے پھر نقل کر کے اسم میں پایا جائے۔

قال الشارح كشمر على صيغة الماضي المعلوم مولانا جامی کی غرض متن کی مثال کی وضاحت بیان کرنا ہے اور مزید امثلہ کو بھی پیش کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے شمر یہ فعل ماضی معلوم کا صیغہ ہے جو ماخوذ ہے تشمیر سے۔ اور یہ وزن فعل ہی کے ساتھ مختص ہے۔ پھر اس کو فعل سے نقل کر کے حجاج ابن یوسف کے گھوڑے کا نام رکھ دیا گیا۔ باقی رہی یہ بات کہ منقول عنہ اور منقول الیہ کے درمیان مناسبت کیا ہے۔ مناسبت یہ ہے کہ

تشمیر کا معنی ہوتا ہے دامن سمیٹ لینا۔ اور یہ ممکن ہے کہ وہ گھوڑا بہت تیز رفتار ہو جس کی وجہ سے اس کا سوار دامن کو سمیٹ لیتا ہو۔

وکذالک بذر یہ بھی ماضی معلوم کا صیغہ ہے جو تبذیر سے ماخوذ ہے اس کو اسم کی طرف نقل کر کے بیر زمزم کا نام رکھ دیا ہے۔ اور مناسبت منقول عنہ اور منقول الیہ کے درمیان یہ ہے کہ تبذیر کا معنی ہوتا ہے فضول خرچی کرنا۔ اور جس طرح فضول خرچی میں کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی اسی طرح پانی کے استعمال میں روک ٹوک نہیں ہوتی۔

عثر: یہ بھی وزن فعل کے ساتھ مختص تھا پھر اسم کی طرف نقل کر کے ایک ٹیلے کا نام رکھ دیا گیا اور مناسبت یہ ہے کہ تعثیر کا معنی ہوتا ہے منہ کے بل گرنا تو چونکہ اندھیری رات میں چلنے والا بھی ٹیلے سے ٹکرا کر منہ کے بل گر پڑتا ہے۔

خضم : یہ مشتق ہے تخضیم سے۔ اس کو بھی فعل سے اسم کی طرف نقل کر کے ایک شخص کا نام رکھ دیا گیا ہے اور مناسبت یہ ہے کہ تخضیم کا معنی ہوتا ہے منہ بھر کے کھانا اور یہ شخص بھی منہ بھر کے کھاتا ہے اسی وجہ سے اس کا نام خضم رکھ دیا گیا۔ اور یہ شمر، بذر، عثر، خضم یہ چاروں علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

قال الشارح واما نحن بقم مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ کا یہ کہنا وزن فعل ابتداءً اس میں نہیں پایا جاتا بلکہ فعل میں پایا جاتا ہے۔ پھر فعل سے منقول ہو کر اسم میں پایا جاتا ہے۔ اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے کہ بقم جو کہ ایک خاص رنگ کا نام ہے اور شلم جو شام کی ایک جگہ کا نام ہے یہ دونوں ابتداء اسم میں پائے جاتے ہیں فعل سے نقل ہو کر نہیں پائے جاتے۔

جواب: یہ بقم اور شلم اسمائے عجمیہ سے نقل ہو کر پائے جاتے ہیں اور ہم نے جو شرط لگائی وہ اسمائے عربیہ کے لیے شرط لگائی ہے۔

قال الشارح ومثل ضرب علی البناء مولانا جامی نے لفظ مثل کا اضافہ کر کے حاصل

عطف کو بیان کیا ہے کہ ضُرِب معطوف ہے مصنف کے قول شمر پر۔ اور علی البناء سے مولانا جامی مثال کی وضاحت کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ضُـــرِب جب کسی شخص کا نام رکھ دیا جائے تو یہ علیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا اور اس میں وزن فعل کی شرط احد الامرین پائی جاتی ہے۔ کہ یہ ضرب بروزن فعل یہ فعل کے ساتھ مختص ہے پھر اس کو اسم کی طرف نقل کر کے نام رکھ دیا گیا ہے۔

قال الشارح وانما قیدنا مولانا جامی علی البناء المفعول کی قید کے فائدہ کو بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ضَرَب اگر معلوم کا صیغہ ہو تو پھر یہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہیں۔ کیونکہ یہ وزن اسماء میں ابتداء پایا جاتا ہے جیسے شجر، حجر۔ اسی وجہ سے مبنی للمفعول کی قید لگا دی۔

قال الشارح اویکون غیر مختص مولانا جامی نے امر ثانی کو بیان کیا ہے اور غیر مختص سے یہ بتا دیا کہ مصنف کی عبارت میں کلمہ او انفصال حقیقی کے لیے ہے یعنی نہ تو دونوں کا ارتفاع ہوسکتا ہے اور نہ دونوں اجتماع ہوسکتا ہے۔ اگر اختصاص وزن الفعل بالفعل پایا جائے تو فبھا ورنہ اس کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کسی ایسے حرف کی زیادتی ہو جو قابل للتاء نہ ہو۔

قال الشارح ای فی اولہ ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ جس میں دو احتمال ہیں۔ (۱) اولہ کی ضمیر کا مرجع وزن الفعل ہو۔ (۲) ماکان علی الوزن الفعل ہو۔ یعنی وہ اسم جو فعل کے وزن پر ہو۔ لیکن وزن الفعل کا مرجع ہونا مجازاً ہے اور ماکان علی الوزن الفعل کا مرجع ہونا حقیقتاً ہے اس لیے کہ حقیقت میں زیادتی اس اسم کے شروع میں ہوتی ہے۔

قال الشارح زیادۃ مولانا جامی کی غرض لفظ زیادۃ کے معنی کو بیان کرنا ہے جس کے دو معنی ہیں۔ (۱) زیادۃ یہ مصدری معنی میں ہو۔ اور یہ مضاف ہو جس کا مضاف الیہ لفظ حرف محذوف ہو۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی زیادۃ حرف پھر مضاف الیہ کے عوض مضاف پر تنوین لائی گئی ہے۔ (۲) زیادۃ ۔ یہ مصدر بمعنی اسم فاعل زائد کے ہو اور یہ صفت ہو موصوف محذوف کی جو کہ حرف

ہو۔اب عبارت یوں ہوگی حرف زائد۔

فائدہ مولانا جامی کی عبارت میں حرف زائد کو مجرور پڑھیں گے ماقبل مجرور ہونے کی وجہ سے اوراس کو جر جوار کہتے ہیں اور متن میں اس کو مرفوع پڑھیں گے۔

قال الشارح کزیادته ای مثل دو باتوں کا بیان ہے۔ (۱) کزیادته میں کاف مثلیہ ہے جوصفت ہے زیادۃ کی۔ (۲) کزیادته میں ضمیر کے مرجع کا بیان ہے کہ ہ ضمیر کا مرجع یا تو زیادۃ حرف ہے یا حرف زائد ہے اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ امر ثانی یہ ہے کہ وزن فعل کے شروع میں یا ماکان علی وزن الفعل کے شروع میں حروف اتین میں سے کسی ایسے حرف کی زیادتی ہو جائے جو تاء کو قبول کرنے والی نہ ہو۔

قال الشارح غیرقابل ای حال ترکیب کا بیان ہے۔کہ غیر قابل یہ اوله کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے خواہ ضمیر کا مرجع وزن فعل ہو یا ماکان علی وزن الفعل ہو

قال الشارح لانه یخرج مولانا جامی کی غرض اشتراط مذکور کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ غیر قابل للتاء کی شرط کیوں لگائی۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تاء متحرکہ اسم کے ساتھ خاص ہے۔لہذا اگر اسم قابل للتاء ہوتو وہ اوزان فعل سے خارج ہو جائے گا اور غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکے گا۔

قال الشارح ولوقال مولانا جامی کی غرض مصنف پر دو اعتراض کرنے ہیں۔

سوال اول: جب لفظ اربع کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو یہ علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔حالانکہ اس میں وزن فعل کے سبب بننے کے لیے شرط عدمی غیر قابل للتاء نہیں پائی جاتی۔کیونکہ یہ قابل للتاء ہے جیسے کہا جاتا ہے اربعة رجال لہذا مصنف کو چاہیے تھا کہ غیر قابل للتاء کے ساتھ قیاسا کی قید لگاتے جس سے یہ اعتراض وارد نہ ہوتا اس لیے کہ اربعة کے اندر تاء قیاسی نہیں ہے۔لہذا اگر صاحب کافیہ قیاسا کی قید لگاتے تو اعتراض وارد نہ ہوتا۔

سوال ثانی: اسود وصف اصلی اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔حالانکہ یہ بھی قابل

للتاء ہے۔ اس لیے کہ مؤنث سانپ کو اسودۃ کہا جاتا ہے۔ لہذا صاحب کافیہ اس اعتراض سے بچنے کے لیے ایک قید اور بڑھاتے باعتبار الذی امتنع من الصرف لاجله یعنی جس حیثیت سے اسم غیر منصرف ہے اسی اعتبار سے وہ قابل للتاء نہ ہو اور اسود کا قابل للتاء ہونا اس حیثیت کی وجہ سے نہیں جس حیثیت سے اسود غیر منصرف ہے۔ اس لیے کہ اسود کا غیر منصرف ہونا وصف اصلی کے اعتبار سے ہے۔ اور اس کا قابل للتاء ہونا یہ علمہ اسمیت کی وجہ سے ہے۔

قال الماتن ومن ثم امتنع سے وجود شرط پر تفریع کا بیان ہے اور وانصرف سے انعدام شرط پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وزن فعل کے سبب بننے کے لیے شرط یہ تھی کہ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کسی ایک حرف کی زیادتی ہو جو قابل للتاء نہ ہو اسی وجہ سے احمر غیر منصرف ہے کیونکہ حرف اتین کی زیادتی بھی ہے اور غیر قابل للتاء بھی ہے اور یعمل غیر منصرف ہے کیونکہ اس کے شروع میں اگرچہ حرف اتین کی زیادتی پائی جاتی ہے لیکن یہ غیر قابل للتاء نہیں بلکہ تاء اس کے آخر میں لاحق ہو جاتی ہے جیسے اونٹنی کو کہا جاتا ہے ناقۃ یعملۃ۔

قال الماتن وما علمية مؤثرة اذا نكر صرف اس عبارت سے صاحب کافیہ کی غرض ایک ضابطہ کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں علمیت مؤثرہ ہو عام ازیں کہ علمیت کا مؤثر ہونا بطور سببیت مع الشرطیۃ ہو یا بطور سببیت محضہ کے ہو ایسے اسم غیر منصرف کو جب نکرہ بنایا جائے گا تو بعد از تنکیر وہ منصرف ہو جائے گا۔

باقی رہی یہ بات سببیت مع الشرطیۃ کا مطلب کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ علمیت مستقل سبب ہو اور دوسرے سبب کی سببیت کے لیے شرط بھی ہو۔

اور سببیت محضہ کا مطلب یہ ہے کہ علمیت مستقل سبب تو ہو لیکن دوسرے سبب کی سببیت کے لیے شرط نہ ہو۔

ضابطہ کا حاصل کل ما فیه علمیة مؤثرة اذا نکر صرف جس کی دلیل ایک قیاس

سے مرکب ہے۔

قیاس کا صغری کل مافیه علمیة مؤثرة اذا نکر بقی بلا سبب اوعلی سبب واحد

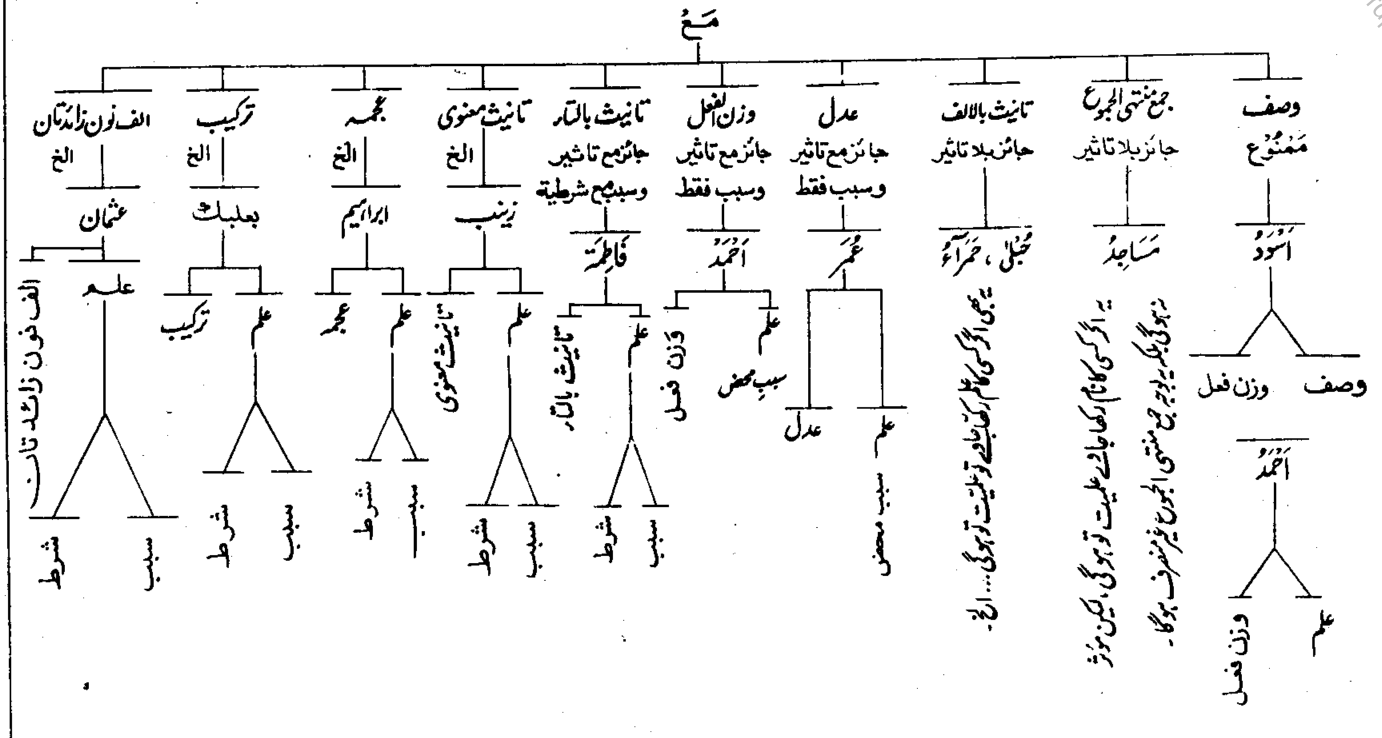
قیاس کاکبری فکل ماهکذا شانه فهو منصرف

نتیجه فکل مافیه علمیة مؤثرة اذا نکر صرف۔اس قیاس کا کبری محتاج الی الدلیل نہیں ہے۔کیونکہ وہ اسم جو بلاسبب ہو یا ایک سبب پر باقی رہ جائے تو وہ غیر منصرف تو نہیں ہوسکتا اس لیے کہ غیر منصرف کے لیے تو دو سبب کا ہونا ضروری ہے۔البتہ قیاس کا صغری دلیل کا محتاج ہے جس کو صاحب کافیہ نے لماتبین سے بیان کیا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے ہر ایسا اسم غیر منصرف ہے جس میں علمیت مؤثرہ ہو وہ بعداز تنکیر کن کن صورتوں میں بغیر سبب کے یا ایک سبب پر باقی رہتا ہے۔

جس کی تفصیل یہ ہے ماقبل سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ علمیت کا اجتماع اسباب ثمانیہ باقیہ میں سے دوسببوں کے ساتھ تو بالکل ہوتا ہی نہیں وہ دوسبب یہ ہیں۔(۱) وصف (۲) جمع۔اب باقی اسباب ستہ رہ گئے جن کے ساتھ اجتماع ہوتا ہے لیکن چھ میں سے چار اسباب کے ساتھ علمیت کا اجتماع بطور سببیت مع الشرطیة کے ہوتا ہے اور وہ چار سبب یہ ہیں۔ (۱) تانیث حاصل بالتاء خواہ تانیث لفظی ہو یا تانیث معنوی ہو۔ (۲) عجمہ (۳) ترکیب (۴) الف نون زائدتان۔لہذا ایسا اسم غیر منصرف جس میں ایک سبب علمیت اور دوسرا سبب ان چار اسباب مذکورہ میں سے کوئی ایک ہو پھر اس کو نکرہ بنادیا جائے تو یہ اسم غیر منصرف بلاسبب باقی رہ جاتا ہے کیونکہ علمیت جو مستقل سبب تھا وہ تنکیر کی وجہ سے ختم ہوگیا۔اور دوسرے سبب کی سببیت کے لیے علمیت شرط تھی تو جب شرط ختم ہوگئی تو سببیت بھی ختم ہوگئی۔ اذا فات الشرط فات المشروط۔لہذا یہ اسم بغیر سبب کے باقی رہ جائے گا جیسے طلحہ کو نکرہ بنادیا جائے تو یہ منصرف ہوجائے گا۔ باقی ان اسباب ستہ میں سے دوسبب رہ گئے۔ (۱) عدل (۲) وزن فعل۔ان کے ساتھ علمیت کا اجتماع محض بطور سببیت کے ہوتا ہے۔اگر ایسے اسم غیر منصرف کو جس میں ایک سبب علمیت ہو دوسرا سبب ان دو میں سے کوئی ایک ہو تو اس میں بعداز تنکیر ایک سبب باقی رہ جائے گا۔اس لیے کے علمیت جو مستقل سبب تھی وہ

علمیت کا اسباب منع صرف کے ساتھ تعلق

عَلَمِيَّة



تنکیر کی وجہ سے ختم ہوگئی اور دوسرا سبب اپنے حال پہ باقی ہے کیونکہ اس کے لیے علمیت شرط نہیں تھی۔تو یہ ضابطہ ثابت ہوا۔ کل مافیہ علمیة مؤثرة اذا نکر صرف ۔

قال الماتن وهو متضادان صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ممکن ہے کہ کوئی اسم غیر منصرف ایسا ہو کہ جس میں تین سبب پائے جاتے ہوں۔ (ا) علمیت (۲) وزن فعل (۳) عدل۔ جب ایسے اسم کو نکرہ بنادیا جائے تو وہ نکرہ بننے کے بعد بھی غیر منصرف رہے گا اس لیے کہ تنکیر کے بعد دو سبب باقی رہ جاتے ہیں۔(ا) عدل (۲) وزن فعل۔

جواب : عدل اور وزن فعل میں تضاد ہے یہ قطعاً جمع نہیں ہو سکتے۔اس لیے کہ عدل کے اوزان بحسب الاستقراء چھ میں بند ہیں۔جس کو کسی فارسی نے شعر میں بند کیا ہے۔

اوزان عدل را بتامے توں شش شمر ۔۔۔۔ مفعل وفعل مثالھما مثلث وعمر

فعل است ہم چوں امس ۔۔۔۔ وفعل است چوں ثلث

دیگر فعال داں تو قطام وفعلو سحر

اوران اوزان میں سے کوئی وزن، وزن فعل نہیں ہے لہذا جب ان میں تضاد ہوا اور قاعدہ یہ ہے کہ دو متضاد چیزیں ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔

قال الشارح ای لا یوجد مولانا جامی نے یہ بتادیا کہ یہ کان تامہ ہے جس کو خبر کی ضرورت نہیں اور کان تامہ وجود کے معنی میں ہوتا ہے۔

قال الشارح ای کل اسم مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مافیہ علمیة مؤثرة اذا نکر صرف ۔ یہ قضیہ مہملہ ہے اس لیے کہ عموم اور خصوص دونوں کا احتمال رکھتا ہے یعنی اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ کل افراد مراد ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ بعض افراد مراد ہوں۔اور قضیہ مہملہ عند المناطقہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے اب عبارت کا حاصل یہ ہوگا بعض اسم غیر منصرف تکون فیہ علمیة مؤثرة اذا نکر صرف۔ یہ مفہوم بالکل غلط ہے خلاف واقع ہے۔

جواب: یہاں پر ما عام ہے اس سے مراد کل افراد ہیں۔ لہذا یہ قضیہ کلیہ ہوا۔ باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ مہملہ عند المناطقہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مہملہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مهملة العلوم (۲) مهملة المحاورات۔ اور جو مہملہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے وہ مہملۃ المحاورات ہوتا ہے اور یہاں پر مہملۃ العلوم مراد ہے اور مہملۃ العلوم کلیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس لیے کہ علوم میں تو قواعد کلیہ کا بیان ہوتا ہے۔

قال الشارح تكون مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب ما سے مراد کل اسم ہے تو فیه کو اس کے متعلق کرنا صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ متعلق فعل ہوتا ہے یا شبہ فعل ہوتا ہے اور کل اسم نہ تو فعل ہے اور نہ شبہ فعل ہے۔

جواب: یہاں کا فیه متعلق محذوف ہے جو کہ تکون ہے۔ جس کا متعلق ہونا درست ہے

قال الشارح فی منع الصرف مولانا جامی نے بتا دیا کہ تاثیر سے مراد تاثیر فی الذات اور تاثیر فی الوجود نہیں بلکہ تاثیر سے تاثیر فی منع الصرف مراد ہے۔

بالسببية المحضه: کہ علمیت کے مؤثر ہونے میں تعمیم ہے خواہ سببیت محضہ کے طور پر ہو جیسا کہ عدل اور وزن فعل میں ہوتا ہے یا سببیت مع الشرطیۃ کے طور پر مؤثر ہو جیسا کہ چار اسباب میں ہوتا ہے۔ تانیث بالتاء وغیرہ میں۔

قال الشارح واحترز مولانا جامی کی غرض یہ بتانا ہے کہ متن کے اندر مؤثرۃ کی قید احترازی ہے اس سے احتراز اس علمیت سے ہے جو تانیث بالالف مقصورہ والا الف الممدودہ اور جمع منتہی الجموع میں ہے اس لیے کہ ان میں علمیت اگرچہ پائی جاتی ہے لیکن مؤثر نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ایک ہی سبب دو سببوں کے قائمقام ہوتا ہے۔

قال الشارح بان يؤل یہ باء تصویر یہ ہے۔ جس سے مولانا جامی علم کو نکرہ بنانے کی صورت بیان کر رہے ہیں اور طریقہ بتا رہے ہیں۔ کہ علم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں اور دو طریقے ہیں۔ (۱) علم سے شخص معین نہ مراد لیا جائے بلکہ ایک جماعت جو مسمات بعلم واحد اس کا ایک غیر معین

فرد مراد لیا جائے۔ مثلاً زید دس افراد کی جماعت کا نام ہو۔ اور یوں کہا جائے هذا زید ورئیت زیدا آخر اس میں دوسرا زید نکرہ ہے کیونکہ اس سے شخص معین مراد نہیں بلکہ زید نامی جماعت میں سے ایک فرد واحد غیر معین مراد ہے۔

(۲) علم سے فرد معین مراد نہ لیا جائے بلکہ علم سے مراد وہ وصف مشہور لی جائے جس کے ساتھ صاحب علم مشہور تھا جیسے کہا جاتا ہے لکل فرعون موسیٰ اس سے مراد لیا جاتا ہے لکل محق مبطل یعنی موسیٰ اور فرعون سے فرد معین نہ مراد لیا جائے بلکہ وصف غیر مشہور مراد لیا جائے۔ وہ موسیٰ کے لیے وصف مشہور محق ہے اور فرعون کی وصف مشہور مبطل ہے۔

ای ظهر : معنیٰ کو بیان کر دیا کہ تبین بمعنی ظهر کے ہے۔

حین بین : محل ظہور کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ماقبل میں صاحب کافیہ نے اسباب منع صرف اور ان کی تاثیر کی شرائط کو ذکر کیا اور کہا مایقوم مقامهما الجمع والفا التانیث۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ علمیت تانیث بالالف المقصورہ والالف الممدودہ اور جمع منتہی الجموع کے ساتھ پائی جاتی ہے لیکن مؤثر نہیں ہوتی اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک دو سببوں کے قائمقام ہے۔ اور جب کہا فلا تضره الغلبة تو اس سے معلوم ہوا کہ علمیت وصفیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی اور پھر جب تانیث حاصل بالتاء وغیرہ کی تاثیر کے لیے علمیت کو شرط قرار دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ علمیت اس کے ساتھ پائی جاتی ہے خود سبب بن کر اور دوسرے سبب کے لیے شرط بن کر بھی پائی جاتی ہے۔ اور پھر جب عدل اور وزن فعل کی مثالیں ذکر کیں تو اس سے معلوم ہوا کہ علمیت ان کے ساتھ جمع ہوتی ہے محض سبب بن کر

ای العلمية : مولانا جامی نے ضمیر کے مرجع کی تعیین کر دی کہ انھا کی ضمیر کا مرجع العلمیة ہے

وذالک : مولانا جامی کی غرض ان اسباب کو شمار کرنا ہے جن کے ساتھ علمیت بطور سببیت مع الشرطیت جمع ہوتی ہے اور وہ چار ہیں۔ تانیث بالتاء، عجمہ، ترکیب، الف نون زائدتان۔

قال الشارح **استثناء مما بقی** : مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جس سے پہلے ایک ضابطہ سمجھ لیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب حرف عطف کے بغیر امر واحد سے متعدد استثناء ہوں تو وہاں بدل الغلط ہوتا ہے جس کا معنی یہ ہوتا ہے یہاں مبدل منہ یعنی استثناء اول غلطی کے طور پر واقع ہوا ہے جو مسقوط عنہ کے حکم میں ہے۔ اور مقصود بدل یعنی استثناء ثانی ہے جیسے جب یہ کہا جائے جاء نی القوم الا زیدا الا عمروا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا زید کا استثناء غلطی کی وجہ سے واقع ہوگیا مقصد تو صرف امر کا استثناء ہے۔ اب معنی یہ ہوگا قوم کی محییت سے زید مستثنیٰ نہیں ہے بلکہ عمر مستثنیٰ ہے۔

اب سوال کی تقریر یہ ہے کہ صاحب کافیہ کی عبارت میں امر واحد سے دو مستثنیٰ واقع ہیں۔ (۱) الا ماهى شرط فيه (۲) الا العدل ووزن الفعل۔ تو اس قاعدہ مذکورہ کا مطابق معنی یہ ہوگا علمیت اسباب ثمانیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ مؤثر ہوکر نہیں پایا جاتا مگر عدل اور وزن فعل ع کے ساتھ اور یہ معنی خلاف واقع اور خلاف مفروض ہونے کی وجہ سے یقیناً غلط ہے۔

جواب: جس کا حاصل یہ ہے جس طرح یہاں استثناء دو ہیں اسی طرح مستثنیٰ منہ بھی دو ہیں۔ (۱) استثناء اول کا مستثنیٰ منہ مطلق سبب ہے جو اسباب ثمانیہ کو شامل ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ علمیت مؤثر ہوکر جمع نہیں ہوتی اسباب ثمانیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ۔ مگر جس کے لیے علمیت شرط ہو۔ اس سے چار اسباب کا استثناء ہوگیا۔ تانیث بالتاء، عجمہ، ترکیب، الف ونون زائدتان۔ باقی چار سبب رہ گئے۔ (۱) عدل (۲) وزن فعل (۳) وصف (۴) جمع۔ پھر ما بقی من الاستثناء الاول سے دوسرا استثناء کیا گیا ہے الا العدل ووزن الفعل۔ تو اس سے عدل اور وزن فعل کا استثناء ہوگیا اس لیے کہ علمیت مؤثر ہوکر ان کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ عمر اور احمد کے اندر وزن فعل اور علمیت ہے اور عمر میں عدل اور علمیت ہے۔ البتہ علمیت عدل اور وزن فعل کی تاثیر کے لیے شرط نہیں یعنی علمیت کے بغیر بھی یہ دونوں مؤثر ہوتے ہیں جس طرح کہ ثلٰث اور احمر میں دو سبب موجود ہیں۔ احمر میں وزن فعل اور وصف اور ثلث میں وصف اور عدل۔ یہ باوجود علمیت نہ ہونے کے غیر منصرف ہیں جس سے واضح ہوگیا کہ

علمیت ان کی تاثیر کے لیے شرط نہیں ہے۔

فلایکون معھا : ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔ کہ جب عدل اور وزن فعل میں تضاد ہے تو علمیت کے ساتھ ان دو میں سے ایک پایا جائے گا۔ دونوں اکٹھے نہیں پائے جائیں گے۔

قال الشارح شئی من الامر الدائر مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : الا احدھما یہ استثناء ہے جس کا مستثنیٰ منہ ھو ضمیر ہے جو یکون فعل میں مستتر ہے اور اس ضمیر کے مرجع میں تین احتمال ہیں۔ (۱) ضمیر کا مرجع مطلق سبب ہو۔ جو کہ اسباب ثمانیہ کو شامل ہو۔ (۲) ضمیر کا مرجع احدھما یعنی عدل اور وزن فعل میں سے ایک ہو۔ (۳) اس کا مرجع عدل اور وزن فعل دونوں ہوں۔ اور یہ تینوں احتمال باطل ہیں۔

پہلا احتمال اس لیے باطل ہے کہ اگر مرجع مطلق سبب کو بنایا جائے تو معنی غلط بنتا ہے اس لیے کہ معنی یہ ہوگا اسباب ثمانیہ میں سے کوئی سبب علمیت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا مگر عدم اور وزن فعل میں سے ایک کے ساتھ۔ اور یہ خلاف واقع ہے اور جھوٹ ہے۔ جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

دوسرا احتمال اس لیے غلط ہے کہ ضمیر کا مرجع اگر احدھما کو بنایا جائے تو استثناء الشئی عن نفسه اور استثناء الکل عن الکل کی خرابی لازم آئے گی۔

تیسرا احتمال اس لیے غلط ہے کہ اگر مرجع عدل اور وزن دونوں کو بنایا جائے تو راجع مرجع مطابقت نہیں رہتی۔۔

جواب : یکون کی ضمیر کا مرجع ہم ان تینوں کو نہیں بناتے یعنی نہ مطلق سبب کو بناتے ہیں اور نہ احدھما کو اور نہ مجموعہ کو بلکہ ضمیر کا مرجع ہم ایک ایسے امر کو بناتے ہیں جو عدل اور وزن فعل کا مجموعہ اور احدھما کے درمیان دائر ہے۔ اب اس صورت میں مستثنیٰ منہ عام بن جائے گا اور مستثنیٰ خاص۔ جس سے نہ کذب لازم آئے گا اور نہ ہی استثناء الشئی عن نفسه کی خرابی لازم آئے گی۔ اور یہ استثناء الخاص عن العام ہو جائے گا کہ مستثنیٰ منہ امر عام ہے جو صاحبین مذکورین کے مجموعہ کو بھی شامل ہے اور احدھما کو بھی۔ پھر ان دو صورتوں میں سے ایک صورت

احدھما کا استثناء کرلیا اور اس امر عام کو امر دائر اور مفہوم مردد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قال الشارح **ای لم یبقیٰ من حیث**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ سوال بقی بلا سبب کے درمیان ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ علمیت کہ زائل ہونے سے سبب بالکل ختم ہو جائے مثلاً طلحہ کو جب نکرہ بنا دیا جائے تو بعد از تنکیر تانیث باقی رہ جاتی ہے۔لہذا آپ کا بقی بلا سبب کہنا غلط ہے۔

جواب: ہماری مراد دوسرے سبب کے زائل ہونے سے یہ نہیں کہ ذات ہی باقی نہیں رہتی بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ دوسرے سبب کی سببیت زائل ہو جاتی ہے جس طرح طلحہ کو جب نکرہ بنا دیا جائے تو تانیث بیشک موجود رہتی ہے لیکن سبب اور مؤثر نہیں بنتی۔

ھذا : مولانا جامی کی غرض مباحث مذکورہ کے حفظ کرنے پر تنبیہ کرنا ہے۔

قال الشارح **فقد قیل** صاحب کافیہ کے قول وھما متضادان پر وارد ہونے والے اعتراض کو مولانا جامی نقل کر کے اس کے دو جواب ذکر کر رہے ہیں۔

سوال: صاحب کافیہ نے کہا کہ عدل اور وزن فعل میں تضاد ہے یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم آپ ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں عدل اور وزن فعل دونوں جمع ہیں جیسے اِضمت بروزن اضرب جو ایک جنگل کا نام ہے اس میں وزن فعل بھی ہے اور عدل بھی پایا جاتا ہے اس لیے کہ یہ اِضمت بروزن اضرب معدول ہے صمت یصمت بروزن نصر ینصر سے۔حالانکہ قیاس اور قانون کا تقاضا یہ تھا کہ یہ اُصمُت بروزن انصر ہو اس کا بروزن اضرب ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ یہ اُصمُت بروزن انصر سے معدول ہے۔

جواب اول: اِصمت میں عدل یقینی نہیں اس لیے کہ یہ ممکن ہے کہ یہ صمت یصمت بروزن ضرب یضرب سے ہو اگر چہ یہ مشہور نہیں لہذا جب اس کا ضرب یضرب سے ہونا ممکن ہے تو اس میں عدل کا پایا جانا یقینی نہ ہوا۔

جواب ثانی: جس کو مولانا جامی نے وایضاً سے بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم اس بات کو تسلیم بھی کرلیں کہ اِصْمِت کی اصل پائی جاتی ہے پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ عدل کے پائے جانے کے لیے اتنی بات کافی نہیں کہ معدول عنہ کے وجود پر دلیل موجود ہو بلکہ اس کے لیے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) غیر منصرف عدل کے اعتبار کرنے کا تقاضا کرے۔ (۲) اس اصل اور معدول عنہ سے عدل کے اخراج کا اعتبار ہو۔ اور یہاں اصمت کا غیر منصرف ہونا عدل کے اعتبار کرنے کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ اصمت میں دو مستقل سبب پائے جاتے ہیں۔ (۱) علمیت۔ کہ یہ ایک جنگل کا نام ہے۔ (۲) تانیث معنوی ہے۔

قال الماتن وخالف سیبویه الاخفش صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ کہ جب احمر کی مثل کسی کا علم ہو اور اس کو نکرہ بنا دیا جائے بعد از تنکیر اس کے انصراف اور عدم انصراف میں اختلاف ہے سیبویہ اور اخفش کا۔ اخفش صاحب جمہور کے قول کے مطابق اس کو منصرف قرار دیتے ہیں اور سیبویہ اس کو غیر منصرف قرار دیتے ہیں۔

سیبویه کی دلیل : کہ مثل احمر میں علمیت کے اندر وصف اصلی کا اعتبار کرنے سے مانع علمیت تھی جب بعد از تنکیر علمیت زائل ہوگئی تو وصف اصلی کے اعتبار کرنے سے کوئی مانع نہ رہا لہٰذا مثل احمر علما بعد از تنکیر وصف اصلی اور سبب آخر کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا۔

اخفش کی دلیل : کہ وصف اور علمیت میں تضاد ہے یعنی یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لہٰذا علمیت کی وجہ سے وصفیت معدوم ہوگئی۔ اب اگر بعد از تنکیر وصف اصلی کا اعتبار کیا جائے تو ایک معدوم چیز کا اعتبار کرنا لازم آئے گا جس کی ضرورت نہیں۔

ثم اشار : مولانا جامی کی غرض صاحب کافیہ کی غرض کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ کی غرض قاعدہ مذکورہ مافیہ علمیة مؤثرة اذا نکر صرف سے برمذہب سیبویہ ایک استثناء کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ کے مذہب کے مطابق مثل احمر علما بعد از تنکیر غیر منصرف ہی رہتا ہے منصرف نہیں ہوتا۔

المشهور : مولانا جامی کی غرض اخفش کے مصداق کو متعین کرنا ہے کہ اخفش نامی تین آدمی گزرے ہیں (۱) **اخفش کبیر** جس کی کنیت ابوالخطاب ہے یہ سیبویہ کے استاد ہیں۔

(۲) **اخفش اوسط** ۔جن کی کنیت ابوالحسن ہے اور نام سعید ہے جو سیبویہ کے شاگرد ہیں۔

(۳) **اخفش اصغر** ۔ان کی کنیت بھی ابوالحسن ہے لیکن یہ تلمیذ مبرد ہیں۔اب متن میں تو صرف اخفش کا ذکر ہے لیکن مراد متعین نہیں تھی کہ کون سا اخفش مراد ہے۔مولانا جامیؒ نے مصداق کو متعین کر دیا کہ اخفش سے مراد وہ ہے جو مشہور ہے اور وہ مشہور ابوالحسن سیبویہ کا شاگرد ہے۔

دخول تو مولانا جامیؒ نے ان لوگوں پر رد کر دیا کہ یہاں اخفش سے مراد اخفش اوسط ہے اور مخالفت کی نسبت استاد کی طرف ہے۔

قوله ولما كان قول التلميذ اظهر مع موافقته ۔سوال مقدر کا جواب

سوال : جب یہ بات معلوم ہوئی کہ سیبویہ استاد ہے تو مخالفت کی نسبت استاد کی طرف نہیں کرنی چاہیئے تھی شاگرد کی طرف کرنا چاہیے تھی حالانکہ ماتن نے مخالفت کی نسبت استاد کی طرف کر دی ہے

جواب : جب قول تلمیذ زیادہ حق کے موافق تھا کیونکہ قاعدہ مذکورہ کے عین مطابق ہے تو صاحب کافیہؒ ما هو الحق کا اظہار کرتے ہوئے مخالفت کی نسبت استاد کی طرف کر دی اس قسم کی نسبت استاد کی طرف کرنے سے نہ استاد کی توہین ہے اور نہ ہی ثواب دارین سے محرومی کا ذریعہ ہے۔

عف

قوله والمراد بمثل احمر ۔صاحب کافیہؒ نے لفظ مثل سے جس قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ کیا مولانا جامیؒ اسکی وضاحت کر رہے ہیں کہ مثل احمر سے مراد ہر وہ اسم ہے جس میں وصفیت والا معنی قبل از علمیت ظاہر ہو مخفی نہ ہو۔بشرطیکہ کوئی ایسی علامت نہ پائی جائے جو وصفیت والے معنی میں نص ہو اور وہ علمیت کے بعد زائل ہو جائے۔

قال الشارح فيدخل فيه سكران ۔اس قاعدہ پر تفریعات کا بیان۔

ا۔ سکران مثل احمر کے تحت داخل ہو جائے گا اس میں وصفیت والا معنی علمیت سے پہلے ظاہر ہے اور علمیت کے بعد زائل ہو جاتا ہے اور اس کے مثل جس میں الف نون مزید تان ہو تو وہ بھی مثل احمر کے تحت داخل ہو جائیں گے۔

(۲)۔ کہ افعل تاکیدی ہو تو وہ مثل احمر سے خارج ہو جائے گا کیونکہ مثل احمر سے مراد وہ اسم ہے جس میں علیت سے قبل وصفیت والا معنی ظاہر ہو۔ اور افعل تاکید میں وصفیت والا معنی کمزور ہے علیت سے پہلے کیونکہ حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ کل کے معنی میں مستعمل ہوا کرتا ہے جیسے اجمع یہ کل کے معنی میں ہے۔ لہذا جب اجمع کو کسی شخص کا نام رکھ دیا جائے تو بعد از تنکیر بالاتفاق منصرف ہو گا۔

(۳)۔ کہ افعل تفضیل بھی مثل احمر سے خارج ہو جائے گا جس کی دلیل یہ ہے۔ کہ افعل تفضیل دو حال سے خالی نہیں۔

ا۔ من سے مجرد ہو گا۔ ۲۔ یا مقرون ہو گا من کے ساتھ۔ اگر افعل تفضیل من سے خالی ہوں تو یہ بھی مثل احمر کے تحت داخل نہیں کیونکہ اس میں وصفیت والا معنی قبل از علیت ضعیف ہو چکا ہے۔ جیسے افضل یہ تو اس اسم محض کی طرح ہو جائے گا افعل کے وزن پر ہو جیسے ارنب اور اگر افعل تفضیل مقرون ہوں من کے ساتھ یہ بھی مثل احمر سے خارج ہے کیونکہ اس میں وصفیت والا معنی قبل از علیت ظاہر ہیں اور علیت کے بعد زائل نہیں ہوتے بلکہ باقی رہتے ہیں اور وصفیت والا معنی پر علامت نص وہ کلمہ من ہے کیونکہ یہ وصفیت والے معنی میں نص ہے اور مثل احمر علماً میں شرط تھی کہ اس میں کوئی ایسی علامت نہ پائی جائے جو وصفیت والا معنی پر نص ہو اور افعل تفضیل میں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ جیسے افضل جو کسی شخص کا نام رکھا جائے اور یوں کہا جائے جاء نی افضل من اقرانہ معنی یہ کہ میرے پاس ایسی ذات آئی جو فضیلت والی ہے اپنے دوستوں سے اور یہ شرط کہ ایسی علامت نہ پائی جائے جو وصفیت والا معنی پر نص ہو تو اس قید اور شرط کو اگرچہ مولانا جامیؒ نے ماقبل میں بیان نہیں کیا لیکن جب تک یہ قید کو بیان نہ کیا جائے تو افعل مقرون بمن کا اخراج مثل احمر علماً سے نہ ہو سکے گا۔

قال الماتن اعتبارًا للصفة الاصلية ۔ یہ مفعول لہ ہے خالف کے لئے اب معنی یہ ہو گا سیبویہ نے جو اخفش کی مخالفت کی ہے وہ اس بات میں کی ہے وہ صفت اصلیہ کا اعتبار کرتے ہیں۔ یہاں مفعول لہ کے لام کو حذف کرنے کی شرط موجود ہے کہ خالف اور اعتبارًا یعنی مفعول لہ اور فعل معلل کا فاعل ایک ہی ہے جو سیبویہ ہے۔

قال الشارح **ای انما خالف سیبویه** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ اگر سیبویہ کو خالف کا مفعول مقدم اور اخفش کو فاعل مؤخر قرار دیا جائے تو معنی میں کوئی فساد لازم نہیں آتا اس صورت میں استاد کا ادب اور احترام بھی باقی رہتا ہے۔

جواب : یہ صورۃ مذکورہ ناممکن ہے اس لئے کہ اعتبارا للصفة الاصلية خالف کا مفعول لہ ہے اور قاعدہ ہے کہ مفعول لہ اور فعل معلل کا فاعل ایک ہونا شرط ہے۔اگر صورۃ مذکورہ بالا اختیار کی جائے تو فعل معلل کا فاعل اخفش ہو جائے گا اور اعتبارا کا فاعل سیبویہ ہے کیونکہ صفت اصلیہ کا تنکیر کے بعد سیبویہ اعتبار کرتے ہیں نہ کہ اخفش۔جب فاعل ایک نہ رہے گا تو قاعدہ ضابطہ ٹوٹ جائے گا نیز ما هو الحق کا اظہار جو مقصود ہے وہ بھی حاصل نہ ہوگا۔

قال الشارح **فانه لما زال العلمية بالتنكير**۔ اس عبارت میں مولانا جامیؒ سیبویہ کی دلیل نقل کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وصفیت کے لئے مانع علمیت تھی جب علمیت زائل ہوگئی تو وصف کے اعتبار کرنے سے کوئی مانع نہ رہا لہذا وصفیت کا اعتبار کرتے ہوئے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

قال الشارح **فان قلت** ۔مولانا جامیؒ سیبویہ کی دلیل پر سوال نقل کر کے قيل سے جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال : کسی چیز کے معتبر ہونے کیلئے محض مانع کا مفقود ہونا کافی نہیں بلکہ مقتضی کا پایا جانا بھی ضروری ہوتا ہے اور مثل احمر علماً میں ہم تسلیم کرلیتے کہ بعد از تنکیر کوئی مانع نہیں رہا لیکن وصف اصلی کے اعتبار کرنے کے لئے لیکن کوئی مقتضی بھی تو موجود نہیں لہذا وصف اصلی کا اعتبار کرنا غلط ہے۔

قال الشارح **قيل**۔سے جواب نقل کرتا ہے۔

سوال : جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں مقتضی موجود ہے کہ مثل احمر علما کو قیاس کرنا ہے اسود اور ارقم پر کہ جس طرح اسود اور ارقم میں غلبہ اسمیت کے بعد وصف زائل ہوگئی ہے لیکن پھر بھی وصف اصلی کا اعتبار کرتے ہیں تو بالکل ایسے ہی مثل احمر علماً میں بھی بعد از تنکیر وصف

اصلی کا اعتبار کیا جائے گا۔

قال الشارح وفیہ بحث ۔مولانا جامیؒ اس جواب کو رد کرنا چاہتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ مقیس علیہ اسود ، ارقم میں وصفیت بالکلیۃ زائل نہیں ہوئی بلکہ کسی نا کسی درجہ میں وصفیت باقی ہے اور بخلاف مقیس کے کہ مثل احمر علما کسی کا نام رکھ دیا جائے میں تو اس میں وصف بالکلیت زائل ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر احمر کو ایسے شخص کا نام رکھ دیا جائے جس میں سیاہی والی صفت ہو جیسے حبشی تو تب بھی صحیح ہے لہذا اس میں وصفیت بالکلیت زائل ہو گئی لھذا اس پر قیاس کرنا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے

قال الشارح اما الاخفش ۔یہاں سے مولانا جامیؒ اخفش کے مذہب کو نقل کر کے دلیل بیان کر رہے ہیں کہ اخفش کا مذہب یہ ہے کہ ان کے ہاں مثل احمر علما بعد از تنکیر منصرف ہو گا۔ دلیل اس لئے کہ وصفیت علمیت کی وجہ سے زائل ہو گئی ہے اور علمیت تنکیر کیوجہ سے زائل ہو گئی۔ لہذا علمیت کے زائل ہونے کے بعد وصفیت اصلیہ کا اعتبار نہیں کرینگے جو چیز ایک مرتبہ زائل ہو جائے تو بغیر ضرورت کی وہ واپس نہیں آتی تو حاصل یہ نکلا کہ مثل احمر علما میں صرف ایک سبب وزن فعل ہے اور یہ بات ظاہر ہے ایک سبب سے کلمہ غیر منصرف نہیں ہوتا تو اس لئے یہ منصرف ہو گا تو مثل احمر علما بعد از تنکیر منصرف ہو گا۔

قال الشارح ھذا لقول اظھر ۔مولانا جامیؒ نے اپنا فیصلہ سنایا کہ میرے نزدیک بھی اخفش کا مذہب بہتر ہے۔

قال الشارح ولما اعتبرہ سیبویہ ۔مولانا جامیؒ صاحب کافیہؒ کی مابعد میں آنے والا عبارت کی غرض بیان کرنا چاہتے ہیں۔

متن﴿ **ولا یلزمہ باب حاتم لما یلزمہ من اعتبار**

مصنف سیبویہ پر اخفش کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں

سوال: جب سیبویہ مثل احمر علما میں بعد از تنکیر وصفیت اصلی کے اعتبار کرتے ہیں تو جب وہ زائل ہو گی اس کو علمیت کے ہوتے ہوئے بھی وصفیت کا اعتبار کرنا چاہئے جیسے باب حاتم میں وصف اصلی کا اعتبار کرنا چاہئے حالانکہ باب حاتم بالاتفاق منصرف ہے لہذا جس طرح باب حاتم

میں وصفیت اصلی کا اعتبار نہیں کیا جاتا تو اس طرح مثل احمر علما میں بھی بعد از تنکیر وصفیت اصلیہ کا اعتبار کرنا باطل ہے۔

قال الشارح فاجاب المصنف بقوله ولا یلزمه ۔صاحب کافیہؒ نے جواب دیا ہے مثل احمر علماً میں وصف اصلی کا اعتبار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باب حاتم میں بھی وصف اصلی کا اعتبار کیا جائے کیونکہ یہاں مانع موجود ہے وہ اعتبار المتضادین فی تحصیل حکم واحد یعنی ایک حکم کے تحصیل کے لئے دو متضاد چیزوں کا اعتبار کرنا اور باب حاتم میں حکم واحد وہ عدم انصراف ہے جس کی تحصیل کے لئے دو سبب کی ضرورت تھی ایک وصفیت دوسرا علمیت اور ان دونوں میں تضاد ہے کیونکہ وصفیت عموم پر دلالت رتی ہے اور علمیت خصوص پر دلالت کرتی ہے بخلاف مثل احمر علماً میں وہاں کوئی مانع نہیں۔

قال الشارح ولا یلزمه ای سیبویه ۔مرجع کے تعین کا بیان کہ ۂ ضمیر کا مرجع سیبویہ ہے۔

قوله ای کل علم ۔صاحب کافیہؒ نے لفظ باب لاکر جس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا تھا مولانا جامیؒ اس کے طرف صراحتاً بیان کر رہے ہیں کہ باب حاتم سے مراد ہر وہ علم جو اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو اور علمیت اس میں باقی اور موجود ہو۔

قوله بان اعتبرفیه ۔لزوم کا بیان۔لما یلزم یہ جو علت ہے ولا یلزم میں لا نفی کی علت ہے منفی لزوم کی نہیں۔

قوله فی باب حاتم ۔محل لزوم کا بیان۔من اعتبار المتضادین یعنی الوصفیة یہ عبارت نکال کر اشارہ کر دیا کہ المتضادین میں الف لام عہدی ہے اس سے مراد مطلق تضاد بین سببین مراد نہیں بلکہ اس سے مراد بلکہ خاص تضاد بین العلمیت و الوصفیة مراد ہے۔

قال الشارح فان العلم المخصوص ۔تضاد کا بیان کہ علم اور وصف میں تضاد کیسے ہے اس لئے کہ علم خصوص کے لئے ہوتا اور وصف عموم کے لئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ عموم اور خصوص ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے لہذا یہ متضاد اور منافی ہے۔

قال الشارح فی حکم واحد وهو منع صرف ۔اس میں حکم واحد کا مصداق کا

بیان ہے نیز متن میں فی حکم واحد سے مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے فی تحصیل حکم واحد اور وہ حکم واحد غیر منصرف ہے۔

قال الشارح فان قلت التضاد ۔ یہاں مولانا جامیؒ اخفش کے طرف سے سوال نقل کر رہے ہیں سیبویہ پر جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ باب حاتم میں وصفیت کے اعتبار کرنے سے اعتبار المتضادین فی حکم واحد لازم آتے ہیں اس لئے کہ تضاد تو علیت اور وصفیت اصلیہ محققہ کے درمیان ہوتے ہیں اور یہ باب حاتم میں وصفیت زائلہ اور علیت محققہ ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں لہذا اجتماع المتضادین فی حکم واحد لازم نہیں آئے گا۔

جواب: قلنا سے مولانا جامیؒ جواب دینا چاہتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وصفیت زائلہ اور علیت کے درمیان اجتماع المتضادین حقیقتاً تو نہیں لیکن یہ اجتماع مشابہ ہے تضاد ہے کیونکہ ایک ضد کی زوال کے بعد زائل شدہ ضد کو دوسری ضد کے ساتھ اعتبار کرنا اگرچہ حقیقتاً اجتماع المتضادین نہیں لیکن مشابہ ہے اور یہ غیر مستحسن ہے اور فصحاء بلغاء کے لئے غیر مستحسن چیز سے اجتناب بھی ضروری ہے۔

قال الشارح وجميع الباب باللام و الاضافة ينجر بالكسر الخ ۔ یہ غیر منصرف کی بحث کا آخری مسئلہ ہے غیر منصرف کے تمام باب پر الف لام داخل ہو جائے یا اضافت ہو جائے تو بالاتفاق مجرور بالکسر ہوگا۔ الف لام کی مثال و انتم عاکفون فی المساجد تو اس میں مساجد غیر منصرف ہے الف لام کی وجہ سے اس پر کسرہ داخل ہوگئی ہے اور اضافت کی مثال لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اس میں احسن غیر منصرف ہے لیکن اضافت کی وجہ سے اس پر کسرہ بھی داخل ہو چکی ہے۔

قال الشارح ای باب غیر منصرف ۔ یہ عبارت نکال کر اشارہ کر دیا کہ الباب پر الف لام عہدی ہے جس سے مطلق باب مراد نہیں بلکہ خاص باب غیر منصرف مراد ہے اور نہ ہی الباب سے مراد باب حاتم ہے۔

قوله ای بدخول اللام ۔ یہ عبارت دو سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال اول: باء سببیت کی ہے اور اسباب تو از قبیل اوصاف ہوتے ہیں جبکہ لام از قبیل ذات ہے لہذا کسرہ کا سبب نہیں بن سکتا۔

سوال ثانی: باللام میں باء بھی حرف ہے اور لام بھی حرف ہے تو لازم آیا دخول الحرف علی الحرف جو کہ جائز نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے لفظ دخول لاکر جواب دیا ہے۔ پہلے سوال کا جواب حاصل یہ یہاں لام سے پہلے مضاف لفظ دخول محذوف ہے اور وہ دخول سبب ہے جو کہ وصف ہے لہذا سبب وصف بنا نہ کہ ذات دوسرے سوال کا جواب بھی یہی ہوگیا کہ باء کا مدخول دخول ہے نہ کہ حرف لہذا دخول الحرف علی الحرف لازم نہ آیا۔

قولہ ای لام التعریف۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: المال لا حمد میں غیر منصرف جو لام داخل ہے تو احمد کو مجرور بالکسرہ ہونا چاہئے حالانکہ یہ مفتوح ہے۔

جواب: لام سے مراد لام تعریف ہے اور لا حمد پر جو لام داخل ہے وہ لام جارہ ہے۔

قال الشارح علیہ۔ یہ بھی سوال کا جواب ہے۔

سوال: جمیع باب غیر منصرف دخول لام کی وجہ سے منصرف ہوجاتا ہے حالانکہ الرجل پر الف لام موجود ہے لیکن غیر منصرف سے منصرف نہیں ہے بلکہ یہ ابتداء ہی منصرف ہے۔

جواب: لام تعریف کے دخول سے مراد یہ ہے کہ غیر منصرف پر داخل ہو نہ کہ مطلق اسم پر اور الرجل تو پہلے ہی منصرف ہے۔

قال الشارح او الاضافة ای اضافته الی غیره۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: غلام احمد میں اضافت موجود ہے لیکن پھر بھی لفظ احمد مجرور بالکسرہ نہیں بلکہ مجرور بالفتحہ ہے۔

جواب: یہاں اضافت سے مراد مضاف ہے نہ مضاف الیہ اور آپ کے پیش کردہ مثال میں مضاف الیہ ہے اس لئے کسرہ نہیں۔

قولہ ای یصیر مجروراً ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: ینجر مشتق ہے انجرار سے اور انجرار کا معنی ہے کشیدن اور یہ معنی اس مقام کے مناسب بالکل نہیں ہے یا سوال اس انداز سے بھی کیا جائے کہ ینجر متعدی بنفسہ ہے تو لہذا اس کو متعدی باء کے ساتھ کیوں کیا گیا ہے۔

جواب: ینجر یہاں یصیر مجروراً کے معنی میں ہو کر لازمی ہے تو لہذا اس کو باء کے ساتھ متعدی کرنا صحیح ہے یاد رکھیں مولانا جامیؒ نے ینجر کی تفسیر یصیر مجروراً کے ساتھ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں باب انفعال صیرورۃ کے معنی میں ہے مقصد یہ ہے کہ غیر منصرف اضافت اور دخول لام کی وجہ سے منع کسرہ سے دخول کسرہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

قولہ ای بصورۃ الکسرۃ الخ ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے ینجر کہا اور جر حرکات اعرابیہ میں سے ہے تو معلوم ہوا کہ یہ غیر منصرف معرب بالجر ہونگے اور کسر حرکات بنائیہ میں سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ غیر منصرف مبنی بر کسر ہونگے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کسرہ سے صورۃ کسرہ مراد ہے۔ حقیقی کسرہ مراد نہیں جو حرکات بنائیہ میں سے ہے پھر اس میں بھی تعمیم ہے مجرور لفظاً ہو یا تقدیراً

ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ غیر منصرف کا تمام باب جس پر الف لام یا اضافت داخل ہو تو وہ مجرور ہو جائے گا عام ازیں مجرور لفظاً ہو یا تقدیراً

قولہ وانما یکتفی ۔دو سوالوں مقدرہ کا جواب سوال اوّل صاحب کافیہؒ نے ینجر بالکسر کے بجائے صرف ینجر کہدیتے تو اس میں مقصد پورا ہو جاتا اور اختصار بھی حاصل ہو جاتا۔

جواب: اگر صرف ینجر کہدیتے تو مقصود فوت ہو جاتا کیونکہ مقصود تو یہ بتانا تھا کہ غیر منصرف الف لام اور اضافت کی وجہ سے مجرور بالکسرہ ہو جاتا ہے اگر صرف ینجر کہدیتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ مجرور ہوتا ہے خواہ مجرور بالکسرہ ہو یا بالفتحہ ہو اس لئے ینجر بالکسر کہہ کر اشارہ کر دیا کہ ہمارا مقصود مجرور بالکسرہ ہے۔

سوال: پھر ینکسر کہدیتے اس سے بھی اختصار حاصل ہوتا اور مقصد بھی پورا ہو جاتا۔

جواب: اگر بنکسر کہہ دیتے تو یہ شبہ ہو جاتا کہ الف لام اور اضافۃ کی وجہ سے غیر منصرف مبنی بر کسرہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کسرۃ حرکات بنائیہ میں سے ہے حالانکہ غیر منصرف معرب ہوتا ہے۔

بہرحال صاحب کافیہؒ نے ان دونوں شبہوں کا ازالہ کر دیا ینجر بالکسر سے۔

قولہ وللنحاۃ خلاف سوال مقدر کا جواب کہ اگر مصنف یہ کہہ دیتے جمیع اللباب باللام او بالاضافۃ ینصرف تو بہتر تھا کیونکہ مقصود یہاں انصراف عدم انصراف کو بیان کرنا ہے۔

جواب: الف لام کے دخول اور اضافۃ سے غیر منصرف کے منصرف ہونے میں شدید اختلاف تھا اس لئے صاحب کافیہؒ نے استعمال کا طریقہ بیان کر دیا اور اختلاف کو ترک کر دیا ہے۔

لیکن مولانا جامیؒ اس کی تفصیل بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اختلاف مبنی ہے اصل میں ایک اور اختلاف پر۔ اور وہ یہ ہے کہ غیر منصرف کی تعریف کیا ہے بعض نے اس کی تعریف یہ کی ہے۔ (۱) غیر منصرف وہ ہے جس پر کسرہ اور تنوین داخل نہ ہو سکے۔

(۲)۔ اور بعض نے یہ تعریف کی کہ غیر منصرف وہ ہے جس میں دو علتیں یا ایک علۃ جو قائم ہو دو علتوں کے قائم مقام موجود ہو۔ پھر پہلے فریق کے دو گروہ ہیں جس سے تین مذہب ہوں گے۔

ا۔ زجاج اور اس کے متبعین کا ۲۔ سیبویہ اور اس کے متبعین کا ۳۔ فراء اور اس کے متبعین کا۔

مذہب زجاج: کا یہ ہے کہ غیر منصرف پر جب الف لام داخل ہو جائے یا مضاف ہو جائے تو مطلقاً منصرف ہوگا خواہ علل تسعہ میں سے علتین باقی رہیں یا نہ رہیں۔

دلیل: اسم کا غیر منصرف ہونا فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا جب اس پر الف لام داخل ہو گیا یا اضافت ہو گئی تو جہت اسمیت قوی ہو گئی اور مشابہت ضعیف ہو جائے گی لہذا وہ اپنے اصل کی طرف عود کر آئے گا اور اصل اسماء میں انصراف ہے تو اس لئے منصرف ہوگا خواہ علتیں باقی ہوں یا نہ ہوں۔ ان کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

قال الشارح دون التنوین لانہ لا یجتمع ۔

سوال: جب یہ منصرف ہیں تو ان پر تنوین بھی داخل ہونی چاہیئے۔

جواب: ان پر تنوین کا ممنوع ہونا غیر منصرف کی وجہ سے نہیں بلکہ الف لام دخول اور اضافت کی وجہ سے اسلیئے جس اسم پر الف لام ہو یا اضافت ہو تو اس پر تنوین داخل ہونا ممتنع ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح **و منهم من ذهب الی انه غیر منصرف مطلقا** -
دوسرا مذہب سیبویہ: اوران کے متبعین کا۔ کہ غیر منصرف ہر حال میں غیر منصرف رہیگا خواہ دخول لام اور اضافت کے بعد دوسبب باقی رہیں یا نہ رہیں۔

قال الشارح **و الممنوع من غیر المنصرف الخ** ۔اس مذہب ثانی پر وارد ہونے والے اعتراض کا مولانا جامیؒ جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال : اگر چہ ہر حال میں کلمہ اسم غیر منصرف ہی رہتا ہے تو اس پر تنوین کی طرح کسرہ بھی داخل نہیں ہونی چاہیئے۔

جواب : اصل میں غیر منصرف پر تنوین کا دخول ممنوع ہے کیونکہ تنوین ہی کلمہ کے منصرف ہونے کی علامت ہے اور کسرہ تو فقط تبعیت تنوین کی وجہ سے ساقط ہو گئی تھی اور جب دخول لام اور اضافت کی وجہ سے اس کی اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف گئی اور مشابہت ضعیفہ فقط سقوط تنوین میں تو اثر کرسکتی ہے لیکن کسرہ کی ساقط کرنے میں نہیں کرسکتی۔لہذا کسرہ آئے گی اور تنوین غیر منصرف ہونے کی وجہ سے نہیں آئے گی خلاصہ یہ ہوا کہ ان چیزوں کے دخول کے بعد بھی اسم کی فعل کے ساتھ مشابہت رہتی ہے اگر چہ یہ ضعیف کیوں نہ ہو۔تو اس مشابہت کا فائدہ یہ ہوگا کہ اسم پر تنوین نہیں آئے گی جو علامت ہے منصرف ہونے کی البتہ کسرہ کا داخل ہونا اس لئے مضر نہیں۔

قال الشارح **و منهم من ذهب الی ان العلتین الخ** -
تیسرا مذہب فراء: فراء اوران کے متبعین کا مذہب یہ ہے کہ الف لام کے دخول کے بعد اور اضافت کے بعد اگر علتین باقی رہیں تو غیر منصرف رہے گا اگر دونوں علتوں میں سے ایک چلی گئی یا دونوں چلی گئیں تو پھر منصرف ہوگا جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کی تین صورتیں بنتی ہیں

(۱)۔اگر الف لام اور اضافت کی وجہ سے کوئی سبب باقی نہ رہے

(۲)۔ایک سبب باقی رہے اور دوسرا باقی نہ رہے۔

(۳)۔دونوں باقی رہیں۔پہلی دونوں صورتوں میں منصرف ہو جائے گا اور تیسری صورت میں غیر منصرف رہے گا۔اور پہلی صورت اس وقت پائی جائے گی جب کسی سبب کے ساتھ علمیت باعتبار شرط کے شریک ہو تو علمیت اٹھنے سے کوئی سبب باقی نہ رہے گا کیونکہ قاعدہ ہے اذا فات الشرط

فات المشروط جیسے الابراھیم اور دوسری صورت اس وقت پائی جائے گی جب علیت سببیت کے طور پر شریک ہو۔تو علیت کے اٹھنے سے ایک سبب باقی رہے گا کما مر اور تیسری صورت اس وقت پائی جائے گی کہ کسی کلمہ میں علیت کے علاوہ دو سبب موجود ہوں۔

قال الشارح وھذا القول انسب ۔مولانا جامیؒ اپنا فیصلہ سناتے ہیں کہ یہ تیسرا مذہب مصنف کی بیان کردہ تعریف غیر المنصرف ما فیہ علتان او واحدۃ قوم مقامھما کے زیادہ مناسب ہے۔

فائدہ: الف لام اور اضافت سے علیت کیوں اٹھ جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ الف لام کی وجہ سے علیت اسلئے اٹھ جاتی ہے کہ علیت میں اعلی درجہ کی تعریف ہے بنسبت الف لام کے اگر الف لام داخل ہو جائے تو لازم آ جائے گا طلب ادنی مع حصول اعلیٰ اور اضافت سے علیت کے زائل ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر اضافت الی المعرفۃ ہو تو تحصیل حاصل والی خرابی لازم آتی ہے اور اضافت الی النکرہ ہو تو طلب الادنی مع حصول الاعلی والی خرابی لازم آتی ہے

و اللہ اعلم علمہ تم احکم۔

﴿بحث المرفوعات﴾

﴿المرفوعات﴾

یہاں پر چھ تحقیقات ہیں ا۔تحقیق ربطی ۲۔تحقیق تقدیری ۳۔تحقیق ترکیبی

۴۔تحقیق صیغوی ۵۔تحقیق الف لام ۶۔تحقیق معنوی

صاحب کافیہؒ نے صرف تحقیق معنوی بیان کی ہے اور مولانا جامیؒ نے اس کے ساتھ تحقیق صیغوی بھی بیان کی ہے اور یہاں تین تحقیقات بیان ہوں گی ان شاء اللہ دو تو وہی جو کتاب میں ہیں اور ایک تحقیق ربطی بقایا تین تحقیقیں اگر مقصود ہوں تو کاشفہ شرح کافیہ میں مذکور ہے۔

تحقیق ربطی کہ المرفوعات کا ماقبل سے دو طرح کا ربط ہے۔

ربط اوّل اب تک مقدمہ کا بیان تھا اب مقاصد ثلاثہ کا بیان شروع ہو رہا ہے۔

تحقیقات المرفوعات

تحقیقِ ربطی
ربط اوّل: ثم لمّا فرغ المصنفؒ عن تقسیم المعرب باعتبار الانصراف و عدمه شرع فی تقسیم اٰخر باعتبار اقسام الاعراب فقال المرفوعات۔

ربط دوم: لمّا تمّت المقدمة شرع فی بیان المقاصد وھی المرفوعات والمنصوبات والمجرورات

تحقیقِ تقدیمی
قدم المرفوعات علی المنصوبات والمجرورات لان المرفوعات عمدة والمنصوبات والمجرورات فضلة والعمدة اصل والفضلة فرع والاصل مقدم علی الفرع۔

تحقیقِ لامی
الف لام برائے استغراق نوعی است ومرفوعات ھشت نوع ھستند بسبب الف لام المرفوعات ھمه انواع را شامل شد۔

تحقیقِ ترکیبی
المرفوعات
- مبنی بر سکون — مثل کلمات معدودة: زید۔ عمرو۔ بکر۔
- معرب
  - منصوب — بناء بر مفعولیت — یعنی اِقْرَءِ المرفوعات
  - مرفوع
    - خبر
      - مبتداء مذکر — ھٰذا بحثُ المرفوعات
      - مبتداء مونث — ھٰذِهِ المرفوعات
    - مبتداء
      - مذکور الخبر
        - ھُوَ مَا اشْتَمَلَ ... الخ — افراد ضمیر و تذکیر ضمیر باعتبار کل واحد است۔
        - ما اشتمل — ھو ضمیر فصل است لا محل لھا من الاعراب
      - محذوف الخبر
        - خبر مذکر — ھٰذا بحث المرفوعات
        - خبر مؤنث — ھٰذه المرفوعات
  - مجرور — بناء بر اضافة — یعنی ھٰذا بحث المرفوعات مبتداء ومضاف را حذف کردند مضاف الیه را بر اعراب خود باقی گزاشتند

تحقیقِ صیغوی
شارح بیان کرد بقول خود جمع المرفوع لا المرفوعة۔

تحقیقِ معنوی
مصنفؒ بیان کرد بقول خود ھو ما اشتمل علی علم الفاعلیة۔

تحقیقِ جمعی
لما قال المصنفؒ فالرفع علم الفاعلية وقال ھٰھنا ما اشتمل علی علم الفاعلية توھم منه انحصار المرفوع فی نوع واحد من الفاعل فازال ھٰذا الوھم بایراد صیغة الجمع الدالة علی انواع المرفوعات۔

تحقیقِ اشتمالی
بر سه نحو دوم است

ربط ثانی: ماقبل میں تقسیم اسم معرب کی باعتبار انصراف اور عدم انصراف کے تھی اب باعتبار اعراب کے معرب کی تقسیم کا بیان ہے اور یہ تین قسم پر ہے (۱)۔ مرفوع (۲)۔ منصوب (۳)۔ مجرور ہوگا۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے المرفوعات جمع کثرہ کا صیغہ لایا جو کہ دس سے زیادہ پر بولا جاتا ہے حالانکہ مرفوعات آٹھ ہیں۔ لہذا جمع کثرۃ کا صیغہ لانا درست نہیں۔

جواب: صاحب کافیہؒ نے جمع کثرہ کا صیغہ ایک فائدہ کو بیان کرنے کے لئے لایا ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جمع کثرہ کا وزن کبھی اپنے اصل معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے المنصوبات کبھی مجازی معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے المرفوعات اور کبھی نہ حقیقی اور نہ مجازی بلکہ بطور مشاکلۃ کے استعمال ہوتا ہے جیسے الجرورات۔

قال الشارح جمع المرفوع۔ اس پوری شرح کی عبارت میں جو کہ اگلے متن تک آ رہی ہے اس میں تحقیق صیغوی کا بیان ہے

فائدہ: جمع المرفوع خبر ہے مبتداء محذوف کی اور یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: المرفوعات یہ کس کی جمع ہے المرفوع کی ہے یا المرفوعۃ کی اور دونوں کی بنانا غلط ہے اوّل اس لئے باطل ہے کہ یہ مرفوعات جمع مؤنث سالم ہے جس کا مفرد واحدہ مؤنثہ ہوسکتا ہے واحد مذکر نہیں ہوسکتا اور المرفوعۃ بنانا اس لئے باطل ہے کہ المرفوعۃ صیغہ صفت کا ہے جو تقاضہ کرتا ہے موصوف کا جس کا موصوف ہے الاسماء تقدیر عبارت یوں ہوگی الاسماء المرفوعات اور قاعدہ ہے کہ اتصاف الجمع بالجمع یستلزم اتصاف المفرد بالمفرد لہٰذا المرفوعات کا مفرد صفت بنے گا الاسماء کے مفرد کی عبارت اس طرح ہوگی الاسم المرفوعۃ اور یہ بات ظاہر ہے کہ موصوف صفۃ میں باعتبار تذکیر وتانیث کے مطابقت کا ہونا ضرور ہے اور وہ یہاں موجود نہیں ہے۔

جواب: شارح نے جواب دیا کہ المرفوعات جمع ہے المرفوع کی نہ کہ المرفوعۃ کی۔ شارح نے جو دعویٰ کیا ہے اس کی دو جزئیں ہیں (۱) جزء ایجابی (۲) جزء سلبی

جزء ایجابی تو یہ ہوئی کہ یہ المرفوع کی جمع ہے اور جزء سلبی یہ ہوئی کہ یہ المرفوعۃ کی جمع نہیں اور

دونوں جزؤں پر تو شارح نے دلیل ذکر کی ہے۔

قولہ لان موصوفہ الاسم ۔ یہ عبارت دعویٰ کی جزء ثانی جزء سلبی کی دلیل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ المرفوعات مرفوعۃ کی جمع نہیں اس لئے کہ اگر مرفوعۃ کی جمع ہو تو پھر موصوف صفۃ کے درمیان باعتبار تذکیر و تانیث کے مطابقت نہیں رہے گی کما مر لہذا اس کا صفۃ واقع ہونا الاسماء کی یہ دلیل اس بات کی یہ مرفوعۃ کی جمع نہیں۔

قولہ وھو مذکر لا یعقل یجمع بھذا الجمع مطرداً ۔ یہ دعویٰ کی جزء اوّل ایجابی کی دلیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ مذکر لایعقل کی صفت کی جمع وہ الف تاء کے ساتھ آیا کرتی ہے جیسے صافن ایسے عمدہ گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین پاوں کو بوجھ دے کر ایک پاوں کو ڈھیلا کر کے کھڑا ہوتا ہے تو صافن مذکر لایعقل اس کی صفت کی جمع صافنات آتی ہے تو اسی طرح سجلات ۔ سجل مذکر اونٹ ہے۔ اس کی جمع سجلات آتی ہے الف تاء کے ساتھ اس طرح خالیات جمع خالی کی ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہوا چونکہ المرفوعات صفۃ ہے الاسماء کی اور الاسماء موصوف مذکر لایعقل ہے تو اس لئے المرفوع کی جمع الف تاء کے ساتھ المرفوعات لائی گئی ہے۔

فائدہ: سوال: دعویٰ کی دونوں جزؤں کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ جزء مثبت کے ذکر کرنے سے تو جزء سلبی خود بخود سمجھ آتی مولانا جامیؒ نے طوالت کیوں اختیار کی ہے۔

جواب: اس میں کئی فائدے ہیں۔(۱)۔ یہ تصریح بما علم ضمنا ہے۔(۲)۔ بیان تاکید کے لئے۔ (۳)۔ اس بات کا وہم ہوتا تھا کہ المرفوعات المرفوعۃ کی جمع ہے تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے جزء سلبی کو بھی ذکر کر دیا۔

فائدہ: سوال: جزء سلبی کو دعویٰ میں جزء ایجابی سے مؤخر کر دیا لیکن دلیل میں جزء سلبی کی دلیل کو مقدم کیا اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب: تا کہ دعویٰ اور دلیل میں مقارنت رہے۔

فائدہ: یجمع فعل مضارع مجہول ہے جس کا نائب فاعل صفۃ ہے۔ تو قاعدہ ہے کہ فعل فاعل میں تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری ہے یہاں مطابقت نہیں۔

المرفوعات ہشت ہستند: فاعل (۱)، نائب فاعل (۲)، مبتدا (۳)، خبر (۴)، اسم افعال ناقصہ (۵)، اسم ما ولا مشبہ بلیس (۶)، خبر حروف مشبہ بالفعل (۷)، خبر لائے نفی جنس (۸)

تحقیقِ اِشتمالی

دلیل حصر

عَامِلِ الْمَرْفُوعِ

- لفظی
  - فعل [عله]
    - قائم بالاسم — فاعل — قَامَ زَيْدٌ
    - واقع علی الاسم — نائب فاعل — ضُرِبَ زَيْدٌ
  - حرف
    - معمولہ مسند الیہ
      - کلام موجب — اسمِ افعال ناقصہ بدون لیس — كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا
      - کلام غیر موجب — اسم لیس وما ولا مشبہ بلیس — لَيْسَ زَيْدٌ قَائِمًا، مَا زَيْدٌ قَائِمًا، لَا زَيْدٌ قَائِمًا
    - معمولہ مسند
      - کلام موجب — خبر حروف مشبہ بالفعل — اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ
      - کلام غیر موجب — خبر لائے نفی جنس — لَا رَجُلَ ظَرِيْفٌ
  - شبہ فعل
    - قسم دوم از خبر — قسمِ دوم خبر — اَقَائِمٌ زَيْدٌ (مبتدا / خبر)
- معنوی
  - معمولہ مسند الیہ — مبتدا قسمِ اوّل — زَيْدٌ قَائِمٌ
  - معمولہ مسند
    - رافع اسمِ ظاہر — مبتدا قسمِ دوم — اقائمٌ زَيْدٌ (مبتدا / خبر)
    - رافع ضمیر — خبر — زَيْدٌ قَائِمٌ

عله سوال: مرفوعات ہشت نوع ہستند چرا شمار کردہ اید۔ جواب: مبتدا

سوال: افعال ناقصہ را چرا حرف شمار کردید حالانکہ افعال اند۔ جواب: باعتبار لفظ فعل اند لیکن باعتبار معنی حرف اند۔

جواب: یہ ہے کہ صفہ صیغہ مصدر کا ہے اور مصدر کبھی مذکر اور کبھی مؤنث ہوتا ہے اور یہاں بھی مصدر مذکر کے قبیل سے ہے۔

جواب ثانی: فعل اور فاعل میں مطابقت کا ہونا اس وقت ضروری ہے جب فعل اور فاعل میں فاصلہ نہ ہو اور یہاں پر فاصلہ ہے تو لہذا فعل کا مذکر لانا درست ہوا۔

فائدہ: سوال۔ مثال اور شواہد کے درمیان کیا فرق ہے۔

جواب: مثال ممثل لہ کی وضاحت کے لئے ہوتی ہے اور شواہد دعویٰ کے اثبات کے لئے ہوتے ہیں۔

فائدہ: سوال مولانا جامیؒ نے دوسری مثال کے ساتھ کاف کا اعادہ نہیں کیا لیکن تیسری مثال کیساتھ کیوں اضافہ کیا ہے۔

جواب: ایک فائدہ کے طرف اشارہ کرنے کے لئے کہ پہلے دو شواہد ہیں جواہر کے قبیل سے ہیں اور تیسرا شاہد اعراض کے قبیل سے ہے اگر کاف کا اعادہ نہ کرتے تو اس بات کی طرف اشارہ نہ ہوسکتا تھا۔

قال الشارح **ای المرفوع** ۔المرفوع نکال کر مولانا جامیؒ نے سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔

سوال: ھو ضمیر کے مرجع میں دو احتمالیں ہیں۔(۱) اس کا مرجع المرفوعات ہو۔

(۲)۔اس کا مرجع المرفوع ہو اور دونوں باطل اگر مرجع المرفوعات بنایا جائے تو اس پر دو سوال وارد ہوتے ہیں۔

سوال اول: کہ راجع مرجع میں مطابقت نہیں پائی جاتی نہ تو باعتبار افراد تثنیہ جمع کے اور نہ باعتبار تذکیر و تانیث کے۔

سوال ثانی: المرفوعات معرّف ہے اور ما اشتمل علی علم علم الفاعل تعریف ہے۔اس سے لازم آئے گا کہ تعریف افراد کی ہو حالانکہ تعریف افراد کی نہیں ہوا کرتی بلکہ ماہیۃ کی ہوتی ہے ۔اسی لئے قاعدہ ہے کہ التعریف للماھیة بالماھیة

اگر مرجع مرفوع بنایا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا۔ کہ مرفوع کا ذکر ماقبل گذرا ہی نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ ھو ضمیر کا مرجع مرفوع ہے۔اور اضمار قبل الذکر کی خرابی لازم نہیں آتی اس لئے کہ مرجع کے ذکر کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔کبھی حقیقتاً مرجع کا ذکر ہوا کرتا

ہے اور کبھی حکماً اور کبھی معناً۔ یہاں پر مرجع معناً مذکور ہے جیسے اعدلو ھو اقرب للتقویٰ میں تو یہاں بھی معناً مذکور ہے المرفوعات میں اور المرفوعات دال ہے المرفوع پر۔

فائدہ: مولانا جامیؒ نے افراد جمع کا صیغہ لایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایک فرد کی تعریف تو ہوسکتی ہے لیکن افراد کی نہیں ہوسکتی حالانکہ یہ غلط ہے۔

جواب: نکرۃ تحت النفی واقع ہوتو سلب کلی مراد ہوتا ہے۔

قال الماتن ﴿ما اشتمل علی علم الفاعلیۃ﴾

صاحب کافیہؒ اسم مرفوع کی تعریف کرر ہے ہیں کہ مرفوع وہ اسم ہے جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو۔ بعنوان دیگر یوں بھی تعریف کی جاسکتی ہے کہ مرفوع وہ اسم ہے کہ جس میں فاعل کے علامت میں سے کوئی علامت پائی جائے۔ فاعل کی علامت تین ہے (۱)۔ضمہ (۲)۔الف (۳)۔واؤ

اوّل کی مثال جاء نی زید دوئم کی مثال جاء نی ابوك تیسری کی مثال جاء نی مسلمان

قولہ ای اسم اشتمل ۔تین سوالوں کا جواب ہے

سوال اول: یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف محل اعراب پر صادق آتی ہے جیسے قام زید میں دال محل اعراب ہے جو فاعلیت کی علامت معنی رفع پر مشتمل ہے حالانکہ اس کو دال کو مرفوع کوئی بھی نہیں کہتا۔

سوال ثانی: یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں یہ فعل فعل مضارع پر صادق آتی ہے جیسے یضرب یہ بھی علامت فاعلیت یعنی رفع پر مشتمل ہے۔

سوال ثالث: کہ ما موصولہ معرفہ ہے اور قاعدہ یہ ہے جب مبتداء خبر دونوں معرفہ ہیں تو دونوں کے درمیان ضمیر فصل لانا ضروری ہوتا ہے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے اسم نکال کر تینوں سوالوں کا جواب دے دیا پہلے سوال کا جواب یہ دیا کہ ما سے مراد شئی نہیں بلکہ ما سے مراد اسم ہے لہذا جو محل اعراب ہے وہ اس سے خارج ہوگئے اور دوسرا سوال اس سے رفع ہوگیا کہ فعل مضارع تو اسم نہیں اور اسم نکرہ نکال کر تیسرے سوال کا جواب بھی دے دیا کہ یہاں ما موصولہ نہیں موصوفہ ہے کیونکہ یہ مقام خبر میں ہے اور مقام خبر

میں اصل نکرہ ہوتا ہے البتہ یاد رکھیں ما موصولہ بھی بن سکتا ہے البتہ سوال باسولی والا نے انکار کیا ہے کہ یہ ماصولۃ بن ہی نہیں سکتا یہ قلت مطالعہ کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ موصولۃ ہونے کی انکار اس لئے کرتے ہیں کہ پھر مبتداء خبر کے درمیان ضمیر فصل کا لانا لازم ہوگا حالانکہ یہ کوئی قاعدہ ہی نہیں اور ماقبل میں مولانا جامیؒ نے ما موصولہ بھی بنایا ہے اور موصوفہ بھی بنایا ہے۔

فائدہ: جب ما سے مراد اسم تھا تو پھر مصنف اسم لے آتے ہیں یوں کہتے اسم اشتمل

جواب: مصنفین کی یہ عادت ہے کہ تعریفات میں اکثر ما لے آتے ہیں جس سے عموم بول کر خصوص مراد لیا کرتے ہیں۔

قال الشارح اى علامة ۔سوال مقدر کا جواب ہے سوال علم کے تین معنی آتے ہیں اور تینوں باطل ہیں (۱)۔ ما وضع لشئی معین یہ مراد اس لئے نہیں لیا جاسکتا کہ اس سے اشتمال الشئی علی نفسه کی خرابی لازم آتی ہے کیونکہ علم بھی اقسام اسم میں سے ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مشتمل ہونا اسم کا اسم پر اور دوسرا معنی جبل ہے کما فی قوله تعالیٰ فی البحر کالا علام اس مقام پر اس معنی کا بطلان بھی ظاہر ہے۔ تیسرا معنی علامت ہے یہ بھی باطل ہے ورنہ مشترک کے معانی ثلاثہ میں سے ایک معنی کا ارادہ کیا جائے تو ترجیح بلا مرجح کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب: علم بمعنی علامت ہے جس پر قرینہ یہ ہے کہ پہلے دونوں معنوں کا صحیح نہ ہونا ہے۔

قال الشارح كون الاسم فاعلا ۔مولانا جامیؒ نے لفظ کون مصدر لا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فاعلیت میں جو یاء تاء ہے برائے مصدریت ہے جس پر سوال و جواب ما قبل میں گذر چکا ہے۔

قوله وهى الضمة و الواو و الالف ۔اس عبارت میں مولانا جامیؒ علامت فاعلیت کے مصداق کا بیان کر رہے ہیں یعنی علامات فاعلیت کو بیان کر دیا ہے وہ کل تین ہیں۔

(۱)۔ضمہ (۲)۔الف (۳)۔واؤ

فائدہ: ضمہ اس لئے علامت فاعل مقرر کیا ہے کہ یہ قوی ہے اور فاعل بھی قوی ہے اور واو بھی قوی ہے اور الف یہ فقط تثنیۃ کی حالت میں فاعل کی علامت ہے کیونکہ تثنیہ کثیر الاستعمال ہے اور کثرۃ الاستعمال خفت کا تقاضہ کرتی ہے اس لے تثنیہ میں علامت فاعلیت الف کو بنا دیا گیا۔

قال الشارح **والمراد باشتمال الاسم علیھا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اشتمال کی کئی قسمیں ہیں۔(۱) اشتمال الکل علی الجزء (۲) اشتمال الکلیعلیا لجزئی (۳)۔اشتمال الظرف علی المظروف (۴)۔اشتمال الموصوف علی الصفت (۵)۔اشتمال ذی الحال علی الحال

اور یہاں پر کونسا مراد ہے؟

جواب: یہاں اشتمال سے مراد اشتمال الموصوف علیٰ الصفت ہے تو اسم مرفوع بمنزل موصوف کے ہے اور علی علم الفاعل بمنز لہ صفت کے ہوگا۔

فائدہ: اس صورت میں تو یہ تعریف اس مرفوع اعراب بالحرف پر صادق نہیں آئے گی کیونکہ اس میں اشتمال الموصوف علی الصفت نہیں ہوتا بلکہ اشتمال الکل علی الجزء ہوتا ہے۔

جواب: اعراب بالحرف محمول ہے اعراب بالحرکۃ پر کیونکہ اعراب بالحرۃ اصل ہے جیسا کہ اعراب کے اقسام میں بیان ہو چکا ہے کما مر تو اعراب بالحرف فرع اور تابع ہے اصل کے اور قاعدہ ہے کہ اعتبار اصل کا کیا جاتا ہے اور فرع کو اس پر محمول کیا جاتا ہے۔

قال الشارح **لفظا او تقدیرا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مرفوع کی یہ تعریف جامع نہیں جاء نی موسیٰ میں موسیٰ پر صادق نہیں آتے کیونکہ موسیٰ مرفوع ہے لیکن علامہ فاعلیت رفع پر مشتمل نہیں۔

جواب: اشتمال علی علم الفاعلیہ میں تعیم ہے۔عام ہے خواہ اشتمال لفظا ہو یا تقدیرا ہو۔

قولہ **او محلا** ۔سوال مقدر کا جواب۔

سوال: پھر بھی تعریف مرفوع کی جامع نہیں جاء نی ھو لاء میں ھو لاء پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ ھو لاء مشتمل علی علم الفاعلیۃ نہ لفظا ہے نہ تقدیرا ہے۔

جواب: کہ اشتمال میں تعیم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ہو، یا محلی ہو اور ھو لاء میں اشتمال علی الرفع محلا موجود ہے کہ یہ محل رفع میں ہے

رفع محلی کا مطلب یہ ہے کہ اسم جس جگہ واقع ہوا گر یہاں معرب ہوتا تو مرفوع ہوتا یہ تو

دلیل عقلی تھی **وھو یبحث مثلا** یہاں سے مولانا جامیؒ دلیل نقلی پیش کرر ہے ہیں کہ صاحب کافیہ آگے جا کر فاعل کے حالات سے بحث کرتے ہیں اور وہاں ضمیر متصل سے بھی بحث کرتے ہیں جو اس بات پر دلیل ہے کہ اسم مبنی کا اعراب رفع محلی ہوتا ہے تو اس سے فاضل ھندی پر بھی رد ہو گیا۔ فاضل ھندی نے اس سوال سے جواب دیا تھا کہ مصنف کا مقصود مطلق مرفوع کی تعریف نہیں بلکہ اسم مرفوع معرب کی تعریف کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اور سم مرفوع معرب علامت فاعلیت پر لفظاً یا تقدیراً مشتمل ہوا کرتے ہیں باقی رہا وہ اسم مرفوع جو مبنیات کے قبیل سے ہیں وہ تعریف سے خارج ہے۔

قال الماتن **فـمـنـه الفاعل** ۔مصنف اقسام مرفوعات میں سے سب سے پہلے فاعل کو بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس میں فاعل کو سب سے مقدم کیا جس کے لئے علۃ اور وجو د تقدیم مولانا جامیؒ آگے خود بیان کرر ہے ہیں۔

قال الشارح **ای من المرفوع او اشتمل** ۔

سوال: منہ ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

جواب: مرجع میں اختلاف ہے عند البعض اس کا مرجع مـرفـوع ہے جو مرفوعات سے سمجھا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک ما اشتمل ہے پہلے مذہب والوں کی دو دلیلیں ہیں۔

دلیل اوّل: اگر مرفوع کی طرف راجع ہو تو اتحاد فی الضمائر ہو جائے گا۔ کیونکہ ھو ضمیر بھی راجع مرفوع کی طرف اور منـہ کی ضمیر بھی راجع ہے مرفوع کی طرف وہ گی اور اگر ما اشتمل کی طرف راجع ہو تو انتشار فی الضمائر کی خرابی لازم آتی ہے۔

دلیل ثانی : یہ ہے کہ ارجاع ضمیر معرّف کے طرف کی جائے تو یہ اولی ہوتا ہے اور معرّف المرفوع ہے دوسرے مذہب والوں کی بھی دو دلیلیں ہیں۔

دلیل اول: مـا اشـتـمـل مرجع قریب ہے اور مرجع میں اصل بھی یہی ہے وہ قریب ہونا چاہیئے۔

دلیل ثانی: ما اشتمل مرجع صریح ہے اور مرجع میں اصل بھی یہی ہے کہ وہ صریح ہو ضمنی نہ ہو اور مولانا جامیؒ نے دونوں احتمالوں کو بیان کر دیا ہے۔

قال الشارح **وانما قدمه لانه اس المرفوعات** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: سوال یہ ہوتا ہے کہ کافیہ ماخوذ ہے مفصل سے مفصل میں علامہ زمخشری نے مبتداء کو مقدم کیا ہے باقی مرفوعات پر اور یہاں پر علامہ ابن حاجب فاعل کو مقدم کیوں کیا ہے۔

جواب: اس لئے کہ جمہور کے نزدیک مرفوعات میں سے اصل فعل تھا تو اس لئے فاعل کو مقدم کیا ہے یہ جوب اصل میں صغریٰ کبریٰ سے مرکب ہے مولانا جامیؒ نے صرف صغریٰ کو ذکر کیا ہے کبریٰ کو نہیں اس طرح نتیجہ کو بھی ظہور کی وجہ سے ذکر نہیں کیا **الفاعل اصل المرفوعات عند الجمهور وكل ما هو اصل عند الجمهور فهو احقٰ بالتقديم نتيجه فالفاعل احق بالتقديم**۔

قال المتن **لانه جزء الجملة** ۔ سے لیکر قیل تک فاعل کے اصل ہونے پر دو دلیلوں کا بیان۔

دلیل اول: فاعل جملہ فعلیہ کا جزء ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں سے اقویٰ ہے کیونکہ مقصود تو افادہ ہوتا ہے اور مخاطب کو تو جملہ فعلیہ میں افادہ تامہ ہوتا ہے اس لئے کہ وہ مشتمل ہوتا ہے زماں پر بھی اور اسناد اصلی پر بھی۔ کیونکہ فعل وہ اسناد ہی کے لئے وضع کیا گیا ہے بخلاف جملہ اسمیہ کے کہ اس میں اسناد عارضی ہوتا ہے۔ جب جملہ فعلیہ اصل ہے اور فاعل جزء ہے جملہ فعلیہ کی اور یہ قاعدہ ہے کہ اصل کی جزء بھی اصل ہوا کرتی ہے تو لہذا فاعل اصل ہوا اور جو اصل ہوتا ہے وہ احق بالتقدیم ہوتا ہے اس لئے فاعل کو مقدم کیا۔

دلیل ثانی: فاعل کا عامل لفظی ہوتا ہے اور مبتداء کا عامل معنوی ہوتا ہے اور عامل لفظی قوی ہوتا عامل معنوی سے اور قاعدہ ہے کہ موثر اور عامل کی قوۃ یہ مستلزم ہے اور معمول کی قوۃ کو لھذا فاعل اصل اور قوی ہوا مبتداء سے۔

قال الشارح **وقيل اصل المرفوعات المبتداء** ۔مولانا جامیؒ علامہ زمخشری کے مذہب کو نقل کرر ہے ہیں ان کے نزدیک اصل مرفوعات میں سے مبتداء ہے

لانه: سے علامہ زمخشری کی دو دلیلیں نقل کرر ہے ہیں۔

دلیل اول: وہ یہ ہے کہ مسند الیہ میں اصل مقدم ہونا ہے اور اس اصل پر مبتداء قائم ہے کہ وہ مبتداء ہمیشہ مقدم ہوا کرتا ہے جب کہ فاعل ہمیشہ فعل سے مؤخر ہوتا ہے جب یہ اپنی اصلیت

سے ہٹ چکا ہے لہذا مرفوعات میں اصل مبتداء ہوا۔

دلیل ثانی: محکوم علیہ میں اصل یہ ہے کہ اس پر حکم لگایا جائے جامد اور مشتق دونوں کے ساتھ اور یہاں مبتداء پر جامد کیساتھ بھی حکم لگایا جاسکتا ہے اور مشتق کے ساتھ بھی ۔اور فاعل پر مشتق کا تو حکم لگایا جاتا ہے جامد کا نہیں لہذا مبتداء اصل ہوا جمہور کی طرف سے ان دونوں کی دلیلوں کا جواب۔

دلیل اوّل کا جواب: کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسندالیہ میں اصل تقدیم ہے لیکن اس وقت میں جب مانع موجود نہ ہو اور فاعل میں چونکہ مانع موجود ہے کہ تقدیم کی صورۃ میں مبتداء کے ساتھ التباس لازم آئے گا اس لئے فاعل مؤخر کیا جاتا ہے۔

دلیل ثانی کا جواب: کہ اصل حکم تو مشتق ہی کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور جامد کیساتھ حکم لگانا یہ قلیل طور پر ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

جواب ثانی: ہم تو آپ کی اس دلیل کو آپ کے دعویٰ کے خلاف سمجھتے ہیں وہ اس لئے کہ محکوم بہ کا عام ہونا یہ مبتداء کے ضعف پر دال ہے۔ جب کہ فاعل میں خصوصیت فاعل کی قوۃ اور رفعت پر دال ہے بعنوان دیگر یوں جواب دیا جاسکتا ہے کہ آپ نے جو دلیل پیش کی ہے مبتداء کی اصل ہونے پر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ اس تو مبتداء کی ذات کی قوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حالانکہ ہماری بحث تو اثر اور عمل کے قوی ہونے کی ہے۔اور وہ فاعل ہی میں پائی جاتی ہے لہذا فاعل ہی اصل ہوا اور مولانا جامیؒ نے اس مذہب کو قیل سے نقل کر کے ضعف کی طرف اشارہ کیا۔اور مصنف کے نزدیک چونکہ جمہور کا مذہب اولیٰ اور مختار تھا اس لئے فاعل کو مقدم کیا۔

﴿بحث فاعل﴾

قال الماتن ﴿وهو ما اسند اليه الفعل او شبهه وقدم عليه على جهة قيامه به﴾

علامہ ابن حاجب فاعل کی تعریف بیان کر رہے ہیں کہ فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کا اسناد کیا جائے اور فعل اور شبہ فعل اس سے مقدم ہو اور یہ اسناد اس طور ہو کہ فعل یا شبہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ نہ کہ واقع ہو فاعل پر۔اس تعریف سے معلوم ہوگیا کہ فاعل کے لئے چار شرائط کا ہونا ضروری ہے (۱)۔وہ اسم ہو خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً (۲)۔فعل کا اسناد فاعل کی طرف ہو (۳)۔فعل یا شبہ فعل کی تقدیم فاعل پر واجب ہو (۴)۔فعل کا قیام فاعل کے ساتھ ہو۔

قال الشارح **ای الفاعل** ۔مولانا جامیؒ نے ھو ضمیر کا مرجع کو بیان کردیا کہ ھو ضمیر کا مرجع الفاعل ہے اور اسم نکال کر بیان کردیا کہ یہاں ما سے مراد اسم ہے۔

قال الشارح **حقیقتا او حکما** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ آپ کی یہ تعریف اپنے افراد کے لئے جامع نہیں کیونکہ اعجبنی ان ضربت زیدا پر صادق نہیں آتی جب کہ فاعل کے لئے اسم کا ہونا ضروری ہے۔

جواب: کہ اسم میں تعیم ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی ہو اور اس میں اَن مصدریہ کی وجہ سے مصدر کے حکم میں ہو کر اسم حکمی بن چکا ہے۔

قال الشارح **بالاصالۃ لا بالتبعیہ** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: فاعل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ فاعل کے توابع پر صادق آ رہی ہے جیسے ضربنی زید و عمرو۔ کہ جس طرح ضرب کی اسناد زید کی طرح ہے عمرو کی طرف بھی ہے حالانکہ عمرو کو فاعل نہیں کہا جاتا بلکہ معطوف کہا جاتا ہے۔

جواب: یہاں اسناد سے مراد اسناد بالاصالۃ ہے اسناد بالواسطہ اور بالتبع مراد نہیں لہذا توابع خارج ہو جائیں گے۔

قولہ **و کذالک المراد فی جمیع** ۔مولانا جامیؒ ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں۔

فائدہ: کہ مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کی تمام تعریفات میں توابع مراد نہیں ہوں گے کیونکہ توابع کا ذکر علیحدہ موجود ہے لہذا ان کی تعریفات میں وہ داخل نہیں ہونگے۔

قولہ **شبہ ای ما یشبہ فی العمل** ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: شبہ مصدر نام ہے نسبت بین المشبہ و المشبہ بہ کا تو سوال یہ ہوگا کہ زید قائم ابوہ مثال مثل لہ کہ مطابق نہیں۔ کیونکہ قائم شبہ بالفعل نہیں بلکہ مشابہ بالفعل ہے۔

جواب: شبہ مصدر بمعنی اسم فاعل کے تو شبہ کا معنی مشابہ ہوگا تو مطابقت پائی جائے گی۔

سوال: المشابہ یہ صیغہ صفت کا ہے اس کے لئے موصوف کیا ہے۔

جواب: یہاں ما موصوفہ مقدر ہے۔

سوال: ما موصوفہ نکرہ ہے المشابہ معرفہ تو موصوف صفت میں کیسے مطابقت ہوگی۔

جواب: المشابه اسم فاعل ہے جو بمعنی مضارع یشبہ ہے۔ اور یشبہ چونکہ جملہ ہے اور جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے تو مطابقت پائی گی مولانا جامیؒ نے ما یشبھہٗ سے ان سوالات کا جواب دیا ہے

قال الشارح فی العمل ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مشابہت بالفعل تین حالات سے خالی نہیں تو (۱)۔ یا تو مشابہت باعتبار دلالت اور حدث مراد ہوگی۔ (۲)۔ یا مشابہت باعتبار حرکات وسکنات تعداد حروف مراد ہوگی (۳) یا مشابہت باعتبار اشتقاق مراد ہوگی اوّل صورۃ میں فی الدار زید خارج ہوجائیگی کیونکہ فی الدار جار مجرور ظرف ہے جو حدث پر دال ہے اور دوسری صورت میں ھیھات زید خارج ہوجائے گا کیونکہ ھیھات اسم فعل ہے یہ باعتبار حرکات وسکنات کے فعل کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔ تیسری صورۃ میں اعجبنی ضوب زید خارج ہوجائے گی کیونکہ ضرب مصدر ہے باعتبار اشتقاق کے فعل کے مشابہ نہیں کیونکہ یہ مشتق ہی نہیں۔

جواب: مشابہت سے مراد مشابهت فی العمل ہے لہذا اس میں اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ اور اسم ظرف اور اسم تفضیل اور جار مجرور اور مصدر اور اسماء افعال داخل ہو جائیں گے۔ بعنوان دیگر یوں بھی سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب شبــــه سے مشابت بالفعل مراد ہے تو غیر منصرف بھی مشابہ بالفعل ہے اس کا اسناد بھی فاعل کی طرف ہونا چاہئے۔

جواب: مشابہت سے مراد مشابهت فی العمل ہے لہذا اس سے غیر منصرف خارج ہو جائیگا۔

قوله قدم علیه الفعل او شبهه ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: قدم کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱۔ فعل ۲۔ شبہ فعل لہذا اراجع مرجع میں مطابقت نہ ہوئی۔

جواب: قدم کا مرجع احد الامرین یعنی فعل یا شبہ فعل مراد ہے لہذا مطابقت موجود ہے۔

قال الشارح ای علم ذالک الاسم ۔علیہ ضمیر کے مرجع کا بیان و احتراز عن نحو زید سے اشارہ کیا کہ قدم علیه والی قید اتفاقی نہیں احترازی ہے اس سے زید ضرب خارج ہوگیا کیونکہ ضرب کا اسناد زید کی طرف ہے لیکن ضرب مؤخر ہے۔

قال الشارح لان اسنادا الی ضمیر شئی ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ نے کہا کہ ضرب کا اسناد زید کی طرف ہے حالانکہ ضرب کا اسناد زید کی طرف نہیں بلکہ ضمیر کی طرف ہے جو مستتر ہے ضرب کے اندر اور راجع ہے زید کی طرف

جواب: قاعدہ ہے شئی کی ضمیر کی طرف اسناد بعینہ اس شئی کی طرف اسناد ہوا کرتا ہے تو لہذا زید کی ضمیر کی طرف اسناد بعینہ یہ زید کی طرف ہی اسناد ہوگا۔

قال الشارح **و المراد تقديمه عليه وجوبا**

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ کریم من یکرمك میں من پر صادق آرہی ہے اس لئے کہ کریم شبہ فعل کا اسناد ہے من کی طرف اور کریم مقدم بھی ہے تو من کو فاعل ہونا چاہئے حالانکہ مبتداء مؤخر ہے اور کریم خبر مقدم ہے۔

جواب: فاعل کی تعریف میں تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی ہے اور کریم کی تقدیم وجوبی نہیں جوازی ہے۔

قال الشارح **فان قلت قد يجب** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: پھر بھی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ جب مبتداء نکرہ ہو اور خبر ظرف ہو تو وہاں خبر کا مبتداء پر م،قدم کرنا واجب ہوا کرتا ہے جیسے فی الدار رجل تو یہاں فی الدار ظرف رجل پر مقدم ہے تقدیم بھی وجوبی ہے تو فاعل کی تعریف رجل پر صادق آرہی ہے حالانکہ یہ فاعل نہیں

جواب: فاعل کی تعریف میں تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی نوعی ہے نہ کہ تقدیم وجوبی فردی اور فعل کی نوع کو فاعل پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے جب کہ خبر کی نوع کی تقدیم مبتداء پر واجب نہیں ہوتی بلکہ نوع کی تاخیر واجب ہے البتہ کسی عارض کی وجہ سے کسی فرد خبر کو مقدم کر دیا جاتا ہے جیسے فی الدرا رجل۔

قوله **على جهة قيامه اى اسنادا واقعا** ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: جار مجرور کے لئے محل اعراب کا ہونا ضروری ہے تو علی جهة قيامه کا محل اعراب کیا ہے

جواب: یہ محل نصب میں ہو کر مفعول مطلق ہے اسند کا۔

سوال: مفعول مطلق بنانا درست نہیں کیونکہ مفعول مطلق تو ہمیشہ فعل مذکور کے معنی پر مشتمل ہوا کرتا ہے جب علی جهة ۔اسناد والے معنی پر مشتمل نہیں تو یہ مفعول مطلق کیسے بن سکتا ہے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ یہاں عبارت مقدر ہے علی جهة متعلق ہے واقعا کے اور وہ صفت ہے اسناد موصوف محذوف کی تقدیر عبارت یوں ہو جائے گی۔ اسناداً واقعاً علی جهة قیامه پھر اسنادا جو مفعول مطلق ہے اسکو اور اس کی صفت کو حذف کر کے جار مجرور کو اس کے قائم مقام ٹھہرا دیا۔

قال الشارح **ای علی طریقته قیام الفعل** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جهة سے متبادر الی الذہن جہات ستہ میں سے کوئی جہت ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ معنی مقصود کے خلاف ہے۔

جواب: یہاں جہت کے معنی طریقہ کے ہے۔

قیام الفعل او شبهه سے مولانا جامیؒ نے قیامه کی ہ ضمیر کا مرجع بیان کر ہے اور به ای بالفاعل سے به کی ہ ضمیر کا مرجع بان کیا ہے کہ وہ فاعل ہے۔

قال الشارح **فطریق قیامه به ان یکون** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ فاعل کی تعریف جامع نہیں کیونکہ قیام الفعل بالفاعل کا مقصد صدور فعل عن الفاعل ہوتا ہے تو یہ تعریف مات زید اور طال عمرو غیرہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ موت کا صدور اور طوالت کا صدور زید اور عمرو سے نہیں ہوتا بلکہ من الله ہوتا ہے۔

جواب: قیام الفعل بالفاعل کا یہ مقصد نہیں جو تم نے بتایا بلکہ اس کا مقصد فقط اتنا ہے کہ صیغہ معلوم کا ہو مجہول کا نہ ہو۔

قوله **واحترز بهذا القید** ۔مولانا جامیؒ یہ بتاتے ہیں کہ علی جهة قیامه کی قید اتفاقی نہیں احترازی ہے اس سے مفعول مالم یسم فاعله کو خارج کر دیا گیا جیسے ضُرِبَ زید۔

قال الشارح **والاحتیاج الی هذا القید** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال

مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: علی جهة قیامه کی قید قطعاً نہیں لگانی چاہئے تھی کیونکہ اس سے مفعول مالم یسم فاعله کو خارج کیا گیا ہے حالانکہ مفعول مالم یسم فاعله فاعل ہی ہے جیسے ضرب زید اسمیں ضرب کا اسناد ہے زید کی طرف تو اس کا اخراج کرنا درست نہیں۔ لہذا اس قید کو ذکر نہیں کرنا چاہئے تھا جیسا کہ صاحب مفصل نے بھی اس قید کا ذکر نہیں کیا اور شیخ عبدالقاہر جرجانی نے بھی اس قید کو ذکر نہیں کیا۔

جواب: مفعول مالم یسم فاعله کے بارے میں اختلاف تھا کہ متقدمین اور متاخرین کا اور ان میں سے علامہ ابن حاجب بھی شامل ہے ان کا نظریہ یہ ہے کہ مفعول مالم یسم فاعله فاعل حقیقی نہیں لہذا اس کو خارج کرنے کے لئے اس قید کو ذکر کرنا ضروری تھا۔ اور اکثر متقدمین علامہ زمحشری اور شیخ عبدالقاہر جرجانی کا نظریہ یہ ہے کہ نائب فاعل فاعل حقیقی ہے تو لہذا انہوں نے اپنے نظریہ کے مطابق اس قید کو ترک کر کے فاعل میں اسکو داخل کیا ہے۔

قال الشارح مثل زید فی قام زید -

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: علامہ ابن حاجب نے فاعل کی مثال قام زید بیان کی ہے حالانکہ قام زید پورا جملہ تو فاعل نہیں بلکہ فاعل تو فقط زید ہے لہذا یہ مثال غلط ہے۔

جواب: مثال اس میں فقط زید ہے لیکن چونکہ فاعل کی تعیین بغیر فعل کے ذکر ہو نہیں سکتی تھی اس لئے فعل کو بھی ساتھ ذکر کر دیا البتہ فاعل کی تعیین طالب علم کے فہم پر چھوڑ دی کہ طالب علم خود معین کرے کہ قام زید میں فاعل کون ہے۔

قال الشارح وهذا مثال لما اسند -

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے فاعل کی دو مثالیں ذکر کی ہیں حالانکہ مثال تو توضیح کے لئے ہوتی ہے جس کے لئے ایک مثال کافی تھی دو مثالیں کیوں دی ہیں۔

جواب: یہاں امثلہ کا تعدد اس لئے ہے کہ ممثل لہ متعدد ہیں کیونکہ فاعل کی دو قسمیں تھیں۔

(۱)۔ما اسند الیہ الفعل (۲)۔ ما اسند الیہ شبہ الفعل اوّل کی مثال قام زید اور ثانی کی مثال زید قائم ابوہ اور یاد رکھیں ممثل متعدد ہوں تو تعدد امثلہ ضروری ہوا کرتا ہے۔

قال الماتن ﴿والاصل ان یلی الفعل﴾ **حکم اول**

صاحب کافیہؒ فاعل کی تعریف سے فراغت کے بعد فاعل کے احکامات شروع کر رہے ہیں اس عبارت میں حکم اوّل کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ فاعل میں اصل یعنی اولی اور راجح یہ ہے کہ فاعل متصل ہو فعل کے۔

قال الشارح **فی الفاعل** ۔مولانا جامیؒ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا۔

سوال : والا صل ان یلی میں اس بات کا وہم ہوسکتا تھا کہ شاید یلی کا فاعل الفعل ہو جس کا حاصل معنی یہ ہوگا کہ فعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فاعل کے متصل ہو اور اتصال الفعل بالفاعل فعل کی بحث سے متعلق ہے اس سے خروج عن المبحث کی خرابی لازم آتی ہے کیونکہ احکامات تو فاعل کے چل رہے ہیں نہ کہ فعل کے۔

جواب : مولانا جامیؒ نے فعل الفاعل سے جواب دے دیا کہ یلی فعل کا فاعل الفعل نہیں بلکہ اس کا فاعل ھو ضمیر ہے اب معنی یہ ہوگا کہ فاعل میں اولیٰ اور راجح یہ ہے کہ وہ فعل کے تھ متصل ہو اب یہ اعل کے احکام سے ہوگا۔

قال الشارح **ای ما ینبغی** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ اصل کے تین معنی آتے ہیں (۱)۔ ما یبتنی علیہ غیرہ (۲)۔ دلیل (۳)۔ قاعدہ کلیہ یہاں پر ان تینوں معنوں میں سے کوئی معنی مناسب نہیں۔

جواب : کہ یہاں اصل کا معنی راجح اور اولیٰ کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے الاصل فی الکلام الحقیقت دون المجاز

قولہ **ان لم یمنع مانع** ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : ہم آپ کو مثال دکھاتے ہیں جس میں فاعل کو مقدم کرنا اولیٰ تو در کنار موخر کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے ما ضرب عمروا الازید۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ فاعل میں اتصال تب اولیٰ اور راجح ہے جب کوئی مانع

موجود نہ ہو اور آپ کی پیش کردہ مثال میں مانع موجود ہے اور موانع کا بیان و اذا انتفی الاعراب سے آرہا ہے۔

قال الشارح **المسند الیه** ۔مولانا جامیؒ بعض شارحین کے قول کے مطابق سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے صرف فعل کو کر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتصال الفاعل بالفعل اولیٰ اور رجح ہے حالانکہ جس طرح اتصال الفاعل بالفعل راجح ہے اس طرح شبہ فعل کا اتصال بھی فاعل کے ساتھ اور اولیٰ اور راجح ہے اس کو صاحب کافیہؒ نے شبہ فعل کیوں بیان نہیں کیا۔

جواب: کہ فعل سے مراد بطریق عموم اور مجاز کے مسند الی الفاعل ہے مسند الی الفاعل یہ فعل کو بھی شامل ہے اور شبہ فعل کو بھی شامل ہے تو یہ ذکر الخاص ارادۃ العام کے قبیل سے ہو لیکن اصل یہ ہے کہ مولانا جامیؒ کی غرض المسند الیه سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ الفعل میں الف لام عہدہ خارجی ہے مطلق فعل مراد نہیں بلکہ وہ فعل مراد ہے جو مسند الی الفاعل ہو اب حاصل اس کا یہ ہوگا کہ فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ متصل ہو جس فعل کا اس فاعل کی طرف اسناد دیا گیا ہو باقی رہا شبہ فعل والا سوال اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب کافیہؒ فقط اصل کے احکام بیان کرنے پر اکتفاء فرماتے فرع کے احکام کے بیان کو وہ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔

قال الشارح **ای یکون بعدہ** ۔مولانا جامیؒ کی غرض اتصال فاعل کی صورۃ کی تعیین کرنا ہے۔اتصال الفاعل بالفعل کی دو صورتیں تھیں۔ (۱)۔فاعل مقدم ہو اور فعل موخر ہو (۲)۔فعل مقدم ہو اور فاعل موخر ہو تو مولانا جامیؒ نے متعین کر دیا کہ یہاں دوسری صورۃ مراد ہے کہ فعل مقدم ہو اور فاعل موخر ہو۔اس لئے کہ پہلی صورۃ تو فاعل کی ماہیت اور حقیقت کے خلاف ہے۔

قال الشارح **من غیر ان یتقدم علیه شئی** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ہم ایک مثال دکھاتے ہیں جس میں بغیر مانع کے فاعل موخر ہے جیسے جاء الرجل تو رجل فاعل ہے فعل اور فاعل کے درمیان الف لام کا فاصلہ آ گیا۔

جواب: ہماری مراد فعل کے معمولات سے مقدم ہونا ہے اور الف لام فعل کے معمولات میں سے نہیں

قوله لانه ۔ سے حکم مذکور کی دلیل کے صغری کا بیان ہے کبری اور نتیجہ کو مشہور ہونیکی بناء پر ترک کر دیا اب دلیل کی ترکیب بطریق قیاس یوں ہوگی۔

دعوی: الاصل فی الفاعل ان یکون متصلاً بالفعل۔

صغری: لان الفاعل بمنزلة الجزء من الفعل

کبری: و کل ما کان کذالك فالا صل فیه ان یکون متصلا بالفعل

نتیجه: فالاصل فی الفاعل ان یکون متصلاً بالفعل

اس دلیل کا صغری چونکہ محتاج الی الدلیل اور نظری تھا مولانا جامیؒ نے اس کے لئے دو دلیلیں بیان کی ہیں لشدة سے دلیل اوّل اور ویدل سے دلیل ثانی بیان کی ہے۔

دلیل اوّل: جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل شدة سے محتاج الی الفاعل ہے یعنی فعل اپنے مفہوم اور تحقق میں فاعل کی طرف محتاج ہے جیسے کل اپنے مفہوم اور تحقق میں جزء کی طرف محتاج ہوتا ہے لہذا فاعل فعل کے لئے بمنزلہ جزء کے ہوا اس کو الفاعل بمنزلة الجزء للفعل کہنا صحیح ہوا اور نیز فعل کے مفہوم نسبت الی الفاعل جزء ہے اس لئے کہ فعل کا مفہوم زمانہ اور حدث اور نسبت الی الفاعل کے مجموعہ کا نام ہے تو نسبت الی الفاعل فعل کی جزء ہوئی اور مقوم ہوئی فعل کے مفہوم کے لئے اور فاعل مقوم ہے نسبت کے لئے اور قاعدہ مشہور ہے منطق کا کہ شئی کے مقوم کا شئی مقوم ہوا کرتا ہے تو فاعل فعل کے مفہوم کے لئے مقوم ہونے کی بناء پر فعل کے لئے بمنزلہ جزء کے ہوا۔

دلیل ثانی: ویدل سے لیکر آخر تک صغری کے اثبات دلیل ثانی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جمہور نحاۃ نے ضربت میں لام کو ساکن اسلئے قرار دیا تا کہ چار حرکات مسلسل جملہ واحد میں جمع ہونا لازم نہ آئے لہذا لام کا ساکن کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ یہ ضربت کلمہ واحد ہے اور چونکہ اس کلمہ میں ضمیر فاعل موجود ہے تو اس کلمہ کی جزء بن گئی اگر یہ فاعل جزء نہ ہوتا تو لام کلمہ ساکن ہوتا تو ثابت ہوا دلیل کا صغری یعنی الفاعل بمنزلة الجزء جب کہ کبری بدیھی ہے محتاج الی الدلیل نہیں اس لئے مولانا جامیؒ نے اسے ترک کر دیا۔

تنبیه: مولانا جامیؒ نے صغری کے اثبات پر دو دلیلیں پیش کی ہیں ان دونوں دلیلوں میں فرق کیا ہے؟

جواب: جس سے پہلے ایک فائدہ جان لیں۔

فائدہ: دلیل کی دو قسمیں ہیں ۱۔دلیل لمی ۲۔دلیل انی

دلیل لمی: وہ دلیل ہے جس میں قیاس کے اندر حکم کی تصدیق کیلئے جس چیز کا علۃ قرار دیا جائے وہی چیز واقعہ نفس الامر کے اندر بھی حکم کی علت ہو جیسا کہ مثال مشہور ہے **ھذا محموم لانہ متفعن الاخلاط و کل ما ھو کان کذالك فھو محموم فھذا محموم** اس قیاس میں حماء کے لئے متعفن اخلاط کو علۃ قرار دیا گیا اور یہ بھی تعفن اخلاط واقع نفس الامر میں بھی حماء بخار کی علۃ ہے۔

دلیل انی: اس دلیل کو کہتے ہیں جس قیاس کے اندر حکم کی تصدیق کے لئے جس چیز کو علۃ قرار دیا گیا ہو وہ واقعہ نفس الامر میں حکم کی علۃ نہ ہو بلکہ معاملہ برعکس ہو جیسے یوں کہا جائے **ھذا متعفن الاخلاط الانہ محموم و کل محموم فھو متعفن الاخلاط فھذا متعفن الاخلاط** اس قیاس میں حماء کو تعفن اخلاط کی علۃ قرار دیا گیا حالانکہ واقعہ نفس الامر میں معاملہ اس کے برعکس ہے کہ تعفن اخلاط حماء کی علت ہے نہ کہ حمی تعفن الاخلاط کی علۃ ہے۔اب ان دونوں دلیلوں میں فرق کا حاصل یہ ہوا کہ پہلی دلیل لمی ہے یعنی جس طرح قیاس میں شدت احتیاج الفعل الی الفاعل کو فعل کے لئے بمنزلۃ جزء ہونے کی علۃ بنایا گیا واقعہ نفس الامر میں بھی شدت احتیاج فعل فاعل کیطرف علۃ ہے فاعل کے فعل کے جزء ہونے کی تو لہذا یہ دلیل لمی ہوئی اور دوسری لیل دلیل انی ہے یعنی قیاس میں ضربت لام کلمہ کے ساکن کرنے کے لئے فاعل کے فعل کے لئے جزء ہونے کی علۃ قرار دیا ہے واقعہ نفس الامر میں معاملہ برعکس ہے یعنی فاعل کا فعل کی جزء ہونا یہ **ضربن** اور ضربت میں لام کو ساکن کرنے کی علۃ ہے۔

قال الماتن ﴿فلذالک جاز ضرب غلامہ زیدوامتنع ضرب غلامہ زیدا﴾

اسی حکم مذکور پر نتیجہ یہ نکلے گا کہ **ضرب غلامہ زیداً** والی ترکیب جائز ہے اور **ضرب غلامہ زیداً** والی ترکیب ناجائز ہے جس کی علۃ مولانا جامیؒ خود بیان فرمارہے ہیں۔

قال الشارح **الاصل الذی** ۔مولانا جامیؒ نے ذالك کا مشار الیہ بیان کیا ہے۔

قال الشارح **لتقدم مرجع الضمیر** ۔ یہ ترکیب اوّل کی جواز کی علۃ کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال : تم نے کہا کہ ضرب غلامه زیداً جائز ہے حالانکہ ضمیر لوٹتی ہے زید کی طرف اور یہ مرجع موخر ہوگیا جس سے تو اضمار قبل الذکر لازم آیا لھذا یہ ترکیب جائز نہیں بلکہ ناجائز ہے۔

جواب : یہاں اضمار قبل الذکر مطلقا لازم نہیں آتا فقط اضمار قبل الذکر لفظا لازم آتا ہے رتبۃً نہیں کیونکہ زید فاعل ہے جس کا رتبہ تمام مفاعل پر مقدم ہوتا ہے اور اضمار قبل الذکر فقط لفظا ہو تو یہ جائز ہوا کرتا ہے۔

قال الشارح لتاخر مرجع الضمير ۔

مولانا جامیؒ کی غرض ترکیب ثانی کی امتناع کی علۃ کو بیان کرنا ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال : جب اضمار قبل الذکر جائز ہے تو پھر اس دوسری ترکیب یعنی ضرب غلامه زیداً اس کو بھی جائز ہونا چاہئے۔

جواب : کہ اس ترکیب میں اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃً لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں لفظا تو واضح ہے رتبۃً اس لئے کہ فاعل میں اصل فعل کے باقی معمولات پر مقدم ہونا ہے تو معلوم ہوا کہ مفعول کا رتبۃً موخر ہے تو اضمار قبل االذکر لفظا اور رتبۃً لازم آیا جو کہ جائز نہیں۔

فائدہ : ذالك غير جائز میں ذالك کا مشار الیہ اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃ ہے اور خلافاً کا تعلق بھی اسی سے ہوگا مطلب یہ ہوگا کہ اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃً ناجائز ہے۔ سوائے اخفش اور ابن جنی کے کہ ان کے نزدیک اضمار قبل الذکر لفظا رتبۃً جائز ہے حالانکہ یہ مطلب بالکل غلط ہے اس لئے کہ اضمار قبل الذکر لفظا و رتبۃً کے ناجائز ہونے پر تمام نحویوں کا اتفاق ہے اور اخفش و ابن جنی کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں تو مولانا جامیؒ کا یہ کہنا کیسے درست ہوگا۔

جواب : خلافاً کا تعلق ذالك غير جائز سے بالکل نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق فيلزم الاضمار لفظا و رتبۃً کے ساتھ ہے اور اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ جمہور نحاۃ کے نزدیک ترکیب ثانی میں اضمار قبل الذکر لفظا و رتبۃً لازم آتا ہے جب کہ اخفش اور ابن جنی کے نزدیک اضمار قبل الذکر لفظا و رتبۃً لازم نہیں آتا خلاصہ اختلاف کا یہ ہوا کہ جمہور کے نزدیک اس ترکیب ثانی میں اضمار قبل الذکر لفظا و رتبۃً لازم آتا ہے اور اخفش اور ابن جنی کے نزدیک لازم نہیں آتا۔

فائدہ : جمہور اور اخفش اور ابن جنی کے درمیان یہاں پر یہ اختلاف ہوگا کہ جمہور کے نزدیک

فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر کا اتصال اس طور پر ہرگز صحیح نہیں کہ مفعول لفظوں میں موخر ہو جب کہ اخفش اور ابن جنی کے نزدیک مفعول کی ضمیر کا اتصال فاعل کے ساتھ اس طور پر صحیح ہے کہ مفعول لفظوں میں موخر ہو۔

قولہ ومستندھما ۔اخفش اور ابن جنی کے مذہب کی دلیل نقلی کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ جزی ربہ میں جزی فعل ہے ربہ اس کا فاعل ہے جس کے ساتھ ہ ضمیر متصل ہے جو کہ راجع ہے عدی بن حاتم مفعول بہ کی طرف تو اس مثال میں مفعول کی ضمیر کا اتصال فاعل کے ساتھ جب کہ مفعول لفظوں میں موخر ہے فصیح و بلیغ شاعر کے کلام میں ہے جس سے معلوم ہوا کہ مفعول کے ضمیر کا اتصال فاعل کے ساتھ اس طور پر کہ مفعول لفظوں میں موخر ہو جائز ہے۔

قولہ واجیب عنہ ۔مولانا جامیؒ نے اخفش اور ابن جنی کے اس دلیل مذکور کے دو جواب دیئے ہیں۔اجیب سے با نہ تک جواب اوّل ہے اور با نہ سے جواب ثانی ہے۔

جواب اول: کا حاصل یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کا دعویٰ اس شعر سے ثابت ہوتا ہے لیکن ضرورت شعری کی وجہ سے ایسا کیا گیا اور ضرورت شعری حالت اضطراری ہے اور حالت اضطراری میں کسی چیز کے جائز ہونے سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حالت اختیاری میں بھی جائز ہو جائے اور کلام نظم میں حالت اضطراری ہوتی ہے اور کلام نثر میں حالت اختیاری۔

جواب ثانی: انکاری جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ ربہ کی ہ ضمیر کا مرجع عدی ہے بلکہ ضمیر کا مرجع وہ مصدر ہے جس پر جزی فعل کی دلالت ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی جزی رب الجزاء خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں مفعول کی ضمیر کا اتصال فاعل کے ساتھ ہے ہی نہیں تو استدلال بھی صحیح نہ ہوا۔

فائدہ: ان دونوں جوابوں میں کیا فرق ہے۔

جواب: پہلا جواب تسلیمی ہے دوسرا جواب انکاری ہے۔اس پر سوال یہ ہوگا

فائدہ: یہ ترتیب اصول مناظرہ کے خلاف ہے اس لئے کہ اصول مناظرہ کے تحت جواب انکاری مقدم ہوا کرتا ہے اور جواب تسلیمی موخر ہوا کرتا ہے تو مولانا جامیؒ نے برعکس کیوں کر دیا ہے۔

جواب: انکاری جواب کو موخر کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا کہ جیسا کہ ذوق سلیم

سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے۔

قال الماتن ﴿واذا انتفی الاعراب فیہما﴾ **حکم ثانی**

صاحب کافیہؒ فاعل کا حکم ثانی بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے جس کے لئے ضابطہ یہ ہے کہ چار مقامات پر فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

مقام اول: ہر وہ صورت جس میں اعراب لفظی منتفی ہونے کے ساتھ ساتھ فاعل یا مفعول کی تعیین کا قرینہ بھی منتفی ہو تو ایسی صورۃ میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

مقام ثانی: ہر وہ صورت جس میں فاعل ضمیر متصل ہو تو بھی فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے

مقام ثالث: ہر وہ صورت جس میں مفعول الا کے بعد واقع ہو تب بھی فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

مقام رابع: ہر وہ صورت جس میں مفعول الا کے معنی بعد واقع ہو تب بھی فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

قال الشارح **الدال علی فاعلیۃ الفاعل** ۔مولانا جامیؒ کی غرض دو باتوں کی طرف اشارہ کرنا ہے (۱) اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ انتفی الاعراب وجب تقدیمہ یہ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ ہے اس لئے کہ مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ علیت کا ہے اور ایسے قضیہ کو قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ کہا جاتا ہے باقی رہی یہ بات علاقہ علیت کیسے ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ دال علی الفاعلیۃ و المفعولیۃ کا انتفاء یہ علت ہے التباس کی اور التباس علت ہے فاعل کے وجوبی طور پر مقدم ہونے کی اور قاعدہ ہے شئی کی علت کی علت شئی کی علت ہوا کرتی ہے یہ علت ہو اوجب تقدیمہ کے لئے تو مقدم اور تالی کے درمیان علاقہ علیت کا ہوا۔

(۲) کہ اعراب کی علت غائیہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اعراب کی علت غائیہ یہ ہے کہ وہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر بحسب الوضع دلالت کرے اور شارحؒ نے بالواضع کی قید لگا کر آنے والے سوال کے جواب کے لئے بطور تمہید کے ذکر کر دیا کہ اس عبارت سے ان دونوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے نہ کہ اعراب کی تعریف بیان کرنا۔

قال الشارح **ای فی الفاعل المتقدم** ۔کیفیت مرجع کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال: فیھما میں ھما ضمیر تثنیہ کا ہے جس کا مرجع دو چیزیں ہیں (۱)۔ فاعل (۲)۔ مفعول اور ماقبل فاعل کا ذکر تو صراحۃً موجود ہے لیکن مفعول کا ذکر نہیں ہے اس سے تو اضمار کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب: کہ مفعول کا ذکر اگرچہ صراحۃ ماقبل میں نہیں ہوا لیکن امثلہ میں ضمنا ہو چکا ہے تو مرجع ہونے کے لئے صراحۃً مذکور ہونا قطعا ضروری نہیں بلکہ ضمناً ذکر بھی کافی ہے۔

قال الشارح **و القرینۃ ای الامر الدال علیھما لا بالوضع** -

سے مولانا جامیؒ کی غرض اعراب اور قرینہ کے درمیان فرق کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرینہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر بغیر وضع کے دلالت کرتا ہے اعراب باعتبار وضع کے دلالت کرتا ہے تو فرق کا حاصل یہ ہوا کہ قرینہ میں وضع کا نہ ہونا معتبر ہے جب اعراب کے اندر وضع کا ہونا معتبر ہے لہذا ان دونوں کے درمیان تباین ہے ایک چیز نہیں۔

قولہ فلا یرد ۔ مولانا جامیؒ صراحۃً سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: قرینہ اعراب سے عام ہے اور اعراب خاص اور قاعدہ ہے کہ عام کا ذکر کرنا مستغنی کر دیتا ہے خاص کے ذکر کرنے سے لہذا صاحب کافیہ کو فقط قرینے کے ذکر پر اکتفاء کرنا چاہئے تھا اور یوں کہنا چاہئے تھا اذا انتفت القرینہ

جواب کہ ہم گزشتہ تقریر سے یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ اعراب اور قرینہ میں تباین ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک مباین کے ذکر کر دینا یہ دوسرے مباین کے ذکر سے مستغنی نہیں کرتا۔ اس لئے دونوں کو علیحدہ علیحدہ ذکر کی ضرورت تھی تو صاحب کافیہؒ نے اعراب اور قرینہ دونوں کو ذکر کر دیا

قولہ وھی اما لفظیہ ۔ مولانا جامیؒ قرینہ میں تعمیم بیان کر رہے ہیں برائے دفع دخل مقدر

سوال: لفظ قرینہ سے متبادر الی الذھن قرینہ لفظیہ ہے کیونکہ یہی فرد کامل ہے اور قاعدہ ہے المطلق اذا اطلق یراد بہ فرد الکامل اب معنی یہ ہوگا کہ جب اعراب لفظی اور قرینہ لفظی منتفی ہو تو فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے حالانکہ قرینہ معنوی کی صورت میں بھی فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب نہیں ہوتی جس طرح کہ اکل الکمثری یحیی میں قرینہ معنویہ ہے اور فاعل کی تقدیم مفعول پر نہیں۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ یہاں قرینہ سے مراد جنس قرینہ کی نفی ہے جو قرینہ لفظیہ اور قرینہ معنویہ دونوں کو شامل ہے لہذا اگر قرینہ لفظیہ موجود ہو تب بھی فاعل کی تقدیم واجب نہیں جیسے ضربت موسی حبلی اس میں تاء ساکنہ حبلی کے فاعل ہونے پر قرینہ لفظیہ ہے اور اسی طرح قرینہ معنویہ موجود ہو تب بھی تقدیم واجب نہیں ہوگی جیسے اکل الکمثری یحی تو یہاں قرینہ معنویہ ہے کہ یحی فاعل بن سکتا ہے الکمثری فاعل نہیں بن سکتا الکمثری ماکول تو ہو سکتا ہے لیکن آکل نہیں بن سکتا۔

قال الشارح مضمرا متصلا بالفعل ۔

مولانا جامیؒ کی غرض اتصال کے صلہ کو بیان کرنا ہے کہ اتصال کا صلہ وہ بالفعل ہے۔

فائدہ: مولانا عصام الدین نے اس پر دو اعتراض کئے ہیں۔

سوال اول : کہ صلہ کی بیان کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ اتصال معنی لغوی کے اعتبار سے تو صلہ کا تقاضا کرتا ہے لیکن اصطلاحی معنی کے اعتبار سے نہیں اور متن کی عبارت مضمرا متصلاً میں اصطلاحی معنی مراد ہے لہذا مولانا جامیؒ کا صلہ کو ذکر کرنا یہ لغو اور مستدرک ہے۔

سوال ثانی : کی تقریر یہ ہے کہ بالفعل سے کلام میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جب فاعل ضمیر متصل بالفعل ہو تو تب تقدیم واجب ہوگی اگر فاعل ضمیر متصل ہو شبہ فعل کے ساتھ تو تقدیم واجب نہ ہوگی حالانکہ دونوں صورتوں میں تقدیم واجب ہے لہذا مولانا جامیؒ کا بالفعل صلہ کے ذکر کرنے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوا۔

سوال اوّل کا جواب : کہ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اتصال معنی اصطلاحی کے اعتبار سے صلہ کا مقتضی نہیں لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے تو مقتضی ہے لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جب بھی کسی لفظ کو معنی اصطلاحی معنی کی طرف نقل کیا جائے تو لغوی معنی کا لحاظ کیا جاتا ہے تو یہاں پر مولانا جامیؒ معنی لغوی کا لحاظ کرتے ہوئے صلہ کو ذکر کر دیا۔

سوال ثانی کا جواب : جواب کا حاصل یہ ہے کہ عادت مصنف ہے کہ اصل کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں اور فرع کے احکام کو مقایسۃً چھوڑ دیتے ہیں لہذا یہاں پر بھی شبہ فعل کے ذکر کو ترک کر دیا ہے اس میں کوئی حرج اور نقصان لازم نہیں آتا۔

قال الشارح **بارزاً** ۔ضمیر میں تعمیم کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ جب فاعل ضمیر متصل ہوخواہ متصل ہوکر بارز ہوجیسے ضربت زیداً یاضمیر مستتر ہوجیسے زید ضرب غلامہ توہر دونوں صورتوں میں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب ہے۔

قولہ **بشرط ان یکون** ۔شرط کا بیان برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: ہم دکھاتے ہیں کہ فاعل ضمیر متصل ہے لیکن اس کی تقدیم مفعول پر واجب نہیں بلکہ مفعول مقدم ہے جیسے زیداً ضربت۔

جواب: فاعل ضمیر متصل ہونے کی صورت میں فاعل کی تقدیم کا واجب ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مفعول فعل سے مؤخر ہواور مادہ نقض میں یہ شرط نہیں پائی جاتی کہ اس میں تو مفعول فعل کی ذات سے بھی مقدم ہے۔

فائدہ: جب شرط مذکور کا ہونا ضروری تھا تو صاحب کافیہؒ نے اس شرط کا کیوں ذکر نہیں کیا۔

جواب: صاحب کافیہؒ نے اس مثال مذکور سے سوال کو قبول ہی نہیں کیا اس لئے کہ زیداً ضربت کی ترکیب میں اصطلاح کے اندر کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ مفعول فاعل پر مقدم ہے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ مفعول فعل پر مقدم ہے تولہذا فاعل اپنے اصل پر واقع ہے۔

سوال: مولانا جامیؒ نے پھر اس شرط کو کیوں ذکر کردیا۔

جواب: مولانا جامیؒ نے یہ جواب علی سبیل التنزل اس سوال کو تسلیم کرتے ہوئے بطور احتیاط کے اس شرط کو ذکر کردیا ہے۔

قال الشارح **ای مفعول الفاعل** ۔مولانا جامیؒ کی غرض ضمیر کی مرجع کا بیان ہے۔

فائدہ: اس پر سوال ہوگا کہ مفعول تو فعل کا ہوتا ہے فاعل کا نہیں ہوتا لہذا ضمیر کا مرجع فعل ہونا چاہئے تھا نہ کہ فاعل۔

جواب: فعل چونکہ بواسطہ فاعل کے مفعول کا تقاضا کرتا ہے اس لئے مفعول کی نسبت فاعل کی طرف کرنا صحیح ہوا۔

قال الشارح **بشرط توسطھا** ۔شرط کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال: ما ضرب الا عمرا زید میں مفعول الا کے بعد واقع ہے لیکن فاعل کی تقدیم مفعول پر

واجب نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا مفعول الا کے بعد واقع ہونیکی صورت میں فاعل کی تقدیم تب واجب ہوگی جب یہ شرط پائی جائے گی کہ الا فاعل اور مفعول کے درمیان واقع ہو اور مادہ نقض میں الا درمیان میں واقع نہیں۔

قال الشارح **ای تقدیم الفاعل علی المفعول فی جمیع هذه الصور** ۔مولانا جامیؒ تین باتیں بیان فرمارہے ہیں (۱) ضمیر کا مرجع وہ الفاعل ہے (۲) المفعول تقدیم کا صلہ بیان کیا (۳)۔فی جمیع صورۃ اجمال کا بیان کیونکہ مابعد میں تفصیل آرہی ہے تفصیل اجمال کا تقاضا کرتی ہے اس لئے مولانا جامیؒ نے اولا اجمال کو بیان کردیا تاکہ تفصیل اجمال پر مرتب ہوسکے نیز فی جمیع هذا الصور سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وجب تقدیمہ جزاء کا تعلق تمام صورتوں کے ساتھ نہ فقط اوّل صورت کے ساتھ نہ آخیر صورت کے ساتھ۔

قال الشارح **اما فی صورت انتفاء الاعراب** ۔مقام اول میں فاعل کی تقدیم وجوبی کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے مقام اور پہلی صورت میں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا اس لئے واجب ہے تاکہ فاعل کا مفعول سے التباس لازم نہ آئے۔

قوله **اما فی صورۃ کون الفاعل** ۔مقام ثانی کے لئے دلیل کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ صورۃ ثانیہ میں فاعل کی تقدیم اسلئے واجب ہے تاکہ خلاف مفروض لازم نہ آئے اس لئے کہ فاعل ضمیر متصل ہونے کی صورت میں اگر فاعل کو مفعول سے موخر کردیا جائے تو فاعل ضمیر متصل نہیں رہے گی بلکہ منفصل بن جائے گی اور یہ بات ظاہر ہے کہ ضمیر متصل اور منفصل میں منافات ہے تو اس منافات کی وجہ سے یقیناً خلاف مفروض لازم آئے گا۔

فائدہ: یادرکھیں کہ اس صورت میں تقدیم وجوبی کی اصلی علت خلاف مفروض کا لزوم ہے اور چونکہ خلاف مفروض کے لزوم کی علت اتصال وانفصال میں منافات ہونا ہے اس لئے مولانا جامیؒ نے بناء بر اختصار علت کی علت کو اصل علت کے قائم مقام کردیا ہے جیسا کہ صاحب کافیہؒ نے صورۃ اولیٰ میں علت کی علت کو اصل علت کے قائم مقام کردیا ہے۔

قولہ ام فی صورۃ وقوع ۔سے مقام ثالث میں فاعل کی تقدیم وجوبی کی علت کا بیان ہے جس سے پہلے ایک ضابطہ جان لیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مفعول الا کے بعد ہو تو متکلم کا مقصود یہ ہوگا کہ فاعل کی فاعلیت منحصر ہے اس مفعول میں اور مفعولیت کا حصر اس فاعل میں نہیں جیسے ما ضرب زید الا عمراً اس میں متکلم کا مقصود یہ بتانا کہ زید کی ضاربیت بند ہے عمرو کی مضروبیت میں یعنی زید ایسا شریف آدمی ہے اس اس نے آج تک عمرو کے علاوہ کسی کو نہیں مارا۔ باقی رہا عمرو ہوسکتا ہے اس کو کسی نے مارا ہو اب دلیل کا حاصل یہ ہوا کہ اگر مفعول کو فاعل پر مقدم کیا جائے تو اس تیسری صورت میں حصر مطلوب کا انقلاب لازم آئے گا کیونکہ متکلم کا مقصود تو یہ بتانا تھا کہ زید کی ضاربیت منحصر ہے عمرو میں لیکن مفعول کے مقدم ہونے کی صورت میں معنی یہ بنے گا کہ عمرو کی مضروبیت منحصر ہے زید میں تو اس لئے اس صورت میں جب مفعول الا کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے تا کہ حصر مقصود کا الٹ اور انقلاب لازم نہ آئے۔

قال الشارح وانما قلنا ۔سے مولانا جامیؒ جو صورت ثالث میں اپنے جانب سے شرط بیان کی تھی الا کے متوسط ہونے کی اس کی علت اور حکمت بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ الامتوسط بینھما کی شرط لگا کر اس مثال کو خارج کر دیا جس میں مفعول بمع الا کے فاعل پر مقدم ہو جائے جیسے ما ضرب الا عمرا زید کیونکہ اس صورت میں فاعل کی تقدیم وجوبی نہیں کیونکہ حصر مطلوب کا انقلاب لازم نہیں آتا۔

قال الشارح واذا الحصر انما ھو فی ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مفعول بمع الا کی تقدیم کی صورت میں حصر مطلوب کا انقلاب لازم نہیں آتا۔

جواب: قاعدہ یہ ہے کہ حصر ہمیشہ ایسے اسم میں ہوتا ہے جو الا کے متصل ہو لہذا اس قاعدہ کی بناء پر ما ضرب الاعمر زید۔ میں زید کی ضاربیت کا حصر ہوگا عمرو میں اور یہی حصر مطلوب تھا جب فاعل کی تاخیر کی صورت میں حصر مطلوب حاصل ہو رہا ہے تو فاعل کی تقدیم واجب نہ ہوئی اس لئے کہ ضابطہ ہے انتفاء علت مستلزم ہوتا ہے انتفاء معلول کو لہذا جب تقدیم کی علت نہیں پائی جاتی تو فاعل کو مقدم کرنا واجب نہ ہوگا۔

قال الشارح لکن لم یستحسنہ ۔اس عبارت سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی

طرف اشارہ کیا ہے کہ ما ضرب الاعمر وا زیدا اگرچہ بعض نحویوں کے نزدیک یعنی اخفش اور شیخ عبدالقاھر کے نزدیک یہ مثال جائز ہے لیکن مستحسن نہیں۔ مستحسن نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس مثال میں صفت کی تمامیت سے پہلے صفت کا قصر لازم آتا ہے اس لئے کہ مطلق ضرب کا قصر عمرو میں مقصود نہیں بلکہ ایسی ضرب کا حصر عمرو میں مقصود ہے جو زید سے صادر ہو کر عمرو پر واقع ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ زید کے ذکر سے پہلے صفت کی تمامیت ہو نہیں سکتی اس لئے یہ مثال بعض کے نزدیک اگرچہ جائز ہے لیکن غیر مستحسن ہے۔

قال الشارح **انما قلنا** ۔مولانا جامیؒ ماقبل میں جو ما ضرب الاعمروا زید کے متعلق کہا تھا کہ اس کا ظاہر معنی یہ ہے۔ تو اس ظہور کی قید کا فائدہ اور ظاہر کے مقابل کو بیان فرمارہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ما ضرب الاعمرا زید اس عبارت سے اگرچہ یہی معنی سمجھ آتا ہے کہ زید کی ضاربیت کا حصر ہے عمرو میں لیکن اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ ہر دونوں کا حصر ہو یعنی زید کی ضاربیت کا حصر ہو عمرو میں اور عمرو کی مضروبیت کا زید میں۔ چونکہ عمرو اور زید دونوں حروف استثناء کے بعد آرہے ہیں تو دونوں کی صفتوں کا حصر ہو جائے ایک دوسرے میں اور مستثنیٰ منہ دونوں کا محذوف ہے لیکن یہ معنی غیر ظاہر ہے اور مقصود کے خلاف ہے خلاصہ یہ ہوا کہ اگر معنی ظاہر کا لحاظ کیا جائے تو حصر مطلوب کا انقلاب لازم نہیں آتا اور اگر معنی غیر ظاہر کا لحاظ کیا جائے تو مقصود کے خلاف لازم آتا ہے البتہ جب یہ شرط مذکور کو ذکر کر دیا جائے تو اس مثال سے بھی سوال وارد نہیں ہو سکتا کہ الا فاعل اور مفعول کے درمیان ہو۔

فائدہ: جب یہ شرط مذکور اتنی ضروری تھی تو صاحب کافیہؒ نے اس شرط کو کیوں بیان نہیں کیا۔

جواب: کیونکہ جمہور کے نزدیک مثال مذکور بالکل جائز ہی نہیں تھی اس لئے شرط لگانے کی ضرورت ہی نہیں تھی اس لئے بیان نہیں کی البتہ مولانا جامیؒ اخفش اور شیخ عبدالقاھر وغیرہ مذہب کی رعایت کرتے ہوئے شرط مذکور کو بیان کر دیا۔

قال الشارح **اما فی وجوب التقديم** ۔سے آخر تک مقام رابع میں فاعل کی تقدیم وجوبی کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مفعول معنی الا کے بعد واقع ہو یعنی کلمہ انما کے بعد تو فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے اس لئے کہ اگر فاعل کو موخر کر دیا جائے تو

حصر مطلوب کا انقلاب لازم آئے گا مثلاً انما ضرب زید عمرا میں متکلم کا مقصود یہ بتانا ہے کہ زید کی ضاربیت عمرو میں منحصر ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کلمہ انما کے بعد ہمیشہ حصر آخری جزء میں ہوا کرتا ہے لہذا فاعل کو موخر کی سورت میں انماضرب عمروزید میں مقصود کا خلاف لازم آئے گا معنی یہ ہوگا عمرو کی مضروبیت منحصر ہے زید پر تو اسی لئے فاعل کی مفعول پر تقدیم واجب ہے تاکہ حصر مطلوب کا انقلاب لازم نہ آئے۔

قال الماتن ﴿واذا اتصل ضمیر مفعول اووقع بعدالا﴾ **حکم ثالث**

اس عبارت سے فاعل کے حکم ثالث کا بیان کہ فاعل کو موخر کرنا واجب ہے اس کے لئے چار صورتیں ہیں اور چار مقام ہیں۔

مقام اول: ہر وہ صورت جس میں مفعول کی جزء فاعل کے ساتھ ملی ہوئی ہوتو فاعل کو مفعول سے موخر کرنا واجب ہے جیسے ضرب زید اغلامه

مقام ثانی: ہر وہ صورت جس میں فاعل الا کے بعد واقع ہو تو فاعل کو مفعول سے موخر کرنا واجب ہے جیسے ما ضرب عمروً الا زید

مقام ثالث: جب فاعل معنیٰ الا کے بعد واقع ہوتو بھی فاعل کو مفعول سے موخر کرنا واجب ہے

مقام رابع: ہر وہ صورت جب مفعول ضمیر متصل ہو اور فاعل ضمیر غیر متصل ہو تو اس صورت میں بھی فاعل کو موخر کرنا واجب ہے۔

قال الشارح **ای بالفاعل** ۔ ہو ضمیر کا مرجع بتادیا کہ وہ فاعل ہے نحو ضرب زیدا غلامه مثال کا بیان ہے اور وقع ای الفاعل ضمیر کے مرجع کا بیان ہے ضمیر مستتر کا مرجع الفاعل ہے۔

قال الشارح **بعد الا المتوسطه بینهما** ۔ یہ صورت ثانیہ کے لئے شرط کا بیان ہے کہ الا متوسط درمیان میں ہو۔ مفعول اور فاعل کے اس کا ایک فائدہ ماقبل میں گذر چکا ہے۔

فائدہ: مولانا جامیؒ نے اس فرد کو بیان کرنے کے لئے جو بغیر ماقبل میں کی تھی اس تعبیر کو چھوڑ کر یہاں نئی تعبیر کو اختیار جو کیا ہے اس سے فقط مقصود تفنن فی العبارۃ ہے کہ عبارت رنگ برنگی ہو جائے ورنہ مآل کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

قال الشارح **او وقع الفاعل بعد** ۔

یہ لفظ نکال کر مولانا جامیؒ نے حاصل عطف بیان کر دیا۔

قال الشارح معنا ھا ای معنی ال ا۔مثال کا بیان ہے۔

قال الشارح بان یکون ۔مولانا جامیؒ نے اتصال کے معنی کو بیان کر دیا کہ اتصال کا لغوی معنی مراد نہیں بلکہ اتصال کا اصطلاحی معنی مرا ہے یعنی مفعول کا ضمیر متصل ہونا اور بالفعل سے ضمیر کے مرجع کو بیان کر دیا۔

قال الشارح ای تاخیر الفاعل عن المفعول فی جمیع الصور ۔

ماقبل کی طرح یہاں بھی تین باتوں کو بیان کیا (۱)۔تاخیرہ کی ہ ضمیر کا مرجع بتادیا کہ وہ فاعل ہے (۲) عن المفعول یہ تاخیر کے لئے صلے کا بیان ہو گیا (۳)۔ **فی جمیع ھذہ الصور** اجمال کا بیان تاکہ بعد میں جو تفصیل آرہی ہے وہ اس اجمال پر مرتب ہو سکے نیز **فی جمیع ھذہ الصور** سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ **وجب تاخیرہ** اس جزاء کا تعلق چاروں صورتوں کے ساتھ ہے نہ کہ صرف اوّل صورت کے ساتھ اور نہ ہی آخری صورت کے ساتھ۔

قال الشارح اما فی صورۃ اتصال :صورت اولیٰ میں فاعل کے تاخیر وجوبی کے علت کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول کی ضمیر فاعل کے ساتھ متصل ہونے میں اگر فاعل کو موخر نہ کیا جائے مقدم کر دیا جائے تو اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃ لازم آئے گا جو کہ نا جائز ہے۔اس لئے اس صورت میں فاعل کو موخر کرنا واجب ہے۔

قولہ اما فی صورت وقوعہ ۔سے صورت ثانیہ اور صورت ثالثہ میں فاعل کی تاخیر وجوبی کے علت کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ان دونوں صورتوں میں فاعل کو موخر نہ کیا جائے تو حصر مطلوب کا انقلاب لازم آئے گا۔جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

قال الشارح و اما فی صورۃ کون المفعول ۔صورت رابعہ میں فاعل کی تاخیر وجوبی کے علت کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مفعول ضمیر متصل بالفعل ہو اس طور پر کہ فاعل ضمیر غیر متصل ہو تو فاعل کو موخر کرنا واجب ہے اس لئے کہ اگر فاعل کو موخر نہ کیا جائے تو خلاف مفروض لازم آئے گا یعنی مفعول ضمیر متصل نہیں رہے گی منفصل بن جائے گی اور یہ بات ظاہر ہے کہ ضمیر متصل منفصل بن جائے گی اور یہ بات ظاہر ہے ضمیر متصل منفصل میں منافات ہے تو یہ یقیناً

خلاف مفروض لازم آئے گی۔

قال الشارح بخلاف ما اذ كان ۔

مولانا جامیؒ نے متن کی عبارت و ھو غیر متصل کی قید کو ذکر کر کے ایک سوال مقدر کا جواب دیا۔

سوال: ضربتك میں ضمیر متصل بالفعل ہے حالانکہ فاعل کو موخر کرنا جائز نہیں بلکہ مقدم کرنا واجب ہے۔

جواب: ماتن صاحب کافیہؒ نے و ھو غیر متصل کی قید لگا کر اس کا جواب دیا کہ مفعول کی ضمیر متصل بالفعل ہونے کی صورت میں فاعل کو موخر کرنا اس وقت واجب ہوگا جب فاعل ضمیر متصل بالفعل نہ ہو اور ضربتك میں اگرچہ مفعول ضمیر متصل ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ فاعل بھی ضمیر متصل بالفعل ہے ضابطہ مذکور نہیں پایا گیا بلکہ فاعل کی تقدیم وجوبی کا ضابطہ پایا گیا تو فاعل کو مقدم کرنا واجب ہے۔

قال الماتن ﴿وقد یحذف الفعل لقیام قرینۃ جوازا﴾ **حکم رابع**

فاعل کے حکم رابع کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر قرینہ موجود ہو تو فاعل کے فعل یعنی عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے پھر حذف کی دو قسمیں ہیں (۱) حذف جوازی (۲) حذف وجوبی۔

حذف جوازی کا ضابطہ: ہر وہ مقام جہاں تعیین محذوف پر کوئی قرینہ سوال محقق ہو یا سوال مقدر تو فاعل کے عامل کو جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے۔ قرینہ سوال محقق کی مثال من قام کے جواب میں صرف زید کہنا بھی جائز ہے کہ زید فاعل ہے اس کا فعل قام جوازی طور پر حذف ہے اور قرینہ سوال مقدر کی مثال جیسے یزید بن نھشل کے مرثیہ میں بن نھشل کا قول کہ لیبك یزید ضارع لخصومۃ میں ضارع فاعل ہے جس کے عامل کو جوازی طور پر حذف کر دیا گیا جس پر قرینہ سوال مقدر ہے اور سوال مقدر کا منشاء لیبك یزید والی عبارت ہے یعنی جب ناظم نے یہ کہا کہ یزید کو رویا جائے تو مخاطب اور سامع کی طرف سے یہ سوال ہوا کہ من یبکیہ اس پر کون روئے تو ناظم نے اس سوال مقدر کو بمنزلہ سوال محقق کے قرار دے کر جواب دیا ضارع لخصومۃ سے یعنی یبکیہ ضارع تو ضارع فاعل ہے جس کے لئے فعل یبکی محذوف ہے جس پر قرینہ سوال مقدر من یبکیہ ہے اور اس سوال مقدر کا منشاء لیبك یزید ہے

حذف وجوبی کا ضابطہ: ہر وہ مقام جہاں فعل کو حذف کر دیا جائے پھر حذف سے پیدا ہونے والے ابہام کو دور کرنے کے لئے فعل محذوف کے مفسِر کو ذکر کر دیا جائے تو ایسے مقام میں فاعل کے عامل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے جیسے وان احد من المشرکین استجارك میں احد فاعل ہے جس کا فعل استجارك محذوف ہے اور اس محذوف کی تفسیر استجارك سے کر دی گئی ہے۔اس وجہ سے احد فاعل کے فعل عامل کو حذف کرنا واجب ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی وان استجارك احد۔

قال الشارح الرافع للفاعل ۔مولانا جامیؒ سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: بعض شارحین کے مذہب کے مطابق تقریر یہ ہوگی کہ صاحب کافیہؒ نے فعل کے حذف کو تو بیان کیا ہے لیکن شبہ فعل کے حذف کو بیان نہیں کیا حالانکہ قرینہ موجود ہونے کے وقت جس طرح فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اسی طرح شبہ فعل کو بھی حذف کر دیا جاتا ہے۔

جواب: کہ متن میں الفعل سے مراد رافع للفاعل ہے۔ رافع للفاعل عام ہے خواہ وہ فعل ہو یا شبہ فعل تو لہذا یہ ذکر العام و ارادة الخاص کے قبیلے سے ہے لیکن یاد رکھیں یہ سوال مقدر کی تقریر مصنف کی عادت کے خلاف ہے کیونکہ مصنف کی عادت حسنہ ہے کہ فقط فعل کے احکام کو بیان کرتے ہیں اور شبہ فعل جو کہ فرع ہے اس کے احکام کو مقایسۃً چھوڑتے ہیں تو لہذا سوال مقدر کی تقریر یوں کی جائے کہ متن سے معلوم ہوتا ہے قرینہ کے موجود ہونے کے وقت فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ فعل کا حذف کیا جانا فعل کے احوال اور احکام میں سے ہے جب کہ یہاں فاعل کے احوال اور احکام سے بحث ہو رہی تھی تو یہ خروج عن المبحث کی خرابی لازم آتی۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا الفعل میں الف لام عہد خارجی ہے یعنی فعل سے مراد مطلق فعل نہیں بلکہ وہ فعل مراد ہے جو فاعل کے لئے رافع ہو اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ قرینہ کے پایا جانے کے وقت فاعل کے فعل رافع کو حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ فاعل کے فعل رافع کا حذف احوال فاعل سے ہوگا تو قد یحذف الفعل کا معنی یوں ہو جائے گا قد یکون الفاعل محذوف الفعل لہذا خروج عن المبحث کی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

قولہ دالۃ علی تعیین ۔سوال مقدر کا جواب

سوال : رفع بھی فعل کے حذف کا قرینہ ہے لہذا فقط رفع کے ہوتے ہوئے فعل کا حذف جائز ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا جائز نہیں۔

جواب : قرینہ سے مراد مطلق قرینہ نہیں بلکہ ایسا قرینہ مراد ہے جو محذوف کی تعیین پر دال ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ رفع محذوف کی تعیین پر دال نہیں بلکہ فقط حذف پر دال ہے۔

قال الشارح حذفا جائز ۔مولانا جامیؒ ترکیب بیان کرنا چاہتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جوازا باعتبار موصوف محذوف کے مفعل مطلق ہے فعل کیلئے تقدیر عبارت یہ ہوگی حذفا جوازا

قال الشارح حذفا جائزا ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ حذفاً جوازاً یہ موصوف صفت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حذف اور جواز دونوں مصدر ہیں اور مصدر کا اگرچہ مصدر پر حمل صحیح ہوتا ہے لیکن جب مصدر مقام موضوع میں واقع ہو تو مصدر ذات کے حکم میں ہوتا ہے اور ذات پر مصدر کا حمل جائز نہیں ہوتا لہذا جوازاً کا حذفاً پر حمل صحیح نہیں ہوگا۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا جوازاً اپنے معنی مصدری پر باقی نہیں بلکہ جائزا اسم فاعل کے معنی میں ہے اور اسم فاعل ذات مع الوصف ہوتا ہے اور ذات مع الوصف کا حمل ذات پر جائز ہوا کرتا ہے لہذا حمل جائز ہو جائے گا۔

فائدہ : سوال مقدر کی یہ تقریر مذکور مناسب نہیں ہے اس لئے کہ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو حمل المصدر علی المصدر کے جواز کا قاعدہ ہی ختم ہو جائے گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ سوال مقدر کی یہ تقریر کی جائے کہ حذفاً جوازاً موصوف صفت ہے اور صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے یہاں پر حمل صحیح نہیں ہوتا کیونکہ حمل اتحاد المتغایرین ذھناً فی الخارج کا نام یعنی ذہن کے اعتبار سے دو متغایر چیزوں کا خارج میں متحد ہونیکا نام حمل ہے اور یہاں دونوں خارج میں بھی متغایر ہے حذف کا معنی عدم الذکر فی الخارج کا ہے اور اجوازاً کا معنی ہے سلب الضرورۃ عن جانب الوجود و العدم ہے یعنی خارج میں ذکر ضروری ہو نہ عدم ذکر ضروری ہو لہذا حذفاً اور

جــــوازاً خارج میں متباین ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ متباین کا متباین پر حمل صحیح نہیں ہوسکتا لہذا جوازاً کا حذفاً پر حمل صحیح نہ ہوا۔

جـواب: کہ دونوں میں تباین تب ہوتا جب جوزا اپنے معنی مصدری پر باقی ہو حالانکہ یہاں جوازاً اپنے معنی مصدری پر باقی ہو حالانکہ یہاں جوازاً اپنے معنی مصدری پر باقی نہیں بلکہ جائزا اسم فاعل کے معنی میں ہے اور جائز اور حذف کے درمیان تباین نہیں لہذا حمل صحیح ہو جائے گا جیسے کہا جاتا ہے هذا الحذف جائز۔

قال الشارح **ای فیما کان جوابا لسوال محقق** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: لفظ مثل مضاف ہے اور اس اضافت میں تین احتمال ہیں (۱)۔اضافت بیانیہ (۲)۔اضافت لامیہ (۳)۔اضافت ظرفیہ۔ اگر اضافت بیانیہ ہو تو بھی صحیح نہیں اس لئے کہ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ فقط زید میں فعل کا حذف جائز ہے اس جیسے کسی اور مثال میں جائز نہیں حالانکہ واقعہ کے خلاف ہے اور اضافت لامیہ بھی صحیح نہیں اس لئے اس وقت مطب ہوگا کہ ایسے اسم میں حذف جائز ہے جو زید کے مماثل ہو لیکن زید میں حذف جائز نہیں یہ بھیؒ خلاف واقع ہے اور اضافت ظرفیہ بھی مراد نہیں لی جاسکتی ورنہ ظرفية الشئی لنفسه کی خرابی لازم آئے گی تو ان تینوں میں سے کونسی اضافت مراد ہے۔

جـواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا اضافت سے مراد اضافت بیانیہ ہے لیکن لفظ مثل سے مراد ایک قاعدہ کلیہ ہے یعنی ہر وہ اسم جو سوال محقق کا جواب ہو اس سے فعل رافع کو حذف کرنا جائز ہے اور اسی قاعدہ کی ایک جزئی زید بھی ہے جب کہ سوال محقق کے جواب میں واقع ہو۔

سـوال ۲: کہ مثال سے مقصود ممثل لہ کی توضیح ہوتی ہے جس کے لئے ایک مثال بھی کافی تھی تو مصنف نے دو مثالیں کیوں دی ہیں۔

جـواب: پہلی مثال میں حذف فعل کا قرینہ سوال محقق ہے دوسری مثال میں حذف فعل کا قرینہ سال مقدر ہے جب ممثل لہ متعدد ہوئے تو مثالیں بھی متعدد دینی چاہیئے تھی

اور مولانا جامیؒ نے لفظ جواباً نکال کر لمن قال جار مجرور کا متعلق بیان کر دیا۔

قال الشارح **سائلا عن من یقوم** ۔

مولانا جامیؒ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: سوال جملہ اسمیہ ہے اور جواب جملہ فعلیہ ہے حالانکہ جواب کا سوال کے مطابق ہونا ایک امر اہم ہے۔اس ترک مطابقت کی کیا حکمت اور وجہ ہے۔

جواب: ترک مطابقت کی وجہ یہ ہے کہ من قام سے جو شخص سوال کرتا ہے اس کو نفس قیام کے بارے میں یقین ہے تردد صرف اس بات میں ہے کہ محل قیام کیا ہے کس کے ساتھ یہ مرتب ہے آیا زید کے ساتھ یا عمرو کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ۔اگر جواب میں جملہ اسمیہ پیش کیا جائے تو جملہ اسمیہ میں تکرار اسناد ہوتا ہے اور جس سے تقویت اور تاکید حکم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اور یاد رکھیں تقویت حکم اور تاکید حکم کی ضرورت تو وہاں ہوتی ہے جہاں سامع کو حکم میں تردد اور شک ہے حالانکہ یہاں سائل کو حکم یعنی قیام کے نفس الامر میں موجود اور ثابت ہونے کا یقین ہے اس لئے اگر جواب جملہ اسمیہ پیش کیا جائے تو جواب اگرچہ سوال کے مطابق ہوگا لیکن سائل کے مقصد کیخلاف ہے۔

قال الشارح **و انما قدر الفعل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کذا یحذف** ۔

اس حکمت مذکورہ کی تائید کا بیان۔اس کا حاصل یہ ہے کہ فعل محذوف ماننے کی صورت میں جملہ کی جزء حذف ماننا پڑے گا۔پورے جملہ کا حذف نہیں اور خبر محذوف ہونے کی صورت میں پورے جملے کا حذف لازم آئے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ تقلیل کا حذف تکثیر کے حذف سے اولیٰ اور راجح اور مستحسن ہے لہذا جواب میں جملہ فعلیہ پیش کیا جائے گیا نہ کہ جملہ اسمیہ۔

فائدہ: میر سید صاحب نے یہ جواب دیا کہ ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ جملہ جوابیہ جملہ سوالیہ کے مطابق نہیں اس لئے کہ جس طرح جوبیہ جملہ فعلیہ ہے اسی طرح سالیہ جملہ فعلیہ ہے کیونکہ من قام بھی حقیقت کے اعتبار سے جملہ فعلیہ ہے کہ من قام کی تقدیر عبارت اقام زید او عمرو ام بکر اس لئے کہ استفهام عن الفعل استفهام عن الاسم سے زیادہ بہتر ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اقام زید او عمرو ام بکرا جملہ فعلیہ ہے لیکن سائل نے اختصار کی وجہ سے ان ذوات متعدد وہ مفصلہ کو لفظ من سے تعبیر کیا تو بنا بر ضرورت من کو مقدم کر دیا کیونکہ من صدارت

کلام کا تقاضا کرتا ہے تو صورۃً ولفظاً جملہ اسمیہ ہو گیا حقیقت میں یہ جملہ فعلیہ ہے تو لہذا جب سوالیہ جملہ فعلیہ ہوا تو جملیہ سوالیہ اور جملہ جوابیہ میں مطابقت ہو گئی کہ دونوں فعلیہ ہیں۔

قال الشارح **وکذا یحذف الفعل ..... لیبک** ۔

تک مولانا جامیؒ چند باتوں کو بیان کر رہے ہیں

(۱)۔ حاصل عطف کا بیان (۲) تعدد امثلہ کی وجہ کا بیان (۳) استدلال کی جانب اشارہ کا بیان (۴) شعر مذکور کے شان ورود کا بیان جو کہ نفس عبارت سے واضح ہے۔

سوال: مولانا جامیؒ نے شاعر کے نام کی تصریح کیوں نہیں کی اس کی کیا وجہ ہے

جواب: اس شعر کے قائل میں اختلاف ہے بعض نے یزید بن نھشل کو قرار دیا ہے اور بعض نے حارث بن نھشل کو قرار دیا ہے اسی وجہ سے مولانا جامیؒ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور کسی کا نام ذکر نہیں کیا۔

قال الشارح **لیبک علی البناء للمفعول** ۔مولانا جامیؒ نے علی البناء نکال کر صیغہ کی تعیین کر دی ہے کہ یہ صیغہ مجہول کا ہے اس لئے کہ کہ اگر صیغہ معلوم کا بنایا جائے تو معنی تو درست رہتا ہے لیکن یہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہو سکتی جیسا کہ مابعد میں تفصیل آ رہی ہے۔

یزید مرفوع علی انه ۔اس میں مولانا جامیؒ نے ترکیب بیان کر دی کہ لفظ یزید مفعول ما لم یسم فاعلہ کی بناء پر مرفوع ہے۔

ضارع ای عاجز ذلیل مولانا جامیؒ نے ضارع کا معنی بیان کر دیا ہے کہ وہ عاجز اور ذلیل ہے۔

قال الشارح **وھو فاعل الفعل** ۔انطباق المثال علی الممثل لہ کا بیان ہے کہ لفظ ضارع مرفوع ہے فاعل کی بناء پر جس کا فعل حذف ہے۔ یبکیہ اور جس پر قرینہ سوال مقدر ہے من یبکیہ

قال الشارح **واما علی روایة لیبک یزید** ۔مولانا جامیؒ نے جو ماقبل میں صیغہ کی تعیین اور اعراب کی تعین کی تھی اس کا فائدہ بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ لیبک میں تین روایتیں ہیں۔

(۱) لیبک فعل مضارع مجہول کا صیغہ وہ اور یزید نائب فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور ضارع فعل مقدر کا فاعل ہو اس روایت کے مطابق یہ مثال ممثل لہ کے مطابق ہے اور اسی وجہ سے اس

مقام پراسے بیان کیا گیا۔

(۲)۔فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہواور یزید مفعول لہ ہونے کی بناپر منصوب ہواور ضارع یہ اسی فعل لیبک کا فاعل ہونے کی بناء پر مرفوع ہو

(۳)لیبک فعل مجہول کا صیغہ ہواور یزید منادی مفرد معرفہ کی بناء پرمبنی علم الضم ہواور ضارع لیبک فعل مجہول کا نائب فاعل ہونے کی بنابر مرفوع ہوان آخر دو روایتوں کے مطابق مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہوگی۔

قال الشارح **ای یبکیہ من یذل** ۔سے مولانا جامیؒ اس کا حاصل معنی بتارہے ہیں پورے مصرعہ کا حاصل معنی بتارہے ہیں کہ یزید کو وہ شخص روئے جو دشمنوں کے ساتھ مقابلے سے عاجز اور ذلیل ہو۔

قال الشارح **لانہ** ۔سے علت بکاء کا بیان۔جس کا حاصل یہ ہے اس لئے روئے کہ یزید کمزور لوگوں کا مددگار معاون تھا۔

قال الشارح **والمختبط السائل** ۔ مولانا جامیؒ مصرعہ ثانیہ کے مفردات کے معانی اور مفردات کا حل کا بیان ہے۔پہلا لفظ مختبط ہے یہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی جان پہچان کے سوال کرنے والا ہو۔اور تطیح مشتق ہے اطاحۃ سے جس کا معنی ہلاک کرنے کے ہے اور الطّوائح خلاف قیاس مطیحہ کی جمع ہے۔

سوال : طوائح جب طائحۃ کی جمع بن سکتی ہے قیاس کے موافق تو خلاف قیاس طوائح کو مطیحہ کی جمع بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

جواب : اگر طوائح کو مطیحہ کی جمع بنایا جائے تو معنی فاسد بنتا ہے کہ طائحۃ کا معنی ہلاکت ہے اور جو چیز خود ہلاک ہونے والی ہے وہ دوسرے کے لئے مہلک نہیں بن سکتی حالانکہ یہاں طوائح بمعنی مھلکات ہے خلاف قیاس مطیحۃ کی جمع ہے اور کلاوقح جمع ملحقۃ اس پر کلام عرب سے نظیر کو پیش کیا ہے۔اور مما یہ جار مجرور ملکر مختبط کے متعلق ہے اور مما میں جوما ہے یہ مصدر یہ ہے

ویبکیہ ایضا: سے متن تک دوسرے مصرعہ کا حاصل معنی بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ

روئے اس کو بے وسیلہ سوال کرنے والا بوجہ ہلاک کر دینے حوادث زمانہ اور مہلکات کے اس کے مال اور اس کے وسائل کو کیونکہ وہ ایسے سوال کرنے والوں کو بھی دینے والا تھا۔

قوله **وقد یحذف الفعل الرافع** ۔حاصل عطف کا بیان جو کہ واضح ہے۔

قوله **وجوبا ای حذفا** ۔یہ ترکیب کا بیان اور صحت حمل کا بیان ہے جس کی تقریر حذفاً جائز اًمیں گذر چکی ہے۔

قال الشارح **فی مثل قوله تعالیٰ و ان احد** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : لفظ مثل مضاف ہے ان احد من المشرکین پورے جملے کی طرف حالانکہ مضاف الیہ اسم ہوتا ہے جملہ نہیں ہوتا۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ ان احد کا مضاف الیہ بنامؤول ہے بتاویل قول کے اور یہ بات ظاہر ہے قول اسم ہے تو لہذا اضافت اسم کی طرف ہوئی نہ کہ جملہ طرف اور تعالیٰ یہ جملہ معترضہ ہے۔

قال الشارح **ای فی کل موضع** ۔صاحب کافیہؒ نے لفظ مثل سے جس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا تھا مولانا جامیؒ نے اس قاعدہ کو صراحۃً بیان کر دیا کہ ہر وہ مقام جہاں فعل کو حذف کیا گیا ہو اور پھر حذف سے پیدا ہونے والے ابہام کو دور کرنے کے لئے فعل محذوف کی تفسیر کو ذکر کر دیا گیا ہو تو ایسے مقام پر فعل کا حذف کرنا واجب ہوگا اس لئے کہ اگر فعل محذوف کو بھی ذکر کر دیا جائے تو لازم آئے گا مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع جو کہ نا جائز ہے۔

قال الشارح **بخلاف المفسّر** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : آپ نے کہا کہ حذف اس لئے واجب ہے کہ مفسِّر اور مفسَّر اجتماع لازم نہ آئے ہم دکھاتے ہیں کہ مفسر اور مفسر دونوں جمع ہو رہے ہیں جیسے جاء رجل ای زید ہیں تو یہاں مفسر کا ذکر کیوں لغو نہ ہوا۔

جواب : کہ مفسِّر سے مقصود ابہام کا رفع ہوتا ہیا ور ابہام کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ ابہام جس کا منشاء حذف ہو (۲)۔ وہ ابہام جس کا منشاء حذف نہ ہو بلکہ مادہ حذف ہو۔ جب ابہام کی قسم اوّل

کا رفع مقصود ہو تو وہاں تو مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع جائز نہیں ہوتا اور جب ابہام کے قسم ثانی کا رفع مقصود ہو تو پھر مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع جائز ہوتا ہے۔ اور مثال مذکور میں ابہام قسم ثانی ہے لہذا یہاں مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع جائز ہے اور آیت کریمہ میں ابہام قسم اوّل کا رفع مقصود ہے اس لئے وہاں مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع جائز نہیں تا کہ مفسِّر کا ذکر لغو نہ ہو جائے۔

قال الشارح **فتقدیر الآیة** :انطباق المثال علی الممثل لهٗ کا بیان ہے۔ کہ احد فاعل ہے جس کا فعل وجوبی طور پر استجارك حذف کر دیا گیا ہے جو کہ مفسَّر ہے اور بعد والا فعل استجارك اسکی تفسیر ہے۔

و انما وجب حذفه : حذف وجوبی کی علت کا بیان کہ اگر مفسَّر کو حذف نہ کیا جائے تو مفسَّر مفسِّر کا اجتماع لازم آئے گا۔ جس سے مفسِّر لغو ہو جائے گا۔

قال الشارح **ولا یجوز** ۔ سے متن تک تعیین محذوف پر قرینہ کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال : یہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں کیونکہ آیت کریمہ میں احد مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع ہے نہ کہ فاعل ہونے کی بناء پر تو اس صورت فعل ماننے کی ضرورت ہی نہیں۔

جواب : آیت کریمہ میں احد مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ان حرف شرط کا لفظاً و معنیً اسم پر دخول ممتنع ہے لہذا لامحالہ احد فاعل ہے جس کے لئے فعل کو وجوبی طور پر حذف کیا گیا ہے تا کہ حرف شرط کو صورۃً اور لفظاً اگر چہ اسم پر دخل ہوگا لیکن حقیقۃً اور معنیً فعل پر داخل ہوگا اس جواب سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ فعل کے محذوف پر قرینہ وہ حرف شرط ان کا اسم پر داخل ہونا ہے۔

قال الماتن ﴿وقد یحذفان معاً فی مثل نعم﴾ حذف کی تین صورتیں تھیں

(۱)۔ فقط فعل کا حذف ہو جس کو ماقبل میں بیان کیا ہے

(۲)۔ فقط فاعل کا حذف ہو جس سے مصنف سکوت اختیار فرمایا جو کہ عدم جواز کی دلیل ہے

(۳)۔ فعل اور فاعل دونوں اکٹھے حذف ہوں۔ اس کو یہاں سے صاحب کافیہ بیان فرما رہے ہیں کہ فعل اور فاعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا جائز ہے جیسے اقام زید کے جواب میں صرف نعم کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے تو یہاں فعل اور فاعل دونوں کا حذف ہوگا۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی نعم

قام زید جس پر قرینہ سوال محقق ہے

قال الشارح اى الفعل و الفاعل ۔اس عبارت میں مولانا جامیؒ یحذفان میں الف ضمیر فاعل کے مرجع کو بیان کررہے ہیں کہ وہ فعل اور فاعل ہے۔

قال الشارح دون الفاعل وحده ۔اس عبارت سے مولانا جامیؒ کی غرض لفظ معًا کی قید کے احترازی ہونے کو بیان کرنا ہے نیز محترز عنہ کی تعیین بیان کرنا جس کا حاصل یہ ہے کہ عقلی طور پر احتمال کل تین ہیں (۱) تنہا فعل کا حذف (۲) تنہا فاعل کا حذف (۳) دونوں کا حذف یعنی فعل اور فاعل کا۔ پہلے احتمال کو پہلے بیان کر چکے ہے اور تیسرے احتمال کو یہاں سے بیان کررہے ہیں اور معـا کی قید لگا کر دوسرے احتمال سے ماتنؒ نے احتراز یا مولانا جامیؒ نے تعیین کردی کہ یہاں محترز عنہ وہ دوسرا احتمال ہے۔

فائدہ: اس بات پر کیا دلیل ہے کہ تنہا فاعل کا حذف جائز نہیں۔

جواب: اس کی دلیل عنقریب تنازع الفعلان میں آرہی ہے

اور لفظ جـوابا: سے مولانا جامیؒ نے لـمـن کے جار مجرور کے متعلق کی طرف اشارہ کردیا اور لفظ جواباً حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہے فی مثل نعم حال کو انه جواباً لمن قال اقام زید۔

قال الشارح اى نـعـم قام زيد : انطباق مثال علی المثل لہٗ کا بیان ہے کہ جب اقام زید کے جواب میں فقط نعم کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے تو نعم کے بعد فعل اور فاعل دونوں حذف ہوں گے تقدری عبارت یہ ہوگی نعم قام زید پھر جملہ فعلیہ حذف کرکے لفظ نعم کو اس کے قائم مقام کردیا گیا

قال الشارح وهذا الحذف ۔اس حذف کی کیفیت کا بیان ہے۔ مولانا جامیؒ نے بتادیا کہ یہ حذف جوازی ہے وجوبی نہیں۔ اس لئے کہ حذف وجوبی کی شرط یہ ہے کہ تعیین محذوف پر قرینہ ہوتے ہوئے محذوف کے قائم مقام ایسی چیز کا ہونا ضروری ہے محذوف کے مفاد اور فائدہ کے لئے مفید ہو اور یہاں پر تعیین محذوف پر قرینہ ہے سوال محقق لیکن قائم مقام صرف نـعـم یہ جو محذوف کے مفاد کے لئے قطعا مفید نہیں اس لئے کہ محذوف جملہ ہونے کی بناء پر نسبت تامہ

خبریہ کا فائدہ دیتا ہے اور لفظ نعم حرف ہونے کی وجہ سے نسبت تامہ کا فائدہ دینے سے قاصر ہے لہذا حذف وجوبی کی شرط نہیں پائی جارہی تو یہاں حذف جوازی ہے۔

قال الشارح **وانما قدرت الجملة الفعلية** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ نعم کے بعد جملہ فعلیہ محذوف مانا ہے جملہ اسمیہ کیوں محذوف نہیں مانا جاسکتا۔

جواب: کیونکہ سوالیہ جملہ فعلیہ ہے اسی لئے یہاں محذوف جوابیہ جملہ بھی فعلیہ ہوگا تا کہ موافقت ہو جائے اگر جملہ اسمیہ مقدر مانا جائے تو مطابقت نہیں رہتی اور مطابقت سوال و جواب میں اہم اور مطلوب اور مقصود ہوا کرتی ہے بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ وہ نیز جملہ فعلیہ کے مقدر ماننے کی صورت میں قلیل کو حذف ماننا پڑتا ہے اور قاعدہ ہے حذف التقليل اولیٰ من حذف التكثير۔

﴿بحث تنازع الفعلين﴾

قال الماتن ﴿واذا تنازع الفعلان ظاهرا بعدهما﴾ **حكم سادس**

ماتنؒ فاعل کا حکم سادس بیان کررہے ہیں پہلے فاعل غیر متنازع فیہ کے احوال خمسہ کا بیان تھا اور یہ حکم سادس فاعل متنازع فیہ کا ہے اگرچہ اسمیں غیر فاعل کے احوال بھی بیان ہوں گے مگر تبعاً۔ تنازع الفعلین کے مسائل میں درجات خمسہ کا بیان ہوگا۔عبارت کا حاصل یہ جب دوفعلوں کو تنازع ہوا یسے اسم ظاہر میں جو دونوں فعلوں کے بعد واقع ہو تو ہر ایک فعل کا عامل بنانا جائز ہے اذا تنازع الفعلان ظاهرا بعد هما شرط ہے جس کی جزاء محذوف یہ جو کہ جاز اعمال کل واحد منهما ہے۔

قال الشارح **بل العاملان** ۔اس عبارت میں مولانا جامیؒ نے اعراضِ عن المخصوص الیٰ العموم کو بیان کرنا ہے برائے دفع دخل مقدر

سوال: جس طرح فعلین میں تنازع ہوتا ہے اس طرح شبہ فعلین میں بھی تنازع ہوتا ہے جب کہ ماتن نے فعلین کا تنازع ذکر کیا ہے شبہ فعل کو ذکر نہیں کیا۔اس کی کیا وجہ ہے

جواب متن میں اگرچہ فعلین کا ذکر ہے لیکن فعلین سے مراد عاملین ہیں خواہ وہ فعلین ہوں یا شبہ

فعلین ہوں۔

قال الشارح **و اقتصر علی الفعل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال: جب مطلق عاملین میں تنازع جاری ہوتا ہے خواہ فعلین ہو یا شبہ فعلین تو ماتنؒ نے فقط فعلین کے ذکر کرنے پر کیوں اکتفاء کیا ہے۔

جواب: کہ فعل کی اصالۃ فی العمل کی وجہ سے فعل کا ذکر دیا اور فرع کے حکم کو مقایسۃً چھوڑ دیا ہے

قال الشارح **انما قال** ۔ایک تیسرے سوال کا جواب ہے۔

سوال: ماتن نے فعلین کا لفظ ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے تنازع فقط دو فعلوں میں جاری ہوتا ہے حالانکہ تنازع کبھی دو فعلوں سے زائدہ میں بھی واقع ہوتا ہے جیسے ذھبت و اکرمت و اھنت زیدا اس لئے ماتنؒ کو فعلین کے بجائے اذا تنازع الافعال کہنا چاہئے تھا۔

جواب: صاحب کافیہؒ نے تنازع کے مراتب میں سے اقل مرتبہ بیان کیا ہے اور اقل مرتبہ تنازع کا دو فعلوں میں جاری ہوتا ہے۔

قال الشارح **ای اسما ظاهرا** ۔مولانا جامیؒ نے ظاھراً کے لئے اسماً موصوف محذوف نکال کر ظاھراً کے معنی کو متعین کر دیئے کہ ظاھراً کے دو معنی ہیں لغوی معنی جو خفی کے مقابلے میں ہے اور اصطلاحی معنی، جو ضمیر کے مقابل میں ہو یہاں پر اصطلاحی معنی مراد ہے لغوی معنی مراد نہیں اور واقعا: سے ترکیب کا بیان کہ بعد ھما ظرف مستقر ہو کر واقعا کے متعلق ہے پھر یہ صفت ہے ظاھراً کی۔

قال الشارح **ای بعد الفعلین** ۔سے مولانا جامیؒ نے ضمیر کا مرجع بیان کیا کہ ضمیر کا مرجع فعلین ہے۔

قال الشارح **اذا المتقدم علیهما ----- و معنی تنازعهما** ۔

شیخ رضیؒ کے اعتراض کا جواب ہے۔شیخ رضی نے اعتراض کیا کہ جس طرح فعلین کے بعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں تنازع جاری ہوتا ہے بالکل ایسے ہی وہ اسم ظاہر جو فعلین سے مقدم ہو یا فعلین کے درمیان میں واقع ہو اس اسم ظاہر میں تنازع جاری ہوتا ہے لہذا بعد ھما کی قید لگانا لغو اور مستدرک ہے۔

جواب: وہ اسم ظاہر جو فعلین سے مقدم ہو یا فعلین کے درمیان ہو ایسا اسم ظاہر بصریین اور کوفیین کے نزدیک بالاتفاق فعل اوّل کا معمول ہے اس لئے کہ فعل ثانی کے مذکور ہونے سے پہلے پہلے فعل اوّل میں اسم ظاہر نے اپنا معمول بنانے کا تقاضا کرلیا ہے جس کا کوئی معارض اور مقابل موجود نہیں تو لہذا ایسا اسم ظاہر جو فعلین پر مقدم ہے یا فعلین کے درمیان میں ہے تو باتفاق فریقین فعل اوّل کا معمول ہوگا فعل ثانی کا نہیں ہوگا اور یہاں پر بھی مطلق تنازع کا بیان نہیں بلکہ ایسے تنازع کا بیان مقصود ہے جس میں فریقین کا نزاع اور اختلاف متحقق ہو سکے اور فریقین کے ہاں جو قطع تنازع کا طریقہ ہے اس کے مطابق تنازع بھی ہو سکے۔ اس لئے ماتنؒ نے بعد ھا کی قید لگادی۔

فائدہ: معمول الفعل الاول کے بعد اتفاقاً کا لفظ محذوف ہے جس سے فریقین کا اتفاق مراد ہے اور فلا یکون فیہ کی تفریع معمول فعل اوّل پر ہے اور محل تنازع میں تنازع سے مراد تنازع بھی فریقین کا ہے فعلین کا نہیں۔

قال الشارح وَمعنی تنازعھما ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تنازع تو ذی روح کی صفت ہے بمعنی جنگ کرنا اور فعل غیر ذی روح ہے تو تنازع کی فعل کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں۔

جواب: شارح نے جواب دیا یہاں تنازع بمعنی متوجہ ہونا ہے۔

قال الشارح وَیصح ان یکون ھو ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ تنازع بمعنی توجہ لینا یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ توجہ اور متوجہ ہونا یہ بھی ذی روح کی صفت ہے تو اس کی نسبت بھی فل کی طرف درست نہیں۔

جواب: متوجہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم مذکور ایسے مقام میں واقع ہوتا ہے جو علی سبیل البدلیت فعلین میں سے ہر ایک کا معمول بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

قال الشارح فحینئذ لا یتصور ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے اسم ظاہر کی تخصیص کیوں کی کیا اسم ضمیر میں تنازع نہیں ہوسکتا۔

جواب: ضمیر کی دو قسمیں ہیں (۱) متصل (۲) منفصل۔ ضمیر متصل میں تنازع ممکن ہی نہیں اس لئے کہ ضمیر متصل جس کے ساتھ متصل ہوگی وہی اس کا عامل ہوگا بخلاف ضمیر منفصل کے۔ کہ ضمیر منفصل میں جو فعلین کے بعد واقع ہو کلمۃ الا کے بعد تو ایسی ضمیر منفصل میں تنازع متحقق ہوسکتا ہے جیسے ما ضرب و اکرم الا ان لیکن فریقین کے ہاں جو قطع تنازع کا طریقہ ہے اس طریقے کے مطابق ضمیر منفصل میں قطع تنازع متحقق نہیں ہوسکتا اس لئے کہ فریقین کے ہاں فاعل کا اضمار ہوگا جب فعلین میں سے پہلی فعل فاعل کا تقاضا کرے البتہ بصریین کے ہاں فعل ثانی کو عمل دیا جائے گا فعل اوّل میں فاعل کا اضمار اور کوفیین کے نزدیک فعل اوّل کو عمل دیا جائے گا اور فعل ثانی میں فاعل کا اضمار ہوگا بہر کیف اضمار فاعل دو حال کی خالی نہیں الا کے ساتھ ہوگا یا بغیر الا کے اگر الا کے ساتھ ہو تو لازم آئے گا حرف کا استتار جو کہ جائز نہیں اور اگر الا کے بغیر فاعل کی ضمیر لائی جائے تو یہ مقصود کے خلاف ہے کیونکہ مقصود تو فعل کا فاعل کے لئے اثبات تھا نفی نہیں اب نفی ہو جائے گی اثبات نہیں رہے گا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ ضمیر منفصل میں تنازع ہوسکتا لیکن فریقین کے ہاں قطع نہیں ہوسکتا اور صاحب کافیہؒ کا مقصود مطلق تنازع کو بیان کرنا نہیں بلکہ ایسے تنازع کا بیان ہے جس میں فریقین کے طریقے کے مطابق قطع تنازع ہوسکے اسی لئے ظاھراً کی قید لگا کر ضمیر سے احتراز کر کے اس کو خارج کر دیا۔

قال الشارح **اما التنازع الواقع** ۔ سے مولانا جامیؒ "ضمیر منفصل میں واقع ہونے والے تنازع کے قطع کے بارے میں دو مذہب نقل کر رہے ہیں۔

مذھب اول: سیبویہ کا جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر منفصل میں واقع ہونے والے قطع تنازع کا طریقہ یہ ہے کہ دوسرے فعل کو عمل دے کر پہلے فعل کے لئے فاعل کو حذف مان لیا جائے گا۔

مذھب ثانی: فراء کا یہ ہے کہ تشریک الرافعین کے ساتھ قطع تناع ہوگا یعنی پہلا فعل کا بھی وہی معمول اور دوسرے فعل کا بھی وہی معمول ہوگا اور جمہور کے نزدیک قطع تنازع ممکن ہی نہیں کیونکہ قطع تنازع کا طریقہ وہی اضمار تھا وہ یہاں ممتنع ہے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔

قال الماتن ﴿فقد یکون فی الفاعلیۃ مثل ضربنی واکرمنی زید﴾

صاحب کافیہؒ تنازع فعلین کی تصویر یعنی اقسام ثلاثہ کو بیان کرر ہے ہیں۔

صورۃ اولیٰ: کہ دونوں فعل کا تنازع صرف فاعلیت میں ہو یعنی دونوں فعل میں سے ہر ایک اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے

صورۃ ثانی: کے دونوں فعل کا تنازع فقط مفعولیت میں ہو یعنی دونوں فعل میں سے ہر ایک اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کریں۔

صورۃ ثالث: تنازع فاعلیت اور مفعولیت میں ہو یعنی ایک فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے اور دوسرا فعل بعینہ اسی اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے۔

قال الشارح **ای تنازع الفعلین** ۔ضمیر کے مرجع کا بیان کہ اس کا مرجع تنازع الفعلین ہے جو مفہوم ہے تنازع الفعلان سے لہذا یہ مرجع معنوی ہے۔

قال الشارح **بان یقتضی کل منهما** ۔قسم اوّل کی صورت کا بیان کہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل اس اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے اور وہ دونوں فاعل کے اقتضاء میں متفق ہوں۔ **قد یکون تنازعهما** ۔سے حاصل عطف کا بیان

قال الشارح **بان یقتضی منهما** ۔قسم ثانی کی صورت کا بیان۔ کہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے اور دونوں متفق ہونگے اقتضائے مفعولیت میں

قال الشارح **و ذالک علی وجهین** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ صاحب کافیہؒ نے قسم ثالث کو بیان کرتے ہوئے فی الفاعلیة و المفعولیته کہدیا تو اس سے فعلین کا مختلفین ہونا معلوم ہو جاتا ہے پھر مختلفین کی قید کو ذکر کرنا یہ لغو اور مستدرک ہوا۔

جواب: فی الفاعلیته و المفعولیته کے تحت دو صورتیں داخل ہیں۔

صورۃ اولیٰ: یہ ہے کہ دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل ایک اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے اور دوسرا فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے جیسے ضرب و اھان زید عمراً اس مثال میں ضرب، اھان دونوں فعل زید کے فاعل ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور اسی طرح

ان دونوں فعلوں میں سے ہرایک عمرو کے مفعول ہونے کا تقاضا کرتا ہے تو یہ فاعلیۃ اور مفعولیۃ دنوں میں تنازع ہوا لیکن یہ صورت پہلے دونوں قسموں کے مقابلہ میں نہیں آسکتی بلکہ پہلی دونوں قسموں کا مجموعہ ہے

صورۃ ثانیہ : یہ ہے کہ دونوں فعلوں میں سے ہرایک فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے کا تقاضا کرے دوسرا فعل بعینہ اسی اسم ظاہر کے مفعول ہونے کا تقاضا کرے یہی دوسری صورت یقیناً پہلی دوقسموں کا مقابل ہے لہذا جب فی الفاعلیۃ و المفعولیۃ والی عبارت کے تحت دو صورتیں داخل ہوتی تھیں جن میں سے پہلی صورت کا تقابل پہلے دوقسموں کے تحت نہیں بن سکتا تھا اور اس میں قسم ثالث بننے کی صلاحیت نہیں تھی بلکہ صرف دوسری صورت بن سکتی تھی تو ضرورت تھی اس بات کی کہ تعیین کردی جائے کہ ان دوصورتوں میں صورت ثانیہ سے مراد ہے۔اس لئے صاحب کافیہ ؒنے مختلفین کی قید لگا کر یہ تعیین کردی کہ یہاں صورت ثانیہ مراد ہے صورت اولیٰ مراد نہیں۔

قال الشارح **و انما لم یورد مثالا** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنف نے قسم ثالث کی مثال کیوں نہیں دی۔

جواب اول : کیونکہ قسم ثالث کی مثال کا حصول آسان تھا اس لئے مصنف نے قسم ثالث کی مثال صراحۃً ذکر نہیں کی۔

جواب ثانی : قسم ثالث کے مثال کی عقلی طور پر سولہ صورتیں بن جاتی ہیں جن میں سے چار صورتوں کو صراحۃً بیان کرتے ہوئے باقی چار صورتوں کی طرف اشارہ کردیا۔کل آٹھ صورتوں کی نشاندہی ہوگی اب اگر مصنف قسم ثالث کی کوئی مثال بیان کردیتے تو ترجیح بلا مرجح لازم آتی۔جس سے بچنے کے لئے مصنف نے قسم ثالث کی مثال ہی نہیں دی۔

قال الماتن ﴿فیختار البصریون اعمال الثانی﴾

صاحب کافیہؒ بصریین اور کوفیین کے اختلاف کو بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اس بات پر تو کوفیین اور بصریین دونوں فریق متفق ہیں کہ تنازع فعلین کی صورت میں ہرایک فعل کو عامل بنانا

جائز ہے لیکن اولویت میں اختلاف ہے چونکہ بصرین کے نزدیک دوسرے فعل کو عمل دینا عامل بنانا اولیٰ اور راجح ہے اگر چہ پہلے فعل کو بھی عمل دینا جائز ہے اور مولانا جامیؒ نے النحاة کا لفظ نکال کر البصریون کے موصوف کو بیان کیا کیونکہ بصریون اسم منسوب ہے جو کہ مشتق کے حکم میں ہو کر موصوف کا تقاضا کیا کرتا ہے۔ الفعل کا لفظ نکال کر الثانی کے موصوف کو بیان کر دیا کیونکہ الثانی صیغہ صفت کا ہے جو موصوف کا تقاضا کرتا ہے۔

قال الماتن **لقربه** ۔مولانا جامیؒ نے **بصرین کی دلیل عقلی**: کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فعل ثانی اسم ظاہر کے قریب ہے اور قرب و جوار کا تقاضا یہ ہے کہ فعل ثانی کو عامل بنایا جائے لھذا فعل ثانی کو عمل دینا اولیٰ اور راجح ہے۔

فائدہ: مولانا جامیؒ نے بصریین کے مذہب کی فقط دلیل عقلی کو بیان کیا دلائل نقلیہ کو مشہور ہونے کی وجہ سے بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا چنانچہ دلیل نقلی آیت کریمہ ہے اٰتونی افرغ علیه قطرا اس میں بھی دوسرے فعل کو عامل بنایا گیا ہے اگر پہلے فعل کو عامل بنایا جاتا تو دوسرے فعل میں مفعول کی کسر ہے۔ اسی طرح حدیث میں ہے نخلع و نترك من یفجرك میں بھی فعل ثانی کو عامل بنایا گیا ہے ورنہ نترك ہونا چاہئے تھا اسی طرح فصحاء بلغاء شعراء کے کلام میں بھی فعل ثانی کو عامل بنایا گیا ہے۔

قال الشارح **مع تجویز الاعمال** ۔

سے مولانا جامیؒ نے اشارہ کر دیا اس بات کی طرف کہ متن کے اندر جو یختار کا لفظ آرہا ہے اس اختیار سے اولویت مراد ہے وجوب مراد نہیں اور تجویز مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہو رہی ہے اور فاعل مقدر ہے عبارت یہ ہے مع تجویز هم اعمال الاول۔

قال الشارح **فیختار النحاة** ۔سے مع تجویز اعمال الثنی تک مولانا جامیؒ ترکیب کو بیان کرنا چاہتے ہیں برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: متن کی عبارت میں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف ہو رہا ہے حالانکہ ایسے عطف کے جواز کی شرط یہ تھی کہ معطوف مجرور مقدم ہو اور یہ شرط یہاں موجود نہیں۔

جواب: کہ کوفیون کا عطف البصریون پر نہیں اور ایسے ہی الاول کا عطف الثانی پر نہیں

بلکہ جملہ کا عطف جملے پر ہے مع تجویز اعمال الثانی اس کی غرض گذر چکی ہے کہ اختیار سے مراد اولویت اور راجح ہے نہ کہ وجوب۔

قال الشارح لسبقہ ۔مولانا جامیؒ نے **کوفیین کی دلیل عقلی**: کو بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل اوّل فعل ثانی پر مقدم ہے اور مقدم ہونا اور ابتداء میں ہونا اس کی اہمیت ہے کہ یہ فعل کی تقویت میں موثر بنتی ہے جیسے ظننت زیدا قائما میں اور زید ظننت قائم اور زید قائم ظننت میں فرق ہے کہ پہلی مثال میں ظننت مقدم ہے تو یہ تقدیم کی وجہ سے عامل بھی ہے۔دوسری مثال میں مقدم نہیں درمیان میں آ گیا۔تیسری مثال میں موخر ہو گیا تو عمل ختم ہو چکا تو اس سے ثابت ہوا کہ ابتداء اور مقدم ہونے کی بناء کی وجہ سے اہمیت اور تقویت حاصل ہوتی ہے لہذا فعل اوّل کو عامل بنانا اولیٰ اور راجح ہے۔

جواب بصرین کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ مقاربت اور مجاورت کو جتنی اہمیت حاصل ہے اتنی ابتداء کو حاصل نہیں اسی لئے فعل ثانی کو عامل بنانا اولیٰ اور راجح ہے۔

قال الشارح وللاحتراز ۔مولانا جامیؒ کوفیین کے مذہب کی تائید کا بیان ہے۔کہ فعل ثانی کو اگر عامل بنایا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے بخلاف اس کے کہ اگر فعل اوّل کو عامل بنایا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا لہذا اضما قبل الذکر کے لزوم سے بچنے کے لئے فعل اوّل کی عامل بنانا اولیٰ اور راجح ہوگا۔

جواب: بصریین کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ فعل ثانی کو عامل بنانے کی صورت میں جو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے یہ ممنوع اور ناجائز نہیں اس لئے کہ جب مابعد میں تفصیل مذکور ہو تو پھر اضمار قبل الذکر جائز ہوتا ہے اور یہاں پر بھی مابعد میں اسم ظاہر کی تفصیل موجود ہے نیز ہم کہتے ہیں آپ نے جو یہ کہا فعل ثانی کو عامل بنانے کی صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ اضمار قبل الذکر جائز ہے یا ممتنع اگر آپ ممتنع ہونے کا قول کریں تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا کہ فعل ثانی کا عامل بنانا ممتنع اور ناجائز ہے حالانکہ آپ کا مذہب یہ ہے کہ فعل ثانی کو بھی عامل بنانا جائز ہے اور اگر آپ کہتے کہ اضمار قبل االذکر جائز ہے تو پھر آپ کا استدلال ہی غلط ہوا

قال الماتن فان اعملت الثانی سے لے کر وان اعملت الاول ﴿

﴿**طریقہ قطع تنازع علی مذهب البصریین**﴾ صاحب کافیہؒ نحاۃ بصریین کے مذہب کیمطابق قطع تنازع کی تفصیل بیان کررے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر بصریین کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے تو پہلا فعل دو حال سے خالی نہیں فاعل کا تقاضا کرے گا یا مفعول کا تقاضا کرے گا اگر فاعل کا تقاضا کرے تو بصریین کے نزدیک پہلے فعل میں اسم ظاہر کے مطابق فعل کی ضمیر لائی جائے گی اور کسائی کے نزدیک فاعل کو حذف کر دیا جائے اور فراء کے نزدیک جب پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے تو اس صورت میں پہلے فعل کو عامل بنانا واجب ہے دوسرے فعل کو عامل بنانا جائز ہی نہیں اور اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہو تو پھر وہ مفعول دو حال سے خالی نہیں کہ اس کے ذکر سے استغناء ہوسکتا ہے یا نہیں اگر استغناء ہوسکتا ہو تو پہلے فعل کے لئے مفعول کو حذف کر دیا جائے گا ورنہ ذکر کر دیا جائے گا۔

قال الشارح وبدابه ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : صاحب کافیہؒ نے اجمال اور تفصیل میں بصریین کے مذہب کے بیان کو کیوں مقدم کیا

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ بصریین کا مذہب کثیر الاستعمال تھا اور مختار بھی تھا اسی وجہ سے اجمال اور تفصیل دونوں میں مقدم کر دیا ہے۔

قال الشارح اذا اقتضى الفاعل ۔مولانا جامیؒ نے سوال مقدر کا جواب دیتے ہوئے قید کو بیان کیا ہے

سوال : جزاء کا ترتب شرط پر صحیح نہیں مثلاً ضربت و اکرمنی زید میں دوسرے فعل کو عامل بنایا گیا ہے لیکن پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر نہیں لائی گئی۔

جواب : شارحؒ نے فرمایا کہ یہاں ایک قید معتبر ہے کہ اگر پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے تب پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی اور مثال مذکور میں پہلا فعل فاعل کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ مفعول کا تقاضا کرتا ہے اور یہ قید بطور اقتضاء النص کے ثابت ہے

بعنوان ثالث : مولانا جامیؒ کی غرض ان بعض تقادیر کو بیان کرنا ہے جن کے اعتبار پر حکم لگایا گیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا جامیؒ فان اعملت الثانی اضمرت الفاعل فی الاول کو قضیہ شرطیہ مہملہ قرار دیا ہے اور قضیہ مہملہ قضیہ جزئیہ کے حکم میں ہوا کرتا ہے اور قضیہ شرطیہ متصلہ جزئیہ

میں حکم بعض تقادیر پر ہوتا ہے۔ مولانا جامیؒ نے ان بعض تقادیر کی تعیین کو بیان کیا ہے۔

بعنوان ثالث: یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ مولانا جامیؒ نے متن کی عبارت مذکورہ کو قضیہ شرطیہ مھملہ قرار دیا ہے قضیہ مھملہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے اور جزئیہ دو قسم پر آتا ہے ۔

(۱)۔ جزئیہ بالقوہ (۲)۔ جزئیہ بالفعل

تو دوسرا سوال ہوا کہ یہاں جزئیہ کا کونسا قسم مراد ہے مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ قسم ثانی مراد ہے

قال الشارح **لجواز الاضمار** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: دوسرے فعل کو عمل دینے کی صورت میں جب پہلے فعل کے اندر فاعل کی ضمیر لائی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا حالانکہ اضمار قبل الذکر جائز نہیں۔

جواب: یہ اضمار قبل الذکر عمدہ کا ہے اور جائز ہے اس لئے کہ اس کے بعد اسم ظاہر مفسّر موجود ہے

قال الشارح **وللزم التکرار بالذکر** ۔ اس سے مولانا جامیؒ دلیل کی تعیین کر رہے ہیں کہ جب دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے اور پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے تو قطع تنازع کے کل تین طریقے ہیں (۱) اضمار الفاعل (۲)۔ ذکر الفاعل (۳) حذف الفاعل

اور متن میں اضمار الفاعل کو بیان کیا گیا ہے مولانا جامیؒ نے اس کی دلیل تعیین بیان کر دی کہ اضمار الفاعل ہی ہوگا ذکر الفاعل اور حذف الفاعل والا طریقہ یہاں نہیں چل سکتا۔ اس لیے کہ ذکر الفاعل کی صورت میں تکرار لازم آتا ہے جو مستحسن نہیں اور حذف الفاعل کی صورت میں فاعل کا حذف لازم آتا ہے بغیر قائم مقام کے اور جب فاعل کے قائم مقام کوئی چیز نہ ہو تو فاعل کا حذف جائز نہیں ہوتا ممتنع ہوتا ہے۔ لہذا جب قطع تنازع کے دونوں طریقے ذکر الفاعل اور حذف الفاعل ممتنع ہوئے تو پہلا طریقہ اضمار الفاعل والا متعین ہوا۔

قال الشارح **الواقع بعد الفعل** ۔ سے مولانا جامیؒ نے یہ بتایا کہ الظاھر میں الف لام عہد خارجی کا ہے اس سے مراد وہ اسم ظاہر ہے جس کا ماقبل میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ وہ قاعدہ ہے المعرفة اذا اعیدت معرفةً تکون الثانی عین الاولیٰ۔

قال الشارح **ای علی موافقة افراد او تثنية و جمعا** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر جولائی جائے گی وہ اسم ظاہر کے موافق ہوگی کیونکہ ضمیر و معرفہ ہوتی ہے اور اسم ظاہر کبھی نکرہ ہوتا ہے اور کبھی معرفہ تو تعریف و تنکیر کے اعتبار سے موافقت نہ ہوئی۔

جواب کہ تعریف و تنکیر کے علاوہ باقی پانچ امور میں موافقت مراد ہے یعنی افراد تثنیہ و جمع اور تذکیر و تانیث میں۔

قال الشارح لانه ۔ سے امور خمسہ مذکورہ میں موافقت کی علۃ کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم ظاہر ضمیر کے لئے مرجع بنتا ہے اور ضمیر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مرجع کے ساتھ امور خمسہ مذکورہ میں موافقت کا ہونا ضروری ہے۔

قال الشارح لانہ لایجوز ۔ فاعل کے حذف نہ ہونے کی علت کا بیان کہ فاعل کا حذف بغیر قائم مقام یہ جائز نہیں ہوتا اس لئے حذف نہیں کیا جائے گا۔

قال الشارح فانه لا یضمر الفاعل ۔ سے کسائی کے مذہب کی دلیل کا بیان کہ کسائی کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں فاعل کو حذف مانا جائے گا اس لئے کہ اگر پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر مانی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا تو اضمار قبل الذکر سے بچتے ہوئے فاعل کو حذف مان لیا جائے گا۔

قال الشارح و یظهر الاختلاف ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : بصریین اور کسائی کے مابین اختلاف کا ثمرہ تو ظاہر نہیں ہوتا اس لئے کہ دونوں مذہب پر ضربنی و اکرمنی زید ہی کہا جائے گا تلفظ کے اعتبار سے تو کوئی ثمرہ اختلاف نہیں بنتا۔

جواب : کہ ثمرہ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جب اسم ظاہر تثنیہ یا جمع ہو تو بصریین کے نزدیک یوں عبارت ہوگی ضربانی و اکرمنی الزیدان اور کسائی کے نزدیک ضربنی و اکرمنی الزیدان کہا جائے گا۔

قال الشارح ای عمال الفعل الثانی ۔ جاز فعل کی ضمیر کے مرجع کا بیان ہے اور یہ مرجع معنوی ہے جو ماقبل کے کلام سے سمجھا جاتا ہے۔

قال الشارح فانه لا یجوز اعمال فعل الثانی ۔ مولانا جامیؒ علت اختلاف کو

بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر فعل اوّل فاعل کا تقاضا کرے تو فراء فعل ثانی کو عامل بنانا جائز قرار نہیں دیتے۔

قال الشارح لانه یلزم ۔سے **فراء کی دلیل:** کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے فعل کے فاعل کا تقاضا کرنے کی صورت میں اگر دوسرے فعل کا عامل بنایا جائے تو دو خرابی میں سے ایک خرابی لازم آتی ہے اگر جمہور کے مذہب کے مطابق پہلے فعل کے اندر فاعل کی ضمیر کی جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور کسائی کے مذہب کے مطابق حذف فاعل لازم آتا ہے اور یہ دونوں صحیح نہیں لہذا قطع تنازع کا کوئی طریقہ یہاں متحقق نہیں ہوسکتا تو اسی صورت میں پہلے فعل کا عامل بنانا جائز نہیں دوسرے فعل کا عامل بنایا جائے گا تاکہ دونوں خرابیوں سے بچا جاسکے۔

قال الشارح و قیل روی عنه ۔مولانا جامیؒ فراء کی دوسری روایت نقل کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرے تو دونوں فعلوں کو عامل بنایا جائے یا دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے اور پہلے فعل کے اندر فاعل کی ضمیر لائی جائے (اسم ظاہر کے بعد) اور اگر فعل اوّل فاعل ہی کا تقاضا کرے اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے تو دوسرے فعل کا عامل بنایا جائے اور پہلے فعل کے اندر فاعل فاعل کی ضمیر لائی جائے اور پھر فعل کے اندر فاعل کی ضمیر کا لانا اسم ظاہر کے بعد متعین ہے اس روایت ثانیہ کا حاصل یہ ہو کہ اگر دونوں فعل فاعل کا تقاضا کریں تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ تشریک الرافعین یا دوسرے فعل کا عامل بنایا جائے اور پہلے فعل میں اسم ظاہر کے بعد فاعل کی ضمیر لائی جائے اور اگر پہلا فعل فاعل ہی کا تقاضا کرے اود دوسرا فعل مفعول کا تو اس صورت میں دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے اور پہلے فعل میں اسم ظاہر کے بعد فاعل کی ضمیر کا لانا متعین ہے۔

قال الشارح و روایة المتن غیر مشهورة ۔سے مولانا جامیؒ صاحب کافیہؒ پر اعتراض کررہے ہیں کہ ماتن نے فراء سے جو روایت نقل کی ہے یہ روایت غیر مشہورہ ہے اور روایت ثانیہ روایت مشہورہ ہے تو صاحب کافیہ کو چاہئے تھا کہ روایت ثانیہ مشہورہ کو بیان کرتے۔

جواب: ماتن نے غیر مشہور روایت کو نقل اس لئے کیا ہے تاکہ یہ بھی مشہور ہو جائے اور عدم شہرت سے نکل کر شہرت کے مرتبہ میں داخل ہو جائے۔

سوال: ماتن نے روایت اولیٰ کو متن میں نقل نہیں کیا بلکہ خلافاً للفراء کہا ہے اور خلافاً للفراء کی تفصیل روایت ثانیہ کے ساتھ بھی کی جاسکتی ہے بایں طور کہ دونوں فعل فاعل کا تقاضا کریں تو بصریین کے نزدیک دوسرے فعل کو عامل بنایا جائے اور پہلے فعل میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی اور فراء کے نزدیک تشریک الرافعین ہوگا یا دوسرے فعل کا عامل بنایا جائے اور پہلے فعل کے لئے اسم ظاہر کے بعد فاعل کی ضمیر لائی جائے لہذا جب ماتن نے روایت اوّل کو فیین کے بیان ہیں نہیں کیا اور خصوصاً جب متن کی تفصیل بطریقہ مذکور روایت ثانیہ کے ساتھ بھی کی جاسکتی ہے مولانا جامیؒ کا اعتراض کرنا صحیح نہ ہوا۔

جواب: صاحب کافیہؒ نے امالی شرح کافیہ میں خلافاً للفراء والی عبارت کی تفسیر رویت اولیٰ کے ساتھ بیان کی ہے اس لئے روایت اولیٰ کو روایت المتن کہنا صحیح ہوا اور مولانا جامیؒ کا اعتراض کرنا بھی درست ہوا

سوال: مولانا جامیؒ کا روایت المتن کو غیر مشہور کہنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ روایت متن صحیح تو ہے لیکن مشہور نہیں حالانکہ شیخ رضی نے روایت ثانی کے متعلق کہا ہے کہ فراء سے نقل صحیح یہی ہے اور رضی کی اس کلام سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ روایت متن جو روایت اوّل ہے صحیح نہیں بلکہ غلط ہے تو مولانا جامیؒ کا روایت متن کو غیر مشہور کہنا صحیح نہ ہوا۔

جواب: ممکن ہے کہ مولانا جامیؒ کی کلام میں غیر مشہور سے مراد غیر صحیح ہو۔

سوال: جب روایت اولیٰ صحیح نہیں تھی تو پھر مولانا جامیؒ نے متن کی تفسیر روایت غیر صحیح کے ساتھ کیوں کی ہے۔

جواب: ماتن کی اتباع کرتے ہوئے مولانا جامیؒ نے روایت اولیٰ کے ساتھ تفسیر کر دی۔ اور اخیر میں احقاق الحق بیان کرتے ہوئے ماتن پر اعتراض کر دیا۔

فائدہ: بعض علماء نے لکھا ہے کہ روایت متن غیر مشہور والی عبارت قیل کے تحت داخل ہے جو قائل کی کلام ہے مولانا کی کلام نہیں۔

قال الشارح **و حذفت المفعول تحرزا عن التكرار** ۔مولانا جامیؒ تحرز عن التکرار سے علت تعیین بیان کر رہے ہیں لیکن دلیل صحت کو واضح ہونے کی وجہ سے بیان نہیں کیا۔

اس عبارت میں بصریین کے مذہب کے دوسرے شق کا بیان ہے کہ ثانی کو عمل دے کر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرتا ہے تو مفعول کو حذف قرار دینگے اس لئے کہ قطع تنازع کے تین طریقے ہیں۔

(ا) حذف (۲) اضمار (۳) اظہار

اظہار کریں تو تکرار لازم آتا ہے اور اگر اضمار کریں تو اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آتا ہے وہ بھی جائز نہیں تو لہذا ایک صورت متعین ہوئی کہ مفعول کو حذف مانا جائے گا۔

قال الشارح **ان استغنی عنہ و الا ای و ان لم یستغن عنہ**

یہ عبارت نکال کر مولانا جامیؒ نے بتا دیا کہ الامر کبہ ہے کہ مفعول کو حذف اس وقت مانیں گے جس وقت مفعول سے استغناء ہو سکے اگر مفعول سے استغناء نہ ہو سکے تو پھر مفعول کو مجبوراً ظاہر کرنا واجب ہے یہ اس وقت جب دو فعل جھگڑا کرنیوالے افعال قلوب میں سے ہو اس لئے کہ قطع تنازع کے تین طریقے ہیں (ا)۔ حذف (۲)۔ اضمار (۳) اظہار۔ حذف کریں تو لازم آتا ہے افعال قلوب دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف جو جائز نہیں اور اضمار کریں تو اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آتا ہے یہ بھی جائز نہیں۔ باقی ایک ہی طریقہ تھا اظہار کا تو مفعول ظاہر کر دینگے جیسے حسبنی منطلقاً و حسبت زیداً منطلقاً اصل عبارت پہلے منطلقاً کے بغیر تھی۔ حسبنی و حسبت زیداً منطلقاً تو دونوں فعلوں کا جھگڑا ہوا اولاً زید کے بارے میں کہ حسبنی فاعل کا تقاضا کرتا ہے اور حسبت مفعول کا تقاضا کرتا ہے تو دوسرے فعل کا عامل بنایا تو اس کو مفعول کی ضرورت تھی زیداً اس کا مفعول بنا دیا۔ اور پہلے فعل کو فاعل کی ضرورت تھی اس کے لئے فاعل ضمیر کر دی اور دوسرا تناع ان دونوں فعلوں کا منطلقاً کے بارے میں تو عمل دوسرے فعل دے دیا گیا اور پہلے فعل کے لئے منطلقاً مفعول کو ظاہر کر دیا گیا اب عبارت یہ بن گئی حسبنی منطلقا و حسبت زیدا منطلقاً

فائدہ: لفظ فضلہ فاء کے ضمہ سے مشہور ہے لیکن یہ غلط اصل میں یہ لفظ فضلہ فاء کے فتح کے ساتھ ہے اس لئے فَضلہ پڑھنا چاہئے فُضلہ پڑھنا بلکل غلط ہے۔

قال الشارح ﴿وان اعملت الفعل الاول اضمرت الفاعل﴾

﴿**طریقہ قطع تنازع علی مذہب الکوفیین**﴾ صاحب کافیہؒ قطع تنازع کی تفصیل بیان کرنا چاہتے ہیں کوفیین کے مذہب کے مطابق جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوفیین کے مذہب

کے مطابق پہلے فعل کو عامل بنایا جائے تو دوسرا فعل دو حال سے خالی نہیں فاعل کا تقاضا کرے گا یا مفعول کا تقاضا کرے گا۔ اگر فاعل کا تقاضا کرے تو فعل ثانی میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی اور قول غیر مختار پر مفعول کو حذف کر دیا جائے گا بشرطیکہ قول مختار پر ضمیر لانے اور غیر مختار پر حذف کرنے سے کوئی مانع موجود نہ ہو اور اگر ہر دو سے مانع موجود ہے تو مفعول کو ذکر کرنا متعین ہوگا۔

قال الشارح فی الفعل موصوف کو بیان کر دیا و اقتضاہ مولانا جامیؒ کی غرض پہلے بیان ہو چکی ہے

قولہ لتقدمہ رتبۃ۔ اس عبارت میں دلیل تعین اور دلیل صحت کا بیان ہے کہ اگر فعل ثانی فاعل کا تقاضا کرے تو عمل پہلے فعل کو دیا جائے گا اور دوسرے فعل کے لئے فاعل کی ضمیر کر دی جائے گی۔ اس لئے کہ قطع تنازع کہ تین طریقے تھے (۱)۔ حذف (۲)۔ اضمار (۳) اظہار حذف کریں تو حذف فاعل کا لازم آئے گا اور عمدہ کا حذف جائز نہیں بغیر قائم مقام کے اور اظہار کرے تکرار لازم آتا ہے۔ باقی رہا اضمار قبل الذکر وہ صرف لفظاً آتا ہے رتبۃً لازم نہیں آتا اور یہ جائز ہے جیسا کہ ماقبل میں گذر چکا ہے۔

قال الشارح علی المذهب المختار ولم تحذفه۔ اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور بشرطیکہ مانع نہ ہو تو مختار مذہب پر مفعول کی ضمیر فعل ثانی میں کر دی جائے گی اور مفعول کو حذف نہیں مانا جائے گا اگرچہ مفعول کا حذف بھی جائز ہے۔

قال الشارح لئلا یتوهم۔ سے مذہب مختار کی دلیل کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مفعول کی ضمیر نہ لائی جائے حذف کر دیا جائے تو اس بات کو وہم ہو سکتا ہے کہ مفعول محذوف اور اسم ظاہر مذکور دونوں میں تغایر ہو اور جب مفعول کی ضمیر لائی جائے گی تو یہ وہم باقی نہیں رہے گا کیونکہ راجع اور مرجع میں عینیت ہوتی ہے تغایر بالکل نہیں ہوتا اس لئے وہم تغایر کے دفع کے لئے ضمیر لانا مختار ہے۔ جیسے ضربنی و اکرمت زیدا زید میں تنازع تھا تو زید کے پہلے فعل کے لئے معمول بنا دیا اور دوسرے فعل کے لئے مفعول ضمیر کو لائے اکرمته۔

قال الشارح ویکون الضمیر حینئذ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اس صورت میں فعل ثانی میں مفعول کی ضمیر کا لانا جائز ہی نہیں چہ جائیکہ مختار ہو کیونکہ اس

صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا فضلہ کا۔

جواب: اضمار قبل الذکر صرف لفظاً لازم آ رہا ہے جو کہ جائز ہے رتبۃً لازم نہیں آتا ہے اس لئے کہ یہ ضمیر راجع ہو رہی ہے ایسے لفظ کی طرف جو رتبہ کے لحاظ سے مقدم ہے۔

الا ان یمنع مانع من الاضمار: ۔من الاضمار سے مولانا جامی منع کے صلہ کو بیان کر دیا ۔جس سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا اس صلہ کا تعلق اضمار مختار اور حذف غیر مختار دونوں کے ساتھ ہے ایک کے ساتھ نہیں۔

فتظهر المفعول: مولانا جامیؒ نے المفعول نکال کر تظہر کے لئے مفعول کو ظاہر کر دیا۔

قوله فانه اذا امتنع الاضمار و الحذف ۔اس عبارت سے دلیل کا بیان جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور حذف اور اضمار سے مانع موجود ہو تو ایسی صورت میں مفعول کو ظاہر کیا جائے گا اسلئے قطع تنازع کے تین ہی طریقے تھے۔ (۱)۔حذف (۲)۔اضمار (۳) اظہار۔ جب حذف اور اضمار سے مانع موجود ہے تو باقی ایک ہی طریقہ رہا تو اس لئے دوسرے کے لئے مفعول کو ظاہر کر دینگے جیسے حسبنی و حسبتهما منطلقین الزیدان منطلقاً تو حسبنی اور حسبتهما کا تنازع ہوا ۔منطلقاً میں تو عمل دے دیا پہلے فعل کو اور دوسرے فعل کے لئے منطلقین کو ظاہر کر دیا کیونکہ اصل عبارت منطلقین کے بغیر تھی حسبنی و حسبتهما الزیدان منطلقاً تو منطلقین کو ظاہر کر دیا تو حسبنی و حسبتهما منطلقین الزیدان منطلقاً ہو گیا۔ باقی رہی یہ بات حذف اور اضمار سے مانع کیا ہے۔

حذف سے مانع ہونا تو ماقبل میں بیان ہو گیا کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک حذف نہیں ہو سکتا۔ اور اضمار کریں تو یہ بھی جائز نہیں اس لئے کہ ضمیر دو حال سے خالی نہیں ضمیر مفرد کی کرینگے یا تثنیہ کی ضمیر اگر ضمیر مفرد کی کریں تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں مخالفت لازم آئے گی مثال کے طور پر حسبنی و حسبتهما کے بعد نکالا جائے منطلقاً تو پہلا مفعول هما ضمیر تثنیہ اور دوسرا مفعول منطلقاً مفرد۔ اور اگر تثنیہ کی ضمیر کریں حسبنی و حسبنتهما ایاهما پھر راجع مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی۔ کہ تثنیہ کی ضمیر لوٹ رہی ہے منطلقاً مفرد کی طرف تو اس لئے ضمیر سے یہ مانع ہو گیا تو جب قطع تنازع کے دونوں طریقے نہ حذف چل سکتا ہے نہ اضمار تو

ایک ہی باقی رہا تو دوسرے کے لئے مفعول کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

قال الشارح **ولا یخفی انه لا یتصور** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مثال مذکور میں منطلقاً کے اندر تنازع فعلین پایا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ تنازع فعلین کا معنی ہے کہ دونوں فعل معنی اور تصور کے اعتبار سے ایسے اسم کی طرف متوجہ وں جو اپنے محل اور مقام میں واقع ہوتے ہوئے علی سبیل البدلیۃ ہر ایک فعل کا معمول بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اور یہاں دونوں فعلوں میں سے پہلا فعل چونکہ مفعول مفرد کا تقاضا کرنے کی وجہ سے منطلقاً کی طرف متوجہ ہے لیکن دوسرا فعل چونکہ مفعول تثنیہ کا تقاضا کرتا ہے اس لئے وہ اس منطلقاً کی طرف متوجہ ہی نہیں لہذا منطلقاً کے اندر فعل اوّل کی مفعول بننے کی صلاحیت ہے فعل ثانی کے لئے نہیں جب تنازع متصور ہی نہیں تو اس مثال کو تنازع کے اندر کیوں پیش کیا ہے۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ منطلقاً کے اندر دو اعتبار ہیں۔

(۱) اسم من حیث هو هو یعنی اس حیثیت سے کہ یہ ایک اسم ہے جو کسی ذات کا وصف انطلاق کے ساتھ موسوف ہونے پر دلالت کرتا ہے قطع نظر اس کے تثنیہ اور مفرد ہونے کے اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ منطلقاً میں مفرد ہونے کا لحاظ کیا جائے کہ اعتبار یہ مفرد ہے تثنیہ نہیں تو پہلے اعتبار کی بناء پر تنازع منطلقاً میں متحقق متصور ہو سکتا ہے اور اسی اعتبار سے منطلقاً کو مثل میں ذکر کیا گیا بخلاف دوسرے اعتبار کے اس اعتبار سے تنازع متحقق نہیں اور نہ ہی اس اعتبار سے مثال کو ذکر کیا گیا ہے بعنوان دیگر یوں کہا جا سکتا ہے منطلقاً کے اندر دو اعتبار ہیں۔

(۱)۔لا بشرط شئی یعنی قطع نظر کرتے ہوئے اس کی مفرد تثنیہ جمع ہونے سے

(۲)۔بشرط شئی کے یعنی یہ لحاظ کیا جائے کہ منطلقاً مفرد ہے پہلے اعتبار سے اعتراض متحقق ہو سکتا ہے اور دوسرے عتبار سے اعتراض متحقق نہیں ہو سکتا ہے یہ جو مثال ذکر کی گئی ہے یہ پہلے اعتبار سے ہے

قال الشارح **ولما استدل لكوفیون** ۔مولانا جامیؒ صاحب کافیہؒ کی آنے والی عبارت کی غرض بیان کرنا چاہتے ہیں کہ صاحب کافیہؒ نے بصریین کی طرف سے کوفیین کے قول امرء القیس سے استدلال مذکور کا جواب دیا ہے مولانا جامیؒ اس جواب کی توضیح کر رہے ہیں

جواب سے پہلے مولانا جامیؒ ان کا استدلال بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ امرء القیس کا شعر ہے جس میں تنازع الفعلین ہے ایک فعل کفانی اور دوسرا لم اطلب ان دونوں کا تنازع ہے قلیل میں فعل اوّل تقاضا کرتا ہے فاعلیت کا فعل ثانی مفعولیت کا۔ اور اتنے بڑے فصیح بلیغ شاعر نے فعل اوّل کو عمل کردای ہے جس سے معلوم ہوا کہ فعل اوّل کو عمل دینا مختار ہے۔

صاحب کافیہؒ نے بصریین کی طرف سے جواب دیا کہ لیس منه لفساد المعنی یہ شعر باب تنازع سے نہیں کیونکہ اگر باب تنازع سے بنایا جائے فساد معنی لازم آتی ہے اس کی تفصیل مولانا جامیؒ بیان فرما رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ تنازع فعلین کے باب سے ہو۔ یعنی کفانی اور لم اطلب دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل قلیل من المال کی طرف متوجہ ہو تو فساد معنی لازم آتا ہے اس طرح کہ اگر دونوں فعل قلیل کی طرف متوجہ ہوں تو اس توجہ سے تین امر لازم آتے ہیں۔

پہلا امر: کہ ادنیٰ معیشت کی عدم سعی کہ میں تھوڑے مال کے لئے کوشش نہیں کرتا طلب نہیں کرتا

امر ثانی : کہ تھوڑا مال مجھے کافی نہیں۔

امر ثالث : کہ تھوڑا مال میں طلب کرتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ یہ جو تیسرا امر ہے یہ پہلے دونوں امر کے منافی ہے۔ پہلے امر کے منافی ہونا بالکل واضح ہے کہ امر اوّل یہ تھا کہ تھوڑے مال کی طلب نہیں کرتا کوشش نہیں کرتا اب اس میں ہے کہ تھوڑے مال کی کوشش کرتا ہوں اور دوسرے امر کے بھی منافی ہے کہ دوسرے امر میں تھا کہ مجھے تھوڑا مال کافی نہیں اور اس میں ہے کہ میں تھوڑے مال کی طلب کرتا ہوں تو اس کو تنازع الفعلین بنانے سے یہ اجتماع المتنافیین لازم آیا جو کہ باطل ہے باقی رہی یہ بات کہ اجتماع متنافیین اور تناقض کیسے لازم آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے لو کے بارے میں کہ کلمہ لو حروف شرط میں سے ہے اپنے مدخول مثبت کو منفی اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے خواہ وہ شرط ہو یا جزاء ہو یا شرط و جزاء پر معطوف ہو اب ہم یہ کہتے ہیں کہ امراء القیس کے بیت کا پہلا مصرعہ لو انما اسعی لادنی معیشة اور دوسرا مصرعہ ہے کفانی ولم اطلب قلیل من المال اگر یہ کہا جائے کفانی اور ولم اطلب دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل قلیل من المال کی طرف متوجہ ہے تو اس قاعدہ کی بناء پر کلمہ لو کے مدخول تین فعل ہیں

(۱) اسعیٰ (۲) کفانی (۳) لم اطلب پہلے دو فعل مثبت ہیں تو منفی ہو جائینگے تو معنی یہ ہوگا کہ میں ادنی میشۃ کے لئے کوشش نہیں کی یعنی تھوڑے مال کو طلب نہیں کیا اور نہ ہی تھوڑا مال مجھے کافی ہے۔ ولم اطلب یہ فعل منفی ہے تو مثبت ہو جائے گا کہ تھوڑے مال کو میں طلب کرتا ہوں اور یہ تیسری بات پہلے دونوں باتوں کے منافی ہے تو یقیناً اجتماع متنافیین لازم آیا۔ اور اجتماع متنافیین باطل ہے اور قاعدہ ہے کہ جو مستلزم باطل ہو وہ باطل ہوا کرتا ہے لہذا اس کو باب تنازع سے بنانا باطل ہوا تو اس سے ثابت ہوا کہ امرء القیس کے قول سے کوفیین کا استدلال غلط ہوا۔

قال الشارح **فعلیٰ هذا ینبغی** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ جب اس قول مذکور کو تنازع الفعلین کے باب بنانے سے تناقض لازم آتا ہے تو اس کا پھر صحیح معنی کیا ہے۔

جواب: کہ اس کا صحیح معنی یہ ہے کہ قلیل یہ فاعل ہے کفانی کا اور لم اطلب کا مفعول محذوف ہے جو کہ المجد المؤثل اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ نہ ادنی معیشۃ کے لئے کوشش کرتا ہوں اور نہ مجھ کو تھوڑا مال کافی ہے میں تو پائدار بزرگی کو طلب کرتا ہوں اور اس کی کوشش کرتا ہوں اور یہ معنی بلکل صحیح ہے کوئی منافات نہیں۔

﴿بحث مفعول ما لم یسم فاعله﴾

متن ﴿مفعول مالم یسم فاعله کل مفعول حذف فاعله واقیم هو مقامه﴾

صاحب کافیہؒ مرفوعات کی قسم اوّل فاعل کی بحث سے فارغ ہونے کے بعد یہاں سے مرفوعات کی دوسری قسم المفعول ما لم یسم فاعله کو بیان کررہے ہیں جس کی تعریف اس عبارت میں کی ہے کہ مفعول ما لم یسم فاعله ہر ایسے مفعول کو کہا جاتا ہے جس کے عامل کو حذف کر کے اس مفعول کو فاعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہو۔

قال الشارح **ای مفعول فعل او شبه فعل** ۔ شارح کی غرض تعمیم کو بیان کرنا ہے کہ ما عبارت ہے مفعول سے اور مفعول میں تعمیم ہے کہ خواہ وہ مفعول ہو فعل کا یا شبہ فعل کا۔ مولانا جامیؒ کی اس تعمیم سے مفعول ما لم یسم فاعله کی تعریف میں عموم اور شمول پیدا ہو گیا۔ کہ یہ

تعریف مفعول ما لم یسم فاعله کے ہر ہر فرد کو شامل ہو جائے۔

قال الشارح لم یذکر ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : لم یسم کے مفہوم لغوی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاعل سرے سے ہوتا ہی نہیں اور مفہوم اصطلاحی سے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل تو یقیناً ہوتا ہے لیکن حذف کر دیا جاتا ہے اب مفہوم لغوی اور اصطلاحی کے درمیان منافات اور مغایرت ہوئی ہے حالانکہ مناسبت کا ہونا لازمی ہوتا ہے تا کہ نقل صحیح ہو جائے۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ لم یسم لم یذکر کے معنی میں ہے کہ عدم تسمیہ سے مراد عدم ذکر ہے اور عدم تسمیہ کو عدم ذکر لازم ہے تو مفہوم لغوی میں لزوم مراد لیا گیا ہے اور لہذا مفہوم لغوی ترکیبی اور مفہوم لقبی اصطلاحی میں کوئی منافات مغایرت نہ ہوئی بلکہ مناسبت موجود ہے لہذا نقل بھی صحیح ہوئی۔

قال الشارح وانما لم یفصله ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ لیکن اسمیں صورت سوال کی طرف بھی اشارہ ہے۔

سوال : جب مفعول مالم یسم فاعلہ مرفوعات کا مستقل قسم تھا تو فاعل اور مبتداء وغیرہ کی طرح منہ یا منہا سے کیوں نہیں شروع کیا گیا یعنی درمیان میں فاصل کیوں نہیں لایا گیا۔اس کی کیا حکمت ہے

جواب : اس لئے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کا فاعل کے ساتھ شدید اتصال تھا کہ یہ اس کے قائم مقام بھی بنتا تھا اور احکام فاعل میں بھی شریک تھا۔اس شدت اتصال کی وجہ سے وجہ کلمہ منہ سے فصل نہیں کیا گیا بلکہ شدت اتصال کی وجہ سے علامہ زمخشری نے تو مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل حقیقی قرار دیا ہے۔

قال الشارح ای فاعل ذالک المفعول ۔سے مرجع کا بیان

قال الشارح وانما اضیف ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : آپ نے تو فاعل کی نسبت مفعول کی طرف کر دی حالانکہ فاعل فعل کا ہوتا ہے نہ کہ مفعول کا تو لہذا نسبت فاعل کی فعل کی طرف کرنی چاہیے تھی۔

جواب: ادنی تعلق اور ربط کی وجہ سے مفعول کی طرف کردی وہ تعلق یہ ہے کہ فاعل ایسے فعل کا ہوتا ہے جو کہ مفعول کے متعلق ہوتا ہے۔

قولہ اى المفعول ۔مرجع کا بیان اى مقام الفاعل مرجع کا بیان فى اسناد الفعل او شبهه یہ قیام کے صلہ کا بیان۔

متن ﴿**و شرطه ان تغير صيغة الفعل الى فُعِلَ او يُفْعَل**﴾

تعریف کے بعد شرط کو ذکر کر رہے ہیں کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کے لئے شرط یہ ہے کہ صیغہ یَفْعَلُ کا فُعِلَ کی طرف اور یَفعَل کو یُفعَلُ کی طرف منتقل کر دیا جائے تا کہ غرابت لفظ غرابت معنی پر دلالت کرے کہ یہ وزن بھی نسبۃً غریب الاستعمال ہے اور نائب فاعل بھی نسبۃً غریب ہے۔

قال الشارح اى شرط مفعول ما لم يسم فاعل ۔مرجع کا بیان۔

قال الشارح فى حذف فاعله ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: شرط مذکور کے بغیر بھی مفعول مالم یسم فاعلہ واقع نفس الامر میں موجود ہے

جواب: یہ شرط مذکور مفعول مالم یسم فاعلہ کے واقع نفس الامر میں موجود ہونیکی نہیں بلکہ اس کے فعل کے حذف اور اس کے قائم مقام ہونے کی ہے۔

قال الشارح اذا كان عامله فعلا ۔

سوال مقدر کا جواب اور جواب میں قید کو بیان کرنا ہے۔

سوال: زید مضروب غلامه اس میں فاعل حذف کر کے مفعول مالم یسم فاعلہ کو فعل کے قائم مقام کر دیا گیا ہے باوجود یہ کہ شرط مذکو فُعِلَ اور یُفْعَل موجود نہیں بلکہ مضروب تو اس مفعول کا صیغہ ہے۔

جواب: بھائی فُعِلَ یا یُفْعَلُ کی طرف تغیر تب ہوگا جب مفعول مالم یسم فاعلہ کا عامل فعل ہو اور مثال مذکور میں عامل فعل نہیں بلکہ شبہ فعل تھا اس لئے صیغہ اسم مفعول کی طرف متغیر ہوا خلاصہ جواب کہ فُعِلَ اور یُفْعَل کی طرف تغیر کے لئے ضروری ہے کہ عامل فعل ہو اور اگر عامل فعل نہ ہو بلکہ شبہ فعل ہو تو پھر اسم مفعول کے صیغہ کی طرف تغیر ہوگا۔

قال الشارح الى الماضى المجهول ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اس شرط سے تو ثلاثی مزید اور رباعی مجرد اور رباعی مزید کا مفعول مالم یسم فاعلہ نکل جاتا ہے اس لئے کہ ان کی ماضی مجہول فُعِل کے وزن پر نہیں آتی۔

جواب: حضرت جی یہاں ذکر تو علم کا ہے لیکن مراد وصف مشہور جس طرح لکل فرعون موسیٰ میں ذکر فرعون علم کا ہے لیکن مراد اس سے وصف مشہور متکبر ہونا ہے۔ تو یہاں پر بھی ذکر تو فُعِل کا ہے لیکن مراد اس سے ماضی مجہول ہے خواہ وہ کسی وزن پر ہو۔

قوله ای الی المضارع المجهول ۔ یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تفصیل وہی ہے کہ ذکر تو یُفعَلُ کا ہے لیکن مراد اس سے وصف مشہور مضارع مجہول ہے خواہ کسی وزن پر ہو۔

متن ﴿ولا یقع المفعول الثانی من باب علمت﴾

یہاں سے صاحب کافیہؒ کی غرض ان مفاعیل کو علی سبیل التفصیل بیان کرنا ہے جن کا فعل کے قائم مقام ہونا درست نہیں اور ان مفاعیل کو علی سبیل الاجمال بیان کرنا جن کا فاعل کے قائم مقام ہونا جائز ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چار مفاعیل فاعل کے قائم مقام نہیں بن سکتے۔ (۱) باب علمت کا مفعول ثانی (۲) باب اعلمت کا مفعول ثالث (۳) مفعول لہ (۴) مفعول معہٗ اس کے علاوہ باقی تمام مفاعیل نائب فاعل بن سکتے ہیں۔

قال الشارح موقع الفاعل ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: متن کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ باب علمت کا مفعول ثانی باب اعلمت کا مفعول ثالث وغیرہ نفس الامر میں واقع نہیں حالانکہ یہ واقع نفس الامر میں موجود ہیں لہذا کافیہ کی یہ عبارت غلط ہوئی۔

قوله لانه مسند الی المفعول ۔ مولانا جامیؒ یہاں سے دلیل بیان کر رہے ہیں کہ باب علمت کا مفعول ثانی فاعل کے قائم مقام کیوں واقع نہیں ہوسکتا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ باب علمت کا مفعول ثانی مسند ہوتا ہے مفعول اوّل کی طرف اسناد تام کے ساتھ اب اگر فاعل کو حذف کر کے مفعول ثانی کو اس کے قائم مقام کر دیا جائے تو مفعول ثانی مسند الیہ باسناد تام بھی ہو جائے گا تو لازم آئے گا شئی واحد کا مسند اور مسند الیہ باسناد ین تامین ہونا جو کہ ناجائز ہے اس لئے کہ مسند الیہ ذات ہے اور مسند وصف ہے تو شئی کا ذات اور وصف دونوں ہونا لازم

آئے گا جو کہ اجتماع متنافیین ہے لہذا یہ ثابت ہوا کہ باب علمت کا مفعول ثانی میں فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

قال الشارح بخلاف اعجبنی ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: شیخ رضی نے سوال کیا کہ ہم دکھاتے ہیں شئی واحد کا مسند اور مسند الیہ ہونا جائز ہے اور ثابت ہے جیسے اعجبنی ضرب زید عمرا اس میں ضرب مسند الیہ اور مسند دونوں ہے۔

جواب: مثال مذکور میں اگرچہ شئی واحد مسند اور مسند الیہ بن رہی ہے لیکن اسنادین تامین کے ساتھ نہیں اس لئے کہ ضرب کا اسناد اپنے فاعل زید کی طرف تامہ نہیں کیونکہ مصدر کا اسناد تام نہیں ہوتا اور ہم نے جو کہ ہے کہ شئی واحد کا مسند اور مسند الیہ ہونا باطل ہے یہ اسنادین تامین کے ساتھ مقید ہے۔

قال الشارح ولا المفعول ۔حاصل عطف بیان کردیا

قوله اذ حکمه حکم المفعول الثالث ۔مولانا جامیؒ باب اعلمت کے مفعول ثالث کے قائم مقام نہ ہونے کی دلیل علی سبیل الاجمال بیان کررہے ہیں کہ اس کی دلیل بھی وہی ہے جو باب علمت کے مفعول ثانی کے قائمقام نہ ہونے کی تھی۔جس کا حاصل یہ ہے کہ باب اعلمت کا مفعول ثالث بھی مسند ہوتا ہے اگر نائب فاعل بنادیا جائے تو اس کا مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جو اجتماع متنافیین ہے اور باطل ہے۔

قال الشارح بلا لام ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ضرب للتادیب میں تادیب کو فاعل کے قائم مقام کردیا گیا حالانکہ آپ نے قاعدہ بیان کیا کہ مفعول فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

جواب: متن میں مفعول لہ سے مراد مفعول بلا لام ہے اور مادہ نقض میں جو تم نے یہ مثال پیش کی وہ مفعول لہ مع اللام کی ہے۔

قوله لان النصب فيه ۔سے مولانا جامیؒ مفعول لہ کے فاعل کے قائم مقام نہ ہونے کی دلیل بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول لہ بلا لام مین نصب مفعول لہ کے علت ہونے پر دلالت کرتی ہے اور جب مفعول لہ کو فاعک لے قائم مقام کردیا جائے گا تو نصب جاتی

رہے گی رفع آجائے گا لہذا مفعول لہ کی علت ہونا معلوم نہیں ہوگا اس لئے مفعول لہ بلالام فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

قال الشارح بخلاف ما ۔مولانا جامیؒ بلا لام کی قید کا فائدہ بیان کرر ہے ہیں جو سوال جواب کی صورت میں گذر چکا ہے۔

قال الشارح ای کل من المفعول ۔اس عبارت میں مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ کذالک ہر دونوں کی خبر ہے۔یعنی المفعول له معطوف علیہ اور المفعول معه معطوف ہے۔اور معطوف علیہ معطوف سے ملکر مبتداء اور کذالک خبر ہے۔

قوله ای کالمفعول الثانی ۔سے مولانا جامیؒ مشار الیہ کے مشبہ کو بیان کیا ہے اور انهما لا يقعان سے وجہ تشبیہ کو بیان فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول لہ اور مفعول معہ میں سے ہر ایک باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کی مفعول ثالث کی طرح ہے اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ اس بات میں کہ یہ دونوں بھی ان کی طرح فاعل کے قائم مقام نہیں بن سکتے۔

اما المفعول له فلما عرفت : کے قائم مقام نہ ہونے کی علت اور دلیل گذر چکی ہے

قوله واما المفعول معه فلانه ۔سے مفعول معہ کی قائم مقام نہ ہونے کی دلیل اور علت کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول لہ کی اقامت مع الواؤ ہوگی یا بدون الواؤ اور ہر دونوں باطل ہے اگر مع الواؤ ہو تو یہ اس لئے باطل ہے کہ واؤ اصل میں عطف کے لئے آتی ہے اور مابعد کا ماقبل سے انفصال کو چاہتی ہے جب کہ فاعل کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے اتصال کو چاہتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اتصال وانفصال میں منافات ہے اس لئے مفعول معہ مع الواؤ فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اور مفعول معہ بدون الواؤ بھی فاعل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ واؤ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا مفعول معہ ہونا معلوم نہیں ہوگا لہذا مفعول معہ کو مطلقاً فاعل کے قائم مقام کرنا صحیح نہیں۔

متن ﴿واذا وجد المفعول بہ تعین لہ﴾

صاحب کافیہؒ ما هو الجواز وعدم الجواز کو بیان کرنے کے بعد اب ما هو الاولیٰ و الواجب کو بیان کرر ہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کلام میں کوئی ایسے مفاعیل پائے

جائیں جن میں سے ہر ایک کا فاعل کے قائم مقام ہونا جائز ہو تو وہ مفاعیل متعددہ دو حال سے خالی نہیں کہ ان میں مفعول بہ پایا جائے گا یا نہیں اگر ان مفاعیل میں مفعول بہ پایا جائے تو فاعل کے قائم مقام ہونے کے لئے صرف مفعول بہ متعین ہوگا یہ تعیین وجوبی ہوگی عند البصریین اور اگر مفاعیل میں مفعول بہ موجود نہ ہو تو پھر تمام مفاعل مساوی ہیں متکلم جس کو چاہے فاعل کے قائم مقام کرسکتا ہے۔

قولہ فی الکلام ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ضرب یوم الجمعة امام الامیر ضرباً شیدیداً فی دارہ کی مثال میں ظرف زمان کو فاعل کے قائم مقام کیا گیا ہے باوجودیکہ مفعول بہ واقع نفس الامر میں موجود ہے۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہ ہوا کہ اگر مفعول بہ موجود ہو تو وہ فاعل کے قائم مقام ہونے کے لئے متعین ہے۔

جواب: وجد سے مراد وہ وجود فی نفس الامر نہیں بلکہ وجود فی الکلام ہے۔ یعنی کلام میں جب مفعول بہ موجود ہو تب وہ متعین ہے اور مثال مذکور کے اندر مفعول بہ موجود نہیں اگرچہ واقع نفس الامر میں موجود ہوگا۔

قال الشارح مع غیرہ ۔سے مولانا جامیؒ ایک قید بیان کررہے ہیں تاکہ جزاء کا شرط پر ترتب ٹھیک ہوجائے یعنی جب تک مفعول بہ کے ساتھ غیر کا اعتبار نہ کیا جائے تو فتعین کہنا غلط بنتا ہے اس لئے کہ تعین اشتراک کا تقاضا کرتا ہے اس لئے مولانا جامیؒ نے غیر کی قید کو بیان کیا ہے من المفاعیل التی یہ غیرہ کا بیان ہے ای لوقوعہ موقع الفاعل مرجع کا بیان ہے۔

قال الشارح لشدة شبهه بالفاعل ۔

سے مولانا جامیؒ دلیل تعین کو بیان کررہے ہیں برائے دفع دخل مقدر

سوال: مفعول بہ کی موجودگی میں اس کا قائم مقام ہونا کیوں متعین ہے جب کہ نفس مفعولیت میں تمام شریک ہیں۔

جواب: مفعول بہ کی فاعل کے ساتھ بنسبت دوسرے مفاعیل کے زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے۔ وجہ مشابہت یہ ہے کہ فعل متعدی کا تعقل اور تصور جس طرح فاعل پر موقوف ہوتا ہے ایسے ہی مفعول پر بھی موقوف ہوتا ہے۔ مثلاً ضرب جس طرح اس کا تعلق بغیر فاعل ضارب کے ممکن نہیں

ایسے ہی اس ضرب کا فہم اور تعقل بغیر مضروب کے ممکن نہیں بخلاف تمام مفاعیل کے کہ ان پر فعل کا فہم اور تعقل اور تصور موقوف نہیں ہوتا بلکہ صرف وجود موقوف ہوتا ہے لہذا جب مفعول بہ کی فاعل کے ساتھ زیادہ مشابہت ہوئی تو مفعول بہ فعل کا ہم کفوء ہوا لہذا اسی کو فاعل کے قائم قام ہونے کے لئے متعین کیا گیا ہے بعنوان دیگر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فعل متعدی کو وجود خارجی میں تمام معمولات کی طرف حاجت ہے لیکن وجود ذہنی میں فاعل اور مفعول بہ کی طرف حاجت اور اور وجود ترکیبی میں فقط فاعل کی طرف حاجت ہے لہذا فاعل کے بعد تمام معمولات میں سے فعل متعدی کو زیادہ احتیاج مفعول بہ کی ہے اس لئے کہ فعل متعدی اپنے وجودین میں اس کا محتاج ہے بخلاف باقی معمولات کے ان کی طرف فعل فقط ایک وجود خارجی میں محتاج ہے۔

قال الشارح **باقامة المفعول به** ۔انطباق المثال علی الممثل لہ کا بیان ہے کہ وہی زید مفعول مالم یسم فاعلہ جو فاعل کے قائم مقام ہے۔

قال الشارح **ظرف زمان** ترکیب کا بیان ہے۔کہ یوم ظرف زمان ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔اسی طرح ظرف مکان سے بھی ترکیب کا بیان ہے۔کہ امام الامیر ظرف مکان ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

قال الشارح **مفعول مطلق** ۔ترکیب کا بیان۔ضرباً مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے شدیدا مفعول مطلق کی صفت ہونیکی بناء پر منصوب ہے اور مفعول مطلق یہاں اپنی صفت کے اعتبار بیان نوع کے لئے ہے۔

قال الشارح **وفائدة وصف الضرب** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مفعول مطلق تو ضرباً ہے شدیدا کو کیوں ذکر کیا گیا ہے۔

جواب: اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے کہ مطلق مصدر فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔اس لئے کہ مطلق مصدر پر تو فعل کی دلالت ہوتی ہے جس کو صراحۃً ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا البتہ مصدر مقید فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

فائدہ: مطلق زمان اور مطلق مکان فاعل کے قائم مقام ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ

مطلق زمان اور مطلق مکان کے کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔اور فاعل تو کلام میں محل فائدہ ہوتا ہے اسی وجہ سے صاحب کافیہؒ مثال میں زمان معین اور مکان معین کو ذکر کیا ہے۔ لیکن مولانا جامیؒ نے ماقبل میں تعیین کی قید کے فائدے کو مابعد پر اکتفاء کرتے ہوئے بیان نہیں کیا۔

قال الشارح جار مجرور ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: فی دارہ ظرف مکان ہے حالانکہ ظرف مکان کی پہلے بھی مثال امام الامیر گذر چکی ہے تو تکرار لازم آیا جو کہ صحیح نہیں۔

جواب: کہ فی دار کا ذکر ظرف مکان ہونیکی وجہ سے نہیں بلکہ جار مجرور مفعول بہ بالواسطہ ہونے کی حیثیت سے ہے لہذا تکرار لازم نہیں آتا۔

قال الشارح وان لم یوجد ۔مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں لم یکن میں کان تامہ ہے جو خبر کا مقتضی نہیں ناقصہ نہیں۔کہ لم یکن لم یوجد کے معنی میں ہے

قال الشارح فی الکلام سے لم یوجد کے صلے کو بیان کیا ہے۔اس کا صلہ فی الکلام ہے

قال الشارح المفعول به

ضمیر کے مرجع کو بیان کیا ہے کہ اس کا مرجع مفعول بہ ہے۔

قال الشارح فی جواز وقوعها ۔سے مولانا جامیؒ نے سواء کے صلے کو بیان کیا ہے۔

قال الماتن الاول من باب اعطیت صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ باب اعطیت کے مفعول اول فاعل کے قائم مقام کرنا اولی ہے۔اگرچہ مفعول ثانی کو قائم مقام جائز ہے

قال الشارح المفعول ۔یہ موصوف محذوف نکالا ہے کہ لفظ اوّل صیغہ صفت کا ہے جو موصوف کا تقاضا کرتا ہے جس کے لئے المفعول موصوف محذوف ہے۔

قال الشارح ای الفعل المتعدی ۔مولانا جامیؒ باب اعطیت کے مصداق کو بیان کر رہے ہیں کہ باب اعطیت سے مراد ہر وہ فعل جو ایسے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو جن میں سے

دوسرا مفعول پہلے مفعول کے مغایر ہو۔

قال الشارح بان یقام ۔سے لفظ اولیٰ کے صلے کا بیان ہے۔کہ اس کا صلہ بان یقام ہے

قال الشارح المفعول ۔کہ لفظ الثانی کا موصوف المفعول محذوف ہے۔

قال الشارح لان فیہ معنی الفاعلیۃ ۔دلیل اولویت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول اول کو فاعل کے قائم مقام کرنا اس لیے اولی ہے کہ اس میں فاعلیت کے معنی پائے جاتے ہیں بنسبت مفعول ثانی کے۔کیونکہ باب اعطیت کا مفعول اول آخذ اور مفعول ثانی

مأخوذ ہے۔جیسے اعطیت زیدًا درھمًا اس کو اعطی زیدٌ درھمًا کو کھنا اولی اگر چہ اعطی درھمٌ زیدًا کھنا بھی جائز ہے

لانہ عاط ای آخذ :سے مولانا جامیؒ اس بات کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں کہ عاط از قبیل اضداد ہے جیسے دادن کے معن میں آتا ہے ایسے ہی گرفتن کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

قال الشارح وذالک عند الامن ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ہم یہ تسلیم کرتے ہی نہیں کہ باب اعطیت کے پہلے مفعول کو فاعل کے قائم مقام بنانا اولیٰ ہے بلکہ واجب ہے جیسے اعطی زیدٌ عمرًا۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ اولیٰ اسوقت ہوتا ہے کہ جب کہ التباس سے امن ہو ۔یعنی کوئی مانع نہ ہو اور یہاں پر مانع موجود ہے وہ التباس کا ہونا ہے۔لہذا اگر مانع موجود ہو پھر پہلے مفعول کو فاعل کے قائم مقام اولیٰ نہیں ہوگا بلکہ واجب ہوگا جیسے آپ کی پیش کردہ مثال میں۔

﴿بحث مبتداء اور خبر﴾

قال الماتن ومنھا المبتداء والخبر مرفوعات کے دوسرے قسم مفعول مالم یسم فاعلہ سے فراغت کے بعد صاحب کافیہؒ مرفوعات کی تیسری قسم مبتداء اور چوتھی قسم خبر کو

بیان کرر ہے ہیں اور یہ فرمایا مبتداء اور خبر جنس مرفوع سے نکلی ہوئی انواع ہیں

فائدہ یہ جملہ منھا المبتداء و الخبر کا عطف ہے منہ الفاعل پر۔ اس لیے کہ اس صورت میں مسند اور مسند الیہ میں مناسبت موجود ہے۔ اس طور پر کہ دونوں کا مسند الیہ انواع مرفوع سے ہے اور مسند میں متحد جو ثابت من المرفوع ہے۔ اگر جملہ مفعول ما لم یسم فاعلہ پر عطف ڈالا جائے تو مسند الیہ میں اگرچہ تناسب موجود ہے کہ وہ بھی انواع مرفوع سے ہے لیکن مسند میں مفقود ہے۔ کیونکہ اس کا مسند ثابت من المرفوع ہے وہ اس کا کل مفعول ہے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اس صورت میں کل مفعول جملہ معطوفین کے درمیان معترضہ ہوگا۔

قولہ وفی بعض النسخ ۔اختلاف نسخ کا بیان ہے یعنی کافیہ کے نسخے مختلف ہیں بعض میں منھا ہے بعض میں منہ ہے۔

قال الشارح یعنی من جملۃ المرفوعات ۔نسخہ اولیٰ کے مطابق حاصل معنی کا بیان اور مرجع کا بیان کہ اگر منھا ہو تو ھا ضمیر کا مرجع مرفوعات ہونگی۔ اب حاصل معنی یہ ہوگا جملہ مرفوعات میں سے مبتداء ہے اور اگر منہ ہو تو اس کا مرجع المرفوع ہوگا۔ اس نسخہ ثانیہ کے مطابق حاصل معنی جملہ مرفوع میں سے مبتداء اور خبر ہے

قال الشارح جمعھما فی فصل ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مبتداء اور خبر دونوں کو ایک عنوان میں جمع کیوں کیا ہے جب کہ باقی مرفوعات کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے اس جمع کرنے کی علۃ اور وجہ اور حکمت کیا ہے۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ اس کے دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ : ۔چونکہ مبتداء اور خبر میں اپنے اصل یعنی مبتداء کا مسند الیہ ہونا اور خبر کا مبتداء کی طرف مسند ہونا اس اعتبار سے تلازم ہے اس تلازم کی وجہ سے دونوں کو ایک عنوان میں جمع کر دیا۔

سوال : تقریب تام نہیں اس لئے کہ دعویٰ یہ ہے کہ احکام کے بیان میں کیوں جمع کیا ہے اور دلیل سے احکام کے اعتبار سے مبتداء اور خبر کے درمیان تلازم ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ تلازم مبتداء اور خبر کے احکام میں نہیں بلکہ افراد میں ہے حالانکہ افراد میں جمع کرنا مدعی نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ کی عبارت بینھما میں مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے فیین احکامھما لہذ التقریب تام ہو جائے گی۔

جواب ثانی: کہ تلازم فی الافراد مستلزم ہے تلازم فی الاحکام کو تو پھر تقریب تام ہو جائے گی۔

دوسری وجہ: کہ اس بات میں ان دونوں کا اشتراک ہے کہ دونوں کا عامل معنوی ابتداء ہے اور مرفوعات کی دیگر انواع میں اس قسم کا اشتراک اور ربط نہیں پایا جاتا تھا۔ اس لئے یہاں پر دونوں کو جمع کیا ہے۔ اور دیگر انواع میں سے ہر ایک نوع کے بیان کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ عنوان قائم کئے ہیں۔

قال الماتن فالمبتداء هو اسم المجرد

صاحب کافیہؒ مبتداء کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء ایسے اسم حقیقی یا حکمی کو کہا جاتا ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو کر کلام میں مسند الیہ بن رہا ہو جیسے زید قائم میں زید مسند الیہ مبتداء واقع ہے۔

قال الشارح لفظا او تقديرا ۔ تعمیم کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال: ان تصوموا خير الكم کی ترکیب میں ان تصوموا مبتداء ہے لیکن یہ تعریف صادق نہیں آتی ۔ اس لیے کہ یہ اسم نہیں۔

جواب: اسم سے مراد عام ہے خواہ وہ اسم لفظی ہو یا حکمی ہو اور ان تصوموا بتاویل مصدر اسم حکمی تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ صیامکم خير لكم

قال الشارح ليتناول نحو ۔

تعمیم کی علۃ کا بیان کہ جار مجرور متعلق ہے انما عممنا کے ساتھ

ای الذی: ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ المجرد میں الف لام اسم موصول ہے۔

قال الشارح ولم يوجد ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: المجرد تجرید سے ماخوذ ہے اور تجرید کا معنی ہے خالی کرنا۔ جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پہلے عامل لفظی موجود ہو پھر اس سے خالی کیا گیا ہو۔ حالانکہ مبتداء کا عامل لفظی سرے سے ہوتا ہی نہیں لہذا المجرد کا لفظ یہاں ذکر کرنا درست نہیں۔

جواب: یہاں پر مجازًا المجرد بمعنی لم یوجد ہے یعنی مراد عدم الوجود ہے اور یہ ذکر الخاص ارادة لعام اور ذکر الملزوم ارادة اللازم کے قبیل سے ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ مبتداء وہ ہے جس کا عامل لفظی نہ ہو۔

جواب ثانی: کہ کبھی کبھی امکان الوجود بمنزلۃ العموم کے ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں امتنا اثنتین عدم اصل کو اماتت قرار دیا اور اسی طرح سبحان من صغر جسم البعوضة و کبر جسم الفیل۔ وضیق فم البیر

قال الشارح اصلا۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: العوامل جمع معرف باللام ہے اور جب جمع معرف باللام میں معہود کوئی فرد نہ ہو تو ایسی جمع معرف باللام برائے استغراق بمعنی کل فرد فرد کا فائدہ دیتی ہے جو کہ ایجاب کل یعنی موجبہ کلیہ ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب ایجاب کلی یعنی موجبہ کلیہ ہو پر نفی داخل ہو جائے۔ تو ایجاب کلی کے رفع کا فائدہ دیتی ہے اور ایجاب کلی کا رفع دو طریقے سے ہوتا ہے

(۱)۔ سلب کلی یعنی سالبہ کلیہ کے ضمن میں (۲)۔ ایجاب جزئی یعنی موجبہ جزئیہ کے ضمن میں ۔ یہاں ایجاب کلی اگر رفع ایجاب جزئی موجبہ جزئیہ کے ضمن میں متحقق ہو تو اس صورت میں تعریف ایسے اسم پر صادق آئے گی جس پر بعض عامل لفظی داخل ہو۔ کیونکہ ایسے اسم پر یہ بات صادق آتی ہے یہ ایسا اسم ہے جو ہر ہر عامل لفظی سے خالی ہے تو لازم آیا کہ یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں۔

سوال کی تقریر ثانی: کہ جب جمع معرف باللام میں کوئی فرد معہود نہ ہو تو وہ جمع استغراق کل فرد فرد کا فائدہ دیتی ہے جو کہ ایجاب کلی اور موجبہ کلیہ ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب ایجاب کلی پر نفی داخل ہو تو سلب عموم کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ سلب عموم کے مرد لینے میں تعریف دخول غیر سے مانع نہیں رہتی۔

جواب: کہ متن کی عبارت سے اگر یہ سلب عموم سمجھا جاتا ہے لیکن یہاں بقرینہ مقام عموم السلب مراد ہے۔

قال الشارح واحترز۔۔۔ المجرد کی قید کے فائدہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

المجرد کی قید لگانے وہ اسم نکل جائیں گے جن کا عامل لفظی ہے جیسے حروف مشبہ بالفعل اورافعال ناقصہ کا اسم۔

قال الشارح كانه اراد ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ بحسبک درھم میں حسبک مبتداء ہے جس کا عامل لفظی سے خالی نہیں بلکہ اس کا عامل لفظی باء موجود ہے

جواب: عامل لفظی سے مراد یہ ہے کہ جولفظوں میں بھی مؤثر ہواور معنی میں بھی مؤثر ہو یعنی مبتداء کے لئے ایسے عامل لفظی سے خالی ہونا ضروری ہے جولفظاً و معنیً موثر ہوا بحسبک میں اگر چہ عامل لفظی باء موجود ہے جوصرف لفظوں میں تو موثر ہے لیکن معنی کے اعتبار سے موثر نہیں۔لہذا یہ تعریف جامع ہوجائے گی۔

قال الشارح واحترز به عن الخبر ۔ سے مولانا جامی کی غرض مسند الیه کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔کہ یہ قید احترازی ہے جس سے خبراور مبتداء کے قسم ثانی خارج ہو جائے گا کیونکہ وہ مسندالیہ نہیں ہوتے۔

متن ﴿الصفة الواقعة بعد حرف النفي اوالف الاستفهام رافعة لظاهر﴾

صاحب کافیہؒ مبتداء کے قسم ثانی کو بیان کرر ہے ہیں جس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت کا ہے جوحرف نفی یاالف استفہام کے بعدواقع ہو بشرطیکہ کہ اسم ظاہرکورفع دینے والا ہو جیسے ما قائم الذیدان ۔اس میں قائم صیغہ صفت حرف نفی کے بعد ہےاواسم ظاہر الذیدان کورفع دینے والا ہے تو یہ قائم صیغہ صفت کا مبتداء ہے لیکن یہ مسند ہےاور الذیدان مسندالیہ اس کا فاعل ہے۔

قال الشارح سواء كانت ۔تعیم کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال: اقریشی انت میں قریشی مبتداء کا قسم ثانی ہے لیکن یہ تعریف صادق نہیں آتی اس لئے کہ مبتداء کے قسم ثانی کے لئے صیغہ صفت کا ہونا ضروری ہے جب کہ اقریشی صیغہ صفت کا نہیں۔

جواب: صیغہ صفت سے مراد عام ہے کہ خواہ وہ مشتق ہو یا مشتق کے حکم میں ہو لہذا قریشی اسم منسوب ہونے کی وجہ سے مشتق کے حکم میں ہے۔

قال الشارح **ونحوه کهل** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ تعریف جامع نہیں کہ یہ ھل جالس ابوك اور متی ذاھب اخوك اس میں صیغہ صفت کا مبتداء واقع ہورہا ہے جو حرف استفہام کے بعد تو ہے لیکن الف استفہام کے بعد نہیں

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا یہاں معطوف مع حرف عطف کے محذوف ہے جو ونحوہ ہے یعنی اس سے مراد صرف الف استفہام نہیں۔ بلکہ اس کے مثل ھل۔ما۔ من وغیرہ داخل ہیں

قال الشارح **وعن سیبویه جواز الابتداء** ۔مولانا جامیؒ کی غرض صاحب کافیہؒ پر اعتراض کرنا ہے۔ کہ سیبویہ اور اخفش کا مذہب یہ ہے کہ اگر صیغہ صفت حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع نہ ہو تو تب بھی مبتداء قسم ثانی بن سکتا ہے کہ حرف نفی یا استفہام کا ہونا ضروری نہیں۔اے صاحب کافیہ آپ نے حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع ہونے کی شرط کیوں لگادی۔

البتہ سیبویہ اور اخفش کے درمیان قدرے فرق ہے سیبویہ کے نزدیک جواز مع القبح اور اخفش کے نزدیک جواز بدون القبح ہے۔اور اخفش نے جواز بلاقبح پر اس شعر مذکور سے استدلال کیا ہے فخیر نحن عندالناس منکم اس مصرعہ میں خیر صیغہ صفت مبتداء کا قسم ثانی اور نحن فاعل کے قائم مقام خبر کے ہے حالانکہ یہاں پر نہ حرف نفی ہے اور نہ حرف استفہام۔اگر جائز نہ ہوتا یا جواز مع القبح ہوا تو فصیح بلیغ شاعر اس کو اختیار نہ کرتا۔

قال الشارح **ولو جعل خبرا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ اخفش کا استدلال تام نہیں اس لئے کہ اس میں یہ ترکیب متعین نہیں۔ بلکہ ایک اور ترکیب ہوسکتی ہے اگر خیر مقدم ہو اور نحن مبتداء مؤخر ہو۔

جواب: یہ مبتداء خبر والی ترکیب یہاں نہیں چل سکتی کیونکہ اگر خیر کو مقدم اور نحن کو مبتداء مؤخر کردیا جائے ت اس صورت میں خرابی لازم آئے گی کہ اسم تفصیل خیر جو کہ عامل ضعیف ہے اس کے درمیان اس کے معمول منکم کے درمیان نحن مبتداء کا فاصلہ کا لازم آئے گا۔جو کہ فاصلہ بالاجنبی ہے اور صحیح نہیں بخلاف ہماری بیان کردہ ترکیب کے کہ صیغہ صفرت کا مبتداء قسم ثانی بنایا جائے اور نحن اس کا فاعل بن جائے گا۔تو اس صورت میں اجنبی کا فاصلہ لازم نہیں

آتا اس لیے کہ یہ نحن فاعل ہونے کی بناء پر بمنزلہ جزء کے ہوگا۔ اور شئی کی جزء اجنبی نہیں ہوتی۔ لہذا اخفش صاحب کا استدلال صحیح اور تامہ ہوا۔

سوال کا حاصل : یہ ہوا کہ مبتداء کے قسم ثانی کے لئے نفی یا استفھام واقع ہونے کو ضروری قرر دیا۔ حالانکہ سیبویہ اور اخفش اس کو ضروری قرار نہیں دیتے تو صاحب کافیہ" نے ان حضرات کی مخالفت کیوں کی ہے

بعنوان دیگر: کہ مولانا جامیؒ کا مقصد صاحب کافیہ" کے طرف سے جواب دینا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ" نے سیبویہ کے مذہب ہی کو اختیار کیا ہے لیکن ان کے نزدیک بھی یہ قبیح تھا تو اس کو قبیح کو بمنزلہ حرام قرار دیکر نفی اور استفھام کے بعد واقع ہونے کو ضروری قرر دے دیا۔

قال الشارح **او ما یجری مجراہ** ۔ تعمیم کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال : آیت کریمہ میں اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم میں راغب مبتداء کی قسم ثانی تو ہے لیکن آپ کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس لیے کہ آپ نے شرط لگائی کہ صیغہ صفت اسم ظاہر کے لئے رافع ہو اور یہ تو انت ضمیر منفصل کے لئے رافع ہے ۔

جواب : کہ اسم ظاھر میں تعمیم مراد ہے۔ خواہ وہ اسم ظاہر حقیقی ہو یا اسم ظاہر حکمی اور ضمیر منفصل اسم ظاہر حکمی ہے جس پر قرینہ ظاھرًا کا نکرہ لانا ہے تا کہ نکرہ عموم پر دلالت کے اور عموم تب ہوسکتا ہے جب اس سے دونوں مراد لئے جائیں۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ صیغہ صفت ضمیر مستتر کے لئے رافع نہ ہو خواہ اسم ظاہر کے لئے رافع ہو یا ضمیر بارز کے لئے۔

قال الشارح **واحترز بہ عن نحو اقائمان** ۔ یہ رافعۃ لظاھرٍ کی قید کے فائدہ کا بیان ہے کہ اس سے اقائمان الزید ان خارج ہو جائیں گے اس لئے اقائمان صیغہ صفت ہے اور حرف استفھام کے بعد واقع ہے لیکن اسم ظاہر کے لئے رافع نہیں بلکہ ضمیر کے لئے رافع ہے حالانکہ مبتداء ہونے کے لئے اسم ظاہر کے لئے رافع کا ہونا ضروری ہے۔

قال الشارح **ولو کان رافعا** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : آپ کے پاس کیا قرنیہ ہے کہ اقائمان الزید ان اسم ظاہر کے رافع نہیں بلکہ ضمیر کے لئے رافع ہے۔

جواب: ہمارے پاس قرینہ اور دلیل یہ ہے کہ اگر صیغہ صفت اسم ظاہر کے لئے رافع ہوتا تو یہ مفرد ہوتا۔ اس کو تثنیہ لانا جائز نہ ہوتا۔ اس لئے قاعدہ ہے کہ جب فعل یا شبہ فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل اور شبہ فعل کو واحد لانا واجب ہوا کرتا ہے تو یہاں پر صیغہ صفت اور شبہ فعل کو تثنیہ لایا گیا ہے۔ جو دلیل ہے اس بات کی کہ یہ اسم ظاہر کے لئے رافع نہیں بلکہ ضمیر کے لئے رافع ہے۔

مثال للقسم:۔ تعین ممثل لہ کا بیان ہے کہ یہ زید قائم مبتداء کے قسم اوّل کی مثال ہے اس میں زید مبتداء ہے اور اقائمان لزیدان مثال للصفة الواقعه بعد حرف النفی تعیین ممثل لہ کا بیان ہے کہ اس مثال میں صیغہ صفت حرف نفی کے بعد واقع ہو کر مبتداء کا قسم ثانی واقع ہو رہا ہے اور مثال للصفة الواقعة بعد حرف الاستفهام اس میں بھی تعیین ممثل لہ کا بیان ہے کہ اس میں قائم صیغہ صفت حرف استفہام کے بعد واقع ہو کر مبتداء واقع ہو رہا ہے۔

قال الشارح الصفة الواقعه۔ ضمیر کے مرجع کا بیان ہے کہ مطابقت کی ضمیر کو مرجع وہ صفت ہے واقعہ حرف نفی اور استفام کے بعد مفرد سے پہلا اسم نکال کر موصوف بتا دیا کہ اس کا موصوف اسما محذوف ہے۔ مذکور ابعد ہا قید کا بیان کہ وہ صیغہ صفت اسم مفرد کے مطابق ہو ایسا اسم مفرد جو صیغہ صفت کے بعد مذکو ہو جیسے ما قائم زیدا قائم زید۔ واحترز سے مولانا جامیؒ مفردا کی قید کے فائدہ کا بیان کردا کہ ایسے حالت تثنیہ اور جمع میں جو مطابقت ہوگی صیغہ صفت کی اسم ظاہر کے ساتھ اس کو خارج کر دیا۔ کیونکہ یہ صیغہ صفت کے حالت تثنیہ اور جمع کی م
طابقت کی صوت میں خبر ہوتے ہیں مبتداء واقع نہیں ہوتے۔

قال المتن ﴿فان طابقت مفردا جاز الامران﴾ سے صاحب کافیہ ایک ضابطہ کو بیان کر رہے ہیں۔ کہ صیغہ صفت کا دو حال سے خالی نہیں۔ اسم ظاہر کے مطابق ہوگا یا نہیں اگر مطابق نہ ہو جیسے ما قائم الزیدان وا قائم الزیدون اور اگر مطابق ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مفرد ہونے میں مطابقت ہوگی جیسے ا قائم زید یا تثنیہ اور جمع میں مطابقت ہوگی جیسے ما قائمان الزید ان ما قائمون الزیدون تو کل یہ تین صورتیں ہوئی

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا مبتداء کے قسم ثانی ہونا متعین ہے۔

دوسری صورت کا حکم اس صورت میں دونوں امر جائز ہیں یعنی صیغہ صفت کو مبتداء بنایا

جائے یا اسم ظاہر کو مبتداء بنا کر صیغہ صفت کو خبر بنایا جائے۔ البتہ مبتداء بنانے کی صورت میں اسم ظاہر کے لئے رافع ہونے کا لحاظ کیا جائے گا اور خبر بنانے میں اسم ضمیر کے لئے رافع ہونے کا لحاظ کیا جائے گا

تیسری صورت کا حکم اس صورت میں صیغہ کا خبر ہونا متعین ہے کیونکہ یہ رافع للضمیر ہے رافع للظاہر نہیں۔

مثال لقسم الاول۔ ممثل لہ کی تعیین کا بیان برائے دفع دخل مقدر کئی مرتبہ گذر چکا ہے۔

قال الشارح الصفة الواقع۔ ضمیر کے مرجع کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال: طابقت کی ضمیر کا مرجع الصفة ہے اور صفت میں دو احتمال ہیں۔(۱)۔ مطلق صفت قطع نظر کرتے ہوئے قیود مذکورہ سے (۲) صفت سے مراد صفت مذکور مع القیود کے ہو۔

اگر پہلا احتمال مراد ہو تو اقائمان الزیدان میں امرین کا جواز لازم آئے گا حالانکہ اقائمان الزیدان میں یہ بات متعین ہے کہ اقائمان صیغہ صفت خبر مقدم ہے اور الزیدان مبتداء مؤخر ہے اگر احتمال ثانی مراد ہو تو صیغہ صفت کے اسم ظاہر میں رافع ہونے کی حالت میں جواز امرین لازم آئے گا۔ حالانکہ اس صورت میں صیغہ صفت کا مبتداء کے قسم ثانی اور اسم ظاہر کا قائم مقام خبر ہونا متعین ہے۔ یہ دو احتمال تھے وہ دونوں باطل ہیں تیسرا احتمال ہے ہی نہیں۔

جواب: کہ ضمیر کا مرجع صفت مذکورہ مع بعض قیود ہے یعنی پہلی قید ملحوظ ہے۔ کہ ضمیر کا مرجع جو صفت ہے اس میں نفی اور استفہام کے بعد واقع ہونے والی قید معتبر ہے لہذا اقائمان الزیدان میں جواز امرین لازم نہیں آئے گا۔ لیکن دوسری قید یعنی اسم ظاہر میں رافع ہونے والی قید معتبر نہیں۔ لہذا صیغہ صفت کے اسم ظاہر میں رافع ہونے کی حالت میں امرین کا جواز بھی لازم نہیں آئے گا۔

قال الشارح مذکورا بعد هما۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

جواب: یہ ہے کہ اسم ظاہر سے وہ اسم ظاہر رادہ جو صفت مذکورہ کے بعد کلام میں واقع ہو۔

قال الشارح واحترز بہ۔ سے مفردا کی قید کے فائدہ کا بیان ہے کہ اس سے اقائمان الزیدان اقائموان الزیدون خارج ہو جائینگے کیونکہ ان میں بھی اسم ظاہر اور صیغہ صفت کی

مطابقت ہے لیکن مفرد ہونے میں مطابقت نہیں بلکہ تثنیہ اور جمع ہونیکی حالت میں ہے۔

قال الشارح کون الصفة مبتداء ۔

الامران کے مصداق کا بیان ہے۔ کہ الامران کا مصداق دو چیزیں ہیں

(۱) صیغہ صفت کا مبتداء کی قسم ثانی اور مابعد فاعل قائم مقام خبر

(۲) صیغہ صفت کا خبر مقدم اور مابعد مبتداء مؤخر

قال الشارح فههنا ثلث صور ۔ مولانا جامیؒ کی غرض تتمہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عقلی طور پر کل چار صورتیں بنتی ہیں

پہلی صورت: صیغہ صفت اسم ظاہر کے ساتھ مفرد ہونے میں مطابق ہو جیسے ا قائم زید

دوسری صورت: صیغہ صفت کا اسم ظاہر کے ساتھ غیر مفرد ہونے میں مطابق ہو جیسے اقائمان الزیدان اقائمون الزید ون۔

تیسری صورت: صیغہ صفت مفرد ہو اور اسم ظاہر تثنیہ اور جمع ہو جیسے اقائم الزیدان ما قائم الزیدون

چوتھی صورت: صیغہ صفت تثنیہ جمع ہو اور اسم ظاہر مفرد ہو یہ چوتھی صورت محض احتمال عقلی ہے مستعمل نہیں۔ پہلی تین صورتیں مستعمل ہیں جس میں سے پہلی صورت کا حکم جواز الامرین ہے اور دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا خبر ہونا متعین ہے اور مابعد اسم ظاہر کا مبتداء مؤخر ہونا متعین ہے اور تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا مبتداء قسم ثانی ہونا متعین ہے اور اسم ظاہر کا فاعل قائم مقام خبر متعین ہے۔ مولانا جامیؒ نے تین صورتیں جو مستعمل تھیں ان کی مثال بیان کی ہے اور چوتھی صورت چونکہ محض احتمال عقلی تھا اس لئے اس کی مثال بیان نہیں کی

﴿بحث خبر﴾

قال الماتن والخبر المجرد مسند به صاحب کافیہ خبر کی تعریف بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ خبر ایسے اسم حقیقی یا حکمی کا نام جو عامل لفظی سے خالی ہو کر مسند بہ ہو اور

صفت مذکورہ کے مغایر ہو جیسے زید قائم میں قائم خبر ہے۔

قال الشارح **ای ھو الاسم المجرد** ۔مولانا جامیؒ نے دو باتوں و بیان کیا۔

(ا)۔ المجرد صیغہ صفت کے لئے موصوف کو بیان کیا ہے برائے دفع دخل مقدر

(۲)۔ المجرد کا صلہ بیان کیا برائے دفع دخل مقدر

سوال : خبر کی تعریف مذکور جو متن سے سمجھی جاتی ہے وہ یضرب زید میں یضرب پر صادق آتی ہے کیونکہ یضرب عامل لفظی سے مجرد ہے اور مسند بھی ہے اور صفت مذکور کے مغایر بھی ہے

جواب المجرد سے مراد اسم مجرد ہے کیونکہ کلام اسماء مرفوعہ میں چل رہی ہے لہذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوئی۔عن العوامل اللفظية سے المجرد کے صلہ کا بیان ہے

قال الشارح **ای مایوقع به الاسناد** ۔مولانا جامیؒ صاحب کافیہؒ کی کلام المسند به کی تین توجیہات بیان کی ہیں۔

پہلی توجیہ کی تقریر اول: اس توجیہ کی مختلف تقریر کی گئی ہے جن میں سے بعض کو یہاں بیان کیا جائے گا۔مولانا جامیؒ کی غرض اس عبارت سے متعلق کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر۔

سوال :به جار مجرور متعلق کا تقاضا کرتا ہے حالانکہ المسند متعلق بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ قاعدہ ہے جب کسی لفظ کو لغوی معنی سے اصطلاحی معنی کی طرف نقل کیا جائے تو وہ اسم جامد کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسم جامد متعلق بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا المسند جار مجرور کا متعلق نہیں بن سکتا لہذا اس کا متعلق کیا ہوگا۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ جار مجرور کا متعلق یوقع فعل ہے۔اس لئے کہ تمام افعال اور مشتقات کی وقوع پر دلالت ہوتی ہے۔اب حاصل معنی ہوگا خبر ایسے اسم کا نام ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو اور اس کے سبب اسناد کو واقع کیا جائے۔

فائدہ : اس پر سوال ہوگا کہ سبب اسناد جس طرح خبر میں ہوتی ہے ایسے ہی مبتداء بھی اسناد کا سبب ہوا کرتا ہے۔لھذا یہ کہنا کہ اسناد کا سبب خبر ہوتی ہے یہ صحیح نہ ہوا۔

جواب اول : کلام کے اندر مقصود خبر ہے اس لئے افائدہ خبر میں خبر ہی ہوا کرتا ہے نہ کہ مبتداء تو

گویا کہ اسناد کا سبب خبر ہے کہ مبتداء

جواب ثانی : ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مبتداء بھی اسناد کا سبب ہے لیکن مبتداء کا اسناد کا سبب بننا سبب بعید ہے جب کہ خبر کا اسناد کے لئے سبب ہونا قریب ہے اور قاعدہ المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل اور سبب کامل سبب قریب ہوتا جو خبر ہے۔

تقریر ثانی: مولانا جامیؒ سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال : المسند اسناد سے ماخوذ ہے اور اسناد نام ہے نسبت کا اور نسبت تو امر اعتباری ہے جو سبب اور علۃ کا تقاضا نہیں کرتا تو المسند کے بعد بہ میں باء کے ذریعہ سبب اور علۃ کا بیان کرنا لغو اور مستدرک ہوگا۔

جواب مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ یہاں نسبت وقوع کے معنی میں ہے اور وقوع ایک امر واقعی ہے جو سبب اور علۃ کا تقاضا کرتا ہے لہذا بہ میں جو باء ہے اس باء کے ذریعہ سبب کا بیان صحیح ہوا۔

تقریر ثالث: مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : المسند ماخوذ ہے اسناد سے اور اسناد متعدی بنفسہ ہوتا ہے لہذا المسند کے بعد بہ میں باء کا تعدیت ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔

جواب مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ المسند وقوع کے معنی کو متضمن ہے اور وقوع لازمی ہے جو متعدی بحرف ہوتا ہے لہذا بصلہ باء تعدیۃ کا ذکر بطور صفت تضمن کے ہے۔

بہر تقدیر اس توجیہ اوّل کی بناء پر جو تقریر بھی کی جائے۔ اس المسند بہ کی قید کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس سے مبتداء کی قسم اوّل خبر کی تعریف سے نکل جاتی ہے۔ البتہ مبتداء کا قسم ثانی خارج نہیں ہوتا جس کو خارج کرنے کے لئے المغایر للصفۃ کی قید لگا کر خارج کیا۔ لھذا خبر کی تعریف میں المجرد بمنزل جنس کے ہے اور المسند بہ فصل اوّل ہے اور المغایر للصفۃ فصل ثانی ہے۔

قال الشارح **ولک ان تقول** ۔ سے مولانا جامیؒ المسند بہ کی **توجیہ ثانی** کو بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ المسند کے بعد الی المبتداء کا صلہ مقدر ہے جس پر قرینہ مبتداء اور خبر کے درمیان تلازم کا ہونا ہے۔ حاصل معنی یہ ہوگا کہ جس کے ذریعہ اور سبب سے

مبتداء کی طرف اسناد کیا گا ہو۔

قال الشارح **او تجعل الباء** ۔سے مولانا جامی **توجیہ ثالث** کو بیان کرر ہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ المسند بہ میں بہ کے اندر حرف باء کو الٰی کے معنی میں کردیا جائے اور ہ ضمیر راجع ہو مبتداء کی طرف ۔اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ خبر ایسے اسم کا نام ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو کر مبتداء کی طرف مسند ہو۔لیکن صاحب کافیہؒ نے المسند الیہ کے کہنے کے بجائے المسند بہ کہا

تا کہ اس کا اُس مسند الیہ کے ساتھ اشتباہ پیدا نہ ہو جائے جو مبتداء کی تعریف میں مذکور ہے۔اس اشتباہ سے بچنے کے لئے المسند الیہ کی بجائے المسند بہ کہا۔

قال الشارح **و علی التقدیرین** ۔سے مولانا جامیؒ نے توجیہ ثالث اور ثانی کے مطابق االمسند بہ کی قید کے فائدہ کو بیان کرر ہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں توجیہوں کی بناء پر المسند بہ کی قید سے جس طرح مبتداء کا قسم اوّل خبر کی تعریف سے خارج ہو جاتا ہے ایسے ہی مبتداء کے قسم ثانی بھی اسی المسند بہ کی قید سے خارج ہو جاتی ہے اور المغایر للصفۃ ان دو توجیہوں کے مطابق قید احترازی نہیں ہوگی بلکہ تاکید واقع ہوگی۔

قال الشارح **و اعلم** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مبتداء اور خبر کی تعریف میں المجرد کی قید لگائی کہ یہ دونوں عامل لفظی سے خالی ہوتے ہیں حالانکہ علماء نحو کا مذہب کہ مبتداء میں عامل خبر ہے اور خبر میں عامل مبتداء ہوتا ہے تو ہر ایک کے لئے عامل لفظی موجود ہو لہذا مبتداء خبر کی تعریف میں المجرد کی قید کا ذکر کرنا صحیح نہ ہوا۔

جواب: اس مسئلہ میں نحاۃ کا اختلاف ہے کہ مبتداء اور خبر میں عامل کیا چیز ہے جس میں مشہور تین مذہب ہیں

(۱)۔ **بصریین کا مذہب**: کہ مبتداء اور خبر دونوں کا عامل ا بتداء ہے جو کہ عامل معنوی ہے لفظی نہیں

(۲)۔ **مذہب علامہ زمحشری**: اور اس کے متبعین کا کہ مبتداء میں عامل تو ابتداء ہی ہے لیکن خبر میں عامل مبتداء ہے یعنی مبتداء کا عامل معنوی ہوا اور خبر کا عامل لفظی ہوا

(۳)۔ **مذهب بعض نحاة:** کہ مبتداء اور خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہے یعنی ہر ایک کا عامل لفظی ہوا۔ کہ مبتداء کا عامل خبر اور خبر کا عامل مبتداء ہوا۔

لیکن صاحب کافیہؒ نے ان مذاہب ثلاثہ میں بصریین کے مذہب کو اختیار کیا ہے اور بصریین کے نزدیک دونوں عامل لفظی سے مجرد اور خالی ہوتے ہیں۔ لھذا مبتداء اور خبر دونوں کی تعریف المجرد کی قید کو ذکر کرنا صحیح ہوا۔

قال الماتن و اصل المبتداء التقديم صاحب کافیہؒ مبتداء اور خبر کی تعریف سے فارغ ہوئے تو مبتداء اور خبر کے احکام شروع فرمارہے ہیں۔

پهلا حكم: مبتداء کا پہلا حکم یہ ہے کہ مبتداء کے اندر اصل یعنی اولیٰ اور راجح یہ ہے کہ لفظوں میں مبتداء خبر پر مقدم ہو۔

قال الشارح ای ما ینبغی ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ لفظ اصل کے کئی معنی آتے ہیں (۱)۔ مايبتنیٰ عليه غيره (۲)۔ قاعده كليه (۳)۔ دلیل۔ یہاں کونسا معنی مراد ہے۔

جواب: یہاں پر ان معانی ثلاثہ کے علاوہ ایک معنی اولیٰ اور راجح والامرد ہے جیسے کہا جاتا ہے الاصل فی الكلام الحقيقة دون المجاز یہاں بھی اصل بمعنی راجح ہونے کے ہے۔

قال الشارح اذا لم یمنع مانع ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: فی الدار رجل میں مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا جائز ہی نہیں چہ جائے کہ خبر پر مقدم کرنا اولیٰ اور راجح ہو۔

جواب: یہ حکم مذکور انتفاء مانع کی شرط کے ساتھ مشروط ہے اور آپ کی پیش کردہ مثال میں مانع موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر فی الدار رجل میں مبتداء رجل مقدم کیا جائے تو نکرہ محضہ کا مبتداء ہونا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اسی وجہ سے مبتداء کو مؤخر کرنا اور خبر کو مقدم کرنا واجب ہے۔ **علی الخبر:** یہ مولانا جامیؒ نے تقدیم کے صلہ بیان کر دیا اور

قال الشارح لفظا: مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال سوال مبتداء کا خبر پر مقدم واضح تھا۔ اس لیے کہ مبتداء ذات ہے اور خبر اس کے احوال میں سے ایک حال ہے اور ذات مقدم ہوتی ہے لھذا اس کو بیان کرنے کی ضرورت ہی نھیں تھی۔

جواب ہے یھاں تقدیم سے مراد تقدیم فی الذکر ہے۔ نہ کہ تقدیم فی المرتبہ

قال الشارح لان المبتداء سے اس حکم کی دلیل کا بیان کہ مبتداء کو مقدم کرنا اولیٰ اور راجح کیوں ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء دال بر ذات ہے اور خبر دال بر صفت ہے اور قاعدہ ہے ذات مقدم ہوتی ہے اور صفت مؤخر ہوتی ہے۔ تو دال علی الذات یعنی مبتداء کو بھی مقدم ہونا چاہئے دال علی الصفت یعنی خبر پر۔

سوال: یہ دلیل تقدیم بعینہ فاعل اور فعل میں بھی جاری ہوتی ہے کہ قام زید میں کہ فعل قام دال پر وصف ہے اور لفظ زید یہ دال پر ذات ہے۔ تو یہاں پر بھی زید کو قام پر مقدم کرنا اولیٰ احد راجح ہونا چاہئے حالانکہ فاعل کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہی نہیں۔

جواب: دال برذات کا دال بروصف پر مقدم ہونا تب ہوگا جب مانع موجود نہ ہو اور فاعل کو فعل پر مقدم کرنے سے مانع موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ فعل عامل ہوتا ہے اور فاعل معمول ہوتا ہے اور اولیٰ اور راجح یہ ہے کہ فعل عامل کو مقدم ہونا چاہئے معمول پر

نیز: فاعل کو اگر فعل پر مقدم کیا جائے تو ایک مانع بھی موجود ہے وہ التباس ہے کہ فاعل کا مبتداء کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

قال الماتن و من ثم جاز فی دارہ زید و امتنع صاحبھا فی الدار

اس حکم مذکور پر تفریع کا بیان ہے کہ فی دارہ زید جائز ہے کیونکہ اس میں اگر چہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے لیکن لفظا لازم آتا ہے اور رتبۃً نہیں اور صاحبھا فی الدار یہ ممتنع اور نا جائز ہے اس لئے اس میں اضمار قبل الذکر لفظا بھی آتا ہے اور رتبۃً بھی جو کہ جائز نہیں۔

قال الشارح قولھم ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جاز فعل ہے جو فاعل کا تقاضا کرتا ہے جبکہ فی دارہ زید جملہ ہے جو فاعل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو اس کا فاعل کیسے بن سکتا ہے۔

جواب: فی دارہ زید قول کی تاویل میں ہو کر جاز کا فاعل ہے اور قول من حیث القول مفرد

ہے جس میں فاعل ہونے کی صلاحیت موجود ہے۔

قال الشارح **مع كون الضمير** ۔مولانا جامیؒ علة جواز بیان کررہے ہیں کہ فی دارہ زید یہ مثال کیوں جائز ہے۔اس لیے کہ فی دارہ میں (ہ) ضمیر راجع ہے زید کی طرف تو اضمار قبل الذکر لفظاً لازم آیا لیکن رتبۃً نہیں۔ کیونکہ زید کا مرتبہ مبتداء ہونے کی وجہ سے خبر سے مقدم ہے لھذا یہ مثال جائز ہوگی۔

قال الشارح **لعود الضمير الى الدار** ۔مثال ثانی کی عدم جواز کی علة کا بیان کہ صاحبها مبتداء کے ساتھ ضمیر ہے جو لوٹ رہی ہے خبر کی طرف اور خبر کا درجہ بھی چونکہ مؤخر ہونے کا ہے تو اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

قال المتن **وقد يكون المبتداء نكرة** سے صاحب کافیہؒ مبتداء کے حکم ثانی کو بیان کیا **حکم ثانی**: جس کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء میں اصل یعنی اولیٰ اور راجح معرفہ ہونا ہے لیکن کبھی کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے۔بشرطیکہ وجوہ تخصیص میں سے کسی وجہ تخصیص کے ساتھ مخصصہ ہو

وجوہ تخصیص چھ ہیں۔

(۱) صفت ملفوظ کے ساتھ تخصیص پیدا ہا جیسے ولعبد مومن خير من مشرك

(۲) صفت معلومیت کی وجہ سے جیسے ارجل فی الداء ام امرأةٌ

(۳) صفت عموم کی وجہ سے جیسے ما احد خير منك

(۴) طریقہ تخصیص فاعل کی بناء پر ہو یا صفت مقدرہ کے بناء پر شر اهر ذاناب

(۵) خبر ظرف کی تقدیم کی وجہ سے یا بعنوان دیگر صفت حکمیہ کی وجہ سے جیسے فی الدار رجل

(۶) فعل مقدر کے فاعل کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے جیسے سلام عليك۔

کلام مذکورہ سے چھ وجوہ تخصیص کی طرف اشارہ کردیا۔

قال الشارح **وان كان الاصل** ۔سے مولانا جامیؒ نے لفظ قد کے طرف اشارہ کردیا کہ یہ قلیل ہے۔ معنی یہ ہوا کہ مبتداء کا نکرہ ہونا قلیل ہے جس سے معلوم ہوا کہ معرفہ ہونا کثیر ہے اور جو چیز کثیر ہے وہ اصل ہوتی ہے۔

قال الشارح **وان يكون المبتداء** ۔اس حکم کی دلیل کا بیان کہ مبتداء کا معرفہ ہونا

اصل کیوں ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فصحاء بلغاء کے کلام م یں مطلوب عام اور کثیر الوقوع امور معین پر حکم لگانا ہے اور مبتداء پر بھی حکم لگایا جاتا ہے لہذا ابتداء بھی امر معین ہونا چاہیے۔ اور امر معین تب ہوگا جب معرفہ ہو۔ اس لئے مبتداء کا اصل معرفہ ہونا ہے۔ مولانا جامیؒ نے

تلک النکرة : مولانا جامیؒ نے ضمیر کے مرجع کا بیان کر دیا کہ تخصصت کی ضمیر کا مرجع نکرہ ہے

من وجوہ التخصیص : سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بوجه ما میں جوما ہے یہ ما موصوفہ ہے اور اس عموم کی تاکید ہے۔ جو وجہ سے سمجھا جاتا ہے۔

قال الشارح اذ بالتخصیص ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: وجوہ تخصیص کے ساتھ نکرہ محضہ نکرہ ہی تو رہے گا تخصیص کی وجہ سے معرفہ تو نہیں ہو سکتا۔ تو مبتداء بنانا کیسے صحیح ہوا یعنی نکرہ کے لئے مخصصہ ہونے کی شرط کیوں لگائی ہے۔

جواب: کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نکرہ مخصصہ معرفہ نہیں بن جائے گا لیکن نکرہ مخصصہ بھی تو نہیں رہے گا۔ بلکہ معرفہ کے قریب ہو جائے گا اور قریب الشئی کو شئی کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس لئے نکرہ کے لئے تخصیص کی شرط لگائی تا کہ معرفہ کے قریب ہو جائے اور اس کا مبتداء بننا صحیح ہو جائے۔

قال الشارح قوله تعالی ۔ مولانا جامیؒ نے لفظ قوله سے سوال مقدر کا جواب دیا۔

سوال: لفظ مثل مضاف ہے اور ولعبد مومن مضاف الیہ ہے حالانکہ مضاف الیہ مفرد ہوا کرتا ہے۔

جواب: ولعبد مومن یہ جملہ قول کی تاویل می ہو کر مضاف الیہ بن رہا ہے اور جملہ تعالی معترضہ ہے۔ جو علو شان قائل کے لئے ہے۔

قال الشارح فان العبد ۔ سے انطباق المثال علی الممثل کی علۃ کا بیان کا ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے ولعبد مومن خیر من مشرك میں عبد نکرہ ہے جو کہ مومن ور کافر دونوں کو شامل ہے اور مومن صفت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو گی کہ اشتراک کم ہو گیا ار یہ مومن عبد کو شامل ہے عبد کافر کو شامل نہیں۔ تو اس قلۃ اشتراک کی وجہ سے نکرہ مبتداء بننا درست ہے۔

قال الشارح فان المتکلم بھذا الکلام ۔ اس عبارت میں بھی انطباق المثال علی الممثل کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کلام ارجل فی الداء ام امرأة کا متکلم اور متلفظ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ رجل اور امراۃ میں سے کوئی ایک دار میں موجود

ہے مگراس بات کا علم نہیں کہ وہ جنس رجال میں سے ہیں یا جنس نساء میں سے ہے۔ تو وہ تعیین کا سوال کرتا ہے۔ جس پر قرینہ ھمزہ استفہام کا ام متصلہ کے ساتھ استعمال کرنا ہے اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں متکلم احدالامرین کو جانتا ہے لیکن تعیین پر قادر نہ ہوتو متکلم جانتا ہے کہ گھر میں مرد یا عورت میں سے ایک موجود ہے لیکن مخاطب سے تعیین کا سوال کرر ہا ہے۔ گویا متکلم نے یوں کہا کہ مرد وعورت میں سے ایک کا ہونا مجھے معلوم ہے تو اس صفت معلومیت کی وجہ سے رجل میں تخصیص پیدا ہوگی جس کی وجہ سے رجل کا مبتداء بننا صحیح ہو گیا۔

قال الشارح **و مثل قولک** ۔حاصل عطف کا بیان ہے۔ما احد خیر منك معطوف ہے ارجل فی الدار پر

قال الشارح **فان النکرۃ** ۔سے انطباق المثال علی الممثل کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس مثال ما احد خیر منك میں احد نکرہ مخصصہ مبتداء واقع ہے جس میں صفت عموم کی وجہ سے تخصیص حاصل ہوگئی اس لیے کہ نکرہ تحت النفی واقع ہے اور قاعدہ ہے کہ نکرہ تحت النفی واقع ہو تو عموم افراد اور شمول افراد کے لئے آیا کرتا ہے تو اس عموم و شمول کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص اور تعیین پیدا ہوگئی۔اس لئے کہ عموم سے احد کے ہر ہر فرد کا محکوم علیہ بننا متعین ہو گیا۔اگر عموم وشمول والا معنی نہ ہوتا تو احد کے بعض افراد محکوم علیہ ہوتے اور بعض نہ ہوتے۔

قال الشارح **فانہ لا تعدد** ۔سے مولانا جامیؒ سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: عموم اور شمول اور تعیین اور تخصیص کے درمیان تو منافات ہے اس لئے کہ عموم وشمول تعدد کا تقاضا کرتا ہے تعین اور تخصیص عدم تعین اور عدم تعدد یعنی وحدت کا تقاضا کرتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ تعدد اور وحدت میں منافات ہے تو دونوں کا اجتماع یہ تو اجتماع الضدین ہے جو کہ جائز نہیں۔

جواب: کہ عموم حقیقی اور تعیین اعتباری ہے لہذا تعدد حقیقی اور وحدت اعتباری ہوئی اور یہ بات ظاہر ہے کہ تعدد حقیقی اور وحدت اعتباری میں کوئی منافات نہیں۔

قال الشارح **و کذا کل نکرہ** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ قاعدہ منقوض ہے تمرة خير من جرادة کی ترکیب میں تمرة نکرہ مخصصہ مبتداء بن رہا ہےاس لئے کہ کہ نکرہ اثبات میں ہے تحت النفی واقع نہیں۔ جس سے تخصیص پیدا نہ ہوئی۔

جواب: تخصیص کا دار و مدار نکرہ کے تحت النفی واقع ہونے پر نہیں بلکہ عموم کے معنی کے مقصود ہونے پر ہے۔ اگر مقام اثبات میں نکرہ سے عموم مقصود ہو تو عموم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جائی گی اور آپ کی پیش کردہ مثال میں بھی عموم مقصود ہے اس لیے کہ مقصود جنسیت تمر کی فضلیت جنس جرادة پر بیان کرنا ہے۔ تمر کے افراد کی فضلیت جرادة کے افراد پر بیان کرنا مقصود نہیں۔

ومثل قولهم: سے حاصل عطف بیان کیا ہے اور قولهم سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ مثال محاورہ عرب سے ماخوذ ہے بخلاف دوسری مثال کے۔

قال الشارح لتخصصه ما يتخصص ۔ سے مثال کا ممثل لہ پر انطباق کے لئے علة کا بیان جس کا حاصل یہ ہے شر اهر ذاناب میں کہ شر کے لفظ میں تخصیص کا طریقہ تخصیص فاعل کی طرح ہے جس طریقے سے فاعل میں تخصیص پیدا ہوئی ہے اسی طریقہ کے ساتھ لفظ شـــــر میں تخصیص پیدا ہوئی ہے۔

قال الشارح لشبهه به ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اس میں لفظ شر فاعل نہیں تو اس میں تخصیص تخصیص بطریق فاعل کیسے پیدا ہوگئی ہے۔

جواب: یہ تسلیم کرتے ہیں کہ شر فاعل نہیں لیکن فاعل کے مشابہ ضرور ہے ور جو حکم مشبہ بہ کا ہوتا ہے وہی مشبہ کا بھی ہوا کرتا ہے لہذا جس طریقہ سے فاعل مشبہ بہ میں تخصیص پیدا ہو گی۔ اسی وجہ سے اس مشبہ شر میں تخصیص پیدا ہوگی۔

قال الشارح اذ يستعمل ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: وجہ تشبیہ کیا ہے۔

جواب: وجہ مشابہت کہ شر اهر ذاناب کو مقام حصر میں ما اهر ذاناب الا شر کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے جس طرح وہ مفید حصر اسی طرح یہ شر اهر ذاناب حصر کے لئے مفید ہے اور یہ حصر کے لئے مفید تب ہو سکتا ہے جب وہ یہ کہا جائیکہ شر اهر ذاناب اصل میں تھا اهر ذاناب شر اس اهر میں ضمیر فاعل مستتر ہے اور یہ شر اس سے بدل ہے اور قاعدہ ہے کہ فاعل سے بدل بھی فاعل حکمی

ہوتا ہے لہذ الفظ شــــر فاعل حکمی ہونے کی وجہ سے فاعل کے مشابہ ہوا۔ تو اس میں تخصیص تخصیص بطریق فاعل پیدا ہو جائے گی پھر تقدیم ما حقه التاخیر یفید الحصر کے قاعدہ کے تحت اس کو مقدم کرنے سے حصر والا معنی حاصل ہوا شر اھر ذاناب ہو گیا۔

قال الشارح وما یختصص ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ بات تو معلوم ہے کہ شر اھر ذاناب میں لفظ شر میں تخصیص تخصیص بطریق فاعل پیدا ہوئی لیکن ابھی تک معلوم ہی نہیں ہوا کہ تخصیص فاعل کا طریقہ کیا ہے۔

جواب: حکم متقدم ہونے کی وجہ سے یعنی فاعل کے مذکور ہونے سے پہلے اس میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ جب قام کہا جائے تو اس سے یہ بات معلوم ہو جائے گی اس کے بعد ایک ایسی چیز کو ذکر کیا جائے گا جس میں قیام کے ساتھ موصوف بننے کی اور قیام والے حکم کے لئے محکوم علیہ بننے کی صلاحیت ہوگی۔ جب اس کے بعد رجل کو ذکر کیا جائے گا تو وہ رجل مطلق رجل نہیں ہوگا بلکہ صفت قیام کے ساتھ متصف ہوگا ہے ۔

بالکل ایسے ہی جب اھر ذاناب کہا جائے گا تو مخاطب کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس کے بعد ایسی چیز کو ذکر کیا جائے گا جس میں وصف اھرار کے متصف ہونے کی صلاحیت ہوگی۔ تو جب شر کے لفظ کو اس کے بعد ذکر کیا گیا تو یہ مطلق شر نہیں رہے گا بلکہ وہ شر ہوگا جو وصف اھرار کے ساتھ متصف ہو۔ل پھر تقدیم ما حقه التاخیر یفید الحصر کے وجہ سے اس کو مقدم کر دیا تو شر اھر ذاناب ہو گیا۔

قال الشارح واعلم ۔سے لیکر متن تک چار حصے ہیں۔ واعلم سے لے فعلیٰ الاول تک سوال کے لیے تمہید کا بیان ہے پھر فعلیٰ الاول سے فیقدر تک خلاصہ سوال کا بیان ہے فیقدر سے لیکر وھذا مثل تک جواب کا بیان ہے وھذا مثل سے لے کر متن تک شان ورود کا بیان ہے۔

سوال: نباح کلب دو قسم پر ہے (۱) معتاد (۲) غیر معتاد۔

نباح معتاد کی دو صورتیں ہیں۔ کبھی وہ خیر ہوتا ہے جیسے صاحب خانہ کے اجنبی دوست کی آمد پر کتے بھونکتے ہیں اور کبھی وہ شر ہوتا ہے جیسے دشمن کے آنے کی وجہ سے کتے کا بھونکنا۔

اور نباح غیر معتاد سے بدفالی لی جاتی ہے اور یہ ہمیشہ شر ہی شر ہوتا ہے۔ اب سوال کا حاصل یہ ہوگا اگر نباح معتاد ہو تو خیر کے اعتبار سے حصر صحیح ہو جائے گا۔ جس کا معنی یہ ہوگا شر لاخیر اھرذاناب ۔لیکن اگر نباح غیر معتاد ہو تو پھر حصر صحیح نہ ہوگا۔ اس لیے کہ نباح غیر معتاد میں ہمیشہ شر ہی شر ہوتا ہے

جواب :اگر نباح غیر معتاد مراد ہو تو پھر تخصیص اور حصر شر کی صفت مقدرہ کی وجہ سے۔

اب تقدیر عبارت یہ ہوگی شر عظیم لاحقیر اھرذاناب

قال الشارح **لتخصصہ** ۔سے مثال کا ممثل کہ انطباق کے لئے علۃ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فی الدار رجل میں رجل کے اندر خبر کے مقدم ہونے کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوئی ہے بایں طور کہ جب فی الدار کہا گیا تو اس سے یہ معلوم ہوگئی کہ بعد میں اسی چیز کا ذکر کیا جائے گا نیز جس میں استقرار فی الدار والی صفت کے ساتھ اور استقرار فی الدار والے حکم کے لئے محکوم علیہ بننے کی صلاحیت ہوگی لہذا جب رجل کو ذکر کیا گیا تو یہ مطلق رجل نہیں رہا بلکہ استقرار فی الدار والی صفت کے ساتھ موصوف ہو چکا ہے۔ کہ استقرار فی الدار کے گویا کہ رجل میں صفت حکمیہ کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوگی۔

قال الشارح **لتخصصہ** ۔سے علۃ انطباق کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سلام علیك کی ترکیب میں سلام نکرہ مخصصہ مبتداء ہے جس میں نسبت الی المتکلم۔ نسبت الی الفاعل کی وجہ سے تخصیص پیدا ہوئی ہے۔

قال الشارح **اذ اصلہ سلمت** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ سلام علیك کی ترکیب میں سلام فعل مقدر کے فاعل متکلم کی طرف کیسے منسوب ہے۔

جواب : سلام علیك اصل میں سلمت سلاما علیك ہے چونکہ مقام دعاء تھا۔ تو دوام اور استمرر کے معنی کے حصول کی وجہ سے فعل فاعل کو حذف کر دیا۔ جیسا کہ مصادر میں کیا جاتا ہے اور نصب سے رفع کی طرف عدول کیا گیا ہے تو سلام علیك ہوگیا۔ جب سلمت سلاما علیك اصل اور معدول عنہ فاعل کی طرف منسوب ہے ایسے ہی اس کی فرع اور معدول یعنی سلام علیك بھی فاعل متکلم کی طرف منسوب ہوگا۔ لہذا فعل مقدر کے فاعل کی طرف منسوب

ہونے کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہوگئی گویا کہ سلام علیکم تو سلامی علیک کے معنی میں ہے۔

قال الشارح **سلام من قبلی** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: آپ نے کہا سلام علیک میں سلام سلامی کی طرح ہے اور سلامی میں تو سلام یاء متکلم کی طرف منسوب ونے سے معرفہ ہے حالانکہ سلام نکرہ ہے معرفہ نہیں لھذا سلام کا سلامی کے ساتھ تشبیہ دینا کیسے درست ہوا۔

جواب: ہم نے سلام علیک میں سلام کو سلامی کے ساتھ معرفہ ہونے میں تشبیہ نہیں دی بلکہ فاعل متکلم کی طرف منسوب ہونے میں تشبیہ دی ہے کہ جس طرح سلامی میں سلام فاعل متکلم کی طرف منسوب ہے بالکل ایسے ہی سلام علیک میں سلام فاعل متکلم کی طرف منسوب ہے فرق صرف اتنا ہے کہ سلامی میں فاعل متکلم کی طرف نسبت لفظوں میں ظاہر ہے لیکن سلام علیک میں سلام کی نسبت فاعل متکلم کی طرف لفظوں میں نہیں۔لہذا فاعل متکلم کیطرف منسوب ہونے کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں۔

قال الشارح **هذا هو المشهور** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کوکب انقض الساعة۔ شجرة سجدت۔ بقرة تکلمت ان امثلہ میں کوکب اور شجرة اور بقرة ہر ایک نکرہ مخصصہ مبتداء بن رہا ہے لیکن وجوہ تخصیص مذکورہ میں سے کوئی تخصیص نہیں پائی جاتی حالانکہ علامہ ابن حاجب نے ماقبل میں کہا نکرہ مخصصہ مبتداء واقع ہوسکتا نکرہ غیر مخصصہ مبتداء واقع نہیں ہوسکتا۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ نکرہ کے مبتداء بننے کا معیار تخصیصات پر اگرچہ مشہور ہے لیکن محققین کے ہاں نکرہ کے مبتداء اور مخبر عنہ بننے کا معیار و مدار تخصیص پر قطعاً نہیں۔

بلکہ نکرہ کے مبتداء بننے سے مخاطب کو فائدہ یعنی علم ما لم یعلم حاصل ہو تو اس کا مبتداء اور مخبر عنہ بننا صحیح ہے اگرچہ نکرہ مخصصہ ہی کیوں نہ ہو اور امثلہ مذکورہ میں نکرہ کو مبتداء اور مخبر عنہ بنانے سے یقیناً مخاطب کو ایک نئی بات کا علم حاصل ہوتا ہے جو کہ پہلے حاصل نہیں تھا۔اور گر نکرہ کے مبتداء بننے سے مخاطب کو نئی بات کا فائدہ حاصل نہ ہو تو ایسی صورت میں نکرہ کو مبتداء بنانا صحیح نہیں جیسے رجل قام نکرہ کو مبتداء بنانے سے مخاطب کسی نئی بات کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

بلکہ علی سبیل الترقی ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر معرفہ کومخبر عنہ اور مبتداء بنانے سے مخاطب کو علم ما لم یعلم کسی نئی بات کا فائدہ حاصل نہ ہوتو ایسی صورت میں معرفہ کو بھی مخبر عنہ اور مبتداء بنانا صحیح نہیں ہوتا جیسے زید شئی میں زید معرفہ ہے اس کو مبتداء بنانے سے مخاطب کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تو لہذا زید معرفہ کو بھی مبتداء بنانا غلط ہے۔

قال الشارح وهذا القول اقرب ۔

سے مولانا جامیؒ نے اپنے نظریہ کو بیان کیا ہے کہ میرے ہاں بھی محققین کا مذہب مختار ہے۔

قال الشارح ولما كان الخبر المعرف ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے والخبر قد یکون جملة یہ عبارت زائد لائے ہیں۔اس لیے کہ خبر کے جملہ ہونے کا بیان ماقبل میں ہو چکا ہے۔اس طرح کہ خبر کے لئے اسم ہونا ضروری ہے اور اسم عام ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی اور جملہ بھی موؤلہ بالمفرد ہو کر اسم حکمی ہوا کرتا ہے لہذا یہ عبارت اعلام المعلوم ہے جس کا ذکر لغو اور مستدرک ہے۔

جواب: ماقبل میں جس خبر کی تعریف کی گئی وہ عام نہیں بلکہ وہ مفرد کے ساتھ ہی مختص ہے کیونکہ خبر کی تعریف میں اسم کا ہونا معتبر ہے اور اسم قسم ہے کلمۃ کی اور کلمۃ مفرد ہوا کرتا ہے۔لہذا اسم کے اندر بھی مفرد ہونا معتبر ہوا تو ماقبل میں جو خبر مذکور ہوئی اور اس کی تعریف کی گئی ہے وہ خبر مفرد کے ساتھ مختص ہے۔۔خبر کا جملہ ہونا اس سے معلوم نہیں ہوتا اسی کو صاحب کافیہؒ نے والخبر قد یکون جملة سے بیان کیا۔لہذا یہ اعلام المجہول کے قبیل سے ہے نہ کہ اعلام المعلوم کے قبیل سے۔

قال الماتن والخبر قد يكون جملة مثل زيد ابو قائم صاحب کافیہؒ خبر کے حکم کو بیان کررہے ہیں کہ کبھی کبھی خبر جملہ ہوتی ہے۔اس لیے کہ جس طرح مفرد مسند ہوسکتا ہے اسی طرح جملہ بھی مسند ہوسکتا ہے۔لیکن خبر میں اصالت مفرد ہونا ہے اکیونکہ جب مبتداء ہمیشہ مفرد ہوتا ہے تو خبر کے لئے بھی مناسب یہی ہے کہ وہ مفرد ہو۔تاکہ دونوں میں موافقت ہو جائے۔

اور جملہ میں تعمیم ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ

قال الشارح **اسمية وفعلية** ۔
تعدد امثلہ کی وجہ کو بیان کیا اور ساتھ ممثل لہ کی تعیین کا بیان بھی ہے۔

قال الشارح **ولم يذكر الظرفية**۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: خبر کبھی جملہ ظرفیہ بھی ہوتی ہے اس کی مثال صاحب کافیہؒ نے کیوں بیان نہیں کی؟

جواب: ظرف کا متعلق چونکہ اکثر نحاۃ کے نزدیک فعل ہوتا ہے اس لئے خبر ظرف جملہ فعلیہ ہی کی طرف راجع ہوتی ہے لھذا وہ جملہ فعلیہ کے تحت داخل ہوئی ہے۔جب یہ کوئی علیحدہ قسم نہیں تھا۔اس لئے صاحب کافیہؒ نے اس کی مثال نہیں پیش کی۔

سوال: خبر کبھی جملہ شرطیہ بھی ہوتی ہے صاحب کافیہؒ نے اس کی مثال ذکر کیوں نہیں کی؟

جملہ شرطیہ میں نحاۃ کے نزدیک اعتبار جزاء کا ہوتا ہے اور جزاء جملہ اسمیہ ہوتی ہے یا جملہ فعلیہ۔اور شرط تو فقط قید ہوتی ہے اسلئے علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔جب یہ بھی کوئی علیحدہ قسم نہیں تھی اسلئے اس کو علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی

قال الشارح **اذا كان الخبر** ۔سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فلا بد میں فافصیحیہ ہے جو کہ ہمیشہ شرط محذوف کی جزاء پر داخل ہوتی ہے اور یہاں پر شرط محذوف یہ ہے اذا كان الخبر جملة۔

قال الشارح **والجملة مستقلة** ۔اس عبارت کا تعلق اگلے متن سے ہے۔متن کا حاصل یہ تھا کہ جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے۔تو مولانا جامیؒ اس کی علۃ اور دلیل کو بیان کررہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ جملہ بالذات خود افادہ میں مستقل ہے۔کیونکہ محل فائدہ مسند الیہ اور محط فائدہ مسند پر مشتمل ہے۔جس کی وجہ سے یہ کسی قسم کے ربط اور تعلق کا تقاضا نہیں رکھتا۔حالانکہ خبر کا مبتداء کے ساتھ ربط اور تعلق ضروری ہے تو اس تعلق اور ربط جوڑنے کے لئے عائد کا ہونا ضروری ہے

بعنوان دیگر: مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اذا كان الخبر جملة فلا بد من عائد یہ قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ ہے اس میں مقدم یعنی خبر کا جملہ ہونا تالی کیلئے یعنی وجوب عائد کے لئے علۃ ہے۔جیسا کہ ان كانت الشمس طالعة فالنهار موجود جس میں

مقدم یعنی طلوع شمس تالی یعنی وجود نہار کے لئے علۃ ہے۔

قال الشارح فی الجملۃ الواقعۃ

سے لابد کا صلہ بیان کیا ہے۔ برائے دفع دخل مقدر

سوال: ماتن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق خبر کے لیے عائد کا ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ خبر مفرد کے لیے ضروی نہیں۔

جواب: ماتن کی مراد یہ ہے کہ اُس خبر میں عائد کا ہونا ضروری ہے جو جملہ ہو۔ خبر مفرد میں نہیں۔

قال الشارح یربطھا بہ ۔سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ من عائد میں اس کا فرد کامل یعنی ضمیر ہی مرد نہیں عائد سے مراد مطلق رابطہ ہے خواہ ضمیر ہو یا غیر ضمیر

قال الشارح و ذالک العائد ۔سے عائد اور رابط کے عموم کا بیان ہے کہ اس کی چار قسمیں ہیں

(۱)۔ضمیر جیسے گذشتہ مثالوں میں (۲)۔لام جیسے نعم الرجل زید (۳)۔ وضع المظہر موضع المضر جیسے الحاقہ ما الحاقۃ میں (۴)۔خبر کا مبتداء کی تفسیر واقع ہونا جیسے قل ھو اللہ احد۔ احقر نے کاشفہ شرح کافیہ اور سعایۃ النحو میں کچھ اور بھی تحریر کی ہے وہاں دیکھ لیجئے۔

()()()

متن ﴿وقد یحذف﴾ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر قرینہ موجود ہو تو کبھی کبھی عائد کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے البر الکر بستین درھماً۔ مولانا جامیؒ العائد نکال کر مرجع کو بیان کر دیا۔

قال الشارح اذا کان ضمیراً لقیام قرینۃ ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: متن کی عبارت سے مطلق عائد کا حذف ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب یحذف میں ضمیر کا مرجع عائد ہو تو عائد میں چونکہ عموم ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مطلق عائد خواہ وہ ضمیر ہو یا غیر ضمیر تو اس کو کبھی کبھی حذف کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ عائد ضمیر کو تو قرینہ کے وقت حذف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن عائد غیر ضمیر کو قطعاً حذف کرنا صحیح نہیں

جواب: اگر چہ لفظ عائد سے مطلق رابط ہے لیکن ضمیر کے مرجع ہونے کے لحاظ سے عائد سے مراد فقط ضمیر ہے۔ مطلق رابط نہیں۔ تو جواب کا حاصل یہ نکلا کہ مرجع کا عموم راجع کے عموم کا تقاضا نہیں کرتا۔ البر الکر بستین درھماً

قال الشارح نحو البز الکر یستین درھما : توضیح بالمثال کا بیان کہ البر مبتداء اوّل ہے الکر مبتداء ثانی بستین درھماً یہ خبر ہے۔ مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر یہ خبر ہے البر کی اور اس جملہ خبر میں عائد منہ محذوف ہے اسی طرح السمن منوان بدرھم میں منوان بدرھم جملہ خبر واقع ہو رہا ہے اور اس میں منہ عائد اور رابط محذوف ہے۔

قال الماتن و ما وقع ظرفا فالا کثر علی انه مقدر بجملة ۔

صاحب کافیہؒ ایک مسئلہ اختلافیہ میں ماھوالمختار کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مبتداء کی خبر ظرف ہو تو اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ ظرف کا متعلق کیا چیز ہوگی فعل ہوگا یا شبہ فعل ۔ اس میں دو مذہب ہیں اکثر نحاۃ کا اور اقل کا۔

اکثر نحاۃ کا مذھب: یہ ہے کہ ظرف کا متعلق فعل ہوگا اور خبر جملہ ہوگی

اقل نحاۃ کا مذھب: یہ ہے کہ ظرف کا متعلق اسم فاعل ہوگا اور خبر مفرد ہوگی۔

صاحب کافیہؒ نے کہا کہ میرے ہاں اکثر نحاۃ کا مذہب مختار ہے۔

قال الشارح ای الخبر الذی ۔ سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں ما موصولہ ہے جس سے مراد خبر ہے اس لیے یہ مقام مبتداء میں واقع ہے اور مبتداء میں معرفہ ہونا مناسب ہے اور ما موصولہ معرفہ ہوا کرتا ہے لہذا اس مقام کے مناسب ما موصولہ ہے موصوفہ نہیں۔

قال الشارح وقع ظرف زمان ۔ مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں ظرف کے اندر دو توسع ہیں (۱)۔ کہ ظرف کا اطلاق جار مجرور پر کیا جائے (۲) یہ ہے کہ ظرف کا لفظ بول کر ایسا معنی مراد لیا جائے جو ظرف حقیقی زمان اور مکان اور جار مجرور سب کو شامل ہو جائے یہاں متن کی عبارت میں توسع ثانی مراد ہے۔

قال الشارح من النحاۃ ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اکثر عوام مراد نہیں

بلکہ خواص یعنی اکثر نحاۃ ہیں۔اس لئے کہ احکام کے بیان میں کوان کا قول معتبر ہوتا ہے نہ کہ عوام کالانعام کا۔

سوال: من النحاۃ کاذکر کرنا یہاں درست نہیں کیونکہ اکثر اسم تفضیل مستعمل باللام ہے اور قاعدہ کہ اسم تفضیل مستعمل باللام وہ مِنْ کے ساتھ مستعمل نہیں ہوسکتا تو شارح کا من النحاۃ ذکر کرنا یہاں درست نہیں۔

جواب: یہاں مِنْ بیانیہ ہے تفضیلہ نہیں فاندفع الاشکال۔

قال الشارح وهم البصريون ۔اکثر کے مصداق کو بیان کردیا۔

قال الشارح على ۔لفظ علی نکال کر سوال مقدر کا جواب دیا۔

سوال: فالاکثر مبتداء ہے انه مقدر بجملة اس کی خبر ہے خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا یہاں علی حرف جار محذوف ہے یہ جار مجرور ظرف مستقر ہو کر اپنے متعلق سے مل کر خبر ہے۔اب حمل صحیح ہو جائے گا۔باقی رہی یہ بات کہ حرف جار کو حذف کرنا جائز ہے۔تو اس کا جواب کہ انّ اور انّ سے حرف جار کا محذوف ہونا قیاسی ہے۔

ای الخبر ظرفا : ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

قال الشارح ای مؤول ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ صاحب کافیہؒ نے کہا کہ خبر ظرف مقدر ہوتی ہے حالانکہ ظرف تو مذکور ہے۔البتہ جملہ مقدر ہوتا ہے۔

جواب: یہاں تقدیر بمعنی تاویل ہے یعنی مقدر کا وہ معنی مراد نہیں جو مذکور کے مقابلے میں آتا ہے بلکہ مقدر بمعنی مؤول کے ہیں۔اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ خبر ظرف مؤول بالجملہ ہوگی یہ ذکر الملزوم ارادۃ اللازم کے قبیل سے ہے۔

قال الشارح بتقدير الفعل فيه ۔اس میں خبر کے مؤول بالجملہ ہونے کی صورت اور نقشے کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر

سوال: ظرف تو مفرد ہے وہ جملہ کیسے بن گیا؟

جواب: شارح نے جواب دیا کہ اس ظرف کے لئے فعل مقدر مانا جائے گا کہ تقدیر فعل کے سبب ظرف جملہ ہو جائے گا۔ نیز باسبیت کی ہے تو جملہ کا اطلاق ظرف پر فعل مقدر کے سبب ہوگا اور بات ظاہر ہے کہ شئی کی وصف شئی سے خارج ہوتا ہے لہذا فعل کے مقدر کے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

قال الشارح بخلاف ما اذا قدر ۔مولانا جامیؒ نے اکثر کے مقابل قلیل کے مذہب کو بیان کیا ہے اقل نحاۃ کوفین کا مذہب یہ ہے کہ وہ فعل کو مقدر نہیں مانتے بلکہ اسم فاعل کو مقدر مانتے ہیں تو اس صورت میں یہ مفرد ہو جائے گا۔

قال الشارح وجه الاکثر ۔سے اکثر نحاۃ یعنی بصرین کے مذہب کی دلیل کا بیان۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ظرف معمول ہوتا ہے جسکا متعلق عامل ہوا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ عمل میں اصل فعل ہے لہذا جب عامل کو مقدر ماننا ہے تو اصل عامل یعنی فعل کو مقدر ماننا چاہئے۔

قال الشارح وجه الاقل ۔مولانا جامیؒ اقل نحاۃ کوفین کی دلیل بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل مفرد ہونا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شبہ فعل اسم فاعل کو مقدر ماننے کی صورت میں تو خبر مفرد رہتی ہے۔فعل کے مقدر ماننے کی صورت میں خبر مفرد نہیں رہتی۔

صاحب کافیہ:ؒ نے لفظ اکثر سے قول اوّل یعنی بصرین کے مذہب کو راجح قرار دیا ہے ۔ وجہ ترجیح یہ ہے کہ قول اول کی دلیل باعتبار معمولیت ظرف کے ہیں اور قول دوم کے دلیل باعتبار خبریت ظرف کے ہے اور معمولیت اصل ہے جو کسی حال میں جدا نہیں ہو سکتی بخلاف خبریت کے کہ یہ عارضی ہوتی ہے جو کبھی جدا بھی ہوتی ہے جیسے قام زید خلفك لهذا دلیل اوّل راجح ہوئی یاد رکھیں کہ اس قول کی نسبت کوفین کی طرف کی گئی ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔(کاشفہ)۔

قال الشارح ثمه ان الاصل ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے واذا کان المبتداء سے پھر مبتداء کی تقدیم کا مسئلہ بیان کیا حالانکہ والاصل فی المبتداء میں یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے یہ محض تکرار اور اعلام المعلوم کے قبیل سے ہے جو کہ باطل ہے۔

جواب: کہ ماقبل میں اولیت تقدیم اور جواز تاخیر کا مسئلہ بیان کیا ہے اور یہاں پر وجوب

تقدیم اور امتناع تاخیر کو بیان کیا جارہا ہے لہذا تکرار قطعاً لازم نہیں آتا

بعنوان دیگر: یہ بھی کہا جاسکتا کہ مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ واذا کان والی عبارت کا تعلق اصل المبتداء والی عبارت کے ساتھ ہے متصل کلام کے ساتھ نہیں۔

قال الماتن ﴿واذا کان المبتداء مشتملا علیٰ مالہ صدر الکلام﴾

صاحب کافیہ ''مبتداء کی تقدیم وجوبی کے مقامات کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چار مقامات پر اور چار صورتوں میں مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے

پہلا مقام: جب مبتداء ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدرات کلام کا تقاضا کرتا ہو تو وہاں مبتداء کا خبر پر مقدم کرنا واجب ہے تاکہ معنی مقتضی للصدارت سے صدارت باقی رہ جائے جیسے من ابوك

دوسرا مقام: جب مبتداء اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو بھی مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے تاکہ اشتباہ اور التباس لازم نہ آئے جیسے زید المنطلق

تیسرا مقام: جب مبتداء اور خبر دونوں اصل تخصیص میں مساوی ہوں اگرچہ مقدر اتخصیص میں مساوات نہ ہو تو تب بھی مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے تاکہ التباس لازم انہ آئے جیسے افضل منك افضل منی

چوتھا مقام: جب خبر مبتداء کا فعل ہو یعنی خبر ایسا جملہ فعلیہ ہو جس کے مضمون کا تعلق مبتداء کے ساتھ ہو تو اس صورت میں بھی مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہے باقی رہا وجوب تقدیم کی علت کیا ہے اس کو مولانا جامیؒ اپنی کلام میں ذکر کر رہے ہیں۔

قال الشارح **ای علی معنی وجب له صدر الکلام** ۔اس عبارت میں چند باتوں کا بیان۔(۱) علی معنی اس بارت کا اشارہ کردیا کہ ما موصوفہ ہے جس سے مراد معنی ہے۔ اس لئے کہ مقتضی صدارت معنی ہوا کرا ہے نہ کہ لفظ۔

(۲) وجب کو ذکر کرکے جار مجرور کے متعلق کو بیان کردیا جس پر قرینہ صاحب کافیہ کہ عبارت وجب تقدیمه ہے۔

سوال: مولانا جامیؒ کے کلام وجب له صدر الکلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معنی کے لئے کلام کے شروع میں ہونا واجب ہے حالانکہ معنی کلام کے شروع میں نہیں ہوتا بلکہ کلام کے

شروع میں لفظ ہوتا ہے۔

جواب اول: یہاں مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے وجب له دال صدر الکلام اب حاصل معنی یہ ہوگی جب مبتداء ایسے معنی پر مشتمل ہو جس معنی کے دال کیلئے کلام کے شروع میں ہونا واجب ہو۔

جواب ثانی: یہاں مضاف محذوف نہیں لیکن بطور مجاز لفظ کی صفت کو معنی کے صفت بنادیا گیا اس لئے کہ لفظ دال ہوتا ہے اور معنی مدلول ہوتا اور دال کی صفت کو مدلول پر جاری کردیا جاتا ہے۔
اور تیسری بات مولانا جامیؒ نے کالاستفهام سے یہ بتائی کہ معنی مقتضی للصدارت صرف استفہام میں منحصر نہیں بلکہ متن میں استفہام کا ذکر بطور تمثیل کے ہے نہ بطور تخصیص کے۔

قال الشارح فانه یجب حینئذ ۔ سے وجوب تقدیم کی علت کا بیان۔ کہ اس مقام پر مبتداء کو مقدم کرنا اس لئے واجب ہے تا کہ معنی مقتضی للصدارت کی صدارت باقی رہے۔

قال الشارح فان من مبتداء ۔ سے انطباق المثال علی المثل له کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ "من ابوك میں مَن مبتداء معنی استفہام پر مشتمل ہے جو صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے۔

قال الشارح فان معناه ۔ سے مولانا جامیؒ من ابوك میں مَن کے استفہام پر مشتمل ہونے کی دلیل بیان رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ من ابوك کا معنی اهذا ابوك ام ذاك جو کہ صراحۃً استفہام پایا جاتا ہے۔

بعنوان آخر: یہ بھی کہا جا کتا ہے کہ اس عبارت سے مولانا جامیؒ سوال مقدر کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: مثال ممثل لہ کے مطابق اس لئے کہ اس مثال میں خبر مقدم ہے اور ابوك مبتداء مؤخر ہے کیونکہ مَن نکرہ ہونے کی وجہ سے مبتداء بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

جواب: من ابوك ۔ یہ اهذا ابوك ام ذاك ابوك کہ قوت میں ہے جو کہ معرفہ ہے۔ تو بطور اختصار کے مَن کو ذکر کردیا ۔ لہذا مَن بھی حکما معرفہ ہے جو مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور مبتداء ہے اور ابوك اس کی خبر ہے اور یہی مذہب ہے سیبویہ کا اور اسی مذہب پر ماتن نے مثال پیش کی ہے۔ لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہے۔

قال الشارح **و ذهب بعض النحاة** ۔مولانا جامیؒ نے سیبویہ کے ماسوئی دوسرے نحاۃ کے مذہبکو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مَن ابوک میں ابوک معرفہ ہونے کی بناء پر مبتداء مؤخر ہے اور مَن خبر مقدم ہے جس کی تقدیم مبتداء پر واجب ہے اس لئے کہ مَن کا معنی استفہام پر مشتمل ہے اور استفہام صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے۔

ای المبتداء و الخبر۔ضمیر کے مرجع کا بیان کہ کانا کے الف ضمیر کا مرجع مبتداء اور خبر ہیں۔

قال الشارح **متساويين فى التعريف** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : صاحب کافیہ کو چاہئے تھا کہ صرف متساویین پر اکتفاء فرماتے اور معرفتین کو علیحدہ بیان نہ کرتے۔اس لیے کہ مساوات کا لفظ مساوات فی التعریف کو بھی شامل ہے اور مساوات فی التنکیر کو بھی شامل ہے

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا اگر متساویین کے ذکر پر ہی اکتفاء فرماتے تو اس بات کا وہم ہوتا تھا کہ معرفتین ہونے کی صورت میں مبتداء کو تب مقدم کرنا واجب ہوگا جب مقدار تعریف میں مساوات ہو۔اس لیے کہ مساوات کا لفظ مخصوص بالمقدار ہے اور حالانکہ معرفتین ہونے کی صورت میں مبتداء کو مقدم کرنا واجب ہوتا ہے خواہ مقدار تعریف میں مساوی ہو یا نہ ہو۔ لہذا جب صرف متساویین پر اکتفاء کرنا صحیح نہ تھا تو صاحب کافیہؒ نے معرفتین کو بھی علیحدہ ذکر کر دیا۔

قال الشارح **ولا قرينه** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ہم اس بات کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے جب مبتداء خبر دونوں معرفہ ہوں تو مبتداء کا مقدم واجب ہو بلکہ بنو ابناء نا بنونا میں بنو ابناء نا خبر مقدم ہے اور بنونا مبتداء مؤخر ہے۔اور اسی طرح ابو حنیفه ابو یوسف کی ترکیب میں ابو حنیفه خبر مقدم اور ابو یوسف مبتداء مؤخر ہے۔

جواب : معرفہ ہونے کی صورت میں مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا اس وقت واجب ہے جب قرینہ موجود نہ ہو اگر قرینہ موجود ہو تو پھر تقدیم واجب نہیں اور آپ کی پیش کردہ مثال میں قرینہ موجود ہے اور ابو حنیفه ابو یوسف میں قرینہ وہ قاعدہ ہے کہ تشبیہ بلیغ میں مشبہ بہ ہمیشہ مسند اور خبر ہوا کرتی ہے اور مشبہ مسند الیہ مبتداء قرار دیا جاتا ہے۔یہاں اوّل مشبہ بہ اور ثانی مشبہ ہے۔ابو حنیفه

خبر مقدم اور ابو یوسف مبتداء مؤخر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ علم وعمل میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشابہ ہیں۔

قال الشارح **فی اصل التخصیص** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: غلام رجل صالح خیر منك میں مبتداء خبر تخصیص میں مساوی نہیں۔ کہ مبتداء دو وجہ سے تخصیص حاصل کی ہے اور خبر ایک وجہ سے

جواب: مبتداء خبر کے اندر اصل تخصیص میں مساوی ہونا شرط ہے لیکن مقدار تخصیص میں مساوی ہونا شرط نہیں

قال الشارح **حتی لو قیل** ۔ سے توضیح بالمثال کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ غلام رجل صالح خیر منك کی ترکیب میں مبتداء کے اندر دو تخصیص (۱) تخصیص بالاضافۃ (۲) تخصیص بالصفۃ اور خبر میں ایک تخصیص ہے۔ اس کے باوجود مبتداء کی خبر پر تقدیم واجب ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اصل تخصیص میں مساوات کو ہونا مبتداء کے تقدیم وجوبی کے لئے کافی ہے مقدار تخصیص میں مساوات کا ہونا ضروری نہیں۔

قال الشارح **رفعا للاشتباہ** ۔ سے صورت ثانیہ اور صورت ثالثہ میں مبتداء کی تقدیم وجوبی کے علت کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا اس لئے واجب ہے تا کہ اشتباہ اور التباس لازم نہ آئے۔ ای للمبتداء۔ مرجع کا بیان۔

قال الشارح **احتراز اعمالایکون فعل** ۔ لہ کی قید کے فائدے کا بیان ہے۔ کہ یہ قید احترازی ہے۔ کہ جب خبر مبتداء کا فعل نہ ہو تو مبتداء کی خبر پر تقدیم واجب نہیں جیسے زید قام ابوہ میں قام ابوہ زید بھی کہنا صحیح ہے۔ اس لئے کہ مبتداء کی خبر پر وجوب تقدیم کی علت التباس کا لازم آنا تھا اور اس صورت میں کوئی التباس لازم نہیں آتا۔ بخلاف اس صورت کہ اگر خبر مبتداء کا فعل ہو جیسے زید قام اس صورت میں مبتداء کو مقدم کرنا واجب ہے۔ اس لیے کہ مبتداء کو مؤخر کرنے سے مبتداء کا فاعل سے التباس لازم آئے گا۔

قال الشارح **ای تقدیم المبتداء** ۔ اس عبارت میں تین چیزوں کا بیان (۱) ضمیر

کے مرجع کا بیان (۲) علی الخبر صلہ کا بیان (۳) فی ھذہ الصور اجمال کا بیان تا کہ بعد میں آنے والی تفصیل اس اجمال پر مرتب ہو سکے۔

قال الشارح **اما فی الصور الاول** ۔ یہاں سے مولانا جامیؒ ان چار صورتوں میں سے تین صورتوں وجوب تقدیم کی علت کو بیان کر رہے ہیں فلما ذکرنا سے بتادیا کہ ہم نے ہر ایک صورت کے ساتھ علت بھی بیان کر دی۔

اما فی صورت الاخیرة فلئلا یلتبس المبتداء بالفاعل مولانا جامی صورت رابعہ کی علت بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ فعل جو خبر واقع ہوگا وہ دو حال سے خالی نہیں مفرد ہوگا یا تثنیہ جمع۔ اگر مفرد ہو تو جیسے زید قام اس صورت میں اگر مبتداء کو مقدم نہ کیا جائے مؤخر کیا جائے قام زید کہا جائے تو مبتداء کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ اگر وہ فعل تثنیہ یا جمع ہو تو پھر مبتداء کو خبر سے مؤخر کرنے کی صورت میں جمہور نحاۃ کے نزدیک مبتداء کا بدل عن الفاعل سے التباس لازم آئیگا مثلاً الزیدان قاما کے بجائے قاما الزیدان کہا جائے تو معلوم نہ ہوگا کہ الزیدان مبتداء مؤخر ہے یا قاما کی ضمیر سے بدل ہے۔

اور بعض نحاۃ کے مذہب کے مطابق تثنیہ میں الف فاعل نہیں بلکہ تثنیہ کی علامت ہے اسی طرح جمع میں واؤ فاعل نہیں بلکہ علامت جمع ہے جس طرح ضربت ھند میں تاء ساکنہ فاعل نہیں بلکہ فاعل کے مونث ہونے کی علامت ہے تو ان نحاۃ کے مذہب کے مطابق اس صوورت میں مبتداء کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

متن ﴿و اذ تضمن الخبر المفرد ما له صدر الكلام﴾

صاحب کافیہؒ مبتداء کے تقدیم وجوبی کی صورتوں اور مقامات کو بیان کرنے کے بعد خبر کے تقدیم وجوبی کی صورتوں کو بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چار صورتوں میں خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے۔

صورت اولیٰ: جب خبر مفرد ایسے معنی کو متضمن ہو جن کے لئے صدارت کلام واجب ہو تو خبر کا مبتداء مقدم کرنا واجب تا کہ صدارت کلام فوت نہ ہو جائے جیسے این زید۔

صورت ثانیہ: جب خبر اپنی تقدیم کے اعتبار سے مبتداء کے لئے مصحح ہو یعنی مخصص ہو تو اس خبر کو

مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے تا کہ نکرہ کا مبتداء کا ہونا لازم نہ آئے۔

صورت ثالثہ: جب خبر کے متعلق کے لئے مبتداء کے جانب میں ضمیر ہو تو اس صورت میں بھی خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے کیونکہ مؤخر کرنے سے اضمار قبل الذکر لفظاً ورتبۃً لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے جیسے علی التمرة مثلها زبدا۔

صورت رابعہ: جس وقت مبتداء أنّ مفتوحہ ہو تو اس صورت میں بھی خبر کو بھی مقدم کرنا واجب ہے تا کہ أنّ مفتوحہ کو إنّ مکسورہ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جس طرح عندی انك قائم۔ **ای الذی** ۔ سے مولانا جامیؒ نے اشارہ کردیا کہ المبتداء میں الف لام موصولہ ہے

لیس بجملة : سے مفرد کے معنی کو بیان کردیا کہ یہاں مفرد جملہ کے مقابلہ میں ہے۔

قولہ صورة۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مثال این زید میں خبر ظرف ہے جس کا متعلق اکثر نحاۃ کے نزدیک فعل ہوتا ہے جس کی وجہ سے خبر جملہ ہوگی نہ کہ مفرد لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق نہ ہوئی۔

جواب : مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ خبر کے مفرد ہونے سے مراد یہ ہے کہ صورۃً جملہ نہ ہو عام ازیں کہ حقیقتاً جملہ ہو یا نہ ہو اور این زید میں خبر این صورۃً جملہ نہیں

ای معنی : کی غرض یہ ہے کہ ما موصوفہ ہے جو عبارۃ سے معنی سے

قال الشارح فزید مبتداء ۔ سے علت انطباق المثال علی الممثل له کا تفصیلی بیان ہے۔

قال الشارح احترزبه ۔ سے المفرد کی قید کے فائدے کا بیان ہے یعنی اگر خبر مفرد نہ ہو بلکہ صورۃً جملہ ہو تو پھر خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب نہیں ہوگی جیسے زید این ابوہ اس لئے کہ اس صورت میں خبر صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے وہ اس کو اسی جملے میں یعنی این ابوہ میں حاصل ہے۔

قال الشارح بتقدیمه ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : صاحب کافیہؒ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذات خبر مبتداء کے لئے مصحح ہوگی تو اس سے لازم آئے گا کہ رجل فی الدار میں رجل کا مبتداء ہونا درست ہو حالانکہ یہ درست نہیں۔

جواب: ذات خبر مبتداء کے لئے مصحح نہیں بلکہ تقدیم خبر مصحح ہے مبتداء کے لئے۔

قال الشارح **من حیث انه مبتداء** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مبتداء جس معنی کیلئے موضوع ہے وہ اس کے لئے ہر حال میں مفید ہے خواہ خبر مقدم ہو یا مؤخر۔ تو خبر کا مبتداء کے لیے مصحح ہونے کا کیا مطلب ہے

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا مبتداء سے ذات مبتداء مراد نہیں بلکہ وصف ابتدائیت مراد ہے یعنی خبر ذات مبتداء کے لئے مصحح نہیں بلکہ مبتداء کے مبتداء بننے کے لئے مصحح ہوتی ہے۔

قال الشارح **فان فی الدار خبر** ۔اس میں انطباق المثال علی الممثل له کا بیان ہے۔

قال الشارح **فلو اخر** :علت وجوب تقدیم کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ خبر کی تقدیم مبتداء ہونے کے لئے مصحح ہے۔ کیونکہ نکرہ بغیر تخصیص کے مبتداء نہیں ہوسکتا اب اگر خبر کو مؤخر کیا جائے رجل فی الدار کہا جائے تو نکرہ محضہ کا مبتداء ہونا لازم آئے گا۔ اس لئے خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے۔

قال الشارح **او کان لمتعلقه** ۔لفظ کان نکال کر مولانا جامیؒ نے یہ اشارہ کر دیا کہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہے کیونکہ عطف المفرد علی الجملہ کے قبیل سے ہونا ناجائز ہے۔

قال الشارح **بکسر اللام** ۔ضبط اعراب کا بیان برائے دفع وہم۔ یہ وہم ہوسکتا تھا کہ اگر متعلَق بفتح اللام پڑھا جائے تو مثال آتی کا انطباق نہیں ہوسکتا تھا۔ جواب دیا کہ متعلِق بفتح اللام نہیں بلکہ بکسر اللام ہے۔

قال الشارح **ای کان لمتعلق الخبر** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: علی الله عبده متوکل بھی اسی قبیل سے ہے۔ کہ مبتداء کے جانب میں خبر کے متعلق کے لئے ضمیر ہے لیکن اس کے باوجود خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب نہیں لہذا آپ کا ضابطہ غلط ہوا۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ متعلقہ میں اضافت عہدی ہے جس سے خاص

متعلق مراد ہے یعنی خبر کا ایسا تابع مراد ہے کہ باجود اس کے تابع ہونے کے اس کی تقدیم ممتنع ہو اور مادہ نقض میں ایسا متعلق نہیں پایا جاتا کیونکہ خبر متوکل ہے اور متعلق علی اللہ ہے تو اس کو تابع رکھ کر متوکل پر مقدم کرنا درست ہے بخلاف علی التمرۃ مثلھا زبداً کے۔ کہ اس کی خبر علی التمرۃ ہے اور اس کا متعلق تمرۃٌ ہے اس تمرۃ کو علی التمرۃ کا تابع کرتے ہوئے کیسے مقدم کیا جا سکتا ہے۔ **ای کائن**: متعلق نکال دیا۔

قال الشارح ای جانب المبتداء ۔تقدیر مضاف برائے دفع وہم۔ وہم یہ ہوتا تھا کہ کافیہ کی عبارت ضمیر فی المبتداء سے بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خبر کے متعلق کی ضمیر مبتداء میں مستتر ہوتی ہے حالانکہ مثال آتی میں مبتداء کے اندر ضمیر مستتر نہیں ہوتی جس سے مثال ممثل لہ کے مطابق نہ ہوئی جواب دیا کہ یہاں مضاف لفظ جانب محذوف ہے کہ ضمیر مبتداء کی جانب میں ہو

قال الشارح اذ لو اخر ۔ سے صورت ثالثہ میں وجوب تقدیم کی علت کا بیان ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ اگر خبر کو مؤخر کر دیا جائے تو اضمار قبل الذکر لفظاً بھی لازم آئے گا اور معنیً بھی جو کہ ناجائز ہے اس لئے اس صورت ثالثہ میں بھی خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا واجب ہے۔

قال الشارح مثلھا ای مثل التمرۃ ۔ انطباق المثال علی الممثل لہ کا بیان ہے۔ کہ علی التمرۃ مثلھا زبدا کھجور پر اتنا مکھن ہے۔ عرب والے کھجور پر مکھن لگا کر کھاتے تھے جس میں خوب طاقت ہوتی ہے۔ علی التمرۃ کا مجموعہ خبر ہے اور تمرۃ اس خبر کا متعلق ہے۔ اگر خبر کو مقدم نہ کریں تو اضمار قبل الذکر لفظاً و معنیً لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے لہذا خبر کی تقدیم واجب ہے۔

قال الشارح المفتوحۃ ۔ضبط اعراب کا بیان برائے دفع وہم۔ وہم یہ ہوتا ہے کہ اِنَّ مکسورہ مبتداء بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا تو اِنَّ مکسورۃ سے خبر کیسے واقع ہو سکتی ہے۔ جواب دیا یہاں اِنَّ مکسورہ نہیں بلکہ اَنَّ مفتوحہ ہے۔

قال الشارح الواقعت مع اسماء ھا ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کہ اَنَّ مفتوحہ تو حرف ہے وہ مبتداء بننے کی صلاحیت کیسے رکھسکتا ہے۔

جواب: اَنَّ کے مبتداء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتداء ہوگا۔

قال الشارح **المؤل بالمفرد** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اَنَّ مفتوحہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ ہوتا ہے اور جملہ تو مبتداء نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مبتداء ہمیشہ اسم ہوتا ہے۔

جواب: اَنَّ کا اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتداء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مفرد کی تاویل میں ہو کر مبتداء ہوگا۔

قال الشارح **اذفیہ تاخیر** ۔سے صورت رابعہ می علت وجوب تقدیم کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ یہاں پر اگر خبر کو مقدم نہ کیا جائے تو اَنَّ مفتوحہ کو اِنَّ مکسورۃ کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ کیونکہ خبر کے مقدم ہونے سے اَنَّ درمیان کلام میں رہے گا۔ اور درمیان کلام میں اَنَّ مفتوحہ ہی ہوسکتا ہے مکسورہ نہیں تو اس صورت میں التباس لازم نہیں رہے گا۔

قال الماتن ﴿وقد یتعدد الخبر مثل زید عالم عاقل﴾

صاحب کافیہ خبر کے ایک اور حکم کا بیان کہ ایک مبتداء کے لئے متعدد خبر ہوسکتی ہے جس طرح مثال مذکورہ میں اور تعدد سے مراد عام ہے خواہ باعتبار الفاظ کے ہو یا باعتبار الفاظ اور معنی کے ہو۔

قال الشارح **من غیر تعدد** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ماتن کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے خبر کا متعدد ہونا قلیل ہے حالانکہ خبر کے متعدد ہونا مخبر عنہ کے ساتھ قلیل نہیں بلکہ کثیر ہے۔

جواب: صاحب کافیہؒ کے عبارت یہ ہے کہ خبر کا متعدد ہونا بغیر مخبر عنہ کے متعدد ہونے کے قلیل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ مخبر عنہ کے تعدد کے ساتھ خبر کا متعدد ہونا امر واضح ہے جس کے بیان کی کوئی ضرورت نہیں۔

قال الشارح **فیکون اثنین** ۔مولانا جامیؒ نے تعدد کے مرتبہ کو بیان کیا ہے۔ کہ تعدد کا اقل مرتبہ یہ ہے کہ خبریں دو ہیں اور زائد کی کوئی حد نہیں۔

قال الشارح **وذالک التعدد** : سوال کی تمہید کو بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ خبر کا تعدد دو حال سے خالی نہیں۔ لفظاً و معنًی دونوں طرح تعدد ہوگا یا فقط لفظاً تعدد ہوگا۔

اگر لفظاً و معنًی تعدد ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مع العطف ہوگا یا بدون العطف ہوگا۔

اور اگر تعدد فقط لفظاً ہو تو جمہور کے نزدیک تعدد بدون العطف ہی ہوگا اور بعض نحاۃ کے نزدیک مع العطف بھی جائز ہے۔ تو جمہور نحاۃ کے مذہب کے مطابق تعدد خبر کی کل تین قسمیں ہوئی۔

پہلی صورت: (۱) خبر متعدد ہو لفظاً و معنًی مع العطف ہو جیسے زید عالم و عاقل۔

دوسری صورت: خبر متعدد ہو لفظاً و معنًی بدون العطف جیسے مثال مذکور زید عالم عاقل

تیسری صورت: خبر متعدد ہو فقط لفظاً ہو جیسے ھذا حلو حامض۔

سوال: اب ہم یہ کہتے ہیں جب تعدد خبر کی تین قسمیں تھیں تو صاحب کافیہ کو چاہئے تھا کہ تین مثالیں پیش کرتے۔ حالانکہ صاحب کافیہؒ نے صرف قسم دوم کی مثال پر اکتفاء کیا فما ذا توجیھہ

جواب: مولانا جامیؒ نے ولا یبعد سے وایضا تک پہلے جواب کو پیش کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم اگر متعدد لفظاً و معنیً بالعطف کو خبر کا تعدد تسلیم کرلیں ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ چونکہ اس قسم کے تعدد میں کوئی خفاء نہیں تھا۔ کیونکہ اس قسم کا تعدد خبر میں بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح فاعل وغیرہ میں بھی ہوتا ہے تو اس قسم کے تعدد خبر کو مثال دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

جواب ثانی **وایضا** ۔ سے دوسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ متعدد لفظاً و معنیً بالعطف خبر ہے بلکہ یہ تعدد خبر کے توابع میں سے ہے تو صاحب کافیہؒ نے اُس تعدد لفظاً و معنیً کو بیان کیا ہے جو خبر ہو۔

قولہ **ولو جعل التعدد** ۔ سے آخر تک پہلے جواب پر تفریع کا بیان ہے کہ اگر ہم اس بات کو تسلیم کرلیں کہ متعدد لفظاً و معنیً بالعطف بھی خبر ہوتی ہے تو پھر یہ جواب دیا جائے گا کہ صاحب کافیہؒ نے عدم خفاء کی وجہ سے مثال نہیں دی اور باقی قسم سوم کی مثال اس لئے نہیں دی کہ یہاں حقیقت میں خبر کے اندر تعدد ہے ہی نہیں بلکہ حقیقت میں خبر ایک ہی ہے جیسا کہ مولانا جامیؒ نے فانھا فی الحقیقۃ خبر واحد سے بیان کیا ہے۔

قال الماتن ﴿وقد یتضمن المبتداء معنی الشرط فیصح دخول الفاء فی الخبر﴾

یہاں تک صاحب کافیہؒ نے ان احکامات کو بیان کیا تھا جو مبتداء و خبر میں سے ہر ایک کے ساتھ مخصوص تھے۔ اب یہاں سے ایسے حکم کو بیان کرنا ہے جو دونوں سے متعلق ہے۔ جس کا حاصل

یہ ہے کبھی مبتداء معنی شرط کو متضمن ہو یعنی اوّل ثانی کے لئے سبب ہو تو اس کی خبر پر فاء کا لانا درست ہے۔ اس لئے کہ مبتداء سبب ہونے کے لحاظ سے شرط کے مشابہ ہو جاتا ہے اور خبر مسبب ہونے کے لحاظ سے جزاء کے مشابہ ہو جاتی ہے تو جس طرح جزاء پر فاء کا لانا درست ہوتا ہے اس طرح خبر یہ بھی فاء کا داخل کرنا درست ہے۔ البتہ شرط کی طرح مبتداء سبب اصل نہیں اس لئے فاء کا داخل کرنا واجب نہ ہوگا بلکہ فاء کا داخل کرنا اور نہ داخل کرنا دونوں جائز ہے۔

قال الشارح وهو سببية الاول ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض شرط کے معنی کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اوّل ثانی کے لئے سبب ہو یعنی دو چیزوں کے درمیان ایسا تعلق ہو کہ اوّل ثانی کے لئے سبب ہو جیسا کہ ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود میں ہے۔

قوله او للحكم ۔ بیان تعمیم برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: آیت کریمہ ما بكم من نعمته فمن الله اوّل ثانی کے لئے سبب نہیں یعنی نعمتوں کو بندوں کے پاس ہونا یہ نعمتوں کے نزول من اللہ کے لئے سبب نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے اللہ تعالی کی طرف سے نعمتوں کا نازل ہونا بندوں کے پاس ہونے کا سبب ہے۔ لیکن اس معنی شرط کے نہ ہونے کے باوجود خبر پر فاء کیسے داخل ہوگئی۔

جواب: دیا کہ معنی شرط میں تعمیم ہے کہ اوّل کا ثانی کے لیے سبب ہونا عام ہے کہ اول ثانی وجود کا سبب ہو یا حکم بالثانی کا سبب ہو۔ اور آیت کریمہ میں اول حکم بالثانی کے لئے یقیناً سبب ہے یعنی نعمتوں کا بندوں کے پاس حصول اس بات کا سبب ہے کہ یہ حکم لگایا جائے کہ نعمتوں کا صدور اللہ کی طرف سے ہے۔

قوله فسببية المبتداء ۔ سے دخول فاء کی علت حقیقیہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء جب شرط کے معنی کو متضمن ہوگا تو شرط کے مشابہ ہو جائے گا جس طرح شرط سبب ہوتی ہے جزاء کے لئے ایسے مبتداء سبب ہوگا خبر کے لئے اور خبر مشابہ ہو جائے گا جزاء کے ساتھ کہ جس طرح جزاء سبب ہوتی جزاء کے لئے ایسے مبتداء سبب ہوگا خبر کے لئے اور خبر مشابہ ہو جائے گا جزاء کے ساتھ کہ جس طرح جزاء مسبب ہوگی تو اس مشابہت کی وجہ سے جس طرح شرط کے جزاء پر فاء داخل ہوتی اسی طرح خبر پر بھی فاء داخل ہونا صحیح ہوگا

یاد رکھیں کہ خبر پر فاء کے دخول کی علت حقیقۃ مشابہت ہے اور مشابہت کی علت تضمن ہے تو صاحب کافیہ نے شئی کی علت کی علت کوشئی کی علت بنادیا۔

قولہ فیصح عدم دخول ۔مولانا جامیؒ نے صحت کا معنی بیان ہے کہ صحت سے مراد امکان خاص ہے یعنی نہ دخول ضروری ہے اور نہ عدم دخول ضروری ہے۔

قولہ نظرا الی مجرد۔سوال مقدر کا جواب

سوال: مبتداء جو شرط کے معنی کو متضمن ہو۔وہ دو حال سے خالی نہیں شرط پر دلالت مقصود ہو گی یا مقصود نہیں ہو گی۔اگر ہو تو پھر خبر پر فاء کا دخول واجب ہو گا۔تو ہذا صاحب کافیہؒ نے بجائے یصح کے یجب کہنا چاہئے تھا اور اگر شرط کے معنی پر دلالت کا قصد نہ ہو تو پھر خبر پر فاء کا دخول ممتنع ہو گا۔لہذ الفظ یصح کسی طرح درست نہیں۔

جواب: اس کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء جو شرط کے معنی کو متضمن ہے اس میں تین مرتبے ہیں۔

(۱) معنی شرطیت پر دلالت اور عدم دلالت کے مقصود ہونے کا لحاظ نہ کیا جائے یعنی لا بشرط شئی کے مرتبے میں لحاظ کیا جائے۔

(۲) معنی شرطیت پر دلالت کے مقصود ہونے کے لحاظ کیا جائے یعنی بشرط شئی کے مرتبہ میں

(۳) معنی شرطیت پر عدم دلالت کا لحاظ کیا جائے یعنی بشرط لاشئی کے مرتبہ میں ہو۔پہلے مرتبے کے لحاظ سے فاء کا دخول اور عدم دخول دونوں صحیح ہیں اور متن پہلے مرتبے کے لحاظ سے حکم بیان کیا گیا۔البتہ دوسرے مرتبے کے اعتبار سے خبر پر فاء کا دخول واجب ہے اور تیسرے مرتبے کے لحاظ سے خبر پر فاء کا دخول ممتنع ہے۔

فائدہ: لم یجب دخولہ فیہ کے بعد بل یجب عدمہ کا اضافہ اس لئے کر دیا کہ لم یجب سے وجوب کی نفی ہوتی ہے جواز کی نفی نہیں ہوتی حالانکہ اس مرتبہ میں تو فاء کا دخول جائز بھی نہیں اس لئے بل یجب عدمہ کہا جس سے جواز کی نفی بھی ہو گئی۔

قال الماتن وذالک الاسم الموصول ہو صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء اسم موصول ہو جس کا صلہ جملہ فعلیہ یا جملہ ظرفیہ ہو۔اسی طرح مبتداء نکرہ موصوفہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ ہو یا ظرفیہ ہو تو متضمن معنی شرط کو ہوتے ہیں۔

قال الشارح المبتداء المتضمن ۔

مولانا جامیؒ نے ذالک کہ مشار الیہ بیان کیا ہے۔

قال الشارح اما الاسم ۔

لفظ اما کا اضافہ کر کے شارح نے سوال مقدر کا جواب دے دیا ہے۔

سوال: قاعدہ جب معطوف حرف اما کے ساتھ ہوتو معطوف علیہ پر حرف اما کا لانا واجب ہوتا ہے جیسے ھذا العدد اما زوج اما فرد اور اگر معطوف لفظ او کے ساتھ ہوتو معطوف علیہ پر اما کا داخل کرنا مستحسن ہوتا ہے تو صاحب کافیہ کو اما ذکر کرنا چاہئے تھا کیوں ذکر نہیں کیا۔

جواب: اتنی بات آپ کی تسلیم ہے کہ اما کا ہونا مستحسن ہے لیکن اما کا لفظ میں ذکر کرنا واجب نہیں کہ اما مقدر بھی ہوسکتا ہے یہاں بھی اما مقدر ہے۔

قوله ای الذی

سے مولانا جامیؒ نے اشارہ کردیا کہ الموصوف پر الف لام بمعنی الذی ہے۔

قوله جعلت صلته ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: بفعل او ظرف یہ جار مجرور متعلق کا تقاضا کرتا ہے اور الموصول اس کا متعلق نہیں بن سکتا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جب کسی کلمہ کو معنی لغوی سے معنی اصطلاحی کی طرف نقل کیا جائے تو اسم جامد کے حکم میں ہوجاتا ہے اور اسم جامد متعلق بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا جار مجرور کے متعلق کیا چیز ہے

جواب: کہ جار مجرور کا متعلق جعلت ہے جس کو الموصول کا لفظ متضمن ہے۔

قوله جملة فعلية او ظرفية ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: کہ اسم موصول کا صلہ تو ہمیشہ جملہ ہوتا ہے تنہا فعل یا تنہا ظرف واقع نہیں ہوسکتا۔

جواب: دیا کہ فعل سے مراد جملہ فعلیہ اور ظرف سے مراد جملہ ظرفیہ ہے۔یعنی صاحب کافیہ جزء کو ذکر کر کے کل مراد لیا ہے۔

قوله مؤولة بجملة فعلية ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: بصریین کے مذہب پر تو ظرف کا جملہ ہونا صحیح کیونکہ ان کے نزدیک ظرف کا متعلق فعل

مقدر ہوتا ہے لیکن کوفین کے نزدیک ظرف کا جملہ ہونا صحیح نہیں اس لئے کہ کوفین کے نزدیک ظرف کا متعلق اسم فاعل ہوتا ہے اور اسم فعل اپنے فاعل سے مل کر مفرد ہی رہتا ہے جملہ نہیں ہوتا۔

جواب: دیا کہ اس مقام میں سب کے نزدیک ظرف کا متعلق فعل ہی مقدر نکالا جائے گا اور فعل اپنی فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ بن جائے گا۔

قال الشارح انما اشترط ان تكون ۔سے مولانا جامیؒ صلہ کے لئے جملہ فعلیہ یا جملہ ظرفیہ ہونے کی جو شرط لگائی تھی اس کی علت کو بیان کیا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ شرط اس لئے لگائی ہے تاکہ مبتداء کی مشابہت شرط کے ساتھ کمال درجے کی ہو جائے کیونکہ شرط بھی ہمیشہ فعل ہی ہوا کرتی ہے۔

قوله وفی حكم الاسم ۔سے سوال مقدر کا جواب

سوال: آیت کریمہ قل ان الموت الذی تفرون میں خبر پر فاء داخل ہو رہی ہے حالانکہ مبتداء ان مذکورہ صورتوں میں سے نہیں۔

جواب: دیا کہ جب مبتداء ایسا اسم ہو جس کی صفت اسم موصول بالفعل ہو یا اسم موصول بالظرف ہو تو وہ بھی اسم موصول بالفعل اور اسم موصول بالظرف کے حکم میں ہوتا ہے اور آیت کریمہ میں الموت اگرچہ مبتداء اسم موصول نہیں لیکن ایسا اسم ہے جس کی صفت اسم موصول بالفعل لہذا خبر پر فاء داخل ہونا صحیح ہوا۔

قوله باحدهما ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: کہ جب ضمیر کے مرجع ایسے دو امر ہوں جن میں او حرف عطف کے ذریعے عطف کیا گیا ہو تو وہاں ضمیر کو مفرد لانا واجب ہوتا ہے اس لئے کہ واقع نفس الامر میں وہ ایک ہی امر مراد ہوتا ہے۔

جواب: یہاں مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ احد ہے

بعنوان دیگر: سوال کی یوں تقریر کی جاسکتی ہے کہ متن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نکرہ ایک ہی وقت میں دو امر کیساتھ موصوف ہوگا جو کہ واقع نفس الامر کے خلاف ہے۔واقع نفس الامر میں تو ایک کے ساتھ موصوف ہوگا یعنی یا تو ایسا اسم موصول کے ساتھ موصوف ہوگا جس کا صلہ جملہ فعلیہ ہوگا یا ایسا اسم موصول کے ساتھ موصوف ہوگا جس کا صلہ جملہ ظرفیہ ہوگا دونوں کے ساتھ بیک

وقت موصوف نہیں ہوسکتا۔

جواب: دیا کہ یہاں مضاف محذوف ہے لفظ احد تقدیر عبارت ہوگی بحدھما۔

قوله وفی حکمها الاسم ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: کل غلام رجل یا تینی فله درهم اور ایسے کل غلام رجل فی الدار فله درهم میں خبر پر فا داخل ہورہی ہے حالانکہ مبتداء ان مذکورہ صورتوں میں سے نہیں لہذا حصر صحیح نہ ہوا۔

جواب: جب مبتداء ایسا اسم ہو جو نکرہ موصوفہ بفعل یا نکرہ موصوفہ بظرف کی طرف مضاف ہو تو اس اسم کے لیے بھی نکرہ بفعل اور نکرہ بظرف کا حکم ہوتا ہے لہذا حصر باطل نہ ہوا

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مبتداء معنی شرط کو متضمن ہو کر شرط کیساتھ مشابہت رکھتا ہو۔جس کی وجہ سے خبر فاء دداخل کی جاتی ہے اس کی چند صورتیں ہیں۔

صورت اولی: جب مبتداء ایسا اسم موصول ہو کہ جس کا صلہ جمہ فعلیہ ہو تو ایسی مبتداء کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہوتا ہے مثال الذی یاتینی فله درهم اور دوسری مثال ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم۔

صورت ثانیہ: جب مبتداء ایسا اسم موصول ہو جس کا صلہ جملہ ظرفیہ ہو تو ایسے مبتداء کی خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہوتا ہے مثال الذی یاتینی فی الدار فله درهم اور دوسری مثال ما بکم من نعمة فمن الله۔

صورت ثالثہ: جب مبتداء ایسا اسم موصوف ہو جس کی صفت موصول بفعل ہو تو ایسے مبتداء کی خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہوتا ہے جیسے قل ان الموت الذی منه فانه ملاقیکم اور دوسری مثال و القواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا۔

صورت رابعہ: جب مبتداء ایسا اسم موصوف ہو جس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو تو ایسے مبتداء کے خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہوگا مثال لیبب تحت رعایتك فلایخیب۔

صورت خامسہ: جب مبتداء ایسا اسم نکرہ موصوفہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ ایسے مبتداء کے خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہوگا مثال کل رجل یا تینی فله درهم ۔دوسری مثال کل رجل یتقی الله فسعید۔

صورت سادسه : جب مبتداء ایسا نکرہ موصوف ہو جس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو تو ایسے مبتداء کی خبر پر بھی فاء کا دخول صحیح ہے جیسے کل رجل فی الدار فله درهم دوسری مثال کل رجل فی المسجد فله بر۔

صورت سابعہ : جب مبتداء ایسا اسم ہو جو ایسے نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ ہو تو اس کی خبر پر بھی فاء کا داخل کرنا صحیح ہے جیسے کل غلام رجل یاتینی فله درهم

صورت ثامنہ : جب مبتداء ایسا اسم ہو جو ایسے نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف ہو جس کی صفت جملہ ظرفیہ ہو تو اس کی خبر پر بھی فاء کا داخل کرنا صحیح ہے جیسے کل غلام رجل فی الدار فله درهم

سوال : صورت سابعہ اور صورت ثامنہ میں جو اسم مبتداء ہے وہ لفظ کل ہے وہ نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف نہیں اور جو نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف ہے وہ لفظ غلام ہے جو کہ مبتداء نہیں لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں۔

جواب : جو حکم مضاف الیہ کا ہوتا ہے وہی مضاف کا ہوتا ہے اور مضاف الیہ کا نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف ہونا گویا مضاف کا نکرہ موصوفہ کی طرف مضاف ہونا ہے۔ لہذا مثال ممثل لہ کے مابق ہوئی۔ مولانا جامیؒ نے صاحب کافیہؒ کی بیان کردہ امثلہ کے ممثل لہ کی تعیین کردی اور جن صورتوں کی مثال صاحب کافیہؒ نے بیان نہیں کی ان صورتوں کی مثالیں بھی بیان کردی۔

قال الماتن ﴿لیت ولعل مانعان بالاتفاق﴾

صاحب کافیہ دخول فاء کے مقامات بیان کرنے کے بعد یہاں سے دخول فاء کے موانع بیان کر رہے ہیں۔ جن میں سے بعض متفق علیہ ہیں اور بعض مختلف فیہ ہیں اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مبتداء جس کی خبر فاء کا داخل کرنا صحیح ہو اگر ایسے مبتداء پر لیت اور لعل داخل ہو جائیں تو خبر پر فاء کا داخل کرنا ناجائز اور ممتنع ہو جاتا ہے **وجہ مانعیت** اور علت امتناع یہ ہے کہ مبتداء خبر جملہ خبریہ ہوتا ہے اور شرط و جزاء بھی جملہ خبریہ اسوقت ان کی مشابہت ہوگی۔ لیکن جب لیت و لعل داخل ہو جائیں گے تو یہ جملہ انشائیہ بن جاتا ہے جس سے مشابہت ختم ہو جاتی ہے۔ اور جب مشابہت ہی نہیں رہے گی تو فاء کا دخول کیسے درست ہوگا۔ اس لئے لیت و لعل دخول فاء کے

لئے مانع ہیں۔

قال الشارح **من الحروف المشبه بالفعل** ۔سوال آتی کا اجمالی جواب بیان کر دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لیت ولعل کا مانع اتفاقی ہونا جمیع ماعدا کے اعتبار سے نہیں تا کہ یہ لازم آئے لیت اور لعل کے علاوہ بھی بعض مانع اتفاقی ہیں بلکہ لیت ولعل کے مانع اتفاقی ہونا حروف مشبہ بالفعل کے اعتبار سے ہے کہ حروف مشبہ بالفعل میں سے صرف لیت ولعل مانع عن دخول الفاء علی الخبر ہیں اتفاقاً۔

قال الشارح **اذا دخل علی المبتداء** ۔مولانا جامیؒ نے قید کو بیان کر دیا کہ لیت ولعل کا خبر پر فاء کے دخول سے مانع ہونا تب ہوتا ہے جب کہ لیت ولعل ایسے مبتداء پر داخل ہوں جس کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہو یاد رکھیں یہ قید بطور اقتضاء النص کے ثابت ہے اس لئے کہ لیت ولعل خبر پر فاء کا دخول سے مانع ہونا اس بات کے فرع ہے کہ لیت ولعل ایسے مبتداء پر داخل ہوں جس کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہو۔

قولہ **عن دخولہ علیہ** ۔صلہ کا بیان ہے۔

قولہ **لان صحت دخولہ** ۔سے وجہ مانعیت اور علت کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے مبتداء کے خبر پر فاء کا دخول کے صحیح ہونے کے لئے علت حقیقیہ مبتداء کے شرط کے ساتھ اور خبر کے جزاء کے ساتھ مشابہ تھی اور لیت ولعل کے وجہ سے یہ مشابہت زائل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ لیت ولعل کلام کو خبریت سے نکال کر انشائیت میں داخل کرتے ہیں حالانکہ شرط اور جزاء تو اخبار کے قبیل سے ہیں۔لھذا جب وہ علت حقیقیہ مشابہت زائل ہو گئی تو قاعدہ ہے کہ زوال علت مستلزم ہے حکم کے زوال کو لھذا حکم بھی دخول فاء والا زائل ہو جائے گا۔

فائدہ : ہم اس بات کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ شرط اور جزاء از قبل اخبار ہیں۔اس لئے کہ شرط پر کبھی حرف استفہام داخل ہو کر خبر کو انشاء کے معنی میں کرتا ہے لیکن اس کے باوجود جملہ شرطیہ باقی رہتا ہے۔اسکی شرطیت ختم نہیں ہو جاتی جیسے اور نیز بہت سارے مقام ایسے بھی ہیں جہاں جزاء امر اور نھی واقع ہو رہی ہے یعنی جزاء جملہ انشائیہ ہے جیسے ان کنتم جنبا فاطھروا۔اسی طرح اذا قمتم الیٰ الصوٰۃ فاغسلوا۔

جواب: ہم بھی آپ کی پیش کردہ مثال استفہام والی کو تسلیم نہیں کرتے اس لئے کہ اس میں شرط اور استفہام دونوں صدارت کے مقتضی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایک کی صدارت فوت ہوتی ہے لہذا یہ مثال غلط ہے۔ باقی رہا جزاء کا جملہ انشائیہ ہونا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم حکم لگا رہے ہیں شرط و جزاء کے مجموعہ پر۔ اس پر سوال ہوگا

سوال: کہ شرط و جزاء کا مجموعہ قضیہ کے مجموعہ تو منطقیوں کے نزدیک معتبر اور مراد ہوا کرتا ہے جب کہ نحوی حضرات تو صرف جزاء پر حکم لگاتے ہیں اور شرط کو قید مانتے ہیں تو ان کے لئے تو ضروری ہے کہ خبریت جزاء میں پائی جائے

جواب: یہ ہے کہ جزاء کو ہم جملہ خبریہ کے ساتھ مؤول کریں گے۔ جیسے ان زنیٰ زید فاضربه کے ہم یوں تاویل کریں گے ان زنیٰ زید فمقول فی حقه اضربه۔

فائدہ: لیت و لعل کے مانع ہونے میں بعض نحاۃ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ مبتداء پر فاء کا دخول تب درست ہے جب شرط کہ معنی کو متضمن ہو اور شرط کے لئے صدارت کلام ضروری ہے۔ جب لیت و لعل داخل ہونگے تو صدارت کلام فوت ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے مانع بن جاتے ہیں اور بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ شرط جزاء وجود کی قطعیت پر دلالت کرتے ہیں اور جب کہ لیت و لعل سے قطعیت ختم ہو جاتی ہے۔

قال الشارح و ذلک المنع ۔ سے مولانا جامیؒ بالاتفاق جار مجرور کے متعلق کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ جار مجرور متعلق ہے مانع کے۔ من النحاۃ سے اشارہ کر دیا کہ نحاۃ کا اتفاق مراد ہے

قال الشارح فلا یقال لیت ۔ تفریع کا بیان ہے۔ جب لیت و لعل مانع ہیں تو لیت الذی یاتینی فله درهم کہنا غلط ہے

قال الشارح و ان قیل ۔ سے مولانا جامیؒ سوال نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: ماتن کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر پر فاء کے دخول سے مانع اتفاقی ہونا فقط لیت و لعل میں ہے حالانکہ جس طرح لیت و لعل اتفاقاً مانع ہیں اسی طرح باب کان اور باب علمت بھی بالاتفاق مانع ہیں خبر پر فاء کے دخول سے۔ لہذا ماتن کا لیت اور لعل کے ساتھ مانع اتفاقی کو

خاص کرنا درست نہیں

جواب: لیت ولعل کی تخصیص جمیع ماعدا کے اعتبار سے نہیں بلکہ حروف مشبہ بالفعل کے اعتبار سے ہے۔ کہ حروف مشبہ بالفعل میں سے صرف لیت ولعل بالاتفاق مانع ہیں باقی حروف مشبہ بالفعل میں اختلاف ہے۔ اسی وجہ سے ان کے ساتھ مانع اتفاقی کی تخصیص کی ہے۔

قال الماتن ﴿والحق بعضھم اِنَّ بھا﴾

بعض نحویوں نے اِنَّ مکسورہ کو لیت ولعل کے ساتھ لاحق کیا ہے کہ اِنَّ مکسورہ بھی مانع ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اِنَّ تحقیق کے لئے آتا ہے جب کہ شرط اور جزاء امور مشکوکہ میں سے ہیں۔ اور چونکہ تحقیق اور شک میں مخالفت ہے اس لئے اِنَّ مکسورہ بھی مانع عن دخول الفاء ہوا۔

قال الشارح قیل ھو سیبویہ ۔

ملحق بہ کے مصداق کا بیان کہ اِنَّ مکسورہ کے الحاق کے قائل سیبویہ ہے۔

قال الشارح المکسورہ ۔ضبط اعراب کا بیان ہے اس لئے اَنَّ مفتوحہ کے الحاق کا قائل سیبویہ نہیں حالانکہ متن میں سیبویہ کا قول بیان کرنا مقصود ہے۔

قال الشارح والاصح ۔ سے مولانا جامیؒ محاکمہ کا بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اِنَّ مکسورہ کا خبر پر فاء کے دخول سے مانع ہونا عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

عقل کے خلاف اس لئے کہ کہ خبر پر فاء کا دخول مشابہت کی وجہ سے تھا اور اِنَّ مکسورہ کے دخول کے باوجود مشابہت حقیقی باقی رہتی ہے اور قاعدہ ہے کہ بقاء علت تقاضا کرتی ہے بقاء حکم کا لہذا اِنَّ مکسورہ کے داخل ہونے کے بعد بھی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہوگا۔ ورنہ تو لازم آئے علت پایا جانا بغیر حکم کے جو کہ باطل ہے۔

اور نقل کے خلاف اس لئے کہ آیت کریمہ ان الذین کفروا وما توا وھم کفار فلن یقبل توبتھم ۔ اِنَّ مکسورہ کی خبر پر فاء داخل ہے جس سے پتہ چلا کہ اِنَّ مکسورہ مانع عن دخول الفاء علی الخبر نہیں۔

فائدہ اس نقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِنَّ مکسورہ کی خبر پر فاء کے دخول سے مانع نہ ہونے کے لیے اس کو تائید بنایا گیا دلیل نہیں اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب: اس میں ایک احتمال تھا اس کی رعایت کی گئی ہے ہوسکتا ہے کہ خبر محذوف ہو فلن یقبل توبتھم خبر محذوف کے قائم مقام اور اس کی تفصیل ہو۔

قال الشارح **فان قیل قد الحق** ۔

مولانا جامیؒ سوال نقل کر کے قبل سے جواب دینا چاہتے ہیں۔

سوال: جس طرح اِنّ مکسورہ میں اختلاف تھا بعض الحاق کے قائل تھے اسی طرح اَنّ مفتوحہ اور لکنّ کے اندر بھی اختلاف تھا کہ بعض نحاۃ ان کو بھی لیت ولعل کے ساتھ لاحق کرتے ہیں تو اس الحاق کے اختلاف کو کیوں بیان نہیں کیا

جواب: انّ مفتوحہ اور لکن کے اندر عام نحاۃ کا قول ہے جس کے قول کی کوئی حیثیت نہیں اس لئے صاحب کافیہؒ ان قول کو نقل نہیں کیا۔ اور اِنّ مکسورہ میں امام نحو کا قول تھا اس لیے اسکو نقل کیا

قال الشارح **مع ان کلا القولین** ۔مولانا جامیؒ محاکمہ بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک اور کلام فصحاء نہ تو سیبویہ کے قول کے موافق ہے اور نہ ہی غیر سیبویہ کے قول کے موافق ہے۔ اسلیے کہ جس طرح اِنّ مکسورہ کی خبر پر فاء کا داخل ہونا آیت مذکورہ سے ثابت ہے اسی طرح اَنّ مفتوحہ کی خبر پر بھی فاء کا داخل ہونا آیت کریمہ ثابت ہے واعلموا انما غنمتم من شئی فاَن للہ خمسہ میں اور لکنّ کی خبر پر بھی فاء داخل ہے جیسے فو للہ ما فارقتکم قالیا لکم و لکنما یقضی فسوف یکون۔

فائدہ: مولانا جامیؒ کے اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک اور کلام فصحاء ان دونوں قولوں میں سے ہر ایک کے موافق اور مساعد نہیں۔ حالانکہ تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیبویہ کے قول کے مطابق تو قرآن موافق اور مساعد نہیں۔ لیکن غیر سیبویہ کے قول میں سے صرف اَنّ مفتوحہ کے مانع ہونے میں تو قرآن موافق نہیں لیکن لکنّ کے مانع ہونے میں صرف کلام فصحاء موافق نہیں لھذا تفصیل اجمال کی موافق نہ ہوئی۔

جواب: اس کلام کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا قول فصحاء اور قران موافق نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض کے قرآن موافق نہیں اور بعض کے کلام فصحاء موافق نہیں۔

قال الماتن ﴿وقد یحذف المبتداء لقیام قرینہ جوازا کقول لمستھل الھلال واللہ﴾

یہاں تک مبتداء اور خبر کے ایسے احکام کا بیان تھا جو ان کے مذکور ہونے کے متعلق تھے اب یہاں سے صاحب کافیہؒ حذف کے متعلق احکام بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ مبتداء اصل تھا پہلے اس کے احکام بیان کرتے ہیں۔ کہ جہاں قرینہ موجود ہو تو وہاں مبتداء کا حذف کرنا جائز ہے خواہ قرینہ لفظیہ ہو جیسے فاء کے جواب میں من عمل صالحاً فلنفسه بقرینہ شرط اور بعد القول ای قالو اساطیر الاولین بقرینہ مقولہ ہو مبتداء محذوف ہے۔ یا بقرینہ عقلیہ جیسے الهلال والله جس کے لئے هذا مبتداء محذوف ہے جس کیلئے قرینہ حال مستعمل ہے کہ وہ ایک چیز کو اشارہ سے متعین کرنا چاہتے ہے۔

قال الشارح لفظية او عقلية ۔قرینہ کی تعمیم کا بیان برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: کہ متن میں مبتداء کے حذف جوازی کے قرینہ میں حال مستعمل پیش کیا جس سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ قرینہ حالیہ کی وجہ سے مبتداء حذف ہوسکتا ہے لیکن قرینہ لفظیہ کی وجہ سے نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے قرینہ میں تعمیم کردی کہ خواہ قرینہ لفظیہ ہو یا قرینہ عقلیہ حالیہ ہو مبتداء کا کو حذف کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ جب قرینہ حالیہ جو قرینہ ضعیفہ ہے اس سے مبتداء کا حذف جائز ہے تو قرینہ لفظیہ جو قرینہ قویہ ہے اس سے بطریق اولیٰ جائز ہے۔

قال الشارح ای حذفا جائزا ترکیب کا بیان۔ جس کے بارے دو سوال وجواب ما قبل میں گذر چکے ہیں لا واجبا: سے اشارہ کردیا کہ جائزا کی قید احترازی ہے۔

قال الشارح وقد يجب حذفه ۔ سے مولانا جامیؒ نے ماتن پر اعتراض کیا ہے اور احسن اور لطیف انداز سے جواب کی طرف اشارہ بھی کردیا۔ تو صاحب کافیہ کو چاہئے تھا کہ جہاں مبتداء کے حذف جوازی کو بیان کیا ہے وہاں حذف وجوبی کو بھی بیان کرتے۔ اور مولانا جامیؒ نے مبتداء کی حذف وجوبی کی دو مثالیں بیان کی ہیں۔

پہلا مقام: جب نعت کو منعوت سے منقطع کرکے مرفوع پڑھا جائے تو وہاں مبتداء کو وجوبی طور پر حذف کیا جائے گا جیسے الحمد الله اهل الحمد اس میں اهل الحمد خبر ہے جس کے لئے هو ضمیر مبتداء وجوبی طور پر محذوف ہے۔ باقی رہی یہ بات اس مقام میں حذف وجوبی کی علت کیا ہے تو مولانا جامیؒ نے علتہ یہ بیان کی ہے۔ کہ جب نعت کو منعوت سے منقطع کرکے

مرفوع پڑھا جائے تو اس سے مقصود مدح یا ذم یا ترحم میں مبالغہ ہوتا ہے اور یہ مقصود تب حاصل ہو سکتا ہے جب مبتداء کو حذف کیا جائے کیونکہ حذف وجوبی سے اعراب ما لوف میں تغیر اور تبدل سامع کی توجہ زیادتی پر تنبیہ ہوگی یہ تنبیہ شدۃ اہتمام پر دال ہوگی۔ اور شدۃ اہتمام مدح یا ذم یا ترحم میں مبالغہ پر دال ہوگی اگر مبتداء کو لفظوں میں ذکر کیا جائے تو مقصود حاصل نہ ہوگا لہذا جب متکلم کا مقصود مبتداء کے حذف کرنے پر موقوف تھا تو مبتداء کو اس صورۃ مذکورہ میں حذف کرنا واجب ہوگا۔

دوسرا مقام: ان نحاۃ کے مذہب پر جو اس بات کے قائل ہیں کہ نعم اور بئس مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم مبتداء محذوف کی خبر ہوا کرتے ہیں تو ان کے نزدیک حذف وجوبی ہوگا۔

خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ صاحب کافیہ کو چاہئے تھا جسطرح حذف جوازی کو بیان کیا اس طرح حذف وجوبی کو بھی بیان کرتے۔ لیکن مولانا جامیؒ نے لفظ قد سے جواب کی طرف اشارہ کر دیا کہ چونکہ مواقع حذف وجوبی کے مقام قلیل تھے اور قاعدہ ہے کہ القلیل کالمعدوم اس لئے صاحب کافیہؒ نے حذف وجوبی کو بیان نہیں کیا۔

قال الشارح او المبتداء المحذوف ۔ ترکیب کا بیان کہ قول المستھل خبر ہے جس کے لئے مبتداء ھو جوازاً محذوف ہے جو کہ قد یحذف المبتداء سے سمجھا جاتا ہے۔

قولہ مثل المبتداء المحذوف ۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: صاحب کافیہؒ کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حذف جوازی مستھل کا قول الھلال و اللہ کی طرح ہے یعنی مستھل کا قول الھلال و اللہ مبتداء جوازاً محذوف ہے حالانکہ قول مستھل الھلال و اللہ محذوف ہی نہیں۔ اور یہ ہے بھی خبر۔ لھذا مثال ممثل کے مطابق نہ ہوئی۔

جواب: عبارت کافیہ میں تسامح ہے اصل عبارت یوں ہے مثل المبتداء المحذوف فی مقول المستھل یعنی کاف بمعنی مثل ہے اور کاف کا مجرور المبتداء المحذوف ہے۔ اور فی جار ہے اور قول بمعنی مقول کے ہے اب معنی یہ ہوگا۔ کہ مبتداء محذوف جوازی اس مبتداء محذوف کی مانند ہے جو کہ مستھل کے مقولہ میں ثابت ہے اور مستھل کا مقولہ الھلال و اللہ میں محذوف ہے اور یہ بلکل درست ہے۔ اور صاحب کافیہؒ نے فہم متعلمین پر اعتماد کرتے ہوئے بطور اختصار کاف حرف جار کے مجرور کو بھی حذف کر دیا۔ اور فی حرف جار کو بھی حذف کر دیا۔ جس

کی وجہ سے مراد کے سمجھنے میں دشواری پیدا ہوگئی۔

قوله المبصر للهلال ۔لفظ مستھل کے مرادی معنی کا بیان ہے لغوی معنی کا نہیں کیونکہ لغوی معنی تو بچہ کا ولادت کے وقت آواز کرنا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ معنی یہاں مراد نہیں ہو سکتا۔اور یہاں مستھل کا معنی ہے چاند کو دیکھنے والا۔اس لئے کہ مستھل کا لفظ الھلال سے مشتق ہے جس میں ابصار کے معنی کی تضمین کا لحاظ کیا گیا ہے۔

اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حقیقی معنی تو بچہ کا ولادت کے وقت کا آواز بلند کرنا ہے۔یہاں حقیقی معنی سے بعض معنی یعنی صرف آواز بلند کرنا مراد ہے اور جب لفظ کے حقیقی معنی سے بعض معنی مراد ہو تو اس کو اصطلاح میں حقیقت قاصرہ کہا جاتا ہے۔الرافع صوته عند الابصار سے اسی کی طرف اشارہ کیا۔

قوله ولیس من باب حذف الخبر ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ یہاں مبتداء محذوف ہے بلکہ یہاں خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔الھلال ھذا

جواب: حذف خبر کے باب سے بنانا غلط ہے۔اسلیے کہ اس میں متکلم کا مقصود فوت ہو جاتا ہے کیونکہ متکلم کا مقصود یہ ہے کہ ایک چیز کو اشارہ کے ذریعے متعین کر کے اس پر ھلالیت کا حکم لگانا ہے تا کہ چاند دیکھنے والے اس کی طرف متوجہ ہوں اور چاند دیکھ لیں۔کیونکہ اہل عرب جب محذوف کی تصریح کرتے ہیں تو مبتداء کی تصریح کرتے ہیں نہ کہ خبر کی

خلاصہ جواب: کہ مبتداء کو محذوف مانا جائے تو حکم بالھلالیت ہوگا۔اور اگر خبر کو محذوف مانا جائے تو حکم علی الھلال ہوگا اور یہاں چونکہ مقصود متکلم حکم بالھلالیت ہے تو اس لئے یہاں مبتداء کو محذوف مانا جا سکتا ہے خبر کو نہیں۔

قوله وانما اتی بالقسم ۔سوال مقدر کا جواب

سوال: مثال میں قسم کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ مثال قسم کے بغیر بھی تام تھی تو مصنفؒ قسم کو کیوں ذکر کیا یہ تو اختصار کے خلاف ہے مولا جامی نے دو جواب دیئے۔

جواب اول: جریا علی سے دیا اور دوسرا جواب ولئلا سے دیا۔پہلے جوب کا حاصل یہ ہے کہ عرب کی یہ عادت تھی کہ جب وہ جب چاند دیکھتے تو قسم کو بھی ساتھ ذکر کرتے ہیں تو صاحب کافیہؒ

نے بھی ساتھ ذکر کر دیا اور مولانا جامیؒ نے غالبا کی قید لگا کر عادت کا معنی بھی متعین کر دیا کیونکہ عادت کے دو معنی ہیں (۱) جس کا خلاف واقع میں بالکل نہ ہو (۲) جس کا خلاف واقع میں تو ہو لیکن نادر اور قلیل الوقوع ہو۔ مولانا جامیؒ نے غالباً لگا کر بتادیا کہ یہاں عدات کا دوسرا معنی مرد ہے باقی رہی یہ بات کہ یہ عادت کیوں ہے۔

جواب: جب کثیر تعداد میں لوگ چاند دیکھنے کے لئے متوجہ ہوں اور ان میں سے کسی کا چاند کو دیکھ لینا یہ مقام مقام انکار ہے۔ تو اس انکار کے رفع کرنے کے لیے قسم کو ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسرا جواب: کا حاصل یہ ہے کہ تاکہ مثال ممثل لہ میں نص ہو جائے اور غیر کا احتمال نہ رہے اور اگر قسم کو ذکر نہ کیا جاتا تو الھلال پر حالت وقف میں مرفوع ہونا متعین نہ ہوتا بلکہ اس بات کا بھی احتمال تھا کہ شاید الھلال منصوب ہو رائیت فعل محذوف کے مفعول بہ ہونے کی بناء پر۔ اور جب الھلال کے بعد اس کے ساتھ قسم کو ذکر کر دیا جاتا ہے۔ جس سے الھلال کا مرفوع ہونا متعین ہو جائے گا۔ اور جب اس کا مرفوع ہونا متعین ہو گیا تو اس کے مبتداء کا محذوف ہونا بھی متعین ہو گیا تو اس صورت میں مثال ممثل لہ میں نص ہو جائے گی۔

قال الشارح والخبر جوازمثل خرجت فاذا السبع ﴾

اب صاحب کافیہ خبر کے حذف کے لئے حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جہاں قرینہ موجود ہو تو وہاں خبر بھی جوازاً محذوف ہوتی ہے جیسے السبع مبتداء ہے جس کی خبر واقف محذوف ہے جس پر قرینہ اذا مفاجاتیہ ہے کیونکہ یہ جملہ پر داخل ہوتا ہے۔ یاد رکھیں بعض نے ایک اور ترکیب کی ہے کہ اذا ظرفیہ مکانیہ خبر ہے مبتداء کی۔ تو اس ترکیب پر یہ حکم مذکور کی مثال نہیں بنے گی۔

قال الشارح **قد یحذف** ۔ سے مولانا جامیؒ نے حاصل عطف کا بیان کر دیا کہ و الخبر کا عطف ہے مبتداء پر اور قاعدہ ہے جو عبارت معطوف علیہ کے ساتھ متعلق ہوتی ہے وہی معطوف کے ساتھ بھی متعلق ہوتی ہے۔

قال الشارح **ای حذفا جائزا** ۔ اس عبارت کی غرض کئی مرتبہ بیان کی جا چکی ہے۔

قال الشارح **لقیام قرینۃ** ۔

سے مولانا جامیؒ نے بتادیا کہ قرینہ کی شرط یہاں بھی ملحوظ ہے۔

قال الشارح **من غير اقامة شئ** ۔سے صحۃ تقابل کا بیان ہے کیونکہ کہ حذف وجوبی میں خبر کا قائم مقام کا ہونا ضرور ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حذف جوازی میں قائم مقام کا ہونا ضروری نہیں مثل الخبر المحذوف: صاحب کافیہؒ کے تسامح کا بیان۔صاحب کافیہؒ نے کل کو جزء کے قائم مقام کر دیا

قال الشارح **فان تقديره** ۔

انطباق المثال على الممثل له کا بیان برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ خرجت فاذالسبع کے قول میں خبر محذوف نہیں ہے بلکہ خبر مذکورہ ہے جو اذا ہے جیسا کہ بعض نے کہا کہ اذا ظرف مکان خبر مقدم ہے اور السبع مبتداء مؤخر ہے یا اذا ظرف زمان خبر مقدم ہے لیکن اس صورت میں مبتداء کی جانب مضاف محذوف ہوگا خواہ حصول ہو یا حضور۔اگر پہلی صورت مراد ہو یعنی اذا ظرف مکان ہو تو تقدیر عبارت یوں ہوگی ففي مكان خروجي وقوف السبع اگر اذا ظرف زمان ہو تو مضاف محذوف ہوگا تو تقدیر عبارت یوں ہوگی ففي زمان خروجي حصول السبع یا حضور السبع۔بہر تقدیر خبر مذکور ہے محذوف نہیں۔لہذا مثال ممثل لہ کی مطابق نہ ہوئی۔

جواب: خرجت فاذالسبع واقف کا ذکر اس طور پر ہے کہ اذا ظرف ہے خبر محذوف کے لئے تو لہذا مثال ممثل کے مطابق ہو جائے گی اور یہ تقدیر عبارت بلکل صحیح ہے اس لئے کہ عرب جب محذوف کی تصریح کرتے ہیں فاذ السبع واقف کہتے ہیں۔

قال الماتن ﴿ووجوبا فيما التزم في موضعه غيره﴾ کبھی خبر کو وجوبی طور پر حذف کیا جاتا ہے اور حذف وجوبی اس وقت ہوگا جب کسی چیز کو خبر کے قائم مقام کر دیا گیا ہو۔اس حذف وجوبی کی علۃ یہ ہے کہ اگر خبر کو بھی ذکر کر دیا جائے تو لازم آئے گا اصل اور قائم مقام کا اجتماع جو کہ باطل ہے۔حذف وجوبی کے چار مقامات صاحب کافیہؒ نے یہاں بیان کیے ہیں۔

و قد يحذف الخبر:۔حاصل عطف کا بیان کہ وجوبا کا عطف جوازا پر ہے۔

اى فى تركيب :سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ کلمہ ما کے مصداق کو بیان کیا ہے۔کہ اس کا مصداق ترکیب ہے خبر نہیں ورنہ جملہ کا عائد سے خالی ہونا لازم آئے گا

قولہ وذالک فی اربعۃ ابواب ۔سے مولانا جامیؒ کی غرضیں ہیں

(۱) صاحب کافیہؒ کے قول آتی کو تفصیل پر محمول کیا اور چونکہ تفصیل اجمال کا تقاضہ کرتا ہے تو اس عبارت میں اجمال کا بیان ہے۔ا

(۲) یہ بتانا ہے کہ صاحب کافیہؒ نے چار مثالوں سے چار قاعدوں کی طرف اشارکہ کیا۔اس لئے کہ صاحب کافیہؒ کا طریقہ بھی یہی ہے کہ مثالوں سے قواعد کلیہ کی طرف اشارہ کردیتے ہیں۔

(۳) اور تیسری غرض مولانا جامیؒ کی اس عبارت سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہ کہ یہ عبارت وجوبا فیما التزم سے قاعدہ کلیہ معلوم ہوتا ہے اور قاعدہ کلیہ کے افراد تو غیر متناہی غیر متعین ہوتے ہیں اس لئے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ اس قاعدہ کلیہ کے افراد بہت ہونگے البتہ صاحب کافیہؒ نے چار مقامات کو بطور مثال کے بیان کردیا

جواب: مولانا جامیؒ نے اس وہم کو رد کیا کہ اس قاعدہ کلیہ کے افرد چار ہی میں منحصر ہیں اور صاحب کافیہؒ نے چار مقامات کو بطور حصر کے بیان کیا ہے۔

﴿پہلا مقام حذف خبر﴾

قال الشارح اولھا المبتداء ۔صاحب کافیہؒ نے پہلی مثال لو لا زید لکان کذا سے جس قاعدہ کلیہ کی طرف سے اشارہ کیا اس کو مولانا جامی صراحتہً بیان کررہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ مبتداء جو لولا کے بعد واقع ہو اس کی خبر کو وجوبی طور پر حذف کیا جاتا ہے جیسے لو لا زید لکان کذا ۔زید مبتداء کی خبر موجود خبر وجوبی طور پر محذوف ہے تقدیر عبارت لو لا زید موجود لکان کذا۔ خبر کا حذف وجوبی اس لئے ہے کہ حذف وجوبی کے لئے دو شرطیں ہوتی ہیں (۱) خبر کے محذوف ہونے پر قرینہ ہو (۲) خبر کے قائم مقام موجود ہو اور یہاں پر دونوں شرطیں موجود ہیں۔خبر محذوف موجود پر قرینہ لفظ لو لا ہے جس کو مولانا جامیؒ لان لو لا للامتناع کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ لو لا شئی ثانی کے امتناع کے لیے موضوع ہے بسبب شئی کے اوّل کے موجود ہونے کے یعنی لو لا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شئی ثانی نہیں پائی گئی اس لئے کہ شئی اوّل پائی گئی ہے۔لہذا لو لا کی دلالت وجود پر ہوتی ہے۔ یہ لفظ لولا قرینہ ہوا اس بات پر کہ یہاں خبر موجود محذوف ہے اور پھر جواب لو لا کو خبر کے قائم

مقام کر دیا گیا۔ جب حذف کی دونوں شرطیں پائی گئیں تو خبر کا حذف کرنا واجب ہو گا ورنہ تو عوض اور معوض کا جمع ہونا لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں۔

فائدہ لو لا زید لکان کذا میں لولا کے جواب کو مبتداء کی خبر کیوں نہیں بنایا جا سکتا۔ اس صورت میں تو خبر کو حذف ماننے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

جواب: لولا کے جواب کو اگر خبر بنا دیا جائے تو جملہ خبریہ کا عائد سے خالی ہونا لازم آئے گا جو کہ ناجائز اور ممتنع ہے۔

قوله هذا اذا كان ۔ سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: ہم بات تسلیم ہی نہیں کرتے کہ لولا کے بعد خبر کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ لولا کے بعد خبر کو ذکر کرنا بھی جائز ہوتا ہے جیسے امام شافعی کے شعر میں خبر مذکور ہے

لو لا لشعر للعلماء یذری　　　لکنت الیوم اشعر من لبید

اس میں مبتداء کی خبر مذکور ہے۔ اگر حذف وجوبی ہوتا تو افصح الفصحاء ابلغ البلغاء کبھی بھی ذکر نہ فرماتے حالانکہ انہوں نے خبر کو ذکر کیا ہے۔

جواب: صاحب کافیہؒ کی غرض یہ ہے کہ لولا کے بعد خبر اس وقت حذف کرنا واجب ہوتا ہے جب وہ افعال عامہ سے ہوں یعنی وجود، حصول، ثبوت، کون، کے مادہ سے مشتق ہو۔ اور اگر خبر افعال خاصہ سے ہو تو پھر حذف کرنا واجب نہیں اور آپ کی پیش کردہ مثال میں خبر افعال خاصہ سے ہے۔

فائدہ: اس کی کیا وجہ ہے کہ اگر افعال خاصہ سے ہو تو اس سے حذف کرنا واجب نہیں ہوتا یعنی افعال عامۃ اور خاصۃ میں کیوں یہ فرق کیا جاتا ہے۔

جواب: افعال عامۃ ہونے کی صورت میں لفظ لولا خبر کے محذوف ہونے پر دلالت کرتا ہے لیکن افعال خاصۃ میں لفظ لولا دلالت نہیں کرتا۔ اس لئے اگر حذف کر دیا جائے تو بغیر قرینہ کے حذف لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

قوله على مذهب البصريين ۔ سوال مقدر کا جواب

سوال: نحاۃ میں سے کسائی کا مذہب یہ ہے کہ لولا کے بعد واقع ہونے والا اسم مرفوع ہوتا ہے

فعل مقدر کے فاعل ہونے کی وجہ سے۔ لھذا اس میں خبر محذوف ماننے کی ضرورت ہی نہیں یعنی ان کے مذہب کے مطابق یہ مبتداء خبر کے قبیل سے نہیں بلکہ فعل فاعل کے قبیل سے ہے اسی طرح فراء کا مذہب یہ ہے کہ لولا کے بعد واقع ہونے والا اسم خود لولا ہی کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے مبتداء ہونے کی وجہ سے نہیں اب سوال کا خلاصہ یہ ہوا کہ ان دونوں مذہبوں کے مطابق صاحب کافیہ کا یہ ضابطہ بیان کرنا صحیح نہ ہوا۔ کیونکہ کہ لولا کا مابعد مبتداء خبر کے قبیل سے نہیں ہے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا صاحب کافیہؒ نے فراء اور کسائی کے مذہب کے مطابق ضابطہ کو بیان نہیں یا بلکہ بصریین کے مذہب کے مطابق اس ضابطہ کو بیان کیا ہے۔

فائدہ: امام کسائی لولا کو لو شرطیہ اور لا نافیہ سے مرکب مانتے ہیں اور قاعدہ ہے جب کلمہ شرط فعل پر داخل ہوتا ہے اس لئے وہ اس کے بعد فعل کو محذوف مانتے ہیں اور فراء کے نزدیک لولا اسماء افعال میں سے ہے جو بمعنی وجد کے ہے اور یعنی عامل رافع ہے بعد والے اسم کیلئے۔

وقال الکسائی۔ سے آخر تک مولانا جامیؒ نے سوال مذکور کی صورت کی طرف اشارہ کیا۔

﴿دوسرا مقام حذف خبر﴾

قال الشارح وثانیھا۔ سے مولانا جامیؒ اس قاعدہ کلیہ صراحۃً بیان کر رہے ہیں۔ جس کی طرف صاحب کافیہ ضربی زیدا قائما مثال جزئی سے اشارہ کیا ہے۔ اس ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ مبتداء جو مصدر حقیقی یا تاویلی ہو جو منسوب ہو فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف اور اس منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو خواہ وہ حال سے فاعل ہو یا مفعول سے یا دونوں سے۔

اسی طرح ہر وہ مبتداء جو اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر حقیقی یا تاویلی کی طرف اور وہ مصدر حقیقی یا تاویلی فاعل یا مفعول یا دونوں کے طرف منسوب ہو اور اس منسوب الیہ کے بعد حال واقع ہو۔ تو اس ضابطہ کی کل دو جزئیں ہوئی۔

سوال: صاحب کافیہ نے تو مثال جزئی ضربی زیدا قائما مصدر حقیقی کو پیش کیا لیکن مولانا جامی نے تعیم کر دی ہے اس کی کیا وجہ ہے

جواب: چونکہ مصدر تاویلی اور اسم تفضیل مذکور کا بھی مصدر صریحی کا حکم تھا تو اسی لئے مولانا جامیؒ نے تعیم کر کے انکو داخل کر دیا

اب ضابطہ مذکورہ کے کل احتمالات عقلیہ بارہ بنتے ہیں۔

پہلی صورت :مبتداء مصدر حقیقی ہو اور مضاف ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے ذھابی راجلاً۔

دوسری صورت :مبتداء مصدر حقیقی ہو اور مضاف ہو مفعول کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے ضرب زید قائماً بشرطیکہ زید مفعول بہ ہو۔

تیسری صورت :مبتداء مصدر حقیقی ہو اور مضاف ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے مثال مذکور فی المتن ضربی زیداً قائما۔ اس میں قائما دونوں سے حال بنایا جائے تو اس کو تثنیہ لایا جا سکتا ہے قائمین

چوتھی صورت :مبتداء مصدر تاویلی ہو جو منسوب ہو فاعل کی طرف جیسے اَنْ ضربت قائمًا

پانچویں صورت :مبتداء مصدر تاویلی ہو منسوب ہو مفعول کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے ان ضرِبَ زیدٌ قائما

چھٹی صورت :مبتداء مصدر تاویلی منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے ان ضربت زیدًا قائما۔ یہ چھ صورتیں مبتداء مصدر کی تھیں۔

اور چھ صورتیں مبتداء اسم تفضیل کی ہیں اسی ترتیب سے۔

ساتویں صورت :مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر حقیقی کی طرف اور وہ مصدر حقیقی منسوب ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے اکثر الشرب قائماً

آٹھویں صورت: مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر حقیقی کی طرف اور وہ مصدر حقیقی منسوب ہو مفعول کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے اکثر ضرب زید قائما

ناویں صورت : مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر حقیقی کی طرف اور وہ مصدر حقیقی منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف جیسے اکثر شربی السویق ملتوتاً

دسویں صورت: مبتداء اسم تفضیل ہو جو مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور وہ مصدر تاویلی منسوب ہو فاعل کی طرف اور اس کے بعد حال واقع ہو جیسے اخطبُ ما یکون الامیر قائما۔

گیارھویں صورت :مبتداء اسم تفضیل مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور مصدر تاویلی

منسوب ہو مفعول کی طرف جیسے اکثر أن ضُرِبَ زیدٌ قائما

بارھویں صورت: مبتداء اسم تفضیل مضاف ہو مصدر تاویلی کی طرف اور مصدر تاویلی منسوب ہو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف جیسے اکثر ان ضربتُ زیدًا قائما۔

قال الشارح **مذهب البصريون** ۔سے مولانا جامیؒ مثال مذکور میں خبر مقدر اور کیفیت تقدیر عبارت میں نحاۃ کے مذاہب کی تفصیل بیان کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اکثر نحاۃ اس بات پر متفق ہیں کہ ضربی زیدا قائما میں خبر مقدر ہے۔لیکن اس بات میں اختلاف ہے خبر کیا مقدر ہے اور تقدیر عبارت کیا ہے اس عبارت میں مولانا جامیؒ نے بصریین کے مذہب کو بیان کیا ہے۔

﴿پہلا مذہب بصرین کا﴾: یہ ہے کہ ضربی زیدا قائما میں خبر حاصل مقدر ہے اور تقدیر عبارت کے ہے ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما۔

سوال: حاصل خبر کے مقدر ہونے پر کیا قرینہ ہے۔

جواب: چونکہ متکلم کا مقصود ضرب زید کے ساتھ خبر دینی ہے جو حالت قیام کے ساتھ مقید ہے اور یہ ضرب زید کے وجود اور حصول کے لئے فرع ہے۔لھذا مقصود متکلم سے حصول معلوم ہوا ہے۔

سوال: اس عبارت میں کان کے مقدر ہونے پر کیا قرینہ ہے۔

جواب: اگر کان کو مقدر نہ کیا جائے تو پھر قائما کے عامل میں دو احتمال ہیں (۱) مصدر عامل ہو (۲) خبر یعنی حاصل عامل ہو۔پہلے احتمال پر لازم آئے گا بعینہ کوفین کا مذہب ہے دوسرا احتمال پر لازم آئے گا کو حال اور ذو الحال کا عامل ایک نہ ہو حالانکہ حال اور ذوالحال میں اتحاد فی العامل ضروری ہوتا ہے اور کان کو مقدر ماننے کی صورۃ میں یہ خرابی لازم نہیں آتی۔اس لئے کہ کان کے اندر جو ضمیر مستتر اس حال ہے اور کان ہی ذوالحال اور حال قائما میں عامل ہوگا۔لہذا ثابت یہ ہوا ہ ضربی زیدا قائما کی تقدیر عبارت یہ ہوگی ضربی زیداً حاصل اذا کان قائما۔ اس میں حاصل خبر کو حذف کردیا گیا اور ظرف اذا کان کو اس کے قائم مقام کردیا گیا تو اب باقی عبارت یہ رہی ضربی زیدا اذ کان قائما۔

سوال: خبر کو حذف کرنا تو تکلف ہے

جواب: مولانا جامیؒ نے کما تحذف سے اس کا شاہد پیش کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حذف خبر تکلف نہیں جس طرح کہ ظرف کے متعلق کو حذف کرنا تکلف نہیں ہوتا پھر اذ کان ظرف کو بھی حذف کر دیا اور حال کو اس کا قائم مقام کر دیا۔ اس پر سوال ہوگا کہ

سوال حال کو بھی ظرف کا قائم مقام کرنا بھی تکلف ہے

جواب: مولانا جامیؒ نے لان فی الحال سے دونوں کے درمیان مناسبت بیان کر کے جواب دیا کہ دونوں میں مناسبت ہوتے ہوئے حال کو ظرف کے قائم مقام کرنے میں کوئی تکلف نہیں لہذا حال قائم مقام ظرف کے ہوا۔ اور ظرف قائم مقام خبر کے۔ تو حال قائم مقام خبر کے ہوا۔ جس کی وجہ سے خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔

قال الشارح قال الرضی هذا ما قیل فیه تکلفات کثیرة ۔

مولانا جامیؒ رضی کا اعتراض جو بصریین پر وارد ہوتا تھا اس کو نقل کر کے جواب دے رہے ہیں۔

رضی: کہتا ہے کہ بصریین کے اس قول پر بہت سارے تکلفات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے۔

پہلا تکلف: اس تقدیر عبارت میں کان تامه ماننا پڑتا ہے حالانکہ اصل کان کا ناقصہ ہونا ہے۔

دوسرا تکلف: اذا کا شرط سمیت محذوف ہونا ہے جو کہ اس مقام کے علاوہ کسی دوسری جگہ ثابت نہیں۔

تیسرا تکلف: حال کو ظرف کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔

جواب: پہلے تکلف کا جواب یہ ہے کہ اس جیسی عبارت میں کان کے بعد واقع ہونے والے اسم پر ہر مادہ میں نکرہ ہی مسموع ہے اگر اسم منصوب میں کان کی خبر ہونے کا احتمال ہوتا تو کسی نہ کسی مادہ میں معرفہ ہونا بھی مسموع ہوتا ہے حالانکہ مسموع نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ اسم منصوب حال ہی کی بناء پر منصوب ہے۔ نہ کہ کان کی خبر ہونے کی بناء پر۔ جب کان کی خبر نہ ہوئی تو کان تامة ہوا لهذا کان تامه بنانے میں تکلف نہ ہوا۔

دوسرے تکلف کا جواب یہ ہے کہ اذا کا حذف اس جملہ سمیت ہے جس کی طرف مضاف ہوتا ہے یہ تو کثرت سے شائع ذائع ہے بلکہ احاطہ شمار سے خارج ہے۔

تیسرے تکلف کا جواب یہ ہے کہ جب حال اور ظرف میں مناسبت نہ ہوتی پھر حال کو ظرف کے

قائم مقام کرنا ضرور تکلف ہوتا لیکن مناسبت کے ہوتے ہوئے ظرف کا حال کے قائم مقام ہونے میں کوئی تکلف نہیں۔ **﴿دوسرا مذہب رضی کا:﴾**

قال الشارح و الذی اظہر ۔سے دوسرا مذہب رضی کا نقل کر رہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ خبر مقدر یلابس ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ضربی زیداً یلابسه قائما یا یلابسنی قائما اور یلابسه میں (ہ) ضمیر ذوالحال کو حذف کر دیا۔اس پر سوال ہوگا کہ

سوال: آیا ذوالحال کا حذف جائز ہے

جواب: اس پر شاہد پیش کر دیا جیسے الذی ضربت قائما میں (ہ) ضمیر مفعول کو حذف کرنا جائز ہے تو یہاں بھی حذف جائز ہے۔اور اس کے بعد ضربی زیدا قائما رہ گیا تو یلابس خبر کو حذف کر دیا جو عامل ہے حال کا۔اس پر سوال ہوگا

سوال: کیا حال کے عامل کا حذف جائز ہے۔

جواب: رضی نے جواب دیا کما تقول سے شاہد پیش کر دیا جیسے راشد امھد یا کے عامل کا حذف جائز ہے اسی طرح یہاں پر بھی حال کے عامل کا حذف کرنا جائز ہے۔تو اس بناء پر تمام تکلفات بعیدہ کے ارتکاب کرنے سے راحت حاصل ہو جائے گی۔

محاکمه: حقیقت حال یہ ہے کہ اولاً تو یہ تکلف ہے ذوالحال (ہ) ضمیر مفعول کا حذف کرنا جس کے حذف پر قرینہ کوئی نہیں اور اس کو قیاس کرنا الذی ضربت قائما پر قیاس قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ الذی ضربت قائما میں ضربت صلہ ہے اور صلہ کے اندر عائد کا ہونا لازمی ہے تو یہ قرینہ ہے (ہ) ضمیر کے حذف پر بخلاف ضربی زید یلابسه قائما کہ یہاں ذوالحال ضمیر کے حذف پر کوئی قرینہ نہیں کہ یلابسه کے اندر ضمیر مستتر موجود ہے جو مبتداء کی طرف لوٹ جاتی ہے اور اسی طرح ثانیاً یہ تکلف کرنا پڑتا ہے۔کہ حال کے عامل کو حذف ماننا پڑتا ہے اور اس کو قیاس کرنا راشد امھد یا پر غلط ہے اس لئے کہ وہاں اس کے عامل کو حذف کرنا قرینہ حالیہ کی بناء پر ہے اور یہاں پر تو کسی قسم کا قرینہ نہیں نیز اصل عامل محذوف میں یہ کہ وہ افعال عامہ سے ہو۔اور جب کہ یلابس افعال خاصہ سے ہے ولنعم ما قیل کم من فساد واحد یکون اعظم من المفاسد۔ **﴿تیسرا مذہب کوفیین﴾**

قال الشارح وقال الكوفيين ۔سے تیسرا مذہب کوفیین کا نقل کیا جا رہا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ خبر مقدر تو حاصل ہی ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ضربی زیدا قائما حاصل مذہب کوفیین اور بصریین کی تقدیر عبارت میں چند طریقوں سے فرق ہے

پہلا فرق :بصریین کی تقدیر عبارت میں خبر حال سے مقدم ہے اور کوفیین کی تقدیر عبارت میں خبر حال سے مؤخر ہے

دوسرا فرق :بصریین کی تقدیر عبارت میں حال میں عامل کان مقدر ہے جب کہ کوفیین کے ہاں حال میں عامل مصدر ہے۔

تردید کوفیین مولانا جامیؒ نے و یلزم دو وجہوں سے مذہب کوفیین کو رد کر دیا ہے

وجہ اوّل کہ جب آپ کے ہاں خبر مقدر حال سے مقدم ہے اور حال خبر سے مؤخر ہے تو حال متممات مبتداء میں سے ہوا اور جو چیز متممات مبتداء میں سے ہو وہ قائم مقام خبر نہیں ہوسکتا تو لازم آیا خبر کا حذف ہونا بغیر قائم مقام کے حالانکہ خبر کا حذف وجوبی بغیر قائم مقام کے نہیں ہوسکتا

وجہ ثانی : اس تقدیر عبارت میں متکلم کو مقصود کا خلاف لازم آتا اس لئے کہ مثلاً ضربی زیداً قائما میں بصریین اور کوفیین دونوں کا اتفاق ہے کہ متکلم کا مقصود عموم ہے باقی رہی یہ بات کہ مقصود عموم پر کیا دلیل ہے۔اس پر دلیل اہل عرب کی استعمال ایک قاعدہ ہے کہ اسم جنس معرف باللام یا بالاضافۃ جب استعمال کیا جائے اور بعض کے ساتھ تخصیص کا کوئی قرینہ نہ پایا جائے تو اس وقت استغراق جنس یعنی عموم کے لیے مفید ہوتا ہے تا کہ ترجیح بلا مرجح نہ لازم آئے اور ہر ایک پر یکساں طور پر صادق آئے لہذا ثابت ہوا کہ مقصود متکلم اس سے عموم ہے اور یہ عموم تب حاصل ہوسکتا ہے جب کہ حال متممات مبتداء میں سے نہ ہو اور حال متممات مبتداء میں سے اس وقت نہیں ہوگا جب خبر حال سے مقدم ہو اور اے نحاۃ کوفیین آپ کی بیان کردہ تقدیر عبارت میں خبر حال سے مؤخر ہے تو لہذا آپ کی بیان کردہ تقدیر عبارت مفوت ہے عموم کے لیے اس لیے غلط ہے۔

قال الشارح ومذہب الاخفش ۔**﴿چوتھا مزہب اخفش﴾** کا بیان۔کہ اخفش کا مذہب یہ ہے کہ یہاں خبر مقدر وہ مصدر ہے جو ذوالحال کی طرف مضاف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ضربی زیداً ضربہ قائما۔لیکن اخفش کے مذہب میں مصدر کا حذف مع بقاء بعض معمولات

لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں کیونکہ مصدر بمع معمولات موصول بمع صلہ کے حکم میں ہوتا ہے اور حذف موصول مع بقاء بعض الصلۃ جائز نہیں۔ **﴿ پانچواں مذہب ابن درستویہ ﴾**

قال الشارح **و ذهب بعضهم** ۔ سے پانچواں مذہب ابن درستویہ اور ابن پاشا کا نقل کیا جا رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضربی زید قائماً جیسے ضربی ایسا مبتداء ہے جو خبر کا تقاضہ ہی نہیں کرتا اس لئے کہ یہ مبتداء فعل کے معنی میں ہے تقدیر عبارت ما اضرب زیدا الاقائما لیکن یہ بھی اعتراض اور خدشہ سے خالی نہیں اس سے لازم آتا ہے کہ مبتداء کا حصر دو قسموں میں نہ رہے ۔حالانکہ مبتداء کا دو قسموں میں حصر ہے۔ جو ماقبل میں بیان ہو چکی ہیں۔

﴿تیسرا مقام حذف خبر﴾

قال الشارح **و ثالثها** ۔ سے اس قاعدہ کلیہ کو مولانا جامی صراحۃً بیان کر رہے ہیں جس کی طرف صاحب کافیہؒ نے کل رجل وضیعته سے اشارہ کیا۔ جس کا حاصل ہر وہ مبتداء جس کے بعد ایسا اسم مرفوع ہو جس کا عطف ہو واو بمعنی مع کے ذریعے تا کہ دونوں کے مقارنت کی خبر دینا درست ہو جائے جیسے کل رجل وضیعته کہ ہر آدمی اپنے پیشے کے ساتھ لگا ہوا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ہر آدمی اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔

قال الشارح **و ذالک** ۔

سے مولانا جامیؒ نے اشارہ کر دیا کہ یہ مثال اس قاعدہ کلیہ کے افراد میں سے ایک فرد ہے۔

قال الشارح **ای کل رجل مقرون** ۔خبر مقدر کا بیان ہے۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ معطوف کی خبر علیحدہ مقدر ہے اور مبتداء کی خبر علیحدہ معطوف سے پہلے مقدر ہے کیوں کہ اگر مبتداء کی خبر معطوف کے بعد مقدر ہو تو اس صورت میں خبر کا بغیر قائم مقام کے حذف وجوبی لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں لہذا خبر کو معطوف سے پہلے مقدر مانا جائے گا تا کہ خبر کو حذف کر کے معطوف اسکے قائم مقام کیا جا سکے۔ اس پر سوال ہوگا

سوال : کہ اس تقدیر عبارت میں ٹھیک ہے معطوف علیہ کی خبر کو مقدم ماننے سے معطوف اسکے قائم مقام ہو جائے گا لیکن معطوف کی خبر کا حذف بغیر قائم مقام کے لازم آئے گا۔ کیونکہ معطوف کی خبر علیحدہ محذوف مانی جا رہی ہے

جواب: اس کو محمول کیا گیا ہے معطوف علیہ کی خبر کے حذف وجوبی پر اور قاعدہ ہے کہ معطوف میں جو جائز ہوتا ہے وہ غیر معطوف میں جائز نہیں ہوتا۔

﴿چوتھا مقام حذف خبر﴾

قال الشارح ورابعها ۔سے مولانا جامی اس قاعدہ کلیہ کو صراحۃً بیان کررہے ہیں جس کو صاحب کافیہؒ نے ولعمرك لا فعلن كذا سے اشارہ کیا ہے۔ کا حاصل یہ کہ ہر وہ مبتداء جس کی مقسم بہ ہونا متعین ہو اور اس کی خبر لفظ قسم ہو تو ایسے مبتداء کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے ولعمرك لا فعلن كذا اس کی اصل ولعمرك قسمي لا فعلن كذا مبتداء اس خبر حذف وجوبی ہے جس پر قرینہ لام قسم ہے جو قسم پر دلالت کرتا ہے اور قائم مقام خبر جواب قسم ہے

بقائك:۔ یہ لعمرك کے معنی کا بیان ہے اور قسمي خبر مقدر کا بیان ہے۔

قال الشارح ما اقسم به ۔

اس میں خبر کا مبتداء پر حمل کرنے کے لئے تاویل کا بیان ہے برائے دفع دخل مقدر

سوال: کہ قسمي کا حمل لعمرك پر درست نہیں مبتداء پر کیونکہ دونوں میں مغایرۃ ہے عمرو بالفتح قسم نہیں اور قسم عمرو بالفتح نہیں حالانکہ حمل کے لئے ضروری ہے اتحاد فی الخارج اور تغایر فی الذہن۔ بعنوان دیگر بقاء مخاطب کی صفت ہے اور قسم متکلم کی۔

جواب: کہ قسمي اس جگہ ما اقسم به کے معنی میں ہے۔ اس میں ما موصولہ یا موصوفہ ہے اب معنی ہوگا لعمرك ما اقسم به لا فعلن كذا تیری زندگی ایسی ہے کہ میں اس کو قسم کھا کر کہتا ہوں ایسا ضرور بالضرور کروں گا لہذا حمل صحیح ہوگیا۔

قوله فلا شك ۔سے انطباق المثال على الممثل له کا بیان ہے کہ یہاں پر قسمي خبر محذوف ہے جس پر قرینہ لعمرك ہے اس لئے کہ جب ایسی شئی کو ذکر کیا جائے جس کی قسم کھائی جارہی ہے تو وہاں قسم بھی ضرر ہوتی ہے اور چونکہ اس خبر کے قائم مقام جواب قسم کو کر دیا گیا ہے تو یہ حذف وجوبی ہوگیا۔

قال الشارح والعمرو والعُمر ۔سے مقسم بہ کی تعیین کا بیان ہے کہ اگرچہ عَمرو بالفتح اور عُمر بالضم دونوں کا معنی ایک ہے لیکن مقسم بہ فقط عمرو بالفتح ہوتا ہے کیونکہ قسم کثیر الاستعمال

ہوتی ہے اور کثیر الاستعمال خفت کا تقاضا کرتا ہے اور خفت فتحہ میں ہے نہ ضمہ میں اس لئے مقام قسم میں عمرو بالفتح ہوگا نہ بالضمہ۔

قال الشارح ﴿ان وا اخواتها هو المسند بعد دخولها﴾

صاحب کافیہ مرفوعات کی پانچویں قسم حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو بیان کررہے ہیں۔

قال الشارح **ای من المرفوعات** ۔سے مولانا جامی اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں۔کہ

خبر اِنّ کلسماں پر بیان مبتداء کی خبر ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مرفوعات کی ایک مستقل قسم اور مستقل نوع ہونے کی حیثیت سے ہے اور یہ تنبیہ متن سے اشارۃً سمجھی جاتی ہے

خبر انّ و اخواتها کی عبارت سے اس لئے کہ یہاں خبر کو انّ کی طرف مضاف کیا گیا اور یہ اضافت الاثر المؤثر قبیل سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ خبر انّ کا اثر اور معمول ہے۔

مولانا جامیؒ نے اس تنبیہ کو جو متن سے سمجھی جارہی تھی اس کو صراحۃً بیان کردیا۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے منها خبر ان واخواتها کیوں نہیں کہا۔

جواب: اس لئے کہ دونوں مذہبوں کی رعایت ہوجائے اگر منها کہدیتے تو مذہب بصریین پر نص ہوجاتی کہ خبران کا معمول ہوتی ہے۔مبتداء کی خبر نہیں جیسا کہ کوفین کا مذہب ہے

بعنوان دیگر منها اس لئے نہیں لائے کہ یہ اصل میں مبتداء ہی کی خبر ہے۔

قال الشارح **واشباهها** ۔سے اخوات کے معنی کا بیان ہے۔اس لئے جب یہاں اخوات کا حقیقی معنی مراد لینا جائز نہیں تو مجازی معنی مراد ہے اور یہ ذکر الازم ارادة الملزوم کے قبیل سے ہے لان الاخت بالاخت مشابهة۔

قوله **من الحرف الخمسة** ۔دفع وہم۔وہم یہ ہوتا تھا کہ اخوات تو غیر معلوم ہیں تو عنوان میں جہالت لازم آئی

جواب: اخوات معلوم اور معروف ہیں وہ باقی پانچ حروف ہیں

وهو مرفوع: تنبیہ کا اعادہ اس لئے کیا تا کہ اس پر اصح مذہب ہونے کا حکم لگایا جائے اور دلیل کے ذریعے اس کا اثبات کیا جائے۔

قال الشارح **ای خبر ان وا خواتھا** ۔

مرجع کا بیان۔ الی شئ آخر صلہ کا بیان۔

قال الشارح **بعد دخول احد** ۔دفع دخل مقدر

سوال: یہ تعریف تو کسی خبر پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ کوئی ایسی خبر نہیں جس پر تمام حروف مشبہ بالفعل داخل ہوں

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ یہاں لفظ احد مضاف محذوف ہے۔

قال الشارح **ای المسند** ۔فوائد وقیود کا بیان کہ المسند بمنزل جنس کے ہے جو کہ مبتداء کی خبر اور کان اور لانفی جنس کی خبر کو شامل ہے اور بعد دخول ھذا الحروف یہ فصل ہے اس تمام خبریں خارج ہوگئیں۔

قال الشارح **والمراد بدخول ھذہ** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ تعریف مذکور دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ ان زید ایقوم ابوہ میں یقوم پر صادق آتی ہے کہ یقوم انّ کے دخول کے بعد مسند ہے حالانکہ یقوم اِنّ کی خبر نہیں بلکہ خبر تو پورا جملہ یقوم ابوہ ہے لہذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی۔

جواب: ہم قطعاً اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ان زید ایقوم ابوہ کی ترکیب میں یہ تعریف یقوم پر صادق آتی ہے۔اس لئے کہ اسم وخبر پر اِنّ کے دخول کے معنی یہ ہیں کہ اِنّ کا اثر لفظی اور معنوی ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ یقوم میں اِنّ کا اثر لفظی اور معنوی یعنی رفع محلی اور تاکید صرف یقوم میں نہیں بلکہ پورے جملہ یقوم ابوہ میں ہے تو اِنّ کا دخول صرف یقوم پر نہیں بلکہ پورے جملے پر ہے لھذا اِنّ کی خبر پورا جملہ ہے اور پورے جملہ کا خبر ہونا یقیناً صحیح ہے۔

قولہ **فلا یحتاج** ۔سے اس سوال مذکور کا جو فاضل ھندی نے جواب دیا ہے۔مولانا جامی اسے نقل کر کے اسکو رد کر رہے ہیں۔فاضل ھندی نے یہ جواب دیا کہ باب اِنّ کی خبر کی تعریف میں المسند کا صلہ الی اسماء ھذا الحروف مقدر ہے اور اب حاصل معنی یہ ہوگا باب اِنّ کی خبر وہ چیز ہوتی ہے جو بــــاب اِنّ کے اسموں کی طرف مسند ومنسوب ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان

زید یقوم ابوہ کی ترکیب میں یقوم تو ابوہ کی طرف مسند ہے اجو اِنّ کا اسم نہیں بلکہ ان کا اسم تو زید ہے اور لہذا زید کی طرف یقوم کا اسناد نہیں تو اس پر یہ تعریف کیسے صادق آتی ہے۔

قال الشارح یلزم منه ۔سے فاضل ھندی کے جواب کو رد کردیا ہے کہ اس جواب مذکور کی بناء پر باقی تمام خبریں المسند ہی سے خارج ہو جاتی ہیں لہذا اس کے بعد بعد دخول ھذا الحروف کی قید کا کوئی فائدہ نہیں رہے گا اور مولانا جامیؒ کا ہ عبارت میں اذ تعلیلیہ ہے ۔ترجمہ یہ ہوگا۔

اس لئے کہ اس کے جواب سے ماتن کے قول بعد دخول کا مستدرک ہونا لازم آتا ہے۔

قال الشارح ولا السی ان یجاب ۔سے مولانا جامیؒ نے اس جواب کو نقل کیا ہے جو صاحب غایۃ التحقیق نے دیا ہے۔صاحب غایۃ التحقیق کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ باب اِنّ کی تعریف میں المسند سے مراد اسم مسند ہے اور ترکیب مذکور میں یقوم فعل مسند ہے لہذا یہ تعریف یقوم پر صادق نہیں آئے گی ۔مولانا جامیؒ نے فیحتاج الی التاویل سے۔اس جواب کو رد کر دیا کہ اگر المسند سے مراد اسم مسند ہو تو جہاں پر بھی باب اِنّ کی خبر فعل واقع ہو رہی ہوگی اس کو اسم کی تاویل میں کرنا پڑے گا۔حالانکہ باب اِنّ کی خبر جملہ من حیث ھی ھی بغیر مؤول بالاسم کے واقع ہوتی ہے۔

قال الشارح مثل قائم تسامح کا بیان جو مصنف کی عبارت میں ہے۔

قال الشارح ای حکمه سے لفظ امر کے معنی کا بیان ہے۔اس کا لغوی معنی کار فرمودن مراد نہیں بلکہ عرفی معنی حکم مراد ہے

قال الشارح فی اقسامه و احکامه و شرائطه ۔وجہ شبہ کا بیان۔جس کا حاصل یہ ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر والا ہے۔جیسے اس کے اقسام مفرد ہونا۔جملہ ہونا اور معرفہ ہونا ۔نکرہ ہونا اسی طرح اس کے اقسام بھی۔اور جس طرح اس احکام ہیں۔کہ وہ کبھی واحد ہوتی ہے کبھی متعدد اور کبھی ثابت ہوتی ہے کبھی محذوف ایسے اس کے احکام ہیں اور جسطرح اس کے شرائط ہیں۔کہ اگر جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہے اور عائد حذف بھی ہو جاتا ہے جب کہ قرینہ موجود ہو۔اسی طرح اس کے بھی شرائط ہیں۔

قوله و المراد ان امره ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: ہم اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اقسام خبر میں باب اِنَّ کی خبر کا حکم مبتداء کی خبر کی طرح ہے۔ کیونکہ مبتداء کی خبر اقسام میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ خبر معنی استفہام کو متضمن ہو جیسے این زید میں این اور من ابوک میں من غیر سیبویہ کے مذہب کے مطابق خبر ہے حالانکہ باب اِنَّ کی خبر اس قسم کی واقع نہیں ہوسکتی چنانچہ اِنَّ این زید کہنا غلط ہے۔

جواب: جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حکم وجود شرائط اور انتفاء موانع کے ساتھ مشروط ہے اور این اور من مبتداء کی خبر بننے میں تو میں کوئی مانع نہیں لیکن باب اِنَّ کی خبر بننے سے مانع موجود ہے کہ یہ صدارت کلام کا تقاضہ کرتے ہے اگر انکو باب اِنَّ کی خبر بنایا جائے تو انکی صدارت فوت ہو جاتی ہے اسی وجہ سے یہ اِنَّ کی خبر نہیں بن سکتی۔

قال الشارح اى ليس امره كامر خبر المبتداء ۔ یہ حاصل استثناء کا بیان۔

قال الشارح فاذ لايجوز ۔ سے علۃ استثناء کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ باب اِنَّ کی خبر اقسام میں اور احکام میں اور شرائط میں مبتداء کی خبر کی طرح ہے مگر تقدیم میں یعنی خبر مبتداء تو مبتداء پر مقدم ہوسکتی ہے یہ لیکن باب اِن کی خبر اس کے اسم پر مقدم نہیں ہوسکتی۔

قال الشارح وذالك لان هذا ۔ سے عدم جواز کی علۃ کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ حروف مشبہ بالفعل عمل کرنے میں فعل کی فرع ہے تو ان کا عمل بھی فرعی ہونا چاہئے۔ اور عمل اصلی یہ ہوتا ہے کہ مرفوع پہلے ہو اور منصوب بعد میں جیسے فعل متعدی کا عمل ہوتا ہے۔ اور عمل فرعی یہ ہوتا ہے کہ منصوب پہلے ہو اور مرفوع بعد میں۔ لہذا چونکہ ان کا عمل فرعی ہے اس لئے ان کو معمولوں میں تقدیم اور تاخیر کا تصرف نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اگر تصرف کرلیا جائے کہ مرفوع کو مقدم اور منصوب کو مؤخر کردیا جائے تو اصلی اور عمل فرعی میں فرق ختم ہو جائیگا۔

قال الشارح الا ان يكون الخبر ظرفا اى ليس امره كامر الخبر المبتداء ۔ مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ استثناء ثانی پہلے استثناء سے حاصل ہے۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خبر ظرف ہو تو جس طرح مبتداء کی خبر مبتداء پر مقدم ہوسکتی ہے اسی طرح باب اِن کی خبر بھی اسم پر مقدم ہوسکتی ہے۔ اگر اس کا اسم معرفہ ہوگا تو تقدیم جائز ہوگی جیسے ان

الینا ایابھم اور جب اسم نکرہ ہوگا تو تقدیم واجب ہوگی جیسے ان من الیان لسحرا اور خبر مثلہ کا بھی یہی حکم تھا کہ مبتداء معرفہ تو تقدیم خبر جائز اور اگر نکرہ ہو تو تقدیم واجب ہوگی۔

قال الماتن ﴿خبر لا التی لنفی الجنس﴾

صاحب کافیہ مرفوعات کا چھٹا قسم لا نفی جنس کی خبر بیان کر رہے ہیں۔

تعریف: خبر لا نفی جنس وہ اسم ہے جو اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔

قولہ الکائنۃ ۔مولانا جامی نے ترکیب کو بیان کیا ہے۔کہ لنفی الجنس یہ الکائنہ مقدر کے متعلق ہے۔اور الکائنہ ظرف مستقر سے مل کر التی کا صلہ ہے اس پر سوال ہوگا کہ

سوال: الکائنۃ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ نہیں ہوتا۔حالانکہ صلہ کے لئے جملہ کا ہونا ضروری ہے۔آپنے الکائنۃ کو صلہ کیسے قرار دیا

جواب: مولانا جامیؒ کی عبارت الکائنۃ سے پہلے ھی مبتداء مقدر ہے اور الکائنۃ اس کی خبر ہے مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ بن کر یہ صلہ بنے گا۔

قولہ ای لنفی صفۃ ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: لا غلام رجل ظریف فیھا اور لا رجل قائم میں تو جنس کے نفی نہیں ہوئی بلکہ جنس کی صفت اور حکم کی نفی ہو رہی ہے تو لا نفی جنس کہنا کیسے صحیح ہوگا۔

جواب: یہاں مضاف لفظ صفت محذوف ہے۔

سوال: لا رجل موجود میں تو جنس کی نفی ہے یعنی وجود کی نفی ہو رہی ہے۔

جواب: ہم قطعا تسلیم نہیں کرتے کہ لا رجل موجود میں صفت کی نفی نہیں ہو رہی ہے۔ بلکہ صفت کی نفی نہیں ہو رہی ہے۔اس لیے کہ وجود بھی صفات میں سے ایک صفت ہے۔

قال الشارح اذ لا رجل قائم ۔میں لفظ اذ مقدر کے متعلق ہے۔تقدیر عبارت یہ ہوگی ان نما قدرنا الصفۃ اذ لا رجل قائم۔ الی شئی اخر۔صلہ کا بیان ہے

قال الشارح ھذا شامل ۔فوائد قیود کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ المسند جنس ہے یہ مبتداء کی خبر اور باب کان وغیرہ کی خبر کو شامل ہے۔ای بعد دخول لا۔مرجع کا بیان ہے

خرج بہ: فوائد قیود کا بیان کہ بعد دخولھا فصل ہے جس سے تمام اخبار نکل جائیں گی سوائے لا

نفی جنس کی خبر کے۔ المراد بدخولها سوال مقدر کا جواب ہے۔ جو کہ ماقبل میں گذر چکا ہے۔

قال الشارح **وانما عدل عن المثال** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے مثال مشہور لا رجل فی الدار سے عدول کیوں کیا ہے۔ اور عدول عن المشہور خطا ہوا کرتا ہے۔

جواب: مثال مشہور ممثل لہ میں نص نہیں تھی۔ بلکہ اس میں ایک اور ترکیب کا احتمال تھا کہ فی الدار صفت ہو رجل کی اور اسکی خبر محذوف ہو۔ حالانکہ مثال ایسی ہونی چاہئے جو ممثل لہ میں نص ہو۔ اور صاحب کافیہؒ نے جو مثال پیش کی ہے لا غلام رجل ظریف فیھا یہ ممثل لہ میں نص ہے اس میں کسی اور ترکیب کا احتمال نہیں ہے۔

سوال: آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ظریفٌ لانفی جنس کے اسم غلامَ رجلٍ کے لئے صفت نہیں بن سکتی۔ ہوسکتا یہ صفت ہو خبر نہ ہو۔ لهذا وہی خرابی اس میں بھی موجود ہے۔

جواب: جواب یہ ہے کہ ظریفٌ اگر غلامَ رجلٍ کی صفت ہوتی تو منصوب ہوتی کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ معرب منصوب کا تابع لفظ کا تابع ہوتا ہے حالانکہ ظریفٌ مرفوع ہے۔ تو ظریفٌ کا مرفوع ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ یہ غلامَ رجلٍ کی صفت نہیں بلکہ خبر ہے۔

سوال: یہ ہوسکتا ہے کہ ظریفٌ یہ صفت ہو غلامَ رجل کی لیکن غلامَ رجل کے محل پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھا گیا ہو۔ اس احتمال سے تو صاحب کافیہؒ کی مثال بھی ممثل لہ میں نص نہیں رہتی۔

جواب: مولانا جامیؒ نے و الظاھر سے جواب دیا کہ یہ احتمال غیر ظاہر ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

قال الشارح **ای فی الدار** ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ وہ الدار ہے

سوال: مرجع ماقبل میں مذکور نہیں لهذا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا۔

جواب: مرجع مثال میں حکما مذکور ہے کیونکہ یہ کلام سوال مذکور حقیقۃً یا حکما کے جواب میں واقع ہوئی ہے گویا کہ سائل نے یہ سوال کیا ھل من غلام الرجل ظریف فی الدار جواب دیا گیا غلام رجل ظریف فیھا۔

قال الشارح **خبر بعد خبرا** ۔ فیھا کی ترکیب کا بیان ہے۔ جس میں احتمالات عقلیہ تین ہیں ایک صحیح ہے اور دو غیر صحیح ہیں۔ (۱) یہ ظرف خبر ثانی ہے (۲) یہ ظرف حال ہو ظریف کی ضمیر سے (۳) یہ ظرف ہو ظریف کے لیے۔ پہلا احتمال صحیح ہے باقی دونوں غیر صحیح ہیں۔

قولہ **وانما اتی بہ** ۔ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: یہ ہوتا ہے تمثیل میں فیھا خبر دوم کو ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی تو اس کو کیوں ذکر کیا گیا ہے۔

جواب: اگر فیھا کو ذکر نہ کیا جائے تو کذب لازم آتا ہے کہ اس لیے نکرہ تحت نفی واقع ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ کسی مرد کا کوئی غلام ظریف نہیں حالانکہ ایسا نہیں بہت سارے لوگوں کے غلام ظریف ہوتے ہیں۔ جب فیھا کا اضافہ کر دیا تو اب معنی صحیح ہو جائے گا کہ اس گھر میں رہنے والے غلام ظریف نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ فیھا کو ذکر کر کے مصنف نے یہ بتا دیا کہ خبر ظرف اور غیر ظرف دونوں طرح آ سکتی ہے۔

قال الماتن ﴿یحذف کثیرا﴾

کہ لانفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے جیسے **لا الہ الا اللہ** جو اصل میں **لا اللہ موجود الا اللہ** ہے

قال الشارح **اذا کان الخبر عاما** ۔

مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: **لا غلام رجل ظریف فیھا** جو آپ نے مثال پیش کی اس میں خبر موجود ہے۔ بلکہ خبر کا حذف جائز ہی نہیں؟

جواب: کا حاصل یہ ہے کہ خبر اس وقت اکثر حذف کی جاتی ہے جب خبر افعال عامہ سے ہو اس لئے کہ نفی اس خبر پر دلالت کرتی ہے جیسے **لا الہ الا للہ** جو اصل میں **لا اللہ موجود الا اللہ** یہاں سے خبر حذف کر دی گئی ہے۔

قال الشارح **لدلالۃ النفی** ۔ قرینہ دالہ علی الحذف کا بیان ہے اور حکم مذکور کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ لانفی جنس کی خبر جب وہ افعال عامہ سے اکثر اس لیے حذف کر دی جاتی ہے کہ نفی اس پر دلالت کرتی ہے کیوں کہ نفی منفی کا تقاضا کرتی ہے اور جب کہ

امر مخصوص منفی پر قرینہ نہ پایا جائے تو اس کو امر عام پر محمول کر دیا جائے گا

قال الشارح بنو تمیم لا یثبتونه ای لا یظهرون الخبر

مولانا جامیؒ بنو تمیم لا یثبتون کے دو معنی بیان کر رہے ہیں

پہلا مطلب: لا یثبتون بمعنی لا یظهرون ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو لفظوں میں ذکر نہیں کرتے بلکہ انکے کے نزدیک خبر کا حذف واجب ہوتا ہے۔

دوسرا مطلب: او المراد۔ سے مطلب ثانی کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو بالکل مانتے ہی نہیں نہ لفظوں میں ہے اور نہ ہی مقدر یعنی لائے نفی جنس کی خبر بالکل ہوتی ہی نہیں۔

قال الشارح فیقولون ۔ سے مطلب ثانی پر تفریع کا بیان کہ مطلب دوم کے مطابق جہاں لائے نفی جنس کے خبر مذکور نہیں وہاں مقدر ماننے کی ضرورت نہیں جیسے عربوں کے ہاں مقولہ ہے لا اهل ولا مال کا معنی ہے انتفی الاهل و المال ہے۔ جس میں موجود وغیرہ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں۔

قال الشارح وعلی التقدیرین ۔ دونوں بیان کردہ مطلبوں میں وارد ہونے والے سوال کا جواب ہے۔

سوال اول: مطلب اوّل پر سوال کی تقریر یہ ہے آپ نے بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کو لفظوں میں نہیں چھوڑتے بلکہ وجوبی طور پر حذف کرتے ہیں حالانکہ لا رجل قائم میں اور اس جیسی مثالوں میں خبر لفظوں میں موجود ہوتی ہے حذف نہیں ہوتی۔

جواب: جن امثلہ میں بظاہر خبر لفظوں میں موجود ہوتی ہے ان امثلہ میں بنو تمیم اسم مرفوع کو خبر نہیں مانتے بلکہ اس کو لائے نفی جنس کے اسم کی صفت قرار دیتے ہیں۔ اور اسکو اسم کے محل پر محمول کر کے مرفوع پڑھتے ہیں چنانچہ لا رجل قائم میں خبر موجود وجوبی طور پر محذوف ہے۔

سوال ثانی: مطلب ثانی پر سوال کی تقریر۔ بنو تمیم لائے نفی جنس کی خبر کے بالکل قائل نہیں۔ نہ تو لفظوں میں مانتے ہیں اور نہ محذوف۔ حالانکہ بہت ساری امثلہ ہیں جن میں خبر موجود ہے۔ جیسے لا رجل قائم لہذا لائے نفی جنس کی خبر کا بالکل انکار کرنا کیسے صحیح ہے۔

جواب: جن امثلہ میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لائے نفی جنس کی خبر موجود ہے تو وہاں درحقیقت وہ

اسم مرفوع لانفی جنس کی خبر نہیں ہوتی بلکہ لانفی جنس کے اسم کی صفت ہوتی ہے جس کو لانفی جنس کے اسم کے محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھا گیا ہے کیونکہ لا رجل قائم میں لانفی جنس کا اسم مبنی ہے اور قاعدہ ہے کہ مبنی کا تابع محل کا تابع ہوتا ہے۔

محاکمه : اور رقول فیصل یہ ہے کہ جب خبر محذوف کا قرینہ پایا جائے عام ازیں کہ وہ قرینہ سوال ہو یا غیر سوال تو اس وقت بنو تمیم کے نزدیک لانفی جنس کی خبر کو وجوبی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے اور اہل حجاز کے نزدیک جوازی طور پر حذف ہوتا ہے اور اگر خبر محذوف پر کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو اس وقت بنو تمیم بھی اہل حجاز کی طرح اس بات کے قائل ہیں کہ لانفی جنس کے خبر کو حذف کرنا جائز نہیں بلکہ ذکر کرنا ضروری ہوگا۔ چنانچہ شرح التسہیل میں فاضل مصری نے تصریح کی ہے جن حضرات نے یہ کہا کہ بنو تمیم مطلقاً خبر کو وجوبی طور پر حذف کرتے ہیں یہ ان کا کہنا صحیح نہیں۔

قال الماتن اسم ماولا المشبهتين بليس صاحب کافیہ مرفوعات کی ساتویں قسم ماولا المشبہتین کی خبر کو بیان کر رہے ہیں۔ جو انکے داخل ہونے مسند اور مرفوع ہوتی ہے

قال الشارح فی معنی النفی و الدخول علی المبتداء و الخبر ۔

وجہ شبہ کا بیان ہے ما اور لا کو لیس کے ساتھ مشابہت ہے دو باتوں میں افادہ نفی میں اور مبتداء اور خبر پر دخول میں۔

قوله ولهذا تعملان ۔مشابہت کے ثمرہ اور نتیجہ کا بیان ہے۔ کہ جس طرح لیس مبتداء اور خبر داخل ہو کر مبتداء کو رفع دیتا ہے اور خبر کو نصب اسی طرح ما اور لا بھی مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر مبتداء کو رفع اور خبر کو نصب دینگے۔

قوله وبما عرفت من ۔سے سوال جواب کی طرف اشارہ کیا جو ماقبل میں گذر چکا ہے۔

قوله وانما اتیٰ بالنکرة ۔سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : ما اور لا دونوں میں کیا فرق ہے کہ آپ نے ما کے اسم کی مثال معرفہ دی ہے اور لا کی مثال اسم نکرہ دی ہے۔

جواب : ما معرفہ اور نکرہ دونوں میں عمل کرتی ہے اور لا فقط نکرہ میں ماتن یہ فرق بتانے کے لئے اس طرح مثال دی ہے۔

قولہ هذا لغة اهل الحجاز ۔اس سے مولانا جامیؒ ما و لاالمشبھتین بلیس کے عامل ہونے کے بارے میں دو مذہب بیان کرر ہے ہیں۔ اہل حجاز کی لغت میں ما و لاالمشبهتین بلیس عامل ہے اور بنو تمیم کی لغت میں ما و لاالمشبهتین بلیس عامل نہیں۔ اور انکا مابعد عامل معنوی کی وجہ سے مبتداء خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوتے ہیں۔

قال الشارح وعلى لغة اهل الحجاز ۔اہل حجاز کی لغت کی ترجیح کا بیان ہے۔ کہ لغت اہل حجاز راجح ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں ما هذا بشرا اور اسی طرح ما هن امهاتهم میں ما کو عامل بنایا گیا ہے۔ جب قران مجید کی تائید ان کے مذہب کو حاصل ہوئی لہذا ان کا مذہب راجح ہے۔

قال الشارح اى عمل ليس ۔
مرجع کا بیان کہ ضمیر کا مرجع معنوی ہے جو ماقبل کلام سے سمجھا جاتا ہے۔

قولہ دون ما ۔اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لا کا ذکر بطور احتراز کے ہے۔

سوال: کہ لا کا عمل شاذ کیوں ہے؟ ما و لاالمشبهتين بليس

جواب: ما کی لیس کے ساتھ مشابہت قویہ ہے اس لئے کہ دونوں نفی حال کے لئے آتے ہیں اور لا کی مشابہت ضعیف ہے اس لئے کہ وہ مطلق نفی کے لئے آتا ہے۔ اس ضعف مشابہت کی وجہ سے اس کا عامل ہونا شاذ ہے۔

قال الشارح فيقتصر عمل لا ۔ متن والے مسئلہ پر تفریع کا بیان ہے کہ جب لا کی مشابہت ضعیف ہوئی تو لا کا عمل مورد سماع میں بند ہوگا اور مورد سماع نکرہ ہے اور نکرہ میں عمل کرنے کی مثال یہ شعر ہے۔ من صد عن نيرانها فانا ابن قيس لا براح

لا اسم براح نکرہ ہے۔ جس کی خبر لی محذوف ہے۔ اور ھا ضمیر جنگ کی طرف راجع ہے اس کا مضاف محذوف ہے۔ شاعر اپنی بہادری بیان کرتا ہے کہ جو رک جائے جنگ کی آگوں سے۔ وہ رُک جائے۔ میں تو ابن قیس ہوں مجھے زوال نہیں یعنی جنگ میں۔

قال الشارح ولا يجوز ان تكون ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ہم اس بات کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ شعر میں لا مشبہ بلیس ہے بلکہ لا نفی جنس ہے

براح اسم ہے اور لی اس کے لئے خبر محذوف ہے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے جواب دیا اس لا کو لانفی جنس کا بنانا غلط ہے اس لئے کہ لانفی جنس کے بعد اسم کا مرفوع ہونا یہ شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ لا بمع اسم کے تکرار ہو اور یہاں اس میں کوئی تکرار نہیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ لانفی جنس نہیں بلکہ لا مشبہ بلیس ہے۔

قوله واعلم ۔ سے لیکر و لما فرغ تک اس فائدہ اعادہ ہے جو پہلے گذر چکا ہے تا کہ ماسبق کے لئے مذکرہ ہو۔

سوال: مرفوعات کے تمام اقسام کی تعریفات میں المسند اور المسند الیہ سے ان کے توابع بھی داخل ہوتے ہیں۔ لھذا یہ سب تعریفات دخول غیر سے مانع ہوئیں۔

جواب: شارح نے جواب دیا کہ ان تعریفات میں جہاں جہاں مسند الیہ یا مسند کا ذکر ہے اس سے مراد بالاصالۃ مسند الیہ اور مسند ہے نہ بالطبعیت ۔جس پر قرینہ یہ ہے کہ توابع کا ذکر مستقلاً بعد میں کرنا ہے۔

﴿تمت المرفوعات﴾

قوله ولما فرغ ۔ سے ربط کا بیان ماقبل کے ساتھ برائے تشویق لمعلمین والمتعلمین ۔

قوله وقدمها على المجرورات ۔

سوال مقدر کا جواب ہے۔ یا تحقیق تقدیری کا بیان۔

سوال: منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیوں کیا ہے۔

جواب: اس لئے کہ منصوبات کے افراد زیادہ تھے اس لئے کہ منصوابت بارہ ہیں جب کہ مجرورات کی صرف دو قسمیں ہیں۔ اور اس قاعدہ کی بناء پر کہ العزۃ للعکاثر اسی وجہ سے منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیا۔

سوال: اعراب تقدیری اور لفظی کے درمیان مولانا جامیؒ نے اعراب تقدیری کے اعراب لفظی پر مقدم کرنے کی علۃ کو قرار دیا تھا اور یہاں پر کثرۃ علۃ تقدیم قرار دے رہے ہیں۔

جواب: یہاں فقط کثرۃ کو علۃ تقدیم نہیں قرار دیا جارہا بلکہ کثرۃ مع الخفۃ کے مجموعۃ کو علۃ تقدیم قرار دیا جارہا ہے۔

فوائد صرفیہ ، حل شدہ صیغے ، الصرف ام العلوم ، قوانین تشریح ، خاصیات ابواب

امداد الصرف

حصہ

اُردو شرح

ارشاد الصرف

تالیف

احقر عطاء الرحمٰن ملتانی صدر مدرس الجامعۃ الشرعیۃ

شعبہ نشر و اشاعۃ الجامعۃ الشرعیۃ شمع کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (القرآن)

سِمَایَةُ النحو

اُردو شرح

هِدَایَةُ النحو

تصنیفِ لطیف

مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

صدر مدرس الجامعة الشرعیہ گوجرانوالہ

المکتبۃ الشرعیۃ ٥ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۲

قال عمرؓ علیکم بالعربیۃ فانہا تثبت العقل وتزید فی المروءۃ

رفعۃ العوامل

اردو شرح

شرح مائۃ عامل

تراکیب نحویہ

ضوابط نحویہ

تصنیفِ لطیف

مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

ناشر

المکتبۃ الشرعیۃ ○ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

فون ۲۵۹۱۸۳

مع عربی

کاشفہ

شرح

کافیہ

تصنیفِ لطیف

مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

المکتبۃ الشرعیۃ شمع کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۳

أَنطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ أَنطَقَ کُلَّ شَیْءٍ
(القرآن)

تصویرات

بدر النجوم

شرح اردو

سلم العلوم

تصنیف

مفتی عطاء الرحمن ملتانی

صدر مدرس الجامعة الشرعية گوجرانواله

ناشر

المکتبة الشرعیة شمع کالونی گوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۳

ما احسن هذا النحو الذی نحوت (حضرت علیؓ)

غرض جامی رحمۃ اللہ علیہ

فی

شرح جامی

الجزء الثانی

تصنیفِ لطیف
مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی
صدر مدرس، الجامعۃ الشرعیہ گوجرانوالہ

المکتبۃ الشرعیۃ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۳

ما أحسن هذا النحو الذي نحوت (حضرت علیؓ)

غرض جامی
حصہ ثانی فی شرح جامی مبنی تک

شرح جامی

تصنیف

مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

صدر مدرس الجامعۃ الشرعیہ گوجرانوالہ

فون ۲۵۹۱۸۳

المکتبۃ الشرعیۃ م۰ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

نام کتاب غرضِ جامی (جلد ثانی)
مصنّف مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی
طبع اوّل شوال ۱۴۲۲ھ

ملنے کے پتے:

مدرسہ بحرالعلوم توحید آباد مولانا قاری ظفراللہ صاحب
جامعہ رحمانیہ فرید ٹاؤن ملتان مفتی عتیق الرحمٰن ربانی صاحب فون: ۵۵۱۷۳۷
مکتبہ رشیدیہ راولپنڈی — مکتبہ سید احمد شہید لاہور
مکتبہ رحمانیہ لاہور — ادارہ اسلامیات لاہور
المکتبۃ الحسینیہ بلاک ۱۸ سرگودھا — کتب خانہ مجیدیہ ملتان
مکتبہ رحمانیہ — مکتبۃ العارفی فیصل آباد
قدیمی کتب خانہ کراچی — مکتبہ اسلامی کراچی
مکتبۃ المعارف پشاور — کتب خانہ صدیقیہ اکوڑہ خٹک
کتب خانہ رشیدیہ کوئٹہ — مکتبہ حنفیہ گوجرانوالا
مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالا — اسلامی کتب خانہ سرگودھا
مکتبہ گلستانِ اسلام چوک بلاک ۱۱ سرگودھا

ڈسٹری بیوٹر:

مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور
فون: 7355743 , 7224228 فیکس: 7221395

المنصوبات

متن ﴿هوماشتمل علٰی علم المفعولیة﴾

قوله: قد تبین شرحه ' سے مولانا جامی بیان اعتزار کر رہے ہیں کلام ماتن کی تفسیر کے ترک کرنے کی وجہ سے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہوما اشتمل علی علم المفعولیۃ کی تشریح ماقبل میں مرفوعات کے اندر گذر چکی ہے۔

قوله: والمراد بعلم المفعولية سے بطورِ تمہید علم کا بیان کیا ہے دراصل مقصود مفعول میں تعمیم کا بیان ہے۔

سوال: اسکی کیا وجہ ہے کہ مولانا جامی نے مرفوعات میں فاعل میں تعمیم کو بیان نہیں کیا۔ ترک مرفوعات کی تعریف ملحقات بالفاعل کو شامل ہو جاتی جس طرح مفعول کے تعمیم کے بیان سے منصوب کی تعریف ملحقات بالمفاعیل کو شامل ہوگئی ہے۔

جوابِ اول: اعراب کی تقسیم کے بعد اسکے بیان میں چونکہ فاعل میں تعمیم کو بیان کیا جاچکا ہے اسلئے قرب آیت کی وجہ سے مرفوعات میں تعمیم کے بیان کو ضروری نہیں سمجھا اور اعراب کی تقسیم لی مباحث میں مفعول میں چونکہ تعمیم بیان ہو چکا ہے لیکن بُعد عہد کی وجہ سے بناء بر قیاس منصوبات میں دوبارہ مفعول کی تعمیم کو بیان کر دیا۔

جوابِ ثانی: مولانا جامیؒ نے مرفوعات کے اندر اس سوال کو تسلیم ہی نہیں کیا، کیونکہ مشتمل عام ہے جو فاعل اور ملحقاتِ فاعل دونوں کو شامل ہیں۔ جبکہ جامیؒ نے مجرورات کے شروع میں اسکی تفصیل کی ہے۔ لیکن **علی سبیل التنزل** اس اعتراض کو منصوبات میں تسلیم کر کے تعمیم کو بیان کر دیا۔

قوله :وهى اربع یہ جملہ مستانفہ ہے جسمیں علامتِ مفعولیت کے مصداق کو بیان کیا گیا ہے۔ علامتِ مفعولیت چار ہیں۔ ۱۔ فقط مفردات میں جیسے رَاَيْتُ زَيداً

۲۔کسرہ مونث سالم میں جیسے رَاَیتُ مُسلِمَاتٍ ۳۔الف اسمائے ستہ مکبرہ میں جیسے رَاَیتُ اَبَاكَ ۴۔یاء ماقبل مفتوح تثنیہ میں اور یاء ماقبل مکسور جمع مذکر سالم میں جبکہ عامل ناصب ہو جیسے رَاَیتُ مُسلِمَینِ ،رَاَیتُ مُسلِمِینَ۔

متن ﴿**فمنه المفعول المطلق**﴾

صاحب کافیہ نے منصوب کی تعریف کے بعد تقسیم کو بیان کیا ہے۔!جسکا حاصل یہ ہے کہ منصوب میں سے مفعول مطلق ہے۔

قوله : **ای من المنصوب منه** کی (ہ) ضمیر کے مرجع کا بیان ہے، جس کی گفتگو گذر چکی ہے منه الفاعل میں۔

قوله:سمی به مولانا جامیؒ وجہ تسمیہ بیان کرر ہے ہیں مفعول مطلق کی، جسکا حاصل یہ ہے!لغت میں اس پر مفعول کا اطلاق مطلق ہے فی حرف کے ساتھ مقید نہیں، اسی مناسبت کی وجہ سے نحویوں نے اس مفعول کا نام بھی مفعول مطلق رکھ دیا۔

سوال: مفعول مطلق بھی اطلاق کی قید کے ساتھ مقید ہے۔

جواب: اطلاق والی قید اطلاق اظہار کے لئے لائی گئی ہے تقید کے لئے نہیں۔ بخلاف باقی مفاعیل کے اُن میں قیود موجود ہیں کسی کے ساتھ **به** کی کسی کے ساتھ **فيه** کی کسی کے ساتھ **معه** کی۔

متن ﴿**وهو اسم مافعله فاعل فعل مذكور بمعناه**﴾

صاحب کافیہ نے مفعول مطلق کی تعریف کو بیان کیا ہے۔جسکا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق ایسی چیز کا نام ہے جس کو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو یعنی وہ چیز اس فاعل کے ساتھ کھڑا ہو اس طور پر کہ اس چیز کا فعل مذکور کے فاعل کی طرف اسناد ایجاباً یا سلباً صحیح ہو۔عام ازیں کے مفعول حقیقی ہو کہ حکمی۔خواہ وہ فعل حقیقی مذکور ہو بشرطیکہ وہ فعل حقیقی یا حکمی اس چیز کے معنیٰ پر مشتمل ہو۔

قوله:ای المفعول المطلق:ضمیر کے مرجع کا بیان۔

قولہ: والمراد سے لیکر انما زید تک مولانا جامیؒ کی غرض دوسوالوں کا جواب ہے بایں طور کہ سوالِ اول دوم کا جواب ضمناً اور سوالِ اول کا جواب صراحۃً بیان کیا ہے۔

سوالِ اول: کی تقریر مفعول مطلق کی تعریف میں مذکور جامع نہیں کیونکہ آپ کے کہا مفعول مطلق ایسی چیز کا نام ہے جسکو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہو۔یعنی ایجاد کیا ہو اور فعل مذکور کا فاعل اس کے لئے مؤثر اور موجد ہو حالانکہ مات موتاً ،جسم جسامۃً ،شرف شرفاً میں مصادر مذکورہ کو فعل مذکور کے ساتھ یعنی موت، جسامت اور شرافت موجد فعل مذکور کا فاعل نہیں بلکہ باری تعالیٰ ہے۔حالانکہ یہ مفعول مطلق ہے تعریفاً یہ صادق نہیں آتی تو آپکی تعریف جامع نہیں۔

سوالِ ثانی: کی تقریر ماضربت ضرباً کی ترکیب میں ضرباً مفعول مطلق ہے حالانکہ یہ مفعولِ مطلق کی تعریف مذکور جامع صادق نہیں آتی کماھو الظاھر۔

جواب:عن السوال الاول کہ مافعلہ فاعل فعل سے مراد یہ قطعاً نہیں کہ فعل کے فاعل نے اُسے ایجاد کیا ہو اس کے لئے وہ موجد و مؤثر ہو۔اگر یہ مراد ہوتا تو تب آپکا اعتراض درست تھا،لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز فعل کے فاعل کے ساتھ قائم ہو بایں طور کہ اس چیز کا اِسنادفعلِ مذکور کے فاعل کی طرف صحیح ہو عام ازیں کہ وہ اِسناد ایجابی ہو یا سلبی ہو یہ بات ظاہر ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں موت، جسامت،شرافت کا فعل مذکور کے ساتھ یقیناً قیام ہے اور اِسناد بھی صحیح ہے لہٰذا مفعول مطلق کی تعریف جامع ہوئی۔

جواب: عن السوال الثانی کہ جوابِ اول سے یہ معلوم ہوگیا کہ اِسناد سے مراد عام ہے کہ اِسناد ایجابی ہو یا سلبی ہو اور آپکی پیش کردہ مثال ماضربت ضرباً میں اِسناد سلبی موجود ہے لہٰذا ہماری تعریف جامع ہوگئی۔

قولہ: وانما زید جملہ مستانفہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: لفظِ اسم کے ظاہر کرنے کی کیا حکمت ہے۔

جواب : تا کہ تعریف کا معرف پر حمل صحیح ہو جائے ورنہ حمل صحیح نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ مفعول لفظ کے اقسام میں سے ہیں اور مافعله فاعل مذکور معانی میں سے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ معنٰی کا حمل لفظ پر صحیح نہیں ہوتا۔

قوله: یدخل فی سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مابمنزلہ جنس کے ہے جو کہ تمام مصادر کو شامل ہے۔

قوله: صفة للفعل ترکیب کو بیان کیا ہے جو کہ لفظ مذکور لفظ فعل کی صفت ہے وھو اعم من ان یکون دو سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوالِ اول: کی تقریر مفعول مطلق کی تعریف مذکور جامع نہیں اس سے فضرب الرقاب خارج ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ اسکا فعل مذکور ہے ہی نہیں حالانکہ ضرب الرقاب یہ مفعول مطلق ہے۔

سوالِ ثانی: کی تقریر مفعول مطلق کی تعریف مذکور جامع نہیں اس لئے کہ ضارب ضرباً کی ترکیب میں ضرباً صادق نہیں آتی اس لئے اسکو فعلِ مذکور کے فاعل نے نہیں کیا بلکہ شبہ مفعول کے فاعل نے کیا ہے۔

جواب: سوالِ اول کا جواب مولانا جامیؒ نے اسطرح دیا کہ بھائی صاحب فعل کے مذکور ہونے میں تعمیم ہے خواہ حقیقۃً مذکور ہو جبکہ فعل بعینہ مذکور ہو جیسے ضربت ضرباً، یا حکماً مذکور ہو جبکہ فعل مقدر ہو اور ضارب ضرباً میں فعل مقدر ہونے کی وجہ سے حکماً مذکور ہے۔ اور سوالِ ثانی کا جواب اسطرح دیا کہ فعل میں بھی تعمیم ہے خواہ فعل حقیقی ہو یا شبہ فعل ہو لہٰذا ضارب ضرباً میں شبہ فعل مذکور ہے تو تعریف صادق آئیگی۔

فائدہ: مولانا جامیؒ کی عبارت او اسماً کا عطف اگر مقدر پر ہو جیسا کہ ظاہر میں بھی معلوم ہوتا ہے تو اس صورت میں شبہ فعل کا فعل حقیقی بننا لازم آئیگا جو کہ باطل ہے اور کسی امر آخر پر عطف ہے تو وہ معلوم نہیں، نیز یہ بھی یاد رکھیں جسطرح فعل مذکور ہونے میں تعمیم مراد ہے اسی طرح شبہ

فعل مذکور ہونے کی تعمیم ہے۔خواہ شبہ فعل مذکور حقیقتاً ہو یا حکماً حالانکہ مولانا جامیؒ نے فعل مذکور ہونے میں تعمیم کو بیان کیا ہے شبہ فعل کے مذکور ہونے کی تعمیم کو بیان نہیں کیا۔

جواب: مولانا جامیؒ کی عبارت میں جسطرح کہ حقیقت سے پہلے مذکوراً کے بعد فعلاً محذوف ہے اور او اسماً فی کا عطف بھی اسی جملہ ثانیہ پر ہے۔نیز او اسماً فیه معنا الفعل کے بعد لفظ حقیقۃً اور حکماً بھی محذوف ہے تو جملہ ثانیہ میں اسماً فیه معنی الفعل تو مذکور ہونے کے قرینے سے جملہ ہونے فعل حذف کر دیا گیا اور جملہ اولیٰ میں حقیقۃً اور حکماً تعمیم مذکور ہونے کی بناء پر جملہ ثانیہ میں حقیقۃً اوحکماً کی تعمیم کو حذف کر دیا گیا۔فاندفع الاشکال۔اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ آیت کریمہ جعل لکم اللیل والنهار مبصراً میں جملہ ثانیہ میں مبصراً کے مذکور ہونے کے قرینے کی وجہ سے جملہ اولیٰ میں مظلماً کو حذف کر دیا اور جملہ اولیٰ میں لتسکنوا کے مذکور ہونے کی وجہ سے جملہ ثانیہ سے لتبتغوا کو حذف کر دیا گیا اور تقدیر عبارت آیت کریمہ کی یوں ہے۔جعل لکم اللیل مظلماً لتسکنوا فیه والنهار مبصراً لتبتغوا فیه۔

قوله: وخرج به المصادر فوائد قیود کا بیان۔کہ مذکور یہ فصلِ اول ہے جس سے تمام مصادر نکل جائینگے جنکا فاعل یہ حقیقۃً اور نہ حکماً مذکور ہے جیسے ضرب واقعاً علی زید۔

قوله: بمعناه صفة ثانیة للفعل ترکیب کا بیان کہ بمعناه ظرفِ مستقر فعل کی دوسری صفت ہے۔

قوله: ولیس مراد سے کذالک تک سوال مقدر کا جواب۔

سوال: کی تقدیر کہ بمعناه میں جار مجرور کو متعلق کائناً مقدر کے ساتھ ہے۔اور حاصل معنی یہ ہوگا جو فعلِ مذکور ایسا ہو جو اس اسم کے معنی میں ثابت ہو اس سے تو فعل کا اسم کے معنی کی جز بنا معلوم ہوتا ہے حالانکہ اسم کا معنی فعل کے معنی کی جز ہوتا ہے نہ کہ فعل اسم کے معنی کی جز ہوتا ہے۔

جواب: یہ سوال مذکور تب لازم آتا ہے جب جار مجرور کا متعلق کائن یا واقع ہو اور باء حرف جر

کلمۃ فی کے معنی میں ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ جار مجرور کا متعلق مشتمل ہے اور وہ حرف جار علی کے معنی میں ہے اب حاصل معنی ہوگا کہ ایسا فعل مذکور جو اسم کے معنی پر مشتمل ہو معنی کلمۃ کے جز پر مشتمل ہونے کے اور یہ بالکل صحیح ہے۔

قولہ: فخرج به اسکا فائدہ یہ ہوا کہ اس سے ضربته تادیباً کا تادیباً خارج ہو جائیگا کہ بے شک مصدر ہے جسکو فعل مذکور کے فاعل نے کیا ہے لیکن یہ فعل مذکور کے ہم معنی نہیں۔

قولہ: کذالک سے رضی کے اعتراض کا جواب ہے۔

سوال: مفعول مطلق کی تعریف مذکور کرهت کراهتی پر صادق آتی ہے حالانکہ کرهت کراهتی میں کراهتی مفعول بہ ہے نہ کہ مفعول مطلق اسلئے کہ معنی یہ ہے کہ ناپسند سمجھا میں نے اپنے ناپسند سمجھنے کو لہٰذا یہ تعریفِ مذکور دخولِ غیر سے مانع نہ ہوئی۔

جواب: مثالِ مذکور کے اندر کراهتی میں دو اعتبار ہیں۔(۱) کراهت کا بایں طور ہونا کہ فعلِ مذکور کے فاعل کے ساتھ قائم ہے اور جو فعل اس فاعل کی طرف مسند ہے وہ اسی کراهت سے مشتق ہے۔(۲) کراهت کو بایں طور ہونا کہ اس پر فعل واقع ہو ہم یہ کہتے ہیں کراهت پہلے معنی کے لحاظ سے یقیناً مفعول مطلق ہے اور اس پر تعریف صادق آرہی ہے اور آنی چاہیے۔ اور دوسرے اعتبار کے لحاظ سے یہ مفعول بہ ہے اس پر مفعول مطلق کی تعریف صادق نہیں آتی ۔کیونکہ فعلِ مذکور کراهتی میں کراهتی کے معنی پر مشتمل نہیں کیونکہ اس پر واقع ہے لہٰذا بمعنی کی قید سے خارج ہو جائیگا۔

سوال: مفعول مطلق کی تعریف مذکور جامع نہیں اسلئے کہ ضربت صوتاً میں صوت پر صادق نہیں آتی کیونکہ فعل مذکور یعنی ضربت صوتاً کے معنی پر مشتمل نہیں۔

جواب: مثال مذکور میں مضاف مقدر ہے، تقدیر عبارت یہ ہے ضربت ضرب صوت تو حقیقت میں مفعول مطلق ضرب مصدر ہے جو کہ مضاف ہے صوت کی طرف پھر مضاف الیہ کو قائم مقام کر کے مضاف الیہ بنایا، اعراب اور حکم جاری کر دیا۔

متن ﴿وقد يكون للتاكيد والنوع والعدد﴾

صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تعریف کے بعد اسکی پہلی تقسیم بیان کرر ہے ہیں کہ مفعول مطلق تین قسم پر ہے۔(۱) تاکیدی: (۲) نوعی: (۳) عددی۔

قوله: المفعول المطلق ضمیر کے مرجع کا بیان ان لم یکن فی سے مولانا جامیؒ کی غرض مفعول مطلق تاکیدی کی طرف اشارہ کررہا ہے۔مفعول مطلق تاکیدی وہ ہے جسکے مفہوم میں فعل کے مفہوم پر زیادتی ہو۔

قوله : ان دل علی بعض مفعول مطلق نوعی کی تعریف کی طرف اشارہ ہے کہ مفعول مطلق نوعی وہ مفعول مطلق ہے جو فعل کے بعض انواع پر دال ہو۔

سوال: اگر مفعول مطلق کے جمیع انواع پر دال ہو تو لازم آئیگا وہ مفعول مطلق نوعی نہ ہو حالانکہ یقیناً وہ مفعول مطلق نوعی ہے۔

جواب :مولانا جامیؒ نے مقدار ضروری کے بیان پر اکتفی فرمایا ہے۔

قوله:ان دل علی عدده سے مفعول مطلق عددی کی تعریف کی طرف اشارہ ہے۔مفعول مطلق عددی وہ ہے جو فعل مذکور کے عدد پر دلالت کرے۔

قوله : لتاكيد ممثل له کی تعین کا بیان برائے دفعِ وہم کہ تعدد امثلہ کیوں بیان کیا ہے۔

قوله: بكسر الجيم للنوع ممثل له کی تعین کا بیان ہے۔

قوله: بضبطها ضبطِ اعراب کا بیان مع تعین ممثل لہ ہے۔

متن ﴿فالاول لایُثنّٰی ولایُجْمَعُ بخلاف اخویه﴾

صاحب کافیہ مفعول مطلق کے اقسام ثلاثہ کے درمیان فرق کیا ہے بحسب الاستعمال جسکا حاصل یہ ہے مفعول مطلق تاکیدی تثنیہ اور جمع نہیں آتا بلکہ مفرد ہی رہتا ہے اور مفعول مطلق نوعی اور عددی یہ تثنیہ جمع لائے جاتے ہیں۔

قولہ: ای الذی للتاکید سے مولانا جامیؒ مفعول مطلق تاکیدی کے تثنیہ جمع نہ ہونے کی علۃ کو بیان کیا جسکا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق تاکیدی ایسی ماہیت پر دلالت کرتا ہے۔ جو تعدد پر دلالت سے معری یعنی خالی ہوتی ہے۔ تو مفعول مطلق تاکیدی کا مدلول عدمِ تعدد ہے۔ جبکہ تثنیہ اور جمع تعدد پر دال ہوتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ تعدد اور عدمِ تعدد میں منافات ہے لہٰذا مفعول مطلق تاکیدی کا تثنیہ اور جمع ہونا صحیح نہیں۔

قولہ: فلا یقال ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ جب مفعول مطلق تاکیدی نہیں تو لہٰذا جلست جلوسَین لانا یا جلوسات کہنا غلط ہے۔

قولہ: الا اذا قصد بہ فلا یقال سے استثنا کا بیان ہے یعنی اگر نوع عدد پر دلالت مقصود ہو تو پھر مفعول مطلق نوعی عدد کے قبیل سے ہونے کی بناء پر تثنیہ، جمع ہوسکتا ہے

قولہ: الذین ھما سے اخویہ کے مصداق کا بیان ہے کہ وہ مفعول نوعی اور عددی ہے۔

قولہ: نحو جلست سے توضیح بالمثال کا بیان ہے۔

متن ﴿ قد یکون بغیر لفظہ ﴾

صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تقسیم ثانی کا بیان کر رہے ہیں۔ بعنوانِ دیگر صاحب کافیہ کی غرض دفع توہم ہے توہم کی تقریر یہ ہے کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے ہونے کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ اپنے فعل کے لفظ کے مغایر نہ ہو کیونکہ تاکید معنوی الفاظ مخصوصہ کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ صاحب کافیہ نے جواب دیا کہ مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کے مغایر بھی ہوسکتا ہے بعنوانِ ثالث صاحب کافیہ کا مقصد اس بات کو بتلانا ہے کہ میں اس مسئلہ میں کسائی اور مبرد کا تابع ہوں، سیبویہ کا تابع نہیں۔

قولہ: مغایراً للفظہ لفظ غیر کے معنیٰ کی تعین کا بیان برائے دفع توہم۔ وہم کی تقریر یہ ہے کہ غیر کے معنیٰ دون کے بھی آتے ہیں اب حاصل ہوگا کبھی مفعول مطلق اپنے لفظ کے سوا ہوتا ہے یعنی مفعول مطلق کا فعل مذکور ہوتا ہی نہیں۔ یہ معنیٰ تو بالکل غلط ہے اسلئے کہ مفعول مطلق کے فعل کا مذکور نہ ہونا تو مفعول مطلق کی ماہیت اور حقیقت میں معتبر اور مراد ہے۔

جواب: یہاں لفظِ غیر مغایرت کے معنیٰ میں ہے دون کے معنیٰ میں نہیں اب حاصل معنیٰ یہ ہوگا کہ کبھی مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کے مغایر ہوتا ہے۔

قولہ : اما بحسب المادة میں مادہ سے مغایرت میں تعمیم کا بیان ہے مغایرت بحسب المادہ مثال متن مذکور ہے اور مغایرت بحسب الباب کی مثال مولانا جامیؒ نے ذکر کر دی ہے۔انبته الله نباتاً۔

قولہ : سیبویه سے امام سیبویہ کے مذہب کا بیان ہے جس سے صاحب کافیہ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ میں نے اس مسئلہ میں سیبویہ کی اتباع نہیں کی۔ سیبویہ کے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ مفعول مطلق کا جسطرح بحسب المعنیٰ اپنے فعل کے ساتھ متحد ہونا لازمی ہے اسی طرح اپنے فعل کے ساتھ بھی متحد، موافق ہونا ضروری، واجب ہے۔

چنانچہ جن امثلہ میں مغایرت بحسب اللفظ پائی جاتی ہے وہاں مفعول مطلق کے لفظ ہی سے فعل کو مقدر مانا جائیگا۔

سوال: **حلفت جميعاً** میں مفعول مطلق کے لفظ سے فعل مستعمل ہی نہیں۔ **فكيف يقدر من لفظه في هذاالمثال**۔

جواب: جن امثلہ میں مفعول مطلق کے لفظ سے فعل مستعمل ہے وہاں تو داخل تحت القدرت ہونے کی بناء پر مفعول مطلق کے لفظ سے ہی فعل کو مقدر مانا جائیگا اور یہ امثلہ مفعول مطلق کے لفظ سے فعل مستعمل ہی نہیں جیسا کہ مثال مذکور سوال میں ہے۔ یہاں خارج عن الکتب ہونے کی بناء پر معذرت کر لی جائیگی تغایر کی چار صورتیں کاشفہ میں دیکھیے۔

متن ﴿ **وقد يحذف الفعل لقيام قرينة جوازاً** ﴾

صاحب کافیہ مفعول مطلق کی تقسیمات سے فارغ ہونے کے بعد تعمیم بیان فرماتے ہیں۔ کہ مفعول مطلق کے عامل ناصب کو یعنی فعل وشبہ فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ کبھی تو بطورِ جواز کے جبکہ قرینہ موجود ہو خواہ قرینہ حالیہ ہو جیسے سفر سے واپس آنے والے کو کہا جائے خیرَ مقدمٍ تو یہاں

مفعول مطلق نوعی ہے، اسکا فعل قدمت بقرینہ حالیہ محذوف ہے جو حال قدوم ہے اسلئے کہ الفاظ مذکورہ بوقت قدوم استعمال کئے جاتے ہیں۔

قولہ: الناصب سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: حذف فعل تو فعل کے احکام سے ہے حالانکہ بحث تو مفعول مطلق کی ہو رہی تھی تو خروج عن المبحث لازم آیا۔

جواب: کہ الفعل پر الف لام خارجی ہے لہذا قد یحذف الفعل میں الفعل سے مراد یعنی عامل جو مفعول مطلق کو نصب دینے والا ہے لہذا یہ خروج عن البحث لازم نہیں آئیگا۔

سوال: ہم کئی مرتبہ یہ جواب بتا چکے ہیں کہ مصنف کی عادت حسنہ ہے کہ اصل کے احکام کو بیان کرنے پر اکتفی فرماتے ہیں جبکہ فرع کے احکام کو مقایسۃ چھوڑ دیتے ہیں۔

قولہ: من سفرہ قدم کے صلے کا بیان ہے۔

قولہ: ای قدمت قدوماً سے عامل ناصب محذوف کا بیان ہے۔ کہ عامل ناصب قدمت بمع موصوف محذوف ہے۔

قولہ: فخیر اسم تفضیل سوال التی کی تمہید کا بیان ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ لفظ خیر اسم تفضیل کا صیغہ ہے اصل میں اخیر تھا۔

قولہ: ومصدریتہ باعتبار الموصوف سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: خیر تو اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ حالانکہ مفعول مطلق کے لئے مصدر ہونا ضروری ہے تو آپ نے خیر کو مفعول مطلق کیسے قرار دیا۔

جواب: خیر اسم تفضیل کا مفعول مطلق ہونا باعتبار موصوف محذوف کے ہے جو کہ قدوماً ہے اسلئے کہ صفت، موصوف میں کمال اتحاد ہوتا ہے۔ یا دوسری تاویل کہ یہ مضاف الیہ کے اعتبار سے ہے اسلئے کہ اسم تفضیل کے لئے مضاف الیہ کا حکم ہوا کرتا ہے۔

سوال: مولانا جامیؒ نے دوسرے احتمال کی تو علۃ بیان کی ہے لان اسم التفضیل لیکن

احتمالِ اول کی دلیل کیوں بیان نہیں کی۔

جواب: کمالِ ظہور و وضوح کی بناء پر احتمالِ اول کی دلیل کو بیان نہیں کیا۔

قوله: ای حذفاً واجباً ترکیب کا بیان ہے جس پر سوال گذر چکا ہے۔

متن ﴿ووجوباً سماعاً﴾

اور کبھی مفعول مطلق کے عامل ناصب کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے جسکا ذکر جائز ہی نہیں ہوتا لہٰذا وجوبی کی دو قسمیں ہیں۔ اول سماعی: جسکا علم صرف سماع سے ہو نہ بطریقہ استدلال کے اسکے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔لہٰذا سقیاً، رعیاً،خیبۃ ،جدعاً، حمداً، شکراً میں وجوبی سماعی پر فعل حذف ہے وجوبی طور پر حذف ہے۔

قوله : سماعیاً ترکیب کا بیان کہ مفعول مطلق محذوف حذفاً کی صفت دونوں ہونے کی بناء پر منصوب اور یہاں یاءِ نسبت کی محذوف ہے اسلئے کہ یاءِ نسبت کثرت سے محذوف ہوتی ہے ۔

قوله: موقوفاً علی السماع سماعی کے معنیٰ کا بیان برائے دفعہ دخل مقدر۔

قوله : قیاسی بھی تو مسموع من العرب ہوتا ہے۔تو لہٰذا سماعی قیاسی کے ساتھ کیسے تقابل درست ہوگا۔

جواب: دیا مولانا جامیؒ نے کہ حضرت جی سماعی کا معنیٰ یہ ہے کہ سماع پر ہی موقوف ہو جسکے حذف کے لئے کوئی قاعدہ نہ ہو بخلاف قیاسی ۔کے وہ اگر مسموع من العرب تو ضرور ہوتا ہے لیکن اسکے لئے قاعدہ مقرر ہوتا ہے اور لاقاعدۃ لہ یہ موقوف علی السماع کے لئے صفت کاشفہ ہے۔

قوله: ای سقاك اللّٰہ سقیاً عامل محذوف کا بیان۔جسطرح اگلی مثال میں بھی کامل انداز سے محذوف کا بیان ہے۔

قوله : ای خاب اسمیں بھی عامل ناصب کا بیان ہے لیکن یاد رکھیں من خاب الرجل یعنی خیبۃ بول کر معنیٰ مراد ہوتا ہے خاب الرجل خیبۃ والا اسکا مطلب یہ نہیں کہ خاب الرجل خیبۃ فعل مذکور ہونے کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔

قولہ:قطع الانف والاذن فعل مذکور ہونے کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔

سوال: مولانا جامیؒ کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اعضاء اربعہ کے مجموعے کا نام قطع کا نام ہے جدعاً۔

جواب: مولانا جامیؒ کی کلام میں واوٗ واصلہ بمعنیٰ او فاصلہ کے ہے۔

سوال: اسکی کیا وجہ ہے کہ مولانا جامیؒ نے پہلے دونوں مصدر میں عامل محذوف خطاب کا صیغہ نکالا ہے۔اور دوسرے دونوں مصدروں میں غائب کا صیغہ ذکر کیا ہے۔

جواب: پہلے دونوں مصدر دعا ہے جسکی نسبت مخاطب کی طرف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ موحد استاد کے سامنے موحد شاگرد ہی ہوا کرتے ہیں وہ جب کتاب پڑھائے گا تو وہی بظاہر مخاطب ہوتے ہیں انکے لئے دعا ہو جائیگی بخلاف آخری دو مصدروں کے ان میں بددعا ہے تو وہ کسی مشرک اور بدعتی کی طرف نسبت کر کے خاب خیبۃ اور دوسرا جدعاً انکے لئے بددعا ہو جائیگی اسکے لئے غائب کا صیغہ استعمال کیا۔

قولہ: فانہ لم یوجد سے مولانا جامیؒ کی غرض انتباق الامثلہ کی علۃ کا بیان ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ان مصادر ستہ مذکورہ میں عامل ناصب محذوف ہونے کی علت یہ ہے کہ ان مصادر کے استعمال کے ساتھ ان کے عوامل ناصبہ کا استعمال عربوں کی کلام میں نہیں پایا گیا۔

قولہ: قیل سے مولانا جامیؒ ایک سوال نقل کر کے فاجاب سے جواب نقل کیا ہے۔

سوال: کا حاصل یہ ہے کہ ان مصادرِ مذکورہ ستہ میں سے بعض مصادر کے استعمال کے ساتھ انکے عوامل ناصب کا استعمال عرب میں پایا گیا ہے۔

جواب: جسکا حاصل یہ ہے کہ ہماری مراد فصحاء، بلغاء کی کلام میں ان مصادر کے ساتھ افعال ناقصہ کا استعمال نہیں ہے اور حمدت اللہ حمداً، شکر شکراً، عجبتہ عجباً فصحاء، بلغاء کی کلام نہیں متولدین کی کلام ہے۔

فائدہ : یہ جواب مخدوش ہے اسلئے کہ رضی نے نہج البلاغہ کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ

خطبہ نقل کیا ہے جسمیں ان مصادر میں سے بعض مصادر کا استعمال کے ساتھ انکے افعال ناصب کو بھی استعمال کیا گیا جبکہ حضرت علیؓ افصح الفصحاء اور ابلغ البلغاء ہیں۔

قولہ: وبعضهم سے آخر تک سوال مذکورہ کے دوسرے جواب کو ذکر کیا جا رہا ہے کہ ہماری مراد یہ ہے کہ ان مصادر ستہ مذکورہ میں انکے افعال عاملہ ناصبہ کا استعمال کلامِ عرب میں نہیں پایا جاتا جبکہ ان مصادر کا استعمال لام کے ساتھ ہو۔ حمداً وغیرہ اور آپکی پیش کردہ مثال بغیر لام کے مصادر کا استعمال ہے۔

سوال: اس جواب سے تو یہ لازم آتا ہے کہ مصادر مذکورہ فی المتن عامل ناصب کو حذف وجوبی سماعی نہ ہو کیونکہ یہ بغیر لام کے ذکر کیئے گئے ہیں۔

جواب: صاحبِ کافیہ کی عبارت میں تمام مصادر کے ساتھ لہ مقدر ہے لیکن یہ جواب دوم بھی مخدوش ہے اسلئے کہ مصادر مستعملہ باللام میں تو حذف وجوبی قیاسی ہے کما فی الرضی سماعی نہیں۔ حالانکہ بعض حذف وجوبی سماعی میں ہو رہی ہے۔

قولہ: وقد یحذف الفعل حاصل عطف کا بیان۔

قولہ: ای حذفاً قیاسیاً ترکیب کا بیان کہ قیاساً مفعول مطلق محذوف حذفاً کی صفت دوم ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور صفت میں یاءِ نسبت کی بھی محذوف ہے۔

قولہ: یعلم لہ ضابطہ سے قیاسی کے معنی کا بیان ہے کیونکہ قیاس کا سماع کے ساتھ تقابل صحیح ہو جائے۔

متن ﴿وقیاساً فی مواضع﴾

کہ کبھی مفعول مطلق کے عامل ناصب فعل کو حذف کیا جاتا ہے بطور وجوب کے یعنی بطور وجوب قیاسی کے یعنی جسکا علم بطریقہ استدلال ہو اسکے لئے ضابطہ ہے جس ضابطہ کو قیاس بناتے وقت قیاس کا کبریٰ بنایا جاتا ہے اور اسکے لئے چند مقامات ہیں مواضع جمع کثرت کا صیغہ لائے ہیں۔ جس سے کثرت کی طرف اشارہ ہے تو صاحبِ کافیہ منها ما وقع سے من تبعیضیہ لاکر اشارہ

کر دیا کہ اس کتاب میں بعض مواضع مذکور ہیں کل نہیں۔

قولہ:موضع سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: لفظ ما میں دو احتمال ہیں۔(۱) مفعول مطلق مراد ہو۔(۲) موضع مراد ہو۔اور دونوں صحیح نہیں۔مفعول مطلق مراد لینا اسلئے صحیح نہیں کہ مواضع میں سے ایک موضع مفعول مطلق نہیں ہو سکتا کیونکہ عمل صحیح نہیں اور دوسرا اسلئے کہ صحیح نہیں کہ جملہ صفتیہ کا عائد خالی ہونا لازم آتا ہے۔مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ ما سے مراد مفعول مطلق ہے اور مضاف ہے موضع کی طرف اب کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔بعض شارحین نے یہ جواب دیا ہے کہ ما سے مراد تو موضع ہو اور عائد محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ماوقع فیہ لیکن مولانا جامیؒ نے اس جواب کو اختیار نہیں فرمایا اسلئے کہ حذف عائد کی نسبت مضاف کا حذف زیادہ شئی اور زائد ہے۔

قولہ: ای ارید اثباتہ سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: امثلہ اتیہ میں تو کلام منفی ہے مثبت نہیں کیونکہ کلام منفی تو وہ ہوتی ہے جسکے شروع میں نفی یا استفہام ہو۔

جواب: جنکا حاصل یہ ہے کہ مثبت کے معنی ما ارید اثباتہ کے ہے معنی عرفی مراد نہیں

قولہ:فانہ لو ارید نفیہ مثبتۃ کی قید کے فائدہ کا بیان،اور اس بات کی طرف اشارہ کہ یہ قید احترازی ہے۔

قولہ:داخل علی اسم دفع توہم،یہ وہم ہوسکتا ہے کہ متن کی عبارت داخل علی اسم لایکون خبرا عنہ یہ عبارت چونکہ معطوف مانفی کے بعد مذکور ہے اسلئے اس سے وہم ہو سکتا تھا کہ شاید کوئی یہ سمجھے کہ اسکا تعلق معطوف مانفی کے ساتھ تو ہے کہ اسکی صفت ہے لیکن نفی کے ساتھ تعلق نہیں۔مولانا جامیؒ نے وہم کو دور کروادیا کہ نہیں داخل علی اسم کا تعلق معطوف علیہ یعنی نفی کے ساتھ بھی ہے اور معطوف یعنی مانفی کے ساتھ بھی ہے۔

قولہ: ای عن ذالک الاسم ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

قولہ : وانما قال اس سے علی اسم کی قید کے فائدہ کا بیان ہے۔جس سے ماسرت الا سیراً وانما سرت سیراً خارج ہو جائیگا کیونکہ نفی اور مانفی فعل پر داخل ہے۔

قولہ: وانما وصف الاسم بان لایکون یہ آخری قید کے فائدہ کا بیان ہے جس سے ماسیری الاسیراً شدید خارج ہو جائیگا اس لئے کہ یہ خبریت کی بناء پر مرفوع ہے اب اس لئے پہلے مقام کے ضابطہ کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق نفی یا مانفی کے بعد مثبت واقع ہو اور وہ نفی یا مانفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ اس سے یہ مفعول مطلق خبر نہ بن سکتا ہو تو اس وقت مفعول مطلق کے عامل ناصب کا حذف واجب ہوتا ہے۔اس ضابطہ سے چار شرطیں معلوم ہوئیں۔(۱) شرط مفعول مطلق مقام اثبات میں ہو، احترازی مثال ماسرت سیاراً یہ مقام اثبات میں واقع نہیں، تو عامل حذف نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) شرط نفی کے بعد یا معنی نفی کے بعد واقع ہو۔احترازی مثال سرت سیراً۔

(۳) شرط کہ نفی اور معنی نفی اسم پر داخل ہو۔احترازی مثال ماسرت سیراً یہ مقام اثبات میں تو ہے نفی کے بعد بھی ہے لیکن نفی اسم پر داخل نہیں۔

(۴) شرط کہ جس اسم پر نفی داخل ہو اس سے مفعول مطلق خبر واقع نہ ہو سکے۔احترازی مثال ماسیری الاسیراً اس میں مفعول مطلق اثبات نفی کے بعد واقع ہے نفی بھی اسم پر داخل ہے لیکن مفعول مطلق کا اس اسم پر حمل بھی ہو سکتا ہے، خبر بن سکتا ہے اس لئے یہاں مفعول مطلق کا عامل ناصب کا حذف وجوبی نہیں۔"اتفاقی مثال، ماانت الاسیراً" کہ اسم مفعول مطلق کا مقام اثبات میں بھی ہے، نفی کے بعد بھی ہے اور نفی بھی اسم پر داخل ہے اور مفعول مطلق کا اس اسم پر حمل بھی درست نہیں۔تو لہٰذا یہاں پر مفعول مطلق کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔اصل میں تھا ماانت الاتسیر سیراً یہ نکرہ کی مثال ہے، معرفہ کی مثال ماانت الاسیراً ، مانفی کی مثال انما انت الاسیراً اصل میں تھا انما انت الاتسیر سیراً۔

متن ﴿او وقع مکرراً﴾

ضابطہ ثانیہ مقام ثانی کا بیان، جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں پر مفعول مطلق مقام خبر میں ایسے اسم کے بعد مکرر واقع ہو جسکی خبر بننا صحیح نہ ہوتو اس مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔ جیسے زیدسیراً سیراً۔

زیدسیراً سیراً میں مفعول مطلق مکرر ہے اور ایسے اسم زید کے بعد واقع ہے جس سے خبر بنانا درست نہیں اس لئے یہاں اس کے مفعول مطلق کو وجوبی، قیاسی طور پر حذف کیا گیا ہے کہ اصل میں ہے زید یسیر سیراً۔

قولہ: ای فی موضع الخبر سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: اذا دکعت الارض دکاً دکاً مفعول مطلق ہے لیکن اس کے باوجود اس عامل ناصب کو حذف نہیں کیا گیا بلکہ موجود ہے۔

جواب: ضابطہ ثانیہ میں قید معتبر ہے کہ مفعول مطلق ایسے اسم مکرر کے بعد واقع ہو جس سے خبر بننا صحیح نہ ہو اور آیت کریمہ مفعول مطلق اگرچہ مکرر ہے لیکن مقام خبر میں ایسے اسم کے بعد واقع نہیں کہ جسکی خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو لہٰذا آیت کریمہ اس ضابطہ ثانیہ کے تحت داخل ہی نہیں ہے۔

قولہ: وانما جمع بین سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: صاحبِ کافیہ نے ضابطہِ اول اور ضابطہِ ثانیہ کو جمع کیوں کیا ہے حالانکہ مناسب تو یہ تھا ضابطہ اولیٰ کو بمعہ امثلہ علیحدہ بیان کرتے اور ضابطہِ ثانیہ کو بمعہ امثلہ علیحدہ بیان کرتے تو ان کو جمع کرنے کی حکمت کیا ہے۔

جواب: چونکہ یہ دونوں ضابطے ایک قید میں مشترک تھے کہ مفعول مطلق مقامِ خبر میں ایسے اسم کے بعد واقع ہو جسکی خبر بننے کی مفعول مطلق میں صلاحیت نہ ہو اس قیدِ اشتراک کی بناء پر دونوں ضابطوں کو جمع کیا، بعنوانِ دیگر مولانا جامیؒ کی غرض انما جمع سے قید مذکور کے قرینہ کو بیان کرنا ہے یعنی ایسی موضع الخبر سے سوال مقدر کا جواب دیتے ہوئے جس قید کو ذکر کیا تھا اس کے

قرینہ کو بیان کرنا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ کا دونوں ضابطوں کو جمع کرنا اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ دونوں ضابطوں کا باہم قید میں سے کسی نا کسی قید میں ضرور اشتراک ہے اور غور ،تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ضابطوں کا اگر اشتراک ہوسکتا ہے تو قیود میں سے تو فقط قیدِ مذکورہ میں ہوسکتا ہے، یعنی مفعول مطلق مقام خبر میں ایسے اسم کے بعد واقع ہو جس کی خبر بننے کی مفعول مطلق میں صلاحیت نہ ہو لہٰذا ضابطۂ ثانیہ میں قید مذکور کے مراد، معتبر ہونے کا قرینہ یہی ہے۔ کہ صاحب کافیہ کا دونوں ضابطوں کو جمع کرنا۔

قولہ: ای تسیر سیراً فعل ناصب محذوف کا بیان، ای سیراً البرید میں بھی فعل ناصب محذوف کا بیان ہے۔

قولہ: ھٰذان مثالان سے سوال آتی ہے تمہید اور ضمناً ممثل لہ کی تعین کا بیان ہے۔

قولہ: انما اور دمثالین سے سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: یہ ہے کہ ایک نوع یعنی نفی کی دو مثالیں کیوں دیں۔

جواب: ''وجوہ ثلاثہ کی بناء پر'' وجہ اول: صاحب کافیہ نے اس بات پر تنبیہ کی کہ ایسا مفعول مطلق معرفہ بھی ہوسکتا ہے اور نکرہ بھی ہوسکتا ہے۔ دوسری وجہ: اس بات کی تنبیہ کرنا ہے کہ مثالِ اول میں ذات ابتداء یعنی مخاطب کے فعل کو بیان کیا گیا ہے، اور سیراً مفعول مطلق تاکید بھی ہے، مثالِ ثانی میں اس چیز کو بیان کیا گیا ہے جس کے ساتھ فعل مبتداء کو تشبیہ دی گئی ہے یعنی مبتداء کو بمنزلہ مشبہ قرار دیکر اس کے لئے مشبہ بہ کو ثابت کیا گیا ہے اس لئے کہ مخاطب کے لئے مطلق سیر کا ذکر نہیں بلکہ قاصر کے سیر کا اس صورۃ میں یہ مفعول مطلق سیر البرید نوع کے لئے ہوگا۔ وجہ ثالث: اس امر کی طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس ضابطہ اولیٰ میں مفعول مطلق کو مفرد بلا اضافۃ اور بالاضافۃ دونوں طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قولہ: ای تسیر سیراً فعل محذوف کا بیان اور عمل سہ کی بیان سے برائے بیان وجہ تعدد امثلہ اسی طرح ای یسیر سیراً میں ابھی فعل ناصب کے محذوف کا بیان کرنا مقصود ہے

ساتھ ممثل لہ کی تعین کا بیان ہے، جس کے ضمن میں تعددِ امثلہ کا بھی بیان ہے۔

منها ماوقع تفصيلاً لاثر مضمون، جملة متقدمة ضابطۂ ثالثہ کا بیان، حاصل یہ ہے کہ ہر ایسے مقام میں جہاں مفعول مطلق جملہ سابقہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو وہاں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

قوله: من المواضع التی ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

قوله: ای موضع سوال مقدر کا جواب جو گذر چکا ہے۔

قوله: والمراد بمضمون الجملة سے تعینِ مراد کا بیان ہے، کہ مضمون جملہ کے دو معنی آتے ہیں (۱) معنی لغوی، عرفی بمعنی خلاصہ، لبِ لباب اور ما حصل ہے۔ (۲) معنی اصطلاحی جملہ سے جو مصدر سمجھی جاتی ہے وہ مضاف ہو فاعل کی طرف یا مفعول کی طرف۔

مولانا جامیؒ نے تفصیل کر دیا کہ اس مقام پر ضابطہ میں مضمون جملہ کا اصطلاحی معنی مراد ہے نہ کہ لغوی وعرفی۔ جیسا کہ آئندہ ضابطہ ثالثہ میں مراد ہے معنی ثانی نہ معنی اول۔

قوله: وباثره مراد اثر کا بیان برائے دفع دخلِ مقدر۔

سوال: متن کی عبارت میں لفظِ اثر کی اضافت مضمون جملہ کی طرف کی گئی ہے اور قاعدہ ہے کہ اثر کی اضافت مؤثر کی طرف ہوا کرتی ہے، حالانکہ مضمون جملہ مؤثر نہیں۔

جواب: اثر سے مراد غرض وغایت ہے۔

سوال: غرض وغایت کو اثر سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے۔

جواب: دونوں میں مناسبت ہے، جس طرح شئ کا اثر شئ کے بعد ہوتا ہے ایسے غرض الشئ بھی شئ کے بعد ہوا کرتی ہے اس مناسبت کی وجہ سے صاحبِ کافیہ نے لفظِ اثر بول کر غرض وغایت مراد لی ہے۔

قوله: وبتفصيل الاثر تفصیلِ اثر کی مراد کا بیان ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اغراضِ محتملہ کا بیان ہو۔

فائدہ: مولانا جامیؒ نے مضمون جملہ کے مراد کو پہلے بیان کیا اور اثر کے مراد کو بعد میں بیان کیا، حالانکہ متن میں اس کے بالعکس ہے اس میں کیا حکمت اور اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب: مضمون جملہ مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ مضاف کے لئے تتمہ ہوتا ہے لہٰذا مضاف الیہ کی تفسیر مضاف کی تفسیر کے لئے موقوف علیہ ہوئی، اس وجہ سے مضاف الیہ کی تفسیر کو مضاف کی تفسیر پر مقدم کیا اور دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مهما امکن (جہاں تک ممکن ہو) مفسِر اور مفسَر میں اتصال ہونا چاہئے نہ کہ انفصال۔

قوله :قوله تعالیٰ نکال کر سوال کا جواب دیا ہے جو کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے، تعالیٰ جملہ معترضہ برائے علوشان قائل۔

قوله:ای بعد شدالوثاق مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بعدمبنی برضمہ ہے جس کا مضاف محذوف منوی ہے۔

قوله:فشدواالوثاق انطباق المثال علی الممثل لہ کا بیان ہے جو نفسِ کتاب سے واضح ہے ۔خلاصہ یہ ہے کہ فشدوا الوثاق صلہ ہے جس کا مضمون شدِ وثاق ہے، اور شدِ وثاق کی مختلف اغراض ہوسکتی ہیں۔نمبرا قتل: نمبر۲ استرقاق: نمبر۳ فدیہ: نمبر۴ مَن:

چنانچہ فاما مناً بعد واما فداءً میں باری تعالیٰ نے اپنے اغراضِ محتملہ میں سے بعض کی تفصیل بیان کردی ہے۔لہٰذا مناً ،فداءً مفعول مطلق ہیں، جو جملہ سابقہ کے مضمون اثر کی تفصیل واقع ہورہے ہیں۔اس لئے مفعول مطلق منا اور فداء کے عامل ناصبہ تمنون اور تفدون کو وجوبی طور پر حذف کردیا گیا۔ یہ ضابطۂ ثالثہ جملہ سابقہ کے حذف کا قرینہ ہے اور مفعول مطلق فعل محذوف کے قائم مقام ہے۔

متن ﴿ومنها ماوقع لتشبیه علاجاً

بعد جملة مشتملة علی اسم بمعناه﴾

ماتن مقام رابع ضابطہ رابعہ کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہروہ مقام جہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو، یعنی مشبہ بہ ہواور فعل علاجی پر دال ہو یعنی ایسے فعل پر جس کی مرور میں تحریک عضو کی ضرورت پڑتی ہواور جملہ کے بعد واقع ہواور جملہ اسم پر مشتمل ہواور وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو، نیز وہ جملہ اس اسم کے صاحب پر مشتمل ہو یعنی ایسی ذات پر مشتمل ہو جس کے ساتھ اس کا معنی قائم ہو، تو ایسے مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصبہ کو قیاساً حذف کرنا واجب ہے اس ضابطہ سے کل چھ شرطیں معلوم ہوئیں۔

ا۔مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو۔ ۲۔فعل علاجی پر دال ہو۔ ۳۔جملہ کے بعد واقع ہو۔

۴۔وہ جملہ اسم پر مشتمل ہو۔ ۵۔وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو۔۶۔وہ جملہ اس اسم کے صاحب پر مشتمل ہو۔اگر ان چند شرطوں میں سے کوئی ایک نہ پائی گئی تو عامل ناصبہ کو حذف کرنا واجب نہیں ہوگا۔اتفاقی مثال مررت بزید فاذا له صوت صوت حمار ،دوسری مثال:مررت بزید فاذاله صراخ صراخ الثکلیٰ۔

پہلی مثال میں مفعول مطلق کے لئے عامل ناصب یصوت اوردوسری میں یصرخ محذوف ہے۔

قوله: لان یشبهه به امر آخر سوال کا جواب۔

سوال: کہ متن کی عبارت تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفعول مطلق آلہ تشبیہ کا ہو، حالانکہ مثال آتی میں مفعول مطلق آلہ تشبیہ نہیں ہے۔

جواب: حضرت جی عبارت تشبیہ مصدر بمعنی المفعول ہے کہ مفعول مطلق سے کسی دوسری چیز کو تشبیہ دی گئی، یعنی مفعول مطلق مشبہ بہ ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ مثال آتی میں مفعول مطلق مشبہ بہ ہے، بعنوانِ آخر سوال مقدر کی تقریر یوں کی جائیگی کہ تشبیہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان نسبت کا نام ہے، جس کی طرفین مشبہ اور مشبہ بہ ہوتی ہے اور متن کی عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مفعول مطلق مشبہ یا مشبہ بہ ہوگا مولانا جامیؒ نے مراد کو معین کر دیا کہ بھائی صاحب مفعول مطلق

مشبہ بہ ہوگا۔

قولہ: واحترز به قید مذکور کے فائدہ کا بیان ہے بمع مثال احترازی۔ لزید صوت صوت حسن اس مثال احترازی میں صوت ثانی تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔

قولہ: ای حال کونه ترکیب کا بیان کہ علاجا وقع کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے۔

قولہ: دالا علی فعل سے مرادی معنی کا بیان ہے یعنی مفعول مطلق کسی ایسے فعل پر دلالت کرے جو افعال جوارح سے ہو یعنی آلات بدن کا محتاج ہو آگے اس کی احترازی مثال بیان کی لزید زهد الصلحاء، یہ اس سے خارج ہے کیونکہ زہد افعال جوارح میں سے نہیں۔

قولہ: واحترز به اس جملہ کے بعد میں واقع ہونے والی قید کے فائدے کا بیان، کہ اس سے صوت زید صوت حمار سے احتراز ہو جائیگا کیونکہ یہ جملہ کے بعد واقع نہیں۔

قولہ: تلک الجمله ضمیر کے مرجع کا بیان، کہ مشتملہ .... اس کا مرجع تلک الجمله ہے اور لفظ کائن نکال کر جار مجرور کا متعلق بیان کر دیا کہ یہ ظرف مستقر ہو کر اسم کی صفت ہے اور ای بمعنی المفعول المطلق سے ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

قولہ: واحترز به سے مولانا جامیؒ نے بمعناہ کی قید کا فائدہ بیان کیا بمع مثال احترازی کہ بمعناه کی قید سے بزید فاذا له ضرب صوت حمار خارج ہو جائی گی۔ کیونکہ اس مثال میں باقی تمام قیود اگر چہ پائی جاتی ہیں، لیکن یہ قید کہ وہ جملہ ایسے اسم پر مشتمل ہو، کہ وہ اسم مفعول مطلق کے ہم معنی ہو اور یہ ہم معنی نہیں کیونکہ فاذا له ضرب یہ جملہ ضرب پر مشتمل ہے اور ضرب صوت کے ہم معنی نہیں، اور لفظ عنی نکال کر حاصل عطف کا بیان کہ صاحب کا عطف ہے اسم پر، ای صاحب ذالک الاسم ضمیر کے مرجع کا بیان۔

قولہ: ای الذی قام به معناه صاحب الاسم کے معنی مرادی کا بیان ہے کہ صاحب الاسم سے مراد یہ ہے کہ وہ جملہ ایسی ذات پر مشتمل ہو جس کے ساتھ اس اسم کا معنی قائم ہو جس پر جملہ مشتمل ہو۔

قولہ:احترز بہ سے مشتملہ علی صاحبہ کی قید کے فائدے کا بیان مع مثالِ احترازی، جوکہ مررت بالبلد فاذا بہ صوت صوت حمار ہے۔اس لئے کہ جملہ مشتمل ہے صوت والہ اسم پراور جملہ میں ضمیر کا مرجع بلد ہے اور بلد کے ساتھ صوت کے معنی کا قیام نہیں ہوسکتا۔

قولہ:ای یصوت سے عامل ناصب فعل محذوف کا بیان ہے۔

قولہ:من صات الشئ صوتاً سوال مقدر کا جواب۔

سوال: یہ مثال مطابقی میں صوت حمار میں صوت حاصلِ مصدر ہے بمعنی آواز،مصدر نہیں بمعنی آواز کرنا۔اور مفعول مطلق کے لئے مصدر ہونا ضروری ہے،فعل بھی مزید سے یصوت بتشدید مقدر ہونا چاہئے۔

جواب:۔صوت جس طرح حاصل بالمصدر بمعنی آواز کا استعمال ہوتا ہے اسی طرح آواز کردن کے بھی استعمال ہوتا ہے۔اور مثال مطابقی میں استعمال دوم ہی کے اعتبار سے مستعمل ہے۔لہٰذا مثال ممثل لہ کے مطابق ہوگئی۔پہلی مثال:مررت بہ فاذا لہ صوت صوت حمار۔دوسری مثال:مررت بہ فاذا لہ صراخ صراخ الثکلیٰ کہ گزرا میں اس کے پاس اچانک اس کے لئے رونا اور چلانا تھا مثل رونا چلانا بچہ گم کردہ عورت کے،ایک مثال مفعول مطلق نکرہ کی،ایک مثال معرفہ کی۔

متن ﴿ومنها ماوقع مضمون جملة لامحتمل لها غيره﴾

غیرہ مقام خامس اور ضابطہ خامسہ کا بیان،اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جو مفعول کے لئے مطلق ایسے جملہ کا خلاصہ اور لبِ لباب اور ماحصول واقع ہو کہ اس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ دوسرے کسی چیز کا بالکل احتمال ہی نہ ہو ایسے مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاساً حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

قولہ:من تلک المواضع ضمیر کے مرجع کا بیان۔

قولہ:ای موضع مفعول مطلق سوال مقدر کا جواب جوگذر چکا ہے،ای لهذه الجملة لها میں ھا ضمیر کے مرجع کا بیان،اور اسی طرح ای غیر المفعول یہ بھی مرجع کا بیان ہے۔

قولہ:ای اعترفت اعترافاً فعل ناصب کے محذوف کا بیان ہے۔

قولہ :فاعترافا میں انطباق المثال بالممثل لہ کا بیان، کہ اعترافالہ علی الف درھم والی جملہ کا خلاصہ اور ماحصل اور لب لباب ہے اور اس جملہ میں اس اعتراف کے علاوہ، یا غیر کا بالکل احتمال ہی نہیں ۔ویسمّی اصطلاح کا بیان،اور اصطلاح میں اس مفعول مطلق کو تاکید نفسی کہا جاتا ہے۔

قولہ :هذاالنوع ضمیر کے مرجع کا بیان،اسی طرح فی نفس المفعول ضمیر مجرور کے مرجع کا بیان ہے۔

قولہ:لانه انما یؤ کد وجہ تسمیہ کا بیان برائے دفع دخل مقدر۔

سوال : تاکید تو اپنے نفس کی ہوتی ہے تو اس تسمیہ کا کیا فائدہ ہے۔

جواب : چونکہ یہاں مؤ کد بالفتح اور مؤ کد بالکسر کے درمیان اتحاد ہی اتحاد ہے یہاں تک کہ مغائرۃ اعتباری بھی نہیں اس لئے اس کا نام تاکید لنفسہ رکھدیا گیا،بخلاف ضابطہ آتیہ کے کہ اس میں مؤ کد بالفتح اور مؤ کد بالکسر کے درمیان مغائرۃ اعتباری موجود ہے۔

متن ﴿ومنها ماوقع تفصيلا لمضمون جملة لها محتمل غيره﴾

ضابطہ سادسہ کا بیان ۔اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق ایسے جملہ کا مضمون یعنی خلاصہ،لب لباب واقع ہو اور اس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ غیر کا بھی احتمال ہو تو ایسے مقام میں بھی عامل مفعول مطلق فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہوگا۔

مثال مطابقی جیسے زید قائم حقاً

قولہ : ای احق حقاً عامل ناصب فعل محذوف کا بیان کہ حقا مفعول مطلق ہے جس کے لئے احق حقا فعل محذوف ہے اور مولانا جامیؒ نے من حق یحق سے اشارہ کر دیا کہ یہ مجرد سے ہے بمعنی اثبات کے۔

قولہ:فحقا سے انطباق المثال بالممثل لہ کا بیان، کہ حقا مفعول مطلق ہے جو کہ زید قائم کے جملے کے مضمون کا خلاصہ اور لب لباب ہے کہ زید قائم والا جملہ حق کے علاوہ غیر حق کے یعنی باطل کا بھی احتمال رکھتا ہے اس لئے کہ زید قائم جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ میں احتمال صدق اور کذب ہوا کرتا ہے۔

قولہ :ویسمی سے اصطلاح کا بیان ہے، کہ اس مفعول مطلق کو اصطلاح میں تاکید لغیرہ کہا جاتا ہے۔

قولہ:لانہ من حیث سے وجہ تسمیہ کا بیان،سوال مقدر کا جواب۔

قولہ :تاکید لغیرہ تو محال ہے کیونکہ تاکید کا معنی ہے شیٔ واحد کا دو مرتبہ تلفظ کیا جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شیٔ واحد کا دو مرتبہ تلفظ سے اسی شیٔ کی اپنی ذات کی تاکید ہوتی ہے نہ کہ غیر کی تاکید،تو تاکید لغیرہ نام رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

جواب: تاکید کے منافی مغائرت حقیقی ہے اور وہ یہاں مؤکد بالفتح اور مؤکد بالکسر کے درمیان پائی نہیں جاتی بلکہ یہاں تو مغائرۃ اعتباری پائی جاتی ہے جو کہ تاکید کے منافی نہیں اور یہ مغائرۃ اعتباریہ اس طرح ہے کہ مثال مذکور مؤکد بالکسر منصوص علیہ بلفظ المصدر ہے اس میں حق کے علاوہ کذب اور باطل کا بلکل احتمال نہیں، کیونکہ حقا مفرد ہے اور مفرد میں صدق اور کذب کا احتمال نہیں ہوا کرتا لہٰذا احق جو حقا کا مدلول ہے وہ مؤکد بالکسر ہے جس میں غیر حق کا بلکل احتمال نہیں اور جبکہ مؤکد بالفتح منصوص علیہ بلفظ الجملہ ہے جو کہ جملہ کا مضمون ہونے کی وجہ سے حق کے ساتھ ساتھ غیر حق کا بھی احتمال رکھتا ہے،لہٰذا خلاصہ یہ ہوا کہ مغائرت اعتباری یوں ہے کہ مضمونِ جملہ میں جس طرح کذب وصدق احتمال دونوں کا ہے لیکن مؤکد بالکسر میں جو حق ہے وہ احتمال سے

خالی ہے لہٰذا مؤکد تو موصوف بوصف الاحتمال ہے لیکن مؤکد موصوف بوصف الاحتمال نہیں اسی تغائر اعتباری کی وجہ سے اس کا نام تاکید لغیرہ رکھا ہے۔

قولہ: ویحتمله سے مولانا جامیؒ نے دوسرا جواب دیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض تب وارد ہوتا ہے جب تاکید لغیرہ میں لام تاکید کے لئے صلہ ہو، ہم کہتے ہیں کہ لام صلہ نہیں بلکہ لام اجلیہ ہے اب حاصل معنی یہ ہوگا، تاکید اپنی ذات کی غیر کی وجہ سے تاکہ غیر مندفع ہو جائیں ،اس صورت میں تو تاکید اپنی ذات کی ہو جائیگی غیر کی وجہ سے تاکیدِ غیر کا ازالہ ہو جاتا ہے غیر کی تاکید نہیں۔

قولہ:وعلی هذا سے اس جواب پر وارد ہونے والے سوال کا جواب دیا۔

سوال: اگر دوسرا جواب مان لیا جائے تاپھر تاکید لنفسہ اور تاکید لغیرہ میں تقابل باقی نہیں رہے گا ۔کیونکہ تاکید لنفسہ میں لام تاکید کا صلہ ہے اور تاکید لغیرہ میں لام تاکید کا صلہ نہیں، بلکہ لام اجلیہ ہے،مولانا جامیؒ نے جواب دیا تاکید لغیرہ میں لام اجلیہ قرار دیا جائے تو اس صورت میں تاکید لنفسہ میں بھی لام صلہ کے لیے نہیں ہوگا، بلکہ لام اجلیہ ہی ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ تاکید اپنی ذات کی وجہ سے تاکید کہ تکرار کی وجہ سے تقرر ہو جاتے لہٰذا تقابل باقی رہا۔

قولہ:ومنها ماواقع مثنیً مثل لبیک مقام سابع اور ضابطہ سابع کا بیان۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق تثنیہ کی صورة پر تکثیر،تکرار کے بتلانے کیلئے واقع ہو اور فاعل یا مفعول کی طرف مضاف بھی ہو تو ایسے مقام میں مفعول مطلق کے عامل ناصب کو قیاسا حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔مثال مطابقی: جیسے لبیک وسعدیک۔

قولہ: ای علی صیغة التثنیه سوال مقدر کا جواب۔

سوال:متن کی عبارت سے صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب مفعول مطلق تثنیہ واقع ہو تو اس کے عامل ناصب کو قیاسا حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔حالانکہ ضربت ضربتین میں مفعول مطلق تثنیہ ہو رہا ہے اس کے باوجود اس کا عامل ضربت مذکور ہے۔اور سوال کی تقریر یوں بھی کی جاسکتی

ہے کہ ماقبل میں صاحبِ کافیہ نے بیان کیا تھا کہ مفعول مطلق تاکیدی تثنیہ، جمع نہیں ہوتا اور یہاں آکر " ماوقع مثنی " تو صاحب کافیہ کا دونوں کلاموں میں تعارض اور تدافع ہوا۔

جواب: حضرت جیؒ شئی سے مراد یہ قطعاً نہیں کہ وہ تثنیہ کیلئے ہو، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ تثنیہ کی صورۃ پر واقع ہو، تکرار بتانے کے لئے ہو اور مثالِ مذکور فی السوال یعنی ضربت ضربین میں تو حقیقتاً تثنیہ کے لئے ہے، یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ مولانا جامیؒ کی عبارت وان لم یکن لتثنیه میں کلمہ ان وصلیہ ہے جو اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اگر مفعول مطلق حقیقتاً تثنیہ کے لئے ہو تو وہاں عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے بطریقہ اولیٰ۔ حالانکہ واقع اور نفس الامر یہ ہے کہ اگر مفعول مطلق حقیقتاً تثنیہ کے لئے ہو تو وہاں عامل کو حذف کرنا جائز ہی نہیں۔ باقی رہی بات کہ ان وصلیہ اس بات کا کیوں تقاضہ کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان وصلیہ میں نقیض شرط اولیٰ بالجزاء ہوا کرتی ہے اور جزاء جمیع الازمنہ میں لازم الوجود ہوتی ہے، جیسے یوں کہا جائے زید بخیل وان کثر مالہ تو حاصل معنی یہ ہوگا کہ زید تمام ازمنہ میں بخیل ہے، یعنی اگر مال ہو تو تب بھی اور اگر مال نہ ہو تو بطریقہ اولیٰ بخیل ہوگا بالکل۔

مولانا جامیؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ مفعول مطلق تثنیہ کے لئے نہ ہو، تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر حقیقتاً مفعول مطلق تثنیہ کے لئے ہو تو بطریقہ اولیٰ مفعول مطلق کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے، یہ واقع کے بالکل خلاف ہے۔

جواب: اصل عبارت یوں ہونی چاہئے کہ ای یکون علی صیغة التثنیه ولم یکن علی معنی التثنیه اور بعض نے یوں جواب دیا کہ یہاں ان وصلیہ نہیں بلکہ مخففہ من المثقلہ ہے ان وصلیہ کی تفصیل احقر کی تصنیف ضوابطِ نحویہ میں دیکھئے۔

قولہ: لابد سے سوال مقدر کا جواب۔

قولہ: ثم ارجع البصر کرتین میں کرتین مفعول مطلق تثنیہ کی صورۃ پر واقع ہے جس سے مقصود تکثیر وتکرار بتلانا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا عامل ناصب ارجع مذکور ہے

محذوف نہیں۔

جواب: یہ ہے کہ صاحب کافیہ نے جو قاعدہ بیان کیا ہے یہ ناقص ہے اس میں ایک اور قید معتبر ہے وہ یہ ہے کہ وہ مفعول مطلق فاعل یا مفعول کی طرف مضاف بھی ہو، اور آیت کریمہ میں مفعول مطلق فاعل یا مفعول مطلق کی طرف مضاف نہیں ہے تو حقیقت میں مولانا جامیؒ نے صاحب کافیہ پر اعتراض بھی کیا ہے کہ صاحب کافیہؒ نے قاعدہ مذکورہ ناقص بیان کیا ہے، اسلئے کہ اضافت الی الفاعل والمفعول والی قید معتبر تھی لیکن ذکر نہیں کیا۔

فائدہ: فاضل ہندی نے مولانا جامیؒ کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے، کہ یہ قاعدہ مذکورہ ناقص نہیں بلکہ صاحب کافیہؒ مثال کے ضمن میں اضافت والی قید کو بیان کر رہا ہے اگر چہ صراحۃً نہیں بلکہ ضمناً ہے، لہٰذا صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا مولانا جامیؒ کا درست نہیں۔

مولانا جامیؒ نے فاضل ہندی کے اس جواب مذکورہ کو فی جاء المثال سے رد کر دیا، اس کا حاصل یہ ہے کہ مثال کو قاعدہ کا تتمہ قرار دینا سراسر تکلف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً قاعدہ قیود کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد قاعدہ کی توضیح کے لئے مثال کو پیش کیا جاتا ہے لہٰذا فاضل ہندی کا جواب درست نہ ہوا اور مولانا جامیؒ کا سوال باقی رہا۔

فائدہ: مولانا جامیؒ نے یہاں پر تو اکتفاء بر مثال، یعنی مثال کو قاعدہ کا تتمہ قرار دینا تکلف قرار دیا ہے حالانکہ اسماء ستہ مکبرہ کے اعراب کے بیان میں مولانا جامی اس تکلف کو خود اختیار فرما چکے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ اسماء ستہ مکبرہ کے اعراب کی بحث اندر اسماء ستہ مکبرہ اعراب بالحروف ثلاثہ ہونے کیلئے چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے نمبر ۱ مکبر: نمبر ۲ موحدہ و مضاف ہو: نمبر ۳ غیر یاء متکلم کی طرف مضاف ہو، تو وہاں جب صاحب کافیہ پر اعتراض ہوا تھا کہ صاحب کافیہ نے آخری دو شرطوں کو بیان کیا ہے پہلی دو قیدوں کو بیان کیوں نہیں کیا تو مولانا جامیؒ نے کہا تھا صاحب کافیہؒ نے مثالوں پر اکتفاء کیا تو وہاں پر اس تکلف کو خود اختیار کر چکا ہے اور یہاں رد کر رہے ہیں۔ مولانا جامیؒ کے دونوں کلاموں میں تعارض اور تناقض ہے۔

جواب: اسماء ستہ مکبرہ کی بحث میں کل چھ مثالیں تھیں ان میں تین مثالیں توضیح کے لئے کافی تھیں اور تین مثالوں کو قاعدہ کا تتمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ بخلاف اس مقام کے یہاں پر صرف دو مثالیں ہیں جو قاعدہ کی توضیح کے لئے تو ہوسکتی ہیں، لیکن ان کو قاعدہ کا تتمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور اسکا دوسرا جواب دیا جاسکتا ہے کہ اسماء ستہ مکبرہ کی بحث میں امثلہ توضیحِ قاعدہ کے لئے نہیں بلکہ محل قاعدہ کے تعین کیلئے ہیں، اور ایسی امثلہ جن سے مقصود محل قاعدہ کی تعین ہو ان کو قاعدہ کا تتمہ قرار دیا جاسکتا ہے اور بخلاف ان مثالوں کے جو محل قاعدہ کی تعین کے لیے نہ ہوں بلکہ توضیح قاعدہ کے لئے ہوں ان کو قاعدہ کا تتمہ قرار نہیں دیا جاسکتا، اور اس مقام میں مثالیں دوسری قبیل سے ہیں، اور اس سوال کا ایک تیسرا جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ امثلہ کا حاصل یہ ہے کہ امثلہ دو قسم پر ہیں (۱) وہ امثلہ جو لفظ نحو اور مثال کے ساتھ مصدر ہوں: (۲) وہ مثالیں جو لفظ نحو اور مثال کے ساتھ مصدر نہ ہوں۔ تو قسمِ ثانی کو قاعدہ کا تتمہ قرار دیا جاسکتا ہے، اسماء ستہ مکبرہ کی امثلہ قسم ثانی کے قبیل سے ہیں، بخلاف قسمِ اول کی امثلہ کے، ان کو قاعدہ کا تتمہ قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہاں قسمِ اول کے قبیل سے ہے۔

قولہ: اصلہ البّ لک البابین عامل ناصب فعل محذوف کا بیان ہے۔

قولہ: ای اقیم حاصل معنی کا بیان ہے، کہ میں تیری خدمت کیلئے انتصار امر کیلئے کھڑا رہوں گا ،کھڑا رہنا پے در پے اور اپنی جگہ سے ہٹوں گا نہیں۔

قولہ: فحذف الفعل سے انطباق المثال علی الممثل لہ کا بیان ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ الب فعل کو حذف کر کے مصدر کو اس کے قائم مقام کر دیا تو لک باقی رہیگا البابین پھر مصدر سے زوائد یعنی الف ،ہمزہ مکسورہ کو حذف کر کے ثلاثی مجرد میں لے گئے پھر لک سے لام حرف جار کو حذف کر دیا، تو ک (کاف) باقی رہ گیا پھر مصدر کو اس کاف کی طرف مضاف کر دیا جس سے نون تثنیہ کا گر گیا تو لبیک ہو گیا۔

قولہ: ویجوز ان یکون احتمال آخر اور توجیہ ثانی کا بیان، کہ لب بالمکان مجرد سے مشتق ہو

لیکن یہ بھی یاء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اس لئے لب کے معنی میں ہی ہے باقی تاویل وہی ہوگی ،البتہ مصدر سے زوائد حذف نہیں کرنے پڑیں گے۔

قولہ:ای اسعد ك عامل ناصب فعل محذوف کا بیان ہے۔

قولہ:بمعنی اعنیک حاصل المعنی کا بیان،اس کا حاصل یہ ہے کہ میں تیری مدد کرتا ہوں بار بار مدد کرنا،اس مثال مذکور کی توجیہ پہلی مثال کی توجیہ پر قیاس کر لینا چاہئے،یعنی سعد یک اصل میں تھا اسعد ك اسعادین۔

قولہ:الا ان اسعد سے دونوں مثالوں کے درمیان فرق کا بیان،جس کا حاصل یہ ہے کہ اسعاد متعدی بنفسہ ہے اور الباب متعدی بالواسطہ ہے لام سے،اسی لئے مصنف نے دو مثالیں دی ہیں تا کہ فرق پر تنبیہ ہو جائے۔

متن ﴿المفعول به هو ما وقع عليه فعل الفاعل﴾

مصنف مفعول مطلق کی بحث سے فراغت کے بعد مفعول بہ کی تعریف بیان کر رہے ہیں،جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول بہ ایسی چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو،یعنی فاعل کے فعل کا تعلق بغیر واسطہ حرف جر ہو خواہ تعلق ایجابی ہو یا سلبی ہو،ان مزید وقوع حسی ہو یا حکمی اور آن مزید کہ فاعل حقیقی ہو یا حکمی ہو۔

قولہ:ای هو اسم سوال مقدر کا جواب۔

سوال: مفعول بہ تو لفظ ہے اور جس چیز پر فاعل کا فعل واقع ہوگا وہ لفظ نہیں بلکہ ذات ہے تو حمل کیسے درست ہوگا حالانکہ معرف کا معرف پر حمل کا ہونا ضروری ہے۔

جواب :حضرت جی یہاں پر مضاف لفظ اسم مقدر ہے۔

قولہ:ولم يذكر الاسم سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: صاحب کافیہ نے لفظ اسم مفعول بہ کی تعریف کو لفظوں میں کیوں ذکر نہیں کیا۔

جواب: ماسبق پر اکتفاء کرتے ہوئے یہاں عبارت میں ذکر نہیں کیا۔

سوال: مفعول بہ کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ خلق اللہ العالم میں عالم پر صادق نہیں، اس لئے کہ فاعل کے فعل کا وقوع مفعول پر اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ مفعول فعل کے واقع ہونے سے قبل موجود ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ عالم جو مفعول ہے وہ خلق سے پہلے موجود نہیں۔

جواب: وقوع فعل فاعل پر عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً، تو خلق اللہ العالم میں اگرچہ حقیقتاً نہیں بلکہ حکماً، اس لئے کہ ان جیسی تراکیب اور امثلہ میں فاعل کے فعل کا وقوع حقیقتاً ہوتا ہے مفعول پر، تو اس میں اگرچہ حقیقی نہیں لیکن حکمی ضرور موجود ہے۔

قولہ المراد بوقوع الفاعل سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: کہ مفعول بہ کی تعریف مذکور جامع نہیں کیونکہ ما ضربت زید پر صادق نہیں آتی۔ اس لئے کہ یہاں فعل کا وقوع نہیں بلکہ فعل کے وقوع کی نفی ہے۔

جواب: حضرت جی سینہ تھام کے سن لو یہاں وقوع سے مراد تعلق ہے عام ازیں تعلق سلبی ہو یا ایجابی، اور ما ضربت زیدا میں تعلق سلبی موجود ہے۔

قولہ: بلا واسطہ حرف الجر سوال مقدر کا جواب۔

سوال: یہ تعریف مذکور آپکی مانع بھی نہیں اور جامع بھی نہیں اس لئے کہ مررت بزید میں زید پر صادق آتی ہے اس لئے کہ فاعل کے فعل مرور کا زید سے، حالانکہ صاحب کافیہ کے نزدیک مررت بزید میں زید مجرور مفعول بہ نہیں بلکہ مجرور ہے۔

جواب: کہ وقوع سے مراد مطلق تعلق نہیں بلکہ ایسا تعلق ہے جو حرفِ جار کے واسطے کے بغیر ہو اور آپکی پیش کردہ مثال میں تعلق تو ہے لیکن حرف جار کے واسطے سے ہے۔

قولہ: فانھم یقولون سوال مقدر کا جواب۔

سوال: اس پر کیا قرینہ ہے کہ یہاں تعلق سے مراد متعلق نہیں بلکہ بلا واسطہ حرف الجر ہے۔

جواب: اس پر قرینہ نحاۃ کی عرف ہے کیونکہ نحویوں حضرات کے اپنے عرف میں ضربت زید میں تو فاعل کے فعل کے تعلق کو وقوع کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، لیکن مررت بزید میں فاعل کے فعل کے

تعلق کو وقع کے ساتھ تعبیر نہیں کرتے بلکہ تلفظ کا اطلاق وقوع پر سطرح کرتے ہیں اور مررت بزید میں تلفظ سے کا اطلاق کرتے ہیں ۔ اس لئے معلوم ہو گیا کہ وقوع سے خاص تعلق مراد ہے جو بغیر واسطہ حرف جار کے ہو۔

قولہ: فخرج به سے مولانا جامیؒ وقع علیہ فعل الفاعل کی قید کا فائدہ کو بیان کر رہے ہیں کہ اس قید سے باقی چار مفاعیل میں سے تین مفعول یعنی مفعول فیہ، معہ، لہ خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ ان پر فاعل کے فعل کا وقوع نہیں ہوتا۔

قولہ: والمفعول المطلق سوال مقدر کا جواب۔

سوال: یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ مذکور تعریف مفعول مطلق پر صادق آتی ہے جیسے ضربت ضربا پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس کے ساتھ فاعل کے معنی کا تعلق بواسطہ حرف جار کے ہے حالانکہ یہ مفعول مطلق ہے مفعول بہ نہیں۔

جواب: مفعول بہ اور فاعل کے درمیان مغائرۃ ہوتی ہے بخلاف مفعول مطلق کے، اس میں مغائرۃ نہیں ہوتی بلکہ مفعول مطلق اور فعل کے درمیان تو اتحاد ہوتا ہے۔

قولہ: والمراد بفعل الفاعل سوال مقدر کا جواب۔

سوال: مفعول بہ کی تعریف مذکور پھر بھی دخول غیر سے مانع نہیں، اس لئے کہ ضرب زید میں زید پر صادق آتی ہے کہ زید کے ساتھ ضرب کا تعلق بغیر واسطہ حرف جر کے ہے حالانکہ ضرب زید میں زید مفعول بہ نہیں بلکہ مفعول مالم یسمہ فاعلہ ہے۔

جواب: فاعل کے فعل سے مراد ایسا فعل ہے جو عبارت اور لفظوں میں فاعل کی طرف مسند ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کی پیش کردہ مثال میں فعل مجہول کا فاعل کی طرف اسناد نہیں۔

قولہ: ولا یشکل سوال مقدر کا جواب۔

سوال: اس جواب سے تو لازم آتا ہے کہ اعطی زید درھما کی ترکیب میں درھما مفعول بہ نہ ہو، کیونکہ اس مثال میں اعطی کی نسبت فاعل مسند کی طرف نہیں، حالانکہ درھما یقیناً مفعول بہ ہے

جواب : فعل فاعل میں فاعل میں تعیم ہے خواہ فاعل حقیقی ہو یا حکمی اور اعطی زید درھما کی ترکیب میں فعل کی نسبت فاعل حکمی کی طرف ہے لہٰذا اس پر ہماری تعریف صادق آجائیگی۔ کیونکہ زید مفعول مالم یسمہ فاعلہ ہے جو کہ فاعل حکمی ہوا کرتا ہے۔

قولہ: وبما ذکرنا سوال مقدر کا جواب۔

سوال: اگر صاحب کافیہ مفعول بہ کی تعریف میں صرف اتنا کہہ دیتا، المفعول به ماوقع علیه الفعل تو اسمیں اختصار بھی تھا اور مقصود بھی حاصل ہوجاتا اس لئے کہ الفعل سے فاعل خود بخود سمجھا جاتا کیونکہ کوئی فعل بھی بغیر فاعل کے ممکن ہی نہیں۔

جواب : اسطرح عبارت ذکر کرنے سے اختصار ضرور ہوجاتا لیکن فاعل کے اندر تعیم نہ ہوسکتی ،حالانکہ مقصود فاعل کی تعیم بھی بیان کرنی ہے کہ فاعل حقیقی ہو یا حکمی۔ تو اس تعریف کے بغیر یہ تعریف جامع نہ رہے گی اعطی زید درھما جیسی ترکیبیں اس خارج ہوجائیں گی ،اس لئے صاحب کافیہ نے الفاعل کو لفظوں میں ذکر کردیا تاکہ فاعل میں تعیم ہوکر یہ تعریف جامع ہوجائے۔

قولہ: ولله در المصنف ماقبل کی تقریر سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مررت بزید میں زید مفعول بہ نہیں کیونکہ فعل کا تعلق حرف جار کے واسطے سے ہے۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ ضربت بزید میں بھی فعل کا تعلق زید کے ساتھ بواسطہ حرف جار کے ہے لیکن اس کے باوجود زید مفعول بہ ہے تو ان دونوں میں یعنی مررت بزید اور ذھبت بزید میں کیا فرق ہے۔

جواب : ضربت بزید میں حرف جار تغیر معنی کے لئے ہے، تغیر معنی کے بعد فعل کا تعلق زید کے ساتھ بلا واسطہ ہے اس لئے کہ ذھبت کا معنی ذھبت زید اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذھبت زید میں زید کے ساتھ ذھاب کا تعلق بغیر حرف جار کے واسطے سے ہے مفعول بہ ہوگا اور چونکہ مررت بزید میں باء حرف جار تغیر معنی تھے نہیں تو اس وجہ سے زید کے ساتھ مررت کا تعلق بواسطہ حرف جار کے ہوگا تو یہ مفعول بہ نہیں ہوگا۔

متن ﴿ وقد يتقدم على الفعل ﴾

صاحب کافیہ نے مفعول بہ کی تعریف کے بعد مفعول بہ کے احکام میں سے ایک حکم بیان کیا ہے، اسکا حاصل یہ ہے کہ اکثر اولیٰ تو یہی ہے کہ مفعول بہ فعل سے مؤخر ہو لیکن کبھی کبھی فعل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے۔

قولہ: العامل فيه اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ الف لام عہدی ہے اور الفعل سے مراد وہ فعل ہے جو عامل ہے مفعول بہ میں، کیونکہ اگر مفعول بہ ایسے فعل پر مقدم ہو جو فعل اس میں عامل نہ ہو تو یہ تقدیم معتبر نہیں، نیز اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ الفعل سے مراد مطلق عامل ہے خواہ فعل ہو یا شبہ فعل ہو۔

قولہ: لقوة الفعل سے مولانا جامیؒ علت بیان کر رہے ہیں مفعول کی فاعل پر جوازی طور پر مقدم ہونے کی برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: مفعول بہ اپنے فعل عامل پر کیوں مقدم ہو سکتا ہے حالانکہ معمول ہونے کی حیثیت سے تو مؤخر ہونا چاہئے تھا۔

جواب: چونکہ فعل اور شبہ فعل عمل میں قوی ہیں اور عامل قوی جس طرح مفعول بہ مؤخر میں عمل کر سکتا ہے اسی طرح مفعول بہ مقدم میں بھی عمل کر سکتا ہے۔

قولہ: اما جوازاً جملہ مستانفہ ایک استفسار کا جواب ہے۔ استفسار یہ ہے کہ مفعول بہ کے اپنے فعل عامل پر تقدیم کی کیفیت کیا ہے آیا جوازی ہے، یا وجوبی، مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ تقدیم میں تعمیم ہے جوازی ہو یا وجوبی۔

قولہ: واما وجوباً فيما تضمن مفعول بہ کی تقدیم وجوبی کے محل کا بیان۔

قولہ: هذا اذا لم يكن قید کا بیان برائے دفع دخل مقدر۔

سوال: من البر ان تكف لسانك اس میں مفعول بہ کی تقدیم جائز ہی نہیں تو ماتن صاحب کا وقد یتقدم کہنا صحیح نہیں۔

جواب : تقدیم مفعول بہ انتفاء مانع کی شرط کے ساتھ مشروط ہے یعنی مفعول کا مقدم کرنا اس وقت جائز ہے جب کہ کوئی مانع موجود نہ ہو اور مثال مذکور میں مانع موجود ہے، اور مانع یہ ہے کہ ان مصدر یہ واقع ہوا ہے اوران مصدریہ اپنے صلہ کے تاول کی تاویل کر دیتا ہے اور مصدر عامل ضعیف ہے تو یہ معمول مؤخر میں تو عمل کر سکتا ہے لیکن مقدم میں عمل نہیں کرسکتا اسی لئے

متن ﴿وقد يحذف الفعل لقيام قرينة جوازاً﴾

صاحب کافیہ ایک اور حکم بیان کر رہے ہیں، مفعول بہ کے عامل ناصب کا قرینہ موجود ہو تو مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ حذف دو طرح کا ہوتا ہے

(۱) وجوبی۔ (۲) جوازی۔ ایسے شخص کے جواب میں زیداً کہدیا جائے جو یہ سوال کرے من اضرب اور حذف وجوبی چار مقامات میں ہوتا ہے۔

قولہ: العامل فيه سوال مقدر کا جواب ہے جو گذر چکا ہے۔

قولہ: مقالية اور حالية قرینہ میں تعمیم کا بیان ہے برائے دفع توہم، توہم تخصیص یعنی صاحب کافیہ نے صرف قرینہ مقالیہ کی مثال پیش کی ہے اس سے تخصیص قطعاً نہ سمجھی جائے کہ قرینہ مقالیہ پایا جائے تب حذف ہوگا، نہیں بلکہ تعمیم مراد ہے خواہ قرینہ مقالیہ ہو یا حالیہ ہو جیسے صرف مکة کہا جائے اس شخص کو جو مکہ کی طرف متوجہ ہو اس میں مفعول بہ ہے جس کا فعل محذوف ہے تریدای ترید مكة قرینہ اس کی حالت ہے۔

قولہ: تخصيصها بالذكر سوال مقدر کا جواب۔

سوال : کہ مفعول بہ کے عامل فعل ناصب کا حصر کے مواضع اربعہ میں تخصیص بالکل صحیح نہیں، کیونکہ باب اغراء میں مفعول بہ کے عامل فعل ناصب کا حذف کرنا واجب ہوتا ہے جیسے اخاك الحج الصلوة۔ یعنی الزم اخاک، الزم الصلوۃ، الزم الحج۔ نیز جب مفعول نہ بناء بر مدح یا ترحم یا ذم کے ہو تو مفعول بہ کے عامل کو حذف کیا جاتا ہے، جیسے الحمد لله الحميد، یہ

مدح کی مثال ہے۔ ترحم کی مثال: مررت بزید المسکین۔

اورزم کی مثال: جاء نی زید الجاجر۔

جواب: مواضع اربعہ کی تخصیص حصر کے لئے نہیں بلکہ کثرۃ مباحث کے اعتبار سے ہے کہ مباحث کثیرہ کا تعلق صرف ان ہی مواضع اربعہ کے ساتھ ہے بخلاف باب الاغراء، باب المدح ،الذم کے، ان کے ساتھ مباحث کثیرہ کا تعلق نہیں۔

الاول سماعی نحو امرأ ونفسه: صاحب کافیہ نے مواضع اربعہ کی تفصیل کرتے ہوئے موضع اول کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف وجوبی کے چار مقامات میں سے پہلا مقام سماعی ہے اور باقی تین قیاسی ہیں۔

قوله: اى من تلك المواضع الاربعة اس میں تعدد کا بیان ہے، اس تعدد کا بیان ہے جس کا لفظ اول تقاضہ کرتا ہے۔

قوله: مقصور على السماع حذف وجوبی سماعی کے معنی کا بیان ہے تاکہ حذف وجوبی قیاسی کے ساتھ تقابل صحیح ہو جائے، کیونکہ سماعی بمعنی المسموع ہونے کے اعتبار سے قیاسی بھی سماعی ہے، تو مولانا جامیؒ نے سماعی کا معنی بیان کیا کہ حذف وجوبی سماعی کا معنی یہ ہے کہ جن امثلہ محدود معدودہ حذف العامل مسموع من العرب ہوان ہی میں حذف کیا جائے اور ان جیسی دوسری مثالیں قطعا حذف نہیں ہوں گی۔

قوله: اترك امراء ونفسه عامل محذوفہ کا بیان، واؤ عطف کے لئے ہے یا واؤ بمعنی مع کے ہے، سماعیات میں وجوب حذف کی علۃ کثرۃ استعمال ہے بارو قرینہ عالیہ ہے۔

قوله: انتهوا عن التثليث انتھوا کے صلہ کا بیان ہے۔

قوله: واقصدوا حدو عامل محذوف کا بیان ہے۔

قوله: وهو التوحيد خيراً کا مصداق اور معنی مصداقی کا بیان ہے۔

قوله: اتيت اهلاً عامل ناصب محذوف کا بیان ہے۔

قولہ: اولا احتمال دوم کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا جامیؒ نے اھلا میں دو احتمال بیان کئے
ہیں۔(۱) اھلا مکان محذوف کی صفت ہو۔(۲) اھلا بمعنی اہل شخص کے ہو اور جانب کے مقابل میں دونوں احتمالوں پر معنی ظاہر ہے۔

قولہ: وطیت عامل محذوف، معنی مرادی کا بیان۔انتھوا عن التثلیث واقصد وا خیراً لکم یعنی تین خداؤں سے رک جاؤ اور اپنے لئے خیر یعنی توحید کا ارادہ کرو۔اتیت اھلاً معنی یہ ہے کہ تو ایسی جگہ میں آیا جو مانوس، آباد ہے۔آباد نہیں، یہ معنی اس وقت ہوگا جب پہلا احتمال ہو بمعنی مکان کے۔یا دوسرا معنی کہ تو اپنوں میں آیا نہ کہ اجنبیوں میں وطیت سھلا کا معنی تم نے نرم کو روندا نہ کہ سخت زمین کو، مطلب یہ ہے کہ علاقہ تمہارا ہی ہے آپکو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

متن ﴿الثانی المنادی وھو المطلوب اقبالہ﴾

صاحب کافیہ نے ان مواضع اربعہ میں سے موضع دوم "منادی" کی تعریف کو بیان کیا ہے اور "منادی کی تعریف" منادی ہر ایسے اسم کو کہا جاتا ہے کہ اس مسمی کی توجہ کو ایسے حرف کے ذریعے طلب کیا جائے جو ادعوا کے قائم مقام ہو خواہ توجہ بالوجہ کو طلب کیا جائے یا توجہ بالقلب کو۔پھر تقدیر توجہ حقیقی کو طلب کیا جائے یا حکمی کو آن مذی کہ طلب لفظی ہو یا تقدیری ہو۔

قولہ: الموضع الثانی کے موصوف کو بیان کیا ہے۔من تلک المواضع الاربعہ سے اس تعدد کا بیان ہے جس کا الثانی تقاضہ کرتا ہے

قولہ: ای توجھہ سوال مقدر کا جواب۔

سوال :اقبال لغت میں اعتباری کی نقیض ہے لہذا یہ تعریف متوجہ بالوجہ کو مقبل کو شامل نہ ہوگی ،کیونکہ متوجہ بالوجہ میں طلب اقبال سے تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آتی ہے جو کہ باطل ہے نیز ایسے شخص کی نداء کو یہ تعریف شامل نہیں جو دیوار کے پیچھے ہے اس لئے کہ ایسے شخص سے توجہ بالوجہ ممکن ہی نہیں۔خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ تعریف مذکور جامع نہیں۔

قال الشارح **ای توجه الیك** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اقبال لغت میں ادبار کی نقیض ہے یعنی توجہ بالوجہ لہذا مقبل بالوجہ یعنی متوجہ بالوجہ کو یہ تعریف شامل نہ ہوئی اس لیے کہ متوجہ بالوجہ طلب اقبال سے تحصیل حاصل لازم آئے گی جو کہ باطل ہے یعنی ایسی شخص کی نداء کو بھی شامل نہ ہوگی جو کہ مثلاً جدار کے پیچھے ہو اس لیے کہ ایسے شخص سے توجہ بالوجہ ممکن ہی نہیں لہذا منادی کی تعریف مذکور جامع نہ ہوئی۔

جواب اقبال سے مراد مطلق توجہ ہے خواہ وہ توجہ بالوجہ ہو یا توجہ بالقلب ہو اور مقبل بالوجہ کی نداء میں اقبال سے توجہ بالقلب مطلوب ہوگی جو کہ پہلے سے حاصل نہیں اور توجہ بالوجہ اگر چہ پہلے سے حاصل ہے لیکن مطلوب نہیں۔

قال الشارح **حقیقتا او حکما** ولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال منادی کی یہ تعریف مذکور پھر جامع نہیں اس لیے کہ یاسماء۔ یا جبال۔ یا ارض کی نداء کو شامل نہیں کیونکہ ان اشیاء مذکورہ کے لیے نہ وجہ اور چہرہ ہے کہ توجہ بالوجہ مطلوب ہو اور نہ ہی ان اشیا کے لیے قلب ہے کہ توجہ بالقلب مطلوب ہو۔ حالانکہ یاسماء۔ یا جبال۔ یا ارض منادی ہے۔

جواب اقبال یعنی توجہ عام ہے خواہ حقیقی ہو یا حکمی۔ اور اشیاء مذکورہ میں اگر چہ توجہ حقیقی متحقق نہیں لیکن توجہ حکمی یقیناً موجود ہے بایں طور کہ اولا ان اشیاء مذکورہ یعنی سماء۔ جبال۔ ارض کو ایسی چیز کے مرتبے میں اتارہ جائے کہ نداء اور اقبال کی صلاحیت موجود ہو اس کے بعد نداء کی جائے اور حرف نداء کو داخل کیا جائے۔

سوال منادی کی تعریف مذکور جامع نہیں اس لیے کہ باری تعالی وجہ اور قلب سے پاک ہیں نہ توجہ بالوجہ اور نہ توجہ بالقلب کو طلب کیا جا سکتا ہے اور منادی حکمی کے تحت مندرج ماننا سوء ادب ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔

جواب باری تعالی کا مطلوب الاقبال ہونا بمعنی مسئول الاجابت ہونے کے ہے جس میں کوئی

اشکال نہیں ہے۔

قال الشارح بخلاف المندوب مولانا جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال منادی کی تعریف مذکور مندوب پر بھی صادق آتی ہے اس لیے کہ مندوب ایسے اسم کا نام ہے جس کی توجہ حکمی مطلوب ہوتی ہے حالانکہ صاحب کافیہ کے نزدیک مندوب منادی میں داخل نہیں ہے جس پر دلیل صاحب کافیہ کا مندوب کو منادی سے علیحدہ ذکر کرنا ہے لہذا تعریف منادی دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔

جواب یہ تعریف مندوب پر صادق نہیں آتی کیونکہ مندوب پر حرف نداء کا ادخال محض تفجع کے لیے ہوتا ہے ایسا بالکل نہیں ہوتا کہ اولا نادب مندوب کو ایسی چیز کے مرتبہ میں اتارے جس میں نداء کی صلاحیت ہو باارادہ نداء اس پر حرف نداء کو داخل کیا ہو۔ لہذا مندوب المطلوب اقباله کی قید سے منادی کی تعریف سے خارج ہو جاتا ہے اور تعریف منادی دخول غیر سے مانع ہے۔

قال الشارح وفیه تحکم مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اعتراض بر صاحب کافیہ کا بیان کہ مندوب کو منادی سے خارج کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ مندوب بھی منادی حکمی ہے کیونکہ مندوب کی اقبال حکمی یعنی توجہ ہو حکمی مطلوب ہوتی ہے چنانچہ جب یا محمداہ کہا جائے تو گویا محمداہ کو نداء کی گئی ہے کہ آپ تشریف لائیں میں آپ کا مشتاق ہوں۔ خواہ روضہ اقدس پر ہو یا کہیں کسی اور مقام سے بہرحال یہ منادی حکمی ہے۔ جس سے حاظر وناظر اور علم غیب اور سمع و بصر کی نفی ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار

قال الماتن من الحروف الخمسة بحرف نائب کا بیان ہے۔ تاکہ منادی کی تعریف میں جہالت لازم نہ آئے۔

وھی : حروف خمسہ کے مصداق کا بیان ہے۔ حروف نداء پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) یا (۲) ایا (۳) هیا (٤) ای (٥) همزه مفتوحه۔

قال الشارح تفصیل للطلب احتمالات ثلاثہ میں سے احتمال اول کا بیان ہے۔

سوال لفظا او تقدیرا کے نصب میں تین احتمال ہیں یلیہ

(۱) مفعول مطلق ہے مطلوب کے لیے

(۲) یا مفعول مطلق ہے نائب کے لیے

(۳) یا یہ حال ہے اقبالہ کی ضمیر سے جو منادی کی طرف راجع ہے اور یہ تینوں احتمالات صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لیے صحیح نہیں کہ مطلوب طلب پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا پر مشتمل نہیں

دوسرا احتمال اس لیے صحیح نہیں کہ نائب نیابت پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا پر مشتمل نہیں

تیسرا احتمال اس لیے صحیح نہیں کہ ھو ضمیر کا مرجع منادی ہے اور قاعدہ ہے حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے اس لیے کہ منادی لفظ یا تقدیر نہیں ہوتی بلکہ منادی ملفوظ یا مقدر ہوتا ہے۔

جواب یہ تینوں احتمال صحیح ہیں (۱) یہ مفعول مطلق ہیں مطلوب کے لیے باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ مطلوب طلب پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا پر مشتمل نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ لفظا او تقدیرا مطلوب کا مفعول مطلق ہیں باعتبار موصوف محذوف کے اور موصوف محذوف طلب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی المطلوب اقباله بحرف نائب مناب ادعو طلبا لفظیا اوتقدیریا۔ طلب لفظی کا مطلب یہ ہے کہ اصلی طلب ملفوظ ہو جیسے یا زید اور طلب تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ آلہ طلب مقدر ہو جیسے یوسف اعرض عن ھذا اصل میں یا یوسف تھا۔ (۲) یہ مفعول مطلق ہیں نائب سے اور باقی رہا آپ کا یہ سوال نائب نیابت پر مشتمل ہے لفظا او تقدیرا کہ لفظا او تقدیرا باعتبار موصوف محذوف کے جو کہ نیابت ہے مفعول مطلق ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی المطلوب اقباله بحرف نائب مناب ادعو نیابت لفظیة او تقدیریة نیابت لفظی کا مطلب یہ ہے کہ نائب ملفوظ ہو جیسا یا زید۔ اور نیابت تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ نائب مقدر ہو جیسے یوسف اعرض عن ھذا۔ (۳) یہ حال ہے اقبالہ کی ہ ضمیر سے باقی رہا آپ کا یہ سوال اس وقت حمل صحیح نہیں ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ بمعنی ملفوظا کے ہے اور تقدیر بمعنی مقدرا کے ہے اب حمل صحیح ہو جائے گا۔ اور تقدیر عبارت اس طرح ہوگی المطلوب اقباله بحرف نائب مناب

ادع حال كون المنادى ملفوظا اومقدرا منادی ملفوظ جیسے یازیداور منادی مقدر جیسے الایسجدو۔ ای الا یا قوم اسجدوا

قال الشارح **وانتصاب المنادی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال منادی کوحذف عامل کے قبیل سے بنایا درست نہیں ہے اس لیے منادی کا عامل یا ہے۔ اور وہ مذکور ہے۔

جواب اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ منادی میں عامل ناصب کیا ہے جس میں تین مذاہب ہے۔

(۱) سیبویہ کا مذہب: سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ منادی مفعول بہ ہوتا ہے جس کا عامل ناصب فعل مقدر ادعو ہوتا ہے جس کو وجوبی طور پر قیاسا حذف کردیا جاتا ہے اس لیے کہ فعل ادعو کے قائم مقام حرف نداء ہوتا ہے اب اگر فعل ناصب ادعو کو بھی ذکر کردیا جائے تو نائب اور منوب عنہ یعنی عوض اور معوض عنہ دونوں کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اس لئے فعل ناصب ادعو کو بھی ذکر کردیا جاتا ہے اور صاحب کافیہ نے بھی سیبویہ کے مذہب کو اختیار کیا ہے۔ لہذا منادی کو ان مواضع اربعہ میں سے بیان کرنا صحیح ہے جن میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کردیا جاتا ہے۔

(۲) مبرد کا مذہب: منادی حرف نداء کیوجہ سے منصوب ہوتا ہے حرف نداء فعل کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے ناصب منادی ہے۔

(۳) ابوعلی نحوی کا مذہب: کہ منادی حرف نداء کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اس لئے کہ حرف نداء اسم فعل ہونے کی وجہ سے ناصب منادی ہوسکتا ہے۔ ان دونوں مذہبوں پر اگرچہ منادی مواضع اربعہ مذکورہ میں سے نہیں بن سکتا لیکن صاحب کافیہ نے ان کو اختیار نہیں کیا۔

قال الشارح **وعلی المذاهب کلها** ماقبل کے تتمہ کے طور پر ایک فائدہ کے بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یازید مذاہب ثلاثہ کے مذکورہ کے نزدیک بالاتفاق جملہ ہے یعنی جملہ کے مفاد کے لئے مفید ہے لیکن منادی جملہ کے اجزاء میں سے کوئی جزء نہیں چنانچہ سیبویہ کے

نزدیک جملہ کی دونوں جزئیں مسند اور مسند الیہ مقدر ہیں یعنی ادعو مسند بھی مقدر ہے اور اس میں انا ضمیر مستتر مسند الیہ فاعل بھی مقدر ہے جو کہ منادی ہے۔ جملے کی دو جزؤں میں سے کوئی جزء نہیں اور امام مبرد کے نزدیک ایک جزء حرف نداء قائم مقام فعل کے ہونے کے لفظوں میں مذکور ہے اور دوسری جزء مسند الیہ فاعل مقدر ہے۔ ابوعلی کے نزدیک جملہ کے جزئین میں سے ایک جزء مسند یا حرف نداء اسم فعل لفظوں میں مذکور ہے اور دوسری جزء یعنی مسند الیہ فاعل اسی یا حرف نداء اسم فعل میں مستتر ہو کر مذکور ہے۔ بہرحال یہ نکلا کہ منادی یعنی زید جملہ کی دونوں جزؤں میں سے کوئی جزء نہیں۔

قال الماتن **وبنی المنادی** صاحب کافیہ نے منادی کی اقسام کو بیان کیا ہے۔

جسکا حاصل یہ ہے کہ منادی کی چار قسمیں ہیں۔(۱) منادی مبنی علی علامت الرفع (۲)منادی معرب مجرور(۳) منادی مبنی علی الفتح (٤) منادی معرب منصوب۔

اگر منادی مفرد معرفہ ہو تو وہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔جیسے یا زید۔یا رجل ۔یا زیدان ۔ یا زیدون وغیرہ۔اور اگر منادی پر لام استغاثہ کا داخل ہو تو وہ مجرور ہوگا۔جیسے یالزید۔

اور اگر منادی کے آخر میں الف استغاثہ کا لاحق ہو جائے تو وہ منادی مبنی علی الفتح ہوگا جیسے یازیداہ

اور اگر منادی مفرد معرفہ بھی نہ ہو اور منادی مستغاث بھی نہ ہو تو وہ منادی معرب منصوب ہوگا۔

ای المنادی: ضمیر کے مرجع کا بیان۔کہ اس کا مرجع منادی ہے۔

قال الشارح **فقدم بیان البناء** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال صاحب کافیہ نے منادی مبنی علی علامت الرفع اور منادی معرب مجرور کے بیان کو منادی معرب منصوب کے بیان پر مقدم کیوں کیا ہے۔

جواب منادی مبنی علی الرفع اور منادی علی الفتحہ اور معرب مجرور کا بیان قلیل ہے۔بنسبت منادی معرب منصوب کے بیان کے اور قاعدہ یہ ہے کہ قلیل کثیر پر مقدم ہوتا ہے۔

دوسرا جواب منادی معرب منصوب کے بیان میں اختصار کے حصول کے لیے ایسا کیا ہے تاکہ منادی معرب منصوب کا بیان علی سبیل الاختصار ہو جائے۔

ای علی الضمة: سے ما کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس میں تعیم ہے۔ خواہ وہ ضمہ ہو یا الف ہو یا واو ہو۔

قال الشارح في غير صورت النداء مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال على ما يرفع میں ضمیر مستتر منادی کی طرف لوٹتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منادی معرب ہوگا کیونکہ رفع کا اطلاق حرکت اعرابیہ اور حروف اعرابیہ پر ہوتا ہے اور شروع کلام يبنى سے معلوم ہوتا ہے کہ منادی مبنی ہوگا تو منادی کا مبنی اور معرب ہونا لازم آیا جو کہ اجتماع ضدین ہے۔

جواب اول مولانا جامیؒ نے اس کا پہلا جواب دیا کہ مايرفع في صورة غير النداء کی قید کے ساتھ مقید ہے اب حاصل معنی ہوگا کہ منادی مبنی على علامت الرفع معرب مرفوع تھا حرف نداء سے پہلے یعنی بناء صورت نداء میں ہے جو حرف نداء کے داخل ہونے کے بعد ہے اور رفع صورت نداء کے غیر میں ہے یعنی حرف نداء سے پہلے۔ لہذا اجتماع المتضادين على شئ واحد في زمانين جو کو جائز ہے۔

جواب ثانی اوالفعل سے دوسرا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض جب وارد ہوتا کہ جب يرفع کا نائب فاعل اس کے اندر ضمیر ہوتی جو کہ راجع ہوتی منادی کی طرف حالانکہ اس کا نائب فاعل ضمیر مستتر نہیں ہے بلکہ اس کا نائب فاعل به ہے۔

قال الشارح وارجاع الضمير مولانا جامیؒ کی غرض اسی سوال کو تیسرا جواب جو بعض علماء نے دیا اسے نقل کر کے تردید کرنے چاہتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ يرفع میں ضمیر مستتر نائب فاعل کا مرجع مطلق اسم ہے جو منادی نہیں ہے۔ اب حاصل معنی یہ ہوگا کہ منادیٰ کو مبنی کیا جاتا ہے ایسی چیز پر کہ جس کے ساتھ اسم کو رفع دیا جاتا ہے۔ اس صورة میں منادی کا معرب مرفوع ہونا لازم نہ آیا بلکہ معرب مرفوع تو مطلق اسم ہوا اور مطلق اسم کے معرب مرفوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔

جواب مولانا جامیؒ نے اس جواب کو رد کر دیا کہ ضمیر مطلق اسم کی طرف راجع کرنا منادی کیطرف

نہ کرنا یہ سیاق کلام کافیہ کے خلاف ہے۔ صاحب کافیہ کی گفتگو مطلق اس میں نہیں ہو رہی بلکہ خاص اسم منادی میں ہو رہی ہے۔ لہذا ضمیر کو مطلق اسم کیطرف راجع قرار دینا صحیح نہ ہوا۔

ای لایکون مضافا: معنی مفرد کی تعیین کا بیان ہے کہ یہاں مفرد کے معنی یہ ہیں کہ مضاف بھی نہ ہو اور مشابہ بالمضاف بھی نہ ہو۔ کیونکہ مفرد کا فرد کامل یہی ہے۔

وھو کل اسم: مشابہ بالمضاف کی تعریف کا بیان کہ مشابہ بالمضاف ہر ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جس کا معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر تام نہ ہو سکے جیسا کہ مضاف کا معنی مضاف الیہ کے بغیر تام نہیں ہوتا۔

قبل النداء او بعده : بیان تعمیم در معرفہ کہ معرفہ میں تعمیم ہے کہ قبل از نداء معرفہ ہو جیسے یازید یا بعد از نداء معرفہ ہو جیسے یا رجل۔

قال الشارح **وانما بنی المنادی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال منادی مفرد معرفہ مبنی کیوں ہے۔ حالانکہ اسماء میں اصل معرب ہونا ہے۔

جواب منای مفرد معرفہ کاف اسمیہ کی جگہ میں واقع ہوتا ہے۔ اور کاف اسمیہ کاف حرفیہ کے ساتھ مشابہ ہے لفظا بھی اور معنا بھی۔ اور کاف حرفیہ مبنی الاصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی اسم کا ایسی جگہ واقع ہونا جو مبنی الاصل واقع ہو کے مشابہ ہو تو یہ مناسبت معتبرہ موثرہ فی البناء ہوتی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ مثلا یازید بمنزلہ ادعوك کے ہے۔ لہذا کلمہ یا قائم مقام فعل ادعـــو کے واقع ہے اور زید جو کہ منادی ہے کاف خطاب اسمی کی جگہ واقع ہے اور کاف خطاب اسمی کاف خطاب حرفی کے ساتھ مشابہ ہے لفظوں میں بھی اور معنی کے اعتبار سے بھی لفظ کے اعتبار سے تو مشابہت ظاہر ہر کہ دونوں کی شکل وصورت ایک جیسی ہے اور معنی کے اعتبار سے مشابہت اس طور پر ہے کہ جس طرح کاف خطاب حرفی مفرد معرفہ خطاب کے لیے ہوتا ہے ایسے ہی کاف خطاب اسمی بھی مفرد معرفہ کے خطاب کے لئے ہوتا ہے۔

سوال کاف خطاب حرفی کو معرفہ کہنا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ معرفہ تو اسم کی قسم ہے۔

جواب کاف خطاب حرفی معرفہ مایفید التعیین کے اعتبار سے ہے اور اس معنی کے اعتبار سے معرفہ ہونا اسم کو مستلزم نہیں ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ منادی مفرد معرفہ کاف خطاب اسمی کی جگہ میں واقع ہوتا ہے اور کاف خطاب اسمی کاف خطاب حرفی کے ساتھ باعتبار لفظ اور معنی کے مشابہ ہے اور کسی اسم کا ایسے اسم کی جگہ اور محل میں واقع ہونا جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہو یہ اسم کے مبنی ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ یہ مناسبات معتبرہ موثرہ فی البناء

فائدہ: کاف خطاب اسمی جیسے ادعوك کا کاف اور کاف خطاب حرفی جیسے ذالك کا کاف

کاف خطاب اسمی: وہ ہوتا ہے جس کی جگہ میں اسم کا واقع ہونا صحیح ہو۔

اور کاف خطاب حرفی: وہ ہوتا ہے کہ جس کی جگہ اسم کا واقع ہونا صحیح نہ ہو۔

سوال ذالك کا کاف اسمی کیوں نہیں ہوسکتا۔

جواب کاف خطاب اسمی کا محل اعراب ہونا ضروری ہوتا ہے اور ذالك کا کاف محل اعراب نہیں ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ ذالك کا کاف خطاب حرفی ہے۔

سوال ماقبل کی تقریر سے منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی وجہ تو معلوم ہوگئی لیکن ابھی تک یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ مبنی علی الحرکت کیوں ہے۔ جبکہ بناء میں اصل سکون ہے۔

جواب مبنی بر سکون ہونا بناء اصلی کے احکام میں سے ہے اور منادی مفرد معرفہ کی بناء عارضی ہے اس لئے بناء اصلی اور بناء عارضی میں فرق کرنے کے لئے مبنی علی الحرکت کیا گیا ہے۔

سوال یہ بات تو معلوم ہوگئی کہ منادی معرفہ مبنی علی الحرکت کیوں ہے۔ لیکن حرکات تو تین ہیں۔ ان میں سے حرکت ضمہ یا فی معنی الضمہ پر مبنی ہونے کی علت معلوم نہیں ہوئی۔

جواب منادی مفرد معرفہ کو اگر مبنی علی الفتحہ کیا جائے تو منادی منصوب کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اور اگر مبنی علی الکسر کیا جائے تو اس منادی کے ساتھ التباس لازم آتا ہے جو کہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اور یاء متکلم کو حذف کر کے یاء کے کسرہ پر اکتفاء کرلیا گیا ہو جیسے یاغلامی میں یاغلام اس لیے منادی مفرد معرفہ کو حرکات میں سے حرکت ضمہ یا فی معنی الضمہ یعنی الف اور

واو پر مبنی کیا گیا ہے۔

قال الشارح **وانما قلنا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال منادی مفرد معرفہ کے مبنی ہونے کی وجہ میں صرف اتنی بات پر اکتفاء کر لینا کہ منادی مفرد معرفہ اس لیے مبنی ہوتا ہے کہ اسم مبنی کی جگہ یعنی کاف خطابی اسمی کی جگہ میں واقع ہے آگے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ کاف خطاب اسمی کاف حرفی کے مشابہ ہے۔

جواب اگر فقط اتنی بات پر اکتفاء کر لیا جائے تو یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی اسم کہ مبنی ہونے کے لیے اسم مبنی کی جگہ واقع ہونا نہیں۔ بلکہ مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت ضروری ہے۔ اور مبنی الاصل فعل اور حرف ہے۔ نہ کہ اسم۔ جب کہ یہ کہا جائے کہ منادی مفرد معرفہ کاف خطاب اسمی کی جگہ میں واقع ہونے کی بناء پر کاف خطاب حرفی کے ساتھ مشابہ ہے۔ لہذا بالواسطہ منادی مفرد معرفہ کاف خطاب حرفی کے ساتھ مشابہ ہوا لہذا اب منادی مفرد معرفہ کا مبنی ہونا صحیح ہوا۔

مثالان: تعیین مثل لہ کا بیان۔ کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ یازیداور یارجل یہ دونوں اس مفرد معرفہ کی مثالیں ہیں جو مبنی علی الضم ہیں ان میں سے پہلی مثال یازید نداء سے پہلے معرفہ ہے اور دوسری مثال یارجل نداء کے بعد معرفہ ہے۔

مثال: ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے کہ یازیدان یہ اس منادی معرفہ کی مثال ہے جو علامت رفع الف پر مبنی ہے اور یازیدون اس منادی مفرد معرفہ کی مثال ہے جو علامت رفع واو پر مبنی ہے۔

قال الماتن **ویخفض** صاحب کافیہ نے منادی کی قسم دوم معرب مجرور کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منادی مستغاث باللام مجرور رہوتا ہے۔

ای ینجر: تفسیر غیر المشہور بالمشہور کا بیان ہے۔ کہ عرف نحاۃ میں خفض کی بنسبت جر زیادہ مشہور ہے۔

قال الشارح **ای بلام تدخلہ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال لام کی اضافت استغاثہ کی طرف کرنا صحیح نہیں اس لئے کے لام حروف عاملہ میں سے ہے

اور یہ بات ظاہر کہ استغاثہ نہ تو لام کا مدلول ہے بلکہ مدلول لام کا تو تخصیص ہے اور نہ ہی استغاثہ لام کا اثر ہے بلکہ لام کا اثر تو جر ہے لہذا لام کی اضافت استغاثہ کی طرف کرنی صحیح نہیں۔

جواب یہ اضافت ادنی تعلق کی بناء پر کردی گئی ہے اور وہ تعلق یہ ہے کہ استغاثہ لام کے دخول کا وت اور زمانہ ہے۔

وھی لام التخصیص: لام استغاثہ کی مصداق کو بیان کیا کہ لام استغاثہ درحقیقت لام جارہ ہی ہے جس کو تخصیل کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

دلالت: منادی مستغاث پر لام جارہ کے دخول کی حکمت کا بیان ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ منادی مستغاث پر لام جارہ اس لئے داخل کیا جاتا ہے تاکہ لام جارہ موضوع للتخصیص اس بات پر دلالت کرے کہ فریادرسی کے لیے منادی مذکور ہی اپنے امثال سے مخصوص ہے۔

قال الشارح **وانما فتحت** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال لام جارتو مکسور ہوتا ہے منادی مستغاث پر دخول کی صورت میں مفتوحہ کیوں کیا گیا ہے۔

جواب منادی مستغاث کے محذوف ہونے کے وقت مستغاث لہ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ کیونکہ مستغاث لہ پر داخل ہونے والا لام تو مجرور ہوتا ہے اب اگر منادی مستغاث پر داخل ہونے والا لام بھی مجرور ہو تو مستغاث کے محذوف ہونے کی صورت میں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ جو مذکور ہے یہ مستغاث لہ ہے یا مستغاث۔ جیسے یاللمظلوم کی مثال میں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ مظلوم مستغاث لہ ہے یا مستغاث اس لیے فرق کرنے کے لیے لام مستغاث کو مفتوح قرار دے دیا۔

قال الشارح **ولم یعکس الامر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ یہ فرق تو بالعکس بھی کیا جاسکتا تھا کہ لام مستغاث کو مجرور رکھا جائے اور لام مستغاث لہ کو مفتوح قرار دیا جائے۔ جس سے فرق ہو جائیگا۔

جواب لام مستغاث کے مفتوح ہونے کا موجود ہے۔ اور وہ مستغاث کا کاف خطاف ضمیر

کی جگہ میں واقع ہونا ہے۔ کیونکہ کاف خطاب ضمیر پر داخل ہونے والا لام مفتوم ہوتا ہے۔ جس طرح لك لکما وغیرہ۔ لہذا جب کاف ضمیر خا کابی پر داخل ہونے والا لام مفتوح ہوتا ہے تو ضمیر خکاب کیجگہ واقع ہونے والا اسم یعنی مستغات پر داخل ہونے والا لام بھی مفتوح ہونا چاہئے۔ جب کہ یہ مستغاث لہ میں موجود نہیں۔ اسی وجہ سے یہ فرق کیا گیا ہے۔

سوال ضمیر خطاب پر داخل ہونے والا لام مفتوح کیوں ہوتا ہے۔

جواب لام جارہ میں اصل فتحہ ہے اور کسرہ کا آنا عارضی ہے۔ کہ یہ کسرہ اس لیے دیا جاتا ہے تا نکہ لام جارہ اور لام تاکید میں فرق ہو جائے۔ اور چونکہ لام تاکید کا ضمیر پر داخل ہی نہیں ہوتا۔ تو وہاں التباس بھی نہیں۔ جب التباس نہیں۔ تو ضمیروں پر داخل ہونے والا لام جارہ مفتوح رکھا گیا ہے۔ جو کہ قیاس کا مقتضی ہے۔

سوال ہم یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ لام تاکید ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔ بلکہ ہم دکھاتے ہیں کہ ضمیر پر داخل ہے۔ جس طرح ان اللہ لھو العزیز الحکیم۔

جواب ہم نے جو لام تاکید کے ضمیر پر داخل ہونے کی نفی کی ہے وہ ضمیر متصل کے لیے کی ہے۔ کہ لام تاکید ضمیر متصل پر داخل نہیں ہوتا۔ اور آیت کریمہ ضمیر منفصل پر داخل ہے۔

سوال لام جارہ کو مفتوح رکھا جائے اور لام تاکید کو مکسور قرار دیا جائے تب بھی دونوں کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ ایسے کیوں نہیں کیا گیا۔

جواب لام تاکید میں فتحہ کا مقتضی موجود ہے۔ اور وہ لام تاکید کا کثیر الاستعمال ہونا ہے۔ اور کثرۃ استعمال خفت کا تقاضہ کرتی ہے۔ اور خفت فتحہ میں ہے۔

لان الفتحہ اخف الحرکات: اسی وجہ سے لام تاکید کو فتحہ دیا گیا ہے اور مقتضی لام جارہ میں موجود نہیں۔ البتہ جب لام جارہ ضمیر متصل پر داخل ہو تو اس صورت میں لام تاکید کے ساتھ التباس نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے اصل کا لحاظ کرتے ہوئے ضمیر پر داخل ہونے والے لام جارہ کو مفتوح قرار دیا گیا ہے۔

سوال لام جارہ میں فتحہ اصل کیوں ہے۔

جواب لام جارہ حرف ہونے کی بناء پر مبنی الاصل ہے۔ اور بناء میں اصل سکون ہوتا ہے۔ اور چونکہ ابتداء با سکون کے متعذر اور محال ہونے کیوجہ سے لام جارہ کو مبنی پر سکون تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس لیئے مبنی پر فتحہ کر دیا گیا کیونکہ فتحہ سکون کی نظر ہے۔ جس طرح کہ کہا جاتا ہے الفتحہ اخت السکون۔

سوال بناء اور مبنی میں سکون اصل کیوں ہے۔

جواب بناء سے مقصود تخفیف ہوتی ہے۔ اور تخفیف کے مناسب سکون ہی ہے۔

قال الشارح **فان عطفت علی المستغاث** ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔ کہ ماقبل سے یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ مستغاث کے لام کو فتحہ اس لیے دیا گیا ہے تاکہ مستغاث اور مستغاث له کے درمیان التباس مندفع ہو جائے۔ اور فرق ہو جائے اسی کی تائید بیان کرتے ہوئے۔ یہ بتا دیا کہ اگر کسی اور سبب سے مستغاث اور مستغاث له کے درمیان امتیاز ہو جائے تو پھر مستغاث کے لام کو کسرہ دیا جا سکتا ہے۔ مگر کسی اسم کا عطف کیا جائے یا کے بغیر مستغاث پر جیسے لزید ولعمرو کہ عمرو کا لام مکسور ہے۔ اس لیے کہ معطوف اور مستغاث له کے درمیان مستغاث پر عطف کیوجہ سے فرق حاصل ہو جائے گا کیونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور اگر کسی اسم کا مستغاث پر عطف کیا جائے یا کے ساتھ تو پھر مستغاث کے لام کو مکسور پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ مفتوح پڑھنا واجب ہوگا۔ جس طرح کہ معطوف علیہ کے لام پر فتحہ واجب ہے۔ تو اسی طرح جب معطوف میں لام استغاث اور حرف ندا کا اعادہ کیا گیا ہو تو یہ ایسے ہوگا گویا کہ عطف ہے ہی نہیں۔ اور منادی مستغاث ہے تو اب فرق کرنے کے لیے لام پر فتحہ واجب ہوگئی۔ جیسے لزید و لعمرو اس صورت میں عمرو کے لام پر کسرہ ہرگز جائز نہیں ہے اور فتحہ واجب ہے۔

قال الشارح **وانما اعرب الامنادی** یہ جملہ مستا نفہ سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال منادی مستغاث بھی کاف اسمی کی جگہ واقع ہے لہذا جب اس میں علت بنا موجود ہے تو

اس کو مبنی ہونا چاہئے تھا۔ یہ منادی مستغاث باللام معرب کیوں ہے۔

جواب لام جارہ اسم کے معظم خواص میں سے ہے جس کے دخول کیوجہ سے منادی مستغاث باللام کی مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت اس قدر ضعیف ہوگی کہ یہ موثر فی البناء ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اسی لیے منادی مستغاث باللام کو بناءاصل معرب قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اصل اسماء میں معرب ہونا ہے۔

سوال اگر لام جارہ کے دخول کی وجہ سے مناسبت مبنی الاصل کے ساتھ ضعیف ہو جاتی ہے۔ تو پھر حرف جار کے غیر منصرف پر داخل ہونے کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف ہونا چاہیے حالانکہ وہ غیر منصرف غیر منصرف ہونے پر بدستور باقی رہتا ہے۔

جواب غیر منصرف کچھ مناسبت اور مشابہت ہے وہ قوی ہے جو لام جارہ کے داخل ہونے سے ضعیف نہیں ہوتی اور باقی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے غیر منصرف غیر منصرف ہی رہتا ہے لیکن منادی مفرد معرفہ کی مشابہت مبنی الاصل کے ساتھ بالواسطہ ہونے کی وجہ سے پہلے سے ضعیف ہے۔ لہذا جب لام جارہ کے داخل ہوگا۔ تو وہ مشابہت مزید ضعیف ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ موثر فی البناء ہونے سے نکل جاتی ہے۔

قال الشارح قیل قد یحفض المنادی مولانا جامی کی غرض ماتن پر وارد ہونے والے دو سوالوں کا جواب دینا ہے۔

سوال اول منادی جس طرح لام استغاثہ کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے اسی طرح لام تعجب اور لام تہدید کے ساتھ بھی مجرور ہوتا ہے۔ لام تعجب کی مثال یاللماء یاللدواھی۔ لام تہدید کی مثال یالزید لاقتلن لک سوال مصنف نے لام تعجب اور لام تہدید کو کیوں ذکر نہیں کیا۔

سوال ثانی جب منادی لام تعجب اور لام تہدید کے ساتھ مجرور ہوتا ہے تو مصنف کا قول آتی وینصب ما سواھما۔ یہ کس طرح صادق ہوگا۔ کیونکہ ماسواھما میں وہ منادی داخل ہے۔ جس پر لام تعجب یا لام تہدید داخل ہو۔ حالانکہ یہ دونوں مجرور ہیں۔

جواب دونوں سوالوں کے جواب کا حاصل یہ ہے۔ کہ لام تعجب اور لام تہدید دونوں لام استغاثہ ہیں۔گویا کہ مهدد مهدد سے استغاثہ کررہا ہے تا کہ وہ حاضر ہو جائے۔اور یہ اس سے انتقام لے کر اس کی خصومت کے رنج سے راحت پائے۔اور اسی طرح متعجب بھی متعجب منہ سے استغاثہ کررہا ہے تا کہ وہ حاضر ہو جائے۔اور یہ اس سے اپنی تعجب کو پوے کرے اور اس سے چھٹکارا پائے۔

واجیب عن لام التعجب: یہ سوال مذکور کا دوسرا جواب ہے کہ جو صرف لام تعجب کے متعلق ہے۔جس کا حاصل یہ ہے۔کہ یا للماء اور یاللدواهی۔میں ماء اور دواهی منادی نہیں ہیں بلکہ منادی محذوف ہے جو کہ لفظ قوم یاهولاء ہے۔اور اصل عبارت یوں ہوگی یا قوم اعجبوا للماء وللدواهی منادی کو حذف کر کے متعجب منہ کو قائم مقام کردیا۔

قال الشارح **ولایخفی علیك** مولانا جامیؒ جواب ثانی کی تردید کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ کہنا کہ لام تعجب کا مدخول منادی نہیں ہوتا اور منادی محذوف ہوتا ہے یہ بات آپ کی تب درست ہوسکتی ہے جبکہ یا للماء اور یاللدواهی میں روایت لام کے کسرہ کے ساتھ ہو۔حالانکہ روایت لام کے فتحہ کے ساتھ بھی ہے۔لہذا لام کے مفتوح ہونیکی صورت میں منادی محذوف کا قول کرنا قطعا درست نہیں۔اس لیے کہ لام کا مفتوح ہونا تو منادی کیوجہ سے ہوتا ہے۔

جواب صاحب کافیہ کی طرف سے مولانا جامیؒ کو یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ منادی محذوف ہونے کی صورت میں چونکہ للماء میں ماء اور للدواهی میں دواهی ایسے منادی کی جگہ واقع ہے جو کاف ضمیر خطاب کی جگہ واقع تھا اس مناسبت کیوجہ سے لام کو فتحہ دینا صحیح ہو جائے گا۔

قال الشارح **ویفتح ای یبنی المنادی**

سوال مصنفؒ کا قول ینصب کا ذکر کرنا ہے مستغنی کردیتا ہے۔یفتح کے قول کے ذکر کرنے سے اس لیے کہ فتحہ اور نصب شئی واحد ہے۔لہذا ینصب کے بعد یفتح کا ذکر کرنا لغو اور مستدرک ہے۔

جواب یفتح سے مراد مبنی برفتحہ ہونا ہے۔اور ینصب سے مراد معرب منصوب ہونا ہے۔لہذا کسی

ایک کا ذکر کرنا دوسرے کے ذکر کرنے سے مستغنی نہیں کرتا۔

قال الشارح ای الف الاستغاثه مرجع کا بیان ہے۔ کہ ھا ضمیر کا مرجع الف استغاثہ ہے۔

قال الشارح یفتح لالحاق الفها منادی مبنی علی الفتحہ یہ منادی کی تیسری قسم کا بیان ہے کہ یہ الف استغاثہ کے الحاق کے وقت منادی مبنی علی الفتحہ ہوگا۔

باخره: صلہ الحاق کا بیان ہے

لاقتضاء الالف: منادی مستغاث بالالف کی علت بناء علی الفتحہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب منادی مستغاث پر الف استغاثہ کا داخل ہو تو الف تقاضا کرتا ہے۔ کہ اس کا ماقبل مفتوح ہو۔ باقی رہی علت بناء وہ وہی ہے جو ماقبل میں گزر چکی ہے۔ کہ منادی کا کاف ضمیر خطابی کی جگہ میں واقع ہونا ہے۔

قال الشارح ولا لام فيه کہ جب منادی کے آخر میں الف استغاثہ ہو تو اس وقت اس لام استغاثہ کا داخل نہیں ہوتا۔

قال الشارح لان اللام يقتضى الجر لام کے داخل نہ ہونے کی علت کا بیان ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ لام تقاضا کرتا ہے جر کا اور الف تقاضا کرتا ہے فتحہ کا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جر اور فتحہ دونوں میں منافات ہے۔ اسی وجہ سے یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

سوال مررت باحمد میں جر فتحہ کے ساتھ ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ جر اور فتحہ میں کوئی منافات نہیں۔

جواب جر اور فتحہ کے درمیان اس وقت منافات ہوتے ہیں جب فتحہ جر کے حکم میں نہ ہو۔ لہذا مررت باحمد میں فتحہ جر کے حکم میں ہونے کیوجہ سے کوئی منافات نہیں۔ اور اسی طرح جر بھی فتحہ کے حکم میں نہ ہو۔ لہذا رایت مسلمات میں جر فتحہ کے حکم میں ہے۔ جس کی وجہ سے ان میں منافات ہیں۔

فــائــدہ: الف استغاثہ اور لام کے جمع نہ ہونے کی اگر یہ علت بیان کی جائے تو بہتر ہے کہ لام استغاثہ منادی کے معرب ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور الف استغاثہ منادی کے مبنی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور چونکہ معرب اور مبنی میں منافات تھے اسی وجہ سے یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

قال الشارح **وینصب ماسواهما** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ کہ منادی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث کے ماسوا منادی منصوب ہوتا ہے۔

قال الشارح **ای ینصب بالمفعولیت** مولانا جامیؒ کی غرض نصب کے سبب اور جہت کو بیان کرتا ہے۔ منادی منصوب ہوگا۔ مفعول بہ کی بناء پر

قال الشارح **ماسواالمنادی المفرد** ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ برائے دفع دخل مقدر

سوال ماسواهما کی هما ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت نہیں۔ اس لیے ضمیر تثنیہ کی ہے۔ اور مرجع تین چیزیں ہیں۔

(۱) منادی مفرد معرفہ (۲) منادی مستغاث باللام (۳) منادی مستغاث باللالف۔

جواب کہ مرجع تفصیلا اگر چہ تین چیزیں ہیں لیکن مآل کے اعتبار سے دو چیزیں ہیں۔

(۱) منادی مفرد معرفہ (۲) منادی مستغاث عام ازیں کہ استغاثہ باللام ہو۔

یا استغاثہ باللالف لہذا راجع مرجع میں مطابقت پائی گئی۔

قال الشارح **لفظا اوتقدیرا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یاغلامی میں غلامی مفرد معرفہ اور منادی مستغاث کے ماسوا ہے۔ جس پر نصب ہونی چاہئے۔ حالانکہ اس پر نصب نہیں ہے۔

جواب نصب میں تعمیم ہے۔ خواہ لفظی ہو۔ یا تقدیر یہ ہو۔ اور غلامی میں اگر چہ نصب لفظی نہیں لیکن نصب تقدیری تو یقیناً ہے۔

قال الشارح **یا یوم ینفع الصادقین** اوریا یوم لاینفع مال ولا بنون جیسی مثالوں میں یــــوم منادی اقسام مذکورہ کے علاوہ ہے۔ لیکن معرب منصوب نہیں ہے۔ بلکہ مبنی علی

الفتحہ ہے۔لہذا ینصب ماسواھما کہنا غلط ہے۔

جواب ان اقسام مذکورہ کے علاوہ منادی کا معرب منصوب ہونا مشروط ہے ایک شرط کے ساتھ کہ منادی قبل از ندا مبنی نہ ہو معرب ہو۔لہذا یہ اعتراض مندفع ہوگیا۔

قال الشارح **لان علت النصب** مولانا جامیؒ کی غرض منادی کے اقسام مذکورہ کے سوا کی منصوب ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ معرب منصوب اس لیے ہے کہ نصب کی علت جو مفعولیت ہے۔وہ اس میں متحقق ہے۔اور کسی تبدیل کرنے والے نے اسے تبدیل بھی نہیں کیا۔

قال الشارح **ماسوا المفرد المعرفه** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے۔اور وضاحت کے لیے ایک مثال بھی کافی ہوتی ہے۔تو صاحب کافیہ نے تین مثالیں کیوں دی۔

جواب تعدد امثلہ تعدد ممثل لہ کی وجہ سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منادی مفرد معرفہ کے علاوہ منادی کی چار قسمیں ہیں۔اس لیے کہ قیدین کے مجموعہ کا منتفی ہونا دو طرح کا ہوتا ہے۔(۱) ہر قید کا انتفاء علی سبیل البدلیت ہو۔(۲) قیدین کا انتفاء علی سبیل الاجتماع ہو۔کہ یعنی ہر قید منتفی ہو۔اب پہلی قید جو مفرد ہے اس کے انتفاء سے منادی کی دو قسمیں نکل آتی ہیں۔(۱) منادی مضاف ہو۔(۲) منادی شبہ مضاف ہو۔اور دوسری قید معرفہ کے انتفاء سے ایک اور قسم نکل آتی ہے کہ منادی مفرد نکرہ ہو اور دونوں قیدوں کے مجموعہ کے انتفاء سے ایک چوتھی قسم نکل آتی ہے۔کہ جو مفرد بھی نہ ہو اور معرفہ بھی نہ ہو تو کل چار قسمیں ہوئیں۔اسی وجہ سے صاحب مسلم نے متعدد مثالیں دی ہیں۔

قسم اول منادی مضاف کی مثال: یاعبدالله۔اور قسم ثانی منادی شبہ مضاف کی مثال یا طالعا جبلا اور قسم ثالث منادی مفرد نکرہ کی مثال یا رجلا غیر معین اور قسم رابع کے منادی مفرد بھی نہ ہو اور معرفہ بھی نہ ہو اس کی مثال یا حسنا وجهه ظریفا۔

قال الشارح **مقولا** یہ لغیر معین کے جار مجرور کے متعلق کا بیان ہے۔ کہ جار مجرور مقولا مقدر کے متعلق ہے۔ اور مقولا متعلق سے مل کر حال واقع ہے۔

قال الشارح **ای لرجل** کہ موصوف کا بیان ہے۔ کہ غیر معین صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے۔ رجل

قال الشارح **وھذا توقیت** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جب لغیر معین حال ہے رجلا سے تو حال ذوالحال کی قید ہوا کرتا ہے حالانکہ یہاں رجلا کی قید بنانا درست نہیں۔ اس لیے کہ قید بنانے کی صورت میں حاصل معنی یہ ہوگا کہ رجلا منصوب کو نکرہ کی مثال میں تب لایا جا سکتا ہے جب رجلا کا اطلاق غیر معین پر ہو۔ اب اس تقید سے معلوم ہو گیا کہ اگر رجلا منصوب کا معین پر اطلاق کیا جائے تو نکرہ کی مثال نہیں بن سکتا۔ اور یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جب رجلا منصوب ہو تو اس میں معین ہونے کا احتمال ہی سرے سے نہیں ہے۔ اور اگر معین ہو تو پھر منصوب نہیں ہو سکتا بلکہ مبنی ہوگا علامت رفع پر لہذا لغیر معین کی قید کا ذکر کرنا لغو اور عبث ہے۔

جواب لغیر معین یہ رجل کی تقید نہیں بلکہ توقیت کے لیے ہے یعنی رجلا اس وقت منصوب ہوگا جس وقت وہ غیر معین کے لیے ہو۔

قال الشارح **ولم یور المصنف** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال صاحب کافیہ نے قسم رابع کی مثال کیوں نہیں دی۔

جواب مولانا جامیؒ نے دو جواب دیئے۔

جواب اول سھل الحصول ہونے کی بنا پر مثال نہیں دی۔ کہ جب مفرد اور معرفہ ان دونوں قیدوں میں سے ہر ایک کا انتفاء مثالوں کے ساتھ واضح ہو گیا تو ان دونوں قیدوں کے انتفاء کا سمجھنا آسان ہو گیا۔

جواب ثانی: قسم ثانی کی مثال میں چونکہ قسم رابع کی مثال بننے کا احتمال تھا اسی وجہ سے صاحب

کافیہ نے اسی پر اتفاق کرتے ہوئے صراحتاً مستقل مثال ذکر نہیں کی۔ وہ اس طرح کہ مثال ثانی
یا طالعا جبلا
سے معین مراد ہو۔ یہ قسم ثانی کی مثال ہے۔ اور اگر غیر معین ہو تو یہ قسم رابع کی مثال بن جائے گی۔

قال الشارح **وهذا الامثلة** سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں۔ سوال صاحب کافیہ نے منادی مفرد معرفہ کے ماسوا کی مثالوں کو ذکر کیا ہے۔ لیکن منادی مستغاث کی مثالیں کیوں ذکر نہیں کی۔

جواب جس طرح یہ امثلہ منادی مفرد معرفہ کی بنتی ہیں۔ اس طرح یہی امثلہ منادی مستغاث کے ماسوا کی بھی بنتی ہیں۔ جس کی وجہ سے منادی مستغاث کے ماسوا کی مثالیں پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قال الشارح **وتوابع المنادی المبنی المفردة** صاحب کافیہ نے منادی مبنی علی الرفع کے توابع اربعہ یعنی (۱) تاکید (۲) صفت (۳) عطف بیان (٤) معطوف معرف باللام کا حکم بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان توابع اربعہ مذکورہ میں دو وجہیں جائز ہیں۔ (۱) رفع (۲) نصب۔ لفظ منادی پر محمول کرتے ہوئے رفع جائز ہے۔ اور محل منادی پر محمول کرتے ہوئے نصب جائز ہے۔

قال الشارح **علی مایرفع به** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کا یہ قاعدہ منقوض ہے۔ یازیداه والحارث کے اندر الحارث میں کہ یہ الحارث منادی مبنی کا تابع مفرد معطوف بالحرف معرف باللام ہے۔ لیکن اس کا یہ حکم جواز الوجہین نہیں۔ بلکہ نصب متعین ہے۔

جواب یہاں پر منادی مبنی سے مراد مطلق منادی مبنی نہیں۔ بلکہ اس سے مراد منادی مبنی علی علامت الرفع ہے۔ اور مادہ نقض میں منادی مبنی علی الفتحہ ہے۔

قال الشارح **حقیقتا او حکما** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یہ آپ کا قاعدہ مذکورہ پھر بھی منقوض ہے یازید الحسن الوجه والحسن الوجه میں

الحسن میں دو وجہیں جائز ہے۔ حالانکہ یہ تابع مفرد نہیں بلکہ مضاف ہے۔ اسی طرح شبہ مضاف میں بھی منقوض ہے۔ یا زید الحسن الوجه والحسن الوجه اس میں دو وجہ جائز ہیں۔

جواب مفرد میں تعمیم ہے۔ خواہ مفرد حقیقی ہو یا حکمی۔ مفرد حقیقی اس کو کہتے ہیں جو مضاف باضافت لفظیہ اور مضاف باضافت معنویہ اور شبہ مضاف نہ ہو۔ مفرد حکمی اس کو کہتے ہیں جو مضاف باضافت معنویہ نہ ہو۔ خواہ مضاف باضافت لفظیہ اور شبہ مضاف ہو اور مثال مذکور میں مفرد حقیقی اگرچہ نہیں لیکن الحسن مفرد حکمی ہے۔

قال الشارح **وانما قید المبنی** مولانا جامیؒ قید اول کا فائدہ بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے یہ حکم آتی جواز الوجهین۔ کیونکہ منادی کو مبنی کے ساتھ مقید کر دیا

قال الشارح **وقید المبنی** قید دوم کے فائدہ کا بیان ہے۔ کہ یہ حکم آتی جواز الوجهین منادی مستغاث بالالف کے توابع میں جاری نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے علی ما یرفع به کی قید کے ساتھ مقید کر دیا۔

قال الشارح **وقیدت التوابع بکونه** تیسری قید کے فائدہ کا بیان ہے کہ توابع کو مفرد کی قید کے ساتھ اس لیے مقید کیا اگر توابع مفرد نہ ہو۔ نہ مفرد حقیقی ہوں اور نہ مفرد حکمی تو وہ مضاف باضافت معنویہ ہوں تو اس میں سوائے نصب کے اور کوئی اعراب جائز نہ ہوگا۔

قال الشارح **وانما جعلنا المفردة** مولانا جامیؒ مفرد میں حقیقی اور حکمی کی تعمیم کے فائدہ کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس تعمیم سے مضاف باضافت لفظیہ اور شبہ مضاف اس حکم میں داخل ہو جائیں گے۔ کہ ان پر بھی دونوں وجہ رفع اور نصب جائز ہوں گی۔

قال الشارح **ولم یجر الحکم الآتی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال مصنفؒ ماتن علیہ الرحمۃ نے بعض توابع کی تقسیم کو بیان کیا ہے۔ کل توابع کو کیوں بیان نہیں کیا اور نیز جس بعض توابع کو بیان کیا ہے بعض کو مقید بالقید کیا ہے۔ اور بعض کو مقید بالقید نہیں کہا اس کی کیا وجہ بتائیں۔

والمضافة تنصب

- تاکید: یَا تَیْمُ کُلُّهُمْ
- صفة: یَا زَیْدُ ذَا الْمَالِ
- عطف بیان: یَا رَجُلُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ

والبدل

- مفرد: یَا زَیْدُ عَمْرُو
- مضاف: یَا زَیْدُ اَخَا عَمْرٍو
- شبہ مضاف: یَا زَیْدُ طَالِعًا جَبَلًا
- نکرہ غیر معین: یَا زَیْدُ رَجُلًا صَالِحًا

والمعطوف غیر ما ذکر حکمه حکم المستقل مطلقًا

- مفرد: یَا زَیْدُ وَ عَمْرُو
- مضاف: یَا زَیْدُ وَ اَخَا عَمْرٍو
- شبہ مضاف: یَا زَیْدُ وَ طَالِعًا جَبَلًا
- نکرہ غیر معین: یَا زَیْدُ وَ رَجُلًا صَالِحًا

مقدورات

	مقادیر	حقیقی معنی	مثال	مجازی معنی	مثال	
قوله	عِشْرُوْنَ	ذات عدد جو ۱۹ سے زائد اور ۲۱ سے کم ہے	عِشْرُوْنَ ضِعْفُ عَشَرَةٍ	معدود	عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا	ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًو
المراد	رِطْلٌ	وزن	رِطْلٌ نِصْفُ مَنٍّ	موزون	عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتًا	
بالمقادیر	قَفِیْزَان	مکیال	قفیزان ضِعْفُ قَفِیْزٍ	مکیل	عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا	رِطْلٌ زَیْتًا
... الخ	ذِرَاعٌ	آلہ	ذِرَاعِیْ جَیِّدٌ مِنْ ذِرَاعِكَ	مزروع	عِنْدِیْ ذرع ثَوْبًا	
جامی ص۱۴۶	مقیاس	آلہ قیاس کردن	مقیاسی اَحْسَنُ مِنْ مقیاسكَ	مقیس	عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا	

جواب چونکہ حکم آتی جواز الوجہین کل توابع میں جاری نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے بعض کو بیان کیا اور پھر بعض توابع میں مقید بالقید جاری ہوتا تھا۔ اس لیے ان بعض کو مقید بالقید کیا ہے۔ اور بعض توابع میں علی الاطلاق جاری ہوتا تھا۔ اس لیے اس قید کو ذکر نہیں کیا۔

قال الشارح **ای المعنوی لان التاکید** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال یا زید زید میں دوسرا زید منادی مبنی کا تابع مفرد تاکید ہے۔ لیکن اس میں حکم آتی جواز الوجہین جاری نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ مبنی علی الضم ہے لہذا یہ قاعدہ منقوض ہوگا۔

جواب تاکید سے مراد تاکید معنوی ہے۔ اور تاکید لفظی کا حکم اعراب وبناء میں مؤکد والا ہوتا ہے۔

قال الشارح **وقد یجوز اعرابه** اغلب کی قید کے فائدے کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا جامیؒ نے اغلب کی قید اس لیے لگائی کہ بعض کے نزدیک تاکید لفظی کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ متبوع کے لفظ پر عمل کرتے ہوئے رفع اور محل پر محمول کرتے ہوئے نصب جائز ہے۔

قال الشارح **وکان المختار ان المصنفؒ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال جب تاکید سے مراد تاکید معنوی ہے تو صاحب کافیہ نے تاکید کو معنوی کی قید کیساتھ مقید کرنا چاہیئے تھا جس طرح کہ معطوف معرف بلام مقید کیا ہے۔

جواب چونکہ مصنف کے نزدیک تاکید لفظی کا یہی حکم جواز الوجہین مختار تھا اس لیے معنوی کی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

قال الشارح **والصفة مطلقا** مولانا کا مطلب یہ ہے کہ خواہ وہ صفت معرف باللام ہو یا معرف باللام نہ ہو اس کے لیے یہی حکم ہے۔

قال الشارح **والعطف البیان کذلك** کہ عطف کہ بیان میں بھی اطلاق ہے۔ یعنی عطف بیان معرف باللام ہو یا نہ ہو۔ اس کے لئے یہی حکم ہے۔

یعنی معرف باللام: حاصل معنی کا بیان ہے کہ معطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه سے مراد معطوف معرف باللام ہے۔

بخلاف البدل :بعض توابع مذکورہ کی تفصیل کے فائدے کا بیان ہے۔ کہ بدل کو تو اس لیے بیان نہیں کیا کہ حکم آتی بدل میں جاری نہیں ہوتا۔ اور معطوف غیر معرف باللام کو اس لیے خارج کر دیا کہ اس میں بھی یہ حکم جاری نہیں ہوتا تھا۔ لہذا بدل اور معطوف غیر معرف باللام ہر دونوں کا حکم مابعد میں عنقریب بیان ہوگا۔

قال الشارح **حملا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال ترفع علی لفظیه کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ توابع مذکورہ کو رفع دیا جائے گا۔ منادی مبنی علی الرفع کے لفظ پر جو کہ بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ توابع مذکورہ کا رفع لفظ منادی پر کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔

جواب یہ سوال اس وقت وارد ہوسکتا ہے۔ جب علی لفظه صلہ ہو ترفع کا حالانکہ علی ترفع کا صلہ نہیں ہے۔ بلکہ لفظ علی متعلق ہے حملا مقدر کے اور وہ حملا ترفع کا مفعول له ہے۔ جس کا حاصل معنی یہ ہوگا۔ کہ توابع مذکورہ کو رفع دیا جائے گا بوجہ محمول ہونے توابع مذکورہ کے منادی کے لفظ پر اور یہ معنی بالکل صحیح ہے۔

قال الشارح **لان الحق تابع المنادی المبنی** مولانا جامیؒ منصب علی محلہ کی علت کو بیان کر رہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ محل پر اس لیے محمول کیا جائے گا کہ منادی مبنی کے تابع کا حق یہ ہے۔ کہ وہ اس کے محل کے تابع ہو۔ اور وہ یہاں پر مفعولیت کی بنا پر منصوب المحل ہے۔ لہذا تابع پر نصب ہوگا۔

سوال حمل علی اللفظ غلط ہے۔ اس لیے کہ منادی مبنی کے تابع کا حق یہ ہے کہ وہ اس کے محل کے تابع ہو۔ کیونکہ تابع کی تعریف یہ ہے وکل ثان باعراب سابقه اور سابق کا اعراب اس کے محل میں ہے۔ نہ کہ اس کے لفظ میں۔

جواب منادی کی بناء عارضی ہے لہذا یہ معرب کے مشابہ ہوگیا جس طرح معرب کا اعراب عارضی کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح منادی کی بناء اس عارض کیوجہ سے ہے۔ یہ کاف اسمی کی جگہ

واقع ہوتا ہے۔لہذا جس طرح معرب کا تابع اس کے لفظ کا تابع ہوتا ہے اسی طرح منادی مبنی کا تابع بھی اس کے لفظ کے تابع ہوگا۔

قال الماتن **یاتیم اجمعون واجمعین** بیان تتمہ برائے متن۔متن کی عبارت میں توابع مذکورہ میں سے صرف صفت کی مثال مذکورہ تھی۔اس لیے مولانا جامیؒ نے سب کی مثالیں بیان کردی علی ترتیب اللف والنشر اور یہ مثال یا تیم اجمعون واجمعین تاکید معنوی کی ہے۔

قال الشارح **واقتصر علی مثالها** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال مصنف نے صرف صفت کی مثال کیوں ذکر کی ہے۔

جواب مصنف نے صفت کی مثال پر اس لیے اکتفاء کیا کہ یہ مشہور ہے اور کثیر ہے۔

جواب ثانی :امام اصمعیؒ کا صفت کے بارے میں اختلاف تھا۔کہ صفت منادی مبنی کے توابع مفردہ میں سے ہوسکتا ہے کہ نہیں امام اصمعیؒ کے نزدیک نہیں ہوسکتا۔اس لیے صاحب کافیہ نے تابع متنازع فیہ کی مثال کو بیان کر کے ان پر رد کردیا ہے۔

عطف بیان کی مثال۔ یا غلام بشر وبشرا معطوف معرف باللام کی مثال جیسے یازید والحارث والحارث والخلیل فی المعطوف۔

قال الماتن **والخلیل فی المعطوف** وہ معطوف بالحرف جس پر حرف یا کا دخول ممتنع ہو۔یعنی معطوف معرف باللام میں جمہور کے نزدیک رفع ونصب دونوں جائز ہیں۔اور یہی مذہب ہے امام خلیل اور ابو عامر کا۔البتہ ان کا اختلاف الویت اور مختار ہونے کے بارے میں ہے۔ امام خلیل کے نزدیک ایسے معطوف میں رفع مختار ہے اور ابو عامر کے نزدیک نصب مختار ہے۔

ابن احمد: مصداق کا بیان ہے۔

قال الشارح **کسرف الممتنع** سے مولانا جامیؒ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ الف لام عہدی ہے

قال الشارح **مع تجویزه النصب** مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔وہم

یہ ہے کہ شاید یہاں اختیار سے مراد وہ اختیار ہے جو وجوب کے ضمن میں ہوتا ہے۔

جواب یہاں پر اختیار بمعنی وجوب کے نہیں ہے بلکہ یہاں اختیار بمعنی ترجیح کے ہے یعنی امام خلیل صاحب نصب کا جائز رکھتے ہوئے رفع کو راجح قرار دیتے ہیں۔

لان المعطوف بحرف: سے امام خلیل کی دلیل کا بیان ہے۔ جس کا اصل یہ ہے کہ معطوف حقیقت میں منادی مستقل ہوتا ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ اس پر منادی مستقل کے احکام جاری ہونے چاہئے اور منادی مستقل پر ضمہ ہوتا ہے تو اس پر بھی ضمہ ہونا چاہئے ہاں البتہ اس پر حرف ندا کا داخل ہونا ممتنع ہے

اسی وجہ سے منادی مستقل کی پوری پوری رعایت تو نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ مبنی علی علامت رفع ہوتا ہے جب کہ یہ معرب مرفوع ہوگا۔

وابوعمرو ابن العلالنحوی القاری المقدم علی الخلیل: یہ صفات محض مدح کے لیے ذکر کی گئیں ہیں ورنہ ابو عمرو نحات کے درمیان ایک مشہور نحوی ہیں۔

یختار فیه النصب: ترکیب کی طرف اشارہ کر دیا کہ النصب کا عطف ہے الرفع پر۔

مع تجویزہ الرفع: ایک وہم کو دفع کرنا مقصود ہے۔ جس کی تقریر ابھی گزر چکی ہے۔

فانه کماامتنع فیه: ابو عامر کی دلیل کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ معرف باللام ہونے کیوجہ سے منادی مستقل ہرگز نہیں بن سکتا۔ اور جب منادی مستقل ہونے کی حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ تو امحالہ تابع ہونے کی حیثیت ہی باقی ہے اور منادی مبنی کا تابع محل کا تابع ہوتا ہے۔ اور محل چونکہ مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے۔ اس لیے اس پر نصب پڑھنا اولی ہے۔

قال الماتن **وابوالعباس ان کان کالحسن** صاحب کافیہ ابو العباس کا محاکمہ ذکر کر رہے ہیں۔ اس محاکمہ حاصل یہ ہے۔ کہ اگر معطوف مذکور الحسن کے مثل ہے یعنی اس سے الف لام جا ہو سکتا ہے تو خلیل کا مذہب مختار ہے۔ اس لیے کہ جب اس سے لام کو حذف کرنا جائز ہے۔ تو اس سے لام کو دور کر کے منادی مستقل بنانا جائز ہے لہذا اس کا حکم ۔نادی مستقل کا ہوگا

اور اگر معطوف مذکور الحسن کی طرح نہ ہو۔ یعنی اس کا الف لام حذف نہ کیا جا سکتا ہو۔ تو پھر ابو عامر کا مذہب مختار ہے۔ کیونکہ جب الف لام حذف ہی نہیں ہو سکتا تو منادی مستقل ہونے کی حیثیت بالکل مقصود ہو چکی ہے۔ لہذا اس میں منادی کے تابع ہونے کی حیثیت سے نصب پڑھنا مختار ہے۔

فائدہ امام خلیل کی وجہ اولویت بنظر معنی ہے اور ابو عامر کی بنظر لفظ ہے لہذا رفع اور نصب میں سے ہر ایک کا اولی اور غیر اولی دونوں ہونا ایک جہت سے لازم نے آیا

المبرد: عطف بیان برائے توضیح

قال الشارح **ای کاسم الحسن** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال الحسن کے لفظ سے مراد اگر مسمی ہے تو معنی فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ معنی یہ ہو جائے گا کہ اگر معطوف معرف بلام حسن شخص کی طرح ہو تو یہ معنی بالکل غلط ہے۔

جواب لفظ الحسن سے مسمی مراد نہیں اسم جنس مراد ہے۔

قال الشارح **ای فابو العباس** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال فکالخلیل جزا ہے۔ حالانکہ جزاء کے لیے جملہ ہونا ضروری ہے۔ اور یہ جملہ نہیں۔

جواب فکالخلیل بھی جملہ ہے۔ کہ اس کے لیے مبتداء محذوف ہے ابو العباس اور یہ ضمیر ہے۔ لہذا اس کا جزاء بننا بالکل درست ہے۔

قال الشارح **مثل الخلیل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال فکالخلیل کا کاف ضمیر ہے۔ ابو العباس کی۔ حالانکہ یہ حرف ہے اور حرف کا خبر بننا جائز نہیں۔

جواب یہ کاف حرفی نہیں بلکہ یہ کاف اسمی بمعنی مثل کے ہے لہذا ضمیر بننا درست ہوا۔

قال الشارح **وای وان لم یکن معطوف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

فی جواز نزع: وجہ شبہ کا بیان ہے۔

ای ابوالعباس: ترکیب کا بیان۔

والمضافة للنصب: صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی مبنی بر رفع کے وہ توابع جو مضاف ہوں وہ منصوب ہوتے ہیں۔

عطف علی المفردة: ترکیب کا بیان ہے۔ کہ المضافة معطوف ہے۔ المفردہ پر

ای وتوابع المنادی: حاصل عطف کا بیان ہے یعنی منادی مبنی علی علامة الرفع کہ وہ توابع جو مضاف ہوں وہ منصوب ہوتے ہیں۔

قال الشارح **بالاضافة الحقیقیه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال منادی مبنی علی الرفع کے توابع مضاف باضافت لفظیہ مضاف ہیں حالانکہ ان پر فقط نصب نہیں آتی۔ بلکہ جواز الوجہیں والا حکم جاری ہوتا ہے۔ جیسے یا زید الحسن الوجه۔ والحسن الوجه

جواب یہاں پر مضاف سے مراد مضاف باضافت حقیقیہ ہے۔ مضاف باضافت حقیقیہ ایسے مضاف کو کہا جاتا ہے جو مضاف باضافة معنویہ ہو۔

قال الشارح **لانها اذا وقعت** مولانا جامیؒ کی غرض علت نصب کو بیان کرنا ہے۔ کہ ان توابع مضاف پر نصب کیوں ہے۔ اس کا اصل یہ ہے اگر یہ توابع مذکورہ یعنی مضاف باضافت حقیقیہ خود منادی ہوں۔ تو وجوبی طور پر منصوب ہوتے ہیں۔ لہذا جب یہ توابع ہو کر مضاف ہیں۔ تو ان پر نصب پڑھنا بطریق اولی واجب ہوگا۔ اس لیے کہ منادی مستقل علت بناء موجود تھی۔ اگر چہ ضعیف ہی کیوں نہ تھی۔ اور تابع ہونے کی صورت میں وہ علت ضعیف بھی باقی نہ رہی۔

یاتیم کلهم: امثلہ کا بیان ہے۔ یاتیم کلهم تاکید کی مثال ہے۔

یا زیدذاالمال صفت کی مثال ہے۔ اور یا رجلا اباعبدالله عطف بیان کی مثال ہے۔ چوتھی قسم تابع معرف باللام کی مثال نہیں بن سکتی۔ اسلیے کہ مضاف باضافة حقیقیہ پر لام کا داخل ہونا ممتنع ہے۔

قال الماتن **والبدل والمعطوف غیر ماذکر حکمه** صاحب کافیہ بدل اور

معطورف معرف باللام کا حکم کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب منادی مفرد معرفہ کا تابع بدل واقع ہو۔ عام ازیں کہ بدل کل ہو۔ یا بدل البعض وغیرہ۔ اور اسی طرح جس وقت منادی مفرد کا تابع ایسا معطوف بالمعرف ہو جس پر صرف ندا کا داخل کرنا جائز نہ ہو تو ان دونوں توابع کا حکم منادی مستقل والا ہے۔

قال الشارح **ای غیر المعطوف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال المعطوف موصوف معرفہ ہے۔ غیر ماذکر صفت نکرہ ہے۔ حالانکہ موصوف وصفت کے درمیان تعریف وتنکیر کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہوتی ہے۔ اور یہاں پر کیوں نہیں۔

جواب لفظ غیـــر ان الفاظ متوغلہ فی الابہام میں سے ہے۔ جو ماوجود اضافت الی المعرفۃ کے معرفۃ نہیں ہوتے۔ لیکن جب لفظ غیر کے مضاف الیہ کی ضد امر واحد ہو تو اضافۃ الی المعرفۃ کی وجہ سے لفظ غیـــر میں تعریف وتعین پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہاں پر بھی اسکی اضداد کثیرہ نہیں بلکہ ضد اوحد ہے۔

قال الشارح **ای حکم کل واحد** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال مرجع دو چیزیں ہیں۔ تو ضمیر تثنیہ کی لانی چاہئے تھی۔ مصنف کو چاہئے تھا کہ حکمھما کہتے تا کہ راجع مرجع میں مطابقت پیدا ہو جاتی۔

جواب بدل اور معطوف کو کل واحد کی تاویل میں کر کے مصنف نے ضمیر مفرد لائے ہیں۔

قال الشارح **الذی باشرہ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال بدل اور معطوف معرف باللام مستقل منادی ہیں۔ لہذا ان کو تشبیہ دینا منادی مستقل کے ساتھ یہ تشبیہ الشئی مع نفسہ ہے جو کہ جائز نہیں۔

جواب منادی مستقل سے مراد وہ منادی ہے جس پر حرف ندا داخل ہو اور بدل ومعطوف پر حرف ندا داخل نہیں ہوتا۔ لہذا یہ تشبیہ احد القسمین مع قسم الاخر ہے۔

قال الشارح **وذلک لانها البدل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال بدل ومعطوف معرف بلام کا حکم منادی مستقل والا کیوں ہے۔

جواب بدل مقصود بالذات ہوتا ہے۔اور مبدل منہ تو فقط بطور تمہید کے بدل کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔لہذا اصل وحقیقت میں منادی بدل ہو نہ کہ مبدل منہ اسی وجہ سے بدل کو منادی مستقل والا حکم دے دیا گیا ہے۔اور معطوف معرف بللام کو منادی مستقل والا حکم اس لیے دیا گیا ہے۔کہ حرف عطف حرف ندا کے قائم مقام ہے۔جس پر حرف ندا کے دخول پر کوئی مانع بھی نہیں ہے۔لہذا اس میں حرف ندا مقدر ہوا۔اور جب حرف ندا مقدر ہو تو وہ منادی مستقل ہوتا ہے۔لہذا اس کو منادی مستقل کا حکم دیا گیا ہے۔

مطلقا ای: حال ترکیب کا بیان ہے۔کہ مطلقا حال ہے حکمۃ کی ہ ضمیر سے۔اور مضاف الیہ سے حال بنانا دو صورت میں جائز ہوتا ہے تفصیل کے لیے ضوابط نحویہ کو دیکھیے۔

غیر مقید بحال: اطلاق کے معنی کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل اور معطوف معرف باللام کا حکم مستقل منادی کے حکم کی طرح ہوتا ہے کسی حال کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ بلکہ ہر حال میں ہے۔کہ توابع مضاف ہوں یا مفرد ہوں یا شبہ مضاف ہوں یا نکرہ ہوں۔ ہر حال میں یہی حکم ہے۔بدل کی

مثالیں (۱) بدل مفرد غیر مضاف کی مثال یا زید عمروا (۲) بدل مضاف کی مثال یا زید اخا عمروا (۳) بدل شبہ مضاف کی مثال یا زید طالعا جبلا ۔(۴) بدل نکرہ کی مثال یا زید رجلا صالحا ۔معطوف مذکور کی مثالیں ۔(۱) مفرد کی مثال یا زید و عمروا (۲) معطوف مضاف کی مثال یا زید واخا عمرو (۳) معطوف شبہ مضاف کی مثال یا زید وطالعا جبلا (۴) معطوف نکرہ کی مثال یا زید و رجلا صالحا۔

قال الماتن **العلم الموصوف بابن** یہ ضابطہ ماقبل کی قانون سے بطور استثناء کے ذکر کیا گیا ہے جس میں سوال وجواب میں سمجھیں۔

سوال ماقبل میں آپ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے۔کہ منادی مفرد معرفہ ہو تو وہ مبنی علی الضم پڑھا

جائے گا۔ ہم آپ کو مثال دکھاتے ہیں۔ کہ منادی مفرد معرفہ ہے۔ لیکن اس پر ضمہ پڑھنا بھی جائز ہے اور فتحہ بھی۔ بلکہ فتحہ پڑھنا مختار ہے۔ جیسے یا زید بن عمرو۔ یازید بن عمرو پڑھنا بھی جائز ہے۔

جواب یہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ علم جو موصوف ہو جس کی صفت لفظ ابن یا ابنۃ ہو۔ اور وہ لفظ ابن یا ابنۃ دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔ تو اس صورت میں ایسے منادی مفرد معرفہ پر رفع اگرچہ جائز ہے لیکن فتحہ پڑھنا مختار ہے۔

قال الشارح ای العلم المنادی مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال جاء نی زید ابن عمرو میں زید علم موصوف ہے لفظ ابن کے ساتھ اور وہ مضاف ہے دوسرے علم کی طرف لیکن زید پر فتحہ پڑھنا جائز ہی نہیں چہ جائیکہ مختار ہو بلکہ ضمہ واجب ہے۔

جواب علم سے مراد مطلق علم نہیں۔ علم منادی مراد ہے اور آپ کی پیش کردہ مثال میں علم ہے لیکن منادی نہیں۔

قال الشارح المبنی مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال یا عبدالله ابن عمرو میں آپ کا قاعدہ منقوض ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں عبداللہ علم منادی ہے۔ اور شرائط موجود ہیں۔ حالانکہ عبداللہ پر فتحہ مختار نہیں بلکہ نصب واجب ہے۔

جواب علم منادی سے مراد علم مبنی ہے۔ اور آپ کی پیش کردہ مثال میں عبداللہ معرب ہے مبنی نہیں۔

قال الشارح علی الضم مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال پھر بھی آپ کا یہ قاعدہ یا زید اہ ابن عمرو میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے کہ زید اہ علم منادی مبنی ہے۔ حالانکہ زید اہ پر فتحہ مختار نہیں بلکہ واجب ہے۔

جواب علم منادی مبنی سے مراد مبنی علی الضم ہے۔ اور زیـــد اہ مبنی علی الفتحہ ہے۔ لہٰذا ہمارہ قاعدہ منقوض نہ ہوا۔

قال الشارح مجرد عن التاء مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال یا ھند ابنة عمرو میں فتحہ مختار ہے اور ضمہ بھی جائز ہے۔ حالانکہ لفظ ابن کے ساتھ موصوف نہیں۔ بلکہ لفظ ابنته صفت ہے۔

جواب لفظ ابن میں تعمیم ہے۔ خواہ مجرد عن التاء ہو یا ملحوق التاء ہو اور پیش کردہ مثال میں لفظ ابن ملحوق بالتا ہے۔

قال الشارح بلامتخلل واسطة مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال آپ کا یہ قاعدہ یا زید الظریف ابن عمرو میں منقوض ہے۔ اس لیے کہ زید میں تمام شرطیں موجود ہیں۔ لیکن فتحہ کا مختار ہونا تو درکنار سرے سے جائز ہی نہیں بلکہ ضمہ واجب ہے۔

جواب اس قاعدہ کے لیے ایک اور شرط بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ علم موصوف اور لفظ ابن صفت کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔ اور آپ کی پیش کردہ مثال میں الظریف کا اصلہ موجود ہے۔

ای حال کون ذلک: سے ترکیب کا بیان ہے۔ کہ مضافہ یہ حال ہے لفظ ابن سے اور لفظ ابن بواسطہ حرف جر کے مفعول بہ ہے۔

فکل علم یکون: مولانا جامیؒ اس قاعدہ مذکورہ کا حاصل مطلب بیان کررہے ہیں۔ کہ ہر وہ علم جو موصوف ہو لفظ ابن یا ابنة کے ساتھ اور وہ مضاف ہو۔ دوسرے علم کی طرف تو اس میں ضمہ بھی جائز ہے۔ لیکن فتحہ مختار ہے۔

لکثرة وقوع المنادی: فتحہ کے مختار ہونے کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ ہو منادی جس میں یہ تمام صفات پائی جاتی ہیں اس کا وقوع کلام عرب میں کثیر ہے اور کثرت استعمال کے مناسبت تخفیف ہے۔ اور تخفیف کے مناسب فتحہ ہے۔ اس لیے کہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔ لہذا نحویوں نے اس کو فتحہ کے ساتھ مخفف کردیا۔ جو کہ منادی کی حرکت اصلی ہے۔ مفعول بہ ہونے کیوجہ سے۔

قال الشارح فخففوه بالفتحة مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ تخفیف تو کسرہ سے بھی حاصل ہوسکتی تھی۔ کیونکہ کسرہ بنسبت حرکت ضمہ کے خفیف ہے۔

جواب کسرہ سے اگرچہ تخفیف حاصل ہو جاتی لیکن حرکت کسرہ حرکت اصلیہ نہیں ہے۔اس لیے کہ منادی مفعول بہ ہونے کی بناء پر کسرہ سے آبی ہے۔

قال الماتن **واذا نودی المعرف باللام** صاحب کافیہ یہ قاعدہ بھی ماقبل سے بطور استثناء کے ہے۔قاعدہ کا حاصل یہ ہے۔کہ جب معرف بلام کی نداء کرنا مقصود ہو تو حرف نداء اور منادی معرف بلام کے درمیان ای اور ایۃ مع ھائے تنبیہ کا فاصلہ یاھذا اسم اشارہ کا فاصلہ لانا ضروری ہے تاکہ دو آلہ تعریف کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے یا ایھا الرجل اور یا ھذا لرجل۔

قال الشارح **ای اذا ارید ندائه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اذا نودی المعرف یہ شرط ہے۔اور قیل یا ایھا الرجل جملہ جزا ہے۔اور جزاء کا شرط پر ترتیب ہوا کرتا ہے۔اور یہاں پر ترتب صحیح نہیں۔اس لیے کہ یا ایھا الرجل میں منادی ای ہے۔نہ کہ الرجل۔یہ تو ای کی صفت ہے۔اور ای منادی معرف بلام نہیں۔

جواب اگرچہ الرجل منادی کی صفت ہے۔لیکن بحسب الارادہ یہی منادی ہے۔

قال الشارح **مثلا بحسب اللفظ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال شرط کلی ہے۔اور جزا جزئی ہے۔اور جزی کا ترتب کلی پر صحیح نہیں ہوتا حالانکہ جزا کا شرط پر مرتب ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جواب یاایھا الرجل کا ذکر بطور تمثیل کے ہے۔اور اصل جزا امر کلی ہے۔اور اسی امر کلی کو مولانا جامی نے بتوسط ای سے بیان کیا یعنی قیل کلام وسط احدالامور الثلثه

قال الماتن **والتزموا رفع الرجل** یہ عبارت بھی ماسبق سے بطور استثناء کے ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال ماقبل میں آپ نے یہ ضابطہ بیان کیا ہے۔کہ منادی مبنی معرفہ کا تابع صفت مفرد ہو۔تو اس کا حکم ترفع علی لفظه و تنصب علی محله ہے۔لیکن یا ایھا الرجل میں الرجل تابع صفت مفرد ہے۔اس پر رفع پڑھنا واجب ہے۔اور نصب جائز ہی نہیں۔

جواب یا ایھا الرجل میں الرجل حقیقت کے اعتبار سے منادی ہے۔ کیونکہ یہی مقصود بالنداء ہے۔ اور ایھا کو تو صرف فاصلہ کے لیے لایا گیا ہے۔

یعنی العرب : واو ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

قال الشارح **مثلاً** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تقریر گزر چکی ہے۔

وان کا صفته: سوال مقدر کی صورت کی طرف اشارہ ہے۔

لتکون حرکاته: رفع کے واجب ہونے کی علت کا بیان ہے۔ کہ رفع کا التزام اس لیے کیا گیا ہے۔ تا کہ اس کی حرکت اعرابیہ یعنی رفع حرکت بنائیہ یعنی ضمہ کے موافق ہو جائے جو کہ منادی کی علامت ہے۔ اور یہ حرکت اعرابیہ دلالت کرے گی اس کے مقصود بالنداء ہونے پر۔

وهذا بمنزلة المستثنی۔

سوال پھر وہ قاعدہ مذکورہ کلیہ نہ ہوا۔

جواب وہ قاعدہ مذکورہ کلیہ ہے۔ اور یہ صورت مذکورہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔

یذکر صحتہ استثنیٰ کی علت کا بیان ہے۔

قال الماتن **وتوابعه** صاحب کافیہ اس عبارت میں بھی ماقبل سے بطور استثناء یک مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں جس سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ماقبل میں اپ نے کہا کہ یا ایھا الرجل میں الرجل منادی ہے اب اس کی صفت العالم ذکر کی جائے اور یوں کہا جائے۔ یا ایھا الرجل العالم تو العالم میں دو وجہ جائز ہونی چاہئے۔ اس لیے کہ منادی کی صفت ہے۔ حالانکہ العالم پر رفعہ متعین ہے۔

جواب **جواز الوجهین** منادی مبنی کے توابع میں ہے اور آپ کی پیش کردہ مثال میں الرجل منادی معرب ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ منادی معرب کے توابع میں تو جواز الوجهین ہرگز نہیں ہو سکتی۔

بالجر: ترکیب کا بیان ہے۔ کہ توابع مجرور ہو کر اس کا عطف ہے الرجل پر۔

والتزام رفع توابع: حاصل عطف کا بیان ہے۔ کہ نحویوں نے الرجل کے توابع پر رفع کا التزام کیا ہے۔ خواہ وہ توابع مضاف ہوں یا مفرد جیسے یاایھا الرجل الظریف و یھاایھاالرجل ذوالمال

لانھا سے علت لزوم رفع کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ الرجل کے توابع پر رفع اس لیے لازم ہے۔ کہ یہ منادی معرب کے توابع ہیں۔ اور جواز الوجھین منادی مبنی کے توابع میں ہوتا ہے۔

قال الماتن وقالوا یاالله خاصة یہ عبارت بھی سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس میں ایک مسئلہ ماقبل سے بطور استثناء کے بیان کیا گیا ہے۔

سوال آپ نے ماقبل میں ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ کہ جب معرف بلام کے درمیان فاصلہ لانا ضروری ہے۔ لیکن یاالله میں تو لفظ اللہ معرف بلام پر بغیر فاصلے کے یا داخل ہو جاتا ہے۔ جس میں دو آلہ تعریف کا جمع ہونا لازم آتا ہے۔

جواب یاالله س قاعدہ سے مستثنیٰ ہو کر ایک اور قاعدہ پر مبنی ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں الف لام عوض بھی ہو اور کلمہ کو لازم بھی ہو۔ تو اس کلمہ پر حرف ندا کا بلاواسطہ داخل کرنا جائز ہے۔ جیسے یاالله کہ اس میں الف لام عوضی بھی ہے۔ اور لازمی بھی۔

لان اصلہ الالہ: مولانا جامیؒ کی غرض لفظ الله کے لام کے عوض اور لازمی ہونے کو بیان کرنا ہے۔ جسکا حاصل یہ ہے لفظ الله کا اصل الالہ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض لام کو لایا گیا ہے۔ اور یہ لام اس کو لازم بھی ہے۔ چنانچہ وسعت کلام میں لاہ کہنا جائز نہیں ہے۔

قال الشارح ولمالم یجتمع ھذان مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال دلیل اور دعوی میں مطابقت نہیں ہے۔ اس لیے کہ دلیل جس کو بناء علی قاعدة سے بیان کیا۔ اس سے تو لفظ اللہ کے ساتھ عدم اختصاص معلوم ہوتا ہے۔ اور دعوی سے لفظ اللہ کے ساتھ اختصاص معلوم ہوتا ہے۔

جواب چونکہ یہ دونوں چیزیں یعنی لام عوضی ہونا اور لازمی ہونا کسی دوسری جگہ میں مجتمع نہیں

ہے۔ اسی وجہ سے لفظ اللہ کے ساتھ اس کا اختصاص ہے جس کو صاحب کافیہ نے خاصۃ سے بیانکیا ہے۔

قال الشارح **واما مثل النجم** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال النجم اور الصعق کا لام بھی لازمی ہے۔ تو اس پر حرف ندا کا دخول بغیر فاصلہ کے جائز ہونا چاہیے تھا۔ حالانکہ جائز نہیں۔

جواب ان کا لام اگر چہ لازمی تو ہے۔ لیکن عوضی نہیں۔ جس کی وجہ سے بلا واسطہ دخول جائز نہیں۔

قال الشارح **واما الناس وان كانت** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال الناس کا لام عوضی ہے اس پر حرف ندا کا دخول بلا فاصلہ کیوں جائز نہیں۔

جواب الناس کا لام اگر چہ عوضی تو ہے لیکن لازمی نہیں یہی وجہ سے کہ وسعت کلام میں ناس کہا جاتا ہے۔ لہذا جب لام لازمی نہ ہوا تو بلا فاصلہ حرف نداء کا دخول کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

قال الشارح **ولعدم جريانه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کا یہ قاعدہ یا التی تیمت قلبی میں منقوض ہے اس لیے کہ التی کا لام اگر چہ لازمی تو ہے لیکن عوض نہیں۔ لیکن اس کے باوجود بلا فاصلہ حرف نداء داخل ہے۔

جواب اسی وجہ سے نحویوں نے اس پر شذوذ کا حکم لگایا ہے۔

قال الشارح **وفي الغلامان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کا یہ قاعدہ شاعر کے قول فیا الغلامان میں منقوض ہے۔ اس لیے کہ اس میں الغلامان کا لام نہ لازمی ہے۔ نہ عوض لیکن پھر بھی حرف نداء بلا فاصلہ داخل ہے۔

جواب اسی وجہ سے نحویوں نے اشذ اشذوذ کا حکم لگایا ہے۔

قال الماتن **ولك في مثل يا تيم تيم عدي** صاحب کافیہ سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ اور یہ بھی ماقبل سے بطور استثناء ایک مسئلہ کا بیان ہے۔

سوال آپ نے ماقبل میں یہ قاعدہ کیا کہ منادی مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے۔ حالانکہ یا تیم

تیم عدی جیسی امثلہ میں منادی مفرد معرفہ پر ضم اور نصب دونوں جائز ہیں۔

جواب یہ ماقبل کے قاعدے سے مستثنیٰ ہے۔ جس کے لیے علیحدہ قانون ہے۔

ای وجازلك: ترکیب کا بیان ہے۔ کہ الضمہ والنصب فاعل ہیں۔ ظرف کے لیے باعتبار متعلق کے

ای فی ترکیب: صاحب کافیہ نے لفظ مثل سے جس ضابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ مولانا جامیؒ اس کو صراحتاً بیان کرر ہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے۔ جس میں منادی صورتا مقرر ہو۔ اور ثانی کے ساتھ اسم مجرور بالا ضافت متصل ہو۔ یعنی اس کے بعد مضافت الیہ واقع ہو۔

قال الشارح صورتا لفظ صورتا سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ ہم یہ بات قطعاً تسلیم نہیں کرتے۔ کہ یا تیم تیم عدی میں منادی مفرد ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ منادی مضاف ہے عدی مذکور کی طرف یا عدی محذوف کی طرف۔

جواب مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ صورتا مفرد ہو۔ اور مثال مذکور میں اگر چہ حقیقت میں منادی مضاف ہے لیکن صورت میں مفرد ہے۔

قال الشارح فی الاول مولانا جامیؒ کی غرض سوال کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنف کا قول الضم والنصب سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ ضم اور نصب اول میں ہوگا یا ثانی میں۔ یہ حکم تو حکم مجہول ہوا جو کہ جائز نہیں۔

جواب یہ حکم اول کے لیے ہے۔ کیونکہ بحث منادی میں چل رہی ہے۔ اور منادی اول ہے نہ کہ ثانی اور ثانی میں فقط نصب ہوگی۔

اما الضم فی الاول: مولانا جامی اول میں ضمہ اور نصب کے جواز کی علت کو بیان کیا ہے۔ کہ ضمہ کا جائز ہونا منادی مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ منادی مفرد معرفہ مبنی علی الرفع

ہوتا ہے۔ اور نصب کا جائز ہوتا وہ مضاف ہونے کیوجہ سے ہے۔ کہ وہ مضاف ہے عدی مذکور کی طرف

قال الشارح وتيم ثاني مولانا جامیؒ کی غرض سوال کا جواب دینا ہے۔

سوال اگر تیم اول عدی کی طرف مضاف ہے۔ تو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فاصلہ لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب فاصلہ بالاجنبی ناجائز ہوتا ہے اور یہ فاصلہ بالاجنبی نہیں ہے۔ اس لیے کہ تیم ثانی تاکید ہے۔ اور تاکید موکد کا عین ہوتی ہے۔ یہ مذہب سیبویہ کا ہے تیم اول مضاف ہے عدی مذکور کیطرف۔

امام مبرد کا مذہب یہ ہے۔ یہ تیم اول۔ پر نصب اس لیے جائز ہے کہ یہ عدی محذوف کی طرف مضاف ہے۔ جس پر قرینہ عدی مذکور ہے۔ اصل میں تھا یاتیم عدی تیم عدی

واما السيرافي فيقول: سرافی کے نزدیک تیم اول پر نصب کے بجائے فتحہ کو جائز اسلیے کہ تیم اول مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہے اور تیم ثانی عدی مذکور کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور تیم ثانی کی اتباع کرتے ہوئے تیم اول پر فتحہ جائز ہے۔ اور تیم ثانی میں نصب ہی متعین ہے۔ اس لیے کہ وہ مضاف تابع ہے۔ جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے۔ اور مضاف کا تابع منصوب ہوتا ہے۔ یا تابع مضاف ہے۔ جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے۔ اور تابع مضاف بھی منصوب ہوتا ہے۔

یاتیم تیم عدی لا ابالکم لا یلقینکم فی سوئة عمر

یہ بہت جریر شاعر کا ہے۔ جب عمر تیمی نے جریر تیمی کو ہجو کا ارادہ کیا تو جریر شاعر نے خطاب کر کے کہا۔ ہم عمرو کو میری ہجوہ کے لیے آزادہ نہ چھوڑو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تم کو میری طرف سے برائی میں ڈال دے۔ یعنی یہ میری ہجو کرے گا میں پھر تم سب کی ہجو کروں گا۔

قال الماتن والمضاف الى ياء المتكلم صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل تجویہ ہے کہ

وہ منادی جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں چار وجہ پڑھنا جائز ہے۔

(۱) یاء کے فتحہ کے ساتھ جیسے یا غلامیَ (۲) یاء کے سکون کے ساتھ جیسے یا غلامی

(۳) یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کر کے پڑھنا جیسے یا غلامِ

(۴) یا کو الف کے ساتھ تبدیل کر کے پڑھنا جیسے یا غلاما۔

قال الشارح المنادی مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے

سوال جائنی غلامی میں غلامی یاءِ متکلم کی طرف مضاف لیکن اس میں چار وجہ پڑھنا جائز نہیں بلکہ فقط دو وجہ پڑھنا جائز ہیں۔(۱) یاء کے فتحہ کے ساتھ (۲) یاء کے سکون کے ساتھ۔

جواب المضاف صفت ہے جس کے المنادی موصوف محذوف ہے یعنی مطلق مضاف مراد نہیں بلکہ منادی اور مثال مذکور میں منادی نہیں ہے۔

قال الشارح وجوہ مولانا جامیؒ کی غرض دو سوال ہے۔

سوال اول: یجوز فعل ہے جس کے لیے فاعل کا ہونا ضروری ہے اور یا غلامی جملہ ہونے کی وجہ سے فاعل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

سوال ثانی: یا غلامی تفصیل ہے اور تفصیل تقاضا کرتی ہے اجمال کا حالانکہ ماقبل میں اجمال نہیں۔

جواب پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ یجوز کا فاعل وجوہ ہے یا غلامی نہیں اور وجوہ مفرد ہے لہذا اس کا فاعل بنا درست ہے۔

اربعة : سے دوسرے سوال کا جواب دیا۔ اس کا حاصل یہ ہے۔ اربعة مقدر ہے لہذا تفصیل سے پہلے اجمال موجود ہے۔

قال الشارح مثل مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

سوال صاحب کافیہ تو قواعد کلیہ بیان کر رہے ہیں اور یا غلامی تو مثال جزئی ہے مثال جزئی کو کیوں ذکر کیا۔

جواب غلامی سے مراد مثل غلامی ہے۔ جو کہ یاغلامی اور دوسری امثلہ کو بھی شامل ہے۔

قال الشارح **اذا كان قبلها** مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

سوال کہ آپ کا یہ قاعدہ فتای میں منقوض ہے۔ اس لیے کہ اسم منادی مضاف ہے یاء متکلم کی طرف لیکن اس کے باوجود یاء کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کرنا جائز نہیں۔

جواب یہ قاعدہ ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ کہ جب یا کا ماقبل مکسور ہو۔ اور مثال مذکور میں ماقبل مکسور نہیں ہے۔

قال الشارح **هذا لن الوجهان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

سوال وجوہ اربعہ مذکورہ استعمال میں مساوی ہیں یا ان میں تفاوت ہے۔

جواب ان میں تفاوت ہے آخری دو وجہیں نداء میں اکثر واقع ہوتی ہیں۔ کیونکہ ندا کا مقام تخفیف ہے۔ اس لیے کہ مقصود بالذات نداء نہیں ہوتی۔ بلکہ ندا کے بعد والا قول ہوتا ہے۔ تو متکلم ندا سے جلدی فارغ ہونا چاہتا ہے۔ تا کہ مقصود کی طرف جلد پہنچے۔ لہذا غلامی میں دو وجہ سے تخفیف پائی جاتی ہے۔ (۱) یا کو حذف کر کے ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کرنے کے ساتھ اور وہ کسرہ یا محذوفہ پر دلالت کرتی ہے۔ (۲) یا کو الف کے ساتھ تبدیل کرنے کے ساتھ۔ اس لیے کہ الف اور فتحہ خفیف میں بنسبت یاء کسرہ کے۔

قال الشارح **وهما الى هذان الوجهان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

سوال آپ کا یہ قاعدہ یاعدوی میں منقوض ہے۔ کہ عدو منادی مضاف الی یائے المتکلم ہونے کے باوجود یہ سابقہ دونوں وجہیں کے جائز نہیں۔

جواب سابقہ دنوں وجہیں مطلقا مضاف الی یائے متکلم میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس منادی میں پائی جاتی ہیں۔ جس کی اضافت یائے متکلم کی طرف مشہور ہو۔ تا کہ وہ شہرت یا کے حذف پر اور یا کے الف کے ساتھ تبدیل ہونے پر دلالت کرے۔

قال الشارح **وجاء شاذا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال ہے۔

سوال منادی مضاف الی یائے متکلم میں وجوہ اربعہ کا انحصار کرنا باطل ہے۔ اس لیے کہ اس میں ایک پانچویں وجہ بھی جائز ہے وہ یہ ہے یا کو الف کے ساتھ تبدیل کرنا پھر الف کو حذف کر کے ماقبل کے فتحہ پر اکتفاء کرنا ہے۔ جیسے یاغلام۔

جواب یہ پانچویں وجہ شاذ ہے۔

قال الشارح **وباالهاء وقفا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ کہ اس منادی مضاف الی یائے متکلم کے وجوہ اربعہ میں حالت وقف کے اندر ھا داخل ہو جاتی ہے۔ جس طرح یاغلامی کو ھا کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

یاغلامتیه یا غلامیه اور یاغلامه اور یاغلاماه۔

یکون المنادی : سے ترکیب کا بیان ہے کہ یہ متعلق ہے یکون محذوف کے۔

قال الشارح **فی هذه الوجوه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال وہم یہ ہوتا تھا کہ بالھاء کا تعلق آخری دو وجہ کے ساتھ ہے۔

جواب اس وہم کو دفع کر دیا کہ **بالهاء** کا تعلق فقط آخری دو وجہ کے ساتھ نہیں بلکہ چاروں کے ساتھ ہے۔

ای فی حالة الوقف : ترکیب کا بیان ہے کہ لفظ وقفا باعتبار مضاف کے مقدر ہونے کے یہ ظرف ہے اور مفعول فیہ ہے۔

فرقا بین الوقف : ھا کے لاحق کرنے کی علت کا بیان ہے کہ حالت وقف میں ھاء کو اس لیے لاحق کیا جاتا ہے تا کہ حالت وقف اور غیر وقف میں فرق ہو جائے۔

قال الماتن **وقالوا یاابی ویاامی ویاابت ویاامت** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اہل عرب یا ابی و یاامی میں سابقہ وجوہ اربعہ کے ساتھ ساتھ کثرت استعمال کی وجہ سے دو اور وجہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

(۱) یاء کو تاء کے ساتھ تبدیل کر کے یاابت و یا امت اور تا کو یا کی حرکت کے موافق مفتوح اور یا کی مناسبت کی وجہ سے مکسور پڑھا جاتا ہے۔

(۲) تاء کے بعد الف کو زائدہ کر کے یا ابتا یا امتا پڑھا جاتا ہے۔اس صورت میں الف اور تا دونوں یاء محذوفہ کے عوض ہوں گے جس میں کوئی استحالہ نہیں۔ کیونکہ جمع بین العوضین جائز ہوتا ہے ہاں البتہ عوض اور معوض کا اجتماع ناجائز ہوتا ہے جس کی وجہ سے تا کے بعد یا کو زیادہ کر کے یا ابت یا امت کہنا جائز نہیں۔

ای العرب فی محاورتھم : ضمیر کے مرجع کا بیان ہے اور فی محاورتھم صلہ کا بیان ہے۔

ای قالوا یاابت : ترکیب کا بیان ہے کہ یا ابت و یا امت کا عطف ہے۔ یا ابی یا امی پر۔ جس طرح وہ مقولہ ہے اس طرح یہ بھی مقولہ ہے قالوا کا۔

ای حال کون التاء : ترکیب کا بیان ہے۔کہ فتحا و کسرا حال ہیں تاء سے

قال الشارح مفتوحا او مکسورا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے۔جب کہ یہاں پر حمل صحیح نہیں۔اس لیے کہ تاء مفتوح و مکسور ہوتی ہے۔لیکن فتحہ کسرہ نہیں ہوتی۔

جواب فتح و کسر بمعنی مفتوح و مکسور کے ہے۔

قال الشارح اوِ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال حال اور ذوالحال میں افراد و تثنیہ کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہوتی ہے یہاں پر ذوالحال مفرد ہے اور حال مثنی ہے۔

جواب واو بمعنی او کے ہے اور کلمہ او احد الامرین کے لیے آتا ہے۔لہذا مطابقت پائی گئی۔

﴿بحث ترخیم﴾

قال الماتنؒ وترخیم المنادی جائز صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔کہ ترخیم منادی میں ہر حال میں جائز ہے۔خواہ ضرورت ہو یا ضرورت نہ ہو اور غیر منادی میں بوقت

ضرورت ترخیم جائز ہے لیکن کلام نثر میں جائز نہیں۔

قال الشارح ولما کان من خصائص مولانا جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال بحث مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف کے بارے میں چل رہی تھی لہذا ترخیم کی بحث کا ذکر کرنا خروج عن المبحث ہے۔

جواب ترخیم منادی کی خصائص میں سے ہے۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ خصائص کو ذکر کرنے سے چیز واضح ہو جاتی ہے اسی لیے مصنفؒ نے ترخیم منادی کو ذکر کیا ہے۔

قال الشارح ای واقع مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جواز کی دو قسمیں ہیں (۱) جواز وقوعی (۲) جواز امکانی یہاں پر کون سا جواز مراد ہے۔

جواب مولانا جامیؒ نے جواب دیا کہ جواز وقوعی مراد ہے۔

قال الشارح فی سعة الکلام مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال وقوع کی دو قسمیں ہیں (۱) وقوع فی سعة الکلام (۲) وقوع لوقة الضرورة یہاں کون سا وقوع مراد ہے۔

جواب وقوع سے مراد وہ وقوع ہے جو وسعت کلام میں ہو بغیر ضرورت شعری کے۔لہذا جب بغیر ضرورت شعری کے وسعت کلام میں جائز ہے تو وہ ضرورت شعری میں بطریق اولی جائز ہوگا۔ جب ضرورت شعری کے لیے کوئی داعی ہو۔

قال الشارح ای غیر المنادی ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔

قال الشارح ای لضرورة یہ ترکیب کا بیان ہے کہ مفعول لہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور یہ جائزا بمعنی واقعا کا مفعول لہ ہے۔

قال الماتن وهو حذف فی آخره صاحب کافیہ نے ترخیم کی تعریف کو بیان کیا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے ترخیم منادی کے آخر میں حذف کرنا ہے تخفیف کی غرض سے۔

قال الشارح ای ترخیم المنادی مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ھو ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہے (۱) اس کا مرجع مطلق ترخیم ہو (۲) ترخیم منادی ہو اگر اس کا مرجع ترخیم منادی ہو تو پھر ترخیم مطلق کی تعریف معلوم نہ ہوگی اور اگر مرجع مطلق ترخیم ہو تو پھر مصنف کا قول وشرطہ صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ مصنفؒ نے جو شرائط بیان کی ہیں وہ مطلق ترخیم کی نہیں بلکہ ترخیم منادی کی ہیں۔

جواب مولانا جامیؒ نے اس سوال کے ۲ جواب دیئے۔ پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع ترخیم منادی ہے باقی رہا یہ سوال کہ مطلق ترخیم کی تعریف معلوم نہیں ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ مطلق ترخیم کی تعریف ترخیم منادی کی تعریف سے معلوم ہو جاتی ہے اس لیے کہ دونوں کی تعریف ایک ہے بغیر کسی تبدیلی اور تفاوت کے۔

دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے ضمیر کا مرجع مطلق ترخیم ہے باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ اس صورت میں مصنف کا قول وشرطہ کو صحیح نہیں ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ آگے جو شرائط بیان کی ہیں یہ مطلق ترخیم کی شرائط ہیں جب وہ منادی میں واقع ہو۔

قال الشارح ای لمجرد التخفیف مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ترخیم کی یہ تعریف قاض، داع وغیرہ پر صادق آتی ہے اس لیے کہ اس کے آخر میں تخفیف کے لیے حرف علت کو حذف کیا گیا ہے حالانکہ یہ ترخیم نہیں۔

جواب ترخیم میں حذف محض تخفیف کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب کہ آپ کی پیش کردہ مثالوں میں حذف محض تخفیف کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے لیے ایک اور علت ہے جو کہ صرفی تحقیق ہے۔

قال الماتن وشرطہ الایکون مضافا ماتنؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی کی ترخیم کے لیے چار شرطیں ہیں۔ (۱) منادی مضاف نہ ہو۔ (۲) منادی مستغاث نہ ہو۔ (۳) جملہ نہ ہو۔ (۴) وجودی شرط یہ ہے کہ احد الامرین میں سے کوئی امر ہو وہ احد الامرین یہ ہیں۔ (۱) منادی علم زائد علی الثلاث ہو۔ (۲) یا تا تانیث کے ساتھ متلبس ہو۔

قال الشارح ای شرط ترخیم مولانا جامیؒ نے ضمیر کے مرجع کو بیان کیا ہے۔ جس میں دو احتمال ہیں۔(۱) اگر ماقبل میں ترخیم منادی کی تعریف ہے تو پھر شرطہ کو ضمیر کا مرجع بھی ترخیم منادی ہے۔(۲) اگر تعریف مطلق ترخیم کی ہوگی تو مرجع بھی مطلق ترخیم ہوگا۔

قال الشارح ای اذا کان واقعا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ضمیر کا مرجع مطلق ترخیم کو بنانا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ آگے جو شرائط بیان کی ہیں وہ مطلق ترخیم کی شرائط نہیں ہے بلکہ ترخیم منادی کی ہیں۔

جواب یہ مطلق ترخیم کی شرائط ہیں جب وہ منادی میں واقع ہو۔

قال الشارح امور اربعة مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال شرطه مبتدا ہے اور ان لا یکون۔ خبر ہے حالانکہ اس کا خبر ہونا صحیح نہیں کیونکہ اس وقت اخص کا حمل لازم آئے گا عام پر جو کہ جائز نہیں۔

جواب شرطه کی خبر ان لایکون نہیں ہے بلکہ اس خبر محذوف ہے جو کہ امور اربعة ہے۔

قال الشارح ثلاثة منها مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال وہم یہ تھا کہ شاید وہ امور اربعة علی نمط واحد ہوں گے۔

جواب مولانا جامیؒ نے یہ وہم دور کر دیا کہ یہ امور اربعة علی نمط واحد نہیں ہیں بلکہ ان میں سے تین عدمی ہیں اور ایک وجودی ہے۔ تین عدمی یہ ہیں۔(۱) منادی مضاف نہ ہو۔

قال الشارح حقیقة اوحکما مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یاطالعا جبلا یہ منادی مضاف نہیں ہے شبہ مضاف ہے حالانکہ اس میں بھی ترخیم جائز نہیں ہے جس طرح کہ مضاف کے اندر ترخیم جائز نہیں ہوتی۔

جواب مضاف میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا حکمی، اور شبہ مضاف مضاف حکمی ہے۔

قال الشارح اذ لایمکن الحذف شرط مذکور کی علت کا بیان ہے۔ کہ اگر مضاف میں ترخیم کی جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔(۱) یا مضاف کے آخر میں سے حذف کیا جائے

گا۔ (۲) یا مضاف الیہ کے آخر میں سے حذف کیا جائے گا اگر مضاف کے آخر میں سے حذف کیا جائے تو ترخیم وسط کلمہ میں لازم آئے گی۔ کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ معنی کے اعتبار سے ایک کلمہ ہوتے ہیں اور اگر مضاف الیہ کے آخر میں حذف کیا جائے تو پھر غیر منادی میں ترخیم لازم آئے گی اس لیے کہ مضاف مضاف الیہ لفظ کے اعتبار سے دو کلمے ہیں لہذا جب مضاف اور مضاف الیہ کے آخر میں سے حذف نہیں کیا جاسکتا تو مصنفؒ نے شرط لگا کر بتا دیا کہ مضاف میں ترخیم جائز نہیں ہے۔

قال الشارح **والایکون مستغاثا** مولانا جامیؒ نے لا سے پہلے ان کا اضافہ کر کے اور لا کے بعد یکون کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مستغاثا معطوف ہے مضافا پر۔

قال الشارح **لامجرورا باللام** تعمیم کو بیان کیا ہے کہ مستغاث میں تعمیم ہے خواہ وہ مستغاث مجرور باللام ہو یا مستغاث مفتوح بالالف ہو یعنی دونوں میں ترخیم نہیں ہوسکتی جس کی علت یہ ہے کہ منادی مستغاث جو مجرور باللام ہو اس میں ترخیم اس لیے نہیں ہوسکتی کہ نداء کا اثر جو کہ نصب یا بناء علی الضم ہے وہ اس میں ظاہر نہیں ہے لہذ ترخیم جو منادی کی خصائص میں سے ہے وہ اس میں جاری نہ ہوگی۔ اور منادی مستغاث بالالف میں ترخیم اس لیے نہیں ہوسکتی کہ اس میں آواز کا لمبا کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے آخر میں الف کو زیادہ کیا جاتا ہے اور زیادتی حذف کے منافی ہے۔

قال الشارح **ولم یذکر المندوب** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ترخیم کی شرائط عدمیہ میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مندوب نہ ہو تو مصنفؒ نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

جواب کیونکہ منصفؒ کے نزدیک مندوب منادی میں داخل ہی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

قال الشارح **وماوقع فی بعض** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ بعض نسخوں میں تو ولامندوبا موجود ہے۔

جواب جن نسخوں میں اس کا ذکر ہے یہ کاتبین کا سہو ہے۔

قال الشارح مع ان وجه اشتراطه مولانا جامیؒ ان حضرات کے مذہب پر علت کو بیان کیا ہے جن کا مذہب یہ ہے کہ مندوب منادی میں داخل ہے ان حضرات کے مذہب پر ترخیم منادی کے لیے یہ شرط بھی ضروری ہے کہ منادی مندوب نہ ہو۔ اس وقت لامندوبا کی علت یہ ہے کہ مندوب میں اکثر اظہار تفجع کی غرض سے درازی صوت کے لیے اس کے آخر میں الف کو زیادہ کیا جاتا ہے لہذا محض تخفیف کے لیے ترخیم اس کے مناسب نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو علت مستغاث بالالف میں ہے وہی علت مندوب کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔ تو جب مستغاث بالالف میں ترخیم نہیں ہوسکتی تو مندوب کے اندر بھی نہیں سکتی۔

قال الشارح والایکون جملة مولانا جامیؒ نے لا سے پہلے ان کا اضافہ کرکے اور لا کے بعد یکون کا اضافہ کرکے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ جملۃ معطوف ہے مضافا پر یعنی ترخیم کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ نہ ہو۔

قال الشارح لان الجملة اس شرط کی علت کا بیان ہے کہ جس کا حاصل یہ جملہ جب علم ہو تو مبنی ہوگا۔ اور پھر وہ اپنے حال کی حکایت پر دلالت کرے گا جملہ جب مبنی ہوگا تو اس میں ترخیم جائز نہیں ہوگی جس کی تفصیل یہ ہے جب کسی جملہ کو مثلا تابط شرا کسی کا نام رکھ دیا جائے تو یہ مبنی ہوگا! اور یہ ایک قصے پر دلالت کرے گا اور اس پر یہی اعراب رہے گا یعنی اس میں کسی قسم کی ترمیم اعراب وغیرہ کے ذریعے نہیں کرسکیں گے ورنہ جس قصے پر دلالت مقصود ہے وہ دلالت باقی نہیں رہے گی لہذا ترخیم اور اس جملے کے مقصود میں منافات ہے اسی وجہ سے جملہ کے اندر ترخیم نہیں ہوسکتی۔

قال الشارح والشرط الرابع چوتھی شرط یہ ہے کہ امرین وجودین میں سے ایک امر پایا جائے یا وہ منادی علم زائد علی الثلاثہ۔

قال الشارح لانه لعلمیته علمیت کی شرط کی علت کا بیان ہے۔ علم ہونے کی شرط اس لیے

لگائی کہ علم کی ندآء کی کثرت کی وجہ سے تخفیف بالترخیم اس کے مناسب ہے اور نیز علم کی شہرت کی وجہ سے ما ابقی کی دلالت ما القی پر ہو جاتی ہے۔

قال الشارح **ولزیادته** زائد علی الثلاث ہونے کی علت کا بیان ہے کہ زائد علی الثلاث کی شرط اس لیے لگائی تا کہ ترخیم کے بعد علت موجبہ اسم کا معرب کا اقل وزن پر لازم نہ آئے۔

قال الشارح **اسما متلبسا** ترکیب کا بیان ہے کہ تا تانیث ظرف مستقر ہے جو باعتبار متعلق کے صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ اسما ہے یعنی اگر منادی علم نہ ہو یا علم تو ہو لیکن زائد علی الثلاث نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ وہ تا تانیث کے ساتھ متلبس ہو۔

قال الشارح **لان وضع التاء** اس شرط کی علت کا بیان ہے کہ تاء کی وضع زوال کی بناء پر ہے۔لہذا اس کے ساقط ہونے کے لیے ادنیٰ سبب بھی کافی ہے چہ جائے کہ یہ ایسی جگہ واقع ہو جہاں پر حرف اصلی بھی ساقط ہو جاتا ہے۔لہذا ترخیم کی وجہ سے تاء بھی ساقط ہو جائے گی۔

قال الشارح **ولم یبالوا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ جب تاء تانیث کے ساتھ متلبس ہونے کی صورت میں زائد علی الثلاث ہونے کی شرط نہیں لگائی گئی تو ثبۃ اور شــــۃ ترخیم کے بعد معرب کے اقل وزن یعنی تین حرفوں پر بھی باقی نہیں رہے گی بلکہ دو حرفوں پر باقی رہ جائے گی۔

جواب ثبۃ اور شــــۃ ترخیم کے بعد دو حرفوں پر باقی رہنا یہ ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ وہ تاء کے ساتھ دو حرفوں پر ہے اس لیے کہ تاء ایک مستقل کلمہ ہے۔

قال الشارح **ولا یرخم لغیر ضرورة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یاصاحب میں ترخیم کر کے یا صاح کہا جاتا ہے حالانکہ اس میں امرین وجودین میں سے کوئی امر بھی نہیں پایا جاتا۔نہ تو یہ تائے تانیث کے ساتھ متلبس ہے اور نہ یہ علم ہے اگرچہ زائد علی الثلاث ہے لیکن زائد علی الثلاث اس وقت تک معتبر نہیں ہے جب تک وہ علم نہ ہو۔

جواب یہ شاذ ہے۔

قال الشارح ومع شذوذه مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال شذوذ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) شذوذ مع الداعی (۲) شذوذ مع غیر الداعی ۔ یہ کونسی قسم ہے۔

جواب یہ شذوذ مع الداعی ہے جس کا داعی اس کا بطور منادی کے کثیر الاستعمال واقع ہونا ہے۔

قال الشارح ولما فرغ المصنفؒ جب منصفؒ ترخیم کی شرائط کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو ترخیم کے سبب سے محذوف کی تعداد کے بیان میں شروع ہوگے۔

قال الماتن فان کان اخرہ زیادتان صاحب کافیہ کی غرض شرائط ترخیم کے بعد مقدار ترخیم کو بیان کرنا ہے جس کی چند صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : منادی کے آخر میں ایسی دو زیادتیاں ہوں جو ایک ساتھ زائد ہونے کی وجہ سے زیادہ واحدۃ کے حکم میں ہوگئی ہوں۔

دوسری صورت : اس کے آخر میں حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ زائدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زائد ہو تو بوقت ترخیم آخری دو حرف حذف کردیئے جائیں گے۔

قال الشارح ای آخری المنادی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ آخرہ کی ضمیر کا مرجع منادی ہے۔

قال الشارح کائنتان ترکیب کا بیان ہے۔کہ فی حکمہ ظرف مستقر ہے جو باعتبار متعلق کے زیادتان کی صفت ہے۔

قال الشارح الزیادۃ ترکیب کا بیان ہے۔کہ الواحدۃ صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الزیادۃ ہے۔

قال الشارح فی انھمازیدتا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال دو زیادتیاں زیادۃ واحدہ کے حکم میں کس جہت سے ہوں گی۔

جواب ان دونوں کا اتحاد حکم میں اس جہت سے ہے کہ جس طرح حرف واحد دفعۃ واحدۃ زیادہ

کیا جاتا ہے اسی طرح یہ دوزیادتیاں اکٹھے زائدۃ کی گئی ہیں۔

قال الشارح احترز بہ عن فی حکم الواحد کی قید کے فائدہ کا بیان ہے کہ یہ قید احترازی ہے جس سے ثمانیہ اور مرجانہ کے مثل کو خارج کرنا ہے اس لیے کہ ان میں یا اور نون پہلے زائد کی گئی ہیں اور تائے تانیث بعد میں زیادہ کی گئی ہے لہذا یہ دوزیادتیاں زیادۃ واحدہ کے حکم میں نہ ہوئیں۔

قال الشارح کاسماء اذا جعلتھا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ اسماء میں دوزیادتیاں ہیں بلکہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہے جس کا ماقبل مدہ ہے لہذا یہ ضابطہ ثانیہ کے قبیل سے ہوگا نہ کہ ضابطہ اولی کے قبیل سے۔

جواب اسماء کے آخر میں دوزیادتیاں ہیں اس لیے کہ یہ جمع بروزن فعلاء ہے وسامۃ بمعنی حسن سے مشتق ہے کما ھو مذہب سیبویہ اصل میں توسماء تھا واؤ کو خلاف قیاس ہمزہ سے بدل دیا تو اسماء ہوگیا یہ افعال کے وزن پر اسم کی جمع نہیں ہے کما ھو مذہب غیرہ اگر یہ فعال کے وزن پر اسم کی جمع ہو تو پھر یہ باب عمار سے ہو جائے گا باب عمار سے مراد وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف صحیح ہو جس کا ماقبل مدہ ہو یعنی یہ ضابطہ ثانیہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔

قال الشارح او کان فی آخرہ حرف صحیح فی آخرہ سے ترکیب کا بیان ہے کہ حرف صحیح یہ کان کا اسم موخر ہے اور اسکی خبر محذوف ہے جو کہ فی آخرہ ہے۔

قال الشارح ای صحیح اصلی مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یہ قاعدہ سعلاۃ کے ساتھ منقوض ہے اس لیے کہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہے اور ماقبل مدہ ہے۔اس کے باوجود بوقت ترخیم اس کا آخر سے دوحرف حذف نہیں کیا جاتے بلکہ ایک حرف حذف کیا جاتا ہے۔

جواب حرف صحیح سے مراد مطلق حرف صحیح نہیں ہے بلکہ مراد حرف صحیح اصلی ہے کیونکہ وہی متبادل ہے۔باقی تبادل کی وجہ یہ ہے کہ حرف صحیح کے اندر اصالۃ اکثر ہے۔لہذا سعلاۃ کے ساتھ نقض وارد

نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اس کی تاء زائدہ ہے اصلی نہیں۔

قال الشارح **وھو اعم** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یہ قاعدہ منقوض ہے مرمیی اور مدعو کے ساتھ اس لیے کہ بوقت ترخیم ان کے آخر سے دو حرف حذف کیے جاتے ہیں حالانکہ ان کے آخر میں حرف صحیح نہیں ہے بلکہ حرف علت ہے۔

جواب حرف صحیح میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا حکمی ہو اور مرمیی اور مدعو کا آخری حرف اگرچہ حرف صحیح حقیقی نہیں ہے لیکن اصلی ہونے میں حرف صحیح کے حکم میں ہے۔

قال الشارح **قبله مدة ای الف** مدہ کی تعریف کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مدہ اس الف یا واؤ یا یاء کو کہتے ہیں جو ساکن ہو اور ماقبل کی حرکت اس کی جنس سے ہو۔

قال الشارح **والمراد بها المدة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یہ قاعدہ منقوض ہے مختار کے ساتھ اس لیے کہ مختار کے آخر میں حرف صحیح ہے اور ماقبل مدہ ہے اس کے باوجود بوقت ترخیم اس کے آخر سے دو حرف حذف نہیں کیے جاتے بلکہ ایک حرف فقط راء کو حذف کیا جاتا ہے۔

جواب مراد مدہ زائدہ ہے اس لیے کہ وہی متبادر الی الذہن ہے باقی رہی یہ بات کہ وجہ تبادر۔ وہ یہ ہے کہ مدہ زائدہ کثیر الاستعمال ہے بہ نسبت مدہ غیر زائدہ کے اور چونکہ مختار میں آخری حرف کا ماقبل مدہ زائدہ نہیں لہذا اس کے نقض وارد نہ ہوگا۔

قال الشارح **وھو ای والحال ان** ترکیب کا بیان ہے یہ جملہ حال ہے آخرہ کی ضمیر مجرور سے۔ تو عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسم کہ جس کے آخر میں حرف صحیح ہو اور اس کا ماقبل مدہ زائدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زائد ہو جیسے منصور۔ عمار۔ مسکین وغیرہ۔

قال الشارح **لئلا یلزم من حذف** اس شرط کی علت کا بیان ہے۔ یہ شرط اس لیے لگائی تاکہ دو حرفوں کے حذف سے کلمے کا اسم معرب کے اقل وزن سے کم ہونا لازم نہ آئے۔

قال الشارح **وانما لم یاخذ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ ضابطہ اولی کو بھی اس کے ساتھ مقید کرتے تا کہ دوحرفوں کے حذف سے کلمے کا اسم معرب کے اقل وزن سے کم ہونا لازم نہ آئے۔

جواب اگر ضابطہ اولی کو بھی اس قید کے ساتھ مقید کیا جائے تو ثبون۔ قلون س ضابطہ اولی سے خارج ہو جائیں گے اس لیے کہ ان کے حرف چار سے زائد نہیں ہیں۔ حالانکہ ترخیم کی جاتی ہے اسی وجہ سے اس قید کے ساتھ مقید نہیں کیا۔

قال الشارح **لان نحو ثبون وقلون** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اس بناء پر ثبون وغیرہ کا اسم معرب کے اقل وزن سے کم ہونا لازم آئے گا۔

جواب تین حرفوں سے کم ہونا یہ ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تاء کے ساتھ یہ دوحرف ہیں اس لیے کہ ترخیم سے پہلے بھی تاء ایک مستقل کلمہ ہے۔

قال الشارح **حذفتا ای الحرفان** ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ کہ الف کا مرجع الحرفان ہے۔

قال الشارح **فی کلاالقسمین** حذفتا کے صلے کا بیان ہے۔ یعنی مذکورہ دونوں قسموں میں سے آخری دوحرف حذف کر دیئے جائیں گے۔ پہلی قسم میں تو اس لیے کہ جب یہ دونوں زیادتیاں حکم واحد میں ہیں تو جس طرح وہ اکٹھے زائد کیے گئے ہیں اسی طرح اکٹھے حذف کیے جائیں گے اور دوسری قسم میں اس طرح کہ جب آخری حرف کو باوجود اس کے صحیح اور اصلی ہونے کے حذف کر دیا گیا تو اس کے ساتھ مدہ کو بھی حذف کر دیا گیا تا کہ یہ مثال صادق نہ آئے۔ صلت علی الاسد وبلت عن النقد۔

قال الماتن **وان کان مرکبا حذف الاسم الاخیر** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی مرکب ہو۔ مرکب سے مراد مرکب بنائی ہے اور مرکب مزجی ہے جس طرح احد عشر اور بعلبك میں ترخیم کے وقت ایک آخری اسم کو حذف کر دیا جائے گا۔

قال الشارح **ویعلم من** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مرکب عام ہے یہ ترکیب اضافی اور ترکیب اسنادی کو بھی شامل ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ منادی جب جملہ ہو اور منادی جب مضاف ہو تو اس میں بھی ترخیم کی جائے گی۔ لہذا مصنفؒ کے

کلام میں تناقض لازم آیا۔ اس لیے کہ مصنفؒ کے قول ان لا یکون مضافا ولا جملة سے منادی جملہ میں ترخیم کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے اور اس قول سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

جواب یہاں مرکب سے مراد وہ مرکب ہے جو جملہ اور مرکب اضافی کے ماسواء ہو عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر منادی مرکب ہو تو بوقت ترخیم آخری اسم کو حذف کر دیا جائے گا۔ چنانچہ

یا بعلبك کو یا بعلبك

اور یا خمسة عشرة کو یا خمسة پڑھا جائے گا اس لیے کہ اسم اخیر مستقل کلمے ہونے کے اعتبار سے اور علیحدہ کلمہ ہونے سے اعتبار سے وہ بمنزل تائے تانیث کے ہے پس جس طرح بوقت ترخیم تائے تانیث کو حذف کر دیا جاتا ہے اس طرح اسم اخیر کو بھی حذف کر دیا جائے گا۔

قال الشارح **المذکور من الاقسام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اسم اشارہ اور مشار الیہ میں مطابقت افراد تثنیہ جمع میں ضروری ہوتی ہے اور یہاں مطابقت نہیں ہے اس لیے کہ اسم اشارہ ذالك مفرد ہے اور مشار الیہ اقسام ثلثة جمع ہے۔

جواب اقسام ثلاثہ مذکور کی تاویل میں ہیں لہذا مطابقت پائی گئی۔

قال الشارح **ای فیحذف حرف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنف کا قول وان کان غیر ذالك یہ شرط ہے اور فحرف واحد جزآء ہے حالانکہ جزآء کے لیے جملہ ہونا ضروری ہے اور یہ جملہ نہیں ہے۔

جواب حرف واحد فاعل ہے جس کا فعل محذوف ہے جو کہ یحذف ہے۔ لہذا یہ فعل فاعل مل کر جملہ ہو کر جزآء ہے۔

قال الماتن **وان کان غیر ذالك فحرف واحد** کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر منادی مذکورہ تین قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہو یعنی نہ اس کے آخر میں ایسی دو زیادتیاں ہوں جو زیادۃ واحدۃ کے حکم میں ہوں اور نہ اس کے آخر میں حرف صحیح ہو کہ جس کا ماقبل مدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زائد ہو اور نہ منادی مرکب ہو تو پھر بوقت ترخیم ایک حرف کو حذف کر دیا جائے گا اس

لیے کہ اس صورت میں ایک حرف کو حذف کرنے سے فائدہ مقصودہ جو کہ تخفیف ہے حاصل ہو جاتا ہے اور ایک حرف سے زیادہ کو حذف کرنے کا کوئی موجب بھی نہیں ہے۔ لہذا فقط ایک حرف کو حذف کیا جائے گا جیسے یا حارث کو یاحار پڑھا جائے گا اور یا کروان کو یا کرو پڑھا جائے گا۔

قال الماتن **وهو فی حکم الثابت** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ منادی مرخم اکثر استعمال کی بناء پر اس منادی کے حکم میں ہوتا ہے جو بجمیع اجزائہ ثابت ہو گویا کہ اس کے آخر میں حذف ہی نہیں ہوا۔ لہذا وہ حرف جو ترخیم کے بعد کلمے کا آخر ہو گیا اس کو اسی حالت میں رکھا جائے گا کہ جس حالت پر وہ ترخیم سے پہلے تھا۔ جیسے یا حارث میں یاحار رآء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے گا جیسا کہ ترخیم سے پہلے تھا اور یا ثمود میں یا ثمو ضمہ کے بعد واؤ متطرفہ کے ساتھ پڑھا جائے گا جس طرح کے ترخیم سے پہلے تھا اور یا کروان میں یا کرو واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا اور اقل استعمال کی بناء پر منادی کو مستقل اسم بنا دیا جائے گا گویا کہ اس سے کوئی حرف حذف ہی نہیں ہوا۔ لہذا اس کے لیے اس کی بناء اور اعلال اور عدم تغیر میں اس کی ذات کا اعتبار ہو گا اصل کا اعتبار نہیں ہو گا۔ یعنی ترخیم کے بعد اس کے آخر میں جو حرف ہے اگر وہ بناء کا مقتضی ہے تو اس کو مبنی بنا دیا جائے گا جیسے یا حارث میں یاحار رآء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ اس لیے کہ جب اس کو مستقل منادی سمجھ لیا جائے گا تو مستقل منادی کا اعراب جاری ہو گا چونکہ یہ مفرد معرفہ ہے اور مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے لہذا یہ بھی مبنی الضم ہو گا اور یا ثمود میں یا ثمی پڑھا جائے گا اس لیے کہ جب ثمو کو مستقل اسم سمجھ لیا گیا ہے تو واؤ طرف میں ضمہ کے بعد واقع ہوئی جس کو یاء کے ساتھ بدل دیا اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے واؤ کے ضمہ ماقبل کو کسرہ کے ساتھ تبدیل کر دیا تو یا ثمی ہو گیا یہ تعلیل ادل کی طرح ہے اور یا کروان میں یا کرو جائے گا اس لیے کہ جب کروا کو مستقل اسم بنا دیا گیا تو اعلال سے مانع جو تھا وہ واؤ کے بعد ساکن ہونا وہ مرتفع ہو گیا لہذا واؤ متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے بقانون قال الف سے تبدیل کر دیا یا کراہ ہو گیا۔

قال الشارح قد للتقليل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اکثر کا مقابل اقل ہے لہذا مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ اقل کو ذکر کرتے تو مصنفؒ نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

جواب قد تقلیلیہ ہے لہذا اس کو ذکر کرنے کے بعد اقل کو ذکر کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔

﴿بحث مندوب﴾

قال الماتن وقد استعملوا صيغة النداء صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اہل

عرب کبھی صیغہ ندآء کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

یعنی العرب کہہ کر استعملوا کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے اس کا مرجع ہے العرب۔

قال الشارح يعني يا خاصة صیغہ ندآء کے مصداق کو بیان کرنا ہے صیغہ ندآء کا مصداق یہاں پر فقط یا ہے۔

قال الشارح لانه لايدخل یا کی خصوصیت کی وجہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یا کے ماسوا جو حروف ندآء ہیں وہ مندوب پر داخل نہیں ہوتے اس لیے کہ ندآء کے جتنے صیغے ہیں ان میں سے یہ زیادہ مشہور ہیں اور یہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس کو غیر منادی میں استعمال کر کے اسی کو وسعت دی جائے۔

قال الشارح المندوب في اللغة مندوب لغة میں اس کو کہتے ہیں جس کے محاسن کو ذکر کر کے اس پر رویا جائے تا کہ لوگ اس کی موت کو امر عظیم سمجھیں اور رونے والوں کو اس میں معذور سمجھیں اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ غم میں شریک ہو جائیں۔

قال الشارح وفي الاصطلاح اور اصطلاح میں مندوب اس کو کہتے ہیں کہ جس پر یا یا واؤ کے ساتھ اس پر گریہ کی جائے۔

قال الشارح وجودا اوعدما مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مندوب کی تعریف جامع نہیں ہے اس لیے کہ اس سے متفجع علیہ وجودا خارج ہوگیا کیونکہ تفجع اس پر نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً حسرت اور مصیبت اور سختی سے ہوتا ہے۔

جواب متفجع علیہ میں تعمیم ہے خواہ وہ وجودا ہو یا عدما ہو۔ اور متفجع علیہ عدما وہ ہے کہ جس کے نہ ہونے پر گریہ کیا جائے۔ اور متفجع علیہ وجودا وہ ہے کہ جس کے وجود پر گریہ کیا جائے مثلاً مصیبت وغیرہ۔

قال الشارح **فالحد شامل** یہ تفریع ہے وجودا او عدما پر کہ جب متفجع علیہ میں تعمیم ہے خواہ وہ وجودا ہو یا عدما ہو۔ لہذا مندوب کی یہ تعریف دونوں قسموں کو شامل ہوگی۔ جیسے یا زیداہ یا عمراہ یہ متفجع علیہ عدما کی مثالیں ہیں اور یا حسرتاہ یہ متفجع علیہ وجودا کی مثالیں ہیں۔

قال الماتن **واختص بواو** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یا حرف ندآء تو مشترک ہے مناد‌ی اور مندوب کے درمیان لیکن واو مندوب کے ساتھ خاص ہے۔

قال الشارح **ممتازا به** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ خاصة الشئی مایوجد فیه ولا یوجد فی غیرہ اور مندوب یاء کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے تو واو کے ساتھ کیسے مختص ہوا۔

جواب بواو یہ جار مجرور اس اختصاص کے متعلق ہے باعتبار تضمنه معنی الامتیاز یعنی یہ ہے کہ مندوب واو کے ذریعے منادی سے ممتاز ہو جاتا ہے اس لیے کہ واو منادی پر داخل نہیں ہوتی بخلاف یا کے وہ مندوب اور منادی دونوں پر داخل ہوتی ہے۔

قال الماتن **وحکمه فی الاعراب والبناء حکم المنادی** اس عبارت سے مصنفؒ مندوب کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی کی طرح ہے جس طرح یاء کے داخل ہونے میں مندوب منادی کے تابع ہے کہ اس پر بھی یا داخل ہے۔ جو دراصل منادی پر داخل ہوتی ہے۔ اس لیے مندوب پر احکام بھی وہی جاری ہوں گے جو منادی پر جاری ہوتے ہیں۔

قال الشارح **ای مثل حکمه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ مندوب کا حکم منادی کا حکم ہوتا ہے اس لیے کہ حکم کا معنی ہوتا ہے اثر مرتب اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ عرض واحد کا حلول دو مختلف محلوں میں ہو جو کہ جائز نہیں۔

جواب ماتن کی عبارت میں مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ مثل ہے مطلب یہ ہوگا کہ مندوب کا حکم منادی کے حکم کے مثل ہے اعراب اور بناء میں یعنی جب مندوب منادی کی اقسام میں سے کسی قسم کی صورت پر واقع ہو تو مندوب کا حکم اعراب اور بناء میں منادی کی اس قسم کے حکم کے مثل ہوگا۔ جس طرح منادی مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الضم ہوتا ہے اسی طرح مندوب بھی جب مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الضم ہوگا اور جس طرح منادی اگر مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے اسی طرح مندوب بھی اگر مضاف ہو تو وہ منصوب ہوتا ہے۔

قال الشارح **ولایلزم مثل حکمه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنفؒ کے قول وحکمه سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منادی کے تمام اقسام مندوب کے اندر بھی پائے جاتے ہیں حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے اس لیے کہ نکرہ غیر معین منادی ہوتا ہے لیکن مندوب نہیں ہوتا۔

جواب اس تشبیہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ منادی کے تمام اقسام کے مندوب کے اندر بھی پائے جائیں گے اس لیے تشبیہ حکم کے اعتبار سے ہے نہ کہ اقسام کے اعتبار سے۔

قال الشارح **جاز** متعلق کا بیان۔ کہ لک جاز کے متعلق ہے نیز اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مندوب کے آخر میں الف کی زیادتی واجب نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔

لمدة الصوت : زیادتی الف کی حکمت کا بیان

قال الماتن **فان خفت اللبس قلت واغلامکیه** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ اگر مندوب کے آخر میں الف زیادہ کرنے سے کسی دوسرے صیغہ کے ساتھ التباس کا خوف ہو تو اس وقت الف کو دوسرے مدہ کے ساتھ تبدیل کر دیا جائے گا جو آخر مندوب کی حرکت

کے موافق ہو۔ مثلاً واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے غلام کو ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلامکیہ کہیں گے واغلاماہ نہیں کہیں گے اس لیے کہ اگر واغلامکاہ کہا جائے تو واحد مذکر مخاطب کے غلام کے ندبے کے ساتھ التباس لازم آئے گا پس لامحالہ الف کو کسرہ کاف کی مناسبت کی وجہ سے ی سے بدل کر واغلامکیہ پڑھا جائے گا۔ اسی طرح جب جمع مذکر مخاطب کے غلام کو ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلاماکموہ کہیں گے واغلامکماہ نہیں کہیں گے اس لیے کہ اس سے تثنیہ مذکر مخاطب کے غلام کے ندبے کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ لہذا الف کو میم کی حرکت کی مناسبت کی وجہ سے واؤ سے تبدیل کر دیں گے۔

قال الشارح **ای التباس** اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ لب پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

قال الشارح **وعدلت الی حرف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنفؒ کا قول فان خفت اللبس شرط ہے اور قلت جزاء ہے اور جزاء کا شرط پر ترتب ہوتا ہے اور یہاں ترتب صحیح نہیں ہے اس لیے کہ التباس کے خوف کے وقت واغلامکیہ کہنا لازم نہیں ہے۔ کیونکہ اگر واحد مونث مخاطب کی لونڈی کو ندبہ کرنا مقصود ہو تو واغلامکیہ نہیں کہا جائے گا بلکہ واامتکیہ کہا جائے گا۔

جواب مصنف کا قول قلت واغلامکیہ یہ شرط کی جزاء نہیں ہے بلکہ اس کی جزاء محذوف ہے جو کہ عدلت ہے۔ یعنی حرف مدہ کی طرف عدول کیا جائے گا۔ جو آخر مندوب کی حرکت کے موافق کے موافق ہو خواہ یہ قول ہو یا کوئی دوسرا قول ہو۔

قال الشارح **کما اذا اردت** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جب مصنف کے قول فان خفت اللبس کی جزا محذوف ہے تو پھر قلت واغلامکیہ کو ذکر کرنا مستدرک ہے۔

جواب اس کا ذکر بطور تمثیل کے ہے۔

قال الشارح **اذالمیم اصله** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال واغلامکموہ واؤ آخر مندوب کی حرکت کے موافق کیسے ہوگی اس لیے کہ واغلامکم میں میم ساکن ہے۔

جواب یہ میم اصل میں مضموم ہے اس لیے کہ واغلامکم کی اصل واغلامکموہ ہے تخفیف کی وجہ سے میم کو ساکن کر دیا پھر التقاء ساکنین کو وجہ سے واؤ کو حذف کر دیا۔

قال الماتن **وجازلك الهاء** صاحب کافیہ ان تمام مدات کے ساتھ حالت وقف میں حاء کو لاحق کرنا جائز ہے۔ تا کہ اس حاء کے اضافے کے ذریعے مدہ خوب ظاہر ہو جائے۔

جاز کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ الھاء یہ مرفوع ہے اور یہ معطوف ہے زیادہ الالف پر۔

قال الشارح **ای الحقها** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جواز کی نسبت ھاء کی طرف کرنی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ جواز عدم جواز اعراض میں ہوتا ہے اور ھاء من قبیل الاعراض نہیں ہے۔

جواب مراد ھاء کا الحاق ہے اور یہ من قبیل الاعراض ہے۔

قال الماتن **ولاینـدب الا المعروف** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ ندبہ صرف معروف اور مشہور کا ہوتا ہے غیر معروف کا نہیں ہوتا۔

قال الشارح **من قسم المندوب** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کا یہ قاعدہ ندبہ صرف مشہور کا ہوتا ہے یہ منقوض ہے یا مصیبتاہ و یا حسرتاہ میں اس لیے کہ یہ مندوب نکرہ ہے۔

جواب یہاں مندوب سے مراد متفجع علیہ عدمی ہے اور مادہ نقض میں متفجع علیہ عدمی نہیں ہے بلکہ وجودی ہے۔ لہذا یہ نقض وارد نہ ہوگا۔

الاسم : سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ **المعروف** صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الاسم

قال الشارح **الذی اشتهر** مولانا جامیؒ نے یہ بتادیا کہ یہاں معروف سے مراد معرفہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اسم ہے کہ جس کے ساتھ مندوب مشہور ہو خواہ وہ علم یا غیر علم ہو۔ اسی بنا پر حضرت علیؓ کا ندبہ

وامن قلع باب خیبر کے ساتھ جائز ہے اس لیے کہ حضرت علیؓ اس کے ساتھ مشہور ہے اگرچہ یہ علم نہیں ہے۔ باقی مندوب کا مشہور ہونا اس لیے ضروری ہے تاکہ اس مندوب کی شہرت کی وجہ سے ندبہ کرنے والا اپنے ندبہ میں اور اظہار دردمندی کہ کرنے میں معذور سمجھا جائے۔

قال الشارح **فلا یقال** ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ ندبہ صرف مشہور اور معروف کا ہوتا ہے اسی وجہ سے وارجلاہ نہیں کہا جائے گا۔ اس لیے کہ اس لفظ کے ساتھ کوئی خاص مندوب مشہور نہیں ہے جس کی طرف ذہن منتقل ہو اور وہ اس کے ساتھ مشہور ہوتا کہ ندبہ کرنے والا اس پر ندبہ کرنے کیوجہ سے معذور سمجھا جائے۔

قال الماتن **ووامتنع وازید الطویلاہ خلافالیونس** صاحب کافیہ اس عبارت میں ایک اختلاف بیان کررہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یونس نحوی کے نزدیک موصوف کی بجائے صفت پر ندبہ کیا جاسکتا ہے۔ الف ندبہ کی صفت کے آخر میں لایا جاسکتا ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک موصوف کی بجائے صفت پر ندبہ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ مضاف کی بجائے مضاف الیہ پر ندبہ کیا جاسکتا ہے۔

قال الشارح **والحاق الالف بالصفته** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال وازید الطویلاہ کی تخصیص بالامتناع درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ جس طرح وازید الطویلاہ ممتنع ہے اسی طرح وازید الفاضلاہ بھی ممتنع ہے اور واعمر الکریماہ بھی ممتنع۔

جواب یہاں تخصیص نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مندوب کی صفت کے ساتھ الف کا الحاق ممتنع ہے۔ خواہ وہ اس ترکیب میں ہو یا کوئی اور ترکیب میں

قال الشارح **من لان اتصالہ بالصفت** یونس نحوی کے قیاس کا جواب دیا ہے کہ جس

طرح مضاف الیہ کے اخیر میں علامت ندبہ الف کا الحاق صحیح ہے ایسے ہی صفت کے اخیر میں بھی علامت ندبہ کا الحاق صحیح ہونا چاہئے۔ اس قیاس کا جواب بھی ہے کہ صفت کا اتصال جو موصوف کے ساتھ ہے یہ اتصال انقص ہے کیونکہ صفت کو تمامیت موصوف کے بعد تخصیص یا توضیح کے لیے لایا جاتا ہے بخلاف مضاف الیہ کے اتصال کے جو مضاف کے ساتھ ہے یہ اتصال ازید اور اشد ہے کیونکہ مضاف الیہ کو مضاف کی تمامیت کے لئے لایا جاتا ہے تو مضاف الیہ مضاف کے لیے متمم ہونے کی وجہ سے مضاف کے لیے بمنزلہ جز کے ہے لہذا مضاف الیہ کے اخیر علامت ندبہ کا الحاق مضاف کے اخیر میں الحاق سمجھا جائے گا اور صفت کے اخیر میں علامت ندبہ کا الحاق موصوف کے اخیر میں نہیں سمجھا جائے گا۔ فافترقا

قال الشارح **من فانه يجوز الحاق الالف** اختلاف یونس کا بیان ہے۔

قال الشارح **من فان اتصال الموصوف** یونس نحوی کی دلیل عقلی کا بیان کہ بھائی ہم ابات کو تسلیم کرتے ہیں کہ لفظوں کے اعتبار سے صفت کا موصوف کے ساتھ جو اتصال ہے یہ انقص ہے لیکن معنی کے اعتبار سے صفت کا جو اتصال موصوف کے ساتھ ہے یہ اس اتصال سے زیادہ اتم اور اشد ہے جو کہ مضاف الیہ کا مضاف کے ساتھ ہے اس وجہ سے کہ صفت اور موصوف میں وجود خارجی کے اعتبار سے عینیت اور اتحاد ہوتا ہے بخلاف مضاف الیہ کے کہ مضاف الیہ اور مضاف میں تغایر ہوتا ہے تو جہاں اتصال معنوی انقص ہے وہاں تو مضاف الیہ کے اخیر میں علامت ندبہ کا الحاق صحیح ہے۔ لہذا جہاں اتصال معنوی اتم اور اشد ہے وہاں بطریق اولی علامت ندبہ کا الحاق صفت کے اخیر میں صحیح ہونا چاہئے

جواب من جانب الجمهور کہ بھائی اہل عربیہ کے ہاں لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ معنی کا اور لفظ کے اعتبار سے مضاف کا اتصال مضاف الیہ کے ساتھ کے زیادہ ہے لہذا اسی کا اعتبار ہوگا۔

قال الشارح **وحكى يونس** یونس نحوی کی دوسری دلیل کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دیہاتی کے دو پیالے گم ہو گئے تو اس نے ان پر ندبہ کرتے ہوئے کہا واجمجمتی الشامیتیناہ

اس میں الشامیتیناہ یہ مندوب کی صفت ہے اور اس کے آخر میں علامت ندبہ کا الحاق ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ مندوب کی صفت کے ساتھ علامت مندوب الحاق جائز ہے۔

جواب یہ دیہاتی کا قول ہے جو کہ شاذ اور غیر فصیح ہے قابل استدلال نہیں ہے۔

قال الماتن **ویجوز حذف حرف النداء** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل لی ہے کہ بوقت قیام قرینہ حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے مگر جب حرف ندا اسم جنس یا اسم اشارہ یا مستغاث یا مندوب کہ ساتھ مقارن ہو تو پھر حذف کرنا جائز نہیں۔

لقیام قرینة : اس وہم کو دفع کر دیا کہ حرف نداء کا حذف مطلقا جائز نہیں ہے بلکہ اس وقت جائز ہے کہ جب کوئی قرینہ پایا جائے۔

قال الشارح **الا اذا کان مقارنا** ترکیب کا بیان ہے کہ مع اسم الجنس یہ ظرف باعتبار متعلق کے خبر ہے کان محذوف کی اور نیز اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ مستثنیٰ مفرغ ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ یجوز حرف النداء فی جمیع الاوقات الا وقت اقترانه مع اسم الجنس۔

قال الشارح **یعنی به ماکان** تعیین مراد کا بیان ہے کہ اسم جنس سے مراد وہ ہے جو نداء سے پہلے نکرہ ہو خواہ نداء کے بعد معرفہ ہو جائے جیسے یا رجل یا نہ ہو جیسے یا رجلا۔

قال الشارح **لان نداء ہ** عدم اقتران مع اسم الجنس کی علت کا بیان کہ جب حرف نداء اسم جنس کے مقارن ہو تو اس کو حذف کرنا اس لیے نا جائز ہے کہ اسم جنس کی نداء علم کی نداء کی طرح کثیر نہیں ہے لہذا اگر اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کر دیا جائے تو اس کے منادی ہونے کی طرف ذہن سبقت نہیں کرے گا جس سے مقصود فوت ہو جائے گا۔

ای والا مع حاصل عطف کا بیان ہے کہ یہ معطوف ہے جنس پر۔

قال الشارح **ولانه کاسم الجنس** عدم اقتران باسم الاشارہ کی علت کا بیان۔ جب حرف نداء اسم اشارہ کے مقارن ہو تو اس کو حذف کرنا اس لیے نا جائز ہے کہ اسم اشارہ ابہام میں اسم جنس کی مثل ہے لہذا جس طرح اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا نا جائز ہے اسی طرح

اسم اشارہ سے بھی حرف نداء کو حذف کرنا ناجائز ہے۔

سوال ماقبل کے مناسب یہ تھا مولانا جامیؒ یوں فرماتے لانہ کاسم الجنس فی عدم کثرۃ نداء ہ کیونکہ ماقبل میں عدم کثرۃ کو نداء کی علت قرار دیا گیا ہے نہ کہ ابھام کو۔

جواب ماقبل میں علت کا بیان تھا یہاں علت العلت کا۔

قال الشارح لان المطلوب فیھما عدم الاقتران بالمستغاث والمندوب کی علت کا بیان ہے جب حرف ندا مستغاث یا مندوب کے ساتھ مقارن ہو تو اس وقت حرف نداء کو کرنا اس لیے ناجائز ہے کہ ان دونوں کے اندر درازی صوت مطلوب ہوتی ہے اور حذف اس کے منافی ہے۔

قال الشارح فبقی علی ھذا ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔ جب اسم جنس اور اسم اشارہ اور مستغاث و مندوب سے حرف نداء کا حذف کرنا ناجائز ہے تو باقی چند جگہ رہ گئیں جن سے حرف نداء حذف کرنا جائز ہے۔

پہلا مقام: علم ہے کہ علم سے حرف نداء کا حذف کرنا جائز ہے اور علم میں تعمیم ہے کہ خواہ بلا عوض کے ہو جیسے یوسف اعرض عن ھذا یا مع عوض کے ہو جیسے یا اللہ میں بھی۔ جب حرف نداء کو حذف کیا جائے گا تو اس کے عوض میں آخر کے اندر میم مشدد کا لانا لازمی ہوگا جیسے یا اللہ سے اللھم۔

دوسرا مقام: یعنی وہ لفظ ای ہے جب اس کی صفت معرف باللام ہو یا وہ لفظ ہو جو معرف باللام کا موصوف ہو جیسے یا ایھا الرجل کو ایھا الرجل پڑھنا جائز ہے اور جیسے یا ایھذا الرجل اس کو ایھذا الرجل پڑھنا جائز ہے۔ اگر ھذا کی صفت معرف باللام نہ ہو تو اس سے حرف نداء کا حذف کرنا جائز نہ ہوگا۔

تیسرا مقام: تیسرا وہ لفظ ہے جو کسی معرفہ کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید افعل کذا۔ یہ دراصل یا غلام زید افعل کذا تھا۔

چوتھا مقام: موصولات جیسے من لایزال محسنا احسن الی۔ اصل میں تھا یا من لایزال

قال الشارح اما المضمرات مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال موصولات سے حرف نداء کا حذف کرنا اس لیے جائز ہے کہ ہو معرفہ ہیں تو مضمرات بھی معرفہ ہیں لہذا ان سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہونا چاہئے۔ حالانکہ جائز نہیں۔

جواب مضمرات کی نداء بہت شاذ ہے۔ اس وجہ سے مضمرات سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز یہ اعتراض بر ماتن ہے کہ پھر مضمرات کو مستثنی کرنا چاہئے تھا۔

قال الماتن شذ اصبح لیل وافتد صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کا یہ قاعدہ کہ اسم جنس سے حرف نداء کا حذف کرنا جائز نہیں ہے یہ منقوض ہے اصبح لیل

اطرق کرا طرق کرا اوراطرق کرا میں اس لیے کہ اصبح لیل میں لیل اسم جنس ہے اورافتد مخنوق میں مخنوق اسم جنس ہے اور اطرق کرا میں کرا اسم جنس ہے اوران سے حرف نداء حذف کردیا گیا ہے۔

جواب صاحب کافیہ نے یہ جواب دیا کہ یہ شاذ ہے۔

قال الشارح حذف حرف النداء مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

بیان تسامح فی عبارۃ المصنف

سوال اشــذ فعل مجہول ہے اوراس کا مابعد نائب فاعل ہے حالانکہ نائب فاعل اسم ہوتا ہے تو یہ نائب فاعل کیسے بنائے گا۔

جواب شذ کا نائب فاعل اصبح لیل نہیں ہے بلکہ اس کا نائب فاعل محذوف ہے جو کہ حذف حرف النداء ہے۔

قال الشارح فی اصبح لیل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جب اس کا نائب فاعل محذوف ہے تو اصبح لیل کا ذکر کرنا مستدرک ہوگا۔

جواب اصبح لیل شذ کے لیے ظطر ہے لہذا اس کا ذکر کرنا مستدرک نہ ہوا۔ الحاصل یہ سب

کلام شاذ نہیں بلکہ فقط حرف نداء کا حذف شاذ ہے۔

قالته امرء القیس: شان ورود کا بیان ہے۔ یہ جملہ امرء القیس کی عورت نے کہا جب کہ اس کی صحبت سے متنفر ہوئی۔

قال الشارح ای صر صبحا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اصبح کا ہمزہ تعدیہ کے لیے ہے۔ جیسا کہ اکرم کا ہمزہ تعدیہ کے لیے ہے۔ حالانکہ یہاں تعدیہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کا معنی ہوگا اصبح یالیل شیئا آخر۔ یہ بالکل درست نہیں۔

جواب یہ ہمزہ تعدیہ کا نہیں بلکہ صیر ورت کا ہے۔ اصبح لیل کا معنی ہے صر صبحا یا لیل۔

افتدمخنوق: یہ اصل میں تھا افتدیامخنوق

قاله شخص: شان ورود کا بیان۔ کہ وہ چت لیٹا ہوا تھا کہ ایک سارق وہاں سے گزرا تو اس نے اس کا گلا دبادیا اور کہا افتد مخنوق اے گلا دبائے ہوئے کچھ فدیہ دے تاکہ میں تجھے چھوڑوں۔

اطرق کرا: اس میں دو شاذ ہے (۱) اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا (۲) غیر علم میں ترخیم کا ہونا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ ایک منتر ہے جس کے ذریعے کروان پرندے کا شکار کیا جاتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے اے کروان پرندے سر نیچے جکالے۔ اس لیے کہ شتر مرغ جو کہ تجھ سے بڑا ہے اس کا شکار کرلیا گیا ہے اور وہ گاؤں میں پہنچا دیا گیا پس تو کب چھوٹ کر جا سکتا ہے۔ کہتے ہے کہ اس منتر کے ذریعے وہ نیچے آجاتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

قال الماتن قد یحذف المنادی صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قرینہ کے موجود ہونے کے وقت کبھی منادی کو جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے الا یا اسجدوا ہمزہ مفتوحہ اور لام کی تخفیف کے ساتھ یعنی یہ الا حرف تنبیہ ہے اور یا حرف نداء ہے اور منادی محذوف ہے جو کہ قوم ہے اصل میں تھا الا یاقوم اسجدوا

اور اگر لام کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو اس وقت یہ ہماری بحث سے خارج ہوگا۔ اس وقت ان حرف ناصبہ ہوگا جو کہ لام کے ساتھ قریب المخرج ہونے کی وجہ سے ادغام کر دیا گیا ہے۔

﴿بحث ما اضمر عامله على شريطة التفسير﴾

قال الماتن مصنفؒ **من الثالث ما اضمر عامله على شريطة التفسير** دوسرے مقام کے بیان کرنے کے بعد اب ان مقامات اربعہ میں سے تیسرے مقام کو بیان کرنا چاہتے ہیں جہاں پر مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے قیاسی طور پر وہ ما اضمر عامله على شريطة التفسير یعنی وہ اسم کہ جس کا عامل پوشیدہ ہو تفسیر کی شرط پر۔

من تلك المواضع: اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ثالث پر جو الف داخل ہے یہ الف لام عہد کا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہو مواضع اربعہ جن میں مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے تیسرا ما اضمر عامله على شريطة التفسير ہے۔

اى مفعول به: سے مصداق کو متعین کرنا ہے کہ اسکا مصداق مفعول بہ ہے۔

قال الشارح **اى قدر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر بھی عامل ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

جواب یہاں اضمار سے لغوی معنی مراد ہے۔ نہ کہ اصطلاحی

قال الشارح **الناصب له** اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہ عامل کی اضافت ضمیر کی طرف یہ اضافت عہدی ہے۔ جس سے مراد مفعول بہ کا عامل ناصب ہے۔

قال الشارح **الشريطة والشرط** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنفؒ نے الشریطة کو ذکر کر کے باقی نحویوں کی مخالفت کیوں کی ہے۔ کہ باقی نحویوں نے شرط کا لفظ ذکر کیا ہے۔

جواب الشریطة اور الشرط ایک ہی ہے لہذا کوئی مخالفت لازم نہیں آتی۔

قال الشارح **واضافتها الى التفسير** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال شــريـط التفسيـر یہ مرکب اضافی ہے اور مرکب اضافی میں مضاف اور مضاف الیہ کے

درمیان مغایرت کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہاں پر مغایرت نہیں ہے۔

جواب یہ مغایرت ہونا اس وقت ضروری ہوتا ہے جب اضافت بیانیہ نہ ہو اور یہاں پر شریطۃ کی اضافت تفسیر کی طرف اضافت بیانیہ ہے۔

قال الشارح **ای ما اضمر عامله** حاصل متن کا بیان ہے۔جو کہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔

بناء: سے مولانا جامیؒ نے یہ بتا دیا کہ متن میں علی بنائیہ ہے۔

ای تفسیر العامل: سے اشارہ کر دیا کہ تفسیر پر جو الف داخل ہے وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ عامل ہے۔اب معنی یہ ہوگا کہ وہ مفعول بہ کے مقدر کیا گیا ہو اس کا عامل شرط کی بنا پر اور شرط اس کی تفسیر یعنی عامل کی تفسیر ہے اس کے مابعد کے ساتھ۔

قال الشارح **وانما وجب حذفه** مولانا جامیؒ کی غرض ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر کے عامل ناصب کے وجوبی طور پر محذوف ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ما اضمر عامله کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے تاکہ مفسر اور مفسر کا اجتماع لازم نہ آئے۔جو کہ نا جائز ہے۔

سوال جاء رجل ای زید اس میں مفسر اور مفسر کا اجتماع ہے۔

جواب ابہام دو قسم کا ہوتا ہے (۱) جس کا منشاء حذف ہو (۲) جس کا منشاء مادہ حروف ہو۔وہ مفسر جو ابہام کی قسم اول کے لیے رافع ہو اس کا مفسر کے ساتھ اجتماع نہیں ہو سکتا۔ بخلاف قسم ثانی کے اور آپ کی پیش کردہ مثال قسم ثانی سے ہے۔

قال الماتن **وهو کل اسم بعده فعل وشبهه** صاحب کافیہ کی غرض ما اضمر عامله کی تعریف کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے۔کہ ما اضمر عامله ہر وہ اسم ہے کہ جسکے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو کہ جو اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس حیثیت سے ہو کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل یا اس کے مناسب کو اس اسم پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اس کو مفعولیت کی بنا پر نصب دے سکے۔

ای ما اضمر: ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ کہ ھو ضمیر کا مرجع ما اضمر عامله ہے۔

احترزبه عن: فعل او شبه کی قید کے فائدہ کا بیان ہے۔ کہ اس قید زید ابوک جیسی مثال خارج ہو جائیگی۔

قال الشارح ولا یرید به مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال زیدا عمرو ضربته اور زید انت ضاربه میں اسم کے بعد اگرچہ فعل یا شبہ فعل واقع ہے لیکن متصل نہیں حالانکہ بعده سے متبادر الی الذہن یہی ہے کہ بلا فصل واقع ہو۔

جواب بھائی بعدیة سے صاحب کافیہ کی مراد یہ ہے کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس کلام کی جزء ہو جو اس اسم بعد واقع ہو۔ اور آپ کی پیش کردہ مثالوں میں ایسا ہی ہے۔ لہذا ان کا ما اضمر عامله کے تحت داخل ہونا صحیح ہے۔

قال الشارح ذالك الفعل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مشتغل کی ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت نہیں ہے اس لیے کہ ضمیر واحد کی ہے جس کا مرجع دو چیزیں ہیں۔

جواب ضمیر کا مرجع احد الامرین ہے۔ جو کہ کلمہ او سے مفہوم ہو رہا ہے۔

قال الشارح ای عن العمل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ اشتغال اور فراغ عمل سے ہوتا ہے اسم سے نہیں۔ اور عنہ کی ضمیر کا مرجع تو اسم ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع عمل ہے اور اسم کو ضمیر کا مرجع بنانا ادنی ملابست کی وجہ سے ہے اور وہ ملابست یہ ہے کہ اسم اس کے اثر کا مظہر ہے۔

ای متعلق ذالك الاسم: ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) متعلق ذالك الاسم (۲) متعلق ضمیر ذالك الاسم۔ اور یہ دونوں صحیح ہیں کیونکہ دونوں کا مآل ایک ہے۔

قال الشارح وحاصله ان یکون مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یہاں اشتغال کا معنی حقیقی مراد ہے یا معنی مجازی یا دونوں۔ اور یہ تینوں غلط ہیں اگر

اشتغال کا حقیقی معنی مراد ہو تو باء کو صلہ بنانا صحیح ہے۔ لیکن عن کو صلہ بنانا صحیح نہیں اور اگر مجازی معنی مراد ہو تو عن کو صلہ بنانا صحیح ہے لیکن باء کو صلہ بنانا صحیح نہیں۔ اور اگر دونوں مراد ہوں تو جمع بین الحقیقت والمجاز لازم آئے گا جو کہ نا جائز ہے۔

جواب یہاں اشتغال کا حقیقی معنی مراد ہے۔ باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ اس صورت میں عن کو صلہ بنانا صحیح نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ عن یہ اشتغال کا صلہ نہیں بلکہ فراغ کا صلہ ہے۔ جس کو اشتغال متضمن ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ **مشتغل بضميره او متعلقه حال كونه فارغا عن العمل في ذالك الاسم** ۔

قال الشارح **بمجرد رفع ذلك** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال **ما اضمر عامله** کی یہ تعریف خول غیر سے مانع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف اس زید پر صادق آتی جو **زيد ضربته** واقع ہے۔ کیوں کہ وہ اسم ہے جس کے بعد فعل واقع ہے اور وہ فعل اس اسم کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے اگر اس فعل کو زید پر مسلط کر دیا جائے تو وہ اس کی نصب دے سکتا ہے حالانکہ وہ **ما اضمر عامله** کے قبیل سے نہیں ہے۔

جواب اس سے مراد یہ ہے کہ اس اسم میں عمل کرنے سے مانع فقط فعل یا شبہ فعل کا اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہونا ہو کوئی اور مانع نہ ہو اور مادہ نقض میں زید کے اندر **ضربته** کے عمل کرنے سے مانع وہ فقط **ضربت** کا اشتغال نہیں ہے بلکہ زید کے اندر معنی ابتداء کا عمل کرنا ہے اور رفع دینا یہ بھی مانع ہے۔

اى على ذالك الاسم: ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے

قال الشارح **اى احد الامرين** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ضمیر اور مرجع میں مطابقت نہیں۔

جواب ضمیر کا مرجع احد الامرین ہے۔ جو کلمہ **او** سے مفہوم ہو رہا ہے۔

قال الشارح **ای ما یناسبه** ایک وہم کو دفع کرنا ہے وہم یہ ہوتا تھا کہ مناسب سے مراد شاید فقط مناسب بالترادف ہو اس وہم کو دفع کر دیا کہ مناسب میں تعمیم ہے خواہ مناسب باعتبا ترادف کے یا باعتبار لزوم کے۔

قال الشارح **ای لنصب احد هذین** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہے اس لیے کہ ضمیر واحد کی ہے اور اس کا مرجع دو چیزیں ہیں۔
(۱) فعل (۲) شبہ فعل۔

جواب کا مرجع احد الامرین ہے۔

ای الاسم: ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے۔

بمفعولیت: صلے کا بیان ہے۔

قال الشارح **فبقید الاشتغال** فوائد قیود کا بیان ہے پہلی قید اشتغال بالضمیر او متعلقه کی ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے زیدا ضربت جیسی مثالیں خارج ہو جائیں گی اس لیے کہ اس میں زید کے بعد جو فعل واقع ہے وہ زید کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول نہیں۔

بقید الفراغ: یہ دوسری قید ہے اس قید کے ذریعے زید ضربته کی مثل خارج ہو جائیں گی اس لیے کہ زید میں ضربته کے عمل کرنے سے مانع وہ محض فعل کا زید کی ضمیر کے ساتھ مشغول ہونا نہیں ہیا اس لیے کہ زید میں معنی بتداء کا عمل کرنا اور اس کو بناء ابتداء کے رفع دینا بھی مانع ہے۔

بقید نصب المفعولیت: یہ تیسری قید ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے زید کنت اياه جیسی مثالیں خارج ہو جائیں گی اس لیے کہ اس میں زید اگر چہ اسم ہے اور اس کے بعد فعل واقع ہے جو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے اور اگر اس کو اس پر مسلط کیا جائے تو اس کو نصب دے گا لیکن یہ نصب مفعولیت کی بناء پر نہیں دے گا بلکہ وہ کان کی خبر کی بناء پر دے گا۔

قال الشارح **وههنا صور اربعة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کے لیے ایک مثال کافی ہوتی ہے۔ تو مصنفؒ نے چار مثالیں کیوں دی ہیں۔

جواب تعدد امثلہ ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے اس لیے کہ ما اضمر عاملہ کی چار صورتیں تھیں۔

(۱) فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو۔ اور بعینہ اس فعل کو اس اسم پر مسلط کیا جا سکے۔

(۲) فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب مرادف کو اس پر مسلط کیا جا سکے۔

(۳) فعل ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب لازم کو اس پر مسلط کیا جا سکے۔

(۴) فعل متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہو اور فعل کے مناسب لازم کو مسلط کیا جائے۔

قال الشارح **ولا يتصور حينئذ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال فعل کا متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہونے میں بھی صور ثلثہ کا احتمال ہے کہ بعینہ فعل کو مسلط کیا جائے یا اس کے مناسب مرادف کو یا اس کے مناسب لازم کو مسلط کیا جائے۔ لہذا شارح صاحب آپ کا یہ کہنا وههنا صور اربع درست نہیں ہے۔

جواب جب فعل متعلق اسم کے ساتھ مشغول ہو تو اس وقت فعل کے مناسب لازم کو متصور مسلط کرنے کے سوا کوئی صورت متصور نہیں ہو سکتی لہذا صورتیں چار ہوئیں اس وجہ سے مصنفؒ نے چار مثال میں ذکر کیں ہیں جن میں سے تین تو ضمیر اسم میں عمل کرنے کی ہیں اور ایک متعلق اسم میں عمل کرنے کی۔

قال الشارح **والاحسن فی ترتيبها** مولانا جامیؒ کی غرض صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مثالوں کی ترتیب میں احسن یہ تھا کہ مشتغل بالمتعلق کی مثال کو مؤخر

کرتے جیسے کہ تعریف میں اس کو مؤخر کیا ہے تا کہ مشتغل بالضمیر کی مثالیں اکٹھی ہو جاتیں اوراحسن اس لیے کہا کہ نفس حسن تو مصنف کی ترتیب کے اندر بھی موجود ہے اس ۔لیے کہ مصنفؒ نے جو ترتیب قائم کی ہے اس کے اندر افعال معروفہ اکٹھے ہو گئے اور فعل مجہول ان سب کے بعد میں ہے۔

مثال الفعل: سے ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے کہ زیدا ضربتہ اس فعل کی مثال ہے جوض، یہ اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور بعینہ اس فعل کو اس پر مسلط کیا جاسکتا ہے۔

مثال الفعل المشتغل بالضمیر :سے ممثل لہ کی تعیین کا بیان کہ زید مررت بہ اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور اس کے مناسب مرادف یعنی جاوزت کو اس پر مسلط کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ مررت باء کے ساتھ متعدی ہو کر جاوزت کے مرادف ہے۔

مثال الفعل المشتغل باالمتعلق : ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے زیدا ضربت غلامه یہ اس فعل کی مثال ہے جو متعلق اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے جس پر اس فعل کے مناسب لازم یعنی اھنت کو اس پر مسلط کیا جاسکتا ہے۔

مثال الفعل المشتغل : ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے زیدا حبست علیه اس فعل کی مثال ہے جو ضمیر اسم میں عمل کرنے کے ساتھ مشغول ہے اور اس پر اس کے مناسب لازم یعنی لابست کو مسلط کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ کسی شئے کا شئے کے باعث محبوس ہونا اس کو یہ بات لازم ہے کہ وہ محبوس جو ہے وہ محبوس علیہ کے ملابس اور متعلق ہو۔

ینصب زید یعنی ان الفعل المفسر: یہ جملہ معللہ برائے تطبیق امثلہ علی الممثل لہ کا بیان ہے۔ مذکورہ مثالوں میں زید اس فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر مابعد والا فعل کر رہا ہے اس لیے کہ اس کی تقدیر ضربت زیدا ضربته ہے ضربت اول کو وجود مفسر یعنی ضربت ثانی کی وجہ سے مقدر کیا گیا ہے اور اسی طرح وہ فعل مفسر جو زید امررت به میں زید کے لیے ناصب ہے وہ جاوزت مقدر ہے اس لیے کہ اس کی تقدیر جاوزت زیدا مررت به ہے جاوزت کو وجود مفسر یعنی

الثالثة: ما أضمر عامله على شريطة التفسير، وهو كل اسم بعده فعل أو شبهه مشتغل عنه بضميره أو متعلقه لو سلط عليه هو أو مناسبه لنصبه

شرح جامی ص ۱۲۲

- زَيْدًا ضَرَبْتُهُ اَیْ ضَرَبْتُ زَيْدًا
- زَيْدًا اَمَرَرْتُ بِهٖ اَیْ جَاوَزْتُ زَيْدًا (ترادف)
- زَيْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَهٗ اَیْ اَهَنْتُ زَيْدًا (لزوم)
- زَيْدًا حُبِسْتُ عَلَيْهِ اَیْ لَابَسْتُ زَيْدًا (لزوم)

- زَيْدًا اَنَا ضَارِبُهٗ اَیْ اَنَا ضَارِبٌ زَيْدًا
- زَيْدًا اَنَا مَارٌّ بِهٖ اَیْ اَنَا مُجَاوِزٌ زَيْدًا
- زَيْدًا اَنَا ضَارِبُ غُلَامَهٗ اَیْ اَنَا مُهِينٌ زَيْدًا
- زَيْدًا اَنَا مَحْبُوسٌ عَلَيْهِ اَیْ اَنَا مُلَابِسٌ زَيْدًا

مررت به کی وجہ سے

مقدر کیا گیا ہے۔اسی طرح وہ فعل مفسر جو زیدا اضربت غلامه میں زید کے لیے ناصب ہے وہ اھنت مقدر ہے اس لیے کہ اس کی تقدیر یوں ہے اھنت زیدا اضربت غلامه اھنت کو وجود مفسر کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور وہ مفسر اس کو لازم ہے یعنی ضربت غلامہ کے لیے کیونکہ غلام کو مارنا اس کے آقا کی اہانت کو مستلزم ہے اور وہ فعل مفسر جو زیدا حبست علیه میں زید کیلیے ناصب ہے وہ لابست مقدر ہے کیونکہ اس کی تقدیر لابست زیدا حبست علیه ہے تو لابست کو جود مفسر کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور وہ مفسر اس لازم ہے۔

قال الشارح ثم ان الاسم الواقع مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے اور مصنفؒ کے قول آتی کے لیے تمہید کا بیان ہے۔

سوال ما اضمر عامله کی تقسیم اقسام خمس کی طرف کرنی صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس وقت تقسیم الشئی الی نفسہ والی غیرہ کی خرابی لازم آئے گی اس لیے کہ رفع کی صورت میں یہ ما اضمر عامله کی قبیل سے نہیں ہوگا۔

جواب یہاں مراد ما اضمر عامله کی یقینی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے یعنی وہ ایسے مواقع میں واقع ہو جن میں بادی النظر میں اس کے ما اضمر عامله ہونے کا گمان ہوتا ہو خواہ وہ واقع میں ما اضمر عامله ہو یا نہ ہو۔اسی وجہ سے اس کو مضان ما اضمر عامله کہتے ہیں۔

﴿بحث مضان ما اضمر عامله﴾

قال الماتن ویختار الرفع بالابتداء صاحب کافیہ یہاں مضان ما اضمر عامله کو بیان کررہے ہیں جس کی پانچ قسمیں ہیں۔قسم اول میں رفع مختار ہے اور قسم ثانی میں نصب مختار ہے،اور قسم ثالث میں دونوں برابر ہیں قسم رابع میں نصب واجب ہے قسم خامس میں رفع واجب ہے۔مصنفؒ یہاں پر قسم اول کو بیان کررہے ہیں کہ رفع مختار ہے۔اختیار رفع کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) اسم کا مرفوع بالابتداء ہونا صحیح ہو اور اس کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ مرجحہ نہ پایا جائے۔ جیسے زید ضربتہ۔ اس میں زید کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا قرینہ مصححہ للرفع ہے اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے لیکن قرینہ مصححہ للرفع یہ قرینہ مصححہ للنصب سے اقوی ہے اس لیے کہ رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے۔

فی الاسم لامذکور: سے یختار کے صلے کا بیان ہے۔

قال الشارح **ای بکونه مبتداء** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جب اول مرحلہ میں اس میں عامل ابتداء کو تسلیم کرلیا گیا تو اس میں عامل رفع کے مختار ہونے کی وجہ موجود نہیں بلکہ رفع واجب ہوگا اس لیے کہ عامل ابتداء کے پائے جانے کے بعد رفع واجب ہوتا ہے۔

جواب بالابتداء سے مراد اس کو مبتداء بنایا جاسکتا ہو۔

قال الشارح **لان تجرده عن** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اختیار تقاضا کرتا ہے کہ پہلے جواز موجود ہو اور یہاں پہلے جواز نہیں ہے تو پھر اختیار کیسے ثابت ہوجائے گا۔

جواب ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ جواز موجود نہیں ہے بلکہ جواز موجود ہے اس لیے کہ اس کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مجوزہ للرفع ہے۔

قال الشارح **ای قرینة ترجح** مولانا جامیؒ کی غرض دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اول جب رفع کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا تو پھر رفع واجب ہونا چاہیے نہ کہ مختار۔

سوال ثانی ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ رفع کے خلاف نصب کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا بلکہ قرینہ پایا جاتا ہے اس لیے کہ اس کے بعد ایسے فعل کا پایا جانا جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے وہ اس کے نصب کا قرینہ ہے۔

جواب مراد یہ ہے کہ رفع کے خلاف یعنی نصب کا کوئی مرجحہ نہ پایا جائے۔

قال الماتن **اوعند وجود القرینہ** اختیار رفع کی دوسری صورت کا بیان ہے کہ قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جائے یعنی قرینہ مرجحہ للرفع بھی پایا جائے اور قرینہ مرجحہ للنصب بھی پایا جائے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع وہ قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہو اور یہ دو جگہوں میں ہوتا ہے۔(۱) اما اسم مذکور پر داخل ہو اور اسم مذکور ایسے فعل کے مقام ہو کہ جس میں طلب کے معنی نہ پائے جاتے ہوں۔ یعنی اما کے بعد جملہ خبریہ ہو جملہ انشائیہ نہ ہو جیسے لقیت القوم واما زید فاکرمتہ۔ اس میں زید کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مصححہ للرفع ہے اور زید کے بعد ایسے فعل کا ہونا جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے اور اسم مذکور پر اما داخل ہونا یہ قرینہ مرجحہ للرفع ہے اور عطف علی الفعلیۃ یہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے لیکن قرینہ مرجحہ للرفع یہ قرینہ مرجحہ للنصب سے اقوی ہے دو وجہ سے۔(۱) اس لیے کہا اما اکثر مبتداء پر داخل ہوتا ہے بخلاف عطف کے کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کثرت سے ہے۔

(۲) کہ رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے۔

قال الشارح **القرینۃ المرجحۃ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کہ ان دو صورتوں میں کیا فرق ہے کیونکہ پہلی صورت میں بھی رفع کا قرینہ نصب کے قرینے سے اقوی ہے۔

جواب دوسری صورت میں قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جاتا ہے البتہ قرینہ مرجحہ للرفع اقوی ہوتا ہے قرینہ مرجحہ للنصب سے۔ جب کہ پہلی صورت میں قرینہ مرجحہ جانبین میں نہیں ہوتا۔

من تلك القرینۃ : ھا ضمیر کے مرجع کا بیان ہے کہ اس کا مرجع قرینہ مرجح للنصب ہے۔

الداخلۃ علی ذلك الاسم : ترکیب کا بیان ہے کہ مع غیر اللطلب یہ ظرف متعلق ہے

الداخلہ محذوف کے۔

قال الشارح ای بشرط الا یکون الفعل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا

سوال وہم یہ تھا کہ شاید مع غیر الطلب کی قید اتفاقی ہے اس لیے کہ کبھی قید اتفاقی بھی ہوتی ہے۔

جواب مولانا جامیؒ نے اس وہم کو دور کر دیا کہ یہ قید احترازی ہے اتفاقی نہیں ہے۔

قال الشارح کا الامروالنهی والدعا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال طلب میں استفہام بھی داخل ہے حالانکہ اما اس پر داخل نہیں ہوتا ورنہ اس کی صدارت باطل ہو جائے گی۔

جواب یہاں طلب سے مراد امر اور نہی ہے استفہام اس میں داخل نہیں ہے۔

قال الشارح وانما قال مع غیر الطلب مع غیر الطلب کی قید کے فائدے کا بیان ہے۔ کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز اس اما سے ہے جو طلب کے ساتھ واقع ہو یعنی اس کے بعد جملہ خبریہ واقع نہ ہو جملہ انشائیہ واقع ہو جیسے اما زیدا فاضربه اس وقت اسم مذکور پر رفع مختار نہیں ہے کیوں کہ اگر اس کو مرفوع پڑھیں تو وہ اس بات کا تقاضہ کرے گا کہ جملہ انشائیہ کو اس کی خبر بنایا جائے حالانکہ جملہ انشائیہ بغیر تاویل کے خبر نہیں بن سکتا۔

قال الماتن واذا للمفاجاة صاحب کافیہ دوسرا مقام بیان کر رہے ہیں جہاں پر قرینہ مرجحہ جانبین سے پایا جائے لیکن قرینہ مرجحه للرفع قرینہ مرجحه للنصب سے اقوی ہو۔ وہ یہ ہے کہ اسم مذکور پر اذا مفاجاتیه داخل ہو جیسے خرجت فاذا زید بضربه عمرو اس میں زید عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یہ قرینہ مصححه للرفع ہے اور اس کے بعد ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہو یہ قرینہ مصححه للنصب ہے اور زید پر اذا مفاجاتیه کا داخل ہونا یہ قرینہ مرجحه للرفع ہے اور عطف علی الفعلیۃ یہ قرینہ مرجحه للنصب ہے لیکن قرینہ مرجحه للرفع قرینہ مرجحه للنصب سے اقوی ہے دو وجہوں سے۔

وجه اول اذا مفاجاتیه اکثر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے۔

وجه ثانیه رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے بخلاف عطف کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کلام عرب میں کثیر ہے۔

مثل اما: سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ عطف المشبه علی المشبه به کی قبیل سے ہے۔

الواقعه علی الاسم المذکور : سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ للمفاجیة یہ متعلق ہے

الواقعه محذوف کے اوراس کا متعلق محذوف ہے جوکہ علی الاسم المذکور ہے۔

فی کونها : وجہ شبہ کا بیان ہے۔

قال الشارح **وماوقع فی بحث الظروف** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال مصنفؒ کی یہ کلام متناقض ہے اس کلام کے جو ظرف کی بحث میں ہے اس لیے کہ ظرف کی بحث میں مصنفؒ نے کہا ہے کہ اذا کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا لازمی ہے اوراس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اذا کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا اکثر ہے۔

جواب ظرف کی بحث میں مصنفؒ نے جو کہا کہ اذا کے بعد جملہ اسمیہ کا ہونا لازمی ہے اس سے مراد بھی یہی ہے کہ اکثر اس کے بعد جملہ اسمیہ ہوتا ہے لہذا کوئی تناقض نہیں۔

قال الماتن **ویختار النصب** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسم مذکور جس جملہ میں واقع ہو اس کا عطف ہر جملہ فعلیہ متقدمۃ پر جیسے خرجت فزیدا لقیته۔

(۲) اسم مذکور حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے مازیدا ضربته اور ولازیدا ضربته ولا عمروا۔

(۳) اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے ازیدا ضربته۔

(۴) اسم مذکور اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو جیسے اذا عبدالله تلقه فاکرمه۔

(۵) اسم مذکور حیث کے بعد واقع ہو جیسے حیث زید تجده فاکرمه۔

(۶) اسم مذکور امر سے پہلے واقع ہو جیسے زیدا اضربه۔

(۷) اسم مذکور نہی سے پہلے واقع ہو جیسے زیدا لاتضربہ۔ ان مواضع میں اسم مذکور پر نصب اس لیے مختار ہے کہ یہ فعل کے مواضع ہیں اور جب اسم مذکور منصوب پڑھا جائے گا تو ان میں فعل مقدر ہوگا۔ والا فلا۔

ای بسبب العطف : سے دو باتوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) **باء سببیه** ہے بالعطف۔

(۲) عطف پر جوالف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

قال الشارح **هوفیها** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کا یہ قاعدہ ضربت زیدا وعمر قائم میں منقوض ہے اس میں عطف علی الجملۃ الفعلیہ موجود ہے لیکن نصب مختار تو درکنار جائز ہی نہیں ہے۔

جواب اختیار النصب بالعطف اس جملے کے اندر ہوگا کہ جس جملے کے اندر اسم مذکور ثابت ہو اور مثال مذکور فی النقض میں اسم مذکور ثابت ہی نہیں ہے۔

متقدمه : یہ بیان واقع ہے۔

قال الشارح **ای لرعایة التناسب** ترکیب کا بیان ہے۔ کہ للتناسب یہ مفعول لہ ہے یختار کا اور مفعول لہ کی دو قسموں میں سے اور یہ وہ مفعول ہے کہ جس کی تحصیل کے لیے فعل مذکور کیا گیا ہو جیسے **ضربته تادیبا**۔

یعنی ماولا : سے نفی کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ یہاں حرف نفی سے مراد ما اور لا اور ان ہیں لم اور لما اور لن نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ عامل ضعیف ہیں اسی وجہ سے جب مقدر ہو جائیں عمل نہیں کرتے۔

لاعمروا : کا اضافہ اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ لا کا اسم جب معرفہ ہو تو اس پر رفع اور تکرار واجب ہوتا ہے اور لیکن جب وہ ما اضمر عاملہ ہو تو اس پر رفع واجب نہیں ہوتا البتہ تکرار واجب ہوتا ہے۔

قال الشارح **وانماقال حرف الاستفهام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا

سوال عبارت میں اصل ایجاز و اختصار ہوتا ہے لہذا مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ حرف کو ذکر کیے بغیر یوں کہتے والاستفھام۔

جواب حرف کا اضافہ یہ اسم استفہام کو خارج کرنے کے لیے ہے اس لیے کہ اسم استفہام میں رفع مختار ہے۔

قال الشارح **فانه یجوز وان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال هل زیدا ضربته یہ ترکیب تو جائز ہی نہیں ہے تو پھر آپ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ مصنفؒ نے حرف استفہام اس لیے کہا کہ تا کہ یہ هل کو بھی شامل ہو جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ جائز اس لیے نہیں ہے کہ هل فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل نہیں ہوتا اس لیے کہ هل یہ قد کے معنی میں ہے۔ جیسے هل اتی علی الانسان۔ جس کا معنی ہے قد اتی علی الانسان۔ تو لہذا اس میں فعل کی تقدیر کفایت نہیں کرے گی۔

جواب اگرچہ نحویوں نے اس ترکیب کو قبیح سمجھا ہے لیکن جائز ہے۔

قال الشارح **الدالة علی المجازاة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اگر مصنفؒ بعد الشرط کہہ دیتے تو اس میں اختصار تھا جو کہ اذا اور حیث دونوں کو شامل ہو جاتا اور یہ اختصار مطلوب ہے مصنف کا۔

جواب مصنفؒ نے اذا شرطیه اس لیے کہا تا کہ اس میں وہم نہ ہو کہ ان میں سے ایک مراد ہے۔ نیز دنوں کو ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ اس لیے کہ اذا شرطیه دلالت کرتا ہے مجازات زمانی پر اور حیث مجازات مکانی پر دلالت کرتا ہے۔

ماقبل: اس کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مصنفؒ کی عبارت ظاہر سے غیر ظاہر کی طرف معروف ہے اس لیے کہ اختیار نصب نفس امر اور نہی میں نہیں ہوتا بلکہ اس اسم میں ہوتا ہے کہ جو امر نہی سے پہلے ہو۔

یعنی موضع : سے ما کا بیان ہے کہ ما سے مراد موضع ہے۔

وانما اختیر فی ھذہ : سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ **اذ ھی مواضع الفعل** یہ جمیع کی دلیل ہے یعنی بعد حرف النفی کے بعد جو مذکور ہے یہ ان سب کی دلیل ہے۔

ای ھذہ المواضع : ضمیر کے مرجع کا بیان ہے۔ کہ اس کا مرجع مواضع ہے۔

قال الشارح ای مواضع وقوع الفعل مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مواقع کی اضافت فعل کی طرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان مواقع میں فقط فعل ہی ہوتا ہے اس لیے کہ مواقع کی اضافت فعل کی طرف اضافت لامی ہے اور اضافت لامی اختصاص کا فائدہ دیتی ہے لہذا مواقع فعل میں نصب کے وجوب کا فائدہ دے رہی ہے۔ نہ کہ نصب کے مختار ہونے کا۔

جواب مواقع کی اضافت فعل کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ ان مواقع میں اکثر فعل واقع ہوتا ہے اس اعتبار سے نہیں کہ یہ مواضع فعل کے ساتھ مخصوص ہیں۔

قال الماتن عند خوف لبس المفسر صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسم مذکور پر نصب مختار ہے جب رفع پڑھنے کی صورت میں رفع کے ساتھ التباس مفسر کا خوف ہو جیسے

انا کل شیئی خلقناہ بقدر اس میں کل شیئی پر نصب مختار ہے اور اسکی تقدیر انا خلقنا کل شیئی خلقناہ بقدر نصب مختار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود دو چیزیں ہیں۔

(۱) ہر چیز کا خالق اللہ تعالی ہے۔

(۲) ہر چیز اندازے کے ساتھ پیدا کی ہوئی ہے۔ اگر کل شیئی کو منصوب پڑھیں تو اس کی ترکیب اس طرح ہوگی خلقنا فعل بفاعل ک کل شیئی مفعول بہ اور بقدر خلقنا کے متعلق ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہر چیز کو ہم نے اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے اس صورت میں دونوں مقصود حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور کل شیئی کو مرفوع پڑھیں تو اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(۱) کل شیئی مبتداء خلقناہ بقدر اس کی خبر ہے اس صورت میں بھی دونوں مقصود حاصل ہو جاتے ہیں اس لیے کہ معنی یہ ہوگا کہ ہم نے ہر چیز کو اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے اور یہ معنی وہی ہے جو نصب کی صورت میں تھا۔

(۲) کل مضاف شیئی موصوف خلقنا صفت مل کر مضاف الیہ پھر مضاف الیہ مل کر مبتداء اور بقدر خبر ہے اس صورت میں مقصود فوت ہو جائے گا اس لیے کہ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہر وہ چیز جس کو ہم نے پیدا کیا وہ اندازے کے ساتھ ہے جس سے معتزلہ کے مذہب کی دلیل بن جائے گی اور باطل نظریہ پیدا ہو جائے گا کہ بندہ افعال اختیاریہ اللہ تعالی کی مخلوق نہیں ہے۔ چونکہ رفع کی صورت میں مفسر کا صفت کے ساتھ التباس کا خوف ہے اور صفت کی صورت میں مقصود کا اندر خلل واقع ہو جاتا ہے لہذا نصب مختار ہوگا تا کہ مقصود میں خلل واقع نہ ہو۔

کذالك : سے اشارہ کر دیا کہ یہ عطف المشبه علی المشبه به کے قبیل سے ہے۔

قال الشارح **ای التباس** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنفؒ کا قول عند خوف لبس المفسر بالصفته درست نہیں ہے اس لیے کہ مفسر کا صفت کے ساتھ التباس نہیں ہے بلکہ خبر کا صفت کے ساتھ التباس ہے۔

جواب اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں مفسر سے مراد مجازا ذات مفسر ہے یعنی نصب کی حالت جو مفسر رفع کی حالت میں اس کا صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ وہ مفسر ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ خبر ہے۔

قال الماتن **ویستوی الامران فی مثل** صاحب کافیہ کی غرض مضان ما اضمر عامله کے تیسرے مقام کو بیان کرنا ہے۔ کہ زید قام وعمروا اکرمته کی مثل میں رفع اور نصب دونوں مساوی ہیں۔ **مثل:** سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ ما اضمر عامله جس جملہ کے اندر واقع ہو اس کا عطف ہو جملہ ذات الوجہین پر یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر کہ جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو جیسے زید قام وعمرا اکرمته۔ اس میں اگر عمرو کو مرفوع پڑھیں تو جملہ اسمیہ بن جائے گا اور اس کا عطف

ہوگا جملہ کبری یعنی زید قام پر۔ اور اگر امر کو منصوب پڑھیں تو یہ جملہ فعلیہ بن جائے گا اور اس کا عطف ہوگا جملہ صغری قام پر۔ چونکہ دونوں جملوں میں معطوف معطوف علیہ کے درمیان تناسب حاصل ہے لہذا دونوں امر مساوی ہوں گے کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہ ہوگی۔

الرفع والنصب : سے الامرانکے مصداق کو بیان کر دیا ہے۔

قال الشارح **وللمتكلم** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ایک وہم کو دفع کرنا ہے وہ وہم یہ تھا کہ شاید اس استواء سے مراد استواء فی الجواز ہو اور ان میں سے ایک دوسرے پر راجح ہو۔ حالانکہ یہ مقصود کے خلاف ہے۔

جواب مولانا جامیؒ نے اس وہم کو دفع کر دیا کہ یہاں استواء سے مراد استواء فی الجواز نہیں ہے بلکہ استواء سے مراد استواء فی الاختیار ہے یعنی رفع اور نصب میں ہے ہر ایک مختار ہے۔

قال الشارح **اى عنده التباس** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال زید قام وعمروا اکرمته کی مثل میں عمروا پر نصب پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر اس پر نصب پڑھیں تو اس کا عطف ہوگا جملہ صغری قام پر۔ اور پھر جس طرح قام پر زید کی خبر ہے اسی طرح عمرو بھی زید کی خبر ہوگی حالانکہ اس کا خبر بننا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور اس کے اندر کوئی عائد نہیں ہے۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں عائد مقدر ہے۔

قال الشارح **اى يستوى الامران** لفظ مثل بڑھا کر مصنفؒ نے جس ضابطہ کی طرف اشارہ کیا ہے مولانا جامیؒ اس کو صراحتا بیان کر رہے ہیں کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس کے اندر وہ ما اضمر عامله واقع ہو جس کا عطف جملہ ذات الوجہین پر یعنی ایسے جملہ اسمیہ پر جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو۔

قال الشارح **فان قلت** مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال نقل کر کے جواب دینا ہے۔

سوال ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ صورت مذکورہ میں رفع اور نصب دونوں مساوی ہیں بلکہ رفع کو نصب پر ترجیح حاصل ہے اس لیے کہ اگر مرفوع پڑھیں تو حذف سے سلامتی ہے۔ لہذا اسلامت عن الحذف قرینہ مرجحہ للرفع ہے۔

جواب سلامت عن الحذف یہ قرب معطوف علیہ کے معارض ہے۔ یعنی اس کو منصوب پڑھیں تو معطوف علیہ قریب ہوگا اور اگر مرفوع پڑھیں تو معطوف علیہ بعید ہوگا۔ لہذا جس طرح سلامت عن الحذف یہ قرینہ مرجحہ للرفع ہے اسی طرح قرب معطوف علیہ قرینہ مرجحہ للنصب ہے۔

فان قلت : مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال ان دونوں صورتوں میں قرب اور بعد کے اعتبار سے کوئی تفاوت نہیں ہے۔ اس لیے کہ جس طرح جملہ صغری معطوف کے قریب ہے اسی طرح جملہ کبری بھی معطوف کے قریب ہے۔

جواب قلنا اگرچہ منتھی کے اعتبار سے دونوں میں فرق نہیں لیکن مبداء کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہے کیونکہ جملہ کبری کا مبداء (ز) ہے اور جملہ صغری کا مبداء (ق) ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ز۔ ق۔ سے بعید ہے۔

قال الماتن **ویجب النصب بعد حرف الشرط** مضان مااضمرعامله کے چوتھے مقام کو بیان کرنا ہے۔ جب اسم مذکور حرف شرط یا حرف تحضیض کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب واجب ہے۔ حرف شرط کی مثال جیسے ان زیدا ضربته ضربك۔

حرف تحضیض کے بعد واقع ہونے کی مثال جیسے الا زیدا ضربته۔

ای نصب الاسم المذکور : سے اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ نصب پر جو الف لازم داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

قال الشارح **والمراد به ھھنا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال حروف شرط میں سے تو اما بھی ہے حالانکہ اما کے بعد جب اسم مذکور واقع ہو تو اس پر

نصب واجب نہیں ہے۔ بلکہ اگر اما غیر طلب کے ساتھ واقع ہو تو اسم مذکور پر رفع مختار ہے۔

جواب یہاں حرف شرط سے مراد فقط ان اور لو ہیں اما مراد نہیں ہے۔

وکذا یجب: کا اضافہ کر کے اشارہ کر دیا کہ حرف التخصیص معطوف ہے حرف الشرط پر۔

وھو ھلا : سے حرف تحضیض کے مصداق کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف تحضیض چار ہیں

آلا۔ ھلا۔ لولا۔ لوما۔

قال الشارح **انما وجب النصب** حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد اسم مذکور پر نصب کے واجب ہونے کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اسم مذکور حرف شرط یا حرف تحضیض کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب اس لیے واجب ہے کہ حرف شرط اور حرف تحضیض کا فعل پر داخل ہونا واجب ہے۔ تو جب فعل ملفوظ نہیں ہوگا تو معلوم ہوا کہ فعل مقدر ہے لہذا اسم مذکور فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہوگا۔

مثال لحرف الشرط : ممثل لہ کی تعیین کا بیان ہے۔

قال الماتن **ولیس مثل ازید ذھب بہ** مضان ما اضمر عامله کے پانچویں مقام کا بیان یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ لیکن در حقیقت یہ قسم خامس ہے۔ کہ اسم مذکور پر رفع واجب ہے۔

سوال ماقبل میں یہ گزرا ہے کہ جب اسم مذکور کو حرف استفہام کے بعد واقع ہو تو اس پر نصب مختار ہوتا ہے یہ قاعدہ ازید ذھب بہ کی مثل میں منقوض ہے اس لیے کہ ازید ذھب بہ میں زید حرف استھفام کے بعد واقع ہے اس کے باوجود اس پر نصب کا مختار ہونا تو درکنار نصب جائز ہی نہیں ہے

جواب صاحب کافیہ نے جواب دیا کہ ازید ذھب بہ یہ ما اضمر عامله کے باب میں سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگرچہ بادی النظر میں زید کے بارے میں یہ بات صادق آتی ہے کہ یہ

ما اضمر عامله کے باب سے ہے لیکن غور وفکر کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر چہ اس پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس کے بعد ایک فعل ہے جو اس کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے۔ لیکن وہ فعل اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اگر اس کو یا اس کے کسی مناسب کو اس پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب دے سکے کیونکہ تسلیط کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) باء کے ساتھ۔ (۲) باء کے بغیر۔

اگر باء کے ساتھ مسلط کیا جائے تو کیونکہ یہ فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول کو نصب نہیں دے سکتا اور اگر اس کے مناسب مرادف مثلاً اذھب کو مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نائب فاعل ہونے کی بناء پر رفع تو دے گا لیکن نصب نہیں دے گا۔

فان قلت : سے ایک اعتراض کو نقل کر کے **قلنا** سے اس کا جواب دیتا ہے۔

سوال مناسب اذھب کے اندر منحصر نہیں ہے دوسرے مناسب بھی ہو سکتے ہیں کہ جن کے باعث اسم مذکور پر نصب آ سکتی ہے تو کسی دوسرے مناسب کو مقدر مانا جائے تا کہ وہ اسم مذکور کو نصب دے سکے۔ مثلاً یلابس۔ یا اذھب بصیغہ معروف اس بنا پر تقدیر اس طرح ہو جائے گی

زیدا یلابسه الذهاب به یازیدا یلابسه احد بالذهاب یازیدا اذهبه احد۔

قلنا : فعل مذکور کے مناسب مرادف یا مناسب لازم سے مراد یہ ہے کہ فعل مذکور اور فعل مقدر کے فاعل میں اتحاد ہو یعنی دونوں کا مسند الیہ ایک ہو اور آپ نے جو سوال کے اندر صورت پیش کی ہے اس میں مسند الیہ ایک نہیں ہے۔ اس لیے کہ فعل مذکور کا مسند الیہ زید ہے اور فعل مقدر کا زید نہیں ہے۔ بلکہ ذھاب ہے یا احد ہے۔

واذا کان : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے فالرفع پر جو فاء داخل ہے یہ فاء فصیحۃ ہے اس کی شرط محذوف ہے جو کہ **اذ کان الامر کذالک** ہے۔ یعنی جب معاملہ اس طرح ہے تو پس مثال مذکور کے اندر رفع واجب ہوگا بالابتداء اور مفعولیت کی بناء پر نصب جائز نہ ہوگی تو جب اس پر

نصب بالمفعولیت جائز نہیں ہوگا تو اس پر نصب کیسے مختار ہوگی۔

قال الماتن **کل شیء فعلوہ فی الزبر** یہ عبارت بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال ماقبل میں یہ گزرا ہے کہ جب قرینہ مصححہ جانبین سے پایا جائے اور قرینہ مصححہ للرفع قرینہ مصححہ للنصب سے اقوی ہوتو اس وقت رفع مختار ہوتا ہے اور نصب جائز ہوتا ہے آپ کا یہ قاعدہ اللہ تعالیٰ کے قول وکل شیئی فعلوہ فی الزبر میں منقوض ہے۔ کیونکہ کل شیئی ایک اسم ہے جس کا عوامل لفظیہ سے خالی ہوگا یہ قرینۃ مصححہ للرفع ہے اور اس کے بعد کسی ایسے فعل کا ہونا کہ جس میں تفسیر کی صلاحیت ہے یہ قرینہ مصححہ للنصب ہے لیکن قرینہ مصححہ للرفع یہ قرینہ مصححہ للنصب سے اقوی ہے اس لیے کہ رفع کی صورت میں حذف سے سلامتی ہے حالانکہ یہاں کل شیئی پر رفع مختار نہیں ہے بلکہ رفع واجب ہے۔

جواب صاحب کافیہ نے اس کا جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول وکل شیئی فعلوہ فی الزبر یہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے۔ جس طرح کہ ازید ذھب بہ ما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے اس لیے کہ اگر اس کو ما اضمر عاملہ کے باب سے بنایا جائے تو تقدیر عبارت یہ ہو جائے گی اس طرف فعلو کل شیئی فی الزبر اب فی الزبر کی ترکیب دو احتمال ہوں گے۔

(۱) یہ فعلوہ کے متعلق ہے یا یہ شیئی کی صفت ہے اگر یہ فعلوہ کے متعلق ہو تو معنی فاسد ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اس وقت معنی یہ ہو جائے گا کہ انہوں نے ہر چیز کو نامہ اعمال میں کیا یعنی صحائف اعمال وہ بندوں کے فعل کا محل ہیں حالانکہ صحائف اعمال بندوں کے افعال کا محل نہیں ہیں بلکہ کراما کاتبین کے افعال کا محل ہیں۔ کراما کاتبین بندوں کے افعال کو بصورت کتابت ان میں درج کرتے ہیں۔

(۲) اور اگر یہ فعلوہ کے متعلق نہ ہو بلکہ شیئی کی صفت ہو باوجود ہے کہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ اس وقت موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ ہو جائے گا۔ بہر حال اگر اس کو

صفت بنائیں تب بھی معنی فاسد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ جو کچھ بندے کرتے ہیں وہ نامہ اعمال میں درج ہوتا ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وکل صغیر وکبیر مستطر اور اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ جو کچھ نامہ اعمال میں درج ہے اس کو بندوں نے کیا ہے۔ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ بندوں کے بعض افعال ایسے بھی ہونا ممکن ہیں جو نامہ اعمال میں درج نہ ہوں۔ جس کا بطلان ظاہر ہے۔ لہذا یہ مااضمر عامله کے باب سے نہ ہوا پس کل شیئی پر رفع واجب ہوگا۔ اس بناء پر کہ یہ مبتداء ہے اور فعلوہ اس کی صفت ہے۔ اور فی الزبر اس کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کل شیئی ھو مفعول لھم ثابت فی الزبر بحیث لایغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ ۔ کہ ہر وہ چیز جو بندوں کے کی ہوئی ہے وہ نامہ اعمال میں ثابت اور محفوظ ہیں۔ اس طور پر کہ نہ کوئی چھوٹا عمل چھوڑا ہوا ہے اور نہ کوئی بڑا عمل چھوڑا ہوا ہے۔

قال الشارح **ای مثل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کذا کا کاف مبتداء ہے اور کل شیئی اس کی خبر ہے۔ حالانکہ کاف کا مبتداء بننا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ حرف ہے۔

جواب یہ کاف حرفیہ نہیں بلکہ یہ کاف اسمیہ ہے بمعنی مثل۔

قال الشارح **قوله** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کاف بمعنی مثل مبتداء ہے اور کل شیئی فعلوہ اس کی خبر ہے اور خبر جب جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے حالانکہ اس میں عائد نہیں ہے۔

جواب کذا کی خبر محذوف ہے جو کہ قولہ ہے اور قول مفرد ہے اور کل شیئی یہ مقولہ ہے قول کا۔

قال الماتن **ونحو الزانية والزاني فاجلدو کل واحد منهما مائة جلدة** صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کو مولانا جامی واعلم سے بیان کر رہے ہیں۔

سوال ماقبل میں یہ گزرا ہے کہ فعل جو اسم مذکور کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے

خود اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اور جب وہ فعل صیغہ امر یا نہی ہو تو اس وقت اسم مذکور پر نصب مختار ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کا قول الزانیة ولزانی یہ اس قاعدہ کے تحت داخل ہے۔ اس لیے کہ اس میں اسم مذکور کے بعد امر واقع ہے۔ حالانکہ قراء سبعہ اس کے رفع پر متفق ہیں البتہ صرف ایک روایت عیسی بن عمرو کی نصب کے متعلق ہے جو شاذ ہے۔ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضروری ہیکہ یا تو مصنفؒ کا بیان کردہ قاعدہ غلط ہے یا پھر قراء سبعہ کا اتفاق غلط ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قراء سبعہ کا اتفاق غلط نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ انہوں نے جس پر اتفاق کیا ہے وہ قرآن مجید ہے۔ اور قرآن مجید غلطی کے شائبہ سے بھی پاک ہے۔

جواب اب نحوی اللہ تعالی کے اس قول کو قاعدہ مذکورہ سے خارج کرنے کے لیے مختلف حیلے اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے تاکہ دو باتوں میں سے کوئی بات بھی لازم نہ آئے تو قراء سبعہ کا غیر مختار پر اتفاق

لازم نہ آئے اور نہ مصنفؒ کا بیان کردہ قاعدہ غلط ہو۔ باقی انہوں نے جو حیلے تلاش کیے ہیں ونحو الزانیة سے مصنفؒ ان کو بیان کر رہے ہیں۔ مبرد کے نزدیک اللہ تعالی کے اس قول کے اندر جو فاء ہے یہ فاء بمعنی شرط کے ہے۔ یعنی یہ فاء جزائیہ ہے جو اپنے مدخول کو شرط کے ساتھ ربط دینے کے لیے ہے۔ اور الـــزانیة کا الف لام بمعنی الذی اسم موصول ہے اور اسم فاعل صلہ ہے۔ موصول اپنے صلے سے ملکر مبتداء متضمن معنی شرط کے ہے۔ کیونکہ جب مبتداء اسم موصول اور اس کا صلہ فعل یا ظرف ہو تو وہ مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہوتی ہے۔ اور فعل اور ظرف شرط کی مانند ہوتے ہیں اب اس قول کے اندر اسم فاعل جو کہ موصول کا صلہ ہے وہ شرط کی مانند ہے اس لیے کہ یہ معنی نہیں فعل کے ہے۔ اور مبتداء کی خبر فاجلدو۔ یہ جزاء کی مانند ہے اور جو فاء داخل ہے یہ فاء خبر کو شرط کے ساتھ ربط دینے کے لیے ہے۔ اس لیے کہ یہ فاء اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شرط جزاء کے لیے سبب ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ اس جیسی فاء کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا لہذا تسلیط ممتنع ہوئی۔ جب تسلیط ممتنع ہوئی تو یہ ما اضمر عامله کے باب سے نہ ہوا لہذا ابناء پر ابتداء

کے رفع واجب ہوگا۔

قال الشارح فیہ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال نحو الزانیة یہ مبتداء ہے اور الفا بمعنی الشرط یہ اس کی خبر ہے حالانکہ اس کا خبر بننا ہے صحیح نہیں ہے اس لیے کہ خبر جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہاں عائد نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ یہاں عائد محذوف ہے۔

مرتبط : ترکیب کا بیان ہے کہ بمعنی الشرط یہ ظرف مستقر باعتبار متعلق کے خبر ہے۔ اور سیبویہ کے نزدیک یہ اس آیت کے دو جملے ہیں اس لیے کہ الزانیة یہ مبتداء ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ حکم ہے اور الزانی یہ الزانیة پر معطوف ہے۔ اور خبر اس کی محذوف ہے جو کہ فیما سیتلی علیکم ہے اصل میں عبارت یوں تھی حکم الزانیة والزانی فیما سیتلی علیکم۔

فاجلدو کل واحد منهما مائة جلدة یہ دوسرا جملہ ہے حکم موعود کو بیان کرنے کے لیے۔ اور سیبویہ کے نزدیک بھی فاجلدو کی فاء سببیة ہے۔ جملہ ثانی کی تقدیر اس طرح ہے۔ ان ثبت زناهما فاجلدو اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فاء زائدہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فاء تفسیر یہ ہے پہلے جملہ کے اندر جس حکم کا وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کی تفسیر ہے جب یہ آیت مستقل دو جملے ہیں تو تسلیط ممتنع ہوئی اس لیے کہ ایک جملہ کی جز دوسرے جملے کی جز کے اندر عمل نہیں کر سکتی۔ جب تسلیط ممتنع ہوئی یہ ضابطہ مذکورہ کے تحت داخل نہ ہو لہذا یہ بناء پر ابتداء کے مرفوع ہوگا۔

والا فالمختار النصب : یعنی اگر فاء بمعنی شرط کے نہ ہو جیسا کہ مبرد کے نزدیک ہے او یہ آیت دو جملہ بھی نہ ہو جیسا کہ سیبویہ کا مذہب ہے تو یہ آیت قاعدہ مذکورہ کے تحت داخل ہو جائے گی اور اس وقت اس پر نصب مختار ہوگا لیکن قراء سبعہ کے اتفاق کی وجہ سے نصب کا مختار ہونا باطل ہے۔ تو پس رفع کی تعیین کرنے کے لیے دو باتوں میں سے ایک کا ہونا لازمی ہے یا تو فاء کو شرط کے معنی میں کیا جائے گا جیسا کہ مبرد نے کیا ہے یا آیت کو دو جملے بنایا جائے گا جبکہ سیبویہ نے کہا ہے

الایة: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جملتان یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ الایة ہے

مستقلتان کہہ کرایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے س کی تقدیر یہ ہے کہ مبرد کے قول میں بھی یہ آیت دو جملہ ہے اس لیے کے شرط بھی جملہ ہے اور جزاء بھی جملہ ہے تو پھر مبرد اور سیبویہ کے اقوال کے درمیان فرق کیا ہوا ہے۔

جواب سیبویہ کے نزدیک یہ آیت دو مستقل جملے اور مبرد کے نزدیک یہ آیت دو مستقل جملے نہیں ہے اس لیے کہ جزاء شرط پر مرتب ہوتی ہے۔

قال الشارح **وی وان لم تکن** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال الا شرط ہے اور فالمختار النصب یہ جزاء ہے حالانکہ الا کا شرط بننا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ

شرط جملہ ہوتی ہے اور الا حرف مفرد ہے۔

جواب یہاں الا بمعنی ان لم تکن کے ہے۔اور ان لم تکن جملہ ہے لہذا اس کا شرط بننا صحیح ہے۔

قال الشارح **واختیار النصب** سے اشارہ کردیا کہ ماتن کی یہ کلام قیاس استثنائی پر مشتمل ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہاں پر دو قیاس ہیں۔

(۱) قیاس اقترانی۔

(۲) قیاس استثنائی۔

﴿قیاس اقترانی﴾

صغری :ان لم تکن الفاء بمعنی الشرط اولایة جملتین فهی داخلة تحت الضابطه۔

کبری: وکلما کانت داخلة تحت الضابطة فالمختار حینئذالنصب۔ نتیجه ان لم تکن الشرط بمعنی الفاء والایة جملتین فالمختار حینئذ النصب۔

﴿قیاس استثنائی﴾

قیاس استثنائی کا صغری قیاس اقترانی سے حاصل شدہ نتیجہ کو بنایا جائے اور نقیض تالی کی استثناء

کرلی جائے اور یوں کہا جائے ان لم تكن الفاء بمعنى الشرط ولم تكن الآية جملتين فالمختار حينئذ النصب ولكن اختيار النصب باطل نتيجة الفاء بمعنى الشرط اولاية جملتان کیونکہ عین تالی کا استثناء نقیض مقدم کے لیے نتیجہ ہوتی ہے۔

﴿بحث الرابع التحذير﴾

صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ مواضع اربعہ کہ جہاں مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے ان میں سے چوتھا موضع تحذیر ہے۔

قال الماتن **وهو معمول بتقدير الق** تحذیر کی تعریف کا بیان ہے۔ تحذیر وہ اسم ہے جو اتق یا باعد یا بعد وغیرہ مقدر کا معمول ہو پھر تحذیر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جو اتق یا بعد وغیرہ مقدر کا معمول ہو اور اس کو مابعد سے ڈرانے کے لیے ذکر کیا گیا ہو۔

(۲) جو اتق یا بعد مقدر وغیرہ کا معمول ہو اور وہ محذر منہ ہو جو مکرر ذکر کیا گیا ہو۔

من تلك: سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اربع پر جو الف لام داخل ہے یہ عہد کا ہے۔ یعنی وہ مواضع اربعہ کہ جن میں معمول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے۔

قال الشارح **وانما وجب** مولانا جامیؒ کی غرض اس موضع میں مفعول بہ کی فعل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس موضع میں بھی مفعول بہ کے فعل ناصب کو حذف کرنے کا وجوب تنگی وقلت اور قلت فرصت کی وجہ سے ہے۔

في اللغة : سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ مصنفؒ نے جو تحذیر کا معنی بیان کیا ہے وہ معنی اصطلاحی ہے اور معنی لغوی یہ ہے کہ ایک شئی کو دوسری شئی سے ڈرانا۔ اور ایک شئی کو دوسری شئی سے دور کرنا۔ ای اسم کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ معمول یہ صفت ہے۔ اس کا موصوف محذوف ہے جو کہ اسم ہے۔

قال الشارح **عمل فيه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مثلاً ایاک والاسند میں ایاک معمول فیہ ہے معمول نہیں ہے بلکہ معمول تو نصب ہے۔ اور وہ

نصب تحذیر نہیں ہے میں جو تحذیر ہے اس پر تحذیر کی تعریف صادق نہیں آرہی اور جس پر صادق آرہی ہے وہ تحذیر نہیں ہے۔

جواب یہاں معمول سے مراد معمول فیہ ہے جیسا کہ مشترک سے مراد مشترک فیہ ہوتا ہے۔

ای حذر : ترکیب کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔

(ا) یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا جو کہ حذر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے حذر ذالك المعمول تحذیرا ۔ یہ مفعول لہ ہے فعل محذوف کا جو کہ ذکر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے کہ ذکرذالك المعمول تحذیرا ۔

ای مما بعد ذالك المعمول: سے ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع معمول ہے

علی صیغة المجھول : سے غرض ضبط صیغہ ہے کہ ذکر بصیغہ مجہول ہے بصیغہ معروف نہیں ہے۔

عطف : سے عطف تعین کرنا ہے کہ ذکر یہ معطوف ہے حذر مقدر یا ذکر مقدر پر۔

فان قلت : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے **قلنا** سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال ذکر کا عطف حذر یا ذکر مقدر پر صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ حذر اور ذکر مقدر میں ایک ضمیر ہے جو کہ راجع ہے معمول کی طرف اور ذکر مذکور ضمیر سے خالی ہے۔ حالانکہ جب معطوف علیہ میں ض، یر ہو تو معطوف میں بھی ضمیر کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

جواب ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ عائد ضمیر کے اندر منحصر ہے۔ بلکہ ضمیر کی جگہ اسم مظہر کو رکھنا بھی عائد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں بھی اسم ظاہر یعنی محذر منہ کو ہر ضمیر کی جگہ رکھدیا گیا ہے لہذا معطوف عائد سے خالی نہ ہوا۔

قال الشارح **الا انه وضع** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ضمیر کی جگہ اسم مظہر کو رکھنے کا کیا فائدہ ہے جب کہ ضمیر کے ساتھ مقصود حاصل ہو سکتا تھا اور اس میں اختصار بھی تھا اور عبارت میں اصل اختصار ہے۔

جواب معمول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر یعنی محذر منہ کو رکھ کر یہ بتا دیا کہ

معطوف کے اندر معمول محذر منہ ہے محذر نہیں ہے جس طرح کہ معطوف علیہ میں معمول محذر تھا۔

قال الشارح **هذان مثالان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کے لیے ایک مثال کافی ہوتی ہے تو مصنفؒ نے دو مثالیں کیوں ذکر کیں ہیں۔

جواب تعدد امثلہ یہ ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے ایاك والاسد اور ایاك وان تحذف یہ دونوں تحذیر کی نوع اول کی مثالیں ہیں۔

سوال تحذیر کی نوع اول کی دو مثالیں کیوں ذکر کیں۔

جواب اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ نوع اول میں محذر منہ میں تعمیم ہے خواہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویل ہو۔ پہلی مثال میں محذر منہ یعنی الاسد اسم صریحی ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ یعنی ان تحذف یہ اسم تاویلی ہے۔ یا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ محذر منہ کبھی ذات ہوتا ہے کبھی وصف۔ پہلی مثال میں محذر منہ یعنی الاسد ذات ہے اور دوسری مثال میں محذر منہ یعنی ان تحذف یہ صفت ہے۔

ان دونوں مثالوں کی اصل اس طرح ہے بعد نفسك من الاسد وبعد الاسد من نفسك بعد نفسك عن حذف الارنب وبعد حذف الارنب عن نفسك حذف کا معنی ہوتا ہے لکڑی کے ساتھ خرگوش کو مارنا۔ بعد نفسکعن الاسد والاسد من نفسك سے ایاك والاسد اس طرح بنا کر معطوف سے من نفسك کو حذف کر دیا معطوف علیہ میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے اور من الاسد کو معطوف علیہ سے حذف کر دیا معطوف میں اس کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ پھر تنگی وقت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا اور لفظ نفس کو بھی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل منفصل بن گئی تو ایاك والاسد ہو گیا۔

قال الشارح **وعلی التقدیرین** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنفؒ کی کلام میں تدافع ہے اس لیے کہ بعد نفسك من الاسد سے معلوم ہوتا ہے

کہ الاسد محذر منہ ہے اور والاسد من نفسك سے معلوم ہوتا ہے کہ الاسد محذر ہے اور اسی طرح بعد نفسك عن حذف الارنب سے معلوم ہوتا ہے کہ حذف الارنب محذر منہ ہے اور بعد حذف الارنب عن نفسك سے معلوم ہوتا ہے کہ حذف الارنب محذر ہے۔

جواب دونوں تقدیروں پر مثال اول میں محذر منه الاسد ہے اور مثال ثانی میں محذر منه حذف ہے اس لیے کہ نفس سے اسد اور حذف کو دور رکھنے سے مراد نفس کو ان دونوں سے ڈرانا ہے نہ ان دونوں کو نفس سے ڈرانا ہے اور ثانی اول کی تاکید ہے اور یہ تقدیم وتاخیر تکرار لفظی سے احتراز کرنے کے لیے ہے۔

قال الماتن **والطريق الطريق** یہ تحذیر کی نوع ثانی کی مثال ہے اس میں الطریق محذر منہ ہے جس کو مکرر ذکر کیا گیا ہے یہ اصل میں تھا اتق الطريق الطريق۔ تنگی وقت کی وجہ سے اتق فعل کو حذف کر دیا تو الطريق الطريق ہو گیا۔

قال الشارح **ولا يخفى** اعتراض بر ماتن کا بیان۔ حاصل اعتراض یہ ہے کہ اتق کی تخصیص صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اتق کی تقدیر تحذیر کی قسم اول کی جمیع امثلہ میں صحیح نہیں ہے اور بعد کی تقدیر تحذیر ثانی کی بعض امثلہ میں صحیح نہیں ہے لہذا ماتن کو یوں کہنا چاہیے تھا بتقدیر بعد او اتق ونحوهما تاکہ تحذیر کی نوع اول کی جمیع امثلہ میں بعد کو مقدر مانا جائے اور نوع ثانی کی بعض امثلہ میں اتق اور بعض امثلہ میں بعد مقدر مانا جائے۔

جواب صاحب کافیہ کی جانب سے یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ صاحب کافیہ کی مراد خاص اتق نہیں ہے بلکہ اتق کا ذکر بطور تمثیل کے ہے۔

قال الشارح **ولا يخفى** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال تحذیر کی تعریف میں اتــــق سے مراد اس کا معنی حقیقی ہے یا اس کا معنی مجازی ہے۔ اگر اتــــق سے مراد اس کا معنی حقیقی ہے تو تحذیر کی یہ تعریف جامع نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس وقت یہ تعریف نوع اول کے تمام افراد کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ نوع اول وہ اتــــق مقدر کا معمول نہیں

ہوسکتی۔ اس لیے کہ اتقاء یہ فعل لازمی ہے اور فعل لازمی مفعول بہ کا تقاضہ نہیں کرتا۔ چنانچہ یوں نہیں کہا جاسکتا اتقیت زیدا ۔ اور اگر اتق سے اس کا معنی مجازی ہو تو پھر بھی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف نوع ثانی کے بعض افراد کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ بعض افراد میں بعد کی تقدیر صحیح نہیں ہے مثلا الطریق الطریق اس میں بعد کی تقدیر درست نہیں ہے: کیونکہ مقصود اس سے بچنا ہے نہ کہ اس کو دور کرنا ہے۔ اور اگر معنی حقیقی اور مجازی دونوں ہوں تو جمع بین الحقیقت والمجاز لازم آئے گا جو جائز نہیں۔

جواب متن کی عبارت میں معطوف علیہ محذوف ہے جو کہ بعد ہے اور اصل میں معمول بتقدیر بعد او اتق لہذا تحذیر کی نوع اول کے تمام افراد میں بعد کو مقدر مانا جائے گا۔ اور نوع ثانی کے بعض افراد میں بھی بعد کو مقدر مانا جائے گا۔ جیسے نفسك نفسك ۔ اس لیے کہ نفسك نفسك کا معنی یہ ہے کہ بعد نفسکمما یوذیك کالاسد ونحوہ اور بعض افراد میں لفظ اتق مقدر مانا جائے گا جیسے اتق الطریق الطریق ۔

قیل لفظ الاسد : سے ایک اعتراض نقل کر کے اجیب سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال ایاك والاسد میں الاسد نہ یہ تحذیر کی نوع اول میں داخل ہے اور نہ ہی تحذیر کی نوع ثانی میں داخل ہے۔ نوع اول میں اس لیے داخل نہیں ہے کہ نوع اول میں معمول محذر ہوتا ہے۔ اور یہ محذر نہیں ہے بلکہ محذر منہ ہے اور نوع ثانی میں اس لیے داخل نہیں ہے کہ نوع ثانی میں محذر منہ مکرر ہوتا ہے اور یہ مکرر نہیں ہے۔ حالانکہ محذر ہے۔

جواب یہ تحذیر نہیں بلکہ تحذیر کا تابع ہے اس لیے کہ یہ معطوف ہے تحذیر پر اور توابع تعریف سے خارج ہوتے ہیں۔

قال الشارح **وتقول ایاك** قیاس عقلی کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ محذر منہ کا استعمال آٹھ طریقوں پر ہو۔ اس لیے کہ محذر منہ اسم صریحی ہوگا یا اسم تاویلی۔ بہر تقدیر وہ من کے ساتھ مستعمل ہوگا یا واؤ کے ساتھ دو کو دو کے ساتھ ضرب دینے سے چار احتمال ہوئے اور پھر واؤ اور من مذکور ہوں گے یا محذوف۔ تو چار کو چار سے ضرب دینے سے آٹھ بنتے ہیں۔

(۱) محذر منہ اسم صریحی ہواور اس کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ ہو۔

(۲) محذر منہ اسم تاویلی ہواور اس کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ ہو۔

(۳) محذر منہ اسم صریحی ہواور اس کا استعمال من مذکور کے ساتھ ہو۔

(۴) محذر منہ اسم تاویلی ہواور اس کا استعمال من مذکور کے ساتھ ہو۔

(۵) محذر منہ اسم صریحی ہواور اس کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو۔

(۶) محذر منہ اسم تاویلی ہواور اس کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو۔

(۷) محذر منہ اسم صریحی ہواور اس کا استعمال من محذوف کے ساتھ ہو۔

(۸) محذر منہ اسم تاویلی ہواور اس کا استعمال من محذوف کے ساتھ ہو۔

ان آٹھ صورتوں میں سے تین صورتیں غیر مستعمل ہیں اس لیے کہ محذر منہ کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ جائز نہیں ہے خواہ محذر منہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویلی ہو۔ اور اسی طرح محذر منہ اسم صریحی کا استعمال من محذوف کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر محذر منہ اسم تاویلی ہو تو اس کا استعمال من محذوف کے ساتھ جائز ہے۔ تین صورتیں خارج ہونے کے بعد باقی پانچ صورتیں رہ گئیں۔ اس تفیصل کیطرف مصنفؒ نے اشارہ کیا اور کہا کہ تحذیر کی نوع اول کی دونوں قسموں میں یعنی خواہ محذر منہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویلی ہو جس طرح محذر منہ کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ جائز ہے اسی طرح محذر منہ کا استعمال من مذکور کے ساتھ بھی جائز ہے۔ ایاك من الاسد جائز ہے جس طرح ایاك و الاسد جائز ہے۔ اس طرح ایاك من ان تحذف بھی جائز ہے جس طرح کہ ایاك وان تحذف کہنا بھی جائز ہے اسی طرح ایاك ان تحذف تقدیر من کے ساتھ بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ ان اور انسے حرف جر کو قیاسی طور پر حذف کرنا جائز ہوتا ہے۔ اور ایاك الاسد تقدیر من کے ساتھ یہ جائز نہیں ہے جب محذر منہ اسم صریحی ہو تو اس سے من کا حذف جائز نہیں ہوتا۔

فان قلت: سے ایک سوال نقل کر کے قلنا سے اس ک جواب دینا ہے

سوال ایاك الاسد میں من کو مقدر نہیں مانتے بلکہ ہم واؤ کو مقدر مانتے ہیں ایاك الاسد اصل میں ایاك والاسد تھا اب یہ ترکیب جائز ہو جائے گی۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ واؤ عاطفہ کا حذف صرف شاذ نہیں بلکہ اشذ شذوذا ہے اس لیے کہ حرف جر جب ان اور ان کے ساتھ ہو تو اس کا حذف قیاسی ہوتا ہے اور جب ان اور ان کے غیر میں کے ساتھ ہو تو اس کا حذف خلاف قیاس بطور شذوذ کے کثرت سے ہے اور لیکن عاطف کا حذف ثابت نہیں ہے البتہ نادر ہے تو یہ اشذ شذوذا ہوا۔لہذا یہ کہنا کہ **ایاك الاسد** میں واؤ مقدر ہے یہ درست نہیں ہے۔

﴿بحث مفعول فیه﴾

قال الماتن **هو مافعل فيه فعل مذكور** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مفعول فیہ زمان یا مکان ہے کہ جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو۔

قال الشارح **اى حدث** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول فیہ کی یہ تعریف مفعول فیہ کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لیے کہ کوئی مفعول فیہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس میں فعل کیا گیا ہو۔ کیونکہ فعل امور ثلاثہ پر مشتمل ہوتا ہے۔(۱) حدث (۲) زمان (۳) نسبت الی الفاعل اور زمان یا مکان کے اندر فقط حدث واقع ہوتی ہے۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ تعریف کے اندر فعل سے مراد فعل لغوی یعنی حدث ہے۔

قال الشارح **تضمنا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جب فعل سے مراد حدث ہے تو مفعول فیہ کی یہ تعریف اس مفعول فیہ پر صادق آئے گی جس کا عامل مصدر ہو۔اور جس کا عامل غیر مصدر ہو اس پر یہ تعریف صادق نہیں آئے گی جیسے صمت یوم الجمعة میں یوم الجمعة پر۔حالانکہ یوم الجمعة مفعول فیہ ہے۔

جواب فعل مذکور میں تعمیم ہے خواہ وہ تضمنا ہو یا مطابقۃ ہو۔ جب عامل مصدر ہو تو اس وقت فعل لغوی مطابقۃ ثابت ہوگا اور جب عامل فعل ہو تو اس وقت فعل لغوی تضمنا ثابت ہوگا اور مثال مذکور

میں فعل لغوی کی اگر چہ مطابقۃ ثابت نہیں ہے لیکن تضمنا تو ثابت ہے۔

قال الشارح فی ضمن مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یہ تعریف اس یوم الجمعۃ پر صادق نہیں آتی جو متی صمت کے جواب میں واقع ہو اس لیے کہ اس میں فعل مذکور نہیں ہے نہ مطابقتا اور نہ تضمنا۔

جواب فعل میں تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو اور مثال مذکور میں اگر چہ ملفوظ نہیں ہے لیکن مقدر ہے۔

قال الشارح اوشبهه مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول فیہ کی یہ تعریف اس مفعول پر صادق نہیں آتی جس کا عامل شبہ فعل ہو جس طرح انا صائم یوم الجمعۃ میں واقع ہے اس لیے کہ اس میں فعل مذکور نہیں کیا گیا نہ مطابقتا اور نہ تضمنا۔

جواب فعل لغوی میں تعمیم ہے خواہ وہ فعل اصطلاحی کے ضمن میں ہو یا شبہ فعل کے ضمن میں۔ اور مثال مذکور میں فعل لغوی اگر چہ فعل اصطلاحی کے ضمن میں نہیں ہے لیکن شبہ فعل کے ضمن میں ضرور ہے۔

قال الشارح فقوله مولانا جامیؒ کی غرض فوائد قیود کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول فیہ کی تعریف میں مافعل فیه فعل بمنزل جنس کے ہے جو تمام اسماء زمان اور مکان کو شامل ہے۔ اس لیے کہ کوئی زمان اور مکان ایسا نہیں ہے کہ جس میں فعل نہ کیا گیا ہو خواہ وہ فعل مذکور ہو یا نہ ہو۔ مذکور بمنزل فصل اول کے ہے۔ اس سے وہ زمان اور مکان خارج ہو گیا کہ جس میں وہ فعل کیا گیا ہو جو مذکور نہ ہو۔ جیسے یوم الجمعۃ وغیرہ۔ اس لیے کہ یوم الجمعۃ کے اندر اگر چہ کوئی نہ کوئی فعل ضرور کیا گیا ہے لیکن وہ مذکور نہیں ہے۔

لکن بقی مثل : مولانا جامیؒ کا ایک اعتراض کو نقل کر کے فلو اعتبر سے جواب دینا ہے۔

سوال مفعول بہ کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تعریف شهدت یوم الجمعه میں یوم الجمعۃ پر صادق آتی ہے۔ حالانکہ یہ مفعول فیہ نہیں بلکہ مفعول بہ ہے۔

جواب تعریف کے اندر حیثیت کی قید معتبر ہے یعنی مفعول فیہ وہ اسم ہے کہ جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو اس حیثیت سے کہ اس میں فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اور مثال مذکور میں یوم الجمعة کا ذکر اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس میں فعل مذکور کیا گیا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اس پر فعل مذکور واقع ہوا ہے۔

قال الشارح **ولا یخفی** مولانا جامیؒ کی غرض جواب مذکور پر اعتراض کرنا ہے۔

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اگر تعریف کے اندر حیثیت کی قید معتبر ہو تو پھر مذکور کو ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ مذکور کو ذکر کرنے سے مقصود یوم الجمعه یوم طیب کو خارج کرنا ہے۔ حالانکہ وہ تو حیثیت کی قید سے خارج ہو گیا۔ اس لیے کہ یوم الجمعه یوم طیب اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل مذکور کیا گیا ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اگر یوم طیب محمول ہے۔

الا بزیادته: اس کے جواب کی طرف اشارہ ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ تعریف کے اندر مذکور کا ذکر معرف کی زیادہ وضاحت کرنے کے لیے ہے۔

قال الشارح **بیان لما** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول فیہ کی تعریف مافعل فیه فعل مذکور پر جمعا و منعا تام ہو گئی ہے۔ لہٰذا من زمان او مکان کا ذکر مستدرک ہوا۔

جواب تعریفات کے اندر تمام قیودات احترازی نہیں ہوتیں۔ بلکہ بعض قیودات زیادہ وضاحت کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ لہٰذا من زمان او مکان بھی زیادہ ایضاح کے لیے ہے۔

قال الشارح **و اشارة الی قسمی** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال تعریف کے اندر کلمة او کو ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ کلمة او تشکیک کے لیے ہوتا ہے۔ اور تعریف ایضاح کے لیے ہوتی ہے اور ان دونوں میں منافات ہیں۔

جواب کلمة او تشکیک کے لیے نہیں ہے بلکہ تقسیم کے لیے ہے۔ اس سے مفعول فیہ کی دو

قسموں کہ طرف اشارہ ہے۔

قال الشارح **تمهيدا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اقسام کوذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ اقسام میں سے ہر ایک کے حکم کو بیان کرنے کے لیے ان کا ذکر بطور تمہید کے ہے۔

قال الشارح **هو ای المفعول فيه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مصنف کا قول وشرط نصبه تقدير فی درست نہیں ہے۔ کیونکہ تقدير فی مفعول فیہ کے مفعول فیہ ہونے کی شرط ہے اس کے منصوب ہونے کی شرط نہیں ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔

جواب مصنف کی عبارت مصنف کے مذہب پر مبنی ہے اس لئے کہ مصنف کے نزدیک تقدیر فی یہ مفعول فیہ کے مفعول فیہ ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط ہے۔ مصنف کا مذہب پر مفعول فیہ کی دو قسمیں ہوئیں (۱) وہ مفعول فیہ جس میں فی ملفوظ ہو (۲) وہ مفعول فی جس میں فی مقدر ہو۔ البتہ چونکہ جمہور کے نزدیک مفعول فیہ کی ایک ہی قسم ہے۔ اس لیے ان کے نزدیک یہ شرط مفعول فیہ ہونے کے لیے ہے۔

قال الماتن **وظرف الزمان كلها تقبل** ظروف زمان سارے کے سارے خواہ وہ مبہم ہوں یا محدود تقدير فی کو قبول کرتے ہیں۔ مبہم تو اس لئے کہ زمان مبہم فعل کے مفہوم کا جزء ہے لہذا بلا واسطہ حرف جر کے اس کا منصوب ہونا صحیح ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ج فعل کے جزء کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کیا جائے تو اس کا بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہوتا ہے۔ جیسا کہ مفعول مطلق یہ بھی عل کے مفہوم کا جزء ہے۔ اور علیحدہ مستقل طور پر مذکور ہے۔ لہذا اس کا بلا واسطہ حرف جر کے منصوب ہونا درست ہے۔ اور زمان محدود تقدير فی کو اس لئے قبول کرتا ہے کہ وہ محمول ہے زمان مبہم پر حمل کی وجہ سے یہ ہے کہ وہ دونوں زمانیت میں شریک ہیں زمان مبہم کی مثال جیسے صمت دهرا اور زمان محدود کی مثال جیسے اطرت اليوم۔

ظروف مکان اگر مبہم ہوں تو وہ تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں۔اور اگر ظروف مکان محدود ہوں تو وہ تقدیر فی کو قبول نہیں کرتے۔

قال الشارح **المکان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کان کی ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) اس کا مرجع ظروف ہو۔ (۲) اس کا مرجع المکان ہو۔اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ضمیر کا مرجع ظروف ہو تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی۔اس لیے کہ ضمیر واحد کی ہے اور ظروف جمع ہے۔اور دوسرا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اگر ضمیر کا مرجع المکان ہو تو جملہ خبریہ کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا۔

جواب ضمیر کا مرجع المکان ہے۔باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ اس صورت میں جملہ خبریہ کا بغیر عائد کے ہونا لازم آئے گا اس کا جواب یہ ہے کہ مکان کی طرف ضمیر کو راجع کرنا یہ حقیقت میں ظروف کی طرف ضمیر کو راجع کرنا ہے اس لئے کہ ظروف کی اضافت مکان کی طرف یہ اضافت بیانیہ ہے۔

ای تقدیر فی: سے ذالک کے مشار الیہ کو بیان کر دیا۔

قال الشارح **حملا** سے ظرف مکان مبہم کے تقدیر فی کو قبول کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ظرف مکان مبہم تقدیر فی کو قبول اس لئے کرتا ہے کہ وہ محمول ہے زمان مبہم کو کیوں دونوں وصف ابہام میں شریک ہیں۔جلست خلفک

قال الشارح **اذ الم یلک** سے ظرف مکان محدود کے تقدیر فی کو قبول نہ کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مکان محدود تقدیر کو اس لئے قبول نہیں کرتا کہ اس کو زمان مبہم پر محمول کرنا ممکن نہیں ہے۔اس لئے کہ نہ ذات زمانیت میں شریک ہے اور نہ ہی وصف ابہامیت میں شریک ہے

وفسر المبہم: مبہم کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ کی گئی ہے

قال الشارح **من المکان** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال فسر المبهم من الجهات الستة یہ منقوض ہے الدھر کے ساتھ۔ اس لئے کہ یہ مبہم ہے حالانکہ یہ جہات ستہ میں سے نہیں ہے۔

جواب یہاں مبہم سے مراد مکان مبہم ہے۔ اور الدھر یہ مکان مبہم نہیں ہے بلکہ زمان مبہم ہے لہذا نقض وارد نہیں ہوگا۔

وھی: یہاں سے جہات ستہ کے مصداق کا بیان ہے کہ جات ستہ کا مصداق امام۔ خلف۔ یمین۔ یسار۔ فوق۔ تحت۔ اور جو چیز ان کے معنی میں ہو۔

فان امام : سے جہات ستہ کے مبہم ہونے کی وجہ کا بیان ہے جس کا ہے یہ مبہم اس لئے ہیں کہ مثلا امام زید یہ ہر اس کو شامل ہے کہ جو اس کے چہرے کے مقابل ہو انقطاع ارض تک۔

ولما لم یتناول: تمہید ہے مصنف کے قول وحمل کے لیے اور سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مکان مبہم کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ کی گئی ہے۔ حالانکہ ان کے علاوہ بھی بعض ظروف مکان ایسے ہیں جو تقدیر فی کو قبول کرتے ہیں جیسے عند اور لدای وغیرہ۔

جواب عند اور لدای وغیرہ یہ محمول ہیں مکان مبہم پر اس لیے کہ جس طرح جہات ستہ کے اندر ہوتا ہے ابہام اسی طرح ان کے اندر بھی ابہام ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ مکان مبہم پر محمول ہیں۔

قال الشارح **ولم یذکر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال یہ تقریب تام نہیں ہے اس لیے کہ مدعی تو یہ ہے کہ عند اور لدای اور ان کے مشابھات یہ محمول ہیں۔ مکان مبہم پر اور دلیل حرف عند اور لدای کے حمل پر قائم کی ہے۔ پس دعوای عام اور دلیل خاص ہوئی

جواب مصنف نے عند اور لدای کے مشابھات کو مکان مبہم پر محمول کرنے کی وجہ اس لیے ذکر نہیں کی کہ عند اور لدای کے مشابھات کا حکم بھی یہی ہے۔ جو عند اور لدای کا ہے۔ اور بعض نسخوں میں لا بھامھا ہے [illegible] پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

وکذا : سے حاصل عطف کا بیان کہ لفظ مکان معطوف ہے عند اور لدای پر اور یہ من قبیل عطف المشبہ علی المشبہ بہ ہے۔ یعنی جس طرح عند اور لدای یہ مکان مبہم کا محمول ہیں اس طرح لفظ مکان بھی مکان مبہم پر محمول ہے۔ حمل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا استعمال کثرت کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ جہات ستہ کا استعمال کثرت کے ساتھ ہوتا ہے۔ حمل کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کے اندر ابہام ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ تو معین ہوتا ہے۔ جیسے جلست مکانك۔

وکذا حمل : حاصل عطف کا بیان ہے۔ مابعد دخلت یہ معطوف ہے عند اور لدای پر اور یہ عطف من قبیل عطف المشبہ علی المشبہ بہ ہے یعنی جس طرح عند اور لدای اور ان کے مشابہ یہ مکان مبہم پر محمول ہوتے ہیں اسی طرح دخلت کا مابعد بھی مکان مبہم پر محمول ہوتا ہے۔ حمل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ حمل کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس کے اندر ابہام ہوتا ہے۔

ای علی المذهب الاصح : ترکیب کا بیان ہے۔ کہ الاصح صفت ہے جس کا موصوف المذهب محذوف ہے۔

فانہ ذهب : سے مذہب اصح کے مقابل کا بیان کہ بعض نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہے لیکن اصح یہ ہے کہ یہ مفعول فیہ ہے اس لیے کہ اصل اس کا استعمال حرف جر کے ساتھ ہو لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے حرف جر کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

قال الشارح وهذا محل مولانا جامیؒ کی غرض مذہب اصح پر ایک اعتراض کرنا ہے کہ دخلت کا مابعد مثلاً دخلت الدار میں الدار کو مفعول فیہ بنانا اور مفعول بہ نہ بنانا یہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ فعل کو مفعول فیہ کی طلب اسوقت ہوتی ہے کہ جب اس کا معنی پورا ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مثال مذکور میں دخول کا معنی دار کو ذکر کرنے کے بغیر تام نہیں ہوتا اس کا معنی دار کو ذکر کرنے کے ساتھ تام ہوتا ہے جب دار کو ذکر کرنے کے ساتھ اس کا معنی تام ہو جائے گا۔ تو پھر یہ مفعول فیہ کو طلب کرے گا جیسا کہ دخلت الدار فی البلد الفلان میں ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ الدار یہ مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں ہے۔

قال الشارح **ومما یوید** مولانا جامی کی غرض سے اعتراض مذکور کی تائید اور توثیق ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دخلت الدار میں الدار کو مفعول فیہ بنانا درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ مفعول فیہ کی علامت یہ ہے کہ ہر وہ فعل جو کسی مکان خاص کی طرف منسوب ہو اس مکان میں وقوع کی وجہ سے تو اس فعل کی نسبت ایسے مکان کی طرف بھی کرنی صحیح ہوتی ہے کہ جو اس مکان خاص کو بھی شامل ہو اور اس کے غیر کو بھی مثلاً جب کوئی آدمی کہے ضربت زیدا فی الدار التی ھی جزء من البلد تو جس طرح ضربت زیدا فی الدار کہنا درست ہے اسی طرح ضربت زید فی البلد کہنا بھی درست ہے۔ لیکن دخول کی نسبت دار کی طرف ایسی نہیں ہے کہ اس کی نسبت اس لیے مکان کی طرف بھی کرنی صحیح ہیں کہ جو اس دار کو بھی شامل ہو اور اس دار کے غیر کو بھی شامل ہو۔ مثلاً کوئی آدمی شہر کے ندر مقیم ہو اور وہ کہے کہ دخلت تو اس کا دخلت البلد کہنا درست نہیں ہے اس لئے کہ دخول متحقق ہوتا ہے خروج کے بعد حالانکہ وہ بلد میں موجود نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ دخلت اندار میں الدار مفعول فیہ نہیں ہے بلکہ مفعول بہ ہے۔

وقیل معناہ: مصنف کے قول علی الاصح کی ایک تقریر تو گذر چکی ہے۔ کہ الاصح صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ المذھب ہے۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ الاصح صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے جو کہ الاستعمال ہے۔ تو مصنف کے قول کا معنی یہ ہوگا علی الاستعمال الاصح۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ صحیح ہے جیسے دخلت فی الدار لیکن اصح یہ ہے کہ اس کا استعمال فی کے بغیر ہو۔

ونقل عن سیبویہ: سے اس کی تائید ہے کہ جس کو قیل سے نقل کیا گیا ہے کہ سیبویہ نے کہا ہے کہ دخلت کا استعمال فی کے ساتھ ہے شاذ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دخلت کا استعمال فی کے بغیر اصح اور اکثر ہے۔

قال المصنف **وینصب بعامل** مولانا صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مفعول فیہ عامل مقتدر کے ساتھ بلا شرط تفسیر بھی منصوب ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی آدمی کہے متی سرت تو اس کے جواب میں کہا جائے یوم الجمعہ تو یہ یوم الجمعہ منصوب ہے فعل مقدر کی وجہ سے جو کہ

سرت ہے اوراس فعل متقدر کی کوئی تفسیر بھی نہیں کر رہا ہے اسی طرح مفعول فیہ بشرط تفسیر عامل مقدر کی وجہ سے منصوب بھی ہوتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی کہے متی صمت تو اس کے جواب میں کہا جائے یوم الجمعه صمت فيه۔ اس میں یوم الجمعه منصوب ہے۔ عامل مقدر کی وجہ سے جو کہ صمت ہے۔ جس کی تفسیر بعد والا صمت کر رہا ہے۔

قال الشارح **بلا شريطة التفسير** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال على شريطة التفسير کا عطف عامل مضمر پر صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عطف الشی علی نفسہ ہے حالانکہ معطوف معطوف علیہ کے درمیان مغیرت ہوتی ہے۔

جواب عامل مضمر سے مراد بلا شريطة التفسير ہے۔ اور یہ عطف الشی علی النفسہ کے قبیل سے نہیں ہے۔ باقی اس کے اندر وتفصیل ویسے ہی جیسا کہ مفعول بہ کے اندر تھی ما اضمر عامله کے عنوان سے جس طرح وہاں پر پانچ قسمیں تھی۔ اس طرح یہاں پر بھی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) اختیار رفع (۲) اختیار نصب (۳) وجوب رفع (٤) وجوب نصب (٥) دونوں مساوی۔

﴿بحث مفعول له﴾

قال الماتن **هو ما فعل لاجله** مولانا صاحب کافیہ مفعول لہ کی تعریف کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ مفعول لہ وہ ہے کہ جس کیوجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔

قال الشارح **اى لقصد تحصيله** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول لہ کی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف ضربته تاديبا میں تاديبا پر صادق نہیں آتی کیونکہ لاجله سے متبادر یہ ہے کہ اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو اور تاديبا ایسا نہیں ہے اس لیے کہ اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور نہیں کیا گیا بلکہ اس کے تحصیل کے ارادے سے فعل مذکور کیا گیا ہے۔

جواب لاجله میں تعمیم ہے خواہ اس کی تحصیل کے قصد سے فعل مذکور کیا گیا ہو اس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اب یہ تعریف تاديبا صادق آجائے گی۔

وخرج به سائر: سے لاجلہ کی قید کے فائدہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس قید کے ذریعے مفعول لہ کے علاوہ باقی سب مفاعیل خارج ہو گئے اس لئے کہ ان کی تحصیل کی قصد سے یا ان کے وجود کے سبب سے فعل مذکور نہیں کیا جاتا ہے۔

قال الشارح **ای حدث** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول لہ کی یہ تعریف مفعول لہ کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لیے کہ کوئی بھی مفعول لہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وجود کے سبب سے یا اس کی تحصیل کے قصد سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اس لئے کہ فعل امور ثلثہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۱) حدث (۲) زمان (۳) نسبت۔ اور کوئی بھی ایسا مفعول لہ نہیں ہے کہ جس کے اندر وجود کے سبب سے یا تحصیل کے لئے یہ تینوں امور کیے جاتے ہوں۔

جواب یہاں فعل سے مراد فعل لغوی ہے۔ یعنی حدث

ای ملفوظ: سے مذکور کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ یہاں مذکور کا معنی ملفوظ کے ہے۔

قال الشارح **حقیقتا او حکما** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول لہ کی یہ تعریف جامع نہیں۔ یہ تعریف اس مفعول لہ پر صادق نہیں آتی جس کا فعل مذکور نہ ہو جیسے تادیبا اس شخص کے جواب میں بولا جائے جو کہے لم ضربت زیدا

جواب فعل ملفوظ میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما ہو۔ اور مثال مذکور میں فعل ملفوظ اگرچہ حقیقتا نہیں ہے لیکن حکما ہے۔

فقوله مذکور: مولانا جامیؒ کی غرض مذکور کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔ کہ یہ قید احترازی ہے۔ اس سے اعجبنی التادیب جیسی مثالوں کو خارج کرنا ہے اس لیے کہ تادیب کا فعل ضرب جو کہ تادیب کی تحصیل کے لئے کیا گیا ہے وہ ملفوظ نہیں ہے۔ نہ حقیقتا اور نہ حکما بلکہ وہ متعقل ہے۔

فان قلت: اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ مذکور کی قید کے ذریعے اعجبنی التادیب کی مثل کو خارج کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کا فعل معنی ضرب جو کہ تادیب کی تحصیل کے لئے کہا گیا ہے۔ وہ

فی الجملہ یعنی کسی نہ کسی ترکیب میں مذکور ہے جیسا کہ ضربت زیدا میں ہے۔

قلنا: سے مولانا جامیؒ نے اس کا جواب دیا جس کا حاصل ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ فعل اس اسم کے ساتھ مذکور ہو۔ اس پر سوال ہوا کہ وہ فعل تو اس کیساتھ مذکور ہے۔ جیسے ضربت تادیبا میں ہے۔

جواب مراد یہ ہے کہ فعل اس اسم کے ساتھ اسی ترکیب کے اندر مذکور ہو کہ جس ترکیب کے اندر وہ اسم مذکور ہے۔ اور ضربت یہ اس ترکیب کے اندر نہیں ہے کہ جس ترکیب کے اندر التادیب ہے

قال الشارح **ویرد حینئذ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال **اعجبنی التادیب الذی ضربت لاجلہ** اس میں تادیب کے ساتھ فعل مذکور ہے اور اس ترکیب کے اندر ہے کہ جس ترکیب کے اندر التادیب ہے حالانکہ یہ مفعول لہ نہیں ہے۔

جواب مراد یہ ہے کہ اس فعل کو ذکر کرنا اس لیے ہوتا کہ وہ اسم میں عمل کرے اور مثال مذکور میں فعل کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ تا کہ ہو تادیب میں عمل کرے۔

مثال لما فعل: سے ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے ضربت تادیبا اس مفعول لہ کی مثال ہے کہ جس کی تحصیل کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اور وہ فعل ضرب ہے اس لیے کہ تادیب ضرب کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور اس پر مرتب ہوتی ہے۔

مثال لما: سے ممثل لہ کی تعین کرنا ہے کہ **قعدت عن الحرب جبنا** میں جبنا اس مفعول لہ کی مثال ہے کہ جس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو۔ اور وہ فعل قعود ہے اس لئے کہ قعود بزدلی کے وجود سے پیدا ہوتی ہے۔

والقائل: سے ترکیب کا بیان ہے۔ کہ مصنف کا قول خلافا مفعول مطلق ہے۔ فعل محذوف یخالف کا پھر فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ ہو کر خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ القائل ہے۔

ظاهرا: کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کے خلافا مفعول مطلق ہے۔ نوع کے لیے ہے اس لے کہ خلاف کی دو قسمیں ہیں (۱) ظاہر (۲) خفی۔ اور یہ خلافا نوع اول کے قبیل سے ہے۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ مفعول لہ مستقبل محمول کا

مفعول مطلق میں داخل نہیں ہے۔ وہ زجاج نحوی کے مخالف ہیں۔ اس لئے کہ زجاج کے نزدیک مفعول لہ مستقبل معمول نہیں ہے۔ بلکہ یہ مفعول مطلق ہے جو باعتبار لفظ کے فعل کے مغایر ہے چنانچہ زجاج کے نزدیک ضربته تادیبا کا معنی ہے ادبته بالضرب تادیبا یاضرب تادیب اور قعدت عن الحرب جبنا اس کا معنی ہے جبنتی فی القعود عن الحرب جبنا یا اس کا معنی ہے قعدت قعود جبن۔

قال الشارح **وردقول الزجاج** جواب من جانب الجمہور کہ زجاج ک یہ قول مردود ہے اس لئے کہ اگر ایک نوع کے ساتھ دوسری نوع کی تاویل کرنی صحیح ہو۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلی نوع دوسری نوع کی حقیقت میں داخل ہو کر اس کا عین بن جائے۔ جس طرح کہ حال کو تاویل کے ذریعے ظرف اور مفعول فیہ بنا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ مثلا جاء زید راکبا کی تاویل کر کے جاء زید وقت الرکوب کے معنی میں کر سکتے ہیں لیکن اس تاویل کے صحیح ہو جانے سے حال اپنی حقیقت سے نہیں نکلتا اسی طرح مفعول لہ بھی اپنی حقیقت سے نہیں نکلتا

ای شرط انتصابه: سے اس بات کی طرا اشارہ کیا کہ نصب مصدر مجہول ہے۔

لا شرط کونهٗ: شرط نصبه کی قید کے قاعدہ کا بیان کہ نصبہ کا لفظ اس پر دال ہے کہ صاحب کافیہ نے یہاں پر بھی جمہور کے ساتھ ٹکر لی ہے کہ مفعول لہ کی دو قسمیں ہے۔ (۱) جس میں لام ملفوظ ہو (۲) جس میں لام مقدر ہو۔ اور جمہور کے ہاں مفعول لہ ایک ہی قسم ہے کہ جس میں لام مقدر ہو اگر لام ملفوظ ہو تو وہ مفعول بہ بالواسطہ ہے بخلاف صاحب کافیہ کے کہ ان کے نزدیک ہر دونوں قسمیں مفعول لہ کی ہیں کیونکہ مفعول لہ کی تعریف دونوں قسموں میں سے ہر ایک پر صادق آتی ہے کیونکہ جیسے منصوب بتقدیر لام فعل مذکور کی علت ہوتا ہے ایسے ہی مجرور باللام بھی فعل مذکور کی علت ہوتا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں اگر صاحب کافیہ جمہور کی مخالفت نہ کرتے تو شرطہ کہتے۔ شرط نصبہ نہ فرماتے۔

لانهـا: سے شرط مذکور کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شرط مذکور اس لئے لگائی کہ اگر

لام مقدر نہ ہو بلکہ ظاہر ہو تو مفعول لہ منصوب نہ ہوگا۔ مجرور ہوگا۔

قال الشارح **وخص اللام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مفعول لہ جس طرح لام کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح من اور باء اور فی کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔من کی مثال خاشعا متصدعا من خشية الله باء کی مثال فبظلم من الذين اور فی کی مثال جیسے ان امراءۃ دخلت النار فی هرة ای لاجلها جب مفعول لہ ب۔ اور من۔ اور فی۔ کے ساتھ بھی ہوتا ہے تو مصنف نے تقدیر لام کو خاص طو پر ذکر کیوں نہیں کیا۔

جواب مصنف نے لام کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ افعال کی تعلیلات میں اکثر یہی استعمال ہوتا ہے۔

قال الشارح **ولما كان تقدير اللام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال صاحب کافیہ اختصار کے درپے تھے اور اختصار اس میں تھا کہ یوں فرماتے وانما یجوز جس میں ضمیر فاعل کا مرجع تقدیر اللام ہو جاتا حذفها فاعل اسم ظاہر کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی لہذا حذفها کا ذکر طول بلا طائل ہے۔

جواب تقدیر کا معنی دو چیزوں کے مجموعہ سے مرکب ہے

(۱) حذف الشي عن اللفظ (۲) ابقائوه فی النيت والاراده ان جزئین میں سے دوسری جزء اپنے اصل پر ہونے کی وجہ سے کسی شرط کی طرف محتاج نہیں اور جزء اول خلاف اصل ہونے کی وجہ سے شرط کی طرف محتاج ہے۔ خلاف اصل اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ شي لفظوں میں باقی رہے لہذا جزء اول خلاف اصل ہونے کی وجہ سے محتاج الی الشرط ہے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر صاحب کافیہ صرف انما یجوز کہتے اور ضمیر کے تقدیر اللام کی طرف لوٹنے پر اکتفاء فرماتے تو اس سے یہ بات واضح آتی کہ تقدیر بتمامہ یعنی اپنے دونوں جزؤں کے اعتبار سے محتاج الی الشرط ہے حالانکہ یہ بات واقع کے خلاف ہے تو خلاف واقع کے ایہام سے احتراز کے لیے صاحب کافیہ نے صرف انما یجوز پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ انما یجوز حذفها کہا تا کہ

احتراز : سے فعل کے قید کے فائدے کو بیان کر دیا ہے کہ فعل سے مراد اثر ہے یہ قید احترازی ہے اس لے احتراز ہے اس مفعول لہ سے جو فعل یعنی اثر نہ ہو بلکہ عین ہو جیسے جئتك للسمن لفاعل الفعل المعلل به : یہ قید احترازی ہے اس مفعول لہ سے جو فعل معلل بہ کے فاعل کے غیر کا اثر ہو جیسے جئتك لمحبتك ایای اس لئے کہ جئت فعل معلل بہ کا فاعل متکلم ہے اور مفعول لہ کا فاعل مخاطب ہے۔ یہاں کچھ لکھنا ہے

﴿بحث الحال﴾

قال الماتن **وما يبين هياء ة الفاعل** صاحب کافیہ منصوبات میں سے چھٹے قسم حال کی بحث کو بیان کر رہے ہیں۔ حال کی تعریف کا حاصل یہ ہے حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے خواہ وہ فاعل اور مفعول بہ لفظی ہوں یا معنوی ہوں۔

قال الشارح **لمافرغ من المفاعيل** سے طلباء کرام کو شوق دلاتا ہے اس لیے کہ بحث جدید کے شروع کرنے کے ساتھ انسان خوش ہو جاتا ہے

قال الشارح **اى من حيث** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال حال کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لیے کہ یہ تعریف فاعل اور مفعول بہ کی صفت مثلاً جاء نی زید العاقل اور رائیت زیدا العاقل میں العاقل پر صادق آتی ہے اس لیے کہ یہ بھی فاعل کی ہیئت اور مفعول کی ہیئت بیان کر رہی ہیں حالانکہ وہ حال نہیں۔

جواب تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہے۔ یعنی حال وہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی ہیئت کو بیان کرے اس حیثیت سے کہ وہ فاعل اور مفعول بہ ہوں۔ اور مثال مذکور میں اگرچہ فاعل اور مفعول کی صفت فاعل اور مفعول کی ہیئت پر دلالت کر رہی ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں ہے کہ وہ فاعل اور مفعول بہ ہے۔ بلکہ مطلق دلالت کرتی ہے لہذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوئی۔

قال الشارح **كما هو الظاهر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال متن میں تو ہیئت مطلقا ہیں پھر تم نے حیثیت کی قید کہاں سے نکال لی ہے

جواب حیثیت کی قید ظاہر ہے۔ وجہ ظہور یہ ہے کہ یہ مقام مقام تعریف ہے اور تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہوتی ہے۔ باقی اس کو ذکر نہیں کیا۔ ماسبق پر اکتفاء کرتے ہوئے

قال الشارح فبذکر الھیاء ۃ سے فوائد قیود کا بیان ہے۔ تعریف میں ہیئت کی قید کے ساتھ وہ چیز خارج ہوگئی کہ جو ہیئت کو بیان نہ کرے بلکہ ذات کو بیان کرے جیسا کہ تمیز ہے۔ ہیئت کی فاعل یا مفعول کی طرف وضاحت سے وہ چیز خارج ہوگئی جو فاعل یا مفعول بہ کے غیر کی ہیئت کو بیان کرے۔ جیسا کہ مبتداء کی صفت جیسے زید العاقل اور حیثیت کی قید سے فاعل اور مفعول بہ کی فصت خارج ہوگئی اس لیے کہ وہ اگرچہ فاعل اور مفعول بہ کی ہیئت پر دلالت کرتی ہے۔

فائدہ حال اور تمیز میں امور خمسہ کے اعتبار سے اشتراک ہے اور وہ امور خمسہ یہ ہیں۔

(۱) اسمان (۲) نکرتان (۳) فضلتان (٤) منصوبتان (۵) رافعتان للابھام

اور امور سبعہ کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے

(۱) حال جملہ، ظرف، مجرور تینوں طرح واقع ہوتا ہے بخلاف تمیز کے کہ وہ فقط اسم ہوتی ہے

(۲) حال پر کبھی معنی کلام محذوف ہوتا ہے بخلاف تمیز کے

(۳) حال ہیئات کے لیے مبین ہوتا ہے اور تمیز ذوات کے لئے مبین ہوتی ہے۔

(۴) حال کبھی متعدد اور تمیز متعدد نہیں ہوتی

(۵) حال اپنے فعل متصرف پر مقدم ہوتا ہے بخلاف تمیز کے کہ مذہب اصح پر مطلق اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوتی

(۶) حال میں اصل مشتق ہونا ہے بخلاف تمیز کے اس میں اصل جامد ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کا عکس بھی ہو جاتا ہے

(۷) حال اپنے عامل کے مضمون کے لیے موکد بھی ہوتا ہے بخلاف تمیز کے

قال الشارح وھذا الترديد على مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال صاحب کافیہ نے جو حال کی تعریف کی ہے اس میں لفظ او کے استعمال سے معلوم ہوتا

ہے کہ حال وہ ہے جو مفعول کی ہیئت کے لیے مبین ہو اس سے وہ حال خارج ہو جاتا ہے جو فاعل اور مفعول دونوں کی ہیئت کے لیے مبین ہو جیسے ضربت زیدا راکبین میں راکبین دونوں کی ہیئت کے لیے مبین ہے۔

جواب بھائی یہ متن کی عبارت قضیہ منفصلہ مانعتہ الخلو پر مشتمل ہے یہ منفصلہ مانع الجمع نہیں ہے تا کہ اعتراض تمہارا وارد ہو سکے۔

قال الشارح **ای لفظیا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال کان کی خبر کا اس کے اسم پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں۔

جواب یہاں پر یاء نسبت کی محذوف ہے ای لفظیا اب حمل صحیح ہو جائے گا۔

قال الشارح **بان تکون** باء تصویر برائے تعیین مراد کہ لفظا او معنی سے مراد یہ نہیں کہ فاعل اور مفعول بہ مقدر ہو بلکہ فاعل اور مفعول کے لفظ ہونے سے مراد یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت نفس لفظ اور منطوق کلام سے سمجھ میں آئے کسی ایسے معنی کا اعتبار اور لحاظ کرنے کی ضرورت نہ ہو جو مفہوم کلام سے سمجھ میں آتا ہو اور نفس لفظ اور منطوق کلام سے خارج ہو اور فاعل کے معنوی اور مفعول کے معنوی ہونے سے مراد یہ ہے کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت نفس لفظ اور منطوق کلام سے سمجھ میں نہ آئے بلکہ مفہوم کلام سے سمجھ میں آئے۔

قال الشارح **والمراد بالفاعل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال حال کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ حال خارج ہو جاتا ہے جو مفعول معہ کی ہیئت کے لیے مبین ہو یا مفعول مطلق یا مضاف الیہ کی ہیئت کے لیے مبین ہو اس قدر افراد کا تعریف سے خارج ہو جانا انتہائی بعید از قیاس بات ہے۔

جواب بھائی صاحب فاعل اور مفعول بہ میں تعمیم ہے خواہ فاعل حقیقت ہو یا حکما خواہ مفعول حقیقت ہو یا حکما۔ اب ہم یہ کہتے کہ وہ حال جو مفعول معہ کی ہیئت کے لیے مبین ہو وہ فاعل حکمی یا مفعول حکمی سے حال واقع ہوتا ہے کیونکہ اگر مفعول معہ فاعل کے ساتھ فعل کے صدور میں

شریک ہوتو وہ مفعول معہ حکماً فاعل ہوا ہے اور اگر مفعول مع مفعول بہ کے ساتھ وقوع فعل میں شریک ہوتو ایسا مفعول معہ حکماً مفعول بہ ہوتا ہے اور اسی طرح مفعول مطلق سے واقع ہونے والا حال بھی درحقیقت مفعول بہ سے حال واقع ہوتا ہے کیونکہ مفعول مطلق مفعول بہ کے حکم میں ہے۔

اور اسی طرح جو حال مضاف الیہ سے واقع ہوتو اس صورۃ میں مضاف حال سے خالی نہیں ایسا فاعل یا مفعول ہوگا جس کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنے صحیح ہوگا جیسے بل نتبع ملت ابراھیم حنیفا اس آیت میں مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو اس کے قائم مقام صحیح ہے چنانچہ بل نتبع ملت ابراھیم کہنا بھی صحیح ہے لہذا جب مضاف الیہ قائم مقام مفعول کے ہوا تو مضاف الیہ سے حال واقع ہونا والا درحقیقت مفعول بہ سے حال واقع ہوا نہ کہ مضاف الیہ سے اور اگر مضاف ایسا فاعل یا مفعول نہ ہو جس کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کرنا صحیح ہو تو پھر ایسی صورت میں لامحالہ یقینی طور پر مضاف مضاف الیہ کی جز ہوگا اور مضاف الیہ کل ہو گا جیسا کہ ان دابر ھولاء مقطوع مصبحین اس آیت میں مصبحین ھولاء سے حال واقع ہے جو ھولاء ترکیب میں مضاف الیہ اور دابر مضاف ہے جو کہ مضاف الیہ ھولاء کی جز ہے کیونکہ دابر الشیئی اصل الشیئی کو کہا جاتا ہے اور اصل الشیئی شئی کی جزء ہوتی ہے لہذا ھولاء مضاف الیہ واقع شدہ حال درحقیقت دابر مضاف سے حال ہے باقی رہا یہ

سوال کہ دابر آیت کریمہ میں نہ تو فاعل اور نہ ہی مفعول

جواب مقطوع میں نائب فاعل جو ضمیر مستتر ہے اس کا مرجع دابر ہے اور چونکہ راجع اور مرجع میں اتحاد ہوتا ہے لہذا جب راجع نائب فاعل ہوا تو مرجع جو کہ دابر ہے یہ بھی نائب فاعل ہوا اور نائب فاعل حکمی ہوتا ہے

قال الشارح **ولو فری:** مولانا جامیؒ صاحب کافیہ کے دوسرے نسخہ کو نقل کر کے تبصرہ پیش کیا ہے ان دو نسخوں میں سے پہلا نسخہ یہ ہے کہ حال کی تعریف میں تبین باب تفعل سے فعل ماضی معلوم کا صیغہ ہے اور دوسرا نسخہ یہ ہے کہ باب تفعیل سے فعل مضارع مجہول کا صیغہ تبین ہے۔

تبصرہ کا حاصل یہ ہے کہ ان دونسخوں کے مطابق (بہ) جار مجرور کا متعلق تبین ہے پہلے نسخہ کے مطابق حاصل معنی یہ ہوگا کہ حال ایسی چیز کا نام ہے جس کے ذریعہ فاعل یہ مفعول کی ہیئت واضح ہو جائے۔

اور دوسرے نسخہ کے مطابق حاصل معنی یہ ہوگا کہ حال ایسی چیز کا نام جس کے ذریعہ فاعل یا مفعول کی ہیئت کو بیان کیا جائے ان دونوں نسخوں کے مطابق (بہ) المفعول کا صغیہ نہیں بلکہ تبین یا تبین کے ساتھ متعلق ہے۔ اس صورت میں مفعول میں تعیم ہو جائے گی خواہ وہ مفعول بہ ہو یا مفعول معہ ہو یا مفعول مطلق ہو۔ اس سے یہ فائدہ ہوا مفعول معہ اور مفعول مطلق سے واقف ہونے والا حال بغیر فاعل یا مفعول بہ میں تعیم کرنے کے حال کی تعریف میں داخل رہا البتہ صرف مضاف الیہ سے واقف ہونے والا حال کو داخل کرنے کے لیے فاعل اور مفعول میں حقیقی اور حکمی کی طرف تعیم کرنے کی ضرورت ہوگی

مثل ضربت زیدا قائما: ماقبل میں یہ گزرا کہ لفظی میں تعیم ہے خواہ وہ حقیقت ملفوظ ہو یا حکما ملفوظ ہو اور ضربت زیدا قائما حقیقتا ملفوظ کی مثال ہے اس لیے کہ تاء متکلم کی فاعلیت اور زید کی مفعولیت اور لفظ کلام اور منطوق کلام کے اعتبار سے ہے۔ کسی خارجی معنی کا اعتبار کرنیکی ضرورت نہیں۔ پس دونوں حقیقتا ملفوظ ہیں اور زید فی الدار قائما یہ ملفوظ حکمی کی مثال ہے اس لیے کہ وہ ضمیر جو ظرف کے اندر مستتر ہے اس کی فاعلیت منطوق کلام اور لفظ کلام کے اعتبار سے ہے کسی خارجی معنی کا اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور ھذا زید قائما: یہ معنوی کی مثال ہے

سوال ھذا زید قائما میں ھذا مبتداء ہے زید خبر ہے اور زید کی مفعولیت اشارہ اور تنبیہ کے اعتبار سے جو کہ لفظ ھذا سے مفہوم ہوتے ہیں اس لیے کہ زید کی مفعولیت لفظ کلام اور منطوق کلام کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مع الاشارہ اور تنبیہ کے اعتبار سے ہے جو کہ لفظ ھذا سے مفہوم ہوتے ہیں اس لیے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اشیر زیدا یا انبہ زیدا پس اشیر اور انبہ کلام کے اندر مقدر

ہوئے جب معاملہ اسی طرح ہے تو زید کی مفعولیت معنوی ہوئی اس لیے کہ اسکی مفعولیت لفظ ھذا سے مفہوم ہورہی ہے۔ جوکہ منطوق کلام ہے لہذا مصنف کا یہ کہنا کہ زید کی مفعولیت لفظ کلام اور منطوق کلام سے نہیں

جواب ولا شک: سے مولانا جامی نے جواب دیا کہ متکلم کا قصد اشارہ اور تنبیہ مطلقا ہے نہ کہ وہ اشارہ اور تنبیہ جوکہ متکلم کی طرف منسوب ہے حتی کہ نظم کلام کے اندر اشیر یا انبہ مقدر مانا جائے اور زید کو اس کا مفعول مانا جائے۔ بلکہ اشیر اور انبہ کی لفظی کلام سے خارج سے اور فحوی کلام سے مفہوم ہوتے ہیں۔

قال الشارح **المعتبر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جب اشیر اور انبہ منطوق کلام سے خارج ہے پھر ان کے اعتبار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب ان کا اعتبار اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ قائم مقام کا حال واقع ہونا صحیح ہوجائے

قال الماتن **وعاملها الفعل او شبهه** صاحب کافیہ عامل حال کے مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حال کہ عامل فعل یا شبہ فعل ہوگا یا معنی فعل ہوگا پھر فعل میں تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ملفوظ کی مثال ضربت زیدا قائما اور مقدر کی مثال زیدفی الدار قائما

قال الشارح **ان كان الظرف مقدر بالفعل** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا۔

سوال ظرف کبھی اسم فاعل کے متعلق بھی ہوتا ہے تو پھر زیدفی الدار قائما کو عل مقدر کی مثال میں پیش کرنا یہ کیسے درست ہوا۔

جواب زیدفی الدار قائما یہ فعل مقدر کی مثال اس وقت ہے کہ جب ظرف مقدر بالفعل ہو۔

قال الشارح **وهو** مولانا جامیؒ کی غرض شبہ فعل کی تعریف کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شبہ فعل وہ ہے جو فعل والا عمل کرے اور وہ فعل کی ترکیب سے ہو مثلا زید ذاهب راكبا اور زیدفی الدار قائما

قال الشارح **ان كان الظرف مقدر باسم الفاعل** سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ظرف کبھی فعل کے متعلق بھی ہوتی ہے لہذا زیدفی الدار قاعدا کو شبہ فعل کی مثال میں

پیش کرنا کیسے درست ہوا۔

جواب یہ اسم فاعل مقدر کی مثال اس وقت ہے جب ظرف مقدر باسم الفاعل ہو۔

قال الشارح او معناه المستنبط مولانا جامیؒ کی غرض معنی فعل کی تعریف کرنا ہے۔ معنی فعل وہ ہے جو فحوی کلام سے مستنبط ہو اس کی تصریح یا تقدیر کے بغیر جیسے اشارہ اور تنبیہ اور نداء اور تمنی اور ترجی اور اشارہ اور تشبیہ۔ اشارہ اور تنبیہ کی مثال هذا زيد قائما اور نداء کی مثال يازيد قائما یعنی ادعوا زيدا قائما تمنی کی مثال ليتك عندنامقيما یعنی تمنيتك مقيما اور ترجی کی مثال لعله في الدار قائما اس کا معنی ہے ترجيته اور تشبیہ کی مثال كانه اسد صائلا جس کا معنی ہے اشبهه اسدا صائلا

قال الماتن وشرطها ان تكون نكرة شرائط حال کا بیان۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کی شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو

لان النكرة: اشتراط نکارۃ کی علت کا بیان اس لیے کہ کلام میں اصل تنکیر اور غرض جو کہ معنی حدثی منسوب الی ذی الحال کو مقید کرنا ہے اور وہ نکرہ کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے تو پس تعریف امر زاید علی الغرض ہے۔

وان يكون : حاصل عطف کا بیان کہ صاحبها یہ معطوف ہے یکون کی ضمیر مستتر یعنی حال کی شرط یہ ہے کہ اس کا ذوالحال معرفہ ہو اس لیے کہ ذوالحال معنی میں محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔

قال الشارح اي ليس اشتراطها مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال شرط اور غلبہ میں منافات ہے اس لیے کہ شرط کا اقتضاء یہ ہے ذوالحال ہمیشہ معرفہ ہو اور غلبے کا اقتضاء یہ ہے کہ ذوالحال ہمیشہ معرفہ نہ ہو بلکہ کثر معرفہ ہو اور کبھی نکرہ بھی ہو جائے پس یہ دونوں شئی واحد یعنی ذوالحال کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتے ہیں۔

جواب شرط اور غلبہ شیئ واحد کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ شرط متوجہ ہے ذوالحال کی طرف اور غلبہ

متوجہ ہے شرط کی طرف جیسا کہ شرط الصلواۃ الوضوء غالبا اس میں شرط متوجہ ہے صلوۃ کی طرف اور غالبا متوجہ شرط کی طرف اس لیے کہ تیمم بھی صلوۃ کی شرط ہے لیکن وہ اقل ہے اکثر وضو ہے اس طرح یہاں پر بھی شرط متوجہ ہے ذوالحال کی تعریف کی طرف۔

قال الشارح **وبیان ذالك** مولانا جامیؒ نے تفصیلی جواب کو پیش کیا ہے اس شرط کا بیان یہ ہے کہ حال کے وقوع کے مواد دو قسم پر ہیں (۱) قلیل المواد (۲) غالب المواد اور وہ مواد جن میں حال کا وقوع اقل ہے وہ پانچ ہیں۔

(۱) جس میں ذوالحال نکرہ موصوفہ ہو تو توصیف کی وجہ سے نکرہ میں تخصص آ جائے گی لہذا اس اس کا ذوالحال بننا صحیح ہو جائے گا جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا اس میں رجل نکرہ ہے لیکن من بنی تمیم کی وجہ سے اس میں تخصیص آ گئی ہے۔

(۲) اومغینۃ : ذوالحال نکرہ استغراق کی وجہ سے تخصیص سے مستغنی ہو جیسے کہ معرفہ تخصیص سے مستغنی ہوتا ہے۔ جیسے فیها یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا جب امرا کو کل امر سے حال بنایا جائے تو کل امر اگرچہ نکرہ ہے لیکن یہ اپنے ہر ہر رد کو محیط ہے۔ لہذا یہ معرفہ کے حکم میں ہو گیا اور تخصیص کی ضرورت نہ رہی باقی ان جعلت امرا حالا کہنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ بعض کہتے ہیں کہ امرا حال ہے حکیم کی ضمیر مستتر سے جب حکیم کی ضمیر مستتر سے حال ہو تو، ہماری بحث سے خارج ہو جائے گا کیونکہ ہماری بحث نکارت ذوالحال میں ہو رہی ہے اور اگر اس کو حکیم کی ضمیر مستتر سے حال بنایا جائے تو یہ نکرہ نہیں رہے گا بلکہ معرفہ بن جائے گا۔ اس لیے کہ ضمائر معرفہ ہوتی ہے۔

(۳) نکرہ استفہام کے بعد واقع ہو جیسے هل اتاك رجل راکبا اس میں راکبا رجل نکرہ سے حال ہے جو کہ استفہام کے بعد واقع ہے

(۴) نکرہ الا کے بعد واقع ہے نفی کو توڑنے کے لیے جیسے ماجاء نی رجل الا راکبا اس میں راکبا یہ رجل سے حال واقع ہے۔

(۵) حال نکرہ پر مقدم ہو جائے جیسے جاء نی راکبا رجل چونکہ ان تمام صورتوں میں نکرہ کے اندر تخصیص آ جاتی ہے لہذا اس کا ذوالحال واقع ہونا صحیح ہے۔

دوسری قسم وہ مواد جن میں حال کا واقع ہونا اکثر ہے وہ مذکور پانچ کے علاوہ ہیں۔ اس قسم میں حال واقع ہونے کی شرط نہیں ہے۔ یہی ہے کہ ذوالحال معرفہ ہو پس مصنف کا قول غالبا یہ اشتراط کون صاحبها معرفة کی قید ہے۔ یعنی ذوالحال کے معرفہ ہونے کی شرط اکثر مواد میں ہے مصنف کا قول غالبا یہ ذوالحال کے معرفہ ہونیکی قید نہیں ہے اگر یہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کی قید ہو تو پھر وہی اعتراض وارد ہو گا کہ مصنف کہ کلام میں تعارض ہے اس لیے کہ شرط کا اقتضاء ذوالحال کا ہمیشہ معرفہ ہونا اور غالبا کا تقاضا ذوالحال کا اکثر معرفہ ہونا نہ کہ ہمیشہ۔

قال الماتن وارسلها العراك صاحب کافیہ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کا یہ کہنا کہ حال کی شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو یہ منقوض ہے ارسلها العراك و مررت به وحده کے ساتھ اس لیے کہ العراك معرفہ ہے اور وحدہ بھی معرفہ ہے حالانکہ یہ حال واقع ہیں

جواب یہ حال مؤول بتاویل نکرہ ہیں۔

ولم یذدها ولم یشفق علی نغص الدخال: پورا شعر نقل کیا ہے کہ حمار وحشی نر نے اپنی مادیوں کو حالت ازدحام یعنی اکٹھے چھوڑ دیا اور ان کو جمع ہونے سے نہ روکا اور اس بات کا خوف نہ کیا کہ ازدحام کیوجہ سے سیراب نہیں ہو سکیں گے۔

البیت للبید: شاعر کی تعیین کا بیان کہ یہ بیت لبید شاعر کا ہے لبید شاعر نے ایک دن پہاڑ کے اوپر سے حمار وحشی نر اور اس کی مادیوں کو دیکھا کہ حمار وحشی نر نے اپنی مادیوں کو پانی پینے کے لیے چھوڑ دیا اور خود ایک طرف کھڑے ہو کر ان کی نگرانی کرنے لگا تا کہ کوئی ان کا شکار نہ کرے یہ دیکھ کر لبید شاعر نے یہ شعر کہا کہ جس کے اندر وہ حمار وحشی نر اور اس کی مادیوں کی تعریف اور توصیف کر رہا ہے۔

قال الشارح کان المراد مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ارسال بمعنی فرستادن ذوی العقول کی صفت ہے لہذا احمار وحشی اوراتن کے متعلق لفظ ارسال کا استعمال صحیح نہیں ہے

جواب بھائی ارسال کا معنی حقیقی مرادنہیں۔ بلکہ ارسال سے مراد برانگیختہ کرنا ہےاورمرسل اور مرسل الیہ کے درمیان تخلیہ کرنا ہے۔

معترکة: سےاس بات کی طرف اشارہ کیا کہ العراک معنی میں معترک کے ہےاورمتزاحمة تفسیر ہےمعترکة کی۔

لم یمنعھا: سےلم یزدھا کےمعنی کو بیان کرنا ہے

لم یخف: سے لم یشفق کےمعنی کو بیان کرنا ہے۔کہ یہ لم یخف کے معنی میں ہے۔اس لیے کہ اشفاق کےدو معنی ہیں(۱) مہربانی کرنا(۲) ڈرنا۔ مولانا جامیؒ نے لم یخف سے معنی ثانی کو متعین کردیا۔

نغز: کا معنی ہوتا پوری طرح سیراب نہ ہونا۔

دخال: کا معنی ہوتا ہے کہ ایک اونٹ پانی پیے پھروہ اپنی جگہ سے ہٹ کر حوض کی طرف لوٹ جائے۔اوردو پیاسےاونٹوں کے درمیان داخل ہو جائے۔جو پانی پی رہے ہیں تا کہ وہ اس حوض سےقریب سے وہ پانی

قال الشارح لعل المراد مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال دخال کا لفظ اپنے حقیقی معنی کے اعتبار سے اونٹ کے ساتھ مختص ہےاوراتن کے لیے استعمال صحیح نہیں

جواب بھائی دخال کا معنی حقیقی مرادنہیں بلکہ نفس مداخلت بعض کی بعض میں ہے۔

اوالمعنی: دوسرے جواب کا بیان کہ دخال کا معنی تو حقیقی مراد ہےلیکن دخال سے پہلے مضاف محذوف ہے۔اصل میں عبارت یوں تھی۔ولم یشفق علی نغص مثل نغص الدخال

ونحوہ: یعنی مذکور دو مثالوں کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں کہ جن کے اندر حال نکرہ نہیں بلکہ معرفہ

ہے۔جیسے فعلت جھدک۔

بالنکرۃ: متاول کے صلہ کا بیان ہے۔

فلا یرد: صورۃ سوال کی طرف اشارہ ہے۔

قال الشارح **تاویلها** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال بیان صورۃ تاویل علی سبیل التفصیل: کہ تاویل کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: یہ مصادر مذکورہ معرفہ ہیں لیکن حال نہیں بلکہ فعل محذوف کے لیے مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہیں اور وہ فعل محذوف اپنے فاعل مفعول مطلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال واقع ہورہا ہے اور یہ بات ظاہر کہ جملہ من حیث ھی جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

خلاصہ جواب۔ جو حال ہیں وہ معرفہ نہیں وہ نکرہ ہیں اور جو معرفہ ہیں وہ حال نہیں بلکہ مفعول مطلق ہیں۔

دوسری صورت: ہم اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ مصادر حال ہیں لیکن اس بات کو قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حقیقت معرفہ ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ صورۃ اور لباس معرفہ میں ہیں اور حقیقت میں نکرہ ہیں جیسا کہ حسن الوجہ لباس معرفہ ہیں اور حقیقت نکرہ ہیں۔

قال الماتن **فان كان صاحبها نكرة** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے۔اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہے۔

ای صاحب الحال: سے ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے کہ اس ضمیر کا مرجع حال ہے۔

قال الشارح **محضة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا میں ذوالحال نکرہ ہے حالانکہ حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب نہیں ہے۔

جواب یہاں نکرہ سے مراد نکرہ محضہ ہے جس میں تخصیص کا کوئی شائبہ نہ ہو اور مثال مذکور میں نکرہ مخصصہ ہے۔

قال الشارح **لم تكن فیھا شائبۃ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ذوالحال نکرہ محضہ تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حال کی تقدیم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جانے کی وجہ نکرہ مخصصہ بن جائے گا۔

جواب بھائی نکرہ محضہ سے مراد یہ ہے کہ تقدیم کی سوا کوئی وجہ تخصیص موجود نہ ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نکرہ محضہ سے مراد محضہ اضافیہ ہے۔

قال الشارح **ولم تکن الحال مشترکۃ** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جاءنی رجل زید راکبین میں ذوالحال نکرہ ہے لیکن اس کے باوجود تقدیم حال نہیں ہے

جواب مثال مذکور میں حال مشترک ہے ذوالحال نکرہ اور معرفہ کے درمیان اور تقدیم تب واجب ہوتی ہے جب حال مشترک نہ ہو۔

ای تقدیم الحال: بیان مرجع ضمیر

علی صاحبھا: تقدیم کے صلہ کا بیان

لیتخصص النکرۃ: علت وجوب تقدیم کا بیان

لانھا فی المعنی: علت وجوب تخصیص کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ذوالحال بمنزلہ مبتداء کے ہے اور حال بمنزلہ خبر کے ہے اور مبتداء کے لیے معرفہ ہونا یا کم از کم نکرہ مخصصہ ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ذوالحال کے لیے بھی ضروری ہے۔

ولئلا یلتبس: حال کے تقدیم وجوبی کی علت ثانیہ کا بیان کہ اگر حال کو مقدم نہ کیا جائے تو بعض صورتوں میں یعنی حالت نصب میں حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم آتا ہے جس طرح رئیت رجلا راکبا اب اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ راکبا یہ رجلا سے حال ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ راکبا یہ رجلا کی صفت ہو لہذا حال ہونے کی صورت میں اس کی تقدیم واجب ہے۔ پس اس تقدیم کی وجہ سے معلوم ہو جائے گا کہ راکبا یہ رجلا سے حال ہے اس لیے کہ صفت کی تقدیم موصوف پر ممتنع ہوتی ہے۔

قال الشارح ثم قدمت مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال علت ثانیہ کے مطابق تو التباس فقط حالت نصب میں لازم آتا ہے۔ حالت جر اور حالت رفع میں التباس لازم نہیں آتا۔ اس لیے کہ مرفوع کی صفت مرفوع ہوتی ہے اور مجرور کی صفت مجرور ہوتی ہے۔ جب کہ حال ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ لہذا حالت رفع اور جر میں حال کی تقدیم واجب نہیں ہونی چاہیے۔

جواب اگرچہ حالت نصب کے غیر میں التباس لازم نہیں آتا۔ لیکن طرداللباب حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہوگی۔

قال الماتن ولا تتقدم على العامل المعنوى صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا۔

ای الحال: سے ضمیر کے مرجع کو بیان کیا ہے۔ کہ اس کا مرجع حال ہے۔

قال الشارح فیما عدا مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال آپ کا یہ قاعدہ زید قائما کعمرو قاعدا میں منقوض ہے۔ اس لئے کہ اس مثال میں قائما یہ زید سے حال ہے اور یہ عامل معنوی سے مقدم ہے۔ اس لیے کہ اس کے اندر عامل معنوی تشبیہ ہے۔ جو کاف مشبہ سے مفہوم ہوتا ہے۔

جواب یہاں عامل معنوی پر حال کی تقدیم ایک دوسرے قاعدہ کی وجہ سے ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دو چیزیں حالین مختلفین اعتبارین مختلفین کے اعتبار سے واقع ہوں تو ہر حال کا اپنے اپنے ذوالحال کے ساتھ متصل واقع ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ التباس لازم نہ آئے۔ چنانچہ مثال مذکور میں قائما اور قاعدا دونوں حال ہیں لیکن قائما زید سے حال ہے زید کے مشبہ ہونے کے اعتبار سے اور قاعدا عمرو سے حال ہے عمرو کے مشبہ بہ ہونے کے اعتبار سے لہذا ہر حال اپنے ذوالحال کے متصل ہونا ضروری ہے تاکہ التباس لازم نہ آئے۔ اگر مثال مذکور میں زید کعمرو قائما قاعدا کہا جائے تو یہ بات معلوم نہیں ہوگی مشبہ کیساتھ کون سے حال کا تعلق ہے اور مشبہ بہ کے ساتھ کس کا

تعلق ہے اور جب قائماً کو مقدم ذکر کیا گیا تو اس سے یہ بات معلوم ہوگی کہ قائماً مشبہ سے حال ہے اور قاعداً مشبہ بہ سے۔

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ اس جیسی ترکیب میں رفع التباس کے لیے حال کی عامل معنوی پر تقدیم جائز ہے۔

قال الشارح **قد عرفت** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جب مصنف نے کہا ولا تتقدم علی العامل المعنوی حالانکہ عامل معنوی کو بیان ہی نہیں کیا۔ کہ عامل معنوی کس کو کہتے ہیں۔

جواب یہ بات ماقبل میں معلوم ہو چکی ہے کہ عامل معنوی کس کو کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ لفظ جو مقدر بفعل ہوتا ہے یا مقدر باسم الفاعل ہو مثلاً ظرف اور مشابہ ظرف یہ عامل معنوی سے خارج ہیں۔ یہ فعل اور شبہ فعل میں داخل ہیں۔ لہذا ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

قال الشارح **تاوفعلی هذا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ظرف عامل معنوی میں داخل ہے یا فعل اور شبہ فعل میں داخل ہے۔ اگر عامل معنوی میں داخل ہے تو پھر ظرف پر بھی اس کی تقدیم صحیح نہیں ہونی چاہئے۔ اور اگر ظرف فعل یا شبہ فعل میں داخل ہو تو پھر بیان مخالفت کے ساتھ ظرف کی تخصیص درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ حال جس طرح ظرف سے مقدم ہو سکتا ہے اسی طرح فعل یا شبہ فعل سے بھی مقدم ہو سکتا ہے تو پھر مصنفؒ کو یوں کہنا چاہیئے تھا بخلاف الظرف والفعل وشبہ الفعل۔

جواب ظرف فعل اور شبہ فعل میں داخل ہے باقی بیان مخالفت کے ساتھ اس کی تخصیص اس لئے کہ ظرف میں اختلاف تھا۔

قال الشارح **فسیبویه لا یجوزه** اختلاف کا بیان

سیبویہ کا مذہب: یہ کہ ذوالحال کی اپنے عامل ظرف پر تقدیم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ظرف عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف کا معمول مقدم نہیں ہو سکتا۔

اخفش کا مذہب: یہ ہے کہ عامل ظرف پر حال کی تقدیم جائز ہے بشرطیکہ مبتداء حال پر مقدم ہو جیسے زید قائما فی الدار اگر یہ شرط پائی جائے تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔(۱) مبتداء سے حال مؤخر ہو جیسے قائما زید فی الدار (۲) مبتداء حال سے مؤخر ہونے کے ساتھ ساتھ ظرف سے بھی مؤخر ہو جیسے قائما فی الدار زید۔ان دونوں صورتوں میں باتفاق سیبویہ و اخفش حال کی اپنے عامل ظرف پر تقدیم جائز ہیں اور مبتداء کے حال پر مقدم ہونے کی صورت میں اخفش جواز تقدیم کے قائل ہیں اور سیبویہ عدم جواز کے قائل ہیں۔

قال الشارح **یحتمل ان یکون معناہ** مولانا جامیؒ کی غرض متن کی عبارت بخلاف الظرف کے مطلب دوم کو بیان کرنا ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ صاحب کافیہ کا مقصد بخلاف الظرف سے ایک وہم کو دور کرنا ہے۔

وہم: وہم یہ ہوتا تھا کہ صاحب کافیہ نے جب یہ مسئلہ بیان کیا کہ حال اپنے عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا اس سے یہ وہم ہوا کہ ظرف بھی تو حال کے مشابہ ہے لہذا ظرف بھی شاید اپنے عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوگی۔

جواب صاحب کافیہ نے جواب کہ بھائی اگر چہ حال اور ظرف ایک دوسرے کے ساتھ مشابہ ہیں لیکن اس کے باوجود حال کی تو اپنے عامل معنوی پر تقدیم جائز نہیں لیکن ظرف کی اپنے عامل معنوی پر تقدیم جائز ہے اس لئے کہ ظروف میں توسع ہوتی ہے

هذا اذا لم یکن: ایک فائدہ کا بیان ہے کہ بخلاف الظرف کے یہ دو مطلب اس وقت ہیں جب کہ ظرف عامل معنوی میں داخل نہ ہو اور اگر ظرف کو عامل معنوی میں داخل مانا جائے تو پھر دوسرا مطلب ہی متعین ہے۔

کما لا تتقدم: حاصل عطف کا بیان۔مصنف کا قول لا علی المجرور یہ معطوف ہے عامل معنوی پر نہ اس قول بخلاف ظرف پر اور کاف کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ عطف المشبہ علی المشبہ بہ کے قبیل سے ہے۔عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح حال عامل

معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا اسی طرح حال ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہوسکتا خواہ وہ ذوالحال مجرور بالاضافت ہو یا مجرور بحرف الجر ہو۔اگر مجرور بالاضافت ہو تو پھر حال ذوالحال پر بالاتفاق مقدم نہیں ہوسکتا۔ جیسے جاء تنی مجردا عن الثیاب ضاربة زید ۔یہ مثال ناجائز ہے اس لیے کہ اس میں زید اضافت کی وجہ سے مجرور ہے۔اور مجردا اس سے حال ہے۔اس میں حال کی تقدیم ذوالحال پر جائز نہیں۔

عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ حال ذوالحال کا تابع اور فرع ہوتا ہے۔اور مضاف الیہ مضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا۔تو جب مضاف الیہ ضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا تو اس کا تابع بطریق اولی مضاف سے مقدم نہیں ہوسکتا۔

اوراگر ذوالحال مجرور بحرف الجر ہوتو اس پر حال کی تقدیم جائز ہے یا ناجائز ہے۔اس میں اختلاف ہے۔

سیبویہ اور بصریین: کہ نزدیک حال کی تقدیم ذوالحال مجرور بحرف الجر پر ناجائز ہے علت مذکورہ کی وجہ سے کہ حال ذوالحال کا تابع اور اس کی فرع ہوتا ہے اور مجرور جار سے مقدم نہیں ہوسکتا۔جب مجرور جار سے مقدم نہیں ہوسکتا تو مجرور کا تابع اس پر بطریق اولی مقدم نہیں ہوسکتا۔اور مصنف کے نزدیک بھی یہی مختار ہے اسی وجہ سے مصنف نے کہا لا علی المجرور علی الاصح

قال الشارح **ونقل عن بعضهم** مولانا جامیؒ کی غرض دوسرے مذہب کو نقل کرنا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نحویوں کے نزدیک حال ذوالحال سے مقدم ہوسکتا ہے۔جس پر دو دلیلیں ہیں (۱) دلیل نقلی (۲) دلیل عقلی

دلیل نقلی: ان کا استدلال اللہ تعالی ۔کےاس فرمان سے وما ارسلناك الا كافة للناس کہ اس کے اندر کافة یہ حال ہے للناس سے جو مجرور بحرف الجر ہے۔اور جس سے حال مقدم ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ حال کی تقدیم ذوالحال مجرور بحرف الجر پر جائز ہے

ولعل الفرق: دلیل عقلی کا بیان۔جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف جر اور اضافت میں فرق یہ ہے کہ حرف جر باب افعال کے ہمزہ اور باب تفعیل کی عین کی تضعیف کہ طرح فعل لازم کو متعدی بنا

دیتا ہے تو حرف جر فعل کے تمامیت اور اس کے بعض حروف سے ہوا۔ جس طرح کہ باب افعال کا ہمزہ اور باب تفعیل کی عین کی تضعیف۔ اور اضافت اس طرح نہیں ہے مثلاً جب کہا جائے ذهبت راكبة بهند تو گویا کہ اس نے کہا اذهبت راكبة بهند مطلب یہ ہے کہ ذهبت راكبة بهند یہ اذهبت راكبة بهند کے مرادف ہے پس مجرور بحرف الجروه حقیقت میں مجرور ہی نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مجرور بحرف الجر پر حال کی تقدیم جائز ہے۔ اور مجرور بالاضافت پر حال کی تقدیم جائز نہیں ہے۔

قال الشارح **واجاب بعضهم** مولانا جامیؒ کی غرض اجوبہ ثلاثہ کو نقل کر کے والکل تکلف سے تینوں جوابوں کو رد کر دیا ہے جن بعض سے ذوالحال مجرور بحرف الجر پر حال کی تقدیم کا جواز منقول ہے وہ استدلال کرتے ہیں وما ارسلناك الا كافة للناس سے تو عدم جواز کے قائلین اس کا جواب دیتے ہیں۔

(۱) بعض نے اس طرح جواب دیا کہ وما ارسلناك الا كافة للناس میں كافة یہ مجرور بحرف الجر سے حال نہیں ہے۔ بلکہ یہ کاف ضمیر سے حال ہے۔ اس پر سوال ہوگا کہ حال اور ذوالحال میں تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضرور ہوتی ہے۔ اگر كافة کو ک ضمیر سے حال بنائیں تو پھر مطابقت نہیں رہے گی اس لیے کہ کاف خطاب مذکر کے لیے ہے اور كافة یہ مؤنث کے لیے ہے

جواب والتاء سے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ كافة کی تاء تانیث کی نہیں بلکہ تاء مبالغہ کی ہے۔

(۲) اور بعض نحاۃ نے اس طرح جواب دیا کہ كافة یہ حال نہیں بلکہ یہ صفت ہے مصدر محذوف کی جو کہ رسالۃ ہے یعنی وما ارسلناك الا رسالة كافة موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول مطلق ہے ارسلناك کا۔

(۳) بعض نے اس طرح جواب دیا کہ كافة یہ کف کے معنی میں ہے۔ اور یہ مفعول مطلق ہے تکف کا جیسے كاذبة بمعنى كذب کے اور عافية بمعنى عفة کے ہوتا ہے لیکن مولانا جامیؒ نے والكل تكلف سے تینوں جوابوں کو رد کر دیا۔ اگر چہ یہ جواب دیے جاتے ہیں لیکن یہ تکلف سے

خالی نہیں ہیں (اس آیت کی تحقیق احقر کی تصنیف کاشفہ شرح کافیہ ضرور دیکھئے)

قال الماتن **وكل ما دل على هيئة ان يقع حالا** اس عبارت میں مصنف جمہور نحاۃ کی تردید کرنا چاہتے ہیں جمہور نحاۃ کا مسلک یہ تھا کہ حال کے لیے مشتق ہونا ضروری ہے اور اسم جامد بغیر تاویل مشتق حال واقع نہیں ہوسکتا۔ تو مصنف نے اس کی تردید کردی کہ ہر وہ اسم جو حالت پر دلالت کرے خواہ وہ مشتق ہو یا جامد ہو حال بن سکتا ہے اس کو مشتق کی تاویل میں کرنے کی ضرورت نہیں جیسے هذا بسرا اطيب منه رطبا اس میں بسرا اور رطبا اسم جامد ہونے کے باوجود حال واقع ہیں۔

سواء كان : بیان عموم مستفاد من لفظ کل ۔

سوال عموم تو لفظ ما سے حاصل ہو جاتا تھا صاحب کافیہ سے لفظ کل کو کیوں زائد کر دیا۔

جواب لفظ کل عموم میں نص ہے بخلاف ما کے وہ يحتمل العموم والخصوص۔

من غيران يول الجامد: بیان تقید برائے اظہار فرق بین مذہب المصنف والجمہور لدفع الوہم کہ اگر چہ دونوں جامد کے حال واقع ہونے کے قائل ہیں لیکن صاحب کافیہ جامد کے جامد ہونے کی حیثیت سے حال واقع ہونے کے قائل ہیں۔ اور تاویل بالمشتق کو ضروری نہیں سمجھتے او جمہور تاویل الجامد بالمشتق کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ کہا کہ ضمیر بہ نسبت اسم مظہر کے کالعدم ہوتی ہے۔ لیکن شیخ رضی نے کہا کہ افعل کے اندر جو ضمیر مستتر ہے۔ اگر چہ وہ مفضل ہے لیکن چونکہ وہ ظاہر نہیں ہے لہذا وہ کالعدم ہے۔ اور کالعدم وہ لیس بشیئ ہوتا ہے لہذا مفضل اسم اشارہ

قال الشارح **وهذا رد على** مولانا جامیؒ صاحب کافیہ کی غرض بیان کر رہے ہیں برائے دفع دخل مقدر۔

سوال ہر دال علی الهيئته کا حال واقع ہونا تو حال کی تعریف سے ہی معلوم ہو جاتا ہے دوبارہ بیان کرنا سوائے تحصیل حاصل اور تکرہ کے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جواب صاحب کافیہ کا مقصود صراحتہ جمہور پر تردید کو بیان کرنا ہے اور ما قبل سے اگر چہ تردید مفہوم

ہوتی ہے لیکن صراحۃ نہیں سمجھی جاتی تھی۔

ومع ھذا: جمہور کے اشتراط اشتقاق کے منشا اور پس منظر کو بیان کرنا ہے۔

مثل بسرا: بیان تسامع فی عبارۃ المصنف۔ اسم جامد ے حال واقع ہونے کی مثال پیش کرتا ہے۔

جیسے ھذا ابسرا اطیب منہ رطبا اس میں بسرا اور رطبا یہ دونوں اسم جامد ہیں۔ اس کے باوجود یہ حال واقع ہیں۔ اس لیے کہ بسر صفت بسریت پر دلالت کرا ہے اور رطب یہ صفت رطبیت پر دلالت کرتا ہے۔ بسر کو مبسر اور رطب کو مرطب کی تاویل میں کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ بسر مبسر کی تاویل میں اور یہ طب مرطب کی تاویل میں کرنے کی ضرورت اس وقت ہوتی کہ جب یہ صفت پر دلالت نہ کررہے ہوتے۔ اور اگر بسر کو مبسر کی تاویل میں کیا جائے تو یہ مشتق ہوگا ابسر النخل سے۔ باقی ابسر النخل اس وقت کہا جاتا ہے کہ نخل پر جو پھل ہے جب وہ بسر ہو جائے اور رطب کو اگر مرطب کی تاویل میں کیا جائے تو اس وقت یہ مشتق ہوگا۔ ارطب النخل سے اور ارطب النخل اس وقت کہا جاتا ہے جس وقت نخل پر جو پھل ہے وہ رطب ہو جائے اور بسر اس کو کہتے ہیں جو نیم پختہ ہو اور اس میں کھٹاس باقی ہو۔ اور رطب اس کو کہتے ہیں کہ جو پختہ ہو اور اس میں کھٹاس نہ ہو بلکہ صرف مٹھاس ہو۔

قال الشارح **والعامل فی رطبا** مولانا جامیؒ کی غرض ایک مسئلہ اختلافی میں ماھو المختار کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ رطبا حال دوم میں بالاتفاق عامل اطیب اسم تفضیل ہے لیکن حال اول بسرا کے عامل کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔

محققین کا مذہب: یہ ہے کہ بسرا حال اول میں بھی اطیب اسم تفضیل ہی عامل ہے جیسے رطبا حال دوم میں اطیب ہی عامل ہے۔

قال الشارح **تقدم بسرا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال محققین کے مذہب پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اطیب اسم تفضیل عامل ضعیف ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ عامل ضعیف کا معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتا لہذا اطیب اسم تفضیل بسرا حال اول

میں عامل نہیں بن سکتا۔

جواب یہاں پر اطیب اسم تفضیل عامل ضعیف کے معمول بسرا کا اطیب اپنے عامل پر مقدم ہونا ایک دوسرے قاعدہ پر مبنی ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جب شئی واحد کے ساتھ حالین مختلفین کا اعتبار ین مختلفین کے ساتھ تعلق ہو تو ایسی صورۃ میں ہر حال کا اپنے ذوالحال کے متصل واقع ہونا ضروری ہے اب ہم کہتے ہیں کہ یہاں ھذا کے مشار الیہ کے ساتھ بسرا اور رطبا دونوں حال متعلق ہیں لیکن بسرا مشار الیہ کے ساتھ متعلق اس کے مفضل ہونے کے اعتبار سے اور مشار الیہ کے ساتھ متعلق ہے اس کے مفضل علیہ ہونے کے اعتبار سے اور چونکہ ھذا مفضل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ بسرا اس کے متصل ہو اس وجہ سے بسرا کو اپنے عامل اطیب اسم تفضیل پر مقدم کر دیا گیا۔

قال الشارح **وهذه الحيثة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مشار الیہ کو مفضل ہونے کی حیثیت کو اس ضمیر مستتر کے لحاظ سے ہے جو اطیب میں مستتر ہے لہذا بسرا کو اطیب کے مفضل ہونا چاہئے نہ کہ ہذا کے کیونکہ لفظ ہذا تو مفضل نہیں ہے۔

جواب بھائی صاحب آپ کی بات صحیح ہے کہ مفضل تو وہ ضمیر مستتر ہے واطیب میں ہے لفظ ہذا مفضل نہیں ہے لیکن چونکہ ضمیر مستتر اسم ظاہر کی بنسبت معدوم سمجھی جاتی ہے اس لئے یہ سمجھ لیا گیا کہ گویا مفضل لفظ ہذا ہی ہے اس لیے بسرا کو لفظ ہذا کے متصل واقع کر دیا۔

قال الشارح **قال الرضی** شارح نے شیخ رضی کے قول کو نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا اعتبار کر کے بسرا کو اطیب کے بعد بھی ذکر کیا جا سکتا ہے یعنی ھذا اطیب بسرا منه رطبا کہنا بھی صحیح ہے جیسا کہ زید احسن قائما منه قاعدا اگرچہ یہ مسموع من العرب نہیں ہے۔

وذھب بعضھم: مولانا جامی نے مذہب دوم کو نقل کر کے وہذا الیس بصحیح سے رد کر دیا ہے رد کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر معنی اشارہ کو بسرا میں عامل قرار دیا جائے تو اشارہ حالت بسریۃ کے ساتھ مقید ہو جائے گا۔ حالانکہ جب مشار الیہ صفت بسریۃ کے ساتھ متصف نہ ہو تو بھی اشارہ صحیح ہے اس

سے معلوم ہوا کہ معنی اشارہ عامل نہیں بن سکتا۔

دوسری وجہ رد: یہ ہے کہ بعض مواقع اور مقام ایسے ہیں جہاں اسم اشارہ کی جگہ ایسا اسم واقع ہوتا ہے جس کا عامل بنا ہی صحیح نہیں ہوتا تو ایسے مواقع میں بالاتفاق اسم تفصیل بھی معمول مقدم میں عامل ہوتا ہے لہذا مواقع مختلفہ میں بھی معمول مقدم میں اسم تفصیل ہی عامل ہونا چاہئے۔

قال الماتن **وقد تکون جملة** صاحب کافیہ نے ایک مسئلہ کو بیان کیا ہے کہ کسی حال جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے۔

ای الحال: ضمیر کے مرجع کا بیان

لدلالتها: جملہ کے حال واقع ہونے کی علت کا بیان کہ حال وہ ہوتا ہے جو ہیئت پر دال ہو لہذا اگر جملہ ہیئت پر دال ہو تو وہ جملہ بھی حال ہوگا۔ خلاصہ علت۔ کہ حال کی تعریف صادق ہے اور صدق الحد صدق المحدود کو مستلزم ہے۔

لکن یجب: سے اس بات کو بیان کر دیا کہ خبریت کی قید احترازی ہے جس سے جملہ انشائیہ کو خارج کرنا ہے۔

محتملا للصدق والکذب: خبریت کے معنی کے بیان ہے

لان الحال: جل کے جملہ خبریہ ہونے کی علت کا بیان کہ حال بمنزلہ خبر کے ہے اور ذوالحال بمنزلہ محکوم علیہ ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ خبر محکوم بہ ہوتی ہے اور انشاء میں محکوم بہ بننے کی صلاحیت نہیں ہے لہذا جملہ انشائیہ حال واقع نہیں ہو سکتا۔

ولما کانت الجملة: جملہ حالیہ میں وجوب رابط کی علت کا بیان چونکہ جملہ افادہ میں مستقل ہوتا ہے لہذا وہ دوسری شی کے ساتھ ارتباط کا مقتضی نہیں ہوتا اور حال کے ذوالحال کے ساتھ ربط ہوتا ہے لہذا جب حال جملہ ہو تو اس کے لیے رابطہ کا ضروری ہے جو اس کو ذوالحال کے ساتھ ربط دے اور وہ رابطہ ضمیر اور واو ہے

الجملة الخبریة: مصنف کے قول فالاسمیة میں فاء تفصیلیہ ہے اور تفصیل تقاضہ کرتی ہے کہ پہلے

اجمال ہواس لیے شارح نے والجملہ سے اجمال کو بیان کر دیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جملہ دخالیہ سے خالی نہیں ہے اسمیہ ہوگا یا فعلیہ اگر فعلیہ ہو تو اس کا فعل مضارع مثبت ہوگا یا منفی یا ماضی مثبت ہوگی یا ماضی منفی۔ اس طرح یہ پانچ جملے ہوئے اگر حال جملہ اسمیہ ہو تو وہ واو اور ضمیر دونوں کے ساتھ متلبس ہوگا۔

لقوۃ الاسمیہ: دو چیزوں کے رابط ہونے کی علت کا بیان۔ جملہ اسمیہ استقلال میں قوی تر ہوتا ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ اس میں رابط نہایت قوی ہو اور ظاہر ہے کہ ایک سے قوی نہیں ہوگا اس لیے دو چیزوں کو رابط بنایا جیسے جئت وانا راکب ان تینوں مثالوں میں دونوں رابط موجود ہیں۔

قال الشارح **الحالیة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ جملہ اسمیہ واو اور ضمیر کے ساتھ متلبس ہوتا ہے اس لیے کہ زید قائم جملہ اسمیہ ہے جو واو اور ضمیر کے ساتھ متلبس نہیں۔

جواب جملہ اسمیہ سے مراد مطلق جملہ اسمیہ نہیں بلکہ جملہ اسمیہ حالیہ مراد ہے اور مثال مذکور میں جملہ اسمیہ ہے حالیہ نہیں۔

متلبسة: ترکیب کا بیان۔ کہ جار مجرور باعتبار متعلق کے خبر ہے مبدا کی اور وہ اسمیہ ہے۔

او بالواو: اکتفاء بالواو کی علت کا بیان۔ یا وہ جملہ اسمیہ کا رابط تنہا واو کے ساتھ ہوگا اس لیے کہ واو اول امر میں ربط پر دلالت کرتی ہے۔ لہذا اس کے ساتھ اکتفاء کیا جائے گا اول امر میں اس لیے دلالت کرتی ہے کہ واو اصل میں جمع مع السابق کے لیے ہے لہذا جب اس کے بعد جملہ مذکور ہوگا تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ مابعد ماقبل کے ساتھ مرتبط ہے جیسے حضور ﷺ کا قول ہے کنت نبیا وآدم بین الماء والطین۔

قال الشارح **وهذا ای الرابطة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ھوالحق لا شك فيه اس ترکیب میں لا شك فيه جملہ حالیہ اسمیہ ہے لیکن اس کے باوجود فقط واو پر اکتفاء کا ہونا تو درکنار یہاں تو واو کو لانا ہی جائز نہیں ہے۔

جواب صاحب کافیہ کے مراد جملہ اسمیہ حالیہ سے وہ جملہ اسمیہ حالیہ ہے جو حال منتقلہ کے قبیل سے ہو اور مثال مذکور میں جملہ حالہ اگر چہ جملہ اسمیہ ہے لیکن حال منتقلہ نہیں ہے بلکہ حال موکدہ ہے۔

وذالك لان: سے جملہ اسمیہ حالیہ موکدہ کہ شروع میں واو کے صحیح نہ ہونے کی حکمت کو بیان کیا ہے کہ تاکید مقتضی اتصال ہے اور واو مقتضی انفصال ہے۔

لان الضمير لايجب: سے مولانا جامی نے تنہا ضمیر کے رابط ہونے کی وجہ ضعف کو بیان کیا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا ربط تنہا ضمیر کے ساتھ ہوگا لیکن یہ ضعیف ہے۔اس لیے کہ ضمیر کا ابتدا میں واقع ہوا واجب نہیں ہے واو کی طرح لہذا یہ واو کی طرح اول امر میں ربط پر دلالت نہیں کرے گی جیسے **کلمته فوه الى فى** اس کے اندر تاء ضمیر متکلم کی ذوالحال ہے۔اور **فوه الى فى** جملہ اسمیہ اس سے حال ہے پس اس میں فی کی ضمیر متکلم رابط ہے اور اگر **فوه الى فى** کو **کلمته** کی ضمیر مفعول سے حال قرار دیں تو فوہ کی ضمیر رابط ہوگی۔

قال الشارح **اى الجملة الفعلية** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال بحث تو چل رہی تھی جملہ میں اور مضارع مثبت جملہ نہیں ہے اس لیے کہ مضارع فعل کی قسم ہے اور فعل کلمہ کی قسم ہے اور کلمہ لفظ مفرد کو کہتے ہیں۔

جواب صاحب کافیہ نے جزء بول کر کل مراد لی ہے۔یعنی مضارع سے مراد جملہ فعلیہ مضارع مثبت ہے۔

صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے جملہ فعلیہ مضارع مثبت حال واقع ہو تو اس میں رابط تنہا ضمیر ہوگی واو نہیں ہوگی

لمشابهته لفظا تنہا ضمیر کے رابط ہونے کی علت اور واو کے رابط نہ ہونے کی علت کا بیان۔اس کا حاصل یہ ہے کہ فعل مضارع لفظا اور معنی اسم فاعل کے مشابہ ہے۔اور اسم فاعل واو سے مستغنی ہوتا ہے۔لہذا مضارع مثبت بھی واو سے مستغنی ہوگا۔جیسے جاءنی زید یسرع۔اس میں زید ذوالحال

ہے اور یسرع حال ہے۔ اور اس کے اندر ھو ضمیر ربط ہے۔

سوال قرآن پاک میں ہے وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ کے شروع میں واو رابط آسکتی ہے لہذا صاحب کافیہ کا انکار کیسے درست ہوگا۔

جواب صاحب کافیہ کے نزدیک جملہ فعلیہ مضارعہ مثبتہ جس کے شروع میں لفظ قد ہو وہ جملہ فعلیہ ماضیہ مثبتہ کے حکم میں ہوتا ہے مضارع ہے ہی نہیں

ای ماسوی: ضمیر تثنیہ کے مرجع کا بیان

من الجمل: ماسوی کا بیان کہ ان دو کے علاوہ باقی تین جملے (۱) فعلیہ مضارعہ منفیہ (۲) فعلیہ ماضیہ مثبتہ (۳) فعلیہ ماضیہ منفیہ ہر ایک میں تین رابط ہو سکتے ہیں۔ (۱) واو اور ضمیر دونوں کا مجموعہ (۲) فقط واو (۳) فقط ضمیر

من غیر ضعف: سے اشارہ کر دیا کہ جملہ اسمیہ حالیہ میں تو تنہا ضمیر کا رابط ہونا وجہ مذکور کی بنا پر ضعیف تھا اور ان تین جملوں میں فقط ضمیر کا رابط ہونا بغیر کسی ضعف کے ہے۔

مضارع منفی کی مثالیں: جیسے جاءنی زید وما یتکلم غلامہ یا جاءنی زید ما یتکلم غلامہ یا جاءنی زید وما یتکلم عمرو

ماضی مثبت کی مثالیں: جیسے جاءنی زید وقد خرج غلامہ۔ جاءنی قد خرج غلامہ اور جاءنی زید وقد خرج عمرو

ماضی منفی کی مثالیں: جیسے جاءنی زید وما خرج غلامہ اور جاءنی زید ما خرج غلامہ اور جاءنی زید وما خرج عمرو

قال الماتن **ولا بد فی الماضی المثبت** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول لازمی ہے۔ خواہ وہ ظاہر ہو یا مقدر ہو۔

لا المنفی: کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ متن میں المثبت کی قید احترازی ہے۔ اس سے

احتراز ہے ماضی منفی سے۔

قال الشارح **من دخول** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال من حرف جر ہے اور حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے اور قد اسم نہیں ہے بلکہ حرف ہے۔

جواب دخول کا اضافہ کر کے جواب دیا کہ من کا مدخول قد نہیں ہے بلکہ محذوف ہے جو کہ دخول ہے

قال الشارح **لفظة** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال دخول کی اضافت قد کی طرف صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ مضاف الیہ اسم ہوتا ہے اور قد اسم نہیں ہے بلکہ حرف ہے۔

یہاں قد سے مراد لفظ قد ہے اور جب حرف سے مراد اس کا لفظ ہو تو وہ علم ہو جاتا ہے اس حرف کا جو ترکیب کے اندر موجود ہوتا ہے۔

قال الشارح **المقربه زمان الماضی** جب ماضی مثبت حال واقع ہونے کے لیے دخول قد کے لازم ہونے کی علت کا بیان۔ ماضی اور قد کے درمیان علاقہ کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس کا زمانہ عامل کے زمانے سے مقدم ہوگا۔ لہذا اس مقتضی مثبت پر قد کا دخول ضروری ہے تا کہ وہ قد ماضی مثبت کے زمانے کو ذوالحال سے صدور فعل یا ذوالحال پر وقوع فعل کے زمانے کے قریب ہونے پ دلالت کرے۔ اور چونکہ قریب شیئی حکما اس شیئی کے مقارن ہوتی ہے۔ لہذا حکما حال کا زمانہ عامل کے امانے کے متحد ہو جائے گا۔

قال الشارح **تجوزا** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال قد تو ماضی کو حال لغوی کے قریب کرنے کے لیے موضوع ہے اور ہماری بحث حال اصطلاحی میں ہو رہی ہے۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ قد یہ اول میں حقیقت اور ثانی میں مجاز ہے۔

قال الشارح **لان المتبادر** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال جب ماضی مثبت حال ہو اور اسکا عامل مضارع ہو تو اس وقت ماضی مثبت پر قد کے دخول کا

لزوم درست ہو جائے گا۔ لیکن جب اس کا عامل ماضی ہو تو اس وقت ماضی مثبت پر قد کے دخول کا لزوم درست نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ دونوں ماضی ہیں لہذا ماضی مثبت پر قد کے دخول کا کوئی فائدہ نہیں رہے گا۔

جواب جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس سے متبادر یہ ہے کہ اس کا ماضی ہونا یہ زمانہ عامل کے اعتبار سے ہوگا۔ لہذا جب عامل ماضی ہو تو اس وقت بھی یہ ماضی مثبت پر قد کا دخول بلا فائدہ نہیں ہوگا۔

وهذا الخلاف: اختلاف نحاۃ کا بیان ہے۔ یعنی جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر قد کے دخول کا لازم ہونا یہ نحاۃ بصریین کا مذہب ہے اور نحاۃ کوفیین کے نزدیک قد کا دخول لازم نہیں ہے نہ لفظا نہ تقدیرا۔

سواء: ترکیب کا بیان۔ ظاهرة او مقدرة یہ کان محذوف کی خبریت کی بناء پر منصوب ہیں۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قد میں تعمیم ہے۔ خواہ وہ قد ظاہر فی اللفظ ہو یا مقدر منوی ہو۔ قد ظاہر فی اللفظ ہو جیسے جاءنی زید قد رکب غلامہ۔ قد مقدر فی اللفظ ہو جیسے
جاؤکم حصرت صدورهم۔ اس میں حصرت سے پہلے قد مقدر ہے۔ اصل میں عبارت یوں تھی
جاؤکم قد حصرت صدورهم

قال الشارح لان المتبادر مولانا اختلاف آخر کا بیان کہ جو نحاۃ اس بات کے قائل ہیں کہ جملہ حالیہ ماضیہ مثبتہ کے شروع میں لفظ قد کا ہونا واجب ہے۔ ان کا باہم اس بات میں اختلاف ہوا ہے کہ لفظ قد مقدر بھی ہو سکتا ہے یا ملفوظ ہی ہونا واجب اور ضروری ہے۔ چنانچہ سیبویہ اور مبرد کا مذہب یہ ہے کہ لفظ قد کا ملفوظ ہونا ضروری ہے مقدر ہونا جائز نہیں اور باقی نحاۃ کے نزدیک تعمیم ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر۔ چنانچہ سیبویہ اور مبرد کے مذہب پر اعتراض ہوا کہ آیت کریمہ جاؤکم حصرت صدورهم میں حصرت جملہ فعلیہ ماضیہ مثبتہ حال واقع ہو رہا ہے حالانکہ لفظ قد شروع میں ملفوظ نہیں ہے۔ تو سیبویہ اور مبرد نے جواب دیا کہ ہمارے ہاں حصرت صدورهم

جملہ حالیہ ہے ہی نہیں اسی جواب کی تفصیل میں مولانا جامیؒ نے سیبویہ یہ یوول قولہ تعالیٰ سے آخیر تک پیش کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حصرت صدورھم جملہ حالیہ نہیں ہے بلکہ موصوف محذوف کے لیے جملہ صفتیہ ہے اور مبرد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک بھی یہ جملہ حالیہ نہیں بلکہ جملہ دعائیہ ہے کہ بددعا مقصود ہے۔

قال الشارح **وانما لم يشترط** مولانا جامیؒ کی غرض المثبت کی قید کے فائدہ کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال ماضی منفی حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول لازمی کیوں نہیں۔

جواب اس لیے کے اس صورت میں قد کے دخول کا فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ جب ماضی کی نفی کی جائے تو وقت انتفایہ سے لے کر فاعل سے صدور فعل یا مفعول پر فعل کے وقوع تک مستمر ہوتی ہے۔ تو پس حال کا زمانہ عامل کے زمانے کے مقارن ہو جائے گا۔

قال الماتن **ويجوز حذف العامل** صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حال کے عامل کو بوقت قیام قرینہ حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے مسافر کو کہا جائے راشدا مھدیا یہ حال ہیں جن کا عامل سر محذوف ہے

في الحال: سے اشارہ کر دیا کہ عامل پر جو الف لام داخل ہے یہ عہد کا ہے۔ جس سے مراد حال کا عامل ہے۔

قال الشارح **لقيام قرينة** مولانا جامیؒ کی غرض شرط حذف عامل کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ حال کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ جاء زید راکبا میں راکبا حال ہے حالانکہ اس کے عامل کو حذف کرنا جائز نہیں۔

جواب حال کے عامل کو حذف کرنا مطلق جائز نہیں یہ اس وقت جائز ہے جب کوئی قرینہ پایا جائے اور مثال مذکور میں قرینہ نہیں ہے۔

قال الشارح **حالية** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال قرینہ سے متبادر قرینہ حالیہ ہوتا ہے لہذا مثال ممثل لہ کے مطابق نہ رہی۔

جواب قرینہ میں تعمیم ہے خواہ حالیہ ہو یا مقالیہ۔ قرینہ حالیہ کی مثال جیسے مسافر کو کہا جائے راشدا مھدیا۔

ای الشارع فی السفر: سے مولانا جامی نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا للمسافر میں مسافر کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔(۱) حقیقی جو سفر میں شروع ہو چکا ہے (۲) معنی مجازی یعنی جو سفر کے لیے تیار ہو

ای سر راشدا: عامل محذوف کا بیان ہے۔

مھدیا: ترکیب کا بیان۔ مھدیا میں دو احتمال ہیں۔(۱) راشدا کی صفت ہونے کی بنا پر منصوب ہو۔(۲) حال ہونے کی بناء پر منصوب ہو اگر ذو الحال واحد ہو تو حالین مترادفین ہوں گے۔ اور اگر راشدا کی ضمیر مستتر سے حال ہو تو حالین متداخلین ہوں گے۔ باقی حذف بقرینہ مقالیہ ہو اس کی مثال جیسے کوئی آدمی کہے کیف جئت تو آپ اس کے جواب میں کہیں راکبا اس میں راکبا یہ حال ہے اور اس کا عامل محذوف ہے جو کہ جئت ہے اصل میں عبارت یوں تھی جئت راکبا۔ جئت فعل کو حذف کر دیا اس کے حذف پر قرینہ سوال ہے۔ اور جیسے قرآن مجید میں ہے۔ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه بلی قادرین اس میں قادرین حال ہے جس کا عامل نجمع محذوف ہے

ویجب فی الموکدۃ: حال موکدۃ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے حذف العامل کہہ کر یجب کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے

قال الشارح **بعض الاحوال** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال شهد الله انه لا اله الا هوو الملائكة واولوالعلم قائما بالقسط اس کے اندر قائما حال موکدہ ہے حالانکہ اس کے عامل کو حذف نہیں کیا گیا۔

جواب یہاں مراد بعض احوال موکدہ ہیں۔

قال الشارح ای شرط وجوب مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال متن کی ظاہر عبارت وشرطها سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جملہ اسمیہ کے مضمون کے لیے موکدہ ہونا نفس حال موکدہ کے وجود کی شرط ہے حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے اس لیے اگر یہ شرط دبائی جائے تو بھی حال موکدہ پایا جاتا ہے اور نیز دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ یہ مقصود صاحب کافیہ کے خلاف ہے مقصود نفس حال موکدہ کے حذف عامل کی شرط کو بیان کرنا ہے۔

جواب یہاں کئی مضاف محذوف ہیں۔ تقدیر عبارت شرط وجوب حذف عاملها جس کا حاصل معنی یہ ہوگا کہ حال موکدہ کے عامل کے حذف وجوبی کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کے لیے موکدہ ہو جیسے مثال مذکور میں زید ابوك عطوفا۔

احترزبه : مضمون جملہ کی قید کے فائدے کا بیان۔ انا ارسلناك للناس رسولا۔ میں رسولا حال موکدہ ہے لیکن جملہ کے مضمون کے لیے موکدہ نہیں ہے کیونکہ جملہ کا مضمون ارسال الله ہے۔ بلکہ جملہ کے مضمون کی جزء یعنی ارسال کے لیے موکد ہے اس لئے یہاں عامل محذوف نہیں بلکہ حال مذکور ہے لیکن یہ جب ہے کہ رسول کا معنی لغوی مراد ہو اگر معنی شرعی مراد لیا جائے تو پھر مضمون جملہ کے لیے موکد ہے کیونکہ رسول بمعنی لغوی تو فقط ارسال کا مقتضی ہے جو ارال اللہ تو پورے جملے کے مضمون کی جزء ہے اور رسول بمعنی شرعی ارسال الله کے بغیر متحقق ہو ہی نہیں سکتا۔

احترزبہ: اسمیۃ کی قید کے فائدے کا بیان ہے اگر جملہ فعلیہ کے مضمون کے لیے موکد ہو تو عامل کے حذف واجب نہیں ہوگا جیسا کہ آیت کریمہ میں شھد فعل عامل حذف نہیں ہے۔

ولابد هھنا: سے قید مستفاد من عبارۃ المتن کا صراحۃ بیان۔ بعنوان آخر اعتراض بر ماتن کہ حال موکدہ کے عامل کے حذف وجوبی کی چند شرائط ہیں۔

(۱) وہ حال موکدہ جملہ کے مضمون کے لیے موکد ہو نہ کہ جزء جملہ ہو۔

(۲) خصوصی طور پر جملہ اسمیہ کے مضمون کے لیے موکدہ ہو نہ کہ جملہ فعلیہ کے مضمون کے لیے موکدہ ہو۔

(۳) وہ جملہ اسمیہ ایسے دو اسموں سے مرکب ہو جن میں عامل بننے کی صلاحیت نہ ہو۔

﴿بحث تمیز﴾

قال الماتن **التمیز ما یرفع** صاحب کافیہ نے تمیز کی تعیف کو بیان کیا ہے جس کا حصل یہ ہے کہ تمیز ایسے اسم کو کہا جاتا ہے جو ذات مذکورہ یا مقدرہ سے ایسے ابہام کو دور کرے جو موضوع لہ میں راسخ اور ثابت ہو چکا ہو یعنی ابہام وضعی کے لیے رافع ہو۔

ای الاسم الذی: مولانا جامی نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ما موصولہ ہے اور جس سے مراد اسم ہے لہذ افعلت ای قلت میں قلت کو تمیز نہیں کہا جائے گا۔

واحترز بہ عن البدل: یرفع الابھام کی قید کے فائدہ کا بیان کہ اس سے بدل خارج ہو جاتا ہے کیونکہ بدل سے مقصود متکلم رفع ابہام نہیں ہوتا بلکہ مبہم کو چھوڑ کر معین کو ذکر کرنا مقصود ہوتا ہے اگر چہ کچھ نہ کچھ ابہام کا رفع بھی ہو جاتا ہے لیکن رفع ابہام مقصود نہیں ہوتا اور تمیز میں متکلم کا مقصود رفع الابہام ہی ہوتا ہے۔

ای الثابت الرفع: المستقر کے معنی کا بیان یعنی جو ابہام معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت س راسخ اور ثابت ہو چکا ہو۔

فان المستقر وان کان: تفسیر مذکور کی صحت کی دلیل کا بیان برائے دفع دخل مقدر

سوال صاحب کافیہ کا مقصود المستقر کی قید رایت عینا جاریہ کی ترکیب میں جاریۃ کو خارج کرنا ہے کیونکہ جاریۃ کا لفظ اگر چہ عینا سے ابہام کو دور کر رہا ہے لیکن یہ ابہام معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ عینا میں ابہام تعدد موضوع لہ اور اشتراک کے عروض کی وجہ سے ہے لہذا رائیت عینا جاریۃ کی ترکیب میں جاریۃ کو تمیز نہیں کہا جائے گا۔

اس تقریر پر شیخ رضی نے اعتراض کیا کہ المستقر کے معنی میں مطلق ثابت کے ہیں خواہ معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے ہو یا نہ ہو لہذا حاصل معنی یہ ہے کہ تمیز ابہام ثابت کے لیے رافع ہوتی ہے۔ لہذا رائیت عینا جاریۃ کی ترکیب میں جاریۃ المستقر کی قید کے ساتھ تمیز ہونے سے نہیں نکل سکتا۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ لغت میں المستقر کے معنی اگر چہ مطلق ثابت ہی

کے ہیں لیکن جب مطلق لفظ ثابت بولا جائے تو اس سے اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے اور فرد کامل ابہام ثابت وضعی ہے لہذا المستقر کی قید کے ساتھ رائیت عینا جاریة کی ترکیب میں جاریة تمیز ہونے سے خارج ہو جاتا ہے۔

خلاصہ کلام المستقر کی قید کا فائدہ اول یہ ہوا کہ اس سے الفاظ مشترکہ کی صفات خارج ہو جائیں گی۔

وکذا یقع بہ: المستقر کی قید کے فائدہ ثانیہ کا بیان ہے۔ اس سے مبہمات کی اوصاف تمیز ہونے سے خارج ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ مبہمات کی صفات اگرچہ مبہمات سے ابہام کو رفع کرتی ہیں لیکن وہ ابہام وضعی نہیں ہوتا بلکہ وہ ابہام استعمالی ہوتا ہے اس لیے کہ مبہمات میں ابہام موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یا معنی مستعمل فیہ کے تعدد کی وجہ سے۔

کیونکہ اسماء مبہمات کے بارے میں اختلاف ہے جس میں دو مذہب ہے۔

(۱) علامہ تفتازانی کے نزدیک اسم اشارہ مثلاً ھذا کی وضع مفہوم کلی کے لیے ہوتی ہے بشرط استعمالہ فی الجزئیات۔

اور جمہور کا مذہب: یہ ہے کہ اسم اشارہ مثلاً ھذا کی وضع مفہوم کلی کی جزئیات میں سے ہر ہر جزئی کے لیے ہوئی ہے اور ظاہر بات ہے کہ نہ تو مفہوم کلی میں کوئی ابہام ہے اور نہ ہی جزئیات میں سے ہر ہر جزئی میں ابہام ہے البتہ اگر ابہام ہے تو علامہ صاحب کے مذہب کی بناء پر معنی مستعمل فیہ کے اعتبار کے ہے اور جمہور کے مذہب پر تعدد موضوع لہ اعتبار سے ہے لہذا ھذا الرجل میں الرجل ایسے ابہام کے لیے رافع ہے جو معنی مستعمل فیہ کے اعتبار سے یا معنی موضوع لہ کے تعدد کے اعتبار سے استعمال میں پیدا ہو چکا ہے حالانکہ تمیز کے لیے ضروری ہے کہ ہو ایسے ابہام کے لیے رافع ہو جو معنی موضوع لہ میں موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے ہو نہ کہ تعدد معنی مستعمل فیہ یا تعدد معنی موضوع کے اعتبار سے (۲) جمہور کے نزدیک یہ موضوع ہیں مفہوم کلی کی ہر ہر جزئی کے لیے تو جمہور کے نزدیک ان کے اندر ابہام پیدا ہوا ہے مستعمل فیہ کے تعدد کی

وجہ سے اور علامہ تفتازانی کے نزدیک ان کے اندر ابہام پیدا ہو موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے۔
مثلاً هذا الرجل کے ساتھ هذا کی صفت یہ اگر چہ هذا کی ابہام کو رفع کرتا ہے۔ لیکن وہ ابہام وضعی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ابہام استعمال کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ علامہ صاحب کے نزدیک وہ ابہام وضعی نہیں ہے بلکہ موضوع لہ کے تعدد کی وجہ سے

قال الشارح **وكذا يقع الاحتراز** مولانا جامیؒ کی غرض المستقر کی قید کا فائدہ ثالثہ کا بیان۔ المستقر کی قید کے ذریعہ عطف بیان بھی تمیز ہونے سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ عطف بیان مبین کے ایسے ابہام کو دور کرتا ہے جو عدم شہرت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ابہام وضعی کے لیے رافع نہیں ہے۔

لا عن ذات: اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ عن ذات کی قید احترازی ہے۔

واحتراز به : عن ذات کی قید کے فائدہ کا بیان کہ عن ذات کی قید کے ذریعے نعت اور حال تمیز ہونے سے خارج ہو گئے کیونکہ نعت اور حال دونوں وصف میں پیدا ہونے والے ابہام کو دور کرتے ہیں اور تمیز ذات میں پیدا ہونے والے ابہام کے لیے رافع ہوتی ہے۔

قال الشارح **وتحقيق ذالك** مولانا جامیؒ کی غرض حال اور نعت اور ان دونوں اور تمیز کے فرق کا تفصیلی بیان۔ یعنی اس کی تحقیق کہ تمیز ذات سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔ اور نعت اور حال وصف سے ابہام کو رفع کرتے ہیں یہ ہے کہ مثلاً جب واضع نے رطل کو جب نصف من کے لیے وضع کیا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ موضوع لہ معنی معین ہے جو نصف سے اقل مثلاً ربع سے ممتاز اور نصف سے اکثر سے بھی ممتاز ہے۔ لیکن ذات یعنی جنس کے اعتبار سے اس کے اندر ابہام ہے۔ اس لیے کہ بحسب الوضع معلوم نہیں ہوا کہ وہ شھد کی جنس سے یا سرکہ کی جنس سے یا کسی اور جنس سے ہے۔ اور بحسب الوصف بھی ابہام ہے اس لیے کہ بحسب الوصف معلوم نہیں ہوا کہ وہ بغدادی۔ یا مکی۔ یا ملتانی۔ تو پس جب ابہام وضعی کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو اس کے بعد حال یا وصف کو ذکر کیا جائے گا۔ اور یوں کہا جائے گا۔ رطل بغدادی اور جب ابہام

ذاتی کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو تمیز کو ذکر کیا جائے گا اور یوں کہا جائے گا رطل زیتا پس زیتا ابہام ذاتی کو رفع کر رہا ہے۔ جب کہ نعت اور حال ابہام وصفی کو رفع کرتے ہیں نہ کہ ابہام ذاتی کو رفع کرتے ہیں۔

مذکورة او مقدرة: سے مذکورة اور مقدرة کی ترکیب کو بیان کرنا ہے کہ یہ مجرور ہیں اس بناء پر کہ یہ ذات کی صفت ہیں۔

قال الشارح اشارة الی تقسیم مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال تعریف کے اندر کلمة او کو ذکر کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ کلمة او تشکیک کے لیے آتا ہے اور تعریف توضیح کے لیے ہوتی ہے تو ان دونوں میں منافات ہے۔

جواب یہاں پر کلمة او تشکیک کے لیے نہیں ہے بلکہ تمیز کی تقسیم کے لیے ہے۔ تمیز کی دو قسمیں ہیں۔(۱) جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے۔ رطل زیتا (۲) جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے۔ جیسے طاب زید نفسا

قال الشارح فانه فی قوة مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال طاب زید نفسا میں نفسا یہ زید سے ابہام کو رفع کر رہا ہے جو کہ ذات مذکورہ ہے مقدرہ نہیں حالانکہ آپ نے یہ مثال ذات مقدرہ کی دی ہے۔

جواب یہاں ممیز زید نہیں بلکہ ممیز محذوف ہے جو کہ شیئی ہے اس لیے کہ طاب زید نفسا یہ طاب شیئی منسوب الی زید کے معنی میں ہے۔ تو پس نفسا اس شیئی سے ابہام کو رفع کر رہا ہے جو کہ مقدر ہے۔

قال الماتن فالاول عن مفرد مقدار صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے تمیز کی قسم اول یعنی جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے وہ اکثر مواد میں مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے۔

ای القسم الاول: سے ترکیب کا بیان۔ کہ الاول صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ

القسم ہے۔

وھــــو: سے قسم اول کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ قسم اووہ ہے جوذات مذکورہ سے ابھام کورفع کرے۔

یرفعه: ترکیب کا بیان۔عن مفرد یہ متعلق ہے یرفعہ کے پھر یہ الاول کی خبر ہے۔

قال الشارح **یعنی مابه** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں ہے اس لیے کہ مصنف نے مثال کے اندر عشــــــــرون درھماومنوان سمنا کو پیش کیا حالانکہ عشرون اور منوان یہ مفرد نہیں ہے بلکہ عشرون جمع ہے اور منوان تثنیہ ہے۔

جواب یہاں مفرد سے مراد وہ ہے جو جملہ اور شبہ جملہ اور مضاف کے مقابلے میں ہو۔مفرد تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں نہیں ہے

صفة: سے مقدار کی ترکیب کو بیان کرنا ہے کہ یہ مجرور ہے اور یہ صفت ہے مفرد کی۔

وھو مایقدر بہ الشئ: مقدار کی تعریف کا بیان ہے کہ مقدار وہ ہے کہ جس کے ساتھ کسی شئ کا اندازہ لگایا جائے۔یعنی جس کے ساتھ شئ کو پہنچا جائے۔

ویبین: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یعرف معرفۃ سے مشتق ہے تعریف سے نہیں۔

غالبا ای فی غالب المواد: سے ترکیب کا بیان غالبا کا نصب ظرفیت کی بنا پر ہے۔

واکثرھا: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ غالب یہ اکثر کے معنی میں ہے۔

قال الشارح **ای رفع الابھام** مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال اول کا مصداق وہ تمیز ہے جوذات مذکورہ سے ابھام کو رفع کرے اور مفرد مقدار بھی ذات مذکورہ ہوتی ہے۔تو اب مصنف کی عبارت کا معنی ہوگا کہ وہ تمیز جوذات مذکورہ سے ابھام کو رفع کرے ذات مذکورہ سے۔تو مصنف کی عبارت میں تکرار ہوا۔

جواب مفرد مقدار احذ ہے اور اول عام ہے اس لیے اول سے مراد وہ تمیز ہے جوذات مذکورہ سے

ابھام کو رفع کرے خواہ وہ مفرد مقدار سے ہو یا غیر مفرد مقدار سے ہو۔اور ظاہر ہے کہ مفرد مقدار اس سے اخص ہے۔

والمقدار: سے ترکیب کا بیان۔ کہ فی عدد باعتبارِ متعلق کے خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ المقدار ہے۔

قال الشارح ضمن مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال عدد بھی تو مفرد مقدار ہے لہذا ظرفیت الشیئ لنفسہ کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب ضمن کا اضافہ کر کے جواب دیا کہ ظرفیت الشیئ لنفسہ نہیں ہے بلکہ ظرفیت الاخص للاعم ہے۔اس لئے کہ مفرد مقدار عدد سے اعم ہے۔ یہ عدد کو بھی شامل ہے اور کیل کو بھی اور وزن کو بھی۔ اب صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہوگا کہ مفرد مقدار یا عدد کے ضمن میں متحقق ہو یا غیر عدد کے ضمن میں متحقق ہو۔ پھر وہ غیر چار حال سے خالی نہیں ہے۔(۱) یا وہ وزن ہوگا۔(۲) یا کیل ہوگا۔(۳) یا ذراع ہوگا (۴) یا مقیاس ہوگا۔

مفرد مقدار عددی کی مثال: عشرون درھما۔

مفرد مقدار وزن کی مثال جیسے رطل زیتا اس لیے کہ رطل نصف سیر کو کہتے ہیں۔اور جیسے منوان سمنا۔

فان نصف: سے اس بات کی دلیل پیش کرنا ہے کہ رطل وزنی ہے۔

مفرد مقدار کیل کی مثال: جیسے قفیزان برا

مفرد مقدار مقیاس کی مثال: علی التمرة مثلها زبدا

قال الشارح والمراد بالمقادیر مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال ان مقادیر میں تو کوئی ابھام نہیں ہے اس لیے کہ یہ معلوم متعین ہیں تو تمیز ان سے ابھام کو کیسے دور کرے گی جب کہ ابھام ہی نہیں ہے۔

جواب ان سے مراد مقدرات ہیں جن میں ابھام موجود ہے اور تمیز ان مقدرات سے ابھام کے لیے رافع ہے۔ مثلاً عشرون سے مراد معدود ہے اسی طرح رطل سے مراد موزون ہے۔اور

قفیزان سے مراد مکیل ہے۔اور ذراع سے مراد مزروع ہے۔اور علی التمرہ مثلھا زبدا میں مثلھا سے مراد مقیس ہے۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان میں ابہام موجود ہے۔

سوال مقدرات تو معانی مجازیہ ہیں کیونکہ مقادیر کی وضع ان کے لیے نہیں ہوئی حالانکہ تمیز کے لیے ضروری ہے کہ معنی موضوع لہ سے موضوع لہ ہونے کی حیثیت سے رافع للابھام ہو۔

جواب مقادیر مقدار معین کے لیے اس طور پر موضوع ہیں کہ وہ مقدار معین اجناس میں سے کسی جنس کی طرف منسوب ہو اور جب اضافت الی الجنس مقادیر کے مفہوم میں معتبر ہوئی ہو مقادیر کی وضع ایسی مقدار کیلئے ہوئی جو منسوب الجنس ہو بایں طور مقدار وضع کے اعتبار سے جنس پر دال ہوئی جو کہ مبہم ہے لہذا مقدار سے واقع ہونے والی تمیز ابہام وضعی کے لئے رافع ہوئی۔

قال الشارح انما اقتصر مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال مقادیر کی پانچ قسمیں ہیں بعض کی مثال ذکر نہیں کی۔یعنی کیل اور مساحۃ کی اور وزن کی مثال کو مکرر ذکر کیا اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب صاحب کافیہ کا مطمع نظر مثالوں کو ذکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کا مقصود متمات اسم کو بیان کرنا ہے کہ متمات اسم چار چیزیں ہیں۔(۱) نون مشابہ بنون جمع کے ساتھ جیسے عشرون درھما میں عشرون اسم تام ہے جس کی تمامیت نون مشابہ بنون جمع کے ساتھ ہے

سوال صاحب کافیہ نے نون جمع حقیقی کی مثال کیوں نہیں دی۔

جواب بوجہ ظہور کے کہ جب نون مشابہ بنون جمع متمم ہے تو نون جمع حقیقی بدرج اولی متمم ہوگا۔

(۲) نون تنوین کے ساتھ خواہ تنوین ملفوظ ہو جیسے رطل زیتا میں رطل اسم تام ہے جس کی تمامیت نون تنوین ملفوظ کے ساتھ ہے یا تنوین مقدر کے ساتھ ہو جسے احدعشر رجلا

(۳) نون تثنیہ کے ساتھ اسم تام ہوتا ہے جیسے منوان سمنا

(۴) اضافت کے ساتھ اسم تام ہوتا ہے جیسے علی التمرۃ مثلھا زبدا۔

سوال مولانا جامی نے فرمایا انما اقتصر المصنف علی الامثلۃ کہ صاحب کافیہ نے تین

مثالوں پر اکتفاء کیا ہے حالانکہ صاحب کافیہ نے چار مثالیں بیان کیں ہیں۔

جواب مولانا جامی کی مراد یہ ہے کہ عدد کے علاوہ تین مثالوں پر اکتفاء کی ہے کیونکہ عدد کی تمیز کے متعلق ماتن نے خود کہا ہے کہ عدد کی تمیز کا بیان اسماء العدد میں ہوگا۔تو حاصل جواب یہ ہوا کہ صاحب کافیہ کا مقصود متممات اس کو بیان کرنا تھا اس لئے عدد کے علاوہ تین مثالوں پر اکتفاء فرمائی اور وزن کی مثا کو مکرر ذکر کر کے اس بات کو بتلایا کہ مفرد مقدار کی ایک خاص قسم یعنی وزن کی تمامیت کبھی تنوین سے اور کبھی نون تثنیہ سے ہوتی ہے اور مفرد مقدار کے تحقیق کی صور کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔اس لئے کیل اور مساحت کی مثال کو بیان نہیں کیا۔

قال الشارح **ومعنی تمام الاسم** مولانا جامیؒ کی غرض اسم تام کی تعریف کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم کے تام ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت کو ہوتے ہوئے اس کی اضافت ممکن نہ ہو اور اسم کے ساتھ جب تنوین ہو تو اس کی اضافت ممتنع ہوتی ہے اسی طرح جب نون تثنیہ یا نون جمع ہو تو اس کی اضافت محال ہوتی ہے اور جب وہ مضاف ہو تو بھی اس کی اضافت محال ہوتی ہے۔اس لئے کہ مضاف دوسری مرتبہ مضاف نہیں ہوسکتا۔

قال الشارح **فاذا تم الاسم** مولانا جامیؒ کی غرض اسم تام کے ناصب اور عامل تمیز کی علت کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے جب اسم مذکورہ اشیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ تام ہو جائے گا تو وہ فعل کے مشابہ ہو جائے گا۔جس طرح فعل کے ساتھ تام ہو جاتا ہے اسی طرح یہ بھی ان اشیاء یں سے کسی ایک کے ساتھ تام ہو جاتا ہے۔پس وہ تمیز جو اس اسم کے بعد واقع ہوگی وہ مفعول کے مشابہ ہو جائے گی۔کیونکہ تمیز اسم کے تام ہونے کے بعد واقع ہوتی ہے۔کہ جس طرح مفعول کا حق یہ ہے کہ وہ کلام کے تام ہونے کے بعد واقع ہو۔لہذا جس طرح فعل اپنے فاعل کے ساتھ تام ہو کر مفعول بہ کو نصب دیتا ہے اسی طرح اسم تام بھی ان اشیاء کے ساتھ تام ہو کر شبہ مفعول یعنی تمیز کو نصب دے گا۔

ای التمیز: غرضہ بیان مرجع الضمیر ۔

قال الشارح ما یتشابه اجزاءہ ۔ جنس کی تعریف کا بیان بحسب الحقیقت والماہیت کہ جنس ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کے اجزاء میں سے ہر ہر جز کا کل کے ساتھ نام میں اشتراک ہو جیسے ماء سمندر کو بھی ماء کہتے ہیں اور ایک قطرے کو بھی ماء کہا جاتا ہے۔

قال الشارح یقع مجردا ۔ جنس کی بحسب الحکم تعریف کو بیان کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تمیز مفرد کے استعمال کیے جانے کی علت کو بھی بیان کیا جارہا ہے۔

فائدہ: جنس اور اسم جنس کے درمیان فرق اور وہ فرق یہ ہے کہ جنس کا اطلاق قلیل وکثیر پر ہوتا ہے۔ اور اسم جنس کا اطلاق فقط واحد پر علی سبیل البدلیت ہوتا ہے تو دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر اسم جنس جنس ہے لیکن ہر جنس اسم جنس نہیں ہے۔

قال الماتن الا ان تقصد الانواع ۔ یہ استثناء مفرغ ہے تقدیر عبارت۔ فیفرد التمیز فی جمیع الاوقات الا وقت قصد الانواع۔

قال الشارح ای ما فوق الواحد ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب جنس سے نوعین مقصود ہوں تو وہ تمیز مقصود کے مطابق استعمال کی جائے گی۔ جیسے عندی رطلان زیتین حالانکہ متن کی عبارت سے قصد انواع جمع ہی کی صورۃ میں مطابقت کا ہونا سمجھا جاتا ہے۔

جواب: متن کی عبارت میں انواع سے مراد ما فوق الواحد ہے جو نوعین کو بھی شامل ہے۔

قال الشارح قیل و فی تخصیص قصد ۔ سوال کو نقل کر کے یمکن سے جواب دینا ہے۔

سوال: جس طرح انواع کے مقصود ہونے کی صورت میں تمیز مقصود کے مطابق لائی جاتی ہے ایسے ہی اعداد کی مقصود ہونے کی صورت میں بھی تمیز مقصود کے مطابق مطابقت ضروری ہوتی ہے۔ لہذا صاحب کافیہ کو یوں کہنا چاہیے تھا الا ان تقصد الانواع اوالاعداد ۔ اس استثناء کی ص: انواع کے ساتھ تخصیص صحیح نہیں ہے۔

جواب: انواع سے مراد حصص الجنس ہے یعنی افراد مراد ہوں خواہ وہ افراد نوعیہ ہوں یا افراد شخصیہ ہوں۔ لہذا اس استثناء دونوں کو شامل ہے۔ کیونکہ افراد شخصیہ ہی اعداد ہیں۔

فائدہ: مولانا جامیؒ نے یمکن سے یہ جواب نقل کر کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا۔ وجہ ضعف یہ ہے یہ حصہ کا اطلاق فقط فرد اعتباری یعنی وہ مفہوم کلی جو معین کی طرف مضاف ہونے پر ہوتا ہے فرد حقیقی پر نہیں ہوتا۔

قال الشارح ای یورد ۔ مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جمع سے مراد ما فوق الواحد ہے تا کہ تثنیہ کو بھی شامل ہو جائے۔

قال الشارح ای المفرد المقدار ۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ کان ناقصہ ہے

قال الشارح او المعنی ۔ توجیہ آخر کا بیان کہ کان تامہ بھی ہو سکتا ہے۔

قال الشارح متلبساً۔ ترکیب کا بیان کہ جار مجرور متلبسا کے متعلق ہے۔

قال الشارح فان لما تما ۔ مولانا جامی کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: توجیہ ثانی پر تمیز کا نون تثنیہ کے ساتھ تلبس کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ نون تثنیہ تو مفرد مقدار میں ہوگا نا کہ تمیز میں۔ تو تمیز کا نون تثنیہ کے ساتھ تلبس کیسے صحیح ہوا۔

جواب: یہ ادنیٰ تعلق کی وجہ سے۔

ای اضافة المفرد: سے اشارہ کر دیا کہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے۔

قال الشارح اضافة بیانیة ۔ مولانا جامی کی غرض وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم: یہ ہوتا ہے کہ تمیز اور ممیز میں تو عینیت ہوتی ہے اور اضافت تو تغایر کا مقتضی ہے۔

جواب: مطلق اضافت تغایر کی مقتضی نہیں بلکہ اضافت لامی اور اضافت بمعنی من تغایر کی مقتضی ہے اور یہاں پر اضافت بیانیہ ہے جو کہ تغایر کی مقتضی نہیں

قال الشارح باسقاط التنوین ۔ مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم: جب مفرد مقدار کی تمامیت نون تثنیہ کے ساتھ ہوگی تو نون تثنیہ کے ہوتے ہوئے تو اسم

تحیل الاضافت ہوتا ہے اضافت جائز ہی نہیں ہوتی۔

جواب: جواز اضافت سے مراد یہ ہے کہ ازالہ مانع یعنی اسقاط نون تثنیہ کے بعد اضافت جائز ہو۔

ای جوازا شائعاً: بیان تقعید برائے صحت تقابل کہ جازت الاضافت میں جواز سے مراد مطلق جواز نہیں بلکہ جواز کثیر ہے کیونکہ مابعد میں والا سے مطلق جواز کی نفی مراد نہیں بلکہ جواز کثیر کی نفی مراد ہے۔

لحصول الغرض: جواز اضافت کی دلیل کا بیان ہے کہ حصول مقصود فائدہ زائدہ سمیت ہے اور وہ فائدہ زائدہ تخفیف فی اللفظ ہے اور یہ سونے پر سہاگہ ہے۔

ای و ان لم یکن: سے اس بات کا اشارہ کردیا کہ یہ الامر کبہ ہے۔

فلا تجوز الاضافت: یعنی جزا جملہ فعلیہ ہے۔

وعن غیر مقدار: سے عطف کی تعیین کرنا ہے۔ کہ عن غیر مقدار یہ عن مفرد مقدار پر معطوف ہے۔

ای الاول: حاصل عطف کا بیان ہے۔ کہ تمیز کی قسم اول جو ذات مذکورہ سے ابہام کو رفع کرے وہ جس طرح مفرد مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے اسی طرح غیر مقدار سے بھی ابہام کو رفع کرتی ہے یعنی جو نہ عدد ہو اور نہ وزن ہو اور نہ ہی کیل ہو اور نہ ہی مساحت ہو۔

نحو و خاتم حدیدا: توضیح بالمثال کا بیان ہے۔

فان الخاتم: سے مثال کے ممثل لہ پر منطبق ہونے کا بیان ہے کہ خاتم باعتبار جنس کے مبہم ہے اور تنوین کے ساتھ تام ہے اسی لئے اس نے تمیز کا تقاضہ کیا ہے۔

قال الماتن و الخفض اکثر ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ابہام کو رفع کرتی ہے اس میں بنسبت نصب کے جر زیادہ استعمال ہوتی ہے۔

ای خفض التمیز: سے اشارہ کیا کہ خفض پر الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے جو کہ تمیز ہے۔

نیز اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ خفض اضافت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

استعمالاً: سے ایک وہم کو دفع کر دیا کہ یہاں پر اکثر سے مراد اکثر من حیث المذاہب نہیں بلکہ من حیث الاستعمال ہے۔ الحاصل مصنفؒ کا مقصود دو چیزوں سے مرکب ہے۔ (۱) وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ابہام کو رفع کرے وہ مجرور بالاضافت ہوتی ہے۔ (۲) اس میں جر بنسبت نسب کے اکثر ہے۔

لحصول الغرض: سے جز اول کی دلیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے اضافت کے ساتھ غرض حاصل ہو جائیگی اور تخفیف بھی حاصل ہو جائے گی۔

ولقصورٍ: سے جز ثانی کی دلیل کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے غیر مقدار طلب تمیز سے قاصر ہے اس لئے کہ مبھمات میں اصل مقادیر ہے اور غیر مقدار اس شیئی کے مرتبے میں نہیں ہے۔

قال الماتن والثانی عن نسبة ۔ صاحب کافیہ کی غرض تمیز کی دوسری قسم کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز کی دوسری قسم جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے وہ یا تو نسبت کائنہ فی الجملہ سے ابہام کو رفع کرے گی یا ت کائنہ فی شبہ الجملہ سے ابہام کو رفع کرے گی۔

القسم الثانی: سے ترکیب کا بیان ہے کہ الثانی صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ القسم ہے۔

وھو ما: قسم ثانی کے مصداق کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ تمیز جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے۔

یرفع: سے ترکیب کا بیان کہ عن نسبت یرفع کے متعلق ہے پھر یہ جملہ ہو کر الثانی کی خبر ہے۔

قال الشارح کان الظاھر ۔ ایک اعتراض کو نقل کر کے لکن سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کی کلام میں تعارض ہے اس لئے کہ مصنفؒ نے ماقبل میں کہا تمیز کی قسم ثانی وہ ہے جو ذات مقدرہ سے ابہام کو رفع کرے اور یہاں ذات کا ذکر ہی نہیں بلکہ نسبت کا ذکر ہے۔

حالانکہ نسبت امر معنوی ہے ذات نہیں ہے۔لہذا مصنف کو یوں کہنا چاہئے تھا عن ذات مقدرۃ فی نسبت فی جملۃ۔

جواب: جس کا حاصل یہ ہے کہ ابہام طرف نسبت میں یعنی ذات مقدرہ میں ابہام فی النسبت کو مستلزم ہے اور رفع ابہام عن النسبت طرف نسبت یعنی ذات مقدرہ سے رفع ابہام کو مستلزم ہے اس لئے عن نسبت کا لفظ کہ دیا۔

قال الشارح مقتصرا علیھا ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: پھر اسلوب کیوں بدلا۔

جواب: اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ تمیز کی قسم ثانی کا تمیز کی قسم اول کے ساتھ مقابلہ محض نسبت کے اعتبار سے ہے ذات مذکورہ یا مقدرہ کے اعتبار سے نہیں ہے۔

کائنۃ فی جملۃ: ترکیب کا بیان کہ فی جملۃ یہ متعلق ہے کائنۃ کے ساتھ پھر یہ باعتبار متعلق کے صفت ہے نسبۃ کی۔

ای ما شابھھا۔: سے مضاہات کے معنی کا بیان ہے جو کہ تفسیر غیر المشہور بالمشہور کے قبیل سے ہے۔

عطف: ترکیب کا بیان کہ یہ معطوف ہے جملۃ پر۔

و ھو اسم الفاعل : سے شبہ جملہ کے مصداق کا بیان۔کہ شبہ کا جملہ کا مصداق اسم الفاعل اور اسم مفعول اور مصدر اور ہر وہ لفظ کہ جس میں فعل والا معنی پایا جائے اس میں فاعل کی مثال الحوض ممتلیء ماءً اور اسم مفعول کی مثال الارض مفجرۃ عیوناً اور صفت مشبہ کی مثال زید حسن وجھاً اور اسم تفضیل کی مثال زید افضل اباً اور مصدر کی مثال اعجبنی طیبہ ابا ۔اور وہ لفظ جس کے اندر فعل والا معنی پایا جائے جیسے حسبك زید رجلا۔اس لئے کہ حسبک اس مثال میں یکفیك کے معنی میں ہے۔

مثال للجملہ: سے ممثل لہ کی تعیین کرنا ہے طاب زید نفساً ۔یہ اس تمیز کی مثال ہے جو جملے

سے ابہام کو رفع کرے اور تمیز اس کے اندر منصب عنہ کے ساتھ خاص ہے۔
زید طیب ابا یہ شبہ جملہ سے ابہام کو رفع کرنے کی مثال ہے۔ اور اس کے اندر تمیز منصب عنہ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔ اور متعلق منصب عنہ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے۔

سوال: مولانا جامیؒ نے مشابہ جملہ کی مثال میں مصدر کو بھی ذکر کیا ہے جیسے اعجبنی طیبه ابـــاً۔ حالانکہ صاحب کافیہ نے مصدر کو اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے۔ لہذا مولانا جامیؒ اور صاحب کافیہ کی کلام میں تعارض ہوا۔

جواب: مصدر میں دو اعتبار ہیں۔ (۱) حیثیت عمل بالفاعلیۃ (۲) حیثیت بالاضافۃ۔ مولانا جامیؒ نے پہلی حیثیت کے لحاظ سے شبہ جملہ کی مثال میں ذکر کر دیا اور صاحب کافیہ دوسری حیثیت کے لحاظ سے اضافت کی مثال میں ذکر کر دیا۔

قال الشارح و حیث لا فرق ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: صاحب کافیہؒ نے جملہ کے لئے ایک مثال کو ذکر کیا ہے اور شبہ جملہ کے لئے چار مثالوں کو ذکر کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: کہ دونوں کے تمیز میں کوئی فرق نہیں کل مثال للجملة فهو مثال لشبه الجملة و کل مثال لشبه جملة فهو مثال للجملة ۔ لیکن صاحب کافیہؒ نے ظاہر پر اعتماد کرتے ہوئے تمثیلات میں جملہ کی بقیہ امثلہ کو بنا بر اختصار کے مقدر کر دیا بہر حال در حقیقت جملہ اور شبہ جملہ میں سے ہر ایک کی پانچ پانچ مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ چار مثالیں اس طرح بن جائیں گی۔
(۱) طاب زید نفسا (۲) طاب زید ابا (۳) زید طیبه ابا (٤) زید طیبه نفسا

قال الشارح فقول و ابو ة ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ابوة اور دارا اور علماان میں جس طرح شبہ جملہ کی نسبت سے تمیز واقع ہونے کی صلاحیت ہے اسی طرح جملہ نسبت بھی تمیز واقع ہونے کی صلاحیت ہے۔ تو پھر مصنفؒ نے ابـوة اور دارا اور علماان کو شبہ جملہ کے بعد کیوں ذکر کیا۔ اور ان کا عطف ابا پر کیوں کیا۔

جواب: مصنفؒ کا قول ابوة اور دارا اور علما اگر چہ بحسب الفظ ان کا عطف ابا پر ہے لیکن

بحسب المعنی ان کا عطف نفسا اور ابا دونوں پر ہے۔تو مصنفؒ کا قول مذکورہ دومثالوں میں سے ہرایک کی طرف مائل ہے۔ یہ صرف آخری مثال کے ساتھ مختص نہیں۔لہذا مصنفؒ نے بحسب الحقیقت ہرایک ممثل لہ کے لئے پانچ مثالیں ذکر کی ہیں یعنی وہ تمیز جو جملہ کی نسبت سے ابہام کو رفع کرے اس کے لئے بھی پانچ مثالیں ذکر کیں اور شبہ جملہ کی نسبت سے ابہام کو رفع کرے اس کی بھی پانچ مثالیں ذکر کی ہیں۔

قال الشارح **فالنفس اضافی** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت کے لئے ایک مثال بھی کافی ہوتی ہے۔تو مصنفؒ نے متعدد مثالیں کیوں دے دیں۔

جواب : تعدد امثلہ یہ ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے۔اس لئے کہ تمیز کی پانچ قسمیں ہیں۔ تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول ہوگی یا نہیں ہوگی۔اگر تمیز بالذات محمول ہوتو غیر کا احتمال رکھے گی یا نہیں۔اگر منصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہوتو اس کو منصب عنہ کی صفت بنانا جائز ہوگا یا نا جائز ہوگا اگر جائز ہوتو وہ اس کا احتمال رکھے گی یا نہیں۔کل پانچ قسمیں ہوئیں۔

(۱) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول ہو اور غیر کا احتمال نہ رکھے جیسے **طاب زید نفسا**۔اس لئے کہ نفس زید پر بالذات محمول ہے اور غیر کا احتمال نہیں رکھتا۔

(۲) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول ہو اور غیر کا احتمال رکھے جیسے **طاب زید ابا**۔

(۳) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو اور اس کو منصب عنہ کی صفت بنانا صحیح ہو اور غیر کا احتمال رکھے جیسے **طاب زید ابوۃ**۔

(۴) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو اور اس کو منصب عنہ کی صفت بنانا صحیح ہو۔اور وہ غیر کا احتمال نہ رکھے۔جیسے **طاب زید علما**۔

(۵) تمیز منصب عنہ پر بالذات محمول نہ ہو اور اس کو منصب عنہ کی صفت بنانا بھی صحیح نہ ہو۔جیسے **طاب زید دارا**۔

عین اضافی وہ ہے جس کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف ہو۔ اور عین غیر اضافی وہ ہے جس کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف نہ ہو۔

قال الشارح **والدر** ۔ سے در اور فارس کی لغوی تحقیق کو بیان کرنا ہے۔ در کا معنی ہے دودھ اور مراد اس سے خیر کثیر ہے۔ یہ اطلاق از قبیل ارادۃ لازم اطلاق الملزوم ہے۔

فارسا: اس میں فاعل فراست بالفتح سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے اسپ شناسی میں کامل ہونا جب یہ کمال کسی میں ہے تو حیرت انگیزی کی حد تک پہنچ جاتا ہے تو وقت تجارت اللہ تعالیٰ کی نسبت کر کے ظاہر کیا کرتے ہیں کہ وہ عجائبات کا خالق ہے اور مقصود صرف تعجب ہوتا ہے۔ اب معنی یہ ہوگا وہ کیسا کامل اسپ شناس ہے اور اگر وہ معنی سوار شدن ہو تو معنی یہ ہوگا تو وہ کیسا اچھا سوار ہے اور فراست کے معنی میں ظاہر دیکھ کر باطن کو معلوم کر لینا۔

قال الماتن **ثم ان کان اسما** ۔ مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کون سی تمیز منصب عنہ کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور کون سی اس کے متعلق کے ساتھ اور کون سی باعتبار لفظ کے ہر ایک کے لئے ہو سکتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز یا اسم غیر صفت ہوگی یا اسم صفت ہوگی۔ اگر تمیز اسم صفت ہو تو پھر اس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہوگا۔ یا منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہ ہوگا۔

منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اطلاق منصب عنہ پر صحیح ہو اور منصب عنہ کے ساتھ تعبیر کرنا صحیح ہو۔ اور اگر منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اطلاق منصب عنہ پر کرنا صحیح نہ ہو اور اس کے ساتھ تعبیر کرنا بھی صحیح نہ ہو۔ اور اگر منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ (۱) اس کو منصب عنہ سے تمیز بنانا بھی صحیح ہو اگر منصب عنہ سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ پایا جائے اور اگر منصب عنہ سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو پھر اس کو منصب عنہ کے متعلق تمیز بنائیں گے۔ اگر منصب عنہ کے متعلق سے تمیز بنانے کا کوئی قرینہ پایا جائے جیسے طاب زید ابا اس میں ابا کو منصب عنہ یعنی زید سے تمیز بنانا بھی صحیح ہے۔ جب طیب کا اسناد زید کی طرف اس اعتبار سے ہو کہ زید عمرو کا باپ

ہے۔اگراس تمیز کو منصب عنہ پر محمول کرنا صحیح نہ ہو تو منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہوگی جیسے طاب زید ابوۃ و دارا و علما ان اسما کو منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہیں۔تو یہ منصب عنہ کے متعلق یعنی زید کے متعلق کے لئے ہوگی۔اور متعلق زید ذات مقدرہ یعنی شیئ جو کہ زید کی طرف منسوب ہے۔

قال الشارح بعد ما۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ قاعدہ منقوض ہے طاب زید نفسا میں اس لئے کہ اس میں نفسا کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہے۔حالانکہ اس میں دو وجہیں جائز نہیں ہیں بلکہ اس منصب عنہ سے تمیز بنانا متعین ہے۔

جواب: وہ تمیز جس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو اس کے اندر دو وجہیں جائز اس وقت ہیں جب وہ منصب عنہ میں نص نہ ہو۔

قال الشارح لاصفة۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اسم صفت بھی تو اسم ہے تو مصنف کی کلام میں تناقض لازم آیا اس لئے کہ جس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔منصب عنہ کے لئے بھی جائز ہے اور منصب عنہ کے متعلق کے لئے بھی۔اور بعد والی کلام ان کسان صفة سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فقط منصب عنہ کے لئے ہوگی جب تمیز اسم ہو۔

جواب: اسم صفت عام ہے اور جب عام خاص کے مقابلے میں ہو تو اس عام سے مراد خاص کا ما سوآء ہوتا ہے تو یہاں بھی اسم سے مراد غیر صفت ہوگا۔

قال الشارح تارة۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ولمتعلقه کی یہ واو عاطفہ ہے جو کہ جمع کے لئے آتی ہے۔قاعدہ ہے الجمع بحرف الجمع كالجمع بلفظ الجمع۔مصنفؒ کی بات کا معنی یہ ہوگا کہ وہ تمیز جس کو منصب عنہ کے لئے کرنا صحیح ہو وہ منصب عنہ اور متعلق دونوں کیلئے ہوگی۔

جواب: یہاں واو بمعنی او کے ہے۔

قال الماتن فیطابق ۔ سے صاحب کافیہ کی غرض تمیز کی مذکورہ دوقسموں کے طریقہ استعمال کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمیز جنس ہوگی یا غیر جنس ہوگی اگر جنس ہو تو اس سے انواع کا قصد کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا اگر تمیز جنس نہ ہو تو اس کو مقصود کے موافق واحد تثنیہ یا جمع لائے گا یعنی جب تمیز کے اندر واحد ہونے یا جمع ہونے کا قصد کیا جائے ۔تو اس کو مقصود کے موافق تثنیہ یا جمع لایا جائے گا خواہ وہ واحد اور تثنیہ جمع لانا منصب عنہ کے موافقت کے لئے ہو یا اس معنی کے موافقت کی وجہ سے جو نفس تمیز میں پایا جاتا ہے جیسے طاب زید ابا۔ طاب الزیدان ابوین ، طاب الزیدون آباءً اور تمیز کو مفرد جمع لانا اس معنی کی موافقت کی وجہ سے ہو جو نفس تمیز میں پایا جاتا ہو تو اس کی مثال یہ ہے طاب زید ابا جب مراد فقط زید کا باپ ہو اور طاب زید ابوین جب مراد زید کا باپ اور اس کا دادا ہو اور طاب زید آباءً جب مراد زید کے اباواجداد ہوں جو صورت بھی ہو خواہ منصب عنہ کی موافقت کے لئے ہو یا اس معنی کی موافقت کے لئے ہو جو نفس تمیز میں پایا جائے ۔ جب تمیز کے مفرد ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کو مفرد لایا جائے گا۔ اور اگر اس کے تثنیہ ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کو تثنیہ لایا جائے گا۔ اور اگر اس کے جمع ہونے کا قصد کیا جائے تو اس کو جمع لایا جائے گا اس لئے کہ مفرد کا صیغہ اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ تثنیہ اور جمع پر اس اطلاق کیا جائے۔

اور اگر تمیز جنس ہو اور اس سے انواع مقصود نہ ہوں تو اس کو مفرد لایا جائے گا اس لئے کہ اس کا اطلاق قلیل کثیر پر کرنا صحیح ہے۔ لہذا اس کو تثنیہ جمع لانے کی ضرورت نہیں ہے جیسے طاب زید علما ۔طاب الزیدان علما ۔ طاب الزیدون علما ۔ اور اگر تمیز جنس ہو اور اس سے انواع مختلفہ کا قصد کیا جائے تو اس کو مقصود کے موافق تثنیہ یا جمع لایا جائے گا بلکہ ضروری ہے جیسے طاب الزیدان علمین ۔طاب الزیدون علوما۔ جب یہ مراد ہو کہ زیدون میں سے ہر زید وہ علم کی ایک ایک نوع کے اعتبار سے اچھا ہے مثلا ایک زید علم فقہ کے اعتبار سے اچھا ہے اور دوسرا زید علم نحو

کے لحاظ سے اچھا ہے اور تیسرا زید علم منطق کے اعتبار سے اچھا ہے اس لئے کہ مفرد کا صیغہ وہ اس معنی کا فائدہ نہیں دیتا۔

قال الشارح **ای فی ما جازا** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ھما ضمیر کا مرجع شیئین مذکورین ہے ان میں سے ایک وہ ہے جس کو منصب عنہ کے لئے بنانا بھی صحیح ہو اور اس کے متعلق کے لئے بنانا بھی صحیح ہو اور دوسری وہ ہے جس کو منصب عنہ کے لئے بنانا صحیح نہ ہو پس وہ تمیز جو منصب عنہ میں نص ہو وہ اس حکم سے خارج ہو جائے گی حالانکہ اس میں بھی مطابقت ضروری ہے۔

جواب : وہ تمیز جو منصب عنہ میں نص ہے وہ شیئی اول میں داخل ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک جس کو منصب عنہ سے تمیز بنانا صحیح ہو اس کے اندر تعیم ہے۔ خواہ وہ منصب عنہ میں نص ہو یا وہ منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کا احتمال رکھے۔

قال الشارح **من حیث** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب زیدون میں سے ایک زید علم نحو کا عالم ہو دوسرا زید علم فقہ کے ایک حکم کا اور تیسرا زید علم اصول کے ایک ضابطے کا اور یہ انواع مقصود ہوں تو طاب الزیدون علما کہا جائیگا علوما نہیں، حالانکہ یہاں پر قصد انواع موجود ہے۔

جواب : انواع کا قصد ہوا امتیازات نوعیہ کے اعتبار سے نہ کہ امتیازات شخصیہ کے اعتبار سے۔

قال الماتن **و ان کان** ۔ اگر تمیز صفت مشتق ہو جیسے لله درهٔ فارسا یا وہ مشتق کی تاویل میں ہو جیسے کفی زید، رجلا اس میں رجلا یہ کامل فی رجولیت کے معنی میں نہیں ہے۔ تو وہ صفت منصب عنہ کے لئے ہوگی۔ اس کے متعلق کے لئے نہ ہوگی اس لئے کہ صفت موصوف کا تقاضہ کرتی ہے اور منصب عنہ مذکور اولیٰ ہے موصوف ہونے کی۔ مثلا جب کہا جائے طاب زید والدا۔ تو والد یہی زید ہوگا اس کے متعلق یعنی اس کا باپ نہ ہوگا۔ بخلاف اسم کے مثلا طاب زید ابا میں سے اندر دونوں احتمال ہیں زید کا بھی اور اس کے باپ کا بھی۔

قال الشارح و طبقه الواو ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: طبقہ کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔(۱) یہ معطوف ہو کانت کے اسم پر (۲) یہ معطوف ہو کانت کی خبر پر اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اگر یہ معطوف ہو کانت کی اسم پر تو معطوف اور معطوف الیہ کے درمیان مطابقت نہ ہوگی۔ دوسرا احتمال اس لئے صحیح نہیں کہ اگر یہ کانت کی خبر پر معطوف ہو تو کانت کی خبر کا اس کے اسم پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں۔

جواب: مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب الواو سے ہے دوسرا جواب و یجوز سے ہے۔ پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ واو عاطفہ نہیں ہے بلکہ بمعنی مع کے ہے۔ اور طبق مصدر بمعنی مطابقت ہے اب معنی یہ ہوگا وہ صفت منصب عنہ کے لئے ہوگی اس صفت کے منصب عنہ کے مطابق ہونے کے ساتھ۔

قال الشارح مع مطابقتها اياه ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ طبقہ اس میں دو احتمال ہیں یا یہ فاعل کی طرف مضاف ہے اور مفعول محذوف ہے یا مفعول کی طرف مضاف ہے اور فاعل محذوف ہے۔

و یجوز: سے جواب ثانی کا بیان کہ طبق مصدر ہے بمعنی اسم فاعل کے اور واو عاطفہ ہے اور طبقہ کا عطف ہے عطف کانت کی خبر پر معنی یہ ہوگا کہ وہ صفت صفت ہوگی اس منصب عنہ کے لئے اور اس منصب عنہ کے مطابق ہوگی۔

قال الشارح و المراد ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تمیز ہمیشہ نکرہ ہوتی ہے اور منصب عنہ کبھی نکرہ ہوتا ہے کبھی معرفہ تو پھر تمیز منصب عنہ کے مطابق کیسے ہوگی؟

جواب: یہاں مراد افراد تثنیہ جمع میں اتفاق ہے اور تذکیر و تانیث میں اتفاق ہے لیکن تعریف و تنکیر کے اعتبار سے مطابقت ضروری نہیں ہے۔

لکونہا: سے مذکورہ امور میں مطابقت کے ضروری ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جسکا حاصل یہ ہے کہ صفت کے اندر ضمیر ہوگی جوراجع ہوگی منتصب عنہ کی طرف اور راجع مرجع میں امور مذکورہ میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اسی وجہ سے تمیز کو منتصب عنہ کے مطابق لانا ضروری ہے۔

واحتملت: سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ صفت مذکورہ میں حال بننے کا بھی احتمال ہے اس لئے کہ حال بنانے کی صورت میں معنی صحیح ہوتا ہے۔جیسے طاب زید فارسا۔اگر اس میں فارسا کو تمیز بنائیں تو معنی ہوگا زید اچھا ہے ازروئے شاہ سوار ہونے کے اور اس کو حال بنائیں تو معنی یہ ہوگا کہ زید اچھا ہے اس حال میں کہ وہ شاہ سوار ہے لیکن تمیز کو دو وجہ سے ترجیح حاصل ہے۔

وجہ اول: یہ ہے کہ اس صفت میں بھی زیادہ کیا جاتا ہے جیسے للہ درہٗ من فارس اور عربوں کا قول ہے عز من قائل یہ عز قائلا کی جگہ واقع ہے پس زیادتی من تمیز کی تائید کرتی ہے اس لئے کہ من تمیز میں زیادہ ہوتا ہے حال میں زیادہ نہیں ہوتا۔

وایضا: سے وجہ ثانی کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود زید کی مدح ہے فراسیت کے لحاظ سے نہ کہ فروسیت کی حالت میں اس لئے کہ فروسیت کی حالت میں بھی فروسیت کے علاوہ دوسری صفات کے اعتبار سے بھی مدح کی جاتی ہے جیسے زید عالم من حیث عنہ فارس۔پس اگر فارس کو حال قرار دیں تو یہ ترکیب درست نہیں ہوگی کیونکہ یہ ایسے ہوگا جیسے زید عالم حال کونہ راکبا۔اور یہ درست نہیں ہے کیونکہ علم حالت فروسیت کے ساتھ مقید ہو جائے گا۔حالانکہ یہ درست نہیں۔

قال الماتن ولا يتقدم على عامله ۔کہ تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتی۔

قال الشارح اذا كان ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کے قول والاصح الا ان يتقدم على الفعل اس کا عطف ولا یتقدم پر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے عطف الشیئ علی نفسہ لازم آیا ہے کیونکہ فعل بھی عامل ہوتا ہے۔

جواب : یہاں عامل سے مراد اسم تام ہے جو کہ اسم جامد ہوتا ہے۔ اب معطوف اور معطوف الیہ کے درمیان مغایرت ہو جائے گی۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب تمیز کا عامل اسم تام ہو تو تمیز اپنے عامل پر بالاتفاق مقدم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ یوں نہیں کہا جائے گا عندی درهما عشرون اور عندی زیتا رطل نہیں کہا جائے گا وجہ اسکی یہ ہے کہ عامل جب اسم تام ہو تو وہ اسم جامد ہوتا ہے۔ اور اسم جامد عامل ضعیف ہے اس لئے کہ یہ عمل کرتا ہے فعل کی مشابہت کیوجہ سے اور یہ مشابہت قوی نہیں ہے۔ بلکہ ضعیف ہے اور عامل ضعیف کا معمول مقدم میں عمل نہیں کر سکتا۔

قال الماتن **والاصح ان یتقدم** ۔جب ماقبل میں بیان کیا گیا کہ جب تمیز کا عامل اسم تام ہو تو یہ تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اسم جامد عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف معمول مقدم میں نہیں کر سکتا تو اس سے یہ وہم پیدا ہو کہ جب تمیز کا عامل اسم تام نہ ہو بلکہ فعل یا شبہ فعل ہو تو چونکہ یہ دونوں عامل قوی ہیں لہذا ان پر مقدم ہو جائے گی تو اس وہم کو دفع کرنے کے لئے مصنفؒ نے کہا و الاصح یعنی جب تمیز کا عامل فعل یا شبہ فعل ہو تو اگرچہ بعض نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ تمیز اس پر مقدم ہو سکتی ہے لیکن مذہب اصح یہ ہے کہ اگر تمیز کا عامل فعل ہو تو اس پر بھی تمیز مقدم نہیں ہو سکتی خواہ فعل صریحی ہو یا غیر صریحی یعنی شبہ فعل ہو۔

عدم تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ تمیز من حیث المعنی نفس فعل کا فاعل ہوتی ہے جیسے طاب زیدا با یعنی طاب ابوہ یا اس فعل کا فاعل ہوتی جب اس کو لازمی بنا دیا جائے۔ جیسے و فجرنا الارض عیونا اس میں عیونا یہ نفس فعل کا مفعول ہے لیکن جب اس فعل کو لازمی بنایا جائے تو عیونا فاعل بن جائے گی۔ جیسے انفجرت عیونا یا وہ فعل کا فاعل ہوتی ہے جب اس کو متعدی بنا دیا جائے جیسے امتلی، الانآء ماءً ا یعنی ملأہ، الماء۔ تو جب تمیز معنی کے اعتبار سے فاعل ہوتی ہے تو اس پر ضمیر مقدم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ فاعل فعل پر مقدم نہیں ہو سکتا تو وہ چیز فاعل کے معنی میں ہو وہ بھی اس پر مقدم نہیں ہو سکتی۔

قال الشارح **و ھھنا بحث** ۔امتلأ الاناء ماءً میں ماءً کو فاعل بنانے کی جو توجیہ بیان کی گئی ہے اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہا امتلأ الاناء ماءً میں ماءً یہ فعل لازمی کو متعدی بنانے کے بغیر من حیث المعنی فاعل ہے۔اس لئے کہ جب متکلم نے اناء کے بعض متعلقات کی طرف امتلأ کے اسناد کا قصد کیا اگر چہ وہ علیٰ سبیل التجوز ہے کیونکہ حقیقت میں اسناد اناء کی طرف ہے اور اناء کے بعض متعلقات کو مقدر کیا تو ابہام پیدا ہو گیا۔کہ وہ برتن کو بھرنے والی چیز کیا ہے۔تو اس ابہام کو رفع کرنے کے لئے بطور تمیز کے ماء کو ذکر کر دیا۔پس ماءً من حیث المعنی امتلأ کا فاعل ہے اور اس کا معنی ہے امتلأ ماأ الاناء۔

قال الشارح **و ذالك بعينه** ۔ سے مولانا جامیؒ اوپر والی بات کی تائید کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہا امتلأ الاناء ماءً میں ماءً کا فاعل مجازی اور فاعل معنوی ہے یہ ایسے ہے جیسا کہ تیرا قول ربح زید تجارۃً اس میں تجارۃً فاعل معنوی ہے اس لئے کہ تجارۃً یہ شیئی منصوب الی زید سے ابہام کو رفع کر رہی ہے اور وہ شیئی منصوب تجارۃً ہے۔پس تجارۃ یہ ربح کا فاعل ہے ۔نہ کہ زید اگر چہ ربح کا اسناد زید کی طرف حقیقتاً ہے اور تجارۃً کی طرف مجازاً ہے۔

قال الشارح **و بھذا یندفع** ۔یعنی بحث مذکور سے ایک اعتراض مشہور کو رفع کیا گیا جو کہ قاعدہ مشہور پر وارد ہوتا ہے وہ قاعدہ مشہورہ یہ ہے کہ وہ تمیز جو نسبت سے ابہام کو رفع کرے وہ من حیث المعنی فاعل ہوتی ہے یا مفعول ہوتی ہے اور ربح زید تجارۃً میں تجارۃً نہ فاعل ہے اور نہ مفعول ہے۔

وجہ اندفاع: یہ ہے کہ فاعل اور مفعول میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقتاً ہوں یا مجازاً ہوں۔تو ربح زید تجارۃً اور ان جیسی دوسری مثالوں میں تجارۃ یہ اگر چہ حقیقتاً فاعل نہیں ہے لیکن مجازاً فاعل ہے۔

قال الماتن **خلا فاللمازنی و المبرد** ۔ مازنی اور مبرد کا مذہب یہ ہے کہ جب تمیز کا عامل فعل صریح ہو یا اسم فاعل اور اسم مفعول ہو تو تمیز کی تقدیم اس پر جائز ہے۔اس لئے کہ یہ عامل قوی ہیں اور عامل قوی کے معمول کی تقدیم اس پر جائز ہوتی ہے اور اگر عامل اسم تفضیل اور صفت

یا مصدر ہو یا وہ لفظ ہو کہ جس میں فعل کے معنی ہو تو ان پر تمیز کی تقدیم جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عامل ضعیف ہیں اور عامل ضعیف کا معمول اس پر مقدم نہیں ہوسکتا مازنی اور مبرد کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ فعل صریح اور اسم فاعل ومفعول وغیرہ یہ عامل قوی ہیں اور عامل قوی کا معمول اس پر مقدم ہوسکتا ہے اور دوسری دلیل شعر کا قول ہے۔

اتھجر سلمیٰ بالفراق حبیبھا وما کاد نفسا بالفراق تطیب

اس کے اندر دو احتمال ہیں۔ پہلا احتمال کاد کے اندر ضمیر شان ہے۔ اور تطیب واحد مونث کا صیغہ ہے اور اس کی ضمیر وہ سلمیٰ کی طرف راجع ہے اور نفسا اس ضمیر تطیب کی نسبت سے تمیز ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ کاد کے اندر جو ضمیر ہے وہ حبیب کی طرف راجع ہے اور نفسا اس ضمیر کی طرف کاد کی نسبت سے تمیز ہے اور تطیب اور مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ ان دونوں احتمالوں میں سے پہلے احتمال کے مطابق ان کا استدلال صحیح ہے۔ اس لئے کہ پہلے احتمال کے مطابق نفسا کا عامل تطیب ہے اور نفسا اس سے مقدم ہے لیکن وہ دوسرے احتمال کے مطابق ان کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس وقت نفسا کا عامل کاد ہے اور نفسا اس سے موخر ہے نہ کہ مقدم ہے پہلے احتمال کے مطابق شعر کا معنی یہ ہوگا۔ کیا سلمیٰ اپنے عاشق کو فراق میں مبتلاء کر کے چھوڑ دیگی۔ حالانکہ وہ سلمیٰ از روئے نفس کے فراق کو پسند کرتی نہیں ہے۔ اور دوسرے احتمال کے مطابق یہ معنی ہوگا کہ کیا سلمیٰ اپنے عاشق کو فراق میں مبتلاء کر کے چھوڑ دے گی حالانکہ وہ عاشق از روئے نفس کے فراق میں ناخوش ہے۔

قال الشارح وما قیل ۔بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اگر تطیب واحد مونث غائب کا صیغہ ہو تو بھی مازنی اور مبرد کا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ تطیب اس کی ضمیر حبیب کیطرف راجع ہو اور اس کو مونث لانا باعتبار نفس کے ہو کیونکہ معنی یہ ہے کہ وما کادت نفس الحبیب لیکن مولانا جامیؒ نے کہا کہ یہ تکلف ہے اور تعفف ہے اور ان کے

﴿بحث مستثنیٰ﴾

صاحب کافیہ منصوبات کا ساتواں قسم مستثنیٰ کو بیان کر رہے ہیں۔

قال الماتن **المستثنیٰ متصل و منقطع** ۔ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) مستثنیٰ متصل (۲) مستثنیٰ منقطع۔

قال الشارح **ما یطلق علیه** سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مستثنیٰ کی تقسیم متصل اور منقطع کی طرف یہ تقسیم الشیء الیٰ نفسه و الیٰ غیره ہے اس لئے کہ مستثنیٰ اسم مفعول کا صیغہ ہے استثناء سے جس کا لغوی معنی ہوتا ہے مخرج اور مخرج متصل ہوتا ہے نہ کہ منقطع۔

جواب: اگرچہ لغوی کے اعتبار سے منقطع پر مستثنیٰ کا اطلاق صحیح نہیں ہوتا لیکن معنی اصلاحی کے اعتبار سے منقطع پر مستثنیٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور مستثنیٰ سے مراد مستثنیٰ اصطلاحی ہے۔

قال الشارح **علی قسمین** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کا قول المستثنیٰ مبتدآء ہے اور متصل اس کی خبر ہے اور خبر کا مبتدآء پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر متصل کا حمل المستثنیٰ پر کرنا صحیح نہیں ہے ورنہ اخص کا حمل لازم آئے گا اعم پر۔

جواب: مستثنیٰ کی خبر محذوف ہے جو کہ علی قسمین ۔ اور متصل وغیرہ پر خبر ہیں مبتدآء محذوف کی جو کہ اور احدهما ، ثانيهما ہے۔

قال الشارح **و لما کان** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کسی شیئ کی تقسیم سے پہلے اس کی تعریف کی جاتی ہے تعریف کے بغیر تقسیم درست نہیں ہتی۔ تو پھر مصنفؒ نے مستثنیٰ کی تعریف سے پہلے اس کی تقسیم کیسے شروع کر دی؟

جواب: تقسیم کے لئے معرفت بالتعریف ضروری نہیں ہوتی بلکہ معرفت بوجہ ما ضروری ہوتا ہے اور یہاں پر معرفت بوجہ ما حاصل ہے۔ اس لئے کہ یہ بات تو معلوم ہے کہ مستثنیٰ نحویوں کے

نزدیک وہ ہے کہ جس پر لفظ مستثنیٰ بولا جائے۔

قال الشارح **وعرف کل واحد** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب تقسیم کے لئے معرفت بوجہ ما کافی ہے تو پھر مصنف نے اس کی دو قسموں میں سے ہر ایک کی تعریف کیوں کردی؟

جواب : ہر ایک کے لئے مخصوص کے لئے احکام ہیں جن کا اجراء ہر ایک پر اس کی معرفت کے بعد ہی ہوسکتا ہے اسی وجہ سے ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ تعریف کی۔

قال الماتن **فالمتصل** ۔سے مستثنیٰ متصل کی تعریف کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ مستثنیٰ متصل وہ ہے کہ جو الا غیر صفتیہ اور اس کے نظائر کے بعد واقع ہو اور الا یا اس کے نظائر کے ذریعے شیئی متعدد سے خارج کیا گیا خواہ وہ شیئی متعدد ملفوظ ہو یا مقدر ہو۔

ای الاسم : ترکیب کا بیان ہے کہ المخرج صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الاسم ہے۔ الذی سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ المخرج کا الف لام بمعنی الذی کے لئے اور مخرج بمعنی أخرج کے ہے۔

قال الشارح **واحترز به** ۔سے مخرج کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے۔غیر مخرج سے جیسے مستثنیٰ منقطع کی جزئیات۔

قال الشارح **عن حکم شیئی متعدد** ۔حکم شیئی ترکیب کا بیان ہے۔ متعدد صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ شیئی ہے پھر موصوف صفت مل کر مضاف الیہ ہے۔مضاف محذوف کا جو کہ حکم ہے۔

قال الشارح **جزئیاته** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : متعدد سے متبادر متعدد بحسب الجزئیات ہوتا ہے۔جب متعدد سے متبادر متعدد بحسب الجزئیات ہوتا ہے تو یہ تعریف اس نصف پر صادق نہیں آتی جو اشتریت العبد الا نصفه میں واقع ہے۔اس لئے کہ یہ نصف متعدد من الجزئیات سے خارج نہیں ہے۔بلکہ

متعدد من حیث الاجزآء سے خارج ہے حالانکہ یہ مستثنیٰ ہے۔

جواب: متعدد میں تعمیم ہے خواہ وہ متعدد بحسب الجزئیات ہو جیسے جاء نی القوم الا زیدا یا متعدد بحسب الاجزآء ہو جیسے اشتریت العبد الا نصفه

سوآء: سے ترکیب کا بیان ہے کہ لفظاً او تقدیراً یہ خبر ہیں کان محذوف کی۔

قال الشارح **ای ملفوظاً** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کان کی خبر کا اس کے اسم پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے۔

جواب: لفظاً بمعنی ملفوظاً کے ہے لہذا اب حمل صحیح ہو جائیگا۔ اور اب عبارت کا معنی یہ ہوگا کہ متعدد میں تعمیم ہے۔ خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو۔ ملفوظ ہو جیسے جاء نی القوم الا زیدا مقدر ہو جیسے جاء نی الا زیدا یعنی ما جاء نی احد الا زیدا۔

قال الشارح **غیر الصفت** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مستثنیٰ متصل کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف لا الہ الا اللہ میں لفظ اللہ پر صادق آتی ہے۔ کیوں کہ وہ الا کے ذریعے متعدد سے مخرج ہے حالانکہ وہ مستثنیٰ نہیں ہے۔

جواب: یہاں الا سے مراد غیر صفتیہ ہے۔ اور مثال مذکور میں الا غیر صفتیہ نہیں ہے بلکہ صفتیہ ہے۔

قال الشارح **و احترزبه** ۔ الا و اخواتها کی قید کے فائدے کا بیان ہے۔ کہ اس قید کے ذریعے احتراز ہے جاء نی القوم لا زید۔ اور ما جاء نی القوم لکن زیدا ۔ اس لئے کہ الا و اخواتها کے ذریعے مخرج نہیں ہے۔ بلکہ لا اور لکن کے ذریعے مخرج ہیں۔

قال الماتن **و المنقطع هو المذكور** ۔ مستثنیٰ منقطع وہ ہے کہ جو الا اور اس کے نظائر کے بعد مذکور ہو اور وہ متعدد سے مخرج نہ ہو۔

قال الشارح **و احترزبه** ۔ سے غیر مخرج کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل

یہ ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے مستثنیٰ متصل کی جزئیات سے۔

قال الشارح **فالمستثنى الذي** ۔سے بعض نحویوں پر رد کرنا ہے۔ کہ بعض نحویوں نے کہا کہ مستثنیٰ متصل وہ ہے جو مستثنیٰ منہٗ کی جنس سے ہو اور منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہٗ کی جنس سے نہ ہو۔

قال الشارح **فالمستثنى** ۔سے مولانا جامیؒ نے ان پر رد کردیا کہ وہ مستثنیٰ جو استثناء سے پہلے متعدد میں داخل نہ ہو وہ منقطع ہے اور وہ خواہ مستثنیٰ منہٗ کی جنس سے ہو یا مستثنیٰ منہٗ کی جنس سے نہ ہو مستثنیٰ منہٗ کی جنس سے ہو اس کی مثال جیسے قوم کے ساتھ ایسی جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جاء القوم الا زید کہا جائے جو جماعت زید سے خالی ہو اور متعدد کی جنس سے نہ ہو اس کی مثال جیسے جاء نی القوم الا حماراً۔

﴿اعراب مستثنی﴾

قال الماتن **وهو منصوب** ۔مستثنیٰ کی باعتبار اعراب کے چار قسمیں ہیں۔

(۱) واجب النصب (۲) جائز الوجهين (۳) اعراب بحسب العوامل (٤) معرب مجرور

قسم اول واجب النصب: نصب یہ چار مقامات پر وجوبی طور پر آتی ہے۔

پهلا مقام: جب مستثنیٰ الا غیر صفتیہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو وہ منصوب ہوتا ہے۔

ای المستثنیٰ: سے ہو ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع جو مطلق مستثنیٰ ہے۔

قال الشارح **حيث علم اولاً** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مستثنیٰ مطلق ماقبل میں معلوم نہیں ہوا۔تو پھر اس کی طرف ضمیر کوراجع کرنا کیسے صحیح ہوا؟

جواب: مطلق مستثنیٰ معلوم ہو چکا ہے اولاتو اس وجہ سے کہ جو تقسیم کے لئے مصحح بنی اور ثانیاً اس وجہ سے کہ مستثنیٰ کی دو قسمیوں کی تعریف سے مطلق مستثنیٰ کی تعریف معلوم ہو چکی ہے کہ مستثنیٰ وہ ہے کہ جو الا اور اس کے نظائر کے بعد واقع ہو خواہ مخرج ہو یا مخرج نہ ہو۔

قال الشارح **وجوبا** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کے اس قول اور بعد والے قول میں (ویجوز فيه النصب) کوئی فرق نہیں

ہے۔اس لئے کہ دونوں میں نصب ہے تو ان کا مقابلہ کیسے صحیح ہوا؟

جواب: یہاں نصب سے مراد نصب وجوبا ہے اور و یجوز فیہ النصب میں نصب سے مراد نصب جواز ہے۔لہذا مقابلہ صحیح ہو گیا۔

واقعاً: کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعد الا کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس مستثنیٰ سے جو غیر، سوای کے بعد واقع ہوتا ہے۔اس لئے کہ وہ منصوب نہیں ہوتا

قال الشارح **قید بہ** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: الا کو غیر صفت کے مقید کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اس لئے کہ وہ اسم جو الا صفیة کے بعد واقع ہے تو وہ مستثنیٰ میں داخل ہی نہیں ہوتا۔

جواب: وہ لفظ جو الا صفیة کے بعد واقع ہو اگر چہ وہ مستثنیٰ میں داخل نہیں ہوتا لیکن مصنفؒ نے اس کا اس وجہ سے اضافہ کیا کہ تا کہ ذھول نہ ہو جائے۔

قال الشارح **ای لیس لنفی** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: موجب ایجاب سے مشتق ہے اور ایجاب یہ سلب کے مقابل ہے تو کلام موجب کا معنی ہوا کہ کلام مثبت تو پس اس وقت یہ ضابطہ منقوض ہو جائے گا ھل جاء نی القوم الا زیدا کے اندر زید سے اس لئے کہ وہ الا غیر صفتیہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہے حالانکہ وہ منصوب نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے۔

جواب: یہاں موجب کا لغوی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہے۔اور اصطلاح میں کلام موجب وہ ہے جس کے اندر نفی اور نہی اور استفہام وغیرہ نہ ہو۔اور مثال مذکور میں استفہام موجود ہے مثال مطابقی جیسے جاء نی القوم الا زیداً۔

قال الشارح **و احترز بہ** ۔سے فی کلام موجب کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس سے جو کلام غیر موجب میں واقع ہو اس لئے کہ وہ اس وقت واجب النصب نہ ہو گا کما سیأتی۔

قال الشارح **و لا حاجة ھھنا** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض بعض نحویوں پر رد کرنا ہے کہ بعض نحویوں نے کہا ہے کہ مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ وہ ایک اور قید کا اضافہ کرتے وہ قید یہ ہے کہ کلام موجب تام ہو بایں طور کہ اس میں مستثنیٰ منہٗ مذکور ہوتا کہ قرأت الا یوم کذا اس سے خارج ہو جاتا۔اس لئے کہ اس میں یوم کذا الاغیر صفتیہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہے۔اور اس کا نصب ظرفیت کی بناء پر ہے۔استثنآء کی بناء پر نہیں۔

قال الشارح **و لا حاجة** ۔سے مولانا جامیؒ نے ان پر رد کر دیا کہ اس قید کی کوئی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ بحث منصوب مطلق میں ہے منصوب علی الاستثناء میں نہیں ہو رہی ہے اس کی دلیل مصنفؒ کا قول او کان بعد خلا ہے اس لئے کہ خلا و عدا کے بعد وہ منصوب ہوتا ہے مفعول بہ ہونے کی بناء پر۔

قال الشارح **الا ان یقال** ۔سے اس رد پر ایک اعتراض کرتا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اخراج مذکور کے لئے اس قید کے اضافے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس الیوم کو خارج کرنے کی ضرورت ہے جو قری الا یوم کذا کے اندر واقع ہے اس لئے کہ وہ الا کے بعد واقع ہے حالانکہ وہ منصوب نہیں ہے بلکہ وہ وجوبا مرفوع ہے کیوں کہ وہ قری کا نائب فاعل ہے اس لئے مصنف کو چاہیئے تھا کہ وہ اس قید کا اضافہ کرتے۔

قال الشارح **اوالعامل فی نصب** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض مستثنیٰ منصوب کے عامل ناصب کو بیان کرنا ہے۔کہتے ہیں کہ جب مستثنیٰ استثنآء کی بناء پر منصوب ہو تو نحاۃ کے نزدیک اس میں عامل ناصب وہ فعل ہوتا ہے جو مستثنیٰ سے مقدم ہو۔وہ فعل الا کے توسط سے مستثنیٰ میں عامل ہوتا ہے جیسا کہ مفعول معہٗ کا عامل ناصب واو کے توسط سے فعل ہوتا ہے اور اگر مستثنیٰ سے پہلے فعل نہ ہو تو اس وقت عامل ناصب معنی فعل ہوتا ہے جو الا کے توسط سے مستثنیٰ میں عامل ہوتا ہے۔

لانہ شیئی یتعلق: فعل اور معنی فعل کے مستثنیٰ میں عامل ہونیکی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مستثنیٰ ایک ایسی شیئی ہے کہ جس کا فعل اور معنی فعل کے ساتھ تعلق معنوی ہوتا ہے۔

اس لئے کہ مستثنیٰ کی نسبت اس چیز یعنی مستثنیٰ منہ کی طرف ہوتی ہے کہ جس کی طرف فعل یا معنی فعل کی نسبت ہوتی ہے۔ پس جب مستثنیٰ منہ کی طرف فعل اور معنی فعل کی نسبت ہوتی ہے اور مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کے ساتھ تعلق ہے تو مستثنیٰ کا تعلق فعل یا معنی فعل سے ہی ہوگا۔لہذا مستثنیٰ کے اندر عامل فعل یا معنی فعل ہوگا۔ باقی اس پر نصب اس لئے ہوتا ہے کہ کلام کے تام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے پس یہ مفعول کے مشابہ ہوا اور مفعول پر نصب ہوتا ہے لہذا مستثنیٰ پر بھی نصب ہوگا۔

قال الماتن و مقدما علی المستثنی منها ۔

دوسرا مقام : جہاں پر نصب واجب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو خواہ وہ کلام موجب ہو یا غیر موجب تو نصب واجب ہوگی۔ جیسے جاء نی الا زید القوم ۔غیر موجب میں ہو جیسے ما جاء نی الا زیدا احد۔

عطف علی قوله : سے عطف کی تعین کرنا ہے۔ کہ مقدماً یہ بعد الا ای المستثنیٰ سے حاصل عطف کا بیان ہے۔

قال الشارح لا متناع ۔ سے نصب کے واجب ہونے کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں نصب اس لئے واجب ہوگا کہ اگر نصب واجب نہ ہو تو وہ مستثنیٰ منہ کا تابع بنے گا بدلیت کی بناء پر حالانکہ بدل مبدل منہ سے مقدم نہیں ہوسکتا تابع متبوع سے مقدم نہیں ہوسکتا۔ جب بدل بنانا ممتنع ہے تو نصب علی الاستثناء واجب ہوگا۔

قال الماتن او منقطعاً ۔

تیسرا مقام: یعنی جب مستثنیٰ منقطع ہو تو اس وقت بھی نصب وجوبی طور پر ہوتا ہے اکثر لغات میں جیسے ما فی الدار احد الا حماراً۔

قال الشارح ای فی اکثر ۔ سے اشارہ کیا ہے کہ اکثر پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔

قال الشارح و هی ۔ سے اکثر لغات کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ وہ اہل حجاز کی

لغت ہے۔

قال الشارح **فافہم** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اہل لغت کے دو فریق ہیں۔(۱) اہل حجاز (۲) بنو تمیم۔تو اہل حجاز کے لئے اکثریت کیسے متصور ہوسکتی ہے۔

جواب : اہل حجاز کے بہت سے قبائل ہیں اور یہاں پر اکثریت قبائل کے عتبار سے ہے۔

قال الشارح **او فی اکثر** ۔سے دوسرے احتمال کا بیان ہے کہ اکثر سے مراد اکثر مذاھب ہیں۔اس لئے کہ اکثر نحوی لغت حجازیہ کی طرف چلے گئے ہیں۔مستثنیٰ منقطع اہل حجاز کے نزدیک مستثنیٰ مطلقاً یعنی خواہ اس سے پہلے ایسا اسم ہو کہ اس کو حذف کرنا جائز ہو یا اس سے پہلے ایسا اسم نہ ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز ہو مطلقاً منصوب ہوتا ہے۔اس لئے کہ اس میں یعنی مستثنیٰ منقطع میں سوائے بدل کوئی اور صورت مصور ہی نہیں ہے۔اور بدل الغلط بھی نہیں بن سکتا۔اس لئے کہ بدل الغلط بطریق سہو صادر ہوتا ہے۔اور مستثنیٰ منقطع یہ بطریق عقل اور بطریق فکر صادر ہوتا ہے اور ان دونوں کے اندر منافات ہے۔

قال الشارح **و اما بنو تمیم** ۔سے اکثر کے مقابل کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ بنو تمیم جب مستثنیٰ منطقع ہو تو اس کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔(۱) مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو جس کو حذف کرنا جائز ہو۔ (۲) مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز نہ ہو۔اگر مستثنیٰ سے پہلے ایسا اسم ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز ہو تو بنو تمیم اس مستثنیٰ منقطع کے بدل بنانے کو بھی جائز رکھتے ہیں۔جیسے ما جاء نی القوم الا احماراً۔اس میں حماراً کے بدل بنانے کو جائز رکھتے ہیں۔اور اگر مستثنیٰ منقطع سے پہلے ایسا اسم نہ ہو کہ جس کو حذف کرنا جائز نہ ہو تو پھر وہ اہل حجاز کی موافقت کرتے ہیں یعنی اس پر نصب کو واجب قرار دیتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم ۔اب اس میں عاصم کو حذف کرنا جائز نہیں ہے لہذا من رحم پر بطور استثناء کے نصب واجب ہے۔

قال الشارح **ای من رحمهٗ الله** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : رحمہ یا تو من کی صفت ہے یا اس کا صلہ ہے اور جب جملہ صفت یا صلہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اور اس میں عائد نہیں ہے ۔

جواب : رحمہ میں دو ضمیریں ہیں ۔ایک ضمیر مستتر جو راجع الی اللہ ہے۔ اور دوسری ضمیر محذوف ہے جو کہ راجع الیٰ من ہے۔

قال الشارح **فمن رحمه الله** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال :من رحم یہ عبارت ہے عاصم سے تو یہ مستثنیٰ متصل ہوا نہ کہ منقطع لہذا امثال ممثل لہٗ کے مطابق نہ ہوئی۔

جواب : من رحمہ اللہ وہ معصوم اور مرحوم ہے لہذا یہ عاصم میں داخل نہ ہوا لہذا یہ مستثنیٰ منقطع ہوا اور مثال ممثل لہٗ کے مطابق ہو گئی۔

قال الماتن **او کان بعد خلا وعدا** ۔

چوتھا مقام : کہ جب مستثنیٰ خلا اور عدا کے بعد واقع ہو تو بھی وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے جیسے جاءنی القوم عدا زیداً۔ خلا کے بعد واقع ہو اس کی مثال جیسے جاءنی القوم خلا زیداً۔

قال الشارح **من عدا یعدو** ۔سے بیان باب کی طرف اشارہ ہے کہ عدا یہ عدا یعدوا سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہوتا ہے تجاوز کرنا۔

قال الشارح **من خلا یخلو** ۔سے بیان باب کی طرف اشارہ ہے کہ خلا یہ خلا یخلوا خلواً سے ماخوذ ہے بمعنی خالی ہونا۔

قال الشارح **وھو فی الاصل لازم** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : خلا کے ساتھ نصب جائز نہیں ہے اس لئے یہ فعل لازمی ہے اور فعل لازمی نصب نہیں دے سکتا۔ مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے۔

جواب اول : یہ اصل میں لازمی ہے اور من کے واسطے سے متعدی الی المفعول ہو جاتا ہے۔

جیسے خلت الدار من الانیس۔

جواب ثانی : خلا میں جاوز کے معنی کے تضمین کر لی جاتی ہے۔اور جاوز متعدی ہے۔ پس وہ فعل جو اس کے معنی میں ہوتا ہے وہ بھی متعدی ہوگا۔

قال الشارح **او یحذف** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : آپ نے کہا کہ خلا یہ من کے واسطے سے متعدی ہوتا ہے لیکن جاءنی القوم خلا زید میں تو من نہیں ہے۔

جواب : کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مفعول سے واسطہ حرف جر کے حذف کر کے فعل کو مفعول کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں بھی من کو حذف کر کے فعل کے مفعول کے ساتھ ملا دیا ہو۔ پس اس قت یہ متعدی ہوگا بنفسہٖ اس لئے کہ وہ فعل جو متعدی بحرف جر ہو جب حرف جر کو حذف کر کے فعل کو مفعول کے ساتھ موصول کر دیا جائے تو وہ بنفسہٖ متعدی ہو جاتا ہے۔۔اس کا نام رکھا جاتا ہے الخذف و الا یصال۔

قال الشارح **و التزمو ھذا** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تضمین امور جائزہ میں سے ہے۔امور لازمہ میں سے نہں ہے۔لہٰذا مناسب یہ ہے کہ خلا کے بعد کبھی مستثنٰی منصوب ہو اور کبھی منصوب نہ ہو بلکہ مرفوع ہو جائے۔حالانکہ خلا کے بعد ہمیشہ مستثنٰی منصوب ہوتا ہے۔

جواب : باب استثنآ میں تضمین یا حذف اور ایصال کا التزام کر لیا گیا۔تا کہ خلا کا مابعد مستثنٰی بالا کی صورت میں ہو جائے جو کہ ام الباب ہے۔

قال الشارح **و فا علھما** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : خلا اور عدا کی ضمیر راجع ہے قوم کی طرف حالانکہ اس ضمیر کا ارجاع قوم کی طرف کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ جمع کی طرف ضمیر مفرد کا ارجاع لازم آئیگا۔

جواب : خلا اور عدا کی ضمیر امور ثلثہ میں سے ایک طرف راجع ہے۔یا یہ ضمیر راجع ہے اس

مصدر کی طرف جو فعل مقدم سے مفہوم ہوتا ہے۔ یا یہ ضمی راجع ہے اس اسم فاعل کی طرف جو فعل مقدم سے مفہوم ہوتا ہے۔ یا یہ ضمیر راجع ہے مستثنیٰ منہ میں سے بعض مطلق کی طرف اور جاء نی القوم عدا زیداً کی تقدیر اس طرح ہے اگر مصدر کی طرف راجع ہو تو تقدیر اس طرح ہے جاء نی القوم عدا مجیئھم زیدا اور اگر اسم فاعل کی طرف ہو جیسے یا جاء نی القوم عدا الجائی منھم زیداً۔

قال الشارح **وھما** ۔ سے خلا اور عدا کے اعراب مع وجہ اعراب کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جاءنی القوم خلا زیداً اس طرح جاءنی القوم عدا زیداً میں خلا اور عدا (فاعل اور مفعول سے) حالیت کی بناء پر منصوب ہیں۔

قال الشارح **ولم یظھر** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ماضی مثبت جب حال واقع ہو تو اس پر قد کا دخول ضروری ہوتا ہے۔ اور یہاں پر قد نہیں ہے۔

جواب: یہاں قد مقدر ہے۔ باقی اس کو ظاہر اس لئے نہیں کیا تا کہ وہ الا کے مشابہ ہو جائے جو باب استثناء میں اصل ہے۔

قال الماتن **فی الاکثر** ۔ یعنی خلا اور عدا کے ساتھ نصب اکثر استعمالات میں ہے۔ لانھما نصب کی علت کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں ماضی ہیں لہذا ان کے بعد مستثنیٰ مفعولیت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

قال الشارح **وقد اجیز الجر** ۔ سے اکثر کے مقابل کا بیان ہے کہ بعض نحویوں نے خلا اور عدا کے بعد مستثنیٰ کے جر کو جائز رکھا ہے یہ اس بناء پر یہ کہ یہ دونوں حرف جر ہے۔

قال الشارح **قال السرافی** ۔ سے اس بات کی تائید مقصود ہے کہ خلا اور عدا کے بعد جر جائز ہے جیسا کہ سیرائی نے کہا کہ میں خلا اور عدا کے جر کے جواز میں اختلاف کو نہں جانتا۔ البتہ ان کے ساتھ نصب اکثر ہے۔

قال الماتن او ما خلا و ما عدا ۔جب مستثنیٰ ما خلا اور ما عدا کے بعد واقع ہو تو بھی وہ وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے۔

لانهما : وجہ سے نصب کی علت کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی یہ ہے کہ ما خلا اور ما عدا میں ما مصدریہ ہے جو کہ افعال کے ساتھ مختص ہے لہذا ما خلا اور ما عدا کے بعد مستثنیٰ منفعلیت کی بناء پر وجوباً منصوب ہوگا۔جیسے جاء نی القوم ما خلا زیداً اور جاء نی القوم ما عدا زیداً۔ان کی تقدیر اس طرح ہے جاء نی القوم خلو زیدٍ و جاء نی القول عدو زیدٍ۔

قال الشارح با لنصب علی الظرفیة ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : خلو زیدٍ و عدو عمرو ان کی ترکیب میں دو(۲) احتمال ہیں یا یہ منصوب ہیں ظرفیت کی بناء پر یا یہ منصوب ہیں حالیت کی بناء پر۔اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں۔پہلا احتمال صحیح اس لئے نہیں ہے کہ ظرف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ظرف زمان (۲) ظرف مکان۔اور خلو اور عدو ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے اور دوسرا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے یہاں پر حمل صحیح نہیں۔

جواب : یہ دونوں احتمال صحیح ہیں یا یہ منصوب علی الظرفیت ہیں۔باقی رہا یہ سوال خلو و عدو ظرف میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ وقت ہے۔اور جاء نی القوم خلو زید کی تقدیر جاء نی القوم وقت خلوهم من زیدٍ اگر ضمیر راجع ہو مستثنیٰ منہ میں سے بعض مطلق کی طرف یا جاء نی القوم وقت خلو مجیئهم من زید اگر ضمیر راجع ہو مصدر کی طرف۔دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ منصوب ہیں حالیت کی بناء پر۔

سوال : حال کا ذوالحال پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے۔

جواب : مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے تقدیری عبارت ہے اس طرح جاء نی القوم خلو زید ای جاء نی القوم خالیاً بعضهم من زید۔اگر ضمیر راجع ہو مستثنیٰ منہ میں سے مطلق بعض کی طرف یا اس کی تقدیر جاء نی القوم خالیاً مجیئهم من زید۔

قال الشارح **وعن الاخفش انهٗ اجاز** ۔ اخفشؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے ماخلا اور ماعدا کے بعد جر کو جائز رکھا ہے اس بناء پر کہ ان کے اندر ما زائدہ ہے اور یہ حروف جارہ میں سے ہیں۔

قال الشارح **ولعل هذا** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ماخلا اور ماعدا کے اندر جب اخفش وغیرہ کا اختلاف ہے تو پھر مصنفؒ کو یوں کہنا چاہئے تھا فی الاکثر ۔

جواب : مصنفؒ کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے یا پھر مصنف نے اس روایت کا اعتبار نہیں کیا۔

قال الشارح **وكذالمستثنى** ۔ مستثنیٰ لیس اور لا یکون کے بعد منصوب ہوتا ہے جیسے جاء نی القوم لیس زیداً اور یجی ءاھلک لا یکون بشراً۔

قال الشارح **وانما يكون** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض لیس اور لا یکون کے بعد مستثنیٰ کے منصوب ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے کہ مستثنیٰ لیس اور لا یکون کے بعد منصوب اس لئے ہوتا ہے یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں اور افعال اقصہ اپنی خبر کو نصب دیتے ہیں لہذا ان کے بعد مستثنیٰ خبریت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

قال الشارح **ويلزم** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اس دلیل سے مدعیٰ ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ لیس اور لا یکون کما بعد اسمیت کی بناء پر مرفوع ہو اور اس کی خبر محذوف ہو۔

جواب : باب استثناء میں لیس اور لا یکون اسموں کا اضمار لازم ہے تا کہ یہ الا کے مشابہ ہو جائیں جو کہ باب استثناء میں اصل ہے کیوں کہ اگر ان کا اسم مذکور ہو تو ان کے اور مستثنیٰ ۔ کے درمیان فاصلہ لازم آئے گا تو الا کے ساتھ ان کی مشابہت میں نقصان واقع ہو جائیگا۔ اس لئے کہ الا اور مستثنیٰ کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا

قال الشارح **ھو ضمیر راجع** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مستثنٰی لیس اور لا یکون کی ضمیر میں دو احتمال ہیں یا تو وہ ضمیر راجع ہوگی القوم کی طرف ضمیر راجع ہوگی غیر قوم کی طرف یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اگر ضمیر راجع ہو قوم کی طرف تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں رہے گی۔ دوسرا احتمال صحیح اس لئے نہیں ہے کہ اگر غیر قوم کی طرف راجع ہو تو چونکہ غیر قوم کا ماقبل میں ذکر نہیں ہوا لھذا اضمار قبل الذکر لازم آیگا۔

جواب: مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) یہ راجع ہے اسم فاعل کی طرف جو کہ فعل مذکور ہوتا ہے۔ (۲) یا یہ ضمیر راجع مستثنٰی منہٗ میں سے بعض مطلق کیطرف۔ مستثنٰی لیس اور لا یکون ترکیب کے اندر حالیت کی بناء پر منصوب ہوتے ہیں۔

قال الشارح **اعلم انه ما خلا و ما عدا لیس لا یکون** ۔ یہ تمام افعال فقط مستثنٰی متصل میں استعمال ہوتے ہیں اور ان کے اندر تصرف نہیں کیا جاتا اس لئے کہ یہ الا کے قائم مقام ہیں۔ اور الا میں اس کے حرف ہونے کی وجہ سے نہیں کیا جاتا ہے اور جو اس الا کے قائم مقام ہے اس کے اندر بھی تصرف نہیں کیا جاتا۔

قال الماتن **و یجوز فیه النصب و یختار البدل** ۔ حذا بیان

قسم ثانی جائز الوجھین: سے مستثنٰی کی دوسری قسم یعنی جائز الوجہیں کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مستثنٰی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنٰی منہٗ مذکور ہو تو اس میں دو وجہ جائز ہیں (۱) نصب علی الاستثناء (۲) مستثنٰی منہٗ کے لفظ سے بدل بنانا لیکن بدل بنانا مختار ہے۔

قال الشارح **ای فی الاستثناء** ۔ سے ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے۔

علی الاستثناء: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نصب پر جو الف لام داخل ہے یہ عہد کا ہے۔

قال الشارح **حال من الضمير المجرورا** ۔کہ کر فیما بعد الا کی ترکیب کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ظرف مستقر باعتبار متعلق کے فیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے۔

قولہ **ای حال کونہ** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: فیہ کی ضمیر راجع ہے۔مستثنیٰ کی طرف اور الاّ کے بعد بھی مستثنیٰ ہوتا ہے۔تو ظرفیت الشی ءلنفسہ کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب: فیما بعد الا میں ما مستثنیٰ سے عبارت نہیں ہے بلکہ ما عبارت ہے محل سے لہذا ظرفیت الشی ءلنفسہ کی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

قال الشارح **الا احتراز** ۔سے فیما بعد الا کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس مستثنیٰ سے جو الاّ کے بعد واقع نہ ہو بلکہ باقی ادوات استثناء مثلاً خلا اور عدا کے بعد واقع ہو۔

قال الشارح **احتراز** ۔فی کلام غیر موجب کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے۔اس سے احتراز ہے اس مستثنیٰ سے جو کلام موجب میں واقع ہو اس لئے کہ وہ وجوبی طور پر منصوب ہوتا ہے۔

قال الشارح **و الحال** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: واؤ عاطفہ ہے اور عطف تقاضہ کرتا ہے معطوف علیہ کا اور یہاں عبارت کے اندر کوئی ایسی شیئ نہیں ہے کہ جو معطوف علیہ بننے کی صلاحیت رکھے۔

جواب: یہ واؤ عاطفہ نہیں ہے بلکہ یہ واؤ حالیہ ہے۔

سوال: جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر دخول قد ضروری ہوتا ہے۔اور ذکر پر قد داخل نہیں۔

جواب: قد محذوف ہے۔

قال الشارح **احتراز عما** ۔سے وذکر المستثنی کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ

قیداحترازی ہےاس سے احتراز ہےاس مستثنیٰ سے جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہواس لئے کہ اس کا اعراب عامل کے مطابق ہوتا ہے۔

قال الشارح و فی بعض النسخ ۔سے اعتراض مذکور کہ دوسرا جواب بیان کرنا مقصود ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض نسخوں میں ذکرالمستثنیٰ منہ واؤ کے بغیر مذکور ہے اس بناء پر کہ وہ کلام غیر موجب کی صفت ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔فی کلامٍ غیر موجبٍ ذکر فیہ المستثنی منہ ۔فیہ کو درمیان میں اس لئے ذکر کردیا جب ماضی مثبت جملہ صفت واقع ہو تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

قال الشارح ولم یشترط ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ دوشرطیں اور بھی لگاتے (۱) مستثنیٰ منقطع نہ ہو (۲) مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے مقدم نہ ہو اس لئے کہ اگر مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو لیکن اگر مستثنیٰ منقطع ہو یا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے مقدم ہو تو پھر اس میں دو وجہیں جائز نہیں ہوتیں۔ بلکہ نصب واجب ہوتا ہے۔

جواب : مصنفؒ نے مستثنیٰ کے منقطع نہ ہونے اور مستثنیٰ کے مستثنیٰ منہ پر مقدم نہ ہونے کی شرط کو ماقبل میں معلوم ہوجانے پر اکتفاء کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔اور اس کو ذکر نہیں کیا۔

قال الشارح نحو ما فعلوہ الا قلیل و الا قلیلا ۔اس میں اگر قلیل کو بدل بنائیں تو اس پر رفع ہوگا۔ اس لئے کہ یہ بدل بنے گا فعلوہ کی ضمیر سے اور وہ مرفوع محلاً ہے اور استثناء کی صورت میں اس پر نصب ہوگا۔جیسے ما مررت با حدٍ الا زید بالجرّ اس میں اگر زید کو بدل قرار دیں تو اس پر جر ہوگی اور المبدل اور استثناء کی صورت میں اس پر نصب ہوگا۔اور ما رئیت احدً الا زیداً۔اس میں نصب ہوگا زید پر اگر اس کو بنائیں بدل اس لئے کہ مبدل منہ منصوب ہے اور استثناء کی صورت میں بھی نصب ہے لیکن نصب بطریق بدلیت مختار ہے۔اور نصب بطریق الاستثناء غیر مختار ہے۔

قال الماتن **و انما اختاروا** ۔مذکورہ صورتوں میں بدل کے مختار ہونے کی وجہ کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ مذکورۃ صورتوں میں بدل اس لئے مختار ہے کہ نصب علی الاستثنآء یہ مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہوگا بالا صالہ نہیں ہوگا اور بلا واسطہ الا کے نہیں ہوگا۔اور بدل کا اعراب بالا صالۃ ہوگا اور بلا واسطہ الا کے ہوگا۔اور ظاہر کہ جو اعراب بالا صالۃ اور بلا واسطۃ ہو وہ اس سے قوی ہوتا ہے جو بالا صالۃ اور بلا واسطۃ نہ ہو۔

قال الماتن **و یعرب علی حسب العوامل** ۔

قسم ثالث علی حسب العوامل : صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب مستثنٰی منہٗ مذکور نہ ہو اور مستثنٰی کلام غیر موجب میں واقع ہو تو مستثنٰی کا اعراب عامل کے اقتضاء کے مطابق ہوگا یعنی اگر عامل رفع کا مقتضی ہو تو مستثنٰی مرفوع ہوگا اور اگر نصب کا مقتضی ہو تو اس نصب ہوگا اور جر کا مقتضی ہو تو اس پر یعنی مستثنٰی پر جر ہوگا۔مستثنٰی کے کلام غیر موجب میں واقع ہونیکی شرط اس لئے لگائی تا کہ وہ کلام صحیح معنی کا فائدہ دے۔

قال الشارح **ای المستثنی** ۔ سے یعرب کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے اس کا مرجع مستثنٰی ہے۔

قال الشارح **ای بما** ۔کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں پر حسب بمعنی اقتضاء کے ہے۔حسب بمعنی قدر کے نہیں ہے۔

قال الشارح **العامل** ۔کہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ قاعدہ منقوض ہے ما جاء نی الا زید کے ساتھ اس لئے کہ اس میں مستثنٰی منہٗ مذکور نہیں ہے اور مستثنٰی کلام غیر موجب میں واقع ہے حالانکہ اس کا اعراب بحسب العوامل نہیں ہے بلکہ بحسب العامل ہے یعنی بحسب عامل واحد ہے۔

جواب : یہاں عوامل سے مراد عامل ہے اس لئے کہ لام نے جمعیت کے معنی کو باطل کر دیا ہے۔

قال الشارح **من الرفع النصب و الجریه** ۔ما کا بیان ہے۔

قال الشارح **و يختصّ ذالك** ۔وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہٗ مذکور نہ ہو اس کا نام رکھا جاتا ہے مفرّغ۔

قال الشارح **لانه** ۔سے اس مفرغ کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مستثنیٰ مفرغ کا نام مفرغ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے عامل کو مستثنیٰ منہٗ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

قال الشارح **فالمراد** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ مستثنیٰ مفرغ نہیں ہے بلکہ مفرغ لہٗ ہے۔اس اعتبار سے عامل کو اس کی وجہ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔لہذا اس کا نام مفرغ رکھنا درست نہیں ہے۔

جواب: مفرغ سے مراد مفرغ لہٗ ہے جیسا کہ مشترک سے مراد مشترک فیہ ہے۔

قال الشارح **وهو اي والحال** ۔اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وھو کی واؤ حالیہ ہے۔اور ھو فی غیر الموجب یہ حال ہے یعرب کی ضمیر مستتر سے۔

قال الشارح **واقع** ۔ترکیب کا بیان ہے کہ فی غیر الموجب یہ ظرف مستقر باعتبار متعلق کے خبر ہے مبتدآء کی۔

قال الشارح **واشترط** ۔سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لیفید یہ شرط کی دلیل ہے۔

قال الشارح **لا دليل المشروط** ۔یعنی مستثنیٰ کے کلام غیر موجب میں واقع ہونے کی شرط اس لئے لگائی تا کہ کلام صحیح معنی کا فائدہ دے۔

قال الشارح **مثل ما ضربني الا زيد** ۔سے توضیح بالمثال کا بیان ہے کہ مجھ کو زید کے سوا کسی نے نہیں مارا یہ معنی صحیح ہے اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ متکلم کو زید کے سوا کسی نے نہ مارا ہو۔بخلاف ضربنی الا زید کے کہ یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ متکلم کو زید کے علاوہ تمام افراد انسانیت کا مارنا ناممکن ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ جس جگہ متکلم ہے اس جگہ تمام افراد انسانیت کا جمع ہونا محال ہے۔

قال الماتن **الا ان يستقيم المعنى** ۔یہ کلام سابق کے مفہوم سے بطور استثناء کے ہے۔یعنی لا یعرب المستثنی بحسب العوامل فی الکلام الموجب فی جمیع الاوقات الا وقت استقامه المعنی یعنی کلام موجب میں مستثنی کا اعراب عامل کے مطابق نہیں ہوتا جمیع اوقات میں مگر جب معنی درست رہے۔

قال الشارح **بان يكون** ۔سے استقامت معنی کی صورتوں کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ استقامت معنی کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت حکم اس قبیل سے ہو کہ جس کا اثبات علی العموم صحیح ہو جیسے کل حیوان یحرك فکه الاسفل عند المضغ الا التمساح ۔کہ ہر حیوان چبانے کے وقت اپنے نیچے والے جبڑے کو حرکت دیتا ہے مگر مگرمچھ۔اس میں تحریک فک اسفل کا حکم علی سبیل العموم ہر حیوان کے لئے ثابت کیا گیا ہے پھر اس سے مگرمچھ کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور یہ صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا قرینہ اس بات پر دلالت کرے کہ مستثنیٰ منہ سے مراد ایسا بعض معین ہے کہ جس میں مستثنیٰ کا دخول یقینی ہے۔جیسے قرئت الا یوم کذا کہ میں نے ہر دن قرآت کی مگر جمعہ کے دن یہ معنی صحیح ہے۔اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ متکلم دنیا کے تمام ایام کا ارادہ نہیں رکھتا۔بلکہ ہفتہ کے دن یا مہینہ کے دن یا سال کے دن وغیرہ کا ارادہ رکھتا ہے۔

قال الشارح **ولقائل ان يقول** - یعرب علی حسب العوامل الا ان یستقیم المعنی اس پر ایک اعتراض ہوتا ہے۔ولقائل سے مولانا جامیؒ نے اس کو نقل کر رہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح کلام موجب میں مستثنیٰ منہ کے عموم کی تقدیر پر بعض صورتوں میں معنی صحیح نہیں ہوتا جیسے ضربنی الا زید اسی طرح کلام غیر موجب میں بھی مستثنیٰ منہ کے عموم کے تقدیر پر بعض صورتوں میں معنی صحیح نہیں ہوتا بعض صورتوں میں صحیح ہوتا ہے جیسے ما مات الا زید۔ لہذا مناسب یہ تھا یہ کلام غیر موجب میں بھی استقامت معنی کی شرط لگاتے جیسا کہ کلام موجب میں استقامت معنی کی شرط لگائی گئی ہے۔

قال الشارح **وایضا** ۔ سے دوسرا اعتراض ہے جو کہ قرأت الا یوم کذا اور ضربنی الا زید کے فرق پر وارد ہوتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرئت الا یوم کذا اس وقت تک صحیح نہی ہے کہ جب تک یوم کو ہفتے کے ایام یا مہینے کے ایام کے ساتھ خاص نہ کر دیا جائے ۔ یہ تخصیص ضربنی الا زید میں بھی جائز ہے بایں طور کہ مستثنیٰ منہٗ کو مخصوصین کی جماعت کے ہر ہر فرد کے ساتھ خاص کر دیا جائے جب جماعت مخصوص پر کوئی قرینہ دال ہو۔ مثلاً متکلم ایک بستی کے اندر رہتا ہے۔ تو اس بستی کے رہنے والوں کو خاص کر کے ان سے زید کا استثنآء کرنے کے لئے ضربنی الا زید کہ دیا ہو اس کا منشاء یہ ہو کہ ضربنی اناس قریۃ الا زیدا۔ یہ معنی صحیح ہے تو پس کلام موجب اور غیر موجب دونوں صورتوں میں اس امر میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو ان میں سے ہر ایک جائز ہے اور اگر قرینہ نہ پایا جائے تو پھر نا جائز ہے۔ لہذا مناسب یہ تھا کہ جس طرح کلام موجب میں استقامت معنی کی شرط لگائی ہے اس طرح کلام غیر موجب میں بھی یہ شرط لگائی جاتی۔

جواب : بناء احکام میں اعتبار غالب اور اکثر کا ہوتا ہے۔ اور کلام موجب کے غیر یعنی کلام غیر موجب میں اکثر اور غالب استقامت معنی ہے اس لئے کہ افراد جنس کے ساتھ تعلق فعل اخفآء میں تمام افراد جنس کا شریک ہو جانا اور افراد جنس میں سے کسی ایک فرد کا تعلق فعل کے اخفآء میں مخالف ہو جانا یہ غالب اور اکثر ہے اور افراد جنس سے تعلق فعل میں تمام افراد جنس کا شریک ہونا ہے اور افراد جنس میں سے کسی ایک کا مخالف ہونا یہ قلیل ہے۔

قال الشارح **وبانّ الفرق** ۔ سے دوسرے اعتراض کا جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ قرائت الا یوم کذا اور ضربنی الا زید میں فرق یہ ظہور قرینہ اور عدم ظہور قرینہ کے ساتھ ہے۔ کہ پہلی مثال میں مستثنیٰ منہٗ میں سے ایسے بعض معین پر دلالت کرنے والا قرینہ ظاہر ہے کہ جن بعض میں مستثنیٰ کا دخول یقینی ہو اور دوسری مثال میں مستثنیٰ منہٗ میں سے بعض معین پر دلالت کرنے والا قرینہ ظاہر نہیں۔ ہے کہ جن بعض میں مستثنیٰ کا دخول یقینی ہو پس اگر دوسری مثال میں بھی

اگر کوئی قرینہ ظاہر الدلالت قائم ہو جائے۔ مثلا کوئی شخص آپ سے سوال کرے من ضربك من القوم اور زید اس قوم میں داخل ہو تو آپ اس کے جواب میں کہیں ضربنی الا زیداً ظاہر ہے کہ یہاں معنی درست ہو جائے گا۔ لیکن کلام موجب میں اس جیسے قرینہ کا پایا جانا اکثر ہے۔ اسی وجہ سے کلام موجب میں غالب اور اکثر عدم استقامت معنی ہے۔

قال الشارح **ومن ثم** ۔ سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ کلام موجب میں مفرغ اسوقت تک نہیں ہوتا کہ جب تک معنی درست نہ ہو۔ اسی وجہ سے ما زال زید الا عالماً یہ ترکیب ناجائز ہے۔ اس لئے کہ ما زال کے معنی ثبت کے ہیں کیوں کہ ما نافیہ ہے اور زال کے معنی جدا ہونے کے ہیں۔ لہذا اس میں بھی نفی ہے اور قاعدہ ہے نفی النفی اثبات لہذا ما زال کا معنی ہوا ثابت تو پس ما زال زید الا عالما کا معنی ہوا ثبت زید دائماً علی جمیع الصفات الا علی صفت العلم ۔ کہ زید تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا۔ سوائے صفت علم کے اور یہ معنی درست نہیں ہے اس لئے کہ بہت سی صفات ایسی ہیں کہ جو متضادہ ہیں۔ کہ جن کا جمع ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ مثلاً قیام اور قعود۔ اور نوم و بیداری۔ اور گفتار اور سکوت۔ لہذا عدم استقامت معنی کی وجہ سے یہ ترکیب درست نہیں ہوگی۔

قال الشارح **وقال الشارح** ۔ غرض مصنف پر اعتراض کرنا ہے کہ مصنفؒ کا عدم استقامت معنی کی وجہ سے ما زال زید الا عالما کو عدم استقامت معنی کی وجہ سے ناجائز کہنا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا معنی درست ہے۔ بایں طور کہ صفات سے مراد صفات متضادہ لی جائیں کہ زید جن صفات کے ساتھ متصف ہونا ممکن ہے۔ اور پھر علم کو ان سے مستثنیٰ کر لیا جائے یا اس کو محمول کیا جائے صفت علم کی نفی میں مبالغے پر۔ گویا کہ یوں کہا اس نے کہ ہوسکتا ہے کہ زید کے اندر صفات حاصل ہو جائیں خواہ وہ صفات متضادہ ہوں یا غیر متضادہ ہوں۔ لیکن صفت علم کا حصول ممکن نہیں ہے۔ اب ان دونوں تقدیروں پر اس مثال کا معنی درست ہو جائے گا لہذا یہ مثال جائز ہو جائیگی۔

جواب: تاویلات مذکورہ کے ساتھ مثال مذکور کا صحیح ہو جانا مسلّم ہے۔لیکن اگر ہر جگہ ان جیسے تاویلات سے کام لیا جائے تو پھر تو کلام موجب کی کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں رہے گی جس کا معنی درست نہ ہو۔جمیع موادِ ایجاب کو استثناء کے وقت استقامت کی صورت کی طرف راجع کرنا ہے۔مثلاً مثال مذکور ضربنی الا زید کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ متکلم کی مراد یہ ہے کہ ہر وہ شخص کہ جس سے ضرب متصور ہو سکتی ہے اس کو بھی پہچانے والوں میں سے یا اس سے مقصود متکلم کی پٹائی میں جمع ہونے والے غلو میں مبالغے پر کہ بہت زیادہ افراد جمع ہو گئے مارنے پر۔

قال الماتن **و اذا تعذر البدل** ۔جن صورتوں میں بدل بنانا مختار ہے اگر ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہو تو ان میں مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کر کے بدل بنائیں گے۔جیسے ما جاء نی من احد الازید۔اس مثال میں زید یہ بدل مفرغ ہے۔اور احد کے محل پر محمول ہے۔یہ مجرور نہیں ہے اور احد کے لفظ پر محمول نہیں ہے۔اور جیسے لا احد فیها الا عمرو اس میں عمرو یہ بدل ہے احد سے اور یہ اس کے محل پر محمول ہے نہ کہ اس کے لفظ پر۔

قال الماتن **و ما زید شیئا الا شیئی لا یعبأ به** ۔اس مثال کے اندر شیئی یہ منصوب ہیں ہے اور شیأ کے لفظ پر محمول نہیں ہے بلکہ مرفوع ہے اور مستثنیٰ منہ کے محل ہر محمول ہے۔

قال الشارح **من حیث** ۔اس سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: و اذ تعذر البدل میں علی کو تعذر کا صلہ بنانا غلط ہے اس لئے کہ تعذر کا صلہ باء آتا ہے نہ کہ علی۔

جواب: علی تعذر کا نہیں بلکہ یہ محذوف کا صلہ ہے جو حمل ہے۔

قال الشارح **ای للفظ المستثنی منه** ۔کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لفظ پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ مستثنیٰ منہ ہے۔

قال الشارح **ای یحمل** ۔سے علی الموضع کے متعلق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا متعلق

محذوف ہے جو کہ تحمل ہے۔

قال الشارح **حملاً** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرنا تعذر ہے تو مناسب یہ ہے کہ اسکو منصوب علی الاستثناء پڑھا جائے۔

جواب: اس کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کر کے بدل بنایا جائے گا تا کہ حتی الامکان مختار پر عمل ہو سکے۔ای لا یعتد سے لا یعبأ کے معنی کو بیان کرنا ہے۔

قال الشارح **و قولہ** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کا مقصد مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کر کے بدل کے متعذر ہونے کی مثال کو بیان کرنا ہے۔ یہ مقصد ما زید شیا الا شیئی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے۔ تو پھر لا یعبا کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب: لا یعبا بہ بہت سے نسخوں میں نہیں ہے۔اور جن نسخوں میں یہ واقع ہے ان میں وہ اس شیئ کی صفت ہے جو مستثنیٰ ہے اور اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ اس کی صفت لانیکی وجہ یہ ہے کہ تا کہ استثنا الشی من نفسہ کی خرابی لازم نہ آئے۔ بلکہ استثناء الخاص عن العام کے قبیل سے ہو جائے۔ جو کلام عرب میں شائع ذائع ہے۔

قال الشارح **و لا یخفی** ۔ سے قول القائل و انما وصفہ پر یہ اعتراض کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس صفت کی اضافت کیے بغیر بھی یہ مثال درست ہو سکتی ہے بلکہ وہ صورت زیادہ لطیف ہے اور زیادہ دقیق ہے۔ بایں طور کہ مستثنیٰ منہ کو ایسی شیئ قرار دیا جائے جو اس سے عام ہو کہ اس پر شیئ ہونے کے علاوہ کوئی اور صفت مثلاً عظیم ہونا یا شریف ہونا زائدہ ہو یا نہ ہو اور مستثنیٰ کو ایسی شیئ کے ساتھ خاص کر دیا جائے جس پر شیئ ہونے کے علاوہ اور کوئی صفت زائدہ نہ ہو یعنی مستثنیٰ منہ لا بشرط شیئ کے درجے میں ہو اور مستثنیٰ بشرط شیئ کے درجے میں ہو۔ لہذا اب استثناء الشیئ عن نفسہ کی خرابی لازم نہ آئے گی۔ یہ صورت ادق تو اس لئے ہے کہ اس میں

زیادہ تأمل کی ضرورت ہے۔ اور لطیف اس لئے ہے کہ اس میں صفت کے اضافے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

لان من : سے مذکورہ تین مثالوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ لفظ پر محمول کرنے کی علت بیان کی جس کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ تین مثالوں میں سے پہلی مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کر کے بدل بنانا اس لئے متعذر ہے کہ من استغراقیہ اثبات کے بعد زائدہ نہیں ہوتی یعنی وہ کلام جو الا کے ذریعے نفی سے ٹوٹ جانے کی وجہ سے مثبت ہوگا اس میں من زائدہ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ من استغراقیہ تاکید نفی کے لئے آتی ہے اور الا کے ذریعہ نفی کا انتقاض بعد نفی باقی پر رہتی تو لامحالہ اثبات پیدا ہو جائے گا۔ اگر پہلی مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے۔ اور یوں کہا جائے ما جاء نی من احد الا زید۔ اس کی تقدیر اس طرح ہو جائے گی جاء نی من زیدٍ۔ اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی بدل اور مبدل منہ کا عامل ایک ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں مبدل منہ کا عامل من استغراقیہ ہے لہذا بدل کا عامل بھی من استغراقیہ ہوگا۔ تو کلام مثبت میں من استغراقیہ کی زیادتی لازم آئے گی۔ حالانکہ وہ جائز نہیں ہے۔

قال الشارح **وانما تعذر** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

سوال : شاید لان من تزاد سے یہ تیسری مثال کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ وہی اس کے قریب ہے۔

جواب : تیسری مثال کی یہ دلیل نہیں ہے بلکہ یہ پہلی مثال کی دلیل ہے۔

قال الشارح **الاستغراقیۃ** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ قاعدہ منقوض ہے قد کان من مطر میں۔ اس لئے کہ اس کے اندر من موجود ہے حالانکہ یہ کلام مثبت ہے۔

جواب : یہاں من سے مراد من استغراقیہ ہے اور قد کان من مطر میں من استغراقیہ نہیں۔

قال الشارح **ای بعد ما** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ماجاء نی من احد الا زید یہ کلام منفی ہے نہ کہ مثبت پھر یہ تعلیل اس کے کیسے موافق ہوگی۔

جواب : یہاں اثبات سے مراد اثبات ابتدائی نہیں ہے بلکہ اثبات سے مراد اثبات انتہائی ہے۔ اور مثال مذکور ما جاء نی احد الا زید بھی الا کے ذریعے نفی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے مثبت ہو چکی ہے۔

قال الشارح **وفی الصورتین** ۔دوسری اور تیسری مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنایا جائے۔اور دوسری مثال میں لا احد فیھا الا عمرو کہا جائے نصب کے ساتھ۔اس وقت مستثنیٰ میں لا کو حقیقاً یا حکماً مقدر ماننا ضروری ہوگا۔تاکہ لا اس مستثنیٰ میں عمل کر سکے۔حقیقتاً اس وقت کہ جب بدل تکرار عامل کے حکم میں ہو یعنی اس کے لئے تکرر عامل ضروری ہو جیسا کہ بعض نحاۃ کا مذھب ہے اور حکماً اس وقت کہ جب مبدل منہ پر عامل کے دخول کے ساتھ اکتفاء کر لیا جائے اور بدل کی طرف اس کے حکم کی سرایت کا اعتبار کیا جائے اسی طرح اگر تیسری مثال میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کریں اور ما زید شیأ الا شیأ نصب کے ساتھ پڑھیں تو اس وقت مستثنیٰ میں ما کو حقیقاً یا حکماً مقدر ماننا لازم آئے گا۔تاکہ ما اس میں عمل کر سکے۔حالانکہ ما اور لا اثبات کے بعد مقدر ہو کر لازم نہیں ہو سکتے۔اس لئے کہ یہ دونوں نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے تو جب ان صورتوں میں مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا متعذر ہے تو مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے محل پر محمول کرتے ہوئے بدل بنائیں گے پس پہلی دوسری مثال میں عمرو مرفوع ہوگا اس بناء پر کہ وہ احد کے محل پر محمول ہے اور رفع بالا بتداء ہے۔اور تیسری مثال کے اندر شیئ مرفوع ہوگا۔اس بناء پر کہ وہ شیئا کے محل پر محمول ہے۔اور محل رفع یا خبریت ہے۔

قال الشارح **لان فتحه** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : لا احد فیھا الا عمرو میں عمرو کا حمل احد لفظ پر جائز نہیں اس لئے کہ احد مبنی ہے

اور مبنی تو الع عمرو کے محل پر محمول کہونے پر نہ کہ اس کے لفظ پر۔ اگر عمرو کو احد کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے مبنی ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ اس کا متبوع (احد) مبنی ہے۔

جواب: احد کا فتحہ حرکت اعرابیہ کے مشابہ ہے۔ اس لئے کہ وہ لا کی وجہ سے حاصل ہوا ہے پس وہ نصب کی مثل ہو گیا۔ جو کہ عامل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ جب احد حرکت اعرابیہ مشابہ ہے تو احد بمنزل معرب ہو گیا اور معرب کا تابع اس کے لفظ پر محمول کا ہوتا ہے۔

قال الشارح **فان قلت** ۔ سے ایک اعتراض کو نقل کر کے قلت سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال: لا احد فیھا الا عمرو اس میں احد کے دو محل ہیں (۱) محل قریب اور وہ نصب ہے لا کی وجہ سے (۲) محل بعید اور وہ رفع ہے ابتدآء کی وجہ سے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ محل قریب کا اعتبار نہیں کیا بلکہ محل بعید کا اعتبار کیا؟

جواب: اس کے محل قریب میں لا کا عمل دخل ہے۔ اس لئے کہ وہ نفی کے معنی میں ہے اور وہ نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ لہذا محل قریب قابل اعتبار نہ رہا۔ بخلاف محل بعید کے کہ اس میں لا کا کوئی عمل دخل نہیں ہے وہ عامل معنوی ابتدآء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ پس نفی کے ٹوٹنے یا باقی رہنے کی وجہ سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

قال الشارح **بخلاف لیس زید شیئاً** ۔ کہ اس میں مستثنٰی کو مستثنٰی منہٗ کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے بدل بنانا جائز ہے۔ باوجود یہ کہ اس کے اندر بھی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ پھر یہ جائز اس لئے ہے کہ لیس فعلیت کی وجہ سے نفی کرتا ہے نہ کہ معنی نفی کی وجہ سے۔ لہذا معنی نفی کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس میں کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس لئے کہ اس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہے اور فعلیت باقی ہے۔

قال الشارح **ومن ثم** ۔ سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ لیس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ معنی نفی کی وجہ سے اور ما اور لا کا عمل معنی نفی کی وجہ سے ہوتا ہے اسی وجہ سے لیس زید الا قائما یہ ترکیب جائز ہے۔ اس لئے کہ اگرچہ اس کی نفی الا کی وجہ سے

ٹوٹ گئی ہے لیکن فعلیت باقی ہے۔لہذا لیس الا قائما میں عمل کرسکتا ہے۔اور قائما کو خبریت کی بناء پر نصب دے سکتا ہے۔اورما زید الا قائما پر ترکیب نا جائز ہے اس لئے کہ ما کا عمل نفی کی وجہ سے ہے اور نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔لہذا ما قائما میں عمل نہیں کرسکتا۔

قال الماتن و المستثنیٰ مخفوض بعد ۔

قسم رابع جر: کا بیان ہے مستثنیٰ جب غیر، سوای، سوآء، کے بعد واقع ہو تو وہ مجرور ہوتا ہے اور جب حاشا کے بعد واقع ہو تو اکثر استعمالات میں مجرور ہوتا ہے۔

واؤ کے بعد المستثنیٰ کا اضافہ کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مخفوض یہ معطوف ہے۔

قال الشارح ای مجرور ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ قاعدہ منقوض ہے جاء نی القوم غیر الزیدین میں اس لئے کہ الزیدین غیر کے بعد واقع ہے حالانکہ مخفوض نہیں ہے۔کیوں کہ خفض حرکت کو کہتے ہیں۔

جواب: یہاں خفض سے مراد جر ہے از قبیل ذکر اخص بارادۃ اعم اس لئے کہ جر خفض سے اعم ہے۔جو کہ اعراب بالحرکت اور بالحرف دونوں کو شامل ہے۔

قال الشارح مع کسر السین ۔سوای الف مقصورۃ کے ساتھ۔اس میں دولغتیں ہیں۔

(۱) سین کا ضمہ (۲) فتحہ

قال الشارح بفتح السین ۔ اور سوآء الف ممدودۃ کے ساتھ اس میں بھی دولغتیں ہیں۔

(۱) فتح السین (۲) وبکسر السین۔

قال الشارح لکونہٖ ۔سے غیر، سوای وغیرہ کے بعد مستثنیٰ کے مجرور ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ غیر وغیرہ کے بعد یعنی سوآء کے بعد مستثنیٰ مجرور اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ان کا مضاف الیہ ہوتا ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

لکونہ : سے حاشا کے بعد اکثر استعمالات میں مستثنیٰ کے مجرور ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ اکثر استعمالات میں حاشا کے بعد مستثنیٰ اس لئے مجرور ہوتا ہے کہ

اکثر استعمالات میں حاشا حرف جر ہے۔لہذا اس کے بعد واقع ہونے والا اسم مجرور ہوگا۔

قال الشارح **واجاز** ۔ سے اکثر کے مقابل کا بیان ہے کہ بعض نحویوں نے حاشا کے ساتھ نصب کو جائز رکھا ہے۔اس بناء پر کہ حاشا فعل متعدی ہے۔اس کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور اس کا معنی ہوتا ہے کہ مستثنیٰ کو اس چیز سے بری کرنا کہ جو مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب ہے۔مثلاً ضرب القوم عمرو حاشا زید۔

﴿بحث کلمہ غیر﴾

قال الماتن **واعراب غیر** ۔ لفظ غیر کا اعراب باب استثناء میں مستثنیٰ بالا کے اعراب کی طرح ہے۔اس تفصیل کے مطابق جو گذر چکی ہے۔گویا کہ جب غیر کے ساتھ مستثنیٰ اضافت کی وجہ سے مجرور ہوگیا ہے تو مستثنیٰ کا اعراب غیر کی طرف منتقل ہوگیا۔

قال الشارح **ای فی الاستثناء** ۔ ضمیر مجرور کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع استثناء ہے۔

قال الشارح **دون الصفت** ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ استثناء کی قید احترازی ہے اس سے اس غیر کو خارج کرنا مقصود ہو ہے جو صفت اسم ہے اس لئے کہ جب غیر صفت ہو تو اس کا اعراب موصوف کے اعراب کے مطابق ہوتا ہے۔

قال الماتن **وغیر صفة** ۔ کلمہ غیر اصل میں صفت ہے۔اس لئے کہ وہ ذات مبہمہ پر دلالت کرتا ہے اس اعتبار سے اس کے ساتھ معنی مغایرت قائم ہوتا ہے۔یعنی اپنے مابعد مغایر ہونے پر دلالت کرتا ہے پس اس پر اصل یہ ہے کہ یہ صفت واقع ہو۔جیسے جاءنی رجل غیر زید۔اور اس طرح اس کا استعمال کثیر ہے۔لیکن کبھی غیر کو الا پر محمول کر کے استثناء میں استعمال کرتے ہیں علی خلاف الاصل۔اس حمل کی وجہ یہ ہے کہ الا اور غیر یہ دونوں اپنے ماقبل کے لئے اپنے مابعد کے مغایرت میں مشترک ہیں۔یعنی جس طرح الا کا مابعد اس کے ماقبل کے مغایر ہوتا ہے اسی طرح کلمہ غیر کا مابعد کے مغایر ہوتا ہے۔اس وجہ سے کبھی الا کو غیر الا محمول کر کے استثنا

میں استعمال کرتے ہیں جیسا کہ الاکو غیــر محمول کر کے صفت میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن الا کا غیر پرحمل بہت ہے اکثر اس کا استعمال استثناء میں ہوتا ہے۔

قال الشارح **ای کلمة غیر** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: (۱) غیــر مبتدآء ہے اور صفة اس کی خبر ہے۔ حالانکہ مبتدآء کے لئے ضروری ہے کہ وہ معرفة ہو یا نکرہ مخصصہ ہو۔ اور غیــر نہ معرفہ ہے نہ نکرہ مخصصہ ہے بلکہ نکرہ محضہ ہے۔ پھر اس کا مبتدآء بننا کیسے صحیح ہوا؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ حملت کی ضمیر غیر کی طرف راجع ہے حالانکہ ضمیر مونث کی ہے اور لفظ غیر مذکر ہے۔

جواب: کـلمة غیـر سے دونوں سوالوں کا جواب دے دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں غیر سے مراد کلمة غیر ۔ جب غیر سے کـلمة غیر مراد ہے تو راجع مرجع میں مطابقت ہوگی۔ لہٰذا دوسرا اعتراض رفع ہو گیا۔ اور پہلا اعتراض اس طرح رفع ہو گیا کہ جب لفظ سے مراد محض لفظ ہو اس کے معنی کا ارادہ نہ کیا گیا ہو تو اس سے مراد علم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علم معرفہ ہے۔

قال الشارح **و استعملت** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: حمل کے لئے اتحاد ضروری ہوتا ہے اور غیــر اور الا میں اتحاد نہیں ہے تو پھر حمل کیسے صحیح ہوگا؟

جواب: یہاں حمل سے مراد یہ ہے کہ غیر الا کی مثل استعمال ہے۔

قال الماتن **اذا کانت** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض یہ ہے کہ الاکو غیر پر صفت اس وقت محمول کیا جائے گا کہ جب وہ الا ایسی جمع کے بعد واقع ہو جو جمع مذکر اور غیر محصور ہو۔

قال الشارح **ای واقعة** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تابع اسم کی صفت ہے اور الا مصنفؒ کا قول الا اذا کانت تابعة درست نہ ہوا۔

جواب: یہاں پر تابعة بمعنی واقعةً کے ہے۔

قال الشارح **بعد متعددٍ** ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں جمع سے مراد اس کا معنی لغوی یعنی متعدد ہے۔ چونکہ الا کا استعمال صفت میں خلاف اصل ہے لہذا ضروری ہے کہ اس کا موصوف مذکور ہوتا کہ یہ معنی ظاہر ہو جائے۔ بخلاف غیـــر کے کہ چونکہ وہ صفت کے لئے اصل ہے۔ لہذا اس کا موصوف کبھی مقدر بھی ہو جاتا ہے جیسے جاء نی غیر زیدٍ۔ اس میں غیر کا موصوف قوم ہے جو کہ مقدر ہے۔ اس موصوف کے متعدد ہونے کی شرط اس لئے لگائی تا کہ الا کا حال صفت کے وقت اس کے اداۃ استثناء ہونے کے حال کے موافق ہو جائے۔ یعنی جس طرح مستثنیٰ منہٗ کا متعدد ہونا ضروری ہے اسی طرح موصوف بھی متعدد ہونا چاہئے۔ تا کہ الا استثنائی اور الا صفت ایک دوسرے کے موافق ہو جائیں پس الا صفتی کے اندر یوں کہنا جائز نہیں ہے جاء نی رجل الا زید۔ اس لئے کہ رجل متعدد نہیں ہے اور متعدد میں پھر تعمیم ہے خواہ وہ لفظاً جمع ہو جیسے رجـال یا تقدیراً ہو جیسے قـوم اور رھـط۔ اور یا یہ ہے کہ وہ مستثنیٰ ہو اس لئے کہ تثنیہ پر بھی تعدد کا اطلاق ہوتا ہے پس ما جاء نی رجلان الا زید کہنا جائز ہے۔

قال الشارح **منکور ای منکرٍ** ۔ یہ تفسیر غیر المشہور بالمشہور کے یہاں پر منکور منکر کے معنی میں ہے منکر سے مراد یہ ہے کہ وہ معرف باللام نہ ہو۔ اس طور پر اس سے مراد عہد ہو۔ یا استغراق ہو۔ اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ استغراق کی تقدیر میں مستثنیٰ منہٗ مستثنیٰ کو یقیناً شامل ہو جائے گا۔ پس مستثنیٰ کا دخول مستثنیٰ منہٗ میں یقینی ہو جائے گا۔ لہذا استثناء متصل درست ہو جائے گا اور الا کو معنی حقیقی سے خارج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پس الا کو غیر پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر الف لام سے ایسی جماعت کی طرف اشارہ ہو کہ زیدان میں سے ہو تو پھر بھی استثناء متصل متعذر نہیں ہوگا۔ اور اگر الف لام سے ایسی جماعت کی طرف اشارہ ہو کہ زید زید اس میں نہ ہو تو استثناء منقطع متعذر نہ ہوگا۔ لہذا الا کو معنی حقیقی سے خارج کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ پس الا کو غیر پر محمول نہ کیا جائے گا۔

قال الشارح **غیر محصورٍ والمحصور** ۔ محصور کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جنس مستغرق

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام افراد کا احاطہ کیا گیا ہو۔ کوئی ایک فرد اس احاطے سے خارج نہ ہو جیسے ما جاء نی من رجال یامن رجل بعض معلوم ہوں جیسے جیسے لہٗ علی عشرۃ دراھم اس میں دراھم جنس ہے لیکن اس کے بعض افراد معلوم العدد ہیں اور وہ دس ہیں۔

قال الشارح **و انما اشترط** ۔ سے شرط مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر محصور ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر وہ جمع محصور ہو تو الا کے مابعد کا اس میں دخول یقینی ہو جائے گا۔ لہذا استثناء متعذر نہیں ہوگا۔ جیسے کل رجل الا زیداً جاء نی اور لہٗ علی عشرۃ الا درھما۔

قال الشارح **و انما یصار** ۔ سے شارح یہ بیان کر رہے ہیں کہ جب یہ مذکورہ شرائط پائی جائیں تو اس وقت الا کو غیر پر محمول کرنیکا باعث کیا ہے۔ مولانا جامیؒ نے بیان کیا کہ اس کا باعث یہ ہے کہ اس وقت استثناء متعذر ہے نہ استثناء متصل بن سکتا ہے اور نہ ہی منقطع بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں نہ دخول یقینی ہے اور نہ عدم دخول یقینی ہے۔

قال الشارح **و قد لا یتعذر** ۔ اور کبھی غیر محصور میں استثناء متعذر نہیں ہوتا۔ جیسے جاء نی رجال الا واحد اس میں استثناء متعذر نہیں ہے اس لئے کہ واحد کا رجال میں دخول یقینی ہے اسی طرح جاء نی رجال الا رجلاً اس میں رجل کا رجال میں دخول یقینی ہے۔ اسی طرح جاء نی رجال الا حماراً اس لئے کہ حمار کا رجال میں عدم دخول یقینی ہے۔ لہذا استثناء متعذر نہ ہو۔

قال الشارح **و لکن** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : پھر تو مصنفؒ کو بھی غالباً کی قید لگانی چاہئے تھی۔

جواب : چونکہ محصور میں استثناء کا متعذر ہونا اور غیر محصور میں مستثنیٰ کا متعذر نہ ہونا نہایت شاذ و نادر تھا۔ اس وجہ سے مصنفؒ نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔

قال الشارح **فی بیان** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے بھی تو اس پر التفات کیا ہے چنانچہ کہا وضعف فی غیر پھر یہ کہنا یسے

درست ہوا کہ مصنفؒ نے اس قید کا التفات نہیں کیا۔

جواب: مراد یہ ہے کہ اس لا کے اندر التفات نہیں کیا اور ضعف فی غیرہ اس قاعدے خارج سے ہے۔

قال الماتن نحو لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا ۔ یہ الا کو بمعنی غیر صفت پر محمول کرنیکی مثال ہے۔ اس آیت کے اندر الا بمعنی غیر صفت ہے اس لئے کہ وہ اسی جمع کے بعد واقع ہے جو منکور اور غیر محصور ہے اور وہ آلھہ ہے اور استثناء متعذر ہے اس لئے کہ یقین نہیں جا سکتا ہے کہ اللہ آلھہ میں داخل ہے یا نہیں ہے۔ لہذا استثناء کی شرط تحقق نہ ہوئی جب استثناء کی شرط تحقق نہ ہوئی تو الا بمعنی غیر کے صفت ہوگا۔ اس آیت میں الا کو استثناء پر محمول کرنے کا ایک اور مانع بھی ہے۔ وہ مانع یہ ہے کہ الا کو استثناء پر محمول کرنے سے معنی یہ ہوگا لو کان فیھما آلھۃ مستثنی عنھا اللہ تعالی لفسدتا کہ اگر زمین و آسمان میں چند الہ ہوتے جن سے اللہ مستثنٰی ہوتا تو زمین و آسمان کا نظام درھم برھم ہو جاتا۔ پس اس صورت میں یہ آیا صرف اس بات کو دلالت کرتی ہے کہ زمین آسمان میں ایسے آلھہ نہیں ہیں جن سے اللہ مستثنٰی ہے۔ اس سے واحدانیت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں ایسے آلھہ نہیں کہ جن سے اللہ مستثنٰی ہو۔ لیکن ایسے آلھہ ہیں کہ جن سے الہ مستثنٰی نہ ہو کیوں کہ ان کی موجودگی سے دنیا کا نظام درھم برھم نہیں ہوتا۔ اور یہ آیت کے مقصود کے خلاف ہے۔ پس لا محالہ الا کو غیر پر محمول کیا جائے گا اور آلھہ کی صفت بنایا جائے۔ کیوں کہ اب معنی یہ ہوگا کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوآء کوئی معبود نہیں ہے۔ جب اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے تو واجب ہوا اور لازم ہوا کہ آلھہ متعدد نہیں ہے۔ اس لئے کہ تعدد مغایرت کو ستلزم ہے۔ تو پس اس طرح وحدانیت ثابت ہو جائے گی۔

قال الماتن وضعف فی غیرہ ۔ سے جمع منکور غیر محصور کے غیر میں الا کو غیر پر محمول کرنا ضعیف ہے۔ اس لئے کہ الا کو غیر پر محمول اس وقت کیا جاتا ہے جب استثناء متعذر رہو۔ اور

جمع منکور غیر محصور کے غیر میں استثناء متعذر نہیں ہے۔

لیکن سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ استثناء کی صحت کے باوجود الا کو غیر پر محمول کرنا جائز ہے۔ جیسے ما اتانی احد الا زید اس میں الا زید یہ احد کی صفت ہے بوجودیکہ استثناء صحیح ہے۔ اس لئے کہ زید کا احد میں دخول یقینی ہے اور اکثر متاخرین کا مذہب بھی یہی ہے اور وہ استدلال کرتے ہیں شاعر کے قول

و کل اخ مفارقه اخوه　　　　لعمر ابیك الا الفرقدان

کہ اس میں کل اخ مبتداء ہے۔ مفارقه اس کی خبر ہے اور اخوہ مفارق کا فاعل ہے۔ لعمر ابیك یہ لام قسمیہ ہے اور لعمر ابیك مبتداء خبر اس کی محذوف ہے جو کہ قسمی ہے۔ اور الا الفرقدان یہ کل اخ کی صفت ہے اس سے استثناء نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس سے استثناء ہوتا تو اس پر نصب وجب ہوتا۔ اور یوں کہا جاتا الا الفرقدان۔ اس لئے کہ جب مستثنیٰ ہو کلام موجب میں منقطع ہو تو اس پر نصب واجب ہوتا ہے۔ لیکن مصنفؒ نے اس کو شذوذ پر محمول کیا اور کہا کہ اس میں دو شذوذ ہیں

پہلا شذوذ: اس کے اندر الف الفرقدان کو کل کی صفت بنایا گیا ہے نہ کہ اس کے مضاف الیہ (اخ) کی۔ حالانکہ مشہور یہ ہے کہ جب کل مضاف ہوا اور مضاف الیہ کے بعد صفت واقع ہو تو وہ کل کے مضاف الیہ کی صفت ہوتی ہے نہ کہ مضاف کی۔ (کل) اس لئے کہ مقصود تو کل کا مضاف ہے اور کل افراد کے احاطے کے لئے آتا ہے۔

دوسرا شذوذ: ہے یہ ہے کہ اس شعر کے اندر موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ لایا گیا ہے یہ بھی نہایت قلیل ہے۔

قال الماتن **و اعراب سویٰ** ۔ مذہب صحیح کے مطابق سوی اور سواء کا اعراب ظرفیت کی بناء نصب ہے۔ اس لئے کہ جب کہا جائے جاء نی القوم سوای زید تو گویا کہ یوں کہا گیا جاء نی القوم مکان زید کیوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ بجائے زید کے ساری قوم

2-34

قوله واعراب غیر فیه ... الخ، اعراب مُستثنیٰ بالّا

- **نصب واجب** — وقتیکہ مستثنیٰ بعد الّا غیر صفتی در کلام موجب واقع شود مثل: جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا
- **نصب واجب** — وقتیکہ مستثنیٰ بر مستثنیٰ منہ مقدم باشد مثل: جَاءَنِی اِلَّا زَیْدًا ن الْقَوْمُ وَمَا جَاءَنِی اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ
- **نصب واجب** — وقتیکہ مستثنیٰ منقطع باشد مثل: جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا
- **نصب جائز بدل مختار** — وقتیکہ مستثنیٰ بعد الّا در کلام غیر موجب باشد و مستثنیٰ منہ ہم مذکور باشد مثل: مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ وَ اِلَّا قَلِیْلًا
- **اعراب بحسب عوامل** — وقتیکہ مستثنیٰ بعد الا در کلام غیر موجب باشد و مستثنیٰ منہ مذکور نباشد مثل: جَاءَنِی اِلَّا زَیْدٌ وَمَا رَأَیْتُ اِلَّا زَیْدًا اَوْمَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ

قوله واعراب غیر فیه کاعراب المستثنیٰ بالا مثل

- جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ
- جَاءَنِی غَیْرَ زَیْدٍ ن الْقَوْمُ وَمَا جَاءَنِی غَیْرَ زَیْدٍ اَحَدٌ
- جَاءَنِی الْقَوْمُ غَیْرَ حِمَارٍ
- مَا فَعَلُوْهُ غَیْرُ قَلِیْلٍ وَ غَیْرَ قَلِیْلٍ
- مَا جَاءَنِی غَیْرُ زَیْدٍ وَمَا رَأَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ

آ گئی یہ سیبویہ کا مذہب ہے اور یہی مذہب صحیح ہے۔اس لئے کہ اس میں معنی کے اعتبار سے قرب پایا جاتا ہے پس سیبویہ کے نزدیک یہ لازم الظرفیت ہے۔لیکن کوفیوں کے نزدیک ان کا ظرفیت سے خارج ہونا اور غیر کی طرف ان میں رفع اور نصب اور جر کے ساتھ تصرف کرنا جائز ہے۔وہ استدلال کرتے ہیں۔شاعر کے اس قول سے شعر

ولم یبق سوای العدوا ن دنا هم کما دانوا۔

اس میں سوای مرفوع ہے رفع تقدیری کے ساتھ۔اس لئے کہ سوای یہاں پر لم یبق کا فاعل بن گیا اب نحاۃ کوفہ سوای اور سوآء کے ظرفیت سے خارج ہونے کو جائز رکھتے ہیں تو پھر غیر پر محمول کرنے کی بجائے اس کو نصب دیتے ہیں تو اخفش نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ رفع کو مکروہ سمجھتے ہوئے نصب دیتے ہیں۔یعنی ظرفیت سے خارج ہو جانے کے بعد بھی اس میں ظرفیت والے معنی کا اعتبار کرتے ہیں چنانچہ جاء سواءك اور فی الذار سواءك نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں حالانکہ پہلی مثال سواء فاعل ہے اور دوسری مثال کے اندر سواء مبتداء مؤخر ہے۔تو ان کو مرفوع ہونا چاہئے تھا اور اسی طرح اس صورت میں جس صورت میں انتصاب علی الظرفیت غالب ہو انتصاب رفع کی وجہ سے جیسے اللہ تعالیٰ قول لقد تقطع بینکم میں بینکم نصب کے ساتھ ہے۔ حالانکہ اس کو فاعلیہ کی بناء پر مرفوع ہونا چاہئے پس چونکہ بین اکثر ظرف واقع ہوتا ہے اس لئے اس مرفوع کو منصوب ہی پڑھیں گے۔

﴿بحث خبر کان و اخواتها﴾

صاحب کافیہ منصوبات کے آٹھویں قسم افعال ناقصہ کی خبر کو ذکر کر رہے ہیں۔

قال الماتن خبر کان و اخواتها ۔ یعنی منصوبات کی بارہ قسموں میں سے آٹھویں قسم کان اور نظائر کی خبر ہے۔

قال الشارح وستعرفها ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اخواتها معلوم نہیں ہے تو تعریف المجهول بالمجهول لازم آئے گی۔جو کہ

ناجائز ہے۔

جواب: اس کا بیان فعل کی بحث میں آ جائے گا۔

قال الشارح **ای دخول** ۔ کہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کان اور اس کے اخوات کی خبر کی یہ تعریف کان اور اس کے اخوات کی خبر کے افراد میں سے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ کان اور اس کے اخوات کی خبر کے افراد میں سے کوئی فرد بھی ایسا نہیں ہے کہ جو کان اور اس کے اخوات کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو بلکہ ان میں سے ایک داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے۔

جواب: کان اور اس کے نظائر میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو۔

قال الشارح **والمراد** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کان اور اس کے اخوات کی خبر کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تعریف اس یضرب پر صادق آتی ہے جو کہ کان زید یضرب ابوہ میں واقع ہے۔ اس لئے کہ وہ کان کے داخل ہونے کے بعد مسند حالانکہ وہ خبر نہیں ہے بلکہ یضرب ابوہ کا مجموعہ خبر ہے اسی طرح یہ تعریف کان زید ابوہ قائم میں قائم پر صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ کان کے داخل ہونے کے مسند ہے حالانکہ وہ خبر نہیں ہے بلکہ خبر کان وہ قائم ابوہ کا مجموعہ ہے۔

جواب: مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے۔ پہلا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ھو المسند بعد دخول مراد یہ ہے کہ کان کی خبر کا اس کے اس اسم کی طرف اسناد ہو کان اور اس کے نظائر میں سے کسی ایک کے اسم اور خبر پر داخل ہونے کے بعد ہو اور یہ ظاہر ہے کہ یہ اسم کے اسم ہو جانے اور خبر کے خبر ہو جانے کے بعد ہوگا۔ اور کان زید ضرب ابوہ میں یضرب کا اسناد ابوہ کی طرف اسم کے اسم بن جانے اور خبر کے خبر ہو جانے کے بعد نہیں ہے کہ اس سے پہلے ہے اسی طرح قائم کا اسناد ابوہ کی طرف اسم کے اسم بن جانے اور خبر کے خبر بن جانے کے بعد نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے ہے۔

دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں دونوں سے مراد اس چیز میں عمل کرنے کے لئے وارد ہونا ہے کہ جس پر وہ وارد ہے یعنی دخول سے مراد اثر کرنا ہے اور اثر کی دو قسمیں ہیں (۱) اثر لفظی (۲) اثر معنوی۔ اگر اثر لفظی یہ ہے کہ وہ اسم کو رفع دے اور خبر کو نصب دے اور اثر معنوی یہ ہے کہ اسم کیا لئے خبر کو ثابت کرے۔ کان یضرب ابوہ لقائم کان میں ضرب کو زید کے لئے ثابت کرنا ہے نہ کہ صرف ضرب کو پس کان کا دخول ضرب یعنی جملہ یضرب ابوہ پر متحقق ہوگا نہ کہ فقط ضرب یعنی یضرب پر۔

قال الماتن **و امرہ کامر خبر المبتداء** ۔ کان اور اس کے نظائر کی خبر کا معاملہ یہ مبتدآء کی خبر کے معاملے کی طرح ہے۔ اقسام میں احکام میں او شرائط میں۔ اقسام میں اس کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتدآء کی خبر کبھی مفرد ہوتی اور کبھی جملہ ہوتی ہے اور کبھی معرفہ اور کبھی نکرہ ہوتی ہے۔ اور احکام میں اس کی طرح ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبتداء کی خبر ایک ہوتی ہے متعدد ہوتی ہے مذکور ہوتی ہے محذوف ہوتی ہے اسی طرح کا اس کے نظائر کی خبر ایک ہوتی ہے متعدد ہوتی ہے، مذکور ہوتی ہے محذوف ہوتی ہے او شرائط میں اس کی طرح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب مبتدآء کی خبر جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے اسی طرح جب کان اور اس کے نظائر کی خبر جب جملہ ہو تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہے۔

قال الشارح **ای امر خبر** ۔ سے امرہ کی ضمیر کے مرجع کو بیان کرنا ہے۔ کہ اس کا مرجع خبر کان ہے۔

قال الشارح **فی و یتقدم** ۔ سے وجہ لکنہ کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ و یتقدم سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے۔ کیوں کہ جب مصنفؒ نے کہا وامرہ کامر خبر المبتدآ تو اس سے یہ وھم پیدا ہوا۔

سوال : کہ جب کان اور اس کے نظائر کی خبر کا معاملہ مبتدآء کی خبر کی طرح ہے تو جس طرح

مبتدآء کی خبر جب معرفہ ہو اس کے مبتدآء سے مقدم کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح جب کان اور اس کے نظائر کی خبر جب معرفہ ہو تو اس کو اس کے اسم سے مقدم کرنا جائز نہ ہوگا۔

جواب: جب کان اور اس کے نظائر کی خبر جب معرفہ ہو تو وہ اس کے اسم پر مقدم ہو سکتی ہے۔ چونکہ مقدم تقاضہ کرتا متقدم علیہ کا اس وجہ سے مولانا جامیؒ نے علی اسمھا کا اضافہ کیا۔

قال الشارح **حال** ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ معرفہ یہ حال ہے۔ یتقدم کی ضمیر سے۔

قال الشارح **حقیقتاً او حکماً** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: معرفہ کی تخصیص درست نہیں ہے اس لئے کہ جب کان اور اس کے نظائر کی خبر جب معرفہ نہ ہو بلکہ نکرہ مخصصہ ہو تو بھی اس کو اسم سے مقدم کرنا جائز ہے۔

جواب: معرفہ میں تعمیم ہے خواہ وہ حقیقۃً معرفہ ہو یا حکماً معرفہ ہو۔ اور نکرہ مخصصہ وہ معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

قال الشارح **لا ختلاف** ۔ سے تقدیم کے جواز کی علت کو بیان کرنا ہے کہ چونکہ کان اور اس کے نظائر کے اسم اور انکی خبر کا اعراب مختلف ہوتا ہے لہذا خبر کو مقدم کرنے سے ان میں ایک کا دوسرے سے التباس لازم نہ آئے گا۔ اسی وجہ سے تقدیم جائز ہے۔ بخلاف مبتدآء اور خبر کے کہ چونکہ ان کا اعراب ایک ہوتا ہے لہذا وہاں اعراب کا کوئی قرینہ دلالت نہیں کریگا۔ پس اگر خبر کو مبتدآ ئسے مقدم کردیا جائے تو التباس لازم آئے گا۔

قال الشارح **و ذالك اذا كان** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ منقوض ہے کان الفتیٰ ھذا کے ساتھ اس لئے کہ اس میں ھذا معرفہ ہے۔ حالانکہ خبر کی تقدیم اسم پر جائز نہیں ہے۔

جواب: کان اور اس کے نظائر کی خبر کی تقدیم اس وقت جائز ہے کہ جب ان دونوں اسم خبر کا اعراب لفظی ہو جیسے کان المنطلق زید یا ان میں سے ایک کا اعراب لفظی ہو جیسے کان زید ھذا زید اور

مثال مذکور فی النقض میں دونوں کا اعراب لفظی نہیں بلکہ دونوں کا اعراب تقدیری ہے۔

قال الماتن و قد یحذف عامله فی مثل ۔ الناس مجزیون باعمالھم کی مثل میں کان کی خبر کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

قال الشارح ای عامل ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : عاملہ کی ضمیر راجع ہے خبر و کان و اخواتہا کی طرف تو اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نظائر بھی جائز ہے حالانکہ حذف جائز نہیں ہے۔

جواب : عاملہ کی ضمیر مرجع خبر کان ہے۔ خبر کان و اخواتہا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اخوات کا حذف جائز نہیں ہے۔

قال الشارح و انما اختص ۔ سے حذف کے ساتھ کان کے مختص ہونیکی وجہ کو بیان کرنا ہے۔ حذف کے ساتھ کان اسلئے مختص ہے کہ وہ کثیر الاستعمال ہے۔

قال الماتن الناس مجزیون ۔ میں چار وجہیں جائز ہیں۔ (۱) اوّل کا نصب اور ثانی کا رفع جیسے ان خیراً فخیر اوّل کا نصب اس لئے کہ کان مع اسم محذوف کی خبر ہے۔ اور ثانی کا رفع اس پر کہ وہ مبتدآء محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان عمله خیراً فجزائه خیر ۔ پس اس وجہ میں تین امور محذوف ہیں۔ جانب شرط میں کان اور عمله اور جانب جزآء میں جزائه ۔

(۲) دونوں کا نصب جیسے ان خیراً فخیراً اس بناء پر کہ یہ دونوں میں کان مع اسم محذوف کی خبر ہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان عمله خیرا فکان جزاؤہ جانب شرط میں کان اور عملہ اور جانب جزاء میں کان اور جزائہٗ محذوف ہیں ۔

(۳) دونوں کا رفع جیسے ان خیر فخیر اوّل کا رفع اس بناء پر کہ وہ کان مع خبر محذوف کا اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ وہ مبتدآء محذوف کی خبر ہے۔ اور تقدیر عبارت ہے۔ ان کان فی عمله خیر فجزآئه خیر اس وجہ میں بھی چار امور محذوف جانب شرط میں کان اور فی اور عملہ اور جانب جزآء

میں جزاءہ۔

(۴) اوّل کا عکس یعنی اوّل کا رفع اور ثانی کا نصب جیسے ان خیر فخیراً۔ اوّل کا رفع اس بناء پر کہ کان مع خبر محذوف کا اسم ہے ور ثانی کا نصب اس بناء پر کہ وہ کان مع اسم کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ان کان فی عملہ خیر فکان جزآءُہٗ خیراً۔ اس وجہ میں پانچ امور محذوف ہیں جانب شرط میں کان اور فی اور عملہ اور جانب جزآء میں جزآء اور کان۔ ان وجوہ کی قوت اور ضعف کا مدار حذف کی قلت اور کثرت پر ہے۔ چونکہ پہلی صورت کے اندر حزف کی قلت ہے کیوں کہ اس میں محذوف کی کثرت ہے کیوں کہ اس میں پانچ امور محذوف ہیں۔ اس لئے وہ اضعف ہے اور درمیان دو صورتیں وہ متوسط ہیں اس لئے کہ ان کے اندر چار چیزیں محذوف ہیں۔

قال الشارح **مثل** ۔ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ان کے بعد اسم ہو اور فاء ہو اور پھر اس کے بعد اسم ہو۔

قال الماتن **و یجب الحذف فی مثل اما انت** ۔ اما انت منطلقاً انطلقت کی مثل میں کان کی خبر کا عامل یعنی کان کا حذف واجب ہے۔

قال الشارح **مثل** ۔ سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں کان کو حذف کر کے اس کے عوض کسی دوسری چیز کو لایا گیا ہو۔ پس اگر ایسی صورت میں کان کو حذف نہ کیا جائے تو عوض اور معوض کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے۔ اما انت منطلقاً کی اصل لان کنت منطلقاً انطلقت ہے۔ اس میں لان کے لام کو قیاساً حذف کر دیا ہے اس لئے کہ ان اور ان کے لام کو قیاسی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے۔ پھر اختصار کی غرض سے کان کو بھی حذف کر دیا۔ تو ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی اور ان کے بعد کان کے عوض میں ما کو زائدہ کر دیا۔ اور نون کو میم میں ادغام کر دیا۔ اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا تو ان کنت منطلقاً انطلقت ہو گیا۔ تو اس وقت ہے کہ جب اما کا ہمزہ مفتوح ہو اور اگر اما ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہو تو پھر تقدیر اس طرح ہو گی ان کنت

منطلقاً انطلقت اختصار کی غرض سے کان کو حذف کر دیا تو ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی امر ان کے بعد کان عوض ما کو زائد کیا۔ اور نون کو میم میں ادغام کر دیا اور خبر کو پانے حال پر باقی رکھا گیا۔ تو اما انت منطلقاً انطلقت ہو گیا۔

قال الشارح **و اقتصر** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب اس اما میں دو احتمال ہیں (۱) ہمزہ کا فتحہ (۲) ہمزہ کا کسرہ۔ تو پھر مصنفؒ نے پہلے احتمال پر اکتفاء کیوں کر لیا۔

جواب : مصنفؒ نے اوّل پر اس لئے اکتفاء کیا کہ وہ زیادہ مشہور ہے۔

قال الشارح **ای حذف عامله** ۔ کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حذف پر جو الف لام داخل ہے وہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ جو کہ عامل ہے پس اصل لان کنت۔

﴿بحث اسم ان واخواتها﴾

صاحب کافیہ منصوبات کا دسواں قسم حروف مشبہ بالفعل کے اسم کی بحث کو بیان کر رہے ہیں۔

قال الشارح **اسم ان و اخواتها ستعر فها** ۔ سے مولانا جامیؒ نے بتا دیا کہ حروف مشبہ بالفعل کی بحث حروف میں بیان کی جائے گی۔ البتہ تعریف یہ ہے جو مسند الیہ ہو ان یا اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد جیسے ان زیدا قائم۔

﴿بحث اسم لا التی لنفی الجنس﴾

صاحب کافیہ منصوبات میں سے گیارہویں قسم کو بیان کر رہے ہیں۔

قال الماتن **المنصوب بلا التی لنفی الجنس** ۔ منصوبات کی قسمیں میں سے ایک قسم وہ اسم ہے جو لا نفی جنس کی وجہ سے منصوب ہو۔

قال الشارح **ای لنفی** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : لا کی تفسیر التی الجنس کے ساتھ کرنی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ لا جنس کی نفی کے لئے

نہیں۔اور نہ لا غلام رجل ظریف فیھا کے ساتھ نقض وارد ہے اس لئے کہ اس میں جنس غلام کی نفی نہیں ہورہی ہے۔ بلاظرافت غلام کی نفی ہورہی ہے۔

جواب: مصنفؒ کی عبارت میں الجنس مضاف ہے اس کا مضاف محذوف ہے جو کہ صفت ہے۔اصل میں عبارت یوں تھی المنصوب بلا لنفی صفت الجنس ۔

قال الشارح **وحکم** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ منقوض ہے لا رجل موجود کے ساتھ اس لئے کہ اس میں کسی صفت کی نفی نہیں ہو رہی ہے کیوں کہ رجل صفت ہی نہیں ۔

جواب: صفت سے مراد حکم ہے۔ پھر حکم کی نفی کبھی تو صفت جنس کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے جیسے لا غلام رجل ظریف فیھا کبھی صفت جنس کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی جیسے لا رجل موجود۔

قال الشارح **وانما لم یقل** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ نے المنصوب بلا التی لنفی الجنس کہا۔اسم لا التی لنفی الجنس کیوں نہیں کہا؟

جواب: لا نفی جنس کا اسم تین قسم پر ہے۔(۱) معرب منصوب (۲) مبنی علی الفتح (۳) مرفوع۔ لا نفی کا اسم نہ تو کل کا منصوب ہے اور نہ ہی اکثر منصوب ہے۔ مطلقاً منصوب سے شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔نہ تو حقیقتاً کہ یہ کہا جائے کہ اس کا ہر حال میں منصوب ہوگا اور نہ مجازاً کہ یوں کہا جائے کہ لا نفی جنس کا اسم اکثر منصوب ہوگا بلکہ منصوب غیر منصوب سے اوّل ہے۔لہذا یہ ضروری ہوا اس کو المنصوب لا التی لنفی الجنس کے ساتھ تعبیر کیا جائے۔ بخلاف دوسرے مثلاً مستثنیٰ وہ اگرچہ ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا۔لیکن اکثر منصوب ہوتا ہے تو اکثر کو کل کا حکم دے کر کل مجازاً منصوبات میں شمار کر دیا۔

قال الشارح **ولا یبعد** ۔ سے صاحب کافیہ پر اعتراض کرنا ہے کہ اگر مصنفؒ مطلقاً اسم کہ دیتے تو بھی صحیح ہوتا۔اس لئے کہ مبنی علی الفتح محلاً منصوب ہوتا ہے۔تو لا نفی جنس کا اسم اکثر منصوب ہوا للاکثر حکم الکل ۔

قال الماتن هو المسند بعد دخولها - سے صاحب کافیہؒ کی غرض لانفی جنس کے اسم کی تعریف کو بیان کرنا ہے کہ لانفی جنس کا اسم منصوب وہ ہے کہ دخول لا کے بعد مسند الیہ ہو درانحالیکہ وہ لا کے متصل ہواور نکرہ ہو یا مضاف ہو یا شبہ مضاف ہو۔

قال الشارح خرج - سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : لانفی جنس کے اسم کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ تعریف لا غلام رجل ابوہ قائم میں ابوہ پر صادق آتی ہے۔اس لئے کہ وہ لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہے۔حالانکہ وہ لا کا اسم نہیں ہے بلکہ لا کا اسم غلام رجل ہے۔

جواب : دخول سے مراد یہ ہے کہ متصل ہو۔

قال الشارح وهذا - سے ایک سوال کو نقل کر کے لکنہ سے جواب دینا ہے۔

سوال : مقصود تو نفی جنس کے اسم کی تعریف کرنا ہے۔اور اسم کی تعریف تو بعد دخولها پر تام ہو گئی ہے۔لہذا اس قد یلیها نکرہ کا اضافہ کرنا مستدرک ہے۔

جواب : مقصود لانفی جنس کے اسم کی تعریف کرنی نہیں ہے بلکہ مقصود تو منصوب بلا کی تعریف کرنی ہے۔چونکہ منصوب بلا کی تعریف بعد دخولها پر تام نہیں ہوتی اس وجہ سے یلیها کا اضافہ کیا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ نفی جنس کا اسم منصوب تب ہوگا جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں۔(۱) معرفہ کے متصل ہو(۲) نکرہ ہو۔(۳) مضاف یا شبہ مضاف ہو۔

قال الشارح ای یلیه - سے مولانا جامیؒ کی غرض یلیه کی ضمیر مستتر کا مرجع کو متعین کرنا ہے اور ھا ضمیر کا مرجع لفظ لا ہے۔کسی شیئ کے ساتھ چونکہ اتصال کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔شیئ متصل متصل بہ سے مقدم ہو۔(۲) شیئ متصل متصل بہ کے بعد ہو۔

بان یقع سے مولانا جامیؒ نے دوسری صورت متعین کر دی یعنی وہ مسند الیہ کے بعد بلا فاصلہ واقع ہو۔باقی مشابہ مضاف وہ ہے کہ اس کا ایسی شیئ کے ساتھ تعلق ہو کہ وہ شیئ اس کو تمام معنی سے ہو۔ اگر اس کو ذکر نہ کیا جائے تو اس کا معنی تام نہ ہو۔جیسا کہ مضاف کا مضاف الیہ کے ساتھ تام

ہوتا ہے اگر مضاف ذکر نہ کیا جائے تو اس کا معنی تام نہیں ہوتا ہے۔

قال الشارح هذه احوال ۔ کی ترکیب کو بیان کرنا ہے کہ ان کی ترکیب میں تین احتمال ہیں۔

(۱) یلیها نکرہ مضافاً او مشبها به یہ تینوں الیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہیں۔ تو اس وقت یہ احوال مترادفہ ہوں گے۔

(۲) یلیھا یہ الیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے اور باقی دو وہ یلیہ کی ضمیر مرفوع سے حال ہیں۔

(۳) یلیھا یہ خولھا کی ضمیر مجرور سے حال ہے اور باقی دو وہ یلیھا کی ضمیر مرفوع سے حال ہیں۔

قوله مثال لما ۔ سے ممثل لہ کی تعین کرنا ہے کہ لا غلام رجل لك یہ اس نکرہ مضاف کی مثال جو لا کے متصل ہو اور بعض نسخوں میں لا علام رجل ظریف فیها ہے۔ باقی اس میں فیها کا اضافہ کس لئے کیا گیا ہے اس کی وجہ مرفوعات کی بحث میں گذر چکی ہے۔ سے ممثل لہ کی تعین کرنا ہے کہ لاعشرین درهما یہ اس نکرہ مشابہ مضاف کی مثال جو لا کے متصل ہو مصنفؒ کا قول لک مشہور نسخوں کے مطابق یعنی جن میں ظریف فیها نہیں ہے۔ یہ دونوں مثالوں کے تتمہ سے ہے یعنی اس کی خبر ہے اور جن مثالوں کے اندر ظریف فیها ہے ان میں لک یہ خبر بعد خبر ہے اس لئے کہ خبر اوّل ظریف ہے اور خبر ثانی فیها ہے اور ثالث لك ہے۔

قال الشارح فان كان ۔ اگر لانفی جنس کا اسم مفرد ہو تو وہ علامت نصب پر مبنی ہوگا یعنی لا کے دخول سے پہلے علامت کے ساتھ منصوب ہوتا ہے اسی علامت کے ساتھ لا کے دخول کے بعد اگر لا کے دخول سے فتحہ کے ساتھ منصوب ہے تو لا کے دخول کا بعد بھی علامت فتحہ مبنی ہوگا جیسا کہ مفرد میں مثلاً لا رجل فی الدار۔ اور اگر لا کے دخول سے پہلے کے ساتھ منصوب ہوتا ہے لا کے دخول کے بعد علامت کسرۃ پر مبنی ہوگا جیسا کہ جمع مونث سالم میں البتہ تنوین نہیں ہوگی۔ مثلاً لا مسلمات فی الدار اور اگر لا کے داخل سے پہلے یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ منصوب ہو تو لا کے دخول کے بعد بھی یاء ماقبل کے ساتھ مبنی ہوگا۔ جیسے تثنیہ میں اور اگر لا کے دخول سے پہلے یاء

ماقبل مکسور ہوتو تو لا کے دخول میں بھی یاء ماقبل مکسور کے ساتھ مبنی ہوگا۔ جیسا کہ جمع مذکر سالم میں ہوتا ہے۔ لا مسلمین لک۔

قال الشارح **بانتفاء الشرائط** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ قاعدہ منقوض ہے لا زید نـی الا الدار و لا عمرو کے ساتھ اس لئے کہ اس میں زید اور عمرو یہ بھی مفرد ہیں حالانکہ یہ مبنی نہیں ہیں۔

جواب: مراد یہ ہے کہ مذکورہ تین شرطوں میں سے فقط اخری شرط منتفی ہو۔ شرط اوّل اور شرط ثانی کے بگاڑ کے ساتھ۔ یعنی وہ کے متصل ہو اور نکرہ ہو۔ لیکن مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو اور مثال مذکور فی النقض میں دوسری شرط نہیں پائی جاتی۔ اس لئے کہ وہ معرفہ ہیں نکرہ نہیں ہے۔

قال الشارح **بترتب** ۔ یہ متعلق ہے انتفاء الشرط الاخیرہ کے ساتھ۔ یعنی ہم نے فقط شرط اخیر کے انتفاء کی شرط اس لئے لگائی کہ تا کہ مصنفؒ کا قول علی ما نصب اس پر مرتب ہو جائے اس لئے کہ اگر وہ لا کا اسم مفرد معرفہ ہو یعنی شرط ثانی نہ پائی جائے یا مفصول ہو یعنی پہلی شرط نہ پائی جائے تو اس کا حکم یہ نہیں ہے۔

قال الشارح **و قوله** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کی کلام میں تناقض اور تعارض ہے اس لئے کہ مبنی کی ضمیر مفرد کی طرف راجع ہے اور ینصب کی ضمیر بھی مفرد کی طرف راجع ہے تو پس مبنی اس مفرد کی بناء میں صریح ہے۔ اور ینصب اس کے معرب ہونے پر دال ہے اس لئے کہ نصب معرب کی القاب میں سے ہے۔

جواب: اس مفرد کی طرف بناء کی نسبت ہے۔ فی الحال یعنی لا کے دخول کے بعد اور نصب کی نسبت ہے لا کے دخول سے پہلے۔

قوله **یعنی به** ۔ سے مقدر سوال کا جواب دینا ہے۔

سوال: شارح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمین لک میں مسلمین مبنی ہے حالانکہ یہ مفرد ہے۔

جواب : یہاں پر مفرد یہ مضاف شبہ مضاف کے مقابلے میں ہے۔ پس تثنیہ جمع بھی اس میں داخل ہیں۔

قال الشارح **و انما بنی لتضمنه** ۔ سے لانفی جنس کے اسم مفرد کے ہونے کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ لانفی جنس کا اسم مفرد من کے معنی کو متضمن ہے۔ اس لئے کہ لا جل فی الدار کا معنی ہے لامن رجل فی الدار چونکہ یہ اس شخص کا جواب ہے جو کہ هل من رجل فی الدار۔ خواہ وہ سوال حقیقتاً جیسا کہ گذرا یا تقدیراً ہو۔ باقی تقدیراً کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو شخص آئیں اور ان میں سے ایک مکان کے اندر داخل ہو جائے اور دوسرا مکان کے باہر کھڑا ہو رہے اور اندر والا کہے لا جل فی الدار ۔ اب گویا کہ غیر داخل سائل ہے اس نے یہ سوال کیا کہ هل من رجل فی الدار ۔ تو داخل نے جواب دیا کہلا جل فی الدار من کو تخفیفاً حذف کر دیا۔ اور اگر وہ اسم جو کسی حرف کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے اسی وجہ سے لانفی جنس کا اسم مبنی ہے۔

قال الشارح **و انما بنی علی ما ینصب** ۔ سے علامت نصب پر مبنی ہونے کی علت کو بیان ہے۔ کہ علامت نصب پر اس لئے مبنی بنایا گیا تا کہ حرکت بناء کی اس حرکت یا حرف کے مطابق ہو جائے کہ جس کا نکرہ اصل کے اعتبار سے بناء سے پہلے جس کا مستحق تھا۔

قال الشارح **و لم یبن المضاف** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مضاف اور مشابہ مضاف بھی حرف کے معنی کو متضمن ہے تو پھر اس کو مبنی کیوں نہیں بنایا گیا؟

جواب : مضاف اور مشابہ مضاف کو مبنی اس لئے نہیں بنایا گیا کہ اضافت کی وجہ سے جانب اسمیت راجح ہوتی ہے اس لئے کہ اضافت اسم کا خاصہ ہے۔ لہذا اضافت کی وجہ سے اسم اس چیز کی طرف لوٹ جائے گا کہ جس کا وہ اصل مستحق ہے۔ اور وہ اعراب ہے اسی وجہ سے وہ معرب ہے۔

قال الماتن **فان كان معرفة** ۔ لانفی کے اسم کے منصوب ہونے کی تین شرطوں میں سے تیسری شرط کے علاوہ اگر باقی دوشرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی منتفی ہو جائے یا شرطیں منتفی ہو جائیں یعنی لا کا اسم نکرہ نہ ہو بلکہ معرفہ ہو یالا کے متصل نہ بلکہ لا اوراس کے درمیان فاصلہ ہو یا نکرہ بھی نہ ہواور لا کے متصل بھی نہ ہو لا کے اسم پر رفع بناء برابتدآء کے واجب ہے۔اور لا کا تکرار مع اسم کے وارد ہے۔یہاں عقلاً کل چھ(6) صورتیں ہیں۔اس لئے کہ فقط نکارت والی شرط منتفی ہوگی یا فقط اتصال والی شرط منتفی ہوگی یادونوں شرطیں منتفی ہونگی تو دوصورتیں ہوئیں ہر تقدیر لا کا اسم مضاف ہوگا یانہیں ہوگا تو تین میں ضرب سے چھ صورتیں ہوگئیں۔

(۱)لا کا اسم مفرد معرفہ متصلہ جیسے **لا زید فی الدار و لا عمرو**

(۲)لا کا اسم معرفہ مضاف متصل ہو جیسے **لا زیدِ فی الدار ولا عمرو**

(۳)لا کا اسم نکرہ مفرد مفصولہ ہو جیسے **لا فی الدار وولا امرأة**

(۴)لا کا اسم نکرہ مفصولہ مضاف ہو جیسے **لا فی الدار غلام و لا امرآة**

(۵)لا کا اسم معرفہ مفصولہ جیسے **لا فی الدار زید ولا عمرو**

(۶)لا کا اسم مضاف معرفہ ہو جیسے **لا فی الدار غلام زید ولا عمرو**

قال الشارح **اما فی المعرفة** ۔ان چھ صورتوں میں لا کے اسم پر بناء برابتدآء کے رفع واجب ہے معرفہ ہونے کی صورت میں رفع اس لئے واجب ہے کہ لا کی نفی صفت نکرہ کے لئے موضوع ہے لہذا یہ معرفہ میں اثر نہیں کر سکے گا۔اس لئے کہ اسم پر رفع بناء برابتدآء کے واجب ہو گا۔اور مفصول کے اندر رفع اس لئے واجب ہے کہ لا عامل ضعیف ہے۔اور معمول مفصول کے اندر عمل کرنا یہ عامل قوی کا کام ہے۔

قال الشارح **و التكرير اى وجب التكرير** ۔سے دوباتوں کی طرف اشارہ کیا۔(۱) التکریر یہ معطوف ہے الرفع پر (۲) اس پر جو الف لام داخل ہے مضاف الیہ کے عوض میں ہے مطلب یہ ہے کہ لا کے اسم کو مکرر لانا واجب ہے۔لیکن مطلق اسم کو مکرر لانا ضروری ہے نہ بعینہ اوّل

کو۔ یعنی تکریر سے مراد تکریر نوعی ہے۔ تکریر شخصی نہیں ہے۔ معرفہ ہونے کی صورت میں تکرار اس لئے واجب ہے کہ لا اصل میں موضوع ہے نفی آحاد کے لئے اور نفی آحاد اجناس میں پائی جاتی ہے جب یہ معرفہ ہوگا تو یہ معنی فوت ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ معرفہ میں مفرد کی نفی ہوتی ہے نہ کہ آحاد کی لہذا تکرار ضروری ہے تا کہ وہ مافات کا عوض ہو جائے۔ نکرہ کی صورت میں تکرار اس لئے ضروری ہے تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے۔ اس لئے کہ لا رجل فی الدار و لا امرأة یہ جواب ہے سائل کے اس سوال کا ارجل فی الدأر ار ام امرأة یہ تعلیل معرفہ کے اندر بھی ہو سکتی ہے۔

قال الماتن **و نحو قضية و لا ابا حسنٍ لها ای هذه** ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ قضية یہ خبر ہے مبتدأ محذوف کی جو کہ هذه ہے جو کہ مصنفؒ قول و ان کان معرفه وجب پر وارد ہوتا ہے۔

قال الشارح **هذهِ القضية** ۔ کہ کر ھا ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے۔ کہ اس کا مرجع قضية ہے۔

قال الشارح **هذا جواب** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض کو بیان کرنا ہے کہ قضية ولا ابا حسن لها سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ماقبل میں گذرا کہ جب لا کا اسم معرفہ ہو تو اس کا تکرار اور اس پر رفع واجب ہے یہ قاعدہ منقوض ہے۔ قضية کی مثل کے ساتھ اس لئے کہ اس کے اندر ابا حسن معرفہ ہے کیوں کہ ابوحسن یہ حضرت علیؓ کی کنیت ہے۔ حالانکہ اس پر نہ رفع ہے اور نہ اس کا تکرار ہے بلکہ نصب ہے اور غیر مکرر ہے۔

جواب : یہ متاول بتاویل نکرہ ہے۔ مولانا جامیؒ نے کہا کہ اس میں دو طرح سے تاویل ہو سکتی ہے۔

(۱) ابا حسن یہ لا کا اسم نہیں ہے۔ بلکہ یہ مضاف الیہ ہے۔ مضاف محذوف کا جو کہ لفظ مثل ہے۔

اصل میں تھا لا مثل ابا حسن ۔اب لا کا اسم نکرہ ہوا نہ کہ معرفہ اس لئے کہ لفظ مثل متوغل فی الابہام ہونے کی وجہ سے یہ اگر معرفہ کی طرف مضاف بھی ہو جائے تو پھر نکرہ رہتا ہے۔

(۲) اباحسنؓ سے مراد وہ وصف ہے کہ جس کے ساتھ صاحب عَلم مشہور تھا۔یعنی فیصل اور اس کا معنی یہ ہے کہ قضیة ولا فیصل لها۔لا کا اسم نکرہ ہو جائے گا۔اس لئے کہ جب علم سے مراد وصف مشہور لی جائے تو وہ نکرہ بن جاتا ہے۔

قال الشارح **و یقوی هذا** ۔ حسن کو حذف ام کے سات لانا یہ توجیہ ثانیہ کے لئے مقوی ہے۔اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس کی تنوین تنکیر کی ہے کیوں کہ اگر یہ تنوین تنکیر کی نہ ہوتی تو پھر مشہور سے عدول نہ کیا جاتا۔جو کہ اب الحسن الف لام کے ساتھ ہے۔

قال الماتن **و فی مثل لا هول و لا قوة الا با لله** ۔کی مثل میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں لا بر سبیل عطف مکرر ہو اور ان میں سے ہر ایک کے بعد نکرہ بلا فاصلہ ہو۔

قال الشارح **بحسب الفظ** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے وجہ سادس کو کیوں ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ وہ لا نفی جنس کا اسم ہے۔اور ثانی پر رفع اس بناء پر کہ دوسرا لا بمعنی لیس کا اسم ہے۔

جواب : وجہ دو قسم پر ہے (۱) وجہ بحسب اللفظ اور وہ عبارت ہے طریق قرآت سے۔

(۲) بحسب التوجیہ۔اور وہ عبارت ہے دلیل قرآت سے اور یہاں پر اوّل مراد ہے خمسہ اوجہ کا معنی ہے کہ پانچ طریقوں پر پڑھنا جائز ہے۔

وجہ اول : دونوں کا فتحہ لا حول ولا قوة الا بالله اس بناء پر کہ دونوں جگہ لا نفی جنس کا ہے اور اسم نکرہ مفردۃ بلا فصل ہے اور لا کا اسم جب نکرہ مفردۃ بلا فصل ہو تو وہ مبنی ہوتا ہے۔باقی رہی یہ بات کہ وہ دو جملے ہیں یا ایک جملہ ہے۔یعنی یہ عطف المفرد کے قبیل سے ہے یا عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہے اس کا دارومدار خبر پر ہے۔اگر دونوں کی خبر ایک محذوف ہو تو پھر عطف

المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہوگا اور اگر دونوں کی خبر ایک محذوف نہ ہو تو پھر عطف الجملہ علی الجملہ سے ہوگا۔

وجہ ثانیہ : اوّل کا فتحہ اور ثانی کا نصب جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لا نفی جنس کا ہے اور ثانی کا نصب اس بناء پر کہ دوسرا لا زائدہ ہے بمعنی تاکید کے اور وہ معطوف ہے اوّل کے لفظ پر محمول ہونے کی وجہ سے۔

قال الشارح لمشابھۃ ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اوّل مبنی ہے اور مبنی کا تابع محل کے تابع ہوتا ہے لہذا ثانی کو اوّل کے محل پر محمول کرنا چاہیے۔

جواب : اوّل کی حرکت وہ حرکت اعرابیہ کے مشابہ ہے پس وہ بمنزل معرب ہوگیا اور معرب کا تابع اس کے لفظ پر محمول ہوتا ہے پس یہ بھی عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے یا عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے۔ اس کا دارومدار خبر پر ہے۔

وجہ ثالث : اوّل فتحہ اور ثانی کا رفع جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اوّل کا فتحہ اس بناء پر کہ پہلا لا نفی جنس کا ہے اور ثانی کا رفع اس بناء پر کہ دوسرا لا زائدہ ہے اور دوسرے اسم کا عطف ہے پہلے اسم کے محل پر۔اس لئے کہ مرفوع بالا بتداء ہے۔ پس اگر ایک خبر مقدر مانی جائے تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہوجائے گا۔

وجہ رابع : دونوں کا رفع بناء پر ابتداء جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس وقت دونوں لا عمل سے ملغی ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ جواب ہے قائل کے قول ابغیر اللہ حول و قوۃ چونکہ سوال کے اندر یہ دونوں مرفوع ہیں۔ لہذا جواب کے اندر بھی یہ مرفوع ہونگے۔ تا کہ جواب سوال کے مطابق ہوجائے۔ اگر خبر ایک مقدر مانی جائے تو یہ عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہوجائے گا اور اگر دو خبریں مقدر مانی جائیں تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہوجائے گا۔

وجہ خامس : اوّل کا رفع اور ثانی کا فتح جیسے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اوّل کا رفع اس بناء پر

کہ پہلا لا بمعنی لیس کے ہے لیکن یہ ضعیف ہے اس لئے کہ لا کا لیس کے معنی میں ہونا قلیل ہے اور دوسرے کا فتحہ اس بناء پر کہ وہ لا نفی جنس کا ہے۔

قال الشارح **وضعف وجه ضعف** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض مصنفؒ کے قول علی ضعف کو رد کرنا ہے۔ کہ اوّل کے رفع کے ضعف کی جو وجہ بیان کی گئی ہے کہ لا بمعنی لیس کا عمل قلیل ہے۔ یہ وجہ ضعیف ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اوّل کا رفع لا بمعنی لیس کی وجہ سے نہ ہو۔ بلکہ یہ رفع تکرار کی وجہ سے لا کے ملغی ہونے کی وجہ سے ہو۔ کیوں کہ لا کے الغاء کی صحت شرط فقط تکرار وہ یہاں پر پایا جاتا ہے۔

قال الشارح **ولا دخل فیها** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: لا کے الغاء کی صحت کے لئے تکرار کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان دو اسموں کا اعراب ایک ہو۔ اور یہاں شرط نہیں پائی جاتی۔

جواب: لا کے ملغی ہونے کی صحت میں اس کے اعراب میں موافق ہونے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہے یا عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہے تو یہ توجیہ اوّل ے مطابق یعنی جب لا بمعنی لیس کے ہو تو عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے متعین ہو جائے گا۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ الا باللہ مرفوع بھی منصوب بھی ہو، کیوں کہ لا بمعنی لیس کی خبر منصوب ہوتی ہے۔ اور لا نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور توجیہ ثانی کے مطابق جب یہ لا ملغی ہو تو یہ عطف المفرد علی المفرد کے قبیل سے ہوتا ہے۔ اور عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے بھی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ مبتدآء کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور لا نفی جنس کی خبر بھی مرفوع ہوتی ہے۔

قال الماتن **واذا دخلت الهمزة** ۔ ہمزہ جب لا نفی جنس پر داخل ہو تو اس کا عمل تبدیل نہیں ہوگا اور اس ہمزہ کا معنی یا تو استفہام ہوتا ہے یا عرض یا تمنی۔

علی لا التی لنفی الجنس : سے دخلت کے صلہ کا بیان کرنا ہے۔

قال الشارح **ای عمل لا** ۔ سے اشارہ کیا ہے کہ عمل پر جو الف لام داخل ہے یہ مضاف

الیہ کے عوض میں ہے۔

قال الشارح **ای تاثیرھا فی** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اصطلاح میں عمل عبارت ہے عمل فی المعرب سے۔اور لا رجل فی الدار اس میں رجل معرب نہیں ہے تو پھر لم یتغیز العمل کہنا کیسے صحیح ہوا۔

جواب : یہاں عمل سے مراد اس کا معنی اصطلاحی نہیں ہے بلکہ عمل سے مراد اس کا معنی لغوی یعنی اثر کرنا ہے۔اور ظاہر ہے لا کا مدخول معرب ہو یا مبنی ہو۔لا کا اس میں اثر ضرور ہوگا۔باقی عمل کے متغیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عامل کا عمل کلمہ استفہام کے داخل ہونے سے متغیر نہیں ہوتا۔

ای معنی الھمزۃ : ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع وہ ہمزہ ہے جو لا نفی خبر پر داخل ہو۔

قال الشارح **امّا الاستفھام حقیقۃ** ۔ حقیقۃً سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہاں سے مراد استفہام حقیقی نہیں ہے اور تمنی وعرض یہ استفہام حقیقی نہیں ہیں۔باقی ہمزہ استفہام کے معنی میں ہو اس کی مثال جیسے الا رجل فی الدأار اور عرض کی مثال جیسے الا تزول عندی۔

قال الشارح **ولم یذکر سیبویہ** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ صاحب کافیہؒ نے کتاب کافیہ کے اندر قواعد کے بیان میں سیبویہؒ کی اتباع کی ہے۔اور سیبویہؒ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ لا کا حال عرض کے اندر وہ دخول ہمزہ سے پہلے کی طرح ہوگا بلکہ اس کو سیرافیؒ نے ذکر کیا۔جزولیؒ اور مصنفؒ نے اس کی اتباع کیا اور اندلسیؒ نے اس کو رد کر دیا۔اس نے کہا کہ یہ کہنا کہ لا کا حال عرض کے اندر کے حال اوّل جیسا ہوگا۔یہ غلط ہے اس لئے کہ جب وہ نفی میں لا ہمزہ کے دخول ے بعد عرض ہو جائے گا تو یہ ان حروف میں سے ہو جائے گا۔جو فعل پر داخل ہوتے ہیں مثلاً ان اور لو اور حروف تحضیض۔لہذا اس کے بعد فعل کا ہونا ضروری ہوگا۔خواہ فعل مقدر ہو یا ملفوظ ہو تو جب فعل ملفوظ نہیں ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فعل مقدر ہے۔اور اس کے بعد اسم کا انتصاب واجب ہوگا۔جیسے الا زیدا تکرمہ اس میں زید تکرمہ کی وجہ سے مرغوب ہے۔جس کی

تفسیر بعد والا فعل کر رہا ہے۔ اور تمنی کی مثال جیسے الا ماء اشربه تمنی کے معنی اس وقت ہوں گے جب کہ پانی کی امید نہ ہو اس لئے کہ اگر پانی کی امید ہو تو اس وقت استفہام حقیقی ہوگا اور ہمزہ کو تمنی کے لئے کہنا درست نہ ہوگا۔

قال الشارح **و امّا قوله** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : آپ کا یہ کہنا کہ جب لانفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو اس کا عمل تبدیل نہیں ہوتا یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ قائل کے قول الا رجلاً جزاه الله خيرا اس میں ہمزہ نے لا کے عمل کو اعراب سے بناء کی طرف تبدیل کر دیا۔ مولانا جامیؒ ۔ نے اس کے دو جواب دیئے

جواب : استاذ خلیل نحویؒ کے نزدیک یہ لا وہ لا نہیں ہے کہ جس پر حرف استفہام داخل ہو۔ بلکہ یہ حرف ہے جو تحضیض کے لئے موضوع ہے۔ اور رجلاً سے پہلے فعل مقدر ہے۔ اس فعل مقدر کی وجہ سے اس پر نصب اور تنوین آئی ہے۔ گویا کہ کہنے والے نے یوں کہا ہیکہ الا تروننی رجلاً یعنی هل لا تروننی رجلاً ۔ اور یونس نحوی کے نزدیک یہ وہی لا ہے جس پر ہمزہ استفہام داخل ہوتا ہے تمنی کے معنی میں ہے۔ قیاس کا تقاضہ تھا کہ یہ الا رجل ہو۔ لیکن اس کو تنوین دی گئی ضرورت شعر کی وجہ سے۔

قال الماتن **و نعت المبنى الاول** ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ لانفی جنس کے اسم مبنی کی نعت میں دو وجہیں جائز ہیں۔ اس کو مبنی پڑھنا بھی جائز ہے اور معرب پڑھنا بھی جائز ہے۔ پھر معرب پڑھنے کی صورت میں منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔ جب اس نعت میں تین شرطیں پائی جائیں (۱) وہ نعت مفرد ہو (۲) وہ نعت اول ہو (۳) منعوت کے متصل ہو۔

قال الشارح **اسم لا** ۔ اسم لا کا اضافہ کر کے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ قاعدہ منقوض ہے یا زيد العاقل و العاقل میں ۔ اس لئے کہ اس میں العاقل مبنی کی نعت ہے اور نعت اوّل ہے اور منعوت کے متصل ہے اور مفرد ہے حالانکہ اس کا معرب

ہونا متعین ہے۔

جواب: یہاں نعت سے مراد لا کے اسم کی نعت ہے مطلق مبنی کی نعت نہیں ہے اور مثال مذکور میں العاقل یہ لا کے اسم کے نعت نہیں ہے۔

قال الشارح لا نعت ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مبنی کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے۔ اسم معرب کی نعت سے جیسے لا غلام رجلٍ ظریفاً۔

قال الشارح بالرّفع صفة ۔ سے اعراب مع وجہ اعراب کو بیان کرتا ہے۔ کہ الاول یہاں یہ مرفوع ہے اس بناء پر وہ صفت ہے نعت کی۔

لاللثانی متن میں اوّل کی قید احترازی ہے اس سے مبنی کی نعت ثانی اور اسی طرح نعت ثالث خارج ہوجائیں گی۔ جیسے لا رجل الظریف کریم فی الدار۔

قال الشارح حال من الظریف ۔ مفرد کی ترکیب کو بیان کرتا ہے۔ کہ مفرد یہ حال ہے مبنی کی ضمیر سے اور اس کا اندر عامل مبنی ہے۔

قال الشارح احتراز۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مفرد کی قید احترازی ہے۔ اس لئے کہ اگر مفرد نہ ہو بلکہ مضاف یا شبہ مضاف ہو تو پھر اس کا معرب ہونا متعین ہوگا جیسے لا رجل حسن الوجه۔

قال الشارح حال من ضمیر ۔ سے یلیه کی ترکیب کو بیان کرتا ہے کہ اس کی ترکیب میں دو احتمال ہے یہ یا تو حال ہے بعد از حال کے یعنی یہ بھی مبنی کی ضمیر سے حال ہے یا یہ مفرد کی صفت ہے۔

قال الشارح احتراز ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یلیه کی قید احترازی ہے اس نعت سے جو اسم لا کے متصل نہ ہو اس لئے کہ اس کا معرب ہونا متعین ہے جیسے لا غلام فیها ظریف۔

قال الشارح وهذا القید ۔ سے صاحب کافیہ پر اعتراض کرتا ہے کہ اس مقید (یلیه) کے

ہوتے ہوئے قیداول کی ضرورت باقی نہیں رہتی اس لئے کہ جب نعت لا کا متصل ہوگے تو وہ لامحالہ نعت اوّل ہوگی ثانی اور ثالث نہیں ہوگی۔

قال الشارح علی الفتحه ۔ سے مبنی کے صلے کو بیان کرنا ہے۔

قال الشارح حملاً ۔ سے مبنی علی الفتح ہونے کے جواز کی وجہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مبنی علی الفتح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو منصوب پر محمول کرلیا جائے گا۔

قال الشارح مکان ۔ سے حمل کی وجہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کو منصوب پر اس لئے محمول کیا جائے گا کہ نعت اور منعوت میں اتحاد پایا جاتا ہے اور اس وجہ سے کہ نعت منعوت کے متصل ہے اور اس وجہ سے کہ نفی حقیت میں نعت کی طرف راجع ہے اس لئے یہ قاعدہ ہے کہ کلام منفی جب عقید با قید ہو تو نفی حقیقت میں قید کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اور یہاں پر قید سے مراد نعت ہے چونکہ وہ مفرد ہے لہذا وہ مبنی بر فتح ہوگی۔

قال الشارح والمبنی فی قوله ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : قاعدہ منقوض ہے لا ماء ماء باردا میں۔ اس لئے کہ اس میں یہ مبنی کی نعت ہے اور ہے بھی نعت اول۔ اور ہے بھی مفرد اور اس کے متصل بھی ہے۔ حالانکہ اس کا معرب ہونا متعین ہے۔

جواب : متن میں مبنی سے مراد مبنی علی الفتح بالاصالۃ ہے۔ اور مثال مذکور فی النقض میں ماء ثانی یہ مبنی علی الفتح بالاصالۃ نہیں ہے بلکہ یہ بالتبع ہے۔ اس لئے کہ یہ ماء اوّل کے تابع ہے۔ اور یوں کہا جائے کہ باردا یہ نعت ہے ماء اوّل کی تو پھر یہ اس کی متصل نہیں ہوگا۔

قال الشارح لان الاصل ۔ سے معرب پڑھنے کی علت کا بیان ہے کہ اس کو معرب پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ توابع میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے متبوعات کے اعراب میں تابع ہوں نہ کہ بناء میں۔

قال الشارح **حملاً علی محلہ** ۔ سے معرب مرفوع پڑھنے کے جواز کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ معرب مرفوع پڑھنے کا جواز محل بعید پر محمول کرنے کی وجہ سے ہے۔

قال الشارح **حملاً علی اللفظ** ۔ سے معرب پڑھنے کی صورت میں منصوب پڑھنے کے جواز کی علت کا بیان ہے کہ لفظ پر یا محل قریب محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا جائز ہے۔

قال الماتن **نحو لا رجل ظریف** ۔ سے توضیح بالمثال کا بیان ہے اس کے اندر ظریف لانفی جنس کے اسم مبنی کی صفت اوّل ہے اور مفرد ہے اور اس کے متصل ہے۔ لہذا اس کو مبنی بر فتح بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور ظریف رفع کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور ظریف فتح کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

قال الماتن **والا فالاعراب** ۔ اگر نعت کے اندر مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو اس کا معرب ہونا متعین ہوگا۔ معرب ہونے کی صورت میں اس کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ محل بعید پر محمول کرتے ہوئے اور منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔ محل قریب یا لفظ پر محمول کرتے ہوئے۔ جن کی امثلہ فوائد قیود میں گذر چکی ہیں۔

قال الماتن **و العطف علی اللفظ** ۔ سے صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ لا نفی جنس کے اسم مبنی کے معطوف میں دو وجہیں جائز ہیں۔ اس کو لفظ پر محمول کرتے ہوئے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے اور اس کو محل پر محمول کرتے ہوئے اس کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے۔ جب کہ معطوف کے اندر دو شرطیں پائی جائیں۔ (۱) معطوف نکرہ ہو۔ (۲) لا کا تکرار نہ ہو اس لئے کہ اگر معطوف نکرہ نہ ہو تو اس پر رفع واجب ہے۔ جیسے لا غلام لك و الفرس اور جب تکرار لا ہو تو پھر اس کا یہ حکم نہیں ہے کہ بلکہ وہی ہے جو ماقبل میں گذر چکا ہے کہ جس میں پانچ وجہیں جائز ہیں۔ جب مذکورہ دو شرطیں پائی جائیں تو معطوف کو معرب مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں محل پر محمول کرنے پر اور منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں لفظ پر محمول کرتے ہوئے۔ لیکن اس میں بناء جائز نہیں ہے اس لئے

کہ واو عاطفہ کے ذریعے تابع اور متبوع کے درمیان فاصلہ پایا جاتا ہے اور بناء کے لئے نعت کا منعوت کے ساتھ اتصال شرط ہے۔ اور اس کو متصل کے حکم میں بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ یہ ایسے محل میں واقع ہے کہ جہاں پر فصل کا گمان ہوتا ہے۔ کہ لا کے ذریعے فصل واقع ہو۔ کیوں کہ معطوف علی النفی میں عام طور پر لا زائدہ ہوتا ہے جیسا کہ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ مثال مطابقی جیسے لا اب ولا ابناً و ابن اس مثال کے اندر اب لانفی جنس کا اسم ہے اور یہ مبنی ہے اور ابناً یہ اب پر معطوف ہے اور یہ نکرہ ہے اور لا کا تکرار بھی نہیں ہے۔ اس کو اب کے لفظ پر محمول کر کے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور محل پر محمول کرتے ہوئے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہ شعر کا ایک حصہ ہے پورا شعر اس طرح ہے:

و لا اب ولا ابنامثل مروان و ابنه　　　اذھو بالمجد ار تدی و تازرا

شاعر کی غرض اس شعر سے مروان اور اس کے بیٹے کی مدح کرنا ہے۔ کہ کوئی باپ اور بیٹا مروان اور اس کے بیٹے کی مثل نہیں ہے۔ اس لئے کہ مروان نے چادر اور ازار پہن رکھا ہے۔

قال الشارح **سائر التوابع** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے توابع میں سے نعت کو بھی ذکر کیا اور معطوف بحرف کو بھی ذکر کیا۔ اور باقی توابع کو بیان نہیں کیا اس کو کیا وجہ ہے۔

جواب : چونکہ باقی توابع ان کے بارے میں نحاۃ سے کوئی تصریح نہیں ہے اس وجہ سے مصنفؒ نے بقیہ کو ذکر نہیں کیا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ ان کا حکم منادیٰ کے توابع والا حکم ہو۔

قال الماتن **مثل لا اباله و لا غلامی لهٗ** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ماقبل میں آپ نے کہا کہ جب لانفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ ہو تو وہ علامت نصب پر مبنی ہوگا۔ یہ قاعدہ منقوض ہے لا اباله و لا غلامی لهٗ کی مثل میں۔ اس لئے کہ پہلی مثال میں لا کا اسم نفی اب یہ نکرہ مفردہ ہے حالانکہ یہ علامت نصب پر مبنی نہیں ہے کیوں کہ اگر یہ علامت نصب پر مبنی ہوتا تو لا اب لهٗ الف کے بغیر کہا جاتا اور دوسری مثال میں لا کا اسم یعنی غلامی لهٗ نکرہ مفردہ ہے

حالانکہ علامت نصب پر مبنی نہیں کیں کہ اگر علامت نصب پر بنی ہوتا اور لا غلامین لہٗ نون کے اثبات کے ساتھ کہا جاتا۔

جواب: سے صاحب کافیہؒ نے جواب دیا کہ اگر چہ ان دونوں ترکیبوں میں لا کا اسم مضاف ہے لیکن اس کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دے کر اس پر مضاف والے احکام جاری کر دیے ہیں۔ باقی تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنی میں شریک ہے جو کہ اختصاص ہے۔

قال الشارح **ای کل ترکیب** ۔صاحب کافیہؒ نے لفظ مثل پڑھا کر جس ضابطے کی طرف اشارہ کیا ای کل ترکیب سے مولانا جامیؒ نے صراحتاً بیان کر رہے ہے۔ کہ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں لا نفی جنس کے اسم کے بعد لام اضافت ہو اور اس اسم پر اضافت والے احکام جاری کیے گئے ہوں یعنی الف کا اثبات کہ اب میں ہے ان کا حذف جیسا کہ لا غلامی لہٗ میں ہے۔

قال الشارح **یعنی انّ الاصل** ۔سے اعتراض کی طرف اشارہ ہے کہ ان دونوں ترکیبوں میں اصل یہ تھا کہ لا اب لہٗ اور لا غلامین لہٗ کہا جاتا۔ پس ان دونوں کے اندر لا نفی جنس کا اسم علامت نصب پر مبنی ہوتا۔ اور جار مجرور اس کی خبر ہوتی۔ لیکن بہت کم ایسا بھی منقول ہے کہ لا اب میں الف کی زیادتی کرے لا ابا لہٗ کہا جائے اور لا غلامین سے نون تثنیہ کو ساقط کر کے لا غلامی لہٗ کہا جائے اظہار جیسا کہ حالت اضافت میں کہا جاتا ہے لیکن قلت کے ساتھ۔

قال الماتن **تشبیھا لہٗ** ۔ سے جواز کی علت کا بیان ہے۔

قال الشارح **ای اسم لا** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ہٗ ضمیر مرجع میں مطابقت نہیں اس لئے کہ ضمیر واحد کی اور اس کا مرجع دو چیزیں ہیں۔ (۱) ابا (۲) غلامی۔

جواب: یہاں ہٗ ضمیر کا مرجع لا کا اسم ہے جو ان دونوں ترکیبوں کے اندر ہے اور وہ مفرد ہے۔

قال الشارح **واجرا** ۔ کہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب ان مثالوں کے اندر لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو ان کو معرب منصوب پڑھنا واجب ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ جب لا کا اسم نکرہ مشابہ مضاف لا کے متصل ہو تو اس کو معرب پڑھنا واجب ہوتا ہے۔

جواب: یہاں مشابہت سے مراد مشابہت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ مشابہت سے مراد لا کے اسم پر مضاف والے احکام جاری کرنے میں مشابہت ہے۔

قال الشارح و ذالك ۔ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لمشارکتہ تشبیہ کی علت ہے۔ یعنی ان مثالوں کے اندر لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ اس لئے تشبیہ دی ہے کہ مضاف کے ساتھ اصل معنی میں مشارکت ہے جو کہ اختصاص ہے۔

قال الشارح او المعنی ان ۔ کے دوسرے معنی کا بیان ہے اگر چہ مآل ایک ہے لیکن لفظوں کے اعتبار سے فرق ہے وہ یہ ہے کہ پہلے معنی کے مطابق تشبیھالہٗ اور لمشارکتہ کی ضمیر مجرور کا مرجع اسم لا کو بنایا گیا اور لہٗ ضمیرہ کا مرجع مضاف تھا۔ لیکن اس معنی کے اعتبار سے تشبیھالہٗ اور لمشارکتہ ان دونوں ضمیروں کا مرجع مثل ہے۔ اور لہٗ کی ہ ضمیر کا مرجع وہ ترکیب ہے کہ جو اضافت پر مشتمل ہو تو معنی یہ ہوگا کہ لا ابالہٗ اور لا غلامی لہٗ کی مثل جائز ہے۔ ان جیسی ترکیبوں کو جن میں اضافت نہ ہو اس ترکیب کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے جو اضافت پر مشتمل ہو۔ اس لئے کہ ان جیسی ترکیبیں یہ اس ترکیب کے ساتھ جو اضافت پر مشتمل ہو اصل معنی میں مشارک ہیں اور وہ معنی اختصاص ہے۔

قال الشارح الا ان بین ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: لا ابالہٗ اور لا غلامی لہٗ یہ ترکیب خبری ہیں اور لا اباہ اور لا غلامیہ یہ ترکیب اضافی ہے۔ اور ترکیب خبری ترکیب اضافی سے قوی ہے۔ اس لئے کہ ترکیب خبری یہ مخاطب کو فائدہ تامہ دیتی ہے اور ترکیب اضافی یہ مخاطب کو فائدہ تامہ نہیں دیتی۔ تو لا ابالہٗ اور لا غلامی لہٗ کو لا اباہ اور لا غلامیہ کے ساتھ تشبیہ دینا کیسے صحیح ہوا کیوں کہ مشبہ بہٖ کے لئے قوی ہونا

ضروری ہوتا ہے۔

جواب: یہ تشبیہ معنی اوراختصاص میں ہے۔اوروہ اختصاص جوترکیب اضافی سے مفہوم ہوتا ہے وہ بہ نسبت اس اختصاص کے اتم ہے جوترکیب خبری سے مفہوم ہوتا ہے۔لہذا مشبہ بہ قوی ہوئی۔

قال الشارح **ومن ثم لم یجز لا ابا فیھا** ۔ سے ماقبل پرتفریع کا بیان ہے کہ چونکہ ان جیسی ترکیبوں کا جواز اس وجہ سے ہے کہ ان میں غیر مضاف کو مضاف کے ساتھ معنی اختصاص میں تشبیہ دی گئی ہے۔اس وجہ سے لا ابا فیھا یہ ترکیب جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ اس میں اختصاص نہیں پایا جاتا اس لئے کہ وہ اختصاص جواب کی کسی چیز اب کی طرف اضافت سے مفہوم ہوتا ہے وہ تو اس کے اس چیز کے لئے اب ہونیکی وجہ سے ہے۔اور یہاں خصاص دار کی طرف اب کی نسبت سے حاصل نہیں ہوتا۔کیوں کہ ابوصرف ابن کے لئے مستحق ہوسکتی ہے۔لہذا اس کی دار کی طرف اضافت کرنی صحیح نہیں ہے جب اب کی اضافت دار کی طرف کرنی صحیح نہیں تو پھر لا ابا فیھا کو اس ترکیب کے ساتھ کیسے تشبیہ دی جائے گی۔کہ جس ترکیب کے اندراب کی اضافت صریح طور پر دار کی طرف ہو۔

قال الماتن **ولیس بمضاف لفساد المعنی** ۔ لا ابا لہٗ اور لا غلامی لہٗ میں لا کے اسم کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دی گئی وہ حقیقت میں مضاف نہیں ہے۔کیوں کہ اگر حقیقۃً مضاف ہوتو معنی مقصودی فاسد ہو جائے گا۔اس لئے کہ معنی مقصودی بالاستقلال تقدیر خبر کی حاجت کے بغیر ضمیر مجرور کے مرجع کے لئے جنس اب یا جنس غلامین کے ثبوت کی نفی ہے اور اضافت کی صورت میں یہ معنی فاسد ہوجائے گا۔دووجہوں سے وجہ اول یہ ہے کہ اضافت کی تقدیر پر ان دونوں ترکیبوں کا معنی یہ ہوجائے گا لا ابہ لہٗ و لا غلامیہ ۔اوروہ معنی تقدیر خبر کے بغیر تام نہیں ہوسکتے بلکہ خبر کو مقدر ماننا پڑتا ہے۔جیسے لا اباہ موجود اور لاغلامیہ موجود ان۔

قال الشارح **واما ثانیا** ۔ وجہ ثانی یہ ہے کہ مراد ضمیر مجرور سے مرجع مثلاً زید کے لئے جنس اب یا جنس غلامین کے ثبوت کی نفی کرنا ہے۔اور یہ مقصود نہیں ہے کہ زید کا باپ جو کہ معلوم الوجود

ہے وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ اور فلاں شخص کے دو غلام جو کہ معلوم الوجود ہیں وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ اور اضافت کی تقدیر پر معنی یہ ہو جائے گا کہ زید کا باپ جو کہ معلوم الوجود ہے موجود نہیں اور زید کے دو غلام جو کہ معلوم الوجود ہیں وہ موجود نہیں ہیں۔

قال الماتن **خلافا لسیبویه** ۔ سیبویہ اور جمہور نحاۃ اور خلیل کا اختلاف ہے کہ ان کا مذھب یہ ہے کہ ان جیسی ترکیبوں میں لا کا اسم حقیقتاً مضاف ہے معنی کے اعتبار سے۔

قال الشارح **و انما اخصّ سیبویه** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب خلیل وہ سیبویہ اور جمہور نحویوں کا مذھب یہی ہے تو پھر مصنفؒ سیبویہ کو خاص طور پر ذکر کیوں کیا۔ مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

پہلا جواب : یہ ہے کہ سیبویہ ان کا سردار ہے اسی وجہ سے اس کو ذکر کیا۔

دوسرا جواب : یہ ہے کہ مقصود اختلاف کو بیان کرنا ہے نہ کہ مخالفین کی تعیین کرنا ہے اور یہ مقصد سیبویہ کو ذکر کرنے سے حاصل ہو گیا۔

قال الشارح **و اقحام اللام** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : لا اباله اور لا غلامی له میں لا کا موجود ہونا لام کا اسم مضاف نہیں کیوں کہ مضاف مضاف الیہ کے درمیان لام مذکور نہیں ہوتا۔ تو پھر سیبویہ وغیرہ کا کہنا کیسے صحیح ہوا کہ ان کے اندر لا کا اسم حقیقۃً مضاف ہے۔

جواب : مضاف و مضاف الیہ کے درمیان لام اس لام مقدرہ کی تاکید ہے۔

قال الماتن **و یحذف فی مثل لا علیك** ۔ لا علیك کی مثل میں لانفی جنس کے اسم کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثل سے مراد ہو رہ ترکیب ہے کہ جس میں لا کے اسم کے حذف پر کوئی قرینہ پایا جائے جیسے لا علیك اس میں لا کا اسم محذوف ہے جو کہ بأس ہے اس کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ لا حرف ہے اور علیٰ بھی حرف ہے اور حرف حرف پر داخل نہیں ہوتا تو پس اس سے معلوم ہوا کہ لا کا اسم محذوف ہے جو کہ بأس ہے اصل میں تھا لا بأس علیك۔

قال الشارح **ولا یحذف** ۔ سے لا کے اسم کو حذف کرنے کی شرط کا بیان ہے کہ لا کے اسم کو حذف کرنا تب جائز ہے کہ جب خبر موجود ہوں یہ شرط اس لئے لگائی تا کہ اجحاف یعنی نقصان لازم نہ آئے۔ کیونکہ جب لا کا اسم بھی موجود نہ ہو اور خبر بھی محذوف ہو تو لا کا بغیر محمول کے رہنا واجب آئے گا۔

قال الشارح **و قولھم** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : آپ کا یہ کہنا کہ لا کے اسم کو حذف کرنا تب جائز ہے جب کہ خبر اس کی موجود ہو یہ منقوض ہے عربیوں کے قول لا کزید میں اس لئے کہ عربوں کا قول لا کزید اس میں اسم اور خبر دونوں محذوف ہیں۔

جواب : اس قول کے اندر اسم اور خبر دونوں محذوف نہیں ہیں بلکہ ان میں سے ایک محذوف ہے۔ اس لئے کہ کزید کا کاف یہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو یہ کاف اسمیہ بمعنی مثل کے ہے یا حرف ہے۔ اگر یہ کاف اسمیہ بمعنی مثل کے ہے تو کزید کا معنی ہو گا مثل زید۔ میں یہ لا کا اسم بن جائے گا اور خبر اس کی محذوف ہو جائے گی۔ جو کہ موجود ہے اور معنی یہ ہو گا لا مثل زید موجود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کزید یعنی مثل زید خبر ہو لا کی اور اس کا اسم محذوف ہو جائے گا جو کہ احد ہے تو عبارت اس طرح ہو جائے گی لا احد مثل زید اور اگر کاف حرف جر ہو تو پھر اسم محذوف ہو گا اور کزید خبر بن جائے گا۔

﴿بحث خبر ما و لا المشبھتین بلیس﴾

قال الماتن **خبر ما ولا المشبھتین** ۔ منصوبات کی قسموں میں سے بارہواں قسم ما و لا کی خبر ہے جن کو لیس کے ساتھ تشبیہ دیے گئے ہیں۔

قال الشارح **فی النفی والدخول** ۔ سے وجہ شبہ کا بیان ہے کہ وجہ شبہ دو معنی نفی اور جملہ اسمیہ پر داخل ہونا ہے یعنی جس طرح لیس کے اندر معنی نفی کے ہیں اسی طرح ما اور لا کے اندر بھی نفی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور جس طرح لیس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اسی طرح ما

اور لا بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔

قال الشارح **ای خبریۃ** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ھی ضمیر راجع ہے ما اور لا کی طرف اور وہ مذکر ہے اور ضمیر مونث کی ہے تو راجع اور مرجع میں مطابقت نہ رہی۔

جواب : ھی ضمیر کا مرجع خبر ما اور لا نہیں ہے۔ بلکہ ھی ضمیر کا مرجع خبریۃ ہے جو کہ خبر سے مفہوم ہوتی ہے۔ یعنی ما اور لا کی خبر کا خبر ہونا اور ان کے اسم کا اسم ہونا یہ لغت حجازیۃ ہے۔

قال الشارح **و خص** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح ماولا کی خبر کا ان کی خبر ہونا یہ لغت حجازیۃ ہے۔ اسی طرح ما اور لا کے اسم کے ان کا اسم ہونا بھی لغت حجازیۃ ہے۔ تو پھر مصنفؒ نے خبریت کو خاص طور پر کیوں ذکر کیا؟

جواب : مصنفؒ نے خبریت کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا ما اور لا کو عمل دینا اور ان کے اسم اور خبر کو ان کا اسم اور خبر بنانا یہ ظاہر ہوتا ہے خبر کے اعتبار سے۔ لہذا خبر کو ان کی خبر بنانا یہ اصل حجاز کی لغت ہے۔ لیکن بنو تمیم ان کو (ما اور لا) عمل نہیں دیتے۔ چونکہ وہ ان کو عمل نہیں دیتے تو وہ ما اور لا کیا اسم کو ماولا کا اسم نہیں مانتے اور خبر کو ان کی خبر نہیں مانتے۔ بلکہ ان کے نزدیک وہ مبتدآء اور خبر ہیں جس طرح کہ وہ ما اور لا کے داخل ہونے سے پہلے مبتدآء اور خبر ہوتے ہیں۔

قال الشارح **ولغۃ** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے اہل حجاز کی لغت کو کیوں اختیار کیا ہے؟

جواب : چونکہ لغت اہل حجازیہ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے جیسے ما ھذا بشر اور ما ھن امھتھم ۔ اب ان کے اندر ما عمل کر رہا ہے کیوں کہ اگر ما عامل نہ ہوتا تو بشراً وغیرہ مرفوع ہوتے حالانکہ وہ مرفوع نہیں ہیں بلکہ منصوب ہیں۔

قال الماتن **و اذا ذیدت ان** ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت یہ ہے کہ تین صورتوں میں ما اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔

(۱) جب ما اور لا کے ساتھ ان زائدہ ہو جیسے ما ان زید قائم

(۲) جب نفی الا کی وجہ سے منتقض ہو جائے ما زید الا قائم

(۳) جب خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید

قال الشارح قیل ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح ان، ما کے عمل کو باطل کر دیتا ہے اسی طرح لا کے عمل کو باطل کر دیتا ہے تو پھر مصنفؒ نے ما کو خاص طور پر ذکر کیوں کیا؟

جواب : مصنفؒ نے ما کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ عربیوں کیا ستعمال میں ان، لا کے ساتھ زائدہ استعمال نہیں ہوتا۔ باقی بصریینؒ کے نزدیک ان زائدہ ہوتا ہے اور کوفیوںؒ کے نزدیک ان یہ نافیہ موکدہ ہوتا ہے۔

قال الشارح اما اذا زیدت ۔ سے صورت مذکورۃ میں ما و لا کے عمل کو بیان کرنا ہے کہ جب ما و لا کے ساتھ ان زائدہ ہو تو اس وقت ان کا عمل اس لئے باطل ہو جاتا ہے کہ یہ عامل ضعیف ہیں کیوں کہ یہ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں پس جب ان کے اور ان کے معمول ے درمیان فاصلہ ہو جائے گا تو یہ عمل نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ عامل ضعیف معمول مفصول میں عمل نہیں کر سکتا۔ جب الا کے ذریعے نفی منتقض ہو جائے تو یہ اس لئے عمل نہیں کرتے کہ ان کا عمل معنی نفی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تو جب نفی منتقض ہوگئی تو ان کا عمل باطل ہو جائے گا اور جب اسم پر خبر مقدم ہو جائے تو اس وقت عمل اس لئے باطل ہوتا ہے اس میں ترتیب میں تغیر لازم آئے گا حالانکہ یہ عامل ضعیف ہے اور ترتیب ان کے عمل کے لئے شرط ہے لہذا ترتیب میں اختلاف کے باعث یہ عمل نہیں کر سکیں گے۔

قال الماتن و اذا عطف علیه بموجبٍ ۔ ضابطے کا بیان جس کا حاصل یہ ہے جب ما اور لا کی خبر پر ایسے حرف کے ذریعے عطف کیا جائے جو کلام منفی میں ایجاب پیدا کر دیتا ہے یعنی حرف عطف بل اور لکن تو اس وقت معطوف کا حکم صرف رفع ہوگا نصب جائز نہیں ہوگی۔ اس

لئے کہ حرف موجد بھی نفی کے نقض میں الا کی طرح ہے۔ جیسے ما زید مقیما بل مسافر اور ما عمرو قائم لکن قاعد۔

قولہ : اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ۔ جامی ص۱۶۴

اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ

۱

نصبِ اوّل و رفع ثانی — اِنْ کَانَ عَمَلُه خَیْرًا فَجَزَاءُهُ خَیْرٌ وَاِنْ کَانَ عَمَلُه شَرًّا فَجَزَاءُهُ شَرٌّ

محذوفات — ۱ ۲ ۳ — ۱ ۲ ۳

۳

رفعهما — اِنْ کَانَ فِیْ عَمَلِهٖ خَیْرٌ فَجَزَاءُهُ خَیْرٌ وَاِنْ کَانَ فِیْ عَمَلِهٖ شَرٌّ فَجَزَاءُهُ شَرٌّ

محذوفات — ۱ ۲ ۳ ۴ — ۱ ۲ ۳ ۴

۴

رفع اوّل ونصب ثانی — اِنْ کَانَ فِیْ عَمَلِهٖ خَیْرٌ فَکَانَ جَزَاءُهُ خَیْرًا وَاِنْ کَانَ فِیْ عَمَلِهٖ شَرٌّ فَکَانَ جَزَاءُهُ شَرًّا

محذوفات — ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ — ۱ ۲ ۳ ۴ ۵

۲

نصبهما — اِنْ کَانَ عَمَلُه خَیْرًا فَکَانَ جَزَاءُهُ خَیْرًا وَاِنْ کَانَ عَمَلُه شَرًّا فَکَانَ جَزَاءُهُ شَرًّا

محذوفات — ۱ ۲ ۳ ۴ — ۱ ۲ ۳ ۴

اوّل اقوی ہے چہارم اضعف ہے دوم وسوم متوسط ہیں بوجہ قلت حذف وکثرت حذف

قولہ : اما انت .... الخ جامی ص۱۶۵

اصل لِاَنْ کُنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ

۱ بعد حذف لام قیاسًا اَنْ کُنْتَ ... الخ

۳ بعد بدل کردن ضمیر متصل بمنفصل اَنْ اَنْتَ .... الخ

۲ بعد حذف کان اختصارًا اَنْ تَ ... الخ

۴ بعد زیادہ کردن لفظ ما اَنْ مَا اَنْتَ .... الخ

بعد ادغام نون ومیم اَمَّا اَنْتَ ... الخ

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم

بحث المجرورات

مفتی عطاء الرحمن ملتانی

﴿بحث المجرورات﴾

مجرورات کی تحقیقات کومرفوعات پر قیاس کریں۔

قال الماتن هو ما اشتمل على علم المضاف اليه ۔

صاحب کافیہؒ مجرور کی تعریف کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو۔

قال الشارح هو ما اشتمل اى اسم ۔مولانا جامی کی غرض ما کی تفسیر کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ما موصوفہ عبارت ہے اسم سے جس کا قرینہ بحث اسم ہے۔

قال الشارح لتخرج الحروف ۔سے تفسیر مذکور کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ما کی تفسیر اسم کے ساتھ اس لئے کی تا کہ مجرور کی تعریف سے وہ حروف اواخر خارج ہو جائیں جو کہ اعراب کا محل ہوتے ہیں مثلاً مررت بزيدٍ میں زید کی دال اس لئے کہ اصطلاح میں حروف اواخر پر مرفوعات منصوبات مجرورات کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ مرفوعات منصوبات مجروراتِ اسم کی اقسام ہیں نہ کہ حرف کی۔

قال الشارح اصطلاحاً ۔اصطلاح کی قید کا اضافہ اس لئے کیا کہ لغت میں حروف اواخر پر مرفوعات منصوبات مجرورات کا اطلاق ہوتا ہے اس لئے کہ حقیقت میں یہی اعراب کا محل ہیں۔

قال الشارح اى علامة ۔مولانا جامی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ متن میں علم بھی علامت کے ہے پہاڑ یا جھنڈے کے نہیں ہے۔

قال الشارح من حيث هو ۔مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مضاف الیہ کی یہ تعریف منقوض ہے اس زید کے ساتھ جو غلام زید کے اندر واقع ہے اس لئے کہ وہ مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہے حالانکہ یہ زید ضرب زید میں مجرور نہیں ہے۔

جواب: تعریف میں حیثیت کی قید معتبر ہے یعنی مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اس حیثیت سے مجرور مضاف الیہ ہوا اور وہ زید جو ضرب زید میں واقع ہے یہ اس

حیثیت سے نہیں کہ یہ مضاف الیہ ہے بلکہ یہ فاعل ہے۔

قال الشارح **يعني الجر** ۔سے مولانا جامی کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مجرور کی یہ تعریف منقوض ہے جاء نی غلام احمد میں احمد کے ساتھ اس لئے کہ یہ مضاف الیہ کی علامت کسرۃ پر مشتمل نہیں ہے حالانکہ وہ مجرور ہے۔

جواب: علامت مضاف الیہ جر ہے اور جر عام ہے کہ وہ کسرۃ کے ساتھ ہو یا فتحہ کے ساتھ ہو یا یاء کے ساتھ ہو اور کسرۃ فتحہ یاء عام ہے خواہ لفظی ہوں یا تقدیری ہوں اور جاء نی غلام احمد میں احمد یہ مضاف الیہ کی علامت جر پر مشتمل ہے اور جر فتحہ کے ساتھ ہے۔

قال الشارح **و انما قال** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض حیثیت کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حیثیت کی قید اس لئے لگائی کہ جر یہ ذات مضاف الیہ کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ مضاف الیہ کی علامت ہے اس حیثیت سے کہ وہ مضاف الیہ ہو۔

قال الشارح **و المضاف اليه** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ۔ہے۔

سوال: مصنفؒ نے پہلے مجرور کی تعریف اس طرح کی ما اشتمل علی علم المضاف الیہ پھر مضاف الیہ کی تعریف اس طرح کی كل اسم نسب اليه شيئى بواسطة حرف الجر لفظاً او تقديراً مراداً۔ کہ مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے کہ جس کی طرف کوئی شیئی بواسطہ حرف جر کے منسوب ہو خواہ وہ حرف جر لفظا ہو یا تقدیراً یعنی مقدر مراد ہو تو مجرور کی تعریف کا حاصل یہ ہوا کہ مجرور وہ اسم ہے جو ایسے اسم کی علامت پر مشتمل ہو جس کی طرف کوئی شیئی بواسطہ حرف جر کے منسوب کی گئی ہو خواہ وہ لفظا ہو یا تقدیراً مراد ہو۔ جب مجرور کی تعریف کا حاصل یہ ہوا تو اب یہ تعریف مجرور با لباء الزائدة مثلاً بحسبك درهم میں حسبك پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ اگر چہ اس کی طرف کوئی شیئی منسوب کی گئی ہے لیکن بواسطہ حرف جر کے منسوب نہیں کی گئی کیوں کہ یہ حرف جر زائدہ ہے اس طرح یہ تعریف مجرور با لاضافه اللفظيه میں مثلاً ضارب زيد میں زید پر صادق نہیں آتی ہے اس لئے کہ اس کی طرف اگر چہ کوئی شیئی منسوب کی گئی ہے لیکن بواسطہ جر کے منسوب نہیں کی گئی

اس لئے کہ یہ اضافت لفظیہ ہے اور اضافۃ لفظیہ میں حرف جر مقدر نہیں ہوتا۔

جواب جس کا حاصل یہ ہے کہ شیئ کی علامت کا شیئ کے مساوی ہونا ضروری نہیں ہوگا۔ بلکہ کبھی شیئ کی علامت شیئ سے عام بھی ہوتی ہے یہاں پر بھی جر جو کہ مضاف الیہ کی علامت ہے یہ مضاف الیہ سے عام ہے یہ مضاف الیہ میں بھی پائی جاتی ہے اور مضاف الیہ کے غیر میں مجرور یا الباء الزائدة اور مجرور با لاضافة اللفظیه کے اندر بھی پائی جاتی ہے لہذا اب مجرور کی یہ تعریف مجرور بالباء الزائدہ اور مجرور با لا ضافت اللفظیه پر صادق آ جائے گی۔

قال الماتن و المضاف الیه کل اسم نسب الیه ۔ یہ مضاف الیہ کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مضاف الیہ اس اسم کا نام ہے جس کی طرف کوئی شیئ بواسطہ حرف جر کے منسوب ہو خواہ وہ حرف جر ملفوظ ہو یا مقدر مراد ہو۔

قال الشارح و هو ههنا ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال قاعدہ ہے کہ جب ایک شئ کو ایک مرتبہ ذکر کرنے کے بعد دوبارہ ذکر کیا جائے تو اس کو ضمیر کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے نہ کہ اسم ظاہر کے ساتھ۔ اور مضاف الیہ کا ذکر اوپر گزر چکا ہے لہذا مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ مضاف الیہ کی جگہ یوں کہتے هو کل اسم۔

جواب : یہ مضاف الیہ اس مضاف الیہ کا عین نہیں ہے کہ جس کا اوپر ذکر گذر چکا ہے بلکہ یہ اس سے خاص ہے اس لئے کہ اوّل عام ہے خواہ اس میں تقدیر حرف جر کی شرط ہو یا نہ ہو اور جو ثانی ہے اس میں مصنفؒ کے نزدیک تقدیر حرف جر کی شرط نہیں ہے اور قوم کے نزدیک شرط ہے تو چونکہ یہ اوّل کا عین نہیں ہے اسی وجہ سے مصنفؒ نے اس کو ضمیر سے تعبیر کیا۔

قال الشارح و ذهب فی ذالك ۔ مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : مضاف الیہ کی تعریف مشہور بین الجمہور سے عدول کیوں کیا جو کہ کل اسم نسب الیه شئی بواسطة حرف الجر تقدیراً ہے۔

جواب : مصنفؒ نے سیبویہؒ کی اتباع کی لانّهٗ بایع للحق ولا للرجال

حقیقة او حکماً : سے اسم کی تعمیم کا بیان ہے کہ خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو۔

لیشمل: سے اس تعمیم کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تعمیم اس لئے کی تا کہ مضاف الیہ کی یہ تعریف ان جملوں کو بھی شامل ہو جائے جو مضاف الیہ و ہتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقین صدقھم ۔اس میں ینفع الصادقین یہ جملہ ہے اور یہ اگر چہ اسم حقیقی نہیں ہے لیکن اسم حکمی ہے اس لئے مصدر کے حکم میں ہے۔

قال الشارح اسماً کان ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : مصنفؒ نے نسب الیہ شیئی کہا اسم کیوں نہیں کہا۔

جواب: صاحب کافیہؒ نسب الیہ شیئی اس لئے کہا کہ وہ شیئ اسم کے ساتھ خاص نہی ہے بلکہ تعیم ہے خواہ اسم ہو جیسے غلام زید میں غلام یا فعل ہو جیسے مررت بزید میں مررت۔

قال الشارح ای ملفوظاً ۔سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لفظاً او تقدیراً یہ اسم مفعول کے معنٰی میں ہیں اور یہ خبر ہیں کان مقدر کی باقی انکو اسم مفعول کے معنی میں اس لئے کیا تا کہ حمل صحیح ہو جائے۔

قال الشارح حال کون ۔سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مراداً یہ حال ہے تقدیراً سے جو کہ کان مقدر کی خبر ہے۔اور وہ خبر مفعول یہ کے حکم میں ہے تو یہ مفعول بہ حکمی سے حال ہوا۔

قال الشارح من حیث ما بعد ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تقدیر نام ہے اسقاط عن اللفظ و ابقاء فی النسبت کا اور بعینہٖ یہی معنی مراداً کے ہیں تو پھر تقدیراً کے بعد مراداً کا ذکر کیوں کیا یہ تو مستدرک ہے۔

جواب: یہاں مراداً سے مراد من حیث العمل ہے لہذا اب تقدیراً کے بعد مراداً کا ذکر مستدرک نہ ہوا۔

قال الشارح با بقاء اثرہ ۔مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مضاف الیہ کی یہ تعریف منقوض ہے اس یوم الجمعہ کے ساتھ جو صمت یوم الجمعہ کے اندر واقع ہے۔ اس لئے کہ اس کی طرف قیام کی نسبت بواسطہ حرف جر فی کی ہو رہی ہے جو کہ مقدر ہے مراد لیکن من حیث العمل مراد ہے کیونکہ یوم ظرف ہے حالانکہ یہ مضاف الیہ نہیں ہے۔

جواب: حرف جر کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہو جیسے غلام زیدٍ اس میں غلام کی نسبت زید کی طرف بواسطہ حرف جر یعنی لام کے ہے جو کہ مقدر ہے لیکن وہ مراد ہے۔ اس لئے کہ حرف جر کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے کیونکہ یہ مجرور ہے اور خاتم فضةٍ میں خاتم کی نسبت فضة کی طرف بواسطہ حرف جر یعنی من کے ہے جو کہ مقدر ہے لیکن وہ مراد ہے اس لئے کہ اس کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے اور اسی طرح ضرب الیوم اس میں ضرب کی نسبت یوم کی طرف بواسطہ حرف جر یعنی فی ہے جو کہ مقدر ہے اور وہ مراد ہے اس لئے کہ اس کا اثر جو کہ جر ہے وہ لفظوں میں باقی ہے بخلاف صمت یوم الجمعہ کے کہ اس میں اگرچہ قیام کی نسبت یوم الجمعہ کی طرف ہو رہی ہے لیکن وہ مراد نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ مراد ہوتا تو مجرور ہوتا۔

قال الماتن فالتقدير شرط ان يكون المضاف اسماً ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت بتقدیر حرف جر کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو کہ اضافت کی وجہ سے تنوین اور ما یقوم مقام التنوین یعنی نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی کر لیا گیا ہو۔

ای تقدير الحرف: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ تقدیر پر جو لام داخل ہے یہ مضاف الیہ کے عوض میں ہے جو کہ حرف ہے اصل میں عبارت یوں تھی تقدیر الحرف۔

قال الشارح اذ لو كان فعلاً ۔ سے اسماً کی قید کے فائدے کو بیان کرتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اسماً کی قید احترازی ہے اس لئے کہ اگر مضاف اسم نہ ہو بلکہ فعل ہو تو پھر حرف جر کا تلفظ ضروری ہے جیسے مررت بزید۔

قال الشارح ای منسلخاً ۔ مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مجرود اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ جس کا تنوینہ نائب فاعل ہے۔ حالانکہ مجرد کی نسبت تنوین کی طرف صحیح نہیں۔ اس لئے کہ مجرد تجرید سے ہے اور تجرید اسم کی صفت ہے نہ کہ تنوین کی؟

جواب : یہاں تجرید حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ مراد مجازی معنی ہے جو انسلاخ یعنی زائل ہونا ہے اور زائل ہونا تنوین کی نسبت ہے۔

قال الشارح **او ما قام مقام** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح مضاف کو تنوین سے خالی کرنا ضروری ہے اسی طرح مایقوم مقام التنوین یعنی نون تثنیہ نون جمع سے خالی کرنا بھی ضروری ہے تو پھر صاحب کافیہ نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا۔

جواب : یہاں معطوف محذوف ہے اصل میں عبارت اس طرح تھی مجرّدًا عنہٗ تنوینہٗ وما قام مقامہٗ اور تنوین کا قائم مقام نون تثنیہ اور نون جمع ہے۔

قال الشارح **لا جلها ای لاجل الاضافت** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ھا ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ ضمیر کا مرجع اضافت ہے۔

قال الشارح **لان التنوین** ۔شرط مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت بتقدیر حرف الجر کے لئے مضاف کے تنوین اور ما یقوم مقام التنوین سے خالی ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ تنوین اور ما یقوم مقام التنوین یہ اس کلمے کے تام ہونے کی دلیل ہوتے ہیں جس کلمہ میں یہ ہوں۔ پس وہ کلمہ اپنے مابعد سے منقطع ہوگا اور اضافت تقاضہ کرتی ہے اتصال کا اور اتصال وانفصال میں منافات ہیں اس لئے کہ یہ شرط لگائی کہ مضاف کو تنوین اور قائم مقام سے خالی کرلیا گیا ہو۔

قال الشارح **فلما ارادوا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب مضاف تنوین اور ما یقوم التنوین سے تام ہوجاتا ہے تو پھر مضاف کو تنوین اور ما یقوم مقام التنوین سے خالی کرنے اور شیء آخر کے ساتھ اس کو تام کرنے کا کیا فائدہ؟

جواب : اضافت کا فائدہ مضاف کو تام کرنا نہیں بلکہ اضافت کا فائدہ مضاف کی تعریف یا تخصیص یا تخفیف ہے۔

قال الشارح **ثم المتبادر من هذا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال : مضاف الیہ کی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف مضاف الیہ باضافت لفظیہ پر صادق نہیں آتی کیوں کہ اس کے اندر حرف جر نہیں ہوتا نہ ملفوظ اور نہ مقدّر؟

جواب : اضافت لفظیہ میں حرف جر کا نہ پایا جانا یہ بالنظر الیٰ اصطلاح القوم ہے لیکن مصنفؒ کے نزدیک مضاف الیہ باضافت لفظیہ میں جر مقدر ہوتا ہے جیسا کہ مصنفؒ نے اضافت لفظی اور معنوی کا مقسم اضافت بتقدیر حرف کو بنایا اور مقسم کا اقسام میں اعتبار ہوتا ہے اور متن کے لئے جو مصنفؒ کی شرح ہے اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اضافت لفظیہ اور معنویہ دونوں میں حرف جر مقدر ہوتا ہے لیکن مصنفؒ نے اضافت لفظیہ میں تقدیر حرف جر کو بیان نہیں کیا جیسا کہ اضافت معنویہ کے اندر بیان کیا ہے نہ متن کے اندر اور نہ ہی اس متن کی شرح کے اندر اور نہ ہی دوری تصنیفات کے اندر۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مصنفؒ سے اس کے متعلق کوئی شیئ منقول نہیں ہے۔

قال الشارح **قد تكلّفَ بعضهم** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب مصنفؒ نے حرف جر کو بیان نہیں کیا تو وہ مجہول ہوا کیونکہ معلوم نہیں ہے کہ لام مقدر ہوگا یا فی مقدر ہوگا یا مِن مقدر ہوگا۔

جواب : بعض نحویوں نے کہا ہے کہ جب صیغہ صفت کا مفعول کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید تو اس وقت لام مقدر ہوگا۔

قال الشارح **تقوية للعمل** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے:

سوال : اسم فاعل تو بلا واسطہ متعدی ہوتا ہے لہذا لام کو مقدر ماننے کی حاجت نہیں ہے۔

جواب : لام کی تقدیر تقویت عمل کے لئے ہوگی تعدیہ کے لئے نہیں ہوگی۔

في اضافتها : جب صیغہ صفت کا فاعل کی طرف مضاف ہو جیسے **الحسن الوجه** تو **من بيانيه**

مقدر ہوگا من بیانیہ کی مقدر ماننے کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً جاء نی زید الحسن الوجہ میں الوجہ بمنزل تمیز کے ہے اور تمیز کے اندر من بیانیہ مقدر ہوتا ہے باقی زید کی طرف حسن کے اسناد میں ابہام تھا کہ الوجہ تمیز اس لئے ہے کہ کون سی چیز اچھی ہے چہرہ اچھا ہے یا کوئی اور چیز جب الوجہ کوذکر کیا تو یہ ابہام رفع ہو گیا گویا کہ اس نے کہا من حیث الوجہ یعنی زید اچھا از روئے چیز کے۔

قال الشارح فان قلت ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال نقل کر کے قلنا سے جواب دینا ہے۔

سوال : الحسن الوجہ میں اضافت لفظیہ تخصیص کا فائدہ دے رہی ہے اس لئے کہ الحسن الوجہ میں الحسن مبہم تھا معلوم نہ تھا کہ کون سی چیز حسین ہے جب الوجہ کوذکر کیا تو اس میں تخصیص آ گئی یعنی الحسن الوجہ لا غیرہ لہذا آپ کا یہ کہنا کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

جواب: ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ الحسن الوجۂ میں اضافت کی وجہ سے تخصیص حاصل ہو رہی ہے اس لئے کہ اس میں جو کچھ تخصیص ہے وہ اضافت سے پہلے حاصل ہوئی ہے کیونکہ الحسن الوجہ اضافت سے پہلے الحسن وجھه تھا جس میں تخصیص پائی جاتی ہے پھر جب اس کی اضافت کی تو اضافت کی وجہ سے حذف ضمیر کے ذریعے تخفیف حاصل ہوئی ہے لہذا ہمارا قاعدہ برقرار رہا کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف کا فائدہ دیتی ہے۔

قال الماتن وھی معنویة و لفظیة ۔سے اضافت بتقدیر جر کی تقسیم کا بیان ہے کہ اضافت بتقدیر حرف جر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) معنویہ (۲) لفظیہ ۔اضافت معنویہ کی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

وھی ای الاضافة : سے ھی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع مطلق اضافت نہیں ہے بلکہ اس کا مرجع اضافت بتقدیر حرف جر ہے۔

ای منسوبة : سے اضافت معنویه کی وجہ تسمیه کا بیان ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ

اضافت معنویہ کو اضافت معنویہ اس لئے کہ کہتے ہیں کہ یہ معنی کی طرف منسوب ہوتی ہے کیونکہ یہ مضاف میں تعریف یا تخصیص کے معنی کا فائدہ دیتی ہے۔

ای منسوب الی اللفظیه : سے اضافت لفظیہ کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ اس کو اضافت لفظیہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فقط لفظ کی طرف منسوب ہوتی ہے معنی کی طرف منسوب نہیں ہوتی کیونکہ اس کا فائدہ لفظ سے معنی کی طرف سرایت نہیں کرتا۔

قال الشارح علامتها ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال : مصنفؒ کا قول المعنویه مبتداء ہے اور ان تکون یہ مصدر کی تاویل میں ہو کر اس کی خبر ہے حالانکہ خبر کا مبتداء پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ معنویہ نسبت کا نام ہے اور کون المضاف نسبت نہیں ہے۔

جواب: کون المضاف یہ المعنویه کی خبر نہیں ہے بلکہ یہ خبر ہے مبتداء کی جو کہ علامتها ہے مبتداء اور خبر ملکر جملہ ہو کر یہ خبر ہے المعنویه کی۔

قال الشارح فیها ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال: خبر جب جملہ ہو تو عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔حالانکہ اس میں عائد نہیں۔

جواب: عائدہ محذوف ہے جو کہ فیها ہے۔

قال الشارح کاسم الفاعل ۔سے صفت کے مصداق کو بیان کرنا ہے۔کہ صفت سے مراد اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ ہے۔

فاعلها اومفعولها: سے معمول کے مصداق کو بیان کرنا ہے۔کہ معمول سے مراد فاعل اور مفعول ہے۔

قبل الاضافت : اس لئے کہا کہ اضافت کے بعد تو مضاف اپنے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہے کیونکہ مضاف مضاف الیہ کے لئے عامل ہوتا ہے۔

قال الشارح سواء ۔سے غیر صفت میں تعمیم کا بیان ہے جس کا حاصل غیر صفت ہونا عام

ہے یا تو سرے سے صیغہ صفت کا نہ ہو جیسے غلام زید یا مضاف صیغہ صفت کا تو ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو۔ جیسے مصارع مصر اس میں مصارع اگر چہ صیغہ صفت کا تو ہے کیونکہ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اسلئے کہ مصر نہ فاعل ہے اور نہ مفعول ہے بلکہ مفعول فیہ ہے اور کریم البلد میں اگر چہ صیغہ صفت کا تو ہے لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اس لئے کہ البلد نہ فاعل ہے نہ مفعول ہے بلکہ مفعول فیہ ہے۔

قال الشارح **واحترز به عن** ۔ سے غیر صفت کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے جس سے ضارب زید اور الحسن الوجہ کی مثل کو خارج کرنا ہے۔ کیونکہ ان دونوں ترکیبوں کے اندر مضاف صیغہ صفت ہے جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ ضارب زید میں زید یہ اضافت سے پہلے ضارب کا مفعول ہے اور حسن الوجہ یہ اضافت سے پہلے حسن کا فاعل ہے۔

قال الشارح **وھی**۔

ای الاضافت: مولانا جامیؒ کی غرض ھی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع اضافت معنویہ ہے۔

بحکم الااستقراء: کہ کر مولانا جامیؒ کی غرض اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اضافت معنویہ کا اقسام ثلاثہ میں منحصر ہونا ہے یہ حصر استقرائی ہے حصر عقلی نہیں ہے۔

ای فی المضاف الیه: ما کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ فیما میں ما کا مصداق مضاف الیہ ہے۔

قال الشارح **ای لا یکون صادقا** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: غلام زید میں اضافت بمعنی لام ہے حالانکہ اس میں مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہے اس لئے کہ غلام اور زید یہ دونوں حیوان ناطق ہیں۔

جواب: مضاف الیہ مضاف کی جنس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق

ہو اور غیر مضاف پر بھی صادق ہو اور مضاف الیہ مضاف کی جنس سے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف اور غیر مضاف پر صادق نہ ہو اور غلام زید میں زید یہ مضاف اور غیر مضاف پر صادق نہیں ہے۔ اس لئے یہ اضافت بمعنٰی لام ہے۔

نحو غلام زید : سے مثال مطابقی کا بیان ہے کہ غلام زید اس میں اضافت بمعنی لام کے ہے اس لئے کہ زید غلام کی جنس سے نہیں ہے کہ اس پر صادق ہو اور نہ اس کے لئے ظرف ہے۔

قال الشارح **البیانیۃ** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : من یہ معطوف ہے اللام پر اور اللام وہ معنی کا مضاف الیہ ہے لہذا من بھی مضاف الیہ ہوگا۔ حالانکہ اس کا مضاف الیہ بننا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مضاف الیہ اسم ہوتا ہے اور من اسم نہیں ہے بلکہ حرف ہے۔

جواب : من علم ہے اس من کا جو ترکیب کے اندر ہوتا ہے لہذا یہ اسم ہوا۔

قال الشارح **الصادق علیہ** ۔یہ صفت کاشفہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق ہو اور غیر مضاف پر بھی صادق ہو۔

قال الشارح **بشرط ان یکون** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اضافت بمعنی من بیانیہ کی تعریف احد الیوم پر صادق آتی ہے اس لئے کہ الیوم احد پر بھی صادق آتی ہے اور غیر احد پر بھی صادق آتی ہے لہذا اس میں اضافت بیانیہ ہونی چاہئے حالانکہ اس میں اضافت بیانیہ نہیں ہے۔

جواب : اضافت بیانیہ کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر بھی صادق ہو اور غیر مضاف پر بھی صادق ہو بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مضاف مضاف الیہ اور غیرہ پر صادق ہو اور احد الیوم میں یوم اگرچہ احد اور غیر احد بھی صادق ہے لیکن

احد یہ یوم پر صادق ہے لیکن غیر پر صادق نہیں ہے خلاصہ یہ نکلا کہ مضاف اور مضاف الیہ میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہو۔ بمعنی فی ظرفیہ۔

ای ظرف المضاف : سے ہٖ ضمیر کے مرجع کی متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع مضاف ہے۔

قال الشارح **والحاصل** ۔متن کے اندر اختصار تھا۔ الحاصل سے مولانا جامیؒ کی مراد از خود اضافت کی بحث میں حاصل کو بیان کرتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مضاف الیہ یا تو مضاف کے مباین ہوگا یا مساوی ہوگا یا مضاف الیہ مضاف سے اعم مطلق ہوگا یا اخص مطلق ہوگا یا اخص من وجہ ہوگا اگر مضاف الیہ مضاف کے مباین ہو تو پھر دو صورتیں ہیں یا تو مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا نہیں ہوگا اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو تو اضافت بمعنی فی ہوگی اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف نہ ہو تو اضافت بمعنی لام ہوگی۔ اور اگر مضاف الیہ مضاف کے مساوی ہو جیسے لیث اسد اور مضاف الیہ مضاف سے اعم مطلق ہو جیسے احد الیوم تو ان دونوں تقدیروں پر اضافت ممتنع ہے اور اگر مضاف الیہ مضاف سے اخص مطلق ہوگا جیسے یوم الاحد اور علم الفقہ اور شجر العراک تو اس میں اضافت بمعنی لام ہوگی اور اگر مضاف الیہ مضاف سے اخص من وجہ ہو تو پھر دو صورتیں ہیں یا مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ ہوگا یا اصل اور مادہ نہیں ہوگا اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ ہو تو اضافت بمعنی من ہوگی جیسے خاتم فضۃ اس لئے کہ فضۃ یہ خاتم کی اصل اور مادہ ہے اور اگر مضاف الیہ مضاف کے لئے اصل اور مادہ نہ ہو تو اضافت بمعنی لام ہوگی جیسے فضۃ خاتمك خیر من فضۃ خاتمی ہے۔

قال الشارح **واعلم انہ** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو ختم کرنا ہے۔

وہم : وہ وہم یہ ہوتا ہے کہ اضافت بمعنی لام کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ لام کو ظاہر کرنا صحیح ہو اور جہاں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہ ہو وہاں اضافت بمعنی لام نہیں ہوتی تو جب اضافت بمعنی لام کے صحت کے لئے ضروری ہے کہ لام کو ظاہر کرنا صحیح ہو تو کل رجل اور کل واحدٍ میں اضافت

بمعنی لام نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ یہاں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہیں حالانکہ کہا جاتا ہے کل رجل اور کل واحدٍ میں اضافت بمعنی لام ہے۔

جواب : اضافت بمعنی لام کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ لام کی تصریح صحیح ہو بلکہ اضافت بمعنی لام کی صحت کے لئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ فائدہ اختصاص جو کہ لام کو مدلول ہے وہ حاصل ہو جائے اور کل رجل اور کل واحدٍ میں یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔

قال الشارح **فقولك يوم الاحد** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض اسی بات پر چند شہود پیش کرنا ہے کہ اضافت بمعنی لام کے لئے ضروری نہیں ہے کہ لام کو ظاہر کرنا صحیح ہو جیسے يوم الاحد اور علم الفقه اور شجر العراك ان میں اضافت بمعنی الام کے ہے حالانکہ ان میں لام کو ظاہر کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی اصل مذکور کی وجہ سے مصنفؒ نے بمعنى اللام کہا بتقديرا اللام نہیں کہا کیونکہ اگر بتقدیر اللام کہتے تو پھر یہ اعتراض وارد ہوتا۔ و بهذا الاصل يرفع الاشكال اس قاعدہ مذکورہ کے ساتھ بہت سے اعتراضات رفع ہو گئے جو کہ اضافت لامیہ کے بہت سے موارد پر وارد ہو رہے تھے۔ مثلاً علم الفقہ اور کل واحد وغیرہ اب ان میں ان تکلفات کی طرف احتیاج نہیں ہوتی جس کا بعض شارحین نے ارتکاب کیا ہے مثلاً بعض شارحین نے کہا ہے کہ ان مثالوں کے اندر لام کو ظاہر کرنا صحیح ہے مثلاً کل رجل میں کل فرد لرجل یعنی کل فرد ثابت لرجل کہا جائے۔ اب اس میں تکلفات بعیدہ کی طرف احتیاج نہ ہوگی۔

قال الشارح **وهو قليل** ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت بمعنی فی استعمال میں قلیل ہے۔

قال الشارح **اى كون الاضافت** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : هو ضمیر اور اس کے مرجع میں مطابقت نہیں ہے اس لئے کہ ضمیر کا مرجع اضافت ہے جو کہ مؤنث نہیں ہے اور ضمیر مذکر کی ہے۔

جواب : ھو ضمیر کا مرجع اضافت نہیں ہے بلکہ ضمیر کا مرجع کون الا جافت ہے اور کون مذکر ہے۔

لہذا اب راجع اور مرجع میں مطابقت ہوگئی۔

قال الشارح **فی استعمالاتھم** ۔سے قلیل کے صلے کو بیان کرنا ہے۔وردواھا سے مولانا جامیؒ کی غرض اضافت بمعنی فی کے قلیل ہونے کی علامت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اکثر نحویوں نے اضافت بمعنی فی کو اضافت بمعنی لام کی طرف رد کر دیا ہے اس لئے کہ کہ اضافت بمعنی لام کا مفاد جو کہ اختصاص ہے وہ اضافت بمعنی فیہ میں بھی پایا جاتا ہے۔اس لئے کہ ضرب الیوم کا معنی ہے ضرب لہٗ اختصاص بالیوم اس لئے کہ ضرب یوم کے اندر واقع ہوئی ہے۔

قولہ **فان قلت** ۔

سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح اضافت بمعنی فی اندر اضافت لامیہ کا مفاد جو کہ اختصاص ہے پایا جاتا ہے اسی طرح اضافت بمعنی من کے اندر بھی اضافت لامیہ کا مفاد پایا جاتا ہے اس لئے کہ اضافت بمعنی من کے اندر مضاف مبین ہے اور مضاف الیہ مبیّن ہے اور مبیّن اور مبیّن کے اندر اختصاص ہوتا ہے جب اضافت بمعنی من کے اندر بھی اضافت لامیہ کا مفاد پایا جاتا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو بھی اضافت بمعنی لام کی طرف رد کر دیا جاتا ہے۔جس طرح کہ اضافت بمعنی فی کو رد کر دیا گیا ہے۔

جواب : یہ بات تو ٹھیک ہے کہ اضافت بمعنی من کے اندر اضافت لامیہ کا مفاد پایا جاتا ہے لیکن چونکہ اضافت بمعنی فی قلیل تھی اسی وجہ سے تقلیل اقسام کی خاطر اس کو اضافت بمعنی لام کی طرف رد کر دیا بخلاف اضافت من کے کہ یہ کثیر تھی لہذا اس کے شایان شان یہی ہے کہ مستقل قسم بنایا جائے۔

قال الشارح **مثال للاضافت** ۔سے مثل لہٗ کا تعین کرنا ہے کہ غلام زید اضافت بمعنی لام کی مثال ہے جس کا اصل غلام لزید تھا اور خاتم فضۃ یہ اضافت بمعنی من کی مثال ہے اصل

میں تھا خاتم من فضۃ اور ضرب الیوم یہ اضافت بمعنی فی کی مثال ہے اصل میں تھا ضرب واقع فی الیوم۔

قال الماتن و تفید تعریفا مع ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں۔ (۱) مضاف کی تعریف (۲) مضاف کی تخصیص اضافت معنویہ مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے اس وقت جس وقت مضاف الیہ معرفہ ہو اور اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے کہ جس وقت مضاف الیہ نکرہ ہو۔

ای الاضافت : سے تفید کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع اضافت معنویہ ہے۔

ای تعریف المضاف : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ تعریفا پر جو تنوین ہے یہ تنوین عوض کی ہے۔

المضاف الیہ : المضاف الیہ کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ المعرفۃ صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے جو کہ المضاف الیہ ہے۔

قال الشارح لان الھیاہ ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض مضاف الیہ کے معرفۃ ہونے کی صورت میں اضافت معنویہ کے مضاف کی تعریف کا فائدہ دینے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے اضافت معنویہ کی ھیئت ترکیبیہ مضاف کی معلومیت پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہے اور مضاف کی معلومیت پر دلالت تب ہو سکتی ہے جب مضاف معرفۃ ہو۔

قال الشارح لان ان نسبۃ ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض فاضل ھندی پر رد کرنا ہے کہ فاضل ھندی نے اضافت معنویہ کے مضاف کی تعریف کا فائدہ دینے کی علت وہ اسناد امر الی معین ہے اس لئے کہ کہ اسناد امر الی معیّن منسوب کی معلومیت کو مستلزم ہے۔ رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسناد امر الی معیّن یہ منسوب کی معلومیت کو مستلزم نہیں ہے اس لئے کہ بسا اوقات اسناد امر الی معیّن ہوتا ہے لیکن منسوب معرفہ نہیں ہوتا جیسے غلام لزید اس میں اسناد امر الی معیّن ہے

لیکن مضاف معرفہ نہیں ہے بلکہ نکرہ ہے۔

قال الشارح **فان قلت** ۔مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس کا جواب پیش کرنا ہے۔

سوال : کا حاصل یہ ہے کہ جب واحد معیّن کی طرف اشارہ کیے بغیر جاء نی غلام احمد کہا جائے تو اس سے تعریف حاصل نہیں ہوئی حالانکہ اضافت معنویہ کی ھیئت ترکیبیہ متحقق ہے لہذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اضافت معنویہ کی ھیئت ترکیبیہ یہ مضاف کی معلومیت پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہے۔

جواب : ہماری بحث وضع میں ہے نہ کہ استعمال میں اور مثال مذکور کے اندر غلام کا نکرہ رہ جانا یہ عارض استعمال کی وجہ سے ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ لام تعریف کے لئے موضوع ہے۔لیکن کبھی تعریف کے لئے نہیں ہوتا۔بایں طور بلا اشارہ الی معین ہو جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے اندر ہے ولقد امر علی اللئیم یسبنی ۔اس میں یسبنی یہ صفت ہے اللئیم حالانکہ یسبنی جملہ ہے اور جملہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے۔معرفہ کی نہیں۔

قال الشارح **ولیس یجری هذا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ کا یہ کہنا کہ اضافت معنویہ کی مضاف کی تعریف کا فائدہ دیتی ہے یہ منقوض ہے لفظ مثل اور غیر کے ساتھ جو مثل زید اور غیر زید میں واقع ہیں اس لئے کہ یہ معرفہ نہیں ہیں حالانکہ ان میں اضافت معنویہ ہے اور مضاف الیہ معرفہ بھی ہے۔

جواب : حکم مذکور لفظ مثل اور غیر ان میں جاری نہیں ہوتا اس لئے کہ اس کی اضافت تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اگر چہ مضاف الیہ معرفہ ہو کیونکہ یہ متوغل فی الابھام ہیں ہاں البتہ جب ان کا مضاف الیہ ایسا اسم ہو کہ جس کی فقط ایک ضد ہو جو مضاف الیہ کی غیریت کے ساتھ معلوم ہو جائے۔تو ایسی صورت میں لفظ مثل اور غیر اضافت کی وجہ سے معرفہ بن جائیں گے جیسے علیك بالحركت غير السكون اس میں لفظ غیر کا مضاف الیہ یعنی سکون اس کی فقط ایک ضد ہے یعنی

حرکت اس لئے لفظ غیر معرفہ بن گیا۔

قال الشارح و کذالك اذا کان ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح جب لفظ غیر اور مثل کا مضاف الیہ ایسا اسم ہو جس کی فقط ایک ضد ہو تو ایسی صورت میں اضافت معونیہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے اسی طرح جب مضاف الیہ کے لئے ایسی مثل ہو جو اشیاء میں کسی شیئ کے اندر مضاف الیہ کی مماثلت اور مشابہت میں مشہور ہو جیسے علم اور شجاعت تو ایسی صورت میں اضافت معونیہ تعریف کا فائدہ دے گی۔ مثلاً امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف انکی مماثلت صفت علم کے اندر مشہور ہے اور حضرف علیؓ اور حضرف خالد بن ولیدان کی مماثلت صفت شجاعت میں مشہور ہے اگر امام ابو حنیفہؒ کو کہا جائے جاء مثلك اور لفظ مثل سے مراد وہ شخص لیا جائے جو امام صاحب کے ساتھ صفت علم کے اندر مماثل اور مشابہ ہے تو یہ معرفہ ہو جائے گا۔ اسی طرح جب حضرت علیؓ کو کہا جائے جاء مثلك اور لفظ مثل سے مراد وہ شخص لیا جائے جو حضرف علیؓ کے ساتھ صفت شجاعت میں مماثل ہو تو یہ معرفہ بن جائے گا۔

قال الماتن و تخصیصاً ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔

تفید الاضافة المعنوية : سے شارحِ کی غرض عطف کی تعیین کرنا ہے کہ تخصیصاً یہ معطوف ہے تعریفاً پر۔

ای تخصیص المضاف : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ تخصیصاً پر جو تنوین ہے یہ تنوین عوض کی ہے۔

المضاف الیه : النكرة المضاف الیه سے ترکیب کا بیان ہے النکرۃ صفت ہے موصوف محذوف ہے جو کہ المضاف الیہ ہے۔

قال الشارح فان التخصیص ۔ سے مثال کے ممثل لہٗ پر منطبق ہونے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تخصیص نام ہے تقلیل الشر کاء کا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لفظ غلام کی

رجل کی طرف اضافت سے پہلے عام تھا یعنی مرد اور عورت دونوں کے غلام کو شامل تھا جب اس کی اضافت ہوئی رجل کی طرف تو اس کے اندر تخصیص آ گئی اور عورت کا غلام خارج ہو گیا اور شرکاء کم ہو گئے۔

قال الماتن **و شرطها تجريد** ۔اضافت معنویہ کے لئے شرط کا بیان۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت معنویہ کی شرط یہ ہے کہ مضاف کو تعریف سے خالی کر لیا گیا ہو۔

ای شرط الا ضافت المعنویه : سے شرطها کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع اضافت معنویہ ہے۔

قال الشارح **اذا كان معرفة** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تجريد من المضاف التعريف تقاضہ کرتی ہے سبق وجود تعریف کا تو پس وہ مواضع کہ جن کے اندر مضاف نکرہ ہے ان کے اندر یہ شرط نہیں پائی جائیگی جیسے غلام زيدٍ۔ جب ان کے اندر یہ شرط نہیں پائی جائے گی تو اضافت معنویہ بھی متحقق نہیں ہو گی۔ کیونکہ قاعدہ ہے اذا ذات الشرط فات المشروط حالانکہ ان میں اضافت معنویہ متحقق ہے۔

جواب : یہ شرط مطلق نہیں بلکہ یہ شرط اسوقت ہے کہ جب مضاف معرفہ ہو اگر مضاف نکرہ ہو تو تجرید کی حاجت نہیں بلکہ تجرید ممکن ہی نہیں۔

وان كان علماً: سے تجرید المضاف من التعریف کی کیفیت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مضاف معرفت باللام ہو تو لام کو حذف کر دیا جائے گا اور اگر مضاف علم ہو تو اس کو نکرہ بنا دیا جائے گا۔ باقی علم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں (۱) اس نام کی حمایت میں سے ایک فرد غیر معین مراد لے لیا جائے جیسے زید ناخیر من زید کم (۲) علم سے وصف مشہور مراد لے لی جائے کہ جس کے ساتھ صاحب علم مشہور ہو جیسے لکل فرعون موسیٰ۔

قال الشارح **او المراد بالتجريد** ۔سے سوال مذکور کا دوسرا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں تجرید سے مراد مجازاً تجرّد اور خلو ہے اضافت کے وقت خواہ وہ مضاف تجرید کے

بغیر فی نفسہ نکرہ ہو یا معرفہ ہو لیکن اس کو تعریف سے خالی کر دیا گیا ہو۔

وانما یجب : سے مولانا جامیؒ کی غرض شرط مذکور کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تجرید المضاف من التعریف کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر مضاف معرفہ ہو تو مضاف الیہ کو دو صورتیں ہیں یا مضاف الیہ نکرہ ہوگا یا معرفہ ہوگا اگر مضاف الیہ یہ نکرہ ہو تو ادنیٰ کی طلب لازم آئے گی باوجود حصول اعلیٰ کے اس لئے کہ جب مضاف الیہ نکرہ ہو تو اضافت معنویہ مضاف کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ تخصیص اولیٰ ہے تعریف سے اور تعریف پہلے سے حاصل ہے اور اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی لہذا اضافت ضائع ہو جائے گا جس کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوگا۔

قال الشارح فان قیل ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قیل سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال : کہ معرفہ کی اضافت اور معرفہ کو علم بنا دینے سے کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ جس طرح معرفہ کی اضافت سے یہ تعریف المعرّف لازم آتی ہے اسی طرح معرفہ کو علم بنا دینے سے بھی تعریف المعرّف لازم آتی ہے پھر اس کی کیا وجہ کہ معرفہ کی اضافت کو ناجائز قرار دیا جاتا ہے اور معرفہ کے علم بنا دینے کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔ جیسے النجم اور الثریا اور الصعق ان کے اندر دخول لام کی وجہ سے تعریف آ گئی ہے پھر انکو ستاروں کا علم بنا دیا اور جیسے ابن عباس اس میں اضافت الی العباس کی وجہ سے تعریف آ گئی تھی پھر اس کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا علم بنا دیا۔

جواب : یہ بات ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ان مثالوں کے اندر تعریف المعرّف پائی جاتی ہے۔ بلکہ ان میں پہلی تعریف کا زوال ہو چکا ہے کیونکہ علم کے لئے وضع ثانی ہے اور وہ تعریف ہے جو پہلی تین مثالوں کے اندر دخول لام کی وجہ سے تھی اور چوتھی مثال کے اندر اضافت کی وجہ سے تھی۔ اور اعلام بننے سے تعریف بالعلمیت کا حصول ہے جن کی معلومیت باللام معلومیت بالاضافت کی طرف اشارہ باقی نہ رہا لہذا ان میں تعریف المعرّف لازم نہیں آتی بلکہ تبدیل تعریف بتعریف

آخر لازم آتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہے تبدیلی اور چیز ہے اور تحصیل حاصل اور چیز ہے۔

قال الماتن **وما اجازه الكوفون** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تجريد المضاف من التعريف کی یہ شرط غیر مسلم ہے اس لئے کہ نحاۃ کوفہ نے ان اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں ان میں تعریف بللام کو جائز رکھا ہے جیسے الثلاثہ الاثواب اور الخمسة الدراهم اور المائة الدراهم۔

جواب: نحاۃ کوفہ کا نون اعداد میں جو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہوں ان میں تعریف کا باللام کو جائز رکھنا ضعیف ہے۔

قال الشارح **التركيب** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: من کا دخول الثلاثة الاثواب پر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ من حرف جر ہے اور اسم پر داخل ہوتا ہے اور الثلاثة الاثواب اسم نہیں بلکہ مرکب ہے۔

جواب: ترکیب کا اضافہ کر کے اس کا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں الثلاثه الاثواب یہ ترکیب کی تاویل میں ہے اور ترکیب اسم ہے۔

قال الشارح **المعرّف باللام** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض مراد کی تعیین کرنا ہے کہ شبهه سے مراد وہ اسم ہے جو معرف باللام ہو اور وہ اپنے معدود کی طرف مضاف ہو جیسے الثلاثة الاثواب اور الخمسة الدراهم اور المائة الدينار۔

ضعيف قياسا: سے ضعف کی کیفیت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے قیاس کے لحاظ سے بھی اور استعمال کے لحاظ سے بھی۔ قیاس کے لحاظ سے اس لئے ضعیف ہے کہ اس صورت میں تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی۔ اور استعمال کے لحاظ سے اس لئے کہ فصحاء سے ترک لام ثابت ہے۔ چنانچہ ذو الرمة نے کہا کہ ثلث الاثافي و الديار البلاقع اس کے اندر ثلث اپنے معدود کی طرف مضاف ہے اور لام کے بغیر مستعمل ہے۔

قال الشارح **و اما ما جاء في الحديث** ۔سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تجرید المضاف من التعریف کی شرط کو ثابت کرنے کے لئے مذکورۃ مثالوں کو تو آپ نے ضعیف اور غیر فصیح قرار دیا لیکن آپ علیہ السلام کے ارشاد اغتسلوا یوم الجمعة و لو اشتریتم نصف الصاع با لالف الدینار میں کیا کہو گے۔اس لئے اس کے اندر الف اپنے معدود کی طرف مضاف ہے تجرید لام کے بغیر کیا یہ بھی ضعیف اور غیر فصیح ہے۔

جواب: حضور علیہ السلام کا ارشاد مذکور بدل پر محمول ہے نہ کہ اضافت پر یعنی الانیار یہ الالف سے بدل ہے نہ کہ مضاف الیہ سے۔

قال الماتن **و الا ضافة اللفظیه** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ کی علامت یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت کا ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید اور حسن الوجه ۔

و الاضافة اللفظية: ترکیب کا بیان ہے کہ اللفظیہ صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے جو الاضافت ہے۔

قال الشارح **علامتها** ۔یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔جس کی تقریر گذر چکی ہے۔

ان یکون المضاف: سے اس بات کو بیان کرنا ہے کہ یکون کی ضمیر کا مرجع المضاف ہے۔

قال الشارح **احتراز عما** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض صفت کے قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے وہ مضاف خارج ہو جاتا ہے جو صیغہ صفت کا نہ ہو بلکہ اسم محض ہو جیسے غلام زید میں غلام۔

احتراز: سے مولانا جامیؒ کی غرض مضافة کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے اس صیغہ صفت سے جو اپنے غیر معمول کی طرف مضاف نہ ہو بلکہ اپنے معمول غیر کی طرف مضاف ہو جیسے مصارع البلد اور کریم الدهر ان مثالوں کے اندر مضاف اگر چہ صیغہ صفت کا ہے لیکن وہ اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے اس لئے کہ البلد العصر اور

العصر نہ فاعل ہیں نہ مفعول ہیں بلکہ مفعول فیہ ہیں۔

مثل ضارب زید من قبیل: سے مولانا جامیؒ کی غرض ممثل لہٗ کی تعیین کرنا ہے کہ ضارب زید یہ اس صیغہ صفت کی مثال ہے جو اپنے مفعول بہ کی طرف مضاف ہے۔

من قبیل: سے ممثل لہٗ کی تعیین کرنا ہے کہ الحسن الوجہ یہ اس صیغہ صفت کی مثال ہے جو صفت مشبہ ہے اور اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے۔

قال الماتن و لا تفید الا تخفیفاً ۔

صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ فقط تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے۔

الاضافة اللفظیه: سے تفید کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ ضمیر کا مرجع اضافت لفظیہ ہے مطلق اضافت نہیں ہے۔

فائدۃ لا تخفیفاً: فائدۃ کہ کر اس بات کی طرف شارہ کیا ہے کہ تخفیفاً یہ استثناء مفرغ ہے۔

لا تعریفاً و لا تخصیصاً: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تخفیفاً کی قید احترازی ہے افادہ تعریف اور تخصیص کو خارج کرنا ہے اس لئے کہ اضافت لفظیہ تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔

لکونها فی تقدیر: سے اضافت لفظیہ کے تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہ دینے کی علت کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اس لئے نہیں دیتی کہ یہ تقدیر انفصال میں ہوتی ہے کیونکہ اضافت لفظیہ میں مضاف اور مضاف الیہ اضافت سے پہلے عامل اور معمول ہوتے ہیں اور عامل معمول میں انفصال ہوتا ہے گویا کہ اضافت ہے ہی نہیں۔

لا من المعنی: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فی اللفظ کی قید احترازی ہے جس کے ذریعے سے احتراز ہے تخفیف فی المعنی سے۔ تخفیف فی المعنی کی صورت یہ ہے کہ لفظ سے بعض حروف کے سقوط کے مقابلے میں بعض معانی بھی ساقط ہو جائیں لیکن اضافت لفظیہ تخفیف فی المعنی کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ تخفیف فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے معنی جس طرح اضافت سے پہلے تھا اسی

طرح اضافت کے بعد ہوتا ہے۔

قال الشارح و التخفيف للفظي ۔

سے مولانا جامیؒ کی غرض تخفیف فی اللفظ کی صور ثلاثہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تخفیف فی اللفظ کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) تخفیف فقط مضاف میں ہو (۲) تخفیف فقط مضاف الیہ میں ہو (۳) تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہو۔

تخفیف فقط مضاف: میں ہو اسکی دو صورتیں ہیں۔(۱) مضاف مفرد ہوگا یا (۲) یا تثنیہ اور جمع ہوگا۔ اگر مضاف مفرد ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں یا مضاف سے تنوین حقیقتاً حذف ہو جائے گی یا حکماً حذف ہو جائے گی۔ اوّل کی مثال جیسے ضارب زید جس کی اصل ضارب زیداً ہے اضافت کی وجہ سے مضاف سے تنوین حذف ہوگئی اور ثانی کی مثال جیسے حواج بیت الله۔ اس میں حواج عدم انصراف کی وجہ سے تنوین قبل الاضافت ساقط ہوگئی تھی۔ اضافت کی وجہ سے اگرچہ تنوین حقیقتاً ساقط نہیں ہوگی لیکن حکماً ساقط ہو جاتی ہے یعنی اگر تنوین ہوتی تو اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جاتی۔ (۲) اور اگر مضاف تثنیہ یا جمع ہو تو پھر حذف نون تثنیہ اور نون جمع کے حذف کے ذریعے سے تخفیف حاصل ہوگی جیسے ضاربا زید یہ اصل تھا ضاربان زید کہ اضافت کی وجہ سے تنوین حذف ہوگئی اور ضاربو زید اصل میں تھا ضاربون زیداً اضافت کی وجہ سے نون جمع حذف ہوگیا۔

تخفیف فقط مضاف الیہ: میں ہو اس کی صورت یہ ہے کہ مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کر کے صیغہ صفت میں مستتر مان لیا جائے جیسے القائم الغلام یہ اصل میں تھا القائم غلامه غلام سے ضمیر کو حذف کر کے اس کو القائم کے اندر مستتر مان لیا۔

مضاف اور مضاف الیہ میں دونوں میں تخفیف ہو: اس کی مثال زید قائم الغلام یہ اصل میں تھا زید قائم غلامهٗ مضاف سے حذف تنوین کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی اور مضاف الیہ میں ضمیر کو حذف کر کے اس کو قائم کے اندر مستتر مان لینے سے۔

قال الماتن **ومن ثم جاز** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اضافت لفظیہ چونکہ تخفیف کا فائدہ دیتی ہے تعریف یا تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی اس وجہ سے مررت برجل حسن الوجہ یہ ترکیب جائز ہے اور مررت بزید حسن الوجہ یہ ترکیب جائز نہیں ہے اور الضارب زید اور الضاربو زید یہ دو ترکیبیں جائز ہیں اور الضارب زید ممتنع ہے۔

قال الشارح **ای من جھۃ** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ثم کے مشارالیہ کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مشارالیہ تین چیزیں ہیں۔

(۱) اضافت لفظیہ کا تخفیف کا فائدہ دینا۔

(۲) تخصیص کا فائدہ نہ دینا۔

(۳) تعریف کا فائدہ نہ دینا۔

قال الشارح **جاز ترکیب مررت** ۔ترکیب کا اضافہ کر کے ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : مررت برجل حسن الوجہ یہ جاز کا فاعل ہے حالانکہ اس کا فاعل بننا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ فاعل مفرد ہوتا ہے اور یہ جملہ ہے۔

جواب : مولانا جامیؒ ترکیب کا اضافہ کر کے جواب دیا مررت برجل حسن الوجہ یہ ترکیب کی تاویل میں ہیں اور ترکیب مفرد ہے۔لہذا اس کا فاعل بننا درست ہے۔

باضافۃ اللفظیۃ : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وھم کو رفع کرنا ہے۔

وھم :وہ وھم یہ تھا کہ شاید جواز اسی مادہ یعنی مررت برجل حسن الوجہ کے ساتھ خاص ہے حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے اس لئے کہ مررت برجلٍ شریف النسب یہ بھی جائز ہے۔

جواب : کہ مررت برجل حسن الوجہ سے مراد یہ ہے کہ صیغہ صفت کا اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور اس کو نکرہ کی صفت بنا دیا جائے خواہ وہ اس مادے میں ہو یا کسی اور مادے میں۔

قال الشارح **فمن جھۃ انھا** ۔سے مولانا جامیؒ متفرع علیہ کو بیان کرنا ہے کہ متفرع علیہ

امور ثلاثہ میں سے امر ثانی یعنی انتفاء تعریف ہے چونکہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی اسی وجہ سے مررت برجل حسن الوجه یہ ترکیب جائز ہے۔اس لئے کہ اس میں موصوف یعنی رجل نکرہ ہے اور صفت یعنی الحسن الوجه بھی نکرہ ہے اس لئے کہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لہذا موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت پائی گئی۔اور مررت بزید حسن الوجه یہ ترکیب ممتنع ہے اس لئے اس میں موصورف یعنی زید معرفہ ہے اور صفت یعنی حسن الوجه نکرہ ہے کیونکہ اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لہذا موصوف اور صفت کے درمیان مطابقت نہ پائی گئی اسی وجہ سے یہ ترکیب ممتنع ہے۔

فلو افادت : اگر اضافت لفظیہ تعریف کا فائدہ دیتی تو مررت برجل حسن الوجه یہ ترکیب ممتنع ہوئی اس لئے کہ اسوقت معرفۃ کا نکرہ کی صفت بنالازم آتا ہے جس میں مطابقت نہیں ہے اور مررت بزید حسن الوجه کی ترکیب جائز ہوتی اس لئے اسوقت مطابقت موجود ہے کہ معرفہ کا معرفہ کی صفت بن رہی ہے۔

قال الشارح و المراد عن ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مررت برجل حسن الوجه کے جواز اور مررت بزید حسن الوجه کے امتناع میں انتفاء تخصیص کو کوئی دخل نہیں ہے تو پھر امور ثلثہ کو ثم کا مشار الیہ بنانیا کیسے درست ہوگا

جواب :امور ثلاثہ کو ثم کا مشار الیہ بنانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امور ثلثہ میں سے ہر ایک کو اس استلزام یعنی اوّل کے جواز اور ثانی کے امتناع میں دخل ہو بلکہ یہ ممکن ہے یہ استلزام بعض کے اعتبار سے ہو۔لان للاکثر حکم الکل ۔تو اس اعتبار سے امور ثلاثہ کو ثم کا مشار الیہ بنانا جائز ہے کہ ان میں سے اکثر کو اس استلزام میں دخل ہے۔

قال الشارح و من جهة انها ۔سے متفرع علیہ کا تعین کرنا ہے کہ متفرع الیہ امور ثلثہ میں سے اوّل امر ہے۔

قال الشارح لحصول التخفيف ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض الضار با زید اور الضاربو

زیــد کے جواز کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ حذف نون کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی۔

لعدم التخفیف : سے الضارب زید کے امتناع کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ترکیب اس ممتنع ہے کہ اس میں تخفیف بالکل حاصل نہیں ہوئی کیونکہ ضــارب سے تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ تو اضافت لفظیہ کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے حاصل نہں ہوا۔

قــال الشــارح **ولا شكّ** ۔ سے تمہید اعتراض کے لئے تمہید کا بیان ہے جس کو شارح نے وعلیٰ هذا سے نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس تفریع میں نہ انتفاء تعریف کو داخل ہے نہ انتفاء تخصیص کو کوئی دخل ہے بلکہ اس کے اندر فقط وجوب تخفیف کافی ہے۔

وعلیٰ هذا: سے ایک اعتراض کو نقل کر کے الکنۃ سے جواب دیا۔

جواب: کا حاصل یہ ہے کہ یہ تفریع ثانی متفرع ہے امر واحد کے پر اور وہ وجوب تخفیف ہے اور تفریع اوّل امرین پر متفرع ہے۔

(۱) وجوب تخفیف (۲) انتفاء تعریف جب تفریع ثانی امر واحد پر متفرع ہے اور تفریع اوّل امرین پر متفرع ہے تو تفریع ثانی کو تفریع اوّل پر مقدم کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ چیز جو امر واحد پر متفرع ہو وہ بمنزل مفرد کے ہوتی ہے اور جو چیز متفرع ہو امرین پر تو وہ بمنزل مرکب کے ہوتی ہے اور مفرد مرکب سے مقدم ہوتا ہے۔

جواب: مصنفؒ نے تفریع ثانی کو اس لئے موخر کیا کہ اس کے لواحق کثیر ہیں مثلاً خلافاً للفرّآء اور ضعف۔

خــلافــاً لــلـفـرّآء : سے صاحب کافیہؒ کی غرض فرآء کے اختلاف کو بیان کرنا ہے کہ فرآء نحوی الضارب زید کی ترکیب کو جائز قرار دیتا ہے۔

فانه یجوز : سے مولانا جامیؒ نے اس اختلاف کی وضاحت کردی کہ فرآء نحوی الضارب زید کی

ترکیب کو جائز رکھتا ہے جس کے جواز پر چار دلیلیں قائم کی ہیں۔

اما لانہ: سے دلیل اوّل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فرا ء نحوی کو یہ توھم ہوا کہ الضارب زیدٍ میں لام تعریف کا دخول اضافت کے بعد ہوا تو پس اضافت کے سبب حذف تنوین کے ذریعے تخفیف حاصل ہوگئی پھر اس کو معرّف باللام بنا دیا گیا۔

واجاب: مصنفؒ نے کافیہ کی اپنی شرح میں اس کا جواب دیا کہ یہ دلیل صحیح نہیں ہے اس لئے کہ فراء کا یہ کہنا کہ الضارب زیدٍ میں لام کا دخول اضافت سے موخر ہے یہ محض ادعا ہے جو کہ ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ لام بظاہر اضافت سے پہلے ہے۔

و اما لما وقع: دوسری دلیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فرآ نحوی نے الضارب زید کے جواز پر اعشی کے قول سے استدلال کیا ہے۔ ع۔ الواھب الملة الھجان و عبدھا۔ طرز استدلال یہ ہے کہ اس کے اندر ھا ضمیر مجرور ہے اور معطوف ہے المائة پر تو پس باعتبار عطف کے معنی یہ ہوگا الواھب عبد ھا پس یہ الضارب زید کے باب سے ہے پس جس طرح الواھب عبدھا جائز ہے تو الضارب زید بھی جائز ہوگا۔

قال الماتن و ضعف ۔ سے مصنفؒ نے جواب دیا یعنی ان ھذا سے مولانا جامیؒ اس جواب کی وضاحت کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قول فصاحت کے اندر اس قدر قوت نہیں رکھتا کہ اس سے استدلال کیا جا سکے اس لئے کہ الواھب عبد ھا میں اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے وہ حاصل نہیں ہو رہا کیونکہ اس میں تنوین کا سقوط الف لام کیوجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے یہ عدم جواز کی دلیل ہے الضارب زید پر۔

قال الشارح و لا خفی انّ ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض جواب کی تقریر مذکور پر اعتراض کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے اندر مصادرت علی المطلوب کی آمیزش ہے اس لئے کہ مطلوب یعنی الضارب زید امتناع کا اثبات موقوف ہے دلیل خصم یعنی الواھب عبدھا کے ابطال پر اور دلیل خصم کا ابطال موقوف ہے اثبات مطلوب پر۔

سوال : مولانا جامیؒ نے شوب مصادرۃ علی المطلوب کہا عین مصادرۃ علی المطلوب نہیں کہا۔

جواب : یہ مصادرۃ علی المطلوب کی چاروں صورتیں ہیں (۱)مدّعی بعینہٖ دلیل ہو۔(۲)مدّعی دلیل کا جز ہو (۳)مدّعی پر دلیل موقوف ہو۔ (۴)مدّعی پر دلیل کا جزء موقوف ہو اور یہاں پر چار صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں ہے نہ مدّعی بعینہ دلیل ہے اور نہ دلیل کا جزء ہے اور نہ مدّعی پر دلیل موقوف ہے اور نہ مدّعی پر دلیل کا جزء موقوف ہے بلکہ یہاں پر مطلوب کو اس دلیل کے ابطال کی دلیل بنایا گیا ہے کہ جس دلیل کے ساتھ خصم نے مطلوب کی نقیض کو ثابت کیا ہے اور اس میں مصادرت کے معنی نہیں پائے جاتے مگر چونکہ مطلوب کا اثبات موقوف ہوتا ہے اس دلیل کے ابطال پر جو مطلوب کی نقیض کو ثابت کردے اور یہاں پر مطلوب اس دلیل کے ابطال کی دلیل بنایا گیا اور یہ دور ہے۔اور ہر دور کے اندر مصادرت علی المطلوب کی آمیزش ہوتی ہے۔

جواب : کی یہ تقریر اس وقت ہے جب ضعف کا فاعل قول الواہب ہو۔ اللھمّ سے مولانا جامیؒ جواب کی دوسری تقریر بیان کرتے ہیں اور یہ تقریر مبنی ہے اس بات پر کہ ضعف کا فاعل استدلال ہو جس کا حاصل یہ ہے کہ فرآء کا یہ استدلال ضعیف ہے مولانا جامیؒ نے اس ضعف کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

اذلا نص : سے وجہ اوّل کا بیان ہے۔

وجہ اوّل یہ ہے کہ یہ استدلال قوی تب ہوتا کہ جب عبدھا کے مجرور ہونے پر کوئی دلیل قطعی پائی جاتی حالانکہ عبدھا کے مجرور ہونے پر کوئی دلیل قطعی نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے نصب کا احتمال بھی ہے جس طرح کہ اس کا جر کا احتمال ہے۔

اس کے نصب کی دو وجہیں ہیں۔(۱) منصوب ہے اس بناء پر کہ المأۃ کے محل پر محمول ہے اس لئے کہ المأۃ محلاً منصوب ہے اس اعتبار سے کہ الواھب کے مفعول بہ ہونے کی بنا پر۔

(۲) منصوب ہے اس بناء پر کہ الواھب کا مفعول معہ ہے۔

ولا نّہ: سے ضعف کی وجہ ثانی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بسا اوقات ایک چیز معطوف کے اندر جائز ہوتی ہے اور وہ معطوف علیہ کے اندر جائز نہیں ہوتی جیسے ربّ شاہ و سخلتھا اس میں ربّ بذریعہ عطف سخلتھا معرفۃ پر دخل ہے جو کہ جائز ہے۔ اور عطف کے بغیر ربّ کو سخلتھا پر داخل کرنا ناجائز ہے یہاں بھی ہوسکتا ہے کہ بذریعہ عطف الواھب عبد ھا جائز ہے اور عطف کے بغیر الواھب عبدھا جائز نہ ہو۔

قال الشارح **و البیت بتمامہٖ** ۔سے مولانا جامیؒ پورا شعر نقل کرتے ہیں تا کہ اس کا دوسرا مصرع بھی معلوم ہوجائے اور شعر کا مطلب واضح ہوجائے۔ پورا شعر اسطرح ہے:

الواھب المائۃ الھجان و عبدھا عوذا یزجی خلفہ اطفالھا

قال الشارح **ای ممدوحہ** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: الواھب یہ اسم فاعل ہے اور المائۃ اضافت سے پہلے اس کا مفعول نہ ہے۔ اور اسم فاعل کے عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ امور ستہ میں سے کسی ایک پر اعتماد کیے ہوئے ہو اور یہاں پر اعتماد نہیں کیا۔ لہذا عمل نہیں کرے گا جب عمل نہیں کرے گا تو اضافت لفظیہ نہیں ہوگی بلکہ اضافت معنویہ ہوگی جب اضافت معنویہ ہوگی تو اس سے نہ فرآء کا استدلال درست ہوگا اور نہ اس کے ضعف کی وجہ درست ہوگی۔

جواب: الواھب خبر ہے مبتداء محذوف کی جو کہ ممدوحہ ہے پس یہ مبتدأ محذوف پر اعتماد کیے ہوئے ہے۔

ای ابیض : سے تفسیر غیر مشہور بالمشہور ہے کہ ھجان سفید اونٹوں کو کہتے ہیں۔

قال الماتن **یستوی فیہ** ۔صاحب کافیہ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: المائۃ مؤنث ہے اور الھجان مذکر ہے تو ان کے درمیان مطابقت نہیں ہے لہذا ان کو موصوف صفت قرار دینا غلط ہے۔ نیز الھجان کی تفسیر بیض کے ساتھ بھی درست نہیں ہے۔ اس لئے ھجان مفرد ہے اور بیض جمع ہے۔

جواب: الهجان کے اندر مفرد اور جمع برابر ہیں اور یہاں ملحوظ بلحاظ جمع ہے جب یہ ملحوظ بلحاظ جمع تو البیض کے ساتھ اس کی تفسیر کرنی بھی صحیح ہے اور جمع بتاویل جماعت ہوتی ہے اور جماعت مؤنث ہے۔ لہذا اس کو المائة کی صفت بنانا بھی درست ہے۔

الهجان صفة: سے مولانا جامیؒ کی غرض الهجان کی ترکیب کو بیان کرنا ہے کہ جس کی ترکیب میں تین احتمال ہیں (۱) یا یہ المائۃ کی صفت ہے (۲) یا بدل ہے المائۃ سے (۳) یا یہ الثلاثة الاثواب کے قبیل سے ہے یعنی اسم عدد کی اضافت ہے اس کے معدود کی طرف جیسا کہ نحاۃ کوفیین کا مذھب ہے۔

قال الشارح **ای راعیها** ۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: عبد کی اضافت المائۃ کی ضمیر کی طرف کرنی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ عبد عبارت ہے مملوکیت سے اور المائة کے لئے مملوکیت متصور نہیں ہوتی۔

جواب اوّل: یہاں عبد سے مراد مجازاً راعی ہے جن کے درمیان علاقہ یہ ہے کہ جس طرح غلام ہر وقت آقا کی خدمت کے لئے مستعد رہتا ہے اسی طرح راعی بھی ہر وقت مویشیوں کی خدمت کیلئے مستعد رہتا ہے۔

جواب ثانی: یہاں عبد اپنے حقیقی معنی میں ہے باقی رہا یہ سوال کہ عبد کی اضافت المائة کی طرف کرنی صحیح نہیں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عبد کی نسبت المائة کی طرف ہے ادنیٰ ملابست کی وجہ سے وہ ادنی ملابست یہ ہے کہ غلام کو آقا نے خریدا مویشیوں کی خدمت کے لئے گویا کہ یہ مویشیوں کا غلام ہے۔

عوذاً: یہ جمع ہے مائذ کی بمعنی نوزائندہ بچیوں والی

حال من: سے ترکیب کا بیان کہ یہ ترکیب المائة سے حال ہے۔ یزجی باب تفعیل سے واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ اور یہ یسوق کے معنی میں ہے جس کا فاعل ضمیر مستتر ہے جو کہ عبد کی طرف راجع ہے اور اطفالها منصوب ہے اس بناء پر کہ یہ مفعول بہ ہے یا یہ باب

تفعیل کے مضارع مجہول سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور اطفالها مرفوع ہے اس بناء پر کہ یہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔

قال الشارح **وحقیقت الامرا** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب ہے

سوال: اوعلیٰ صیغة میں کلمہ او تردید کے لئے ہے کہ اس کا حال معلوم نہ ہوا کہ یہ واحد مذکر مضارع معلوم کا صیغہ ہے یا مضارع مجہول مؤنث کا صیغہ ہے۔

جواب: قصیدة کے حرف روی ترک سے لام کلمہ کی حرکت کو دیکھا جائے گا اگر اسیر رفع ہو تو یہ واحد مؤنث مجہول کا صیغہ ہوگا۔اور اگر نصب ہے تو واحد مذکر معلوم کا صیغہ ہوگا۔

امالانه: سے فرآء کی دلیل ثالث اور دلیل رابع کا بیان ہے

دلیل ثالث: یہ ہے کہ فراء صاحب الضارب زید کو قیاس کرتا ہے الضارب رجل پر علت مشترکہ یہ ہے کہ ان دونوں کے اندر اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی کیونکہ اور الضارب الرجل بالاتفاق جائز ہے لہذا یہ بھی جائز ہوگا۔

دلیل رابع: یہ ہے کہ فرآء نحوی الضارب زید کو قیاس کرتا ہے الضاربك پر ان دونوں کے درمیان علت مشترکہ یہ ہے کہ ان میں اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی کیونکہ الضاربك میں تنوین کا سقوط الف لام کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے اور الضاربك یہ جائز ہے لہذا الضارب زید بھی جائز ہوگا۔ فاجاب سے مولانا جامیؒ کی غرض صاحب کافیہؒ کی بعد والی عبارت انما جاز سے صاحب کافیہؒ کی غرض کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں سے مصنفؒ فرآء کی دلیل ثالث کا جواب دیا ہے۔یعنی اسے مولانا جامیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیاس کی صحت کے لئے ضروری ہے مقیس علیہ خلاف قیاس نہ ہو اور یہاں مقیس علیہ یعنی الضارب الرجل خلاف قیاس ہے کیونکہ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ یہ جائز نہ ہوتا کما مرّ کے تخفیف حاصل نہیں ہوتی۔

وهو: سے اس وجہ مختار کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ وجہ مختار الحسن الوجہ میں الوجہ کا

اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے۔

و فیه وجهان : سے الحسن الوجه کی دوسری دو وجہوں کا بیان ہے جو غیر مختار ہیں۔

(۱) اس کا رفع فاعلیت کی بناء پر (۲) اس کا نصب اس کو مفعول کے ساتھ مشابہت کی بناء پر۔

ووجه الحمل : سے الضارب الرجل کو الحسن الوجه کی وجہ مختار پر محمول کرنے کی وجہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ الضارب الرجل کو الحسن الوجه کی وجوہ میں سے وجہ مختار پر محمول کرنے کی وجہ کا بیان ہے۔ جس کا حاصل کہ یہ دونوں ترکیبیں دو امر میں مشارک ہیں۔ (۱) دونوں کے اندر مضاف صیغہ صفت کا ہے جو معرّف باللام ہے۔ (۲) دونوں کے اند رمضاف الیہ اسم جنس ہے اور معرف باللام ہے اور یہ اشتراک الضارب زید اور الحسن الوجه کے اندر نہیں پایا جاتا۔ لہذا الضارب زید الحسن الوجہ پر قیاس کرنا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔

قال الماتن و الضاربك ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض فرآء کی دلیل رابع کا جواب دینا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اوّلاً تو جمہور نحاۃ اس میں اضافت کے قائل ہی نہیں ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس میں لام بمعنی الذی اسم موصول ہے اور ضارب بمعنی ضرب ہے اور کاف ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے اور ضارب کی تنوین اتصال ضمیر کی وجہ سے حذف ہوگئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے تو ان لوگوں کے مذھب کے مطابق الضاربك کو جواز کسی پر حمل کا محتاج نہیں ہے جب الضاربك میں اضافت ہی نہیں تو فرآء کا الضارب زید کو الضاربک پر قیاس کرنا کیسے صحیح ہوا۔ اور اگر الضاربك میں اضافت کو تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ سیبویہ اور اسکے متبعین کا مذھب ہے تو بھی فرآء کا الضارب زید کا الضاربك پر قیاس کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ قیاس کی صحت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مقیس علیہ خلاف قیاس نہ ہو اور یہاں پر مقیس علیہ یعنی الضاربك خلاف قیاس ہے اس لئے کہ قیاس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ یہ جائز نہ ہوتا عدم تخفیف کے حصول کی وجہ سے لیکن الضاربک پر محمول ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

یعنی انما جاز : سے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ الضاربك یہ معطوف

ہے الضارب الرجل پر

وکذاشبهٗ وھو الضاربی : سے شبھہ کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مصداق الضاربی اور الضاربہ اور الضاربھا ہے۔

قال الشارح **فیمن قال ای فی قول** ۔مولانا جامیؒ نے قول کو اس لئے مقدر مانا کہ جواز قول میں ہوتا ہے نہ کہ قائل میں

یعنی سیبویه : سے من کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مصداق سیبویہ اور اس کے متبعین ہیں۔

انه ای الضارب فی الضاربك : مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال : صاحب کافیہؒ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے الضاربك کا مضاف ہے حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے۔

جواب : مراد الضاربك کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ الضاربك ہے جوکہ الضاربك میں واقع ہے۔ فیمن قال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا مذہب بھی ہے۔دون من قال سے مولانا جامیؒ اس کو بیان کرر ہے ہیں جس کی تقریر گذر چکی ہے۔

ای لمحمولیته : کہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : حملاً مفعول لہٗ کے لام کو حذف کرنے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے مفعول لہٗ اور فعل معلل بہ دونوں کا فاعل ایک ہو اور یہاں پر ایک نہیں ہے اس لئے کہ جاز کا فاعل الضاربك ہے اور حمل کا فاعل متکلم ہے۔تو حمل کی تفسیر محمول کے ساتھ کر کے اس کا جواب دیا

جواب : یہاں پر حمل مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی محمول کے معنی میں ہے اور محمول الضاربك ہے لہذا دونوں کا فاعل ایک ہو گیا۔اسی کی طرف موالانا جامیؒ نے اپنے قول فاتحد الفاعل سے اشارہ کیا۔

و بیانه : سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: حمل کے لئے محمول علیہ اور محمول کے اندر مناسبت ہونی چاہئے اور یہاں پر مناسبت نہیں ہے اس لئے کہ الضاربك معرف باللام ہے اور ضاربك مجرّد عن اللام ہے۔

جواب: یہاں ایک اور طریقے سے مناسبت پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نحاۃ کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ اسم فاعل اور اسم مفعول مجرد عن اللام کو ان کے مفعول ضمیر متصل کے ساتھ ملاتے ہیں تو مفعول کی طرف انکی اضافت کا التزام کر لیتے ہیں اور اس بات کی طرف نظر نہیں کرتے کہ تخفیف حاصل ہوئی ہے یا نہیں ہوئی ہے تو اس قاعدہ کے مطابق جب ضاربك کو اس کے مفعول پر ضمیر متصل کے ساتھ ملایا تو ضاربك کو اس کی طرف مضاف کر کے ضافت کے ساتھ کہا اگرچہ اضافت کی وجہ سے تخفیف حاصل نہیں ہوئی نہ جانب مضاف میں اور نہ جانب مضاف الیہ میں بلکہ جانب مضاف کی تخفیف حاصل ہوئی ہے اتصال ضمیر کی وجہ سے تو جب انہوں نے ضاربک میں باوجود التزام اضافت کے تخفیف کا اعتبار نہیں کیا اور حصول تخفیف کے بغیر اس کو جائز قرار دیا تو انہوں نے الضاربك میں بھی تخفیف کا اعتبار نہیں کیا اور اس کو محمول کر دیا ضاربك پر اس لئے کہ یہ دنوں باب واحد ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک ایسا اسم فاعل ہے جو مضاف ہے ضمیر متصل کی طرف اور جس کی تنوین محذوف ہوئی ہے اضافت سے پہلے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

قال الشارح **ولم يحملوا الضارب** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال: اگر فرآء نحوی کہے کہ میں بھی الضارب زید کو محمول کرتا ہوں ضاربک پر جس طرح الضاربک کو محمول کیا ہے ضاربک پر تا کہ الضارب زید بھی بدوں حصول تخفیف جائز ہو جائے جس طرح کہ الضاربک بدون حصول تخفیف جائز ہے۔ اس کو کیوں محمول نہیں کیا جاتا۔

جواب: الضارب زید کو ضاربک پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ دنوں باب واحد سے نہیں ہے کیونکہ ضاربک میں مضاف الیہ ضمیر متصل ہے اور الضارب زید میں مضاف الیہ اسم ظاہر ہے۔

قال الشارح **و الدليل** ۔مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اس بات پر دلیل کیا ہے کہ ضاربک میں تنوین کا سقوط اتصال ضمیر کی وجہ سے ہوا ہے نہ

کہ اضافت کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ تنوین کا سقوط اضافت کی وجہ سے ہوا ہو۔

جواب: اگر ضاربک میں تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہوتی تھی تو مناسب یہ تھا کہ حصول تنوین اور وجود تنوین کا ایسے طریقے سے تصور کیا جاتا ہے ضمیر منفصل ہوتی اور منصوب ہوتی مفعولیت کی بناء پر اور اس کو ضارب کہا جاتا۔ پھر ضارب کو ضمیر مفعول کی طرف مضاف کیا جاتا اور تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جاتی اور ضاربک کہا جاتا جس طرح کہ ضارب زیداً کا اوّلاً ضارب زیداً تصور کیا جاتا ہے ضارب کی تنوین اور زیداً کے نصب علی المفعولیت کے ساتھ پھر ضارب کو مضاف کیا جاتا ہے اور تنوین ساقط ہو جاتی ہے اضافت کی وجہ سے حالانکہ ضاربک میں ضارب ک تنوین کے ساتھ متصور نہیں ہوتا پس اسے معلوم ہوا کہ ضارب کی تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوئی ہے بلکہ اتصال ضمیر کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے۔

قال الشارح **ولقائل** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض دلیل مذکور پر اعتراض کرنا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ضاربک کی اصل ضارب ایاک ہو تنوین کیوجہ سے فصل کے ساتھ پھر جب ضارب کو مضاف کیا ضمیر کی طرف تو تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گئی اور ضمیر منفصل متصل سے بدل گئی۔ تو ضا بک ہو گیا اس میں اعلی درجے کی تخفیف حاصل ہو گی کیونکہ مضاف کے اندر بھی تخفیف حاصل ہوئی اور مضاف الیہ کے اندر بھی مضاف میں اس لئے کہ تنوین حذف ہو گئی اور مضاف الیہ میں اس لئے کہ ضمیر متصل منفصل سے بدل گئی اور ضمیر متصل بہ نسبت منفصل کے مختصر ہوتی ہے۔ پھر الضاربک کو محمول کیا اس پر کیونکہ یہ دونوں باب واحد سے ہیں اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ایسا اسم فاعل ہے جو ضمیر متصل کیطرف مضاف ہے اس حمل کے لئے اس بات کے اعتبار کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس میں تنوین اضافت سے پہلے حذف ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔ مولانا جامیؒ نے اس کا جواب نہیں دیا لیکن اس کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ اگر ضاربک کی اصل ضارب ایاک ہوتی تو یہ اہل عرب سے مسموع ہوتا حالانکہ یہ اہل عرب سے مسموع نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ اس کی اصل ضارب ایاك نہیں بلکہ ضارب لک ہے۔

قال الشارح واعلم ۔

ماتن کے قول ضعف الواهب المائة الهجان و عبد ها اور ماتن کا قول الضارب الرجل اور الضارب بك ان اقوال کی ایک تقریر گذر چکی ہے کہ ان سے مقصود فرآ کے استدلال کا جواب دینا ہے۔ ان کی ایک اور تقریر بھی ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ ان اقوال میں سے ہر ایک قول سے ایک مستقل مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جو الضارب زید کے امتناع کے حکم کے مناسب ہو یعنی وہ الضارب زید کے امتناع پر دلالت کرے پہلے قول ضعف الخ سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے کہ مجرد عن اللام کا عطف ایسے معرف باللام پر ضعیف ہے کہ جس کی طرف ایسا صیغہ صفت کا مضاف ہو جو معرف باللام ہو اس لئے کہ عطف کے ذریعے یہ الضارب زید کی مثل ہو جائے گا۔

قال الشارح انما لم یحکم ۔ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے

سوال : الضارب زید ممتنع ہے لہذا المائة الهجان و عبد ها یہ بھی ممتنع ہونا چاہئے تھا اب اس کو ضعیف کیوں قرار دیا؟

جواب : بعض دفعہ معطوف میں وہ جائز ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں جائز نہیں ہوتی اس گنجائش کی وجہ سے ضعف کا حکم لگایا امتناع کا حکم نہیں لگایا۔

قال الشارح و حینئذ ۔ سے شارح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مصنفؒ کے قول وضعف الواهب المائة الهجان وعبدها اس کو مستقل مسئلہ قرار دیا جائے تو اس پر مصادرت علی المطلوب کا شائبہ والا وهم وارد نہ ہوگا۔ جو کہ تقریر اوّل پر وارد ہوتا تھا یعنی جب اس کو فرآء کے استدلال کے جواب پر محمول کیا جائے۔

قال الشارح و ارجاع کل من ۔ پہلے قول سے صاحب کافیہؒ نے جس مسئلہ کیطرف اشارہ کیا ہے اس کو تو مولانا جامیؒ نے صراحتاً بیان کر دیا۔ لیکن دوسرے اور تیسرے قول سے جن مسئلوں کی طرف اشارہ ہے انکو مولانا جامیؒ نے بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ ان سے مسئلے کا استنباط ظاہر تھا اسی وجہ سے مولانا جامیؒ نے کہا و ارجاع۔

دوسرے قول سے اس مسئلے کی طرف اشارہ ہے کہ صفت معرف باللام کو معرف باللام کی طرف مضاف کرنا الحسن الوجہ کی وجہ مختار پر محمول کرتے ہوئے جائز ہے۔ اگرچہ تخفیف کا فائدہ حاصل نہ ہو۔

تیسرے قول سے اس مسئلے کی طرف اشارہ ہے کہ صفت معرف باللام کی اضافت ضمیر کی طرف اس صفت پر محمول کرتے ہوئے جائز ہے جو مجرد عن اللام ہو۔ اور مضاف ہو ضمیر کی طرف اور جیسے ضاربک ہے۔ اگرچہ تخفیف کا فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

قال الشارح و یتضمن الرد ۔ان مسئلوں کے ضمن میں فراءؒ کے استدلال کا رد بھی ہو جائے گا۔ اس لئے کہ جب الضارب الرجل اور الضاربک میں اضافت کا جواز حمل علی الغیر ہے تو ان سے استدلال کرنا یا استعارہ من المستعیر اور سوال من المحتاج الفقیر کی مانند ہو جائے گا۔

قال الماتن و لا یضاف موصوف الی صفۃ ۔سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک ضابطے کو بیان کرنا ہے وہ ضابطہ یہ ہے کہ موصوف کو صفت کی طر مضاف نہیں کیا جا سکتا۔

قال الشارح مع بقاء المعنی ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ضابطہ مذکورہ کے لئے ایک قید کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف مطلقاً ممتنع نہیں ہے بلکہ اس وقت ممتنع ہے کہ جب وہ معنی اپنے حال پر باقی ہو جو ترکیب وصفی کا مفاد ہے۔

لان کل من : سے مولانا جامیؒ کی غرض موصوف کے صفت کی طرف مضاف نہ ہو سکنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ترکیب توصیفی اور اضافی میں سے ہر ایک معنی جدا جدا ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے کے لئے قائم مقام نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے موصوف کی اضافت صفت کی طرف جائز نہیں ہے باقی ترکیب اضافی اور ترکیب توصیفی کا معنی جدا جدا ہے اس لئے کہ ترکیب توصیفی کا معنی یہ ہے کہ تقید الشیء با الشیء مع صحۃ حمل الثانی علی الاول کما فی زید الفاضل اور ترکیب اضافی کا معنی یہ ہے کہ نسبت الشیء الی الشیء مع عدم صحۃ حمل الثانی علی الاوّل کما فی غلام زید۔

قال الماتن **و لا صفت الی موصوفها** ۔سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک ضابطے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہو سکتی۔

و لهذا المعنى: اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ صفت کی موصوف کی طرف مضاف نہ ہو سکنے کی علت بھی وہی ہے جو موصوف کی صفت کی طرف نہ ہو سکنے کی علت ہے۔

تضاف : عطف کا بیان ہے کہ صفت معطوف ہے موصوف پر۔

فلا يقال : سے مولانا جامیؒ کی غرض دونوں ضابطوں پر تفریع کو بیان کرنا ہے موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر کے مسجد الجامع بمعنی المسجد الجامع نہیں کہا جاتا اور صفت کو موصوف کی طرف مضاف کر کے جرد قطيفةٍ بمعنی قطيفة جرد نہیں کہا جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ ترکیب اضافی سے ترکیب توصیفی کا معنی مراد نہیں لیا جا سکتا اس لئے کہ ترکیب توصیفی اور اضافی میں سے ہر ایک کا معنی جدا جدا ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

خلافاً للكوفيه: سے نحاۃ کوفہ کے اختلاف کو بیان کرنا ہے یعنی ان کے نزدیک ترکیب اضافی سے معنی وصفی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

قال الشارح **و مثل مسجد الجامع** ۔سے صاحب کافیہؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

ويرد : سے مولانا جامیؒ کی محل سوال کی تعیین کرنا ہے کہ محل سوال وہ قاعدۃ اولیٰ ہے۔

و هو قولهٗ : سے قاعدہ اولیٰ کی تعیین کرنا ہے وہ یہ ہے کہ موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا۔

فانّ فيكم : سے سوال کی تقریر کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان تراکیب میں موصوف اپنی صفت کی طرف مضاف ہے اس لئے کہ الجامع یہ المسجد کی کی صفت ہے اور اولیٰ صلوٰۃ کی صفت ہے اور حمقاء یہ بقلة کی صفت ہے اور ان مثالوں کے اندر ان کے موصوف مضاف ہیں ان کی طرف متاول سے صاحب کافیہؒ نے اس کا جواب دیا۔

قال الشارح **فمسجد الجامع** ۔سے جواب کی تقریر کررہے ہیں جس کا مسجد الجامع یہ مسجد وقت الجامع کی تاویل میں ہے اور اس میں دومعنوں کا احتمال ہے۔

معنی اول: الوقت نظم کلام میں مقدر ہے اور مسجد اس الوقت کی طرف مضاف ہے اور الجامع اس کی صفت ہے اس صورت میں دووجہوں سے اعتراض رفع ہوگیا۔

(۱) الجامع یہ مضاف الیہ نہیں ہے بلکہ الوقت کی صفت ہے۔

(۲) یہ الجامع مضاف الیہ یعنی مسجد کی صفت ہی نہیں ہے بلکہ یہ تو الوقت کی صفت ہے۔

(۳) معنی الوقت محذوف ہے اور الجامع اس کے قائم مقام ہے اور اس پر مشتمل ہے، اسوقت الجامع جو کہ موصوف محذوف کے قائم مقام ہے اور یہ صفات غالبہ یعنی صفات مجازیہ میں سے ہے جیسے والقرآن الحکیم۔ اس میں الحکیم کو القرآن کی صفت بنادیا گیا ہے حالانکہ یہ حقیقت میں القرآن کی صفت نہیں ہے بلکہ صاحب قرآن کی صفت ہے اسی طرح یہاں پر حقیقتاً الجامع کا موصوف الوقت ہے لیکن مجازاً مسجد کو اس کا موصوف بنادیا گیا اور اس کو مسجد کی صفت بنادیا گیا پھر یہ خیال کرتے ہوئے کہ حقیقت میں موصوف المسجد نہیں ہے بلکہ یہ تو مضاف ہے المسجد کو مضاف کردیا الجامع کی طرف اس صورت میں ایک وجہ سے اوعتراض رفع ہوگیا وہ ئیہ ہے کہ الجامع یہ مضاف یعنی المسجد کی صفت نہیں بلکہ یہ صفت ہے الوقت کی بالکل اسی طرح صلوٰۃ الاولیٰ یہ صلوٰۃ الساعۃ الاولیٰ کی تاویل میں ہے اور بقلۃ الحمقاء یہ بقلۃ حبۃ الحمقاء کی تاویل میں ہے۔ان کے اندر بھی وہی دواحتمال ہونگے۔

قال الشارح **لکن ھذا** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

سوال : یہ تاویل مذکور مسجد الجامع اور صلوٰۃ الاولیٰ اور بقلۃ الحمقاء میں تو چل جائے گی لیکن جانب الغربی میں نہیں چلے گی اس لئے کہ اگر جانب الغربی میں یہ تاویل کریں تو مکان کے ساتھ کریں گے یوں کہیں گے کہ جانب الغربی یہ جانب المکان الغربی کی تاویل میں ہے اور یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ مقصود جانب کو غربیت کے ساتھ موصوف کرنا ہے۔نہ کہ مکان غربیت

کے ساتھ اس لئے کہ مکان عبارہ ہے جمیع الارض سے اور یہ غربی نہیں ہے بلکہ غربی تو جانب ہے۔

جواب: اللھم جواب دیا کہ یہاں دو مکان ہیں۔ (۱) جزء (۲) کل وہ مکان جس کی طرف جانب مضاف ہے وہ جزء ہے اور جانب کی اضافت مکان کی طرف اضافت بیانیہ ہے یعنی الجانب الذی ھو المکان اور جس مکان کے اعتبار سے یہ مکان جزء ہے اور جانب ہے وہ مکان کل ہے اب جانب الغربی کی تاویل مکان کے ساتھ درست ہو جائے گی۔

قال الشارح مثل جرد وظیفة ۔صاحب کافیہؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

و مرد: سے محلّ سوال کا تعیین کرنا ہے کہ محل سوال وہ قاعدہ ثانی ہے۔

و ھو قولہ: سے مولانا جامیؒ کی غرض قاعدہ ثانی کو ثانی بیان کرنا ہے کہ وہ قاعدہ ثانی یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہو سکتی۔

فان اسلھما: سے سوال کی تقریر کو بیان کرنا ہے۔

سوال: جرد قطیفة اس کی اصل قطیفة جرد ہے اور اخلاق ثیاب کی اصل ثیاب اخلاق صفت کو موصوف پر مقدم کر کے موصوف کی طرف مضاف کر دیا۔

متاول: سے صاحب کافیہؒ نے جواب دیا۔

جواب: بانھم سے مولانا جامیؒ کی جواب کی تقریر کر رہے ہیں کہ اگر چہ موصوف ذات پر دلالت کرتی ہے اور صفت ذات مبھم مع الوصف پر دلالت کرتی ہے لیکن کبھی صفت کو ذات کے درجے میں مطلق ذکر کر دیتے ہیں تو یہاں پر بھی عربیوں کے قول فطیفة جرد سے قطیفہ کو حذف کر دیا تو یہ جرد بمنزل اسم غیر صفت یعنی ذات کے ہو گیا اور اس میں ابہام پیدا ہو گیا کہ وہ جرد کیا چیز ہے قطیفہ ہے یا کوئی چیز کیونکہ اس میں قطیفہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر قطیفہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے جیسا کہ خاتم میں ابہام ہے فضة سے بنی ہوگئی ہے یا کسی اور چیز سے کیونکہ فضہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے اور غیر فضہ ہونے کی صلاحیت بھی ہے پھر جب انہوں نے ابہام کو رفع کرنے کے لئے جرد کی تخصیص کا ارادہ کیا تو اس کو مضاف کر دیا اس کی جنس کی طرف کہ

جس کی وجہ سے اس میں تخصیص آ جائے جس طرح خاتم میں ابہام کو رفع کرنے کے لئے اس کو فضہ کی طرف مضاف کر دیا تاکہ اس میں تخصیص آ جائے۔ پس جرد کی اضافت قطیفۃ کی طرف اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس کی صفت ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ جنس مبہم ہے اس کو قطیفۃ کی طرف مضاف اس لئے کیا تاکہ ابہام رفع ہو جائے۔

قال الشارح **ولا یضاف اسم مماثل** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب دو اسم عموم وخصوص میں ایک دوسرے کے مماثل اور مشابہ ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف کرنی جائز نہیں ہے جیسے لیث اور اسد۔ اور حس اور منع

ای مشابه: سے مماثل کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ مماثل بمعنی مشابہ ہے۔

ای ذالك: سے مضاف کے صلے کو بیان کہ اس کا مضاف الیہ ہے۔

قال الشارح **سواء کا نا مترادفین** ۔یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے

سوال: مماثل سے متبادر مرادف ہوتا ہے جب مماثل سے متبادر مرادف ہوتا ہے تو انسان اور ناطق میں سے ایک کی طرف دوسرے کی اضافت جائز ہونی چاہئے حالانکہ انسان اور ناطق میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت جائز نہیں ہے۔

جواب: یہاں مماثل مترادف کے معنی میں نہیں ہے بلکہ تعمیم ہے خواہ دونوں مترادف ہوں یا مترادف نہ ہوں بلکہ مساوی فی الصدق ہوں دونوں مترادف ہوں اس کی مثال جیسے لیث اور اسد اور حس، منع۔

قال الشارح **فی الاعیان** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مثال سے مقصود ممثل لہ کی وضاحت ہوتی ہے اور وضاحت ایک مثال سے ہو جاتی ہے تو پھر مصنفؒ نے دو مثالیں کیوں ذکر کیں؟

جواب: تعدد امثلۃ یہ ممثل لہ کے تعدد کی وجہ سے ہے لیث اور اسد یہ اعیان اور جواہر کی مثال ہے اور حبس منع یہ معانی اور اعراض کی مثال ہے۔

قال الشارح لعدم الفائدة ۔

سے اضافت کے عدم جواز کی علت اور وجہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب دو اسم عموم و خصوص میں ایک دوسرے کے مساوی ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف اس لئے جائز نہیں کہ اس اضافت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مثلاً جب کہا رائیت لیث اسد تو اس سے وہی فائدہ حاصل ہو رہا ہے جو لیث کو اسد کی طرف مضاف کیے بغیر رائیت لیثا کہنے سے حاصل ہوا ہے تو یہ اضافت لغوی ہوتی۔

قال الشارح بخلاف کل الدراھم ۔

سے صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عام کی اضافت خاص کی طرف کرنی جائز ہے اس لئے کہ یہ اضافت مفید ہے جس سے مضاف میں تخصیص پیدا ہو جائے گی جیسے کل الدارھم اور عین الشئی کل اضافت سے پہلے تمام تھا دراھم زمانیں سب کو شامل تھا جب اس کی اضافت ہوئی دراھم کی طرف تو اس میں تخصیص آ گئی اور یہ دراھم کے ساتھ خاص ہو گیا اور اسی طرح عین الشیئی میں عین اضافت سے پہلے عام تھا جو موجود اور معدوم سب کو شامل تھا جب اس کی اضافت ہوئی شیئی کی طرف تو اس کے اندر تخصیص آ گئی اور موجود کے ساتھ خاص ہو گیا۔

اضافۃ العام الیٰ الخاص : سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ قواعد کے بیان کے در پے ہیں اور کل الدراھم عین الشیئی یہ قواعد نہیں ہے۔

جواب : کل الدراھم اور عین الشیئی سے مراد اضافۃ العام الی الخاص ہے اور کل الدراھم اور عین الشیء یہ اس کی مثالیں ہیں لہذا یہ بھی قواعد کلیہ کا بیان ہوا۔

ای المضاف فیھما : سے ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع مضاف ہے۔

ای یصیر : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ متن میں مختص لازمی ہے متعدی نہیں ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ خاص کی طرف اضافت کرنے سے مضاف خاص ہو جائے گا۔

قال الشارح **و لا يبقىٰ علىٰ** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : کل الدراھم میں کل نکرہ ہے اور الدراھم معرفہ ہے اور نکرہ کی اضافت معرفہ کی طرف تعریف کا فائدہ دیتی ہے تو پھر مصنفؒ کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوا و یختصُ

جواب: خصوص کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) خصوص مقابلے عموم (۲) خصوص مقابلے تعریف۔ متن میں قسم اوّل مراد ہے مطلب یہ ہے کہ خاص کی طرف اضافت سے وہ بھی خاص ہو جائے گا اور اس کا عموم باقی نہ رہے گا خواہ تعریف کا فائدہ دے یا تخصیص کا فائدہ دے۔

قال الشارح **و اعمية العين** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: عين الشيئی میں شیئی بھی ہے لہذا یہ من اقبیل اضافت العام الی الخاص نہ ہوئی۔

جواب: عين الشيئی میں شیئی پر الف لام داخل ہے اس میں دو احتمال ہیں یا الف لام عہد کا ہے یا جنس ہے اگر یہ الف لام عہد کا ہو تو پھر عين الشيئی میں عین کا شیئی سے عام ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ اس وقت شیئ سے مراد شیئ مفہود فی الخارج ہو گی اور اگر الف لام جنس کا ہو تو پھر عین کا شیئی سے عام ہونے میں خفاء ہے۔ مولانا جامیؒ نے اس کا جواب نہیں دیا لیکن اس کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ شیئ کے دو معنی ہیں (۱) موجود فی الخارج (۲) ما يمكن ان يعلم و يخبر عنهٗ۔ یہاں پر معنی ثانی مراد ہے اور ظاہر ہے کہ معنی ثانی کے اعتبار سے شیئ عین سے خاص ہے۔

قال الشارح **و قولهم سعيد كرز** ۔صاحب کافیہؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

ويرد : سے محل سوال کی تعین کرنا ہے کہ سوال قاعدہ مذکورہ پر وارد ہوتا ہے کہ جب دو اسم عموم و خصوص میں مماثل اور مشابہ ہوں تو ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف کرنی جائز نہیں ہے۔ فان سعيداً سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال کی تقریر کرنا ہے۔

سوال : سعيد اور كرز ذات واحد کے علم ہیں لیث اور اسد کی طرح تو یہ عموم و خصوص میں مماثل اور مشابہ ہوئے لہذا ان میں سے ایک کی اضافت دوسرے کی طرف نہیں ہونی چاہیے حالانکہ سعید کی کرز کی طرف اضافت ہے۔

متاول: سے جواب دیا صاحب کافیہؒ نے۔ کہا کہ متاول ہے۔

قال الشارح **یجمل احد هما** ۔سے مولانا جامیؒ اس تاویل کی صورت کو بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں سے ایک محمول ہے مدلول پر اور دوسرا محمول ہے نفس لفظ پر تو اس کے برعکس یعنی کرز سعید کہنا بھی جائز ہونا چاہئے؟

جواب: ایسے اضافت سے مقصود توضیح ہوتی ہے اور لقب عام طور پر علم سے زیادہ واضح ہوتا ہے اسی وجہ سے لقب کو علم کی طرف مضاف کر کے کرز سعید نہ کہا جائے۔

﴿بحث الاضافت الی یاء المتکلم﴾

قال الماتن **و اذا اضیف الاسم الصحیح** ۔

صاحب کافیہؒ ان تغیرات کے بارے ضوابط بیان کرر ہے ہیں جو تغیرات اسم کی یاء متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں اور اس عبارت میں ضابطہ اولیٰ کا بیان ہے۔

ضابطه اولی: جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اسم صحیح یا ملحق بالصحیح کو یاء متکلم کی مضاف کیا جائے تو اس کے آخر کو یاء کی مناسبت کی وجہ کسرہ دی جاتی ہے۔ اور خود یاء میں دو وجہیں جائز ہیں۔

(۱) سکون (۲) فتحہ۔

وهو شیئی: سے صحیح کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نحویوں کے عرف میں صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت کا نہ ہو جیسے زید۔

وهوما فی آخره: سے ملحق بالصحیح کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ملحق بالصحیح وہ ہے کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ہوں جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلو، ظبی۔

قال الشارح **و انما کان** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: وہ اسم کہ جس کے آخر میں واو یا یاء ہوں جن کا ماقبل ساکن ہو ایسے اسم کو اسم صحیح کے ساتھ ملحق کیوں کیا۔ مولانا جامیؒ نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

لان حرف العلة: سے وجہ اوّل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو اسپر حرکت ثقیل نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ سکون کی خفت حرکت کے ثقل کے معارض ہو جائے گی اسی وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔

و لا نہ: سے وجہ ثانی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ حرف علت جو سکون کے بعد واقع ہو وہ اس حرف علت کی مثل ہے جو سکوت کے بعد واقع ہو یعنی ابتداء واقع ہو۔

وجہ تشبیہ استراحت لسانی کے بعد واقع ہونا ہے اور وہ حرف علت جو سکوت کے بعد یعنی ابتداء میں واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اسی طرح وہ حرف بھی جو سکون کے بعد واقع ہو اس پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اسی وجہ سے اس کو اسم صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا۔

للتناسب مثل: سے یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں کسرۃ دینے کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں کسرۃ دینا یہ یاء کی مناسب کی وجہ سے ہے اس لئے کہ یاء چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو اسم صحیح کی مثال جیسے ثوبی اور داری اور ملحق بالصحیح کی مثال جیسے دلوی اور ظبیی۔

و قد اختلف: سے اختلاف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یا متکلم مضاف الیہ کو مفتوح اور ساکن پڑھنے کے جواز میں سب اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یاء میں فتحہ اصلی ہے یا سکون اصلی ہے۔ بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ سکون اصلی ہے اور بعض نحویوں کا مسلک یہ ہے کہ فتحہ اصلی ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ فتحہ اصلی ہے اس لئے کہ وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہوتی ہے تا کہ ابتداء بالسکون لازم آئے نہ حقیقتا اور نہ حکما حقیقتا اس وقت لازم آئے گی جب وہ شروع میں ہو اور حکما تب لازم آئے گی جب وہ شروع کلام میں نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ مستقل کلمہ ہے اور اگر اس کو ساکن پڑھا جائے تو یہ ابتداء بالسکون حکمی ہو جائے گا۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرف واحد پر ہو اس میں اصل حرکت ہے پھر وہ کلمہ کہ جس کی بناء حرکت پر ہو اس میں اصل فتحہ ہے اسی وجہ سے یاء پر فتحہ اصل ہوا۔

قال الشارح فان کان آخرۃ ۔ضابطہ ثانیہ کا بیان ہے۔

ضابطہ ثانیہ : جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یاء متکلم کے آخر میں الف ہو تو اس الف کو ثابت رکھا جائے گا خواہ وہ الف تثنیہ کا ہو جیسے غلامای وہ الف غیر تثنیہ کا ہو جیسے عصای اور رحای۔ البتہ قبیلہ ھذیل غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے تبدیل کردیتے ہیں چنانچہ وہ عصای اور رحای میں عصیّ اور حیّ کہتے ہیں۔

ای آخر الاسم : سے ہٗ ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع وہ اسم ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔

الفاً تثبت ای الالف : سے تثبت کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع الف ہے۔

علی اللغۃِ الفصیحۃ : کہ کر تثبیت کے لئے قید کا بیان ہے۔

لعدم : سے الف کو ثابت رکھنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ الف کو ثابت اس لئے رکھا جائے گا کہ انقلاب کا کوئی سبب نہیں پایا جاتا یعنی نہ تو اس سے پہلے ضمیر ہے جو اس کے واو سے تبدیل کرنے کا مقتضی ہو۔ اور نہ اس سے پہلے کسرۃ ہے جو اس کو یاء سے تبدیل کرنے کا مقتضی ہو۔

قال الشارح وھی قبیلۃ من العرب ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تقلبھا کی ضمیر مستتر کا مرجع ھذیل ہے جو کہ مذکر ہے اور ضمیر مؤنث کی ہے تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہے۔

جواب : ھذیل یہ عرب کا قبیلہ ہے تو اس کی تانیث معنوی ہے لہذا راجع مرجع میں مطابقت ہوگئی۔

تقلبھا ای الالف : سے ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع الف ہے

حال کونھا : سے ترکیب کا بیان ہے لغیر التثنیہ یہ ظرف مستقر متعلق کائنۃ کے ہو کر حال

تقلیها کی ھا ضمیر سے۔

لمشاکلة یاء: سے غیر تثنیہ کے الف کو یاء کے ساتھ بدلنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے بدلنا یہ یاء متکلم کی مشاکلت کی وجہ سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ یاء چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو اور عصای اور رحای میں یاء کا ماقبل مکسور نہیں ہے لہذا عصای اور رحای میں مشاکلت مفقود ہے اسی وجہ سے ضروری ہوا کہ الف کو یاء سے تبدیل کر دیا جائے پھر یاء کو یاء میں ادغام کر دیا جائے اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے یاء کو کسرۃ دیا جائے تا کہ مشاکلت پیدا ہو جائے لیکن الف تثنیہ کو یاء سے نہیں بدلتے اس لئے کہ اگر الف تثنیہ کو یاء سے بدل دیا جائے تو حالت رفع کا حالت نصب اور جر کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً غلامای۔

قال الماتن و ان کان آخر الاسم ۔ضابطہ ثالثہ کا بیان

ضابطہ ثالثہ: جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں یاء ہو تو اس یاء کو یاء متکلم میں ادغام کر دیا جائے گا۔

لاجتماع المثلین: سے مولانا جامیؒ کی غرض یاء کو یاء متکلم میں ادغام کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ دو کلمے جو بمنزل کلمہ واحدۃ کے ہوں اگر ان میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہو جائیں تو ان میں سے ایک کو دوسرے سے ادغام کر دیا جاتا اور مضاف الیہ بھی بمنزل کلمہ واحدۃ کے ہیں لہذا جب ان میں دو یاء جمع ہو جائیں گی تو ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا جائے گا جیسے مسلمین جمع اور مسلمین تثنیہ جب کو یاء متکلم کی طرف مضاف کر دیا جائے تو نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا تو دو یاء جمع ہو جائینگی۔ لہذا ایک کو دوسرے میں ادغام کر دیا جائے گا۔ تو جمع کی حالت میں مسلمیّ اور تثنیہ کی حالت میں مسلمیَّ ہو جائے گا۔

قال الشارح و ان کان آخرہ ۔ضابطہ رابعہ کا بیان جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں واو ہو تو اس واو کو یاء سے تبدیل کر دیا جائے گا پھر

یاء کو یاء متکلم میں ادغام کر دیا جائے گا۔

الواو: سے مولانا جامیؒ کی غرض قلبت کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع واو ہے۔

لاشتمال الواو: سے واو کو یاء سے تبدیل کرنے کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قاعدہ ہے جب واؤ اور یاء جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلا ساکن ہو تو واو کو یاء سے تبدیل کر دیا جاتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہے۔ جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہونے والے اسم کے آخر میں واو ہو تو اس کو یاء سے تبدیل کر دیا جائے گا۔ اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور یاء کے ماقبل کو کسرۃ دیا جائے گا۔

لا نها لما: سے مولانا جامیؒ کی غرض یاء کے ماقبل کو کسرۃ دینے کی علت کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب واو یاء ساکنہ کے ساتھ تبدیل ہو گئی اس کے ماقبل کا ضمہ یہ اس یاء کے واو سے بدلنے کا مقتضی ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جب یاء ساکن ہو اور اس کا ماقبل مضموم ہو تو یاء واو سے بدل جاتی ہے پس اس چیز کی طرف رجوع کرنا لازم آئے گا جس سے اعراض کیا گیا۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ یاء ماقبل کو ایسی حرکت دی جائے جو یاء کے مناسب ہو۔ وہ حرکت کسرۃ ہے اس لئے ماقبل کو کسرۃ دیا جائے گا ہاں اگر اس سے پہلے فتحہ ہو تو اس کو مفتوح باقی رکھا جائے۔ جیسے مسلمین جب اس کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا تو مسلمیّ کہا جائے گا جیسے مصطفون جب اس کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا تو اس کو مصطفیّ کہا جائے گا۔

ای یاء المتکلم: سے اشارہ کیا ہے کہ یاء سے مراد مطلق یاء نہیں ہے بلکہ یاء سے مراد یاء متکلم ہے۔ **فی الصور الثلاث** کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کا تعلق فقط تیسری صورت سے نہیں بلکہ اس کا تعلق مذکورہ تینوں صورتوں سے ہے۔

قال الشارح ای للزوم التقاء الساکنین ۔

للساکنین سے صاحب کافیہؒ کی غرض مذکورہ تین صورتوں میں یاء کو فتحہ دینے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس کو حرکت نہ دی جائے تو التقاء ساکنین لازم آئے گا فتحہ اس لئے

اختیار کیا کہ فتحہ یہ تمام حرکات میں سے خفیف ہے۔

قال الماتن **و اما الاسماء** ۔ضابطہ خامسہ کا بیان ہے۔

ضابطہ خامسہ: صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اسماء ستہ میں سے اخ اور اب کو جب یاء متکلم کی طرف مضاف کریں تو اخی اور ابی کہیں گے یعنی لام کلمہ جو واو ہے اس کو واپس لوٹائے بغیر کہا جائے۔

التی مر بحث: سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: کلمہ امّا میں دو احتمال ہی یا استنافیہ ہے یا تفصیلیہ ہے اور دونوں احتمال صحیح نہیں ۔اس لئے کہ تفصیل تقاضہ کرتی ہے اجمال کا۔اور یہاں ماقبل میں اجمال نہیں ہوا اور کلمہ استنافیہ شروع کلام میں لایا جاتا ہے اور یہ وسط کلام ہے۔

جواب: یہ امّا تفصیلہ ہے اور یہ اس اجمال کی تفصیل ہے جس کا اعراب کی بحث میں ذکر ہو چکا ہے۔

سوال: جب اسماء ستہ کی بحث گذر چکی ہے تو پھر یہاں اس سے بحث کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: ماقبل میں بحث اس حیثیت سے تھی کہ یہ غیر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں اور یہاں اس حیثیت سے بحث ہے کہ یہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں۔

قال الشارح **ای فالحال** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض دو سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

پہلا سوال: صاحب کافیہؒ کا قول اخی وابی جزآء ہے حالانکہ جزآء کے لئے جملہ ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہ جملہ نہیں ہے بلکہ مفرد ہے۔

جواب: پہلے سوال کا جواب یہ ہے فالحال سے اخی وابی جملہ ہے اس لئے کہ یہ خبر ہیں مبتدآ محذوف کی جو کہ فالحال ہے

دوسرا سوال: اخی اور ابی کا حمل اسماء ستہ پر یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ یہ اسماء ستہ نہیں ہیں

بلکہ یہ دو ہیں؟

جواب: منہا سے جواب دیا جس کا حاصل اخی اور ابی یہ اسماء ستہ نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض ہیں۔

اذا اضیف : کا اضافہ اس لئے کہ تا کہ خروج عن المحث لازم نہ آئے۔

قال الماتن واجاز المبرد ۔مبرّ ونحوی نے اخ اور اب میں اخی اور ابی کو جائز رکھا یعنی لام کلمہ جو واو ہے اس کو واپس لوٹا کر اس کو ی سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کیا جائے گا۔

و تمسنك : سے استدلال کا بیان کہ اس نے استدلال کیا شاعر کے قول پر وابی ما لك ذو المجاز بدار ۔اسکے اندر اب کے واو محذوف کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کر دیا ہے۔اس لئے کہ اس نے اس کو تشدید یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

وحمل الاخ: سے سوال مقدر کا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ مبرد نے اخ کو اب پر محمول کر لیا ہے۔اس لئے کہ دونوں لفظاً اور معناً متقارب ہیں۔لفظاً تو اس طرح کہ دونوں کے شروع میں ھمزة ہے اور آخر میں واو ہے ور دونوں ثلاثی ہیں۔اور معناً اس طرح کہ باپ نہ ہو تو مال وغیرہ کے تصرف میں بھائی باپ کے قائم مقام ہوتا ہے واجاب عن مصنفؒ نے اپنی شرح کے اندر فراء کے اس استدلال کا جواب دیا جس کا حاصل یہ۔ہے کہ یہ قیاس کے بھی خلاف ہے اور استعمال کے خلاف ہے قیاس کے خلاف تو اس لئے ہے کہ اضافت کا فائدہ جو کہ تخفیف ہے وہ حاصل نہیں ہو رہا اور استعمال کے خلاف اس لئے فصحاء کی کلام میں اضات الی یاء المتکلم کے وقت حرف محذوف واو کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کرنا مسموع نہیں ہے۔نیز یہ احتمال بھی ہے کہ اس شعر کے اندر ابی جمع ہو اب کی اصل میں ابین تھا جب یاء متکلم کی طرف کیا مضاف تو نون بوجہ اضافت گر گیا پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو ابیّ ہو گیا۔وقد جاء سے مولانا جامیؒ کی غرض اس بات کی دلیل کو پیش کرنا ہے کہ اب کی جمع ابین

آتی ہے جیسا کہ شاعر کے اس قول کے اندر ہے۔

شعر:

فلمّا تبیّن اصواتنا بکین و فدیننا با لابینا

اس کے اندر ابین یہ جمع ہے اب کی۔ای لمّا سمعن سے شاعر کے قول کے حاصل معنی کا بیان ہے کہ جب انہوں نے ہماری آوازوں کو سنا اور ہماری آوازوں کو جان لیا تو وہ رو پڑیں اور ہمارے حق میں کہنے لگیں ہمارے باپ تم پر فداء ہوں۔

قال الماتن **و تقول حمی و هنی** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ حـم اور هــن کی یاء متکلم کی طرف اضافت کے وقت لام کو لوٹائے بغیر حمی اور هنی کہے۔

ای امرأی: سے بیان صیغہ ہے تقول واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے واحد مذکر مخاطب کا صیغہ نہیں ہے۔

لامتناع اضافه: سے مولانا جامیؒ کی غرض اس بات کی دلیل کو پیش کرنا ہے کہ تقول کو واحد مذکر مخاطب پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حم کا معنی ہوتا ہے دیور اور حم بمعنی دیور کی اضافت مذکر کی طرف ممتنع ہے۔اسی وجہ سے یہ واحد مذکر مخاطب کا صیغہ نہیں بن سکا۔

قال الشارح **و انمّا فصلها** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے حمی اور هنی کو امی اور ابی سے جدا کر کے ذکر کیا نا کے ساتھ ذکر کیوں نہیں کیا۔

جواب : مصنفؒ نے حمی اور هنی کو اخی اور ابی سے علیحدہ اس لئے ذکر کیا کہ حمی اور هــنی میں جمہور کے ساتھ مبرّد کا اختلاف مشہور نہیں ہے اگر چہ بعض حضرات چاروں اسماء میں اختلاف کو ذکر کیا لیکن وہ غیر مشہور ہے۔

قال الشارح **و یقال هنی فی الاکثر** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ

جب فــــم کو یاء متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو اکثر استعمال میں عین کلمہ یعنی واو محذوفہ کو واپس لوٹا کر اس یاء سے مل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیں گے اور فیّ کہیں گے اور بعض استعمال میں میم کو باقی رکھا جاتا ہے جو کہ عدم اضافت کے وقت واو کے عوض میں لائی گئی تھی اور فمی کہا جاتا ہے۔

فی فمٍ : سے یقال کے صلے کو بیان کرنا ہے۔

قال الشارح حال اضافة ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس طرح فــیّ کہا جاتا ہے اسی طرح فــوہ بھی کہا جاتا ہے پھر فــیّ کی تخصیص کیسے درست ہو گئی۔

جواب: فم میں فیّ اسوقت کہا جائے گا جب یہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔

فیّ اکثر موارد سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ متن میں اکثر سے مراد اکثر مذاہب نہیں ہیں بلکہ اکثر سے مراد موارد استعمال ہیں۔

قال الماتن و اذا قطعت قیل اخ ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب دو کے علاوہ باقی پانچ مقطوع عن الاضافت ہوں تو ان میں اخ، حم اور اب اور حــن فم کہا جائے گا یعنی اعراب بالحرکت جاری ہوگا۔جیسے هذا اخ و رائیت اخا و مرت باخ

فــم : میں تین لغتیں ہیں (۱) بفتح الفاء (۲) بضم الفاء (۳) بکسر الفاء لیکن ضمۃ اور کسرۃ سے فاء کا فتحہ زیادہ فصیح ہے۔

هذه الاسماء : سے قطعت کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے۔

عن الاضافت : سے قطعت کے صلے کو بیان کرنا ہے۔

جاء حم : حم میں لغت مذکورہ کے علاوہ چند اور لغتیں ہیں۔

(۱) یــد کی مثل ہو یعنی لام کلمہ نسیاً منسیا کے درجے میں محذوف ہے اس لغت کے مطابق حالت افراد میں هذا حم و رائیت حما و مررت بحم اور حالت اضافت میں جاء کی حمک ارئیت حمک

ومررت بحمک کہا جائے گا۔

(۲) خب، یعنی لام کلمہ جو کہ واو ہے اس کو ہمزۃ سے تبدیل کر دیا جائے پس اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حمأ و رائیت حمأ و مررت بحمءٍ اور حالت اضافت ہیں ھذا حمئك و رائیت حمئك و مررت بحمئك۔

(۳) یہ دلو کی مثل ہو یعنی واو کو اپنے حال پر برقرار رکھا جائے تو اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حمو و رائیت حموا و مررت بحمو اور حالت اضافت میں ھذا حموك و رائیت حموك و مررت بحموك۔

(۴) یہ عصا کی مثل ہو یعنی واو کو الف مقصورۃ سے تبدیل کر دیا جائے تو اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا حماً و رائیت حماً و رمررت بحماً اور حالت اضافت میں ھذا ھذا حماك و رائیت حماك و مررت بحماك۔

ای جواز حم: سے اطلاق کے مفہوم کی تفسیر کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مطلقا کا مطلب یہ ہے کہ حم کا اسماء مذکورہ کی طرح ہونا یہ مطلقاً ہے حالت افراد یا حالت اضافت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ وجوہ اربع حالت افراد میں بھی جاری ہونگی اور حالت اضافت میں بھی جاری ہونگی۔

قال الماتن **و جاء ھن مثل ید مطلقاً** ۔

ھن میں لغت مذکورہ کے علاوہ اک اور لغت بھی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مطلقا ید کی مثل ہو یعنی لام کلمہ کو واپس لوٹایا جائے نہ حالت افراد میں اور نہ حالت اضافت میں اس لغت کے مطابق حالت افراد میں ھذا ھن و رائیت ھنا و مررت بھناً اور حالت اضافت میں ھذا ھنك و رائیت ھنك و مررت بھنك کہا جائے گا۔

قال الماتن **و ذو لا یضاف** ۔ ذو کے بارے میں پہلے ضابطے کا بیان

ضابطہ اولی: جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کی طرف بالکل مضاف نہیں ہوتا۔

لانــه : سے مولانا جامیؒ کی غرض ذو کے ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے کہ وہ اسم جنس کی طرف مضاف ہوتو اس کی وضع کے خلاف لازم آئے گا اور کبھی یہ علیٰ سبیل الشذوذ ضمیر کی طرف مضاف ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول کے اندر ہے۔ انما یعرف ذالفضل من الناس ذو وہ، اس میں ذو ضمیر کی طرف مضاف ہے۔

قال الشارح **ولو قیل** - جامیؒ کی غرض اعتراض کو نقل کر کے و کأنہ سے جواب دینا ہے۔

سوال : ذو جس طرح ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اسی طرح یہ علم اور اسم اشارہ اور اسم موصولہ کی طرف بھی مضاف نہیں ہوتا تو مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ یوں کہتے لا یضاف الی غیر اسم الجنس، یہ اسم ضمیر کو شامل ہوجاتا اور اسم ظاہر غیر جنس کو بھی شامل ہوجاتا۔

جواب : مصنفؒ نے ضمیر کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ اسماء ستہ میں سے بعض اسماء کے لئے اضافت الی یاء المتکلم کے وقت خاص احکام ہیں جو دوسرے بعض کے لئے نہیں جیسا کہ اخی اور ابی میں مبرد کا واو کو واپس لوٹا کر اس کو یاء سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کر دینا اسی طرح فــیّ کے اندر بھی وہ آپ کو واپس لوٹا کر یاء سے تبدیل کر کے یاء کو یاء میں ادغام کر دیا تو مصنف نے ذو کی مطلقاً ضمیر کی طرف اضافت ہی کی نفی کر دی تا کہ یہ وہم پیدا نہ ہو۔

قال الماتن **ولا یقطع عن الاضافت** - ذو کے لئے ضابطہ ثانیہ کا بیان

ضابطہ ثانیہ : ذو یہ مقطوع عن الاضافت نہیں ہوتا اس لئے کہ ذو کی وضع اس لئے ہے تا کہ یہ اسم جنس کی طرف مضاف ہو کر اس کو ماقبل کی صفت بنا دے اور یہ بات حاصل ہو سکت ہے جب یہ مضاف ہو اجناس کی طرف لہذا اس کو اضافت لازم ہوئی اسی وجہ سے یہ منقطع عن الاضافت نہیں ہوتا۔

بحث التوابع

مفتی عطاء الرحمن ملتانی

﴿بحث التوابع﴾

صاحب کافیہ مرفوعات، منصوبات، مجرورات سے فارغ ہوکر توابع کی بحث کو بیان کر رہے ہیں۔اولاً ایک سوال کا جواب ہے۔

قال الشارح **وھو جمع تابع** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : توابع جمع ہے تابع کی یا تابعۃ کی اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ہیں۔ پہلا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ تابع یہ فاعل وصفی ہے۔ فاعل وصفی کی جمع فواعل کے وزن پر نہیں آتی۔ دوسرا احتمال اس لئے صحیح نہیں ہے کہ توابع یہ صفت ہے اسماء کی اور اتصاف الجمع بالجمع یہ اتصاف الاحاد بالاحاد کو مستلزم ہے تو یہ تابعۃ اسم کی صفت ہوگی اور موصوف صفت کے درمیان تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہوتی ہے اور یہاں مطابقت نہیں ہے۔

جواب : توابع یہ جمع ہے تابع کی باقی رہا یہ سوال تابع یہ فاعل وصفی ہے اور فاعل وصفی کی جمع فواعل کے وزن پر نہیں آتی اس کا جواب منقول سے دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ وصف ہے حقیقت میں لیکن یہاں یہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہوگئی ہے اور فاعل اسمی کی جمع فاعل کے وزن پر آتی ہے جیسے کاہل کی جمع کواہل آتی ہے۔

سوال : تابع کی یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف انّ انّ میں انّ ثانی پر صادق نہیں آتی اور ضرب ضرب میں ضرب ثانی پر صادق نہیں آتی کیونکہ وہ معرب باعرب سابقہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ مبنی ہے۔

جواب : یہاں توابع سے مراد مطلق توابع نہیں ہیں بلکہ توابع سے مراد توابع مرفوعات و منصوبات و مجرورات کے توابع ہیں بقرینۃ البحث اور انّ انّ میں انّ ثانی اور ضرب ضرب میں ضرب ثانی یہ مرفوعات منصوبات مجرورات کے توابع نہیں ہیں لہٰذا ان پر تعریف کا صادق نہ آنا یہ تعریف کی جامعیت کے لئے مضر نہیں ہے۔ کیونکہ معرف کے فرد ہی نہیں ہیں۔

قال الشارح **ای کل متاخر** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تابع کی یہ تعریف تابع ثانی اور تابع ثالث پر صادق نہیں آتی مثلاً جاء نی زید العالم والعاقل و الفاضل میں عالم پر تو صادق آتی ہے لیکن فاضل اور عاقل پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ وہ ثانی نہیں ہیں بلکہ وہ ثالث رابع ہیں۔

جواب: یہاں ثانی سے مراد متاخر ہے اب یہ تعریف تابع ثانی اور ثالث اور تابع پر صادق آجائے گی۔

اذا لوحظ مع: سے مولانا جامیؒ کی غرض دوسوالوں کا جواب دینا ہے۔

سوال: پہلا سوال یہ کہ تابع کی یہ تعریف اس تابع پر صادق نہیں آتی جو اپنے متبوع سے مقدم ہو جیسے و رحمۃ اللہ علیکم السلام یہ اصل میں تھا علیکم السلام و رحمۃ اللہ تھا اس میں رحمۃ اللہ یہ تابع متبوع سے متاخر نہیں ہے بلکہ مقدم ہے۔

سوال: دوسرا سوال یہ ہے کہ تابع کی یہ تعریف اس تابع بھی صادق نہیں آتی جو متوسط ہو جیسے جاء نی زید و عمرو و بکر میں عمرو متوسط ہے متاخر نہیں۔

جواب: پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہاں متاخر سے مراد متاخر فی الذکر نہیں ہے بلکہ متاخر فی الذکر ہے اور و رحمۃ اللہ علیکم السلام میں رحمۃ اللہ اگر چہ متاخر فی الذکر نہیں لیکن متاخر فی الرتبۃ ہے لہذا اس پر تعریف صادق آجائے گی۔

جواب: دوسرے سوال کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ متاخر سے مراد متاخر با النظر الی المتبوع ہے لا با لنظر الی غیرہ اور جاء نی زید و عمرر و بکر میں عمرو بالنظر الی المتبوع متاخر ہے لہذا اس پر تعریف صادق آجائے گی۔

متلبّس: سے ترکیب کا بیان کہ باعراب سابقہ یہ ظرف لغو نہیں ہے بلکہ ظرف مستقر متعلق متلبّس کے ہو کر صفت ہے ثانی کی۔

قال الشارح اى بجنس اعراب ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تابع کی تعریف تابع کے کسی فرد پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ تابع کے افراد میں سے

ثانی میں ایسا فرد نہیں ہے جو معرب باعراب سابقہ ہو ورنہ عرض واحد کا دونوں مختلف محلوں میں قائم ہونا لازم آئے گا۔ جو کہ محال ہے۔

جواب : اعراب سابق سے مراد جنس اعراب سابق ہے عین اعراب سابق نہیں ہے۔

قال الشارح **بحيث يكون** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : سوال یہ ہے کہ بجنس اعراب سابقہ سے معلوم ہوا کہ تابع کا اعراب جنسی ہوگا اور متبوع کا اعراب اس کا ایک فرد ہوگا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

جواب : یہ عبارت قلب پر محمول ہے۔

ناشِ : ترکیب کا بیان کہ من جهةٍ واحدةٍ یہ ظرف متنقر متعلق ناشِ کے ہوکر صفت ثانی ہے ثانٍ کی۔

قال الشارح **شخصية** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تابع کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف مبتدآء کی خبر پر صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ بھی ثانی معرب باعراب سابقه من جهةٍ واحدةٍ ہے کیونکہ خبر کے اندر بھی عامل وہی ہوتا ہے جو مبتدآء کے اندر ہوتا ہے یعنی ابتدآء حالانکہ خبر تابع نہیں ہے۔

جواب : یہاں وحدت سے مراد وحدت شخصی ہے وحدت نوعی نہیں ہے اور مبتدآء اور خبر کے درمیان اگرچہ وحدت نوعی ہوتی ہے لیکن وحدت شخصی نہیں ہوتی۔

مثل جاءنی : سے توضیح بالمثال کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب العالم کا زید کے اعتبار سے لحاظ کیا جائے تو یہ اس کے اعتبار کے لحاظ مرتبہ ثانیہ میں ہے اور اس کا اعراب اس کے اعراب کی جنس سے ہے وہ رفع ہے اور دونوں کے اندر رفع جہت واحدہ شخصیہ سے پیدا ہونے والا ہے اور وہ جہت واحدۃ شخصیہ زید العالم کی فاعلیت ہے اس لئے کہ وہ جہت جو متکلم کے قصد میں زید کی طرف منسوب ہے وہ زید کی طرف مع اس کے تابع کے منسوب ہے مطلقاً زید کی طرف منسوب نہیں ہے۔

قال الشارح **فقوله و کل ثان** ۔سے فوائد وقیود کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ تعریف کے اندر

کل ثان: بمنزل جنس کے ہے یہ تمام توابع کو شامل ہےاور مبتدآ ء کی خبر اور کان وغیرہ کی ضمیر اور باب اعطیت کے مفعول ثانی سب کو شامل ہے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک ثانی ہے جب اس کا اپنے سابق کے ساتھ لحاظ کیا جائے تو اس کے لحاظ سے یہ مرتبہ ثانیہ میں ہے۔اور

باعراب سابقه: یہ بمنزل فصل اوّل کے ہےاس کے ذریعے مبتدآ ء کی ضمیر اور باب ظننت اور باب اعطیت کے مفعول ثانی کے علاوہ سب خارج ہو گئے۔اس لئے کہ وہ معرب باعراب سابقہ نہیں ہے اور

من جهة واحدة: یہ بمنزل فصل ثانی کے ہےاس کے ذریعے مبتدآ ء کی خبر اور باب ظننت اور باب اعطیت کے مفعول ثانی سب خارج ہو گئے اس لئے کہ مبتدآ ء اور خبر دونوں میں اگرچہ عامل ابتدآ ء ہے یعنی اسناد کے لئے عوامل لفظیہ سے خالی ہونا یکن یہ معنی اس حیثیت سے کہ مسند الیہ کا تقاضہ کرتا ہے مبتدآ ء میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ مسند کا تقاضہ کرتا ہے خبر میں عامل ہے تو پس بمتدآ ء اور خبر دونوں کا ارتفاع جهت وحدة سے نہ ہوا۔باب ظننت کا مفعول ثانی اس لئے خارج ہو گیا کہ اگرچہ باب ظننت کے دونوں مفعولوں میں ظنت عامل ہے لیکن وہ ظنت اس حیثیت سے مظنون فیہ کا تقاضہ کرتا ہے مفعول اوّل میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ مظنون کا تقاضہ کرتا ہے مفعول ثانی میں عامل ہے لہذا مفعول اوّل اور مفعول ثانی دونوں کا انتصاب جهت واحدة سے نہ ہوا۔اور باب اعطیت کا مفعول ثانی اس لئے خارج ہو گیا کہ اگرچہ باب اعطیت کے مفعول اوّل اور مفعول ثانی دونوں میں اعطیت عامل ہے لیکن وہ اس حیثیت سے کہ وہ آخذ کا تقاضہ کرتا ہے مفعول اوّل میں عامل ہے اور اس حیثیت سے کہ ماخوذ کا تقاضہ کرتا ہے مفعول ثانی میں عامل ہے۔تو پس باب اعطیت کے فمعول اوّل اور ثانی دونوں کا انتصاب جهت واحده سے نہ ہوا۔

قال الشارح **للاسناد** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب مبتدآ ءاور خبر میں عامل ابتدآ ء یعنی تجرّد عن العوامل اللفظیه ہے تو اسماء معدودہ مثلاً زید عمرو بکر کو بھی ہونا چاہئے اس لئے کہ ان کے اندر بھی تجرّ دمن العوامل لفظیہ پایا جاتا ہے۔

جواب : مراد یہ ہے کہ مجرد عن العوامل لفظیہ اسناد کے لئے ہو بایں طور کے ان میں سے ایک مسند الیہ ہو اور دوسرا مسند ہو اور یہ بات اسماء معدودۃ کے اندر نہیں پائی جاتی اس لئے کہ وہ معرب نہیں ہیں۔

قال الشارح **و اعم من ان یکون** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تابع کی یہ تعریف مذکور جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف اس الرجال پر صادق نہیں آتی جو کہ جاء نی ھو لاء الرّجال میں واقع ہے اس لئے کہ ھولاء کا ضمۃ محلی ہے اور الرجال کا رفع لفظی ہے اسی طرح یہ تعریف اس الفاضل پر صادق نہیں آتی جو کہ یازید الفاضل میں واقع ہے۔اس لئے کہ زید کا ضمۃ بنائی ہے اور الفاضل کا رفع اعرابی ہے تو الفاضل معرب باعراب سابقہ نہ ہوا۔اس طرح یہ تعریف اس ظریف پر صادق نہیں آتی جو کہ لا رجل ظریفاً میں واقع ہے اس لئے کہ رجل کا فتحہ بنائی ہے اور ظریف کا نصب اعرابی ہے تو یہ معرب باعراب سابقہ نہ ہوا اسی طرح یہ تعریف اس عالم پر صادق آتی جو کہ جاء نی موسیٰ العالم میں واقع ہے اس لئے کہ موسیٰ کا رفع تقدیری ہے اور عالم کا رفع لفظی ہے حالانکہ یہ توابع ہیں۔

جواب : تابع کی تعریف مذکور میں سابق اور لاحق کے اعتبار سے جو اعراب معتبر ہے اس میں تعمیم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ہو محلی ہو یا اعرابی ہو اب تعریف مذکور مذکورۃ توابع پر صادق آجائے گی۔

قال الشارح **ثم ان لفظة** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے فالمحدود سے اس کا جواب دینا ہے۔

سوال : جس کا حاصل یہ ہے کہ تابع کی تعریف مذکور میں لفظ کل کا ذکر فی محلّہ نہیں ہے اس لئے کہ لفظ کل افراد کے احاطہ کے لئے ہوتا ہے پس اس سے افراد کے ساتھ تعریف لازم آئی حالانکہ افراد کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ تعریف جنس کے ساتھ ہوتی ہے۔توابع کو بلفظ جمع ذکر کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ جمع افراد پر دلالت کرتی ہے تو پس اس سے افراد کے لئے تعریف لازم آئی حالانکہ تعریف افراد کے لئے نہیں ہوتی بلکہ تعریف جنس کے ساتھ جنس کے لئے ہوتی ہے۔

جواب : یہاں پر محدود توابع نہیں ہے بلکہ محدود حقیقت میں تابع ہے جو کہ توابع سے مفہوم ہو رہا ہے اور حد لفظ کل کا مدخول یعنی ثانٍ باعراب سابقہ ہے تو پس نہ افراد کے ساتھ تعریف لازم آئی اور نہ افراد کے لئے تعریف لازم آئی بلکہ جنس کے ساتھ تعریف اور جنس کے لئے تعریف لازم آئی۔

قال الشارح لکنه لما ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب لفظ کل کا تعریف میں اعتبار نہیں تو پھر اس کو ذکر کیوں کیا۔

جواب : لفظ کل کو ذکر کرنے سے مقصود تعریف کو مانع بنانا ہے اس لئے کہ جب لفظ کل کو تعریف پر داخل کیا گیا تو اس نے محدود کے حد کے افراد میں سے ہر ہر فرد پر صدق کا فائدہ دیا۔تو پس تعریف دخول غیر سے مانع ہوگی۔اس لئے کہ تعریف کے دخول غیر سے مانع ہونے کا مطلب یہی ہوتا ہے ہر وہ چیز جس پر حد صادق ہے اس پر محدود صادق ہو۔

قال الشارح والظاهر ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اس تقریر پر تعریف دخول غیر سے مانع تو بن جائے گی لیکن جامع نہ ہوئی۔

جواب : محدود حد کے افراد کے اندر منحصر ہے۔اس لئے کہ حد کے افراد کے غیر کا ذکر ہی نہیں ہوا۔پس یہ تعریف جامع ہو جائے گی۔پس ہمارے لئے ایک جامع مانع تعریف حاصل ہوگئی۔

قال الشارح **یکون جمعه و منعه** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جمعیت اور منعیت تو نفس تعریف سے مفہوم ہو جاتی ہے اس لئے کہ ہر تعریف کے لئے جامع مانع ہونا ضروری ہوتا ہے۔ لہذا لفظ کل کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

جواب : لفظ کل کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ تعریف کی جمعیت اور منعیت منصوص علیہ کی مثل ہو گئی۔

﴿بحث نعت﴾

صاحب کافیہؒ توابع میں سے تابع اول صفت کی بحث ذکر کر رہے ہیں۔

قال الماتن **النعت تابع** ۔ سے صاحب کافیہؒ کی غرض نعت کی تعریف کرنا ہے۔ نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں پایا جائے۔ مطلقاً یعنی ہر حال میں

جنس شامل للتوابع : یعنی تعریف کے اندر لفظ تابع بمنزل جنس کے ہے جو تمام توابع کو شامل ہے۔

قال الشارح **ای یدل بهیئةِ** ۔ سے مولانا جامیؒ نے بهیئةِ ترکیبةِ اس لئے کہا کہ ھیت ترکیبہ کے بغیر یعنی افراد کی حالت میں نعت مطلقاً معنی پر تو دلالت کرتی ہے لیکن اس معنی پر دلالت نہیں کرتی جو اسکے متبوع میں پایا جائے۔ علی حصول کہ کر مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : نعت کی یہ تعریف اس نعت پر صادق آتی ہے جو قضیہ کاذبہ کے قالب میں واقع ہو۔ جیسے جاءنی زید المضروب لکل شخص اس میں مضروب یہ زید کی نعت ہے حالانکہ مضروبیت زید لکل شخص اور یہ معنی زید کے اندر متصور نہیں ہے۔ چہ جائے کہ مضروب اس پر دلالت کرے۔

جواب : دلالت سے مراد حصول معنی یعنی علی فہم معنی ہے اور مثال مذکور میں المضروب سے مضروبیت زید لکل شخص مفہوم ہو رہا ہے اگر چہ واقع میں متصور نہیں ہے۔

ای دلالت مطلقة : کہ مطلقاً یہ مفعول مطلق ہے یدل کا بعتبار موصوف محذوف کے۔

قال الشارح **غیر مقید** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دور کرنا ہے۔

وہم : وہ وہم یہ تھا کہ شاید مطلقاً سے مراد عموم فی النعت ہے کہ خواہ وہ نعت بحال الموصوف ہو یا بحال متعلق الموصوف ہو۔

جواب : کہ مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ وہ دلالت کسی مادے کی خصوصیت کی وجہ سے نہ ہو بلکہ دلالت تمام مواد میں پائی جائے۔

قال الشارح **احتراز عن سائر** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض یدل علی معنی کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ یہ قید احترازی ہے۔اس سے احتراز ہے نعت کے علاوہ باقی تمام توابع سے۔

قال الشارح **و لا یرد علیه** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : نعت کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف بدل اور معطوف بحرف اور تاکید پر صادق آتی ہے کیوں کہ وہ ایسے معنی پر دلالت کرتے ہیں جو ان کے متبوع میں پایا جاتا ہے۔جیسے اعجبنی زید علمه اس میں علمہ یہ بدل ہے اور یہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو کہ اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے اور جیسے اعجبنی زید علمه اس میں علمہ یہ معطوف بحرف ہے اور یہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو کہ اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے اور جیسے جاء نی القوم کلهم اس میں کلھم یہ تاکید ہے اور یہ ایسے معنی پر دلالت کرتی ہے جو کہ اس کے متبوع یعنی قوم میں پایا جاتا ہے۔

جواب : نعت کی تعریف مطلقاً کی قید سے بدل اور معطوف بحرف اور تاکید خارج ہو گئے۔اس لئے کہ مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ وہ دلالت کسی مادے کے ساتھ خاص نہ ہو اور مذکورۃ مثالوں میں بدل اور معطوف بحرف اور تاکید اگر چہ یہ ایسے معنی پر دلالت کرتے ہیں جو ان کے متبوع میں پایا جاتا ہے۔لیکن یہ دلالت ان مواد کی خصوصیت کی وجہ سے ہے۔پس اگر ان کو مواد سے خالی کر لیا جائے تو یہ اس معنی پر دلالت نہیں کریں گے جو ان کے متبوع میں پایا جاتا ہو۔مثلاً جب اعجبنی زید علمه کی بجائے اعجبنی زید غلامه کہا جائے تو بدل یعنی غلام یہ اس معنی پر دلالت نہیں

کرے گا جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو اسی طرح جب اعجبنی زید وعلمه کی بجائے اعجبنی زید وغلامه کہا جائے تو اس میں معطوف بحرف یعنی غلام یہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا جو کہ اس متبوع میں پایا جاتا ہو اور اسی طرح جب جاء نی القوم کلهم کی بجائے جاء نی زید نفسهٗ کہا جائے تو تاکید یعنی نفسہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا جو کہ اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو بخلاف صفت کے کہ اس کی دلالت متبوع کے معنی پر ہر حال میں اور ہر مادے میں ہوتی ہے۔

قال المصنف **وفائدته** ۔فائدے کے اعتبار سے نعت کی تقسیم کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فائدے کے اعتبار سے نعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) صفت مخصصه (۲) صفت موضحه (۳) صفت مادحه (٤) صفت ذامه (٥) صفت مؤکدة

صفت مخصّصه: وہ ہے کہ جس کا موصوف نکرہ ہو اور صفت سے مقصود موصوف کی تخصیص ہو۔ تخصیص کا معنی ہوتا ہے قلت اشتراک یعنی صفت سے پہلے موصوف جن افراد پر صادق آتا تھا صفت کے بعد ان تمام افراد پر صادق نہ آئے بلکہ بعض پر آئے جیسے جاء نی رجل عالم اس میں صفت سے پہلے رجل عام تھا جو رجل عالم کو شامل تھا اور رجل جاھل کو بھی شامل تھا جب اس کی صفت عالم آئی تو اس کے اندر تخصیص آگئی۔اور رجل جاہل اس سے خارج ہو گیا۔

صفت موضحه : وہ ہوتی ہے کہ جس کا موصوف معرفہ ہو اور صفت سے مقصود موصوف کی توضیح ہو۔توضیح کا معنی ہوتا ہے رفع الاجمال عن المعارف جیسے جاء نی زید ن الظریف اس میں صفت سے پہلے زید کے اندر احتمال تھا کہ وہ ظریف ہے یا غیر ظریف ہے۔جب اس کی صفت الظریف آئی تو یہ احتمال رفع ہو گیا اور غیر ظریف اس سے خارج ہو گیا۔

صفت مادحه : وہ ہے جس کا موصوف معرفہ ہو اور صفت سے مقصود موصوف کی ثناء اور مدح ہو جیسے بسم الله الرّحمٰن الرحیم۔

صفت ذامّه : وہ ہے کہ جس کا موصوف معرفہ وہ اور صفت سے مقصود موصوف کی مذمت ہو تخصیص یا توضیح مقصود نہ ہو جیسے اعوذ بالله من الشیطان الرجیم۔

صفت مؤکدة : وہ ہے کہ اس معنی کی تاکید کر دے جو اس کے موصوف سے مفہوم ہوتا ہے جیسے

نفخة واحدة اس میں واحدۃ اس وحدت کی تاکید کررہا ہے جو نفخة کی تاء کی تاء سے مفہوم ہو رہی ہے۔ان پانچوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ صفت مخصصہ اور موضحہ یہ کثیر الاستعمال ہیں باقی تین قلیل الاستعمال ہیں۔

قال الشارح **غالبا** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : عبارت کے اندر اصل ایجاز اور اختصار ہوتا ہے تو مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ یوں کہتے وفائدتہ، تخصیص او توضیح مدح او ذم او تاکید و قد یکون کا اضافہ کیوں کیا؟

جواب : تخصیص وتوضیح افادہ نعت میں کثیر ہیں اور ثناء ذم اور تاکید یہ افادہ نعت میں قلیل ہیں اس تقلیل پر دلالت کرنے کے لئے مصنف نے و قد یکون کا اضافہ کیا۔

قال الشارح **و لما کان** ۔اس عبارت کا تعلق صاحب کافیہؒ کی بعد میں آنے والی عبارت ولافصل کے ساتھ ہے۔ولافصل سے ایک مختلف فیہ مسئلہ میں جمہور نحویوں پر رد کرنا ہے۔

مختلف فیه مسئله : یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے یا نہیں ہے۔جمہور نحویوں کا مذھب یہ ہے کہ نعت میں اشتقاق شرط ہے حتی کہ اگر کہیں نعت غیر مشتق ہو تو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائے گا۔مصنفؒ کا مذھب یہ ہے کہ نعت کا مشتق ہونا شرط نہیں ہے بلکہ جس طرح مشتق نعت واقع ہوسکتا ہے اسی طرح غیر مشتق بھی نعت واقع ہوسکتا ہے۔

و لما کان : سے مولانا جامیؒ کی غرض جمہور کے دھوکے اور وہم کے منشاء کو بیان کرنا ہے کہ انکو دھوکہ کہاں سے لگا مولانا جامیؒ نے بیان کیا کہ اکثر مواد میں نعت مشتق ہوتی ہے اس سے جمہور نحویوں کو وہم ہوا کہ نعت کا مشتق ہونا شرط ہے حتی کہ اگر کہیں نعت غیر مشتق ہو تو اس کو مشتق کی تاویل میں کیا جائے گا۔چونکہ مصنفؒ کے نزدیک یہ پسندیدہ نہ تھا اسی وجہ سے ولافصل سے جمہور نحوی پر رد کر دیا کہ نعت کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی جس طرح مشتق کا نعت واقع ہونا صحیح ہے اسی طرح غیر مشتق کا نعت واقع ہونا بھی صحیح ہے۔بشرطیکہ اس غیر مشتق کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو۔بطریق

خصوص ہو یا بطریق عموم ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جمیع استعمالات میں ہو مثلاً تمیمی اور ذومال ۔ تمیمی یہ ہمیشہ اس ذات پر دلالت کریگا جو قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب ہو اور ذومال ہمیشہ اس معنی پر دلالت کرے گا جو صاحب مال ہو۔

بطریق خصوص : ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بعض استعمالات میں پایا جائے۔ بایں طور کہ بعض موضع میں وہ معنی حاصل فی التبوع پر دلالت کرے اور بعض موضع میں معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے۔ جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے وہاں تو اس کا نعت واقع ہونا صحیح ہے اور جہاں وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے وہاں اس کا نعت واقع ہونا صحیح نہیں ہے جیسے مررت برجل ای رجل۔ اس میں ای رجل کا معنی ہے کامل فی الرجولیت تو پس اس ترکیب کے اندر ای رجل کمال فی الرجولیت پر دلالت کرر ہا ہے اور یہ ایسا معنی ہے جو اس کے متبوع یعنی الرجل میں پایا جاتا ہے لہذا اس کا نعت بننا صحیح ہے۔ اور ای رجل عندك اس میں ای رجل یہ اس معنی پر دلالت نہیں کرر ہا بلکہ فقط ذات پر دلالت کرر ہا ہے کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایسی چیز مذکور نہیں جو موصوف ہونے کی صلاحیت رکھے نہ لفظا اور تقدیراً لہذا اس کا نعت بننا صحیح نہیں ہے۔ اور جیسے مررت بھذا الرجل اس میں ھذا دلالت کرتا ہے ذات مبہم پر اور الرجل دلالت کرتا ہے ذات معین پر اور ذات معین کی خصوصیت بمنزل ایسے معنی کے ہے جو ذات مبہم میں پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کے اندر الرجل کا ھذا کی نعت بننا صحیح ہے۔ بعض نحویوں نے کہا ہے کہ مررت بھذا الرجل میں الرجل یہ ھذا اسم اشارہ سے بدل ہے اور بعض نے کہا کہ یہ اسم اشارہ سے عطف بیان ہے۔ اور جیسے مررت بزید ھذا اس میں زید مشار الیہ ہے اور ھذا ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو ذات زید میں پایا جاتا ہے لہذا اس ترکیب کے اندر ھذا کا زید کی نعت واقع ہونا صحیح ہوا۔

قال الشارح ای لا فرق ۔ کہ کر ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم : وہ وہم یہ تھا کہ شاید فصل سے مراد وہ فصل ہو جو باب کے مقابلے میں ہو۔

جواب: کہ فصل سے مراد نہ وہ فصل ہے جو جنس اور نوع کے مقابلے میں ہوتی ہے اور نہ فصل سے مراد وہ فصل سے جو باب کے مقابلے میں ہوتی ہے بلکہ فصل یہاں بمعنی فرق کے ہے۔

قال الشارح **فی صحت** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ نعت کے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جواب: عدم فرق سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مشتق کا نعت واقع ہو صحیح ہے اسی طرح غیر مشتق کا نعت واقع ہو بھی درست ہے۔

قال الشارح **ای لغرض** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: غرض کی اضافت معنی کی طرف درست نہیں ہے اس لئے کہ غرض شیئی اس شیئ میں مرتب ہوتی ہے اور معنی یہ وضع پر مرتب نہیں ہوتا اس لئے کہ معنی تو وضع سے مقدم ہے۔

جواب: اگرچہ نفس معنی وضع سے مقدم ہوتا ہے لیکن دلالت الفظ علی المعنی پر وضع مقدم نہیں ہے بلکہ اس سے مؤخر اور اس پر مرتب ہے۔

ای فی: کہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عموماً کا نصب ظرفیت کی بنا پر ہے۔

قال الشارح **بان یدل** ۔سے ایک وہم کو دفع کرنا ہے

وہم: وہ وہم یہ تھا کہ شاید بعض استعمالات سے مراد بعض استعمالات عرب ہو۔

جواب: اس وہم کو دفع کر دیا کہ مراد یہ ہے کہ بعض مواضع معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت کرے اور بعض مواضع میں معنی حاصل فی المتبوع پر دلالت نہ کرے۔

قال الماتن **و توصف النکرہ** ۔سے ضابطے کا بیان

ضابطہ: صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جملہ خبریہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے اور جب جملہ خبریہ نکرہ کی صفت ہو اس کے اندر ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو نکرہ کی طرف راجع ہو۔

لا المعرفۃ: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ متن میں نکرہ کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے معرفہ سے اس لئے کہ جملہ خبریہ معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا۔

قال الشارح **التی ھی** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جملہ خبریہ نکرہ کی صفت واقع ہونا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ موصوف اور صفت بنایا جائے تو مطابقت نہیں رہے گی اس لئے کہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے اور نہ معرفۃ ہوتا ہے کیونکہ معرفہ نکرہ اسم کی صفات ہیں اور جملہ خبریہ مرکب ہوتا ہے۔

جواب : یہ بات صحیح ہے کہ جملہ خبریہ نہ نکرہ ہوتا ہے اور نہ معرفہ ہوتا ہے لیکن نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے لہذا اس کو نکرہ کی صفت بنانا صحیح ہے جملہ خبریہ نکرہ کے حکم اس لئے ہے کہ جس طرح نکرہ مفرد مبھم پر دلالت کرتا ہے اسی طرح جملہ خبریہ بھی مضمون مبھم پر دلالت کرتا ہے جیسے ضرب زید اس کا مضمون ضرب زید ہے یہ مضمون جملہ باعتبار تغلیظ اور تخفیف اور زمان اور مکان کے مبھم ہے۔

قال الشارح **لان الدلالة** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض توصف النکرہ بالجملة الخبریه کی دلیل پیش کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ معنی حاصل فی المتبوع پر دال ہو بدلالۃ المطابقۃ اور یہ بات جس طرح مفرد کے اندر پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ کے اندر بھی پائی جاتی ہے۔

قال الشارح **انما قید** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض جملہ کو خبریہ کے ساتھ اس لئے مقید کیا کہ جملہ انشائی صفت نہیں بن سکتا۔اس لئے کہ موصوف اگر نکرہ ہو تو صفت کا فائدہ موصوف کی تخصیص ہے اور موصوف اگر معرفہ ہو تو صفت کا فائدہ موصوف کی توضیح ہے پس صفت کا ثابت ہونا ضروری ہے تا کہ وہ موصوف کی تخصص یا توضیح کا فائدہ دے اور جملہ انشائی اس بات پر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد طلب ہوتی ہے۔اسی وجہ سے یہ صفت نہیں بن سکتا۔البتہ تاویل بعید کے ساتھ صفت بن سکتا ہے۔مثلاً جب کہا جائے جاء نی رجل اضربه تو اس کی تاویل اس طرح ہوگی جاء نی رجل مقول فی حقه اضر به۔

قال الشارح **ای مستحق** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ تاویل تب صحیح ہوگی جب یہ قول اس سے پہلے کسی ایک سے صادر ہوا ہو۔

جواب: مقول فی حقه اضربه سے مراد یہ ہے کہ ھو المستحق لان یؤمر بضربه۔

قال الشارح الا بتاویل بعید ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جس طرح جملہ انشائی میں تاویل کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ کے اندر بھی تاویل کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً ابوہٗ قائم جو کہ جاء نی زید ابوہٗ قائم کے اندر واقع ہے یہ قائم الاب کی تاویل ہے۔

جواب: اگرچہ جملہ خبریہ کے اندر تاویل بھی ہوتی ہے لیکن جملہ خبریہ کے اندر تاویل قریب ہوتی ہے اور جملہ انشائی کے اندر تاویل بعید ہوتی ہے جملہ خبریہ کے تاویل قریب اس لئے ہوتی ہے کہ وہ نفس جملہ میں ہوتی ہے بخلاف انشائیہ کے تو اس کے اندر تاویل نفس جملہ میں نہیں ہوتی بلکہ امر خارج عن الجملہ کے ملانے سے ہوتی ہے۔ جیسے جاء نی رجل مقول فی حقه اضربه اس میں مقول فی حقه خارج عن الجملۃ ہے۔

قال الشارح فیھا ۔ سے یلزم کے صلے کو بیان ہے۔

الراجع: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ جملہ جو نکرہ کے صفت بنے اس میں مطلق ضمیر کا ہونا لازمی نہیں بلکہ اس ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو نکرہ کی طرف راجع ہو۔ للربط سے ضمیر کے اندر ہونے کی علت کو بیان کررنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جملہ خبریہ جو نکرہ کی صفت بنے اس کے اندر ضمیر کا ہونا اس لئے لازم ہے کہ تاکہ موصوف اور صفت کے درمیان ربط پیدا ہو جائے جیسے جاء نی رجل قائم ابوہ اس میں رجل موصوف ہے اور قائم ابوہ اس کی صفت ہے اورہ ضمیر رابط ہے۔ اور جب جملہ کے اندر ضمیر نہ ہو تو چونکہ مستقل بنفسہا ہوتا ہے وہ غیر کے ساتھ ارتباط کا تقاضہ نہیں کرتا لہذا وہ موصوف کے اعتبار سے اجنبی ہوگا۔ لہذا اس کا صفت بنا صحیح نہ ہوگا۔ جیسے جاء نی رجل زید عالم۔

قال الشارح و یوصف بحال الموصوف ۔ صفت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صفت بحال الموصوف (۲) صفت بحال متعلق الموصوف۔

صفت بحال الموصوف : وہ ہے جوایسے معنی پر دلالت کرے جوذات موصوف میں پایا جائے جیسے مررت برجل حسن اس میں حسن یہ ذات موصوف یعنی رجل میں پایا جاتا ہے۔

صفت بحال متعلق الموصوف : وہ ہے جوایسے معنی پر دلالت کرے جواس کے بالذات موصوف کے متعلق میں پایا جائے اور بالاعتبار موصوف میں پایا جائے جیسے مررت برجلٍ حسنٍ غلامہ۔اس میں رجل کا حسن الغلام ہونا یہ ایسا معنی ہے جو رجل کے اندر پایا جاتا ہے اگر چہ بالاعتبار اس لئے کہ جس رجل کا غلام اچھا ہو وہ اس اعتبار سے اچھا ہے کہ اس کا غلام اچھا ہے۔

قال الماتن فالاول ۔صفت کی پہلی قسم یعنی صفت بحال الموصوف یہ دس (۱۰) چیزوں میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے وہ دس (۱۰) چیزیں یہ ہیں:

(۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (٤) تعریف (۵) تنکیر
(٦) افراد (۷) تثنیہ (۸) جمع (۹) تذکیر (۱۰) تانیث

قال الشارح ای اللنعت ۔سے فالاول کے مصداق کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اوّل سے مراد صفت بحال الموصوف ہے۔

قال الشارح یوجد منها ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تعریف اور تنکیر کے درمیان اور اسی طرح تذکیر و تانیث میں اور اسی طرح رفع نصب جر میں اور اسی طرح افراد تثنیہ جمع کے درمیان تناقض ہے تو صفت کی پہلی قسم ان دس (۱۰) چیزوں اپنے متبوع کے مطابق کیسے ہوسکتی ہے۔

جواب : ہر ترکیب میں بالفعل چار چیزیں پائی جائیں گی۔تعریف و تنکیر میں سے ایک اور رفع نصب جر میں سے ایک اور تذکیر و تانیث میں سے ایک اور افراد تثنیہ میں سے ایک۔رفعاً و نصباً و جراً اس لئے کہا کہ اعراب کی تین قسمیں ملا کر امور عشرہ بنتے ہیں۔اگر صرف اعراب مراد لیا جائے تو پھر امور عشرہ نہ ہونگے بلکہ امور ثمانیۃ ہونگے۔

قال الشارح الا ۔کہ کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ضابطہ مذکور کہ صفت بحال الموصوف امور عشرہ میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے۔

منقوض ہے۔امرأۃ جریح اور رجل علامۃ کے ساتھ اس لئے کہ ان کے اندر صبور اور جریح اور علامۃ یہ صفت بحال الموصوف ہیں حالانکہ موصوف اور صفت کے درمیان تذکیرو تانیث میں مطابقت نہیں ہیں۔

جواب : یہ ضابطہ مذکورۃ سے مستثنیٰ ہیں۔استثناء کا ضابطہ یہ ہے کہ جب صفت ایسا اسم ہو کہ جس میں مذکر اور مؤنث برابر ہوں جیسے فعول بمعنی فاعل جیسے رجل صبور بمعنی رجل صابر اور امرأۃ صبور بمعنی امرأۃ صابرۃ یا فعیل بمعنی مفعول جیسے رجل جریح بمعنی رجل مجروح اور امرأۃ جریح بمعنی امرأۃ مجروحۃ یا صفت مونث ہو جو مذکر پر جاری ہو جیسے علامۃ تو پھر صفت بحال الموصوف ان چار چیزوں میں اپنے موصوف کے مطابق ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ صرف تین میں مطابقت ضروری ہے۔رفع نصب جر میں سے ایک اور افراد تثنیہ میں سے ایک اور تعریف وتنکیر میں سے ایک تذکیرو تانیث میں مطابقت ضروری نہیں ہے۔

قال الشارح **والثانی ای النعت** ۔صفت کی دوسری قسم یعنی صفت بحال متعلق الموصوف وہ امور مذکورۃ میں سے فقط پہلے پانچ میں یعنی رفع نصب جر اور تعریف وتنکیر میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے اور باقی پانچ یعنی افراد تثنیہ جمع اور تذکیرو تانیث میں وہ فعل کی مثل ہے۔

ای النعت : سے ثانی کے مصداق کو بیان کرنا ہے۔

وھی الرفع : سے خمسیۃ کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ وہ رفع نصب جر اور تعریف و تنکیر ہے۔

قال الشارح **یوجد** ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : رفع نصب جر کے درمیان اور اسی طرح تعریف وتنکیر کے تناقض ہے تو پھر ان تمام چیزوں میں صفت بحال متعلق الموصوف اپنے موصوف کے تابع کیسے ہوگی۔

جواب : ہر ترکیب میں بالفعل دو پائی جائیں گی ان میں سے رفع نصب جر میں سے ایک اور

تعریف وتنکیر میں سے ایک۔

قال الشارح لشبهة۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض باقی پانچ میں فعل کی مثل ہونے کی علت کو بیان کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت بحال متعلق الموصوف امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کی مثل اس لئے ہے کہ وہ فعل کے مشابہ ہے۔

وجہ شبہ: یہ ہے کہ جس طرح فعل اپنے مابعد یعنی فاعل کی طرف مسند ہوتا ہے اسی طرح صفت بحال متعلق الموصوف بھی اپنے مابعد یعنی فاعل کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

یعنی بنظر: سے مولانا جامیؒ کی غرض صفت بحال متعلق الموصوف کے امور عشرہ میں سے باقی پانچ کے اندر فعل کی مثل ہونے کی وضاحت کرنا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت کے فاعل کو دیکھا جائے گا۔ اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو صیغہ صفت کو مفرد لایا جائے گا۔ خواہ فاعل مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے مررت برجل قاعد غلامه، اور مررت برجلین قاعدٍ غلامهما۔ اور مررت برجل قاعدٍ غلمانهم جیسا کہ جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے۔ خواہ فاعل اسم ظاہر مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے مررت برجل یقعد غلامه اور مررت برجلین یقعد غلامهما اور مررت برجال یقعد غلما نهم۔ اور اگر صفت کا فاعل مذکر ہو تو صیغہ صفت کو مذکر لایا جائے گا جیسے مررت بامرأةٍ قائم ابوها جیسا کہ جب فعل کا فاعل مذکر ہو تو فعل کو مذکر لایا جاتا ہے جیسے مررت بامرأة یقوم ابوها اور اگر صفت کا فاعل مونث حقیقی ہو اور درمیان فاصلہ نہ ہو تو صفت کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے مررت برجلٍ قائمةٍ جاریة جیسا کہ جب فعل کا فاعل مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ نہ ہو تو فعل کو مونث لانا واجب ہوتا ہے جیسے مررت برجلٍ تقوم جاریةٌ اور اگر صفت کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ ہو تو صفت کو مذکر لانا بھی جائز ہے۔ اور مونث لانا بھی جائز ہے۔ صفت کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو اس کی مثال جیسے مررت برجل معمور دره یامعمورة داره اور صفت کا فاعل مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ ہو جیسے مررت برجل قائم فی الدار جاریة، یاقائمه فی الدار جاریته' جیسا کہ جب

فعل کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ ہو تو فعل کو مذکر لانا اور مونث لانا دونوں جائز ہوتا ہے۔ فاعل مونث غیر حقیقی ہو جیسے مررت برجل یعمر دارہ یا تعمر دارہ اور فاعل مونث حقیقی ہو اور درمیان میں فاصلہ ہو جیسے مررت برجل یقوم فی الدار جاریتہ یا تقوم فی الدار جاریتہ۔

قال الشارح **فان قلت** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے جواب دینا ہے۔

سوال: جس طرح صفت بحال متعلق الموصوف امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے اسی طرح صفت بحال الموصوف بھی امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ صفت بحال الموصوف کا فاعل اس ضمیر کی مثل ہوتا ہے جو فعل کے اندر مستتر ہو اور موصوف کی طرف راجع ہو اور فعل جب ضمیر کی طرف مسند ہو تو اگر اس ضمیر کا مرجع مفرد مذکر ہو تو فعل کو مفرد مذکر لایا جاتا ہے اور اگر ضمیر کا مرجع تثنیہ ہو تو فعل کے ساتھ الف کو لاحق کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس ضمیر کا مرجع جمع مذکر ہو تو فعل کے ساتھ واو کو لاحق کیا جاتا ہے اور اگر اس ضمیر کا مرجع واحد مونث ہو تو فعل کو مونث لایا جاتا ہے۔ تو چونکہ صفت بحال الموصوف کا فاعل فعل کی ضمیر کی مثل ہے لہذا صفت بحال الموصوف کے اندر جو ضمیر ہوگی اگر اس ضمیر کا مرجع مفرد ہو تو اس کو مفرد لایا جائے گا اور اگر اس کا مرجع تثنیہ ہو تو صفت کے ساتھ الف کو لاحق کیا جائے گا اور اگر اس کا مرجع جمع مذکر عاقل ہو تو صفت کے ساتھ واو کو لاحق کیا جائے گا اور اگر اس ضمیر کا مرجع واحد مونث ہو تو صفت کو مونث لایا جائے گا۔ مثلاً نعت کی صورت میں یوں کہا جائے گا مررت برجل ضاربٍ مررت برجلین ضاربین اور مررت برجل ضاربین مررت باءأة ضاربة اور مررت با مرأتین ضارن اور مررت بنسوۃ ضاربات جیسا کہ فعل کی صورت میں کہا جائے گا مررت برجل یضرب اور مررت برجلین یضربان اور مررت برجالٍ یضربون اور مررت بامرأۃ تضرب اور مررت با مرأتین تضربان اور مررت بنسوۃ یضربن تو جب صفت بحال الموصوف بھی باقی

پانچ میں فعل کی مثل ہوتی ہے تو پھر صفت بحال متعلق الموصوف کی تخصیص کیوں کی۔

جواب: اس مقام میں دراصل موصوف کی طرف دونوں وصفوں کی نسبت کو بیان کرنا ہے تبعیت اور عدم تبعیت کے اعتبار سے چونکہ وصف اوّل امور عشرہ میں اپنے موصوف کے مطابق تھی (تابع) اوراس کا امور عشرہ میں سے باقی پانچ میں فعل کے مشابہ ہونا یہ اس کو اس تبعیت سے خارج نہیں کرتا اسی وجہ سے وصف اول میں صرف امور عشرہ میں تبعیت کے حکم پر اکتفاء کرلیا۔ بخلاف صفت ثانی کے کہ وہ امور عشرہ میں سے پہلے پانچ میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے اور آخری پانچ میں وہ موصوف کے ساتھ تابع نہیں ہوتی تو جب پہلی پانچ میں موصوف کے ساتھ تبعیت کے ساتھ حکم لگادیا تو آخری پانچ میں عدم تبعیت کے حکم پر اکتفاء نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ منضبط نہیں ہے کیوں کہ کہیں تو وصف کا افراد مناسب ہوتا ہے اور کہیں اس کی تذکیر مناسب ہوتی ہے اور کہیں اس کی تانیث بلکہ اس کی عدم تبعیت کا ایک ضابطہ بیان کردیا کہ وہ ظاہر مابعد کے اعتبار سے یعنی وہ اپنے متعلق کے اعتبار سے فعل کی مثل ہے تاکہ عدم تبعیت کے وقت بھی اس کا حال معلوم ہوجائے۔

قال الشارح **ومن ثم حسن قام رجل** ۔ سے ضابطہ مذکورۃ کہ وصف ثانی آخری پانچ چیزوں میں سے فعل کی مثل ہے اس پر تفریع کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ وصف ثانی باقی پانچ چیزوں میں فعل کی مثل ہے اسی وجہ سے قام رجل قاعد غلمانه یہ ترکیب حسن ہے جیسا کہ قام رجل یقعد غلمانه حسن ہے اس لئے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل مفرد لایا جائے گا۔ اور قام رجل قاعدة غلمانه یہ ترکیب بھی حسن ہے جیسا کہ قام رجل تقعد غلمانه یہ ترکیب بھی حسن ہے۔ کیونکہ غلمان فاعل ہے مونث غیر حقیقی ہے۔ اس لئے کہ جمع جماعت کی تاویل میں ہوتی ہے اور جب فاعل مونث غیر حقیقی ہو تو اس کو مونث لانا بھی صحیح ہوتا ہے۔ اور مذکر لانا بھی صحیح ہوتا ہے۔

وضعف قام رجل قاعدون غلمانه : یہ ترکیب ضعیف ہے اس لئے کہ یہ ترکیب قام رجل

یقعدون غلمانہ کی مثل ہے اور جس طرح وہ ضعیف ہے یہ بھی ضعیف ہے۔ اس لئے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ علامت تثنیہ یا جمع کا الحاق ضعیف ہوتا ہے۔

و یجوز قام رجل قعود غلمانه : یہ ترکیب جائز ہے نہ ضعیف ہے اس لئے کہ اگر چہ جمع ہے جیسے قاعدون جمع ہے اور غلمانہ فاعل اسم ظاہر ہے مگر چونکہ عدم صفت کی وجہ یہ ہے کہ یہ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے تو اسم مشابه للفعل کو مکسر کیا تو یہ لفظاً فعل کی موازنت اور مناسبت سے خارج ہو گیا اس لئے کہ فعل کی تکسیر نہیں ہیں کی جاتی تو پس یہ ترکیب قاعد غلمانہ کی مثل بھی نہیں ہے جو کہ حسن ہے، اور نہ یقعدون غلمانہ کی مثل ہے جو کہ ضعیف ہے اسی وجہ سے یہ ترکیب جائز ہے حسن بھی نہیں ہے اور ضعیف بھی نہیں ہے۔

قال الشارح **الا ان تخرج** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب یقعدون غلمانہ کی مثل میں بظاہر دو فاعل جمع ہیں تو اس کو ممتنع ہونا چاہئے نہ کہ ضعیف تو پھر اس پر ضعف کا حکم کیوں لگایا گیا؟

جواب :اس پر امتناع کا حکم اس لئے نہیں لگایا جا سکتا کہ اس میں تین طرح سے تاویل کی گئی ہے۔

(۱) واو اسم نہیں ہے بلکہ حرف ہے، جب واو اسم نہیں ہے تو اجتماع فاعلیت لازم نہ آیا کیونکہ فاعل اسم ہوتا ہے۔

(۲) واو فاعل ہے اور اسم ظاہر فاعل سے بدل ہے نہ کہ فاعل۔

(۳) اسم ظاہر فاعل نہیں ہے بلکہ وہ مبتدا ءِ مؤخر ہے اور فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ بن کر خبر مقدم ہے۔

قال الماتن **و الضمير لا يوصف** ۔ ضابطہ کا بیان

ضابطه : جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر موصوف واقع نہیں ہوتی۔

لان ضمير المتكلم : سے اس کی دلیل کا بیان ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب موصوف معرفہ ہوت وصفت کا فائدہ موصوف کی توضیح ہوتی ہے۔ چونکہ ضمیر متکلم اور مخاطب اعرف

المعارف ہونے کی وجہ سے توضیح کی محتاج نہیں ہے اس لئے ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

قال الشارح **وحمل علیھما** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تقریب تام نہیں ہے اس لئے کہ مدعیٰ یہ ہے کہ مطلق ضمیر موصوف نہیں بن سکتی خواہ وہ ضمیر متکلم ہو یا مخاطب ہو یا غائب اور دلیل جو دی ہے وہ ضمیر متکلم اور مخاطب میں جاری ہوتی ہے غائب میں جاری نہیں ہوتی۔

جواب: ضمیر غائب کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب پر محمول کیا گیا ہے طرداً للباب۔

قال الشارح **وعلی الوصف الموضح** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر وصف موضحہ کی محتاج نہیں لیکن وصف ذامہ اور وصف موکدہ اور وصف مادحہ کی طرف عدم احتیاج ثابت نہیں ہے۔لہذا ضمیر کو وصف مادحہ وغیرہ کے ساتھ موصوف ہونا چاہئے۔

جواب: وصف مادحہ اور ذامہ اور موکدہ کو محمول کیا گیا ہے وصف موضحہ پر طرداً للباب۔

قال الماتن **ولا یوصف بہ** ۔ضابطہ کا بیان

ضابطہ: جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر صفت بھی نہیں بن سکتی۔

لانہ لیس: سے اس دلیل کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صفت اس معنی پر دلالت کرتی ہے جو ذات موصوف کے ساتھ قائم ہو اور ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے ایسی معنی پر دلالت نہیں کرتی جو ذات موصوف کے ساتھ قائم ہو اسی وجہ سے ضمیر صفت نہیں بن سکتی۔

قال الشارح **وکانہ** ۔کافیہ کے بعض نسخوں میں یہ نہیں ہے شیخ رضیؒ نے اسی نسخے سے شرح کی اور ایک اعتراض نقل کیا کہ مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ وہ اس ضابطے کو بیان کرتے پھر از خود جواب دیا کہ چونکہ یہ ضابطہ بعد والے ضابطے یعنی والموصوف سے سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے مصنف نے اس کو بیان نہیں کیا۔بعض شارحین نے شیخ رضیؒ پر اعتراض کیا کہ شیخ رضیؒ کا یہ عذر درست نہیں ہے اس لئے کہ متن کے اندر یہ ضابطہ ہے۔

وكانهٔ لم يقع: سے مولانا جامی نے جواب دیا کہ بعض نسخوں میں یہ ضابطہ نہیں ہے اور شیخ رضیؒ کی نظر اس پر پڑی اسی وجہ سے شیخ رضی نے یہ اعتذار پیش کیا۔ باقی و لا يوصف به و الموصوف اخص سے اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ ضمیر اعراف المعارف ہے پس اگر ضمیر کو صفت بنایا جائے تو موصوف سے اخص ہو جائے گی اس سے معلوم ہوا کہ ضمیر صفت نہیں بن سکتی اس لئے کہ موصوف صفت سے اخص یا اس کے مساوی ہوتا ہے۔

قال الشارح ای الموصوف۔ ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ ضابطہ منقوض ہے حیوان ناطق کے ساتھ اس لئے کہ حیوان موصوف ہے حالانکہ یہ نہ صفت سے اخص ہے اور نہ مساوی ہے بلکہ اس سے اعم ہے۔

جواب: مراد موصوف سے موصوف معرفہ ہے اور حیوان نکرہ ہے۔

قال الشارح اشد اختصاصاً۔ سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: الحیوان الناطق میں الحیوان موصوف معرفہ ہے اس کے باوجود نہ یہ صفت سے اخص ہے اور مساوی ہے بلکہ اس سے اعم ہے۔

جواب: اخص سے مراد اخص من حیث الصدق نہیں ہے بلکہ اخص سے مراد اشد اختصاصاً بالتعريف و المعلوميت من الصفت ہے۔ یعنی موصوف کی تعریف بہ نسبت صفت کی تعریف اور معلومیت کے زیادہ ہو اور الحیوان الناطق یہ من قبیل المساوی ہے کیوں کہ دونوں کی تعریف لام سے حاصل ہو رہی ہے۔

لانه لو لم يكن: والموصوف اخص کی دلیل کا بیان ہے کہ صفت اور موصوف میں مقصود اصلی موصوف ہوتا ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ موصوف صفت سے اکمل ہو یا اگر اس سے اکمل نہ ہو تو کم از کم اس کے مساوی ہو اور اس سے کم درجے تو نہ ہو۔ ورنہ غیر مقصود کی مقصود پر فوقیت لازم آئے گی جو کہ جائز نہیں ہے۔

والمنقول عن ... سے تعریف کے مراتب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ سے منقول

ہے اور جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ اعرف المعارف ضمائر ہیں اور پھر اعلام ہیں اور پھر اسماء اشارہ ہے اور پھر معرّف باللام اور موصولات ان کے درمیان مساوات۔

قال الماتن **ومن ثم لم یوصف ذواللام** ۔سے ضابطہ مذکورہ یعنی والموصوف اخص پر صاحب کافیہ تفریع کا بیانکر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ موصوف صفت سے اخص یا اس کے مساوی ہوتا ہے اسی وجہ سے معرّف باللام کی صفت معرّف باللام ہی لائی جائے گی یا موصول اس لئے کہ موصول اس حیثیت سے معرّف باللام کے مماثل اور مشابہ ہے کہ دونوں کے درمیان مساوات فی التعریف ہے۔اب اگر معرب باللام کی صفت موصول لائی جائے تو بھی موصوف اور صفت کے درمیان مساوات ہو جائے گی۔معرّف باللام کی صفت معرّف باللام کی مثال جاء نی الرجل الفاضل معرف باللام کی صفت موصول ہو جیسے جاء نی الرجل الذی کان عندک امس او بالمضاف الی مثله یعنی یا معرّف باللام کی صفت یا مضاف الی المعرف باللام کے ساتھ لائی جائے گی خواہ وہ بلا واسطہ یعنی مضاف اور مضاف الیہ معرف باللا کے درمیان کوئی فاصلہ ہو یا نہ ہو، فاصلہ نہ ہو اس کی مثال جیسے جاء نی الرجل صاحب الفرس اس میں مضاف یعنی صاحب اور مضاف الیہ الفرس کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہے اور فاصلہ ہو ا کی مثال جیسے جاء نی الرجل صاحب لجام الفرس اس میں مضاف یعنی صاحب اور مضاف الیہ یعنی لفرس کے درمیان لجام کا فاصلہ ہے۔

قال الشارح **لان تعریف المضاف** ۔سے معرف باللام کی صفت مضاف الی معرف باللام کے صحیح ہونے کی علت کا بیان ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی ہوتی ہے اور غیر سیبویہ یعنی مبرد کا مذہب یہ ہے کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف سے انقص ہوتی ہے۔پس اگر معرف باللام کی صفت مضاف الی معرف باللام لائی جائے تو سیبویہ کے مذہب کے مطابق موصوف صفت کے مساوی ہو جائے گا اور غیر سیبویہ کے مذہب کے مطابق صفت موصوف سے انقص ہو جائے گی تو

لہذا والموصوف والا ضابطہ اپنے حال پر باقی رہے گا۔

قال الشارح **بخلاف سائر** ۔اس کا تعلق و لم یوصف باللام کے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ معرف باللام اور موصول کے علاوہ باقی معارف ان سے اخص ہیں اسی وجہ سے انکی صفت معرّف باللام اور موصول تو واقع ہوسکتی ہے لیکن بقیہ معارف میں سے کوئی واقع نہیں ہوسکتی ہے ورنہ صفت موصوف سے اخص ہو جائے گی۔

فلو وقع : اگر کہیں ایسا ہو کہ اخص غیر اخص کی نعت واقع ہو مثلاً معرف باللام کی صفت مضاف الی العلم واقع ہو جیسے جاءنی رجل صاحب زید صاحب ھذا المذھب کی صفت کے نزدیک وہ صفت پر محمول نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ بدل پر محمول ہوگا۔

قال الماتن **و انما التزم وصف باب ھذا** ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : والموصوف اخص او مساوٍ اس ضابطے کا تقاضہ یہ ہے کہ اسم اشارہ کی صفت اسم اشارہ اور معرف باللام اور موصول اور مضاف الی المعرف باللام اور مضاف الی الموصول واقع ہونا صحیح ہونا چاہئے اسم اشارہ تو اس لئے کہ اس وقت موصوف صفت کے مساوی ہو جائے گا جیسا کہ ظاہر ہے۔اور معرف باللام اور موصول اس لئے کہ انکی تعریف اسم اشارہ کی تعریف سے انقص ہے لہذا اس صورت میں موصوف میں صفت سے اخص ہو جائے گا اور مضاف الی المعرف باللام اور مضاف الی الموصول یہ اس لئے کہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی ہوتی ہے یا اس سے انقص ہوتی ہے لہذا موصوف صفت، سے اخص ہو جائے گا۔تو پھر اس بات کی کیا وجہ کہ اسم اشارہ کی صفت کے لئے معرف باللام کو خاص کرلیا گیا ہے۔

جواب : اسم اشارہ میں بحسب الوضع ابہام ہوتا ہے جو جنس کو بیان کرنے کا مقتضی ہوتا ہے تو پس جب اس کے ابہام کو رفع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو یہ اس کی مثل کے ساتھ متصور نہیں ہو سکتا۔اس لئے کہ وہ تو خود مبہم ہے وہ دوسرے کے ابہام کو کیسے رفع کرے گا۔اس لئے اسم اشارہ کی صفت اسم اشارہ واقع نہیں ہوسکتا۔اور مضاف الی معرف باللام اور مضاف الی الموصول ان کے

ساتھ بھی ابھام کو رفع کرنا نامناسب ہے اس لئے کہ خود مضاف کے اندر ابھام ہوتا ہے وہ اپنا ابھام مضاف الیہ کے ذریعے رفع کرتا ہے۔ اب اس کے ذریعے سے ابھام رفع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ استعارہ من المستعیر اور سوال من المحتاجَ الفقیر کی مثل ہے تو چونکہ اسم اشارہ بھی اسم اشارہ کی صفت نہیں بن سکتا اور مضاف الی المعرف باللام اور مضاف الی الموصول بھی اسکی صفت واقع نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے معرف باللام متعین ہوا۔

لتعیینه في نفسه: یعنی اس اعتبار سے کہ لام تعریف کے لئے موضوع ہے پس معرف باللام معرفہ بنفسہ ہو جائے گا اور جنس پر دلالت کرے گا۔

قال الشارح و حمل ۔سے سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جس طرح اسم اشارہ کی صفت معرف باللام واقع ہو سکتی ہے اسی طرح موصول اپنے صلے کے ساتھ مل کر صفت بن سکتا ہے جیسے مررت بهذا الذی کرم اس میں الذی کرم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر ھذا کی صفت ہے پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہوا کہ اسم اشارہ کی صفت معرف باللام ہی لائی جائے گی۔

جواب: یہ معرف باللام پر محمول ہے اس لئے کہ موصول اپنے صلے کے ساتھ مل کر اس ابھام کو رفع کرنے میں معرف باللام کی مثل ہے۔

قال الشارح و من ثم ضعف ۔یہ ماقبل پر تفریع کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اس اشارہ کی صفت کا التزام معرف باللام کے ساتھ یہ بیان جنس کے ذریعے ابھام کو رفع کرنے کے لئے ہے اس وجہ سے مررت بهذا الابیض یہ ترکیب ضعیف ہے اس لئے پھر اس کے ذریعے جنس مبھم واضح نہیں ہو رہی کیونکہ ابیض عام ہے یہ کسی جنس کے ساتھ خاص نہیں ہے لیکن ممتنع اس لئے نہیں کہ فی الجملہ ابھام جاتا رہا معلوم ہو گیا کہ یہ ابیض ہے اسود نہیں ہے اور مررت بهذا العالم یہ ترکیب حسن ہے اس لئے کہ اس کے ذریعے یہ بات واضح ہو گئی کہ مشار الیہ انسان بلکہ مذکر ہے کیونکہ عالم مذکر ہے۔

﴿بحث عطف بالحروف﴾

صاحب کافیہؒ دوسرے تابع عطف بالحروف کی بحث بیان کررہے ہیں۔

قال الماتن **العطف تابع** ۔صاحب کافیہؒ کی اس عبارت میں تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عطف بحرف وہ تابع ہے جونسبت سے مقصود ہو بمعہ اپنے متبوع کے

یعنی المعطوف: سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تابع کا حمل العطف پر صحیح نہں ہے اس لئے کہ تابع دلالت کرتا ہے ذات مع الوصف پر اور عطف فقط وصف پر تو اس صورت میں ذات مع الوصف کا حمل لازم آئے گا وصف پر جو کہ ناجائز ہے۔

جواب: یہاں عطف مبنی للمفعول ہے۔لہذا حمل صحیح ہو جائے گا۔

بالحرف: سے مولانا جامیؒ نے اشارہ کیا کہ عطف پر جو الف لام داخل ہے یہ عھد کا ہے۔ عطف سے عطف بالحرف ہے۔

قال الشارح **ای قصد نسبة** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: **مقصود** کی ضمیر راجع ہے تابع کی طرف اس سے معلوم ہوا کہ ذات تابع مقصود ہوتی ہے۔حالانکہ معاملہ ایسے نہیں ہے۔

جواب: یہاں مقصود کی نسبت تابع کی طرف مجازی ہے حقیقت میں معطوف کا نائب فاعل نسبت ہے پس یہ صفت بحال الموصوف سے نہیں بلکہ نعت بحال متعلق الموصوف کے قبیل سے ہے۔اب معنی یہ ہوگا معطوف وہ تابع ہے جس کی نسبت مقصود ہو اور نسبت میں تعمیم ہے کہ تابع کی نسبت کسی شیئ کی طرف ہو جیسے زید قائم ذاهب اس میں ذھاب کی نسبت زید کی طرف ہے یا کسی شیئ کی نسبت تابع کی طرف ہو جیسے جاءنی زید و عمرو اس میں مجیئت کی نسبت عمرو کی طرف ہے۔

قال الشارح **الواقعة فی الکلام** ۔ سے اشارہ کیا کہ الواقعہ پر جو الف لام ہے یہ

الف لام عہد کا ہے اس نسبت سے مطلق نسبت مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ نسبت ہے جو کلام میں واقع ہو۔

قال الشارح **فقوله فی النسبة** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو رفع کرنا ہے۔

وہم: وہ وہم یہ تھا کہ شاید بالنسبت متعلق ہو متلبس کے اس وقت مقصود بالنسبت کے ساتھ باقی توابع سے احتراز نہ ہوتا اس لئے کہ تلبس بالنسبت باقی توابع میں بھی موجود ہے۔ بلکہ یہ متعلق ہے اس قصد کے جو مقصود سے مفہوم ہو رہا ہے۔

ای کمایکون : سے ایک وہم کو رفع کرنا ہے۔

وہم: وہ وہم یہ تھا کہ شاید مع متبوعہ متعلق ہو بالنسبت کے اس لئے کہ وہی قریب ہے اس وقت مع متبوعہ کے ساتھ بدل سے احتراز نہ ہوتا۔

جواب: کہ مع متبوعہ یہ بالنسبت کے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ متعلق ہے اس قصد کے جو مقصود سے مفہوم ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ اس نسبت سے جس طرح تابع مقصود ہوتا ہے، اسی طرح متبوع بھی مقصود ہوتا ہے۔

نحو جاءنی : سے توضیح بالمثال کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جاءنی زید وعمرو میں عمرو، یہ معطوف بحرف ہے۔

فعمرو تابع: سے مثال کے ممثل لہٗ پر منطبق ہونے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مثال مذکور کے اندر عمرو معطوف بحرف ہے اس لئے کہ یہ معطوف ہے زید پر اور نسبت مجئی جو کہ کلام میں واقع ہے عمرو کی طرف اس نسبت مجئی کا قصد کیا گیا ہے جس طرح کہ اس نسبت مجئی کا زید کی طرف قصد کیا گیا ہے۔

قال الشارح **فقوله مقصود** ۔ سے فوائد قیود کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف بحرف کی تعریف کے اندر تابع بمنزل جنس کے ہے جو تمام توابع کو شامل ہے۔

مقصود بالنسبت بمنزل فصل اوّل کے ہے اس سے بدل کے علاوہ تمام توابع خارج ہو گئے۔

اس لئے کہ وہ مقصود نہیں ہوتے بلکہ ان کے متبوع مقصود ہوتے ہیں اور مع متبوعہ بمنزل فصل ثانی کے ہے۔اس سے بدل خارج ہوگیا اس لئے کہ اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود فقط بدل ہوتا اس کے متبوع کا ذکر بطور تمہید کے ہوتا ہے۔

قال الشارح **قیل** ۔ایک اعتراض کو نقل کرکے اجیب سے اس کا جواب دیتا ہے۔

سوال: کہ معطوف بحرف کی تعریف مذکور جامع نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ تعریف معطوف بلا اور معطوف ببل اور معطوف بلکن معطوف بام اور معطوف باما اور معطوف باو پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ ان حروف میں سے کسی ایک کے ساتھ جو معطوف ہو تو مقصود بالنسبت تابع اور متبوع دونوں نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے ایک ہوتا ہے۔

جواب: اجیب تعریف مذکور میں متبوع کے مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا ذکر تابع کے ذکر کیلئے بطور تمہید کے نہ ہو۔اور تابع کے مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ متبوع کے لئے بطور فرع کے نہ ہو یعنی غیر مستقل نہ ہو اور وہ معطوف اور معطوف علیہ جو ان حروف ستہ میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوں وہ دونوں مقصود بالنسبت بھذا المعنی ہوتے ہیں یعنی متبوع کا ذکر تابع کے ذکر کے لئے بطور تمہید کے نہیں ہوتا اور تابع متبوع کے لئے بطور فرع کے نہیں ہوتا۔

قال الشارح **و لماتم الحد** ۔سے سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

سوال: تعریف سے مقصود جمیع ماعدا سے امتیاز ہوتا ہے اور یہ مقصود ماسبق کے ساتھ حاصل ہو گیا۔لہذا یتوسط بینہ کے ساتھ اشتغال یہ اشتغال بمالا یعنی ہے۔

جواب: یتوسط بینہ یہ زیادتی ایضاح کے لئے ہے۔

قال الماتن **یتوسط بینه و بین متبوعه** ۔ صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ معطوف اور معطوف الیہ کے درمیان حرف عطف کا ہونا ضروری ہے۔

قال الشارح **و لم یکتف بقوله** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ معطوف بحرف کی تعریف یوں کرتا وھو تابع یتوسط بینه و بین متبوعه احد الحروف العشرة مقصود بالنسبت کو ذکر نہ کرتے اس لئے کہ تعریف سے مقصود دو جمعیت اور منعیت ہوتی ہے جو اس سے حاصل ہو جاتی ہے۔

جواب: حروف عاطفہ کبھی صفات کی درمیان واقع ہوتے ہیں جیسے جاء نی زید العالم و الشاعر و الدبیر اس میں شاعر اور دبیر صفتیں ہیں کہ جن پر حرف عطف داخل ہے۔ پس وہ صفت کہ جس پر حرف عطف داخل ہو تو اس کی دو جہتیں ہیں (۱) یہ زید کی صفت ہے جو کہ معطوف علیہ کے واسطے سے اس کے تابع ہیں۔ (۲) یہ صفت متقدمہ یعنی العالم پر معطوف ہونے کی وجہ سے اس کے تابع ہیں اور ان صفتوں پر جھت اولیٰ سے آپ کی بیان کردہ تعریف صادق آتی ہے کہ یہ زید کے تابع ہیں اس لئے کہ یہ صفت ہیں۔ اگر مقصود بالنسبۃ مع متبوعہ نہ ہوتا تو یہ صفات معطوف بحرف کی تعریف میں جھت اولی سے داخل ہو جاتیں حالانکہ یہ اس جھت سے معطوف نہیں ہے پس معطوف بحرف کی تعریف دخول غیر سے مانع نہ رہی۔

قال الشارح لان توسط ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب الشاعر اور الدبیر کے درمیان حرف عطف واقع ہے تو پھر الشاعر کو دبیر پر معطوف ہونا چاہئے اس لئے کہ دو چیزوں کے درمیان حرف عطف وہ ثانی کو اول پر یہ معطوف کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

جواب: دو چیزوں کے درمیان حرف عطف کا واقع ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ثانی کو اوّل پر عطف کرنے کے لئے ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ واو استنافیہ ہو یا وہ واو حالیہ ہو۔

قیل : سے مولانا جامیؒ کی غرض اس بات تائید کرنا ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا واقع ہونا جائز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علامہ زمخشری کی نے اپنی کتاب کشاف کی متعدد جگہوں میں واو موصوف اور صفت کے درمیان اتصال الصفت بالموصوف کی تائید کے لئے واو کے واقع ہونے کو جائز رکھا ہے۔

حکم المصنف: مزید تائید پیش کرتا ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا ہونا جائز ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مصنفؒ نے شرح مفصل میں استثناء کی مباحث میں یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قول وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا منذرون میں ولھا منذرون قریۃ کی صفت ہے حالانکہ درمیان میں واو عاطفہ موجود ہے تو پس اگر مصنفؒ اپنے قول یتوسط بینہ و بین متبوعہ احد الحروف العشرۃ پر اکتفاء کر لیتے اور مقصود بالنسبت کو ذکر نہ کرتے تو اس جیسی صفات معطوف بحرف کی تعریف میں وہ داخل جاتیں حالانکہ یہ معطوف بحرف نہیں ہیں۔

نقل عن المصنف: سے اس بات کی مزید تائید ہے کہ صفات کے درمیان حرف عطف کا ہونا جائز ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امالی شرح کافیہؒ میں مصنف سے منقول ہے کہ مصنفؒ نے یہ کہا ہے العاقل جو جاءنی زید العاقل میں واقع ہے یہ تابع ہے اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عشرۃ میں سے ایک حرف واقع ہے حالانکہ یہ حقیقت میں معطوف بحرف نہیں ہے بلکہ یہ اسی حالت پر ہے کہ جس حالت میں اس پر تھا یعنی صفت ہے اگر معطوف بحرف کی تعریف یوں کی جاتی العطف تابع یتوسط بینہ و بین متبوعہ احد الحروف العشرۃ تو بعض صفات معطوف بحرف کی تعریف میں داخل ہو جاتیں حالانکہ یہ معطوف بحرف نہیں ہیں۔

قال الشارح **وانما حسن** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب جاءنی زید العالم و العاقل میں العاقل معطوف نہیں ہے تو اس پر حرف عطف کا دخول ناجائز ہونا چاہئے پھر اس پر حرف عطف کیوں داخل ہے؟

جواب: صفات پر حرف عطف کا داخل کرنا اس لئے مستحسن ہے کہ صفات اور معطوفات کے درمیان مشابہت پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ جس طرح معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان تغایر ہوتا ہے اسی طرح موصوف اور صفت کے درمیان بھی تغایر ہوتا ہے۔

و قال بعضھم: بعض نحویوں نے کہا ہے کہ معطوف بحرف کی تعریف میں تابع یتوسط بینہ و بین متبوعہ احد الحروف العشرۃ پر اکتفاء نہ کرنے کی وجہ مذکور میں ایک اشکال ہے وہ یہ ہے

کہ وہ حروف جو صفات کے درمیان واقع ہوں وہ بھی عاطفہ ہیں اس لئے کہ وہ جس طرح غیر صفات میں جمع اور ترتیب پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح وہ صفات کے اندر بھی جمع اور ترتیب پر دلالت کرتے ہیں تو غیر صفات میں انکو عاطفہ قرار دینا اور صفات میں غیر عاطفہ قرار دینا یہ بغیر ضرورۃ داعیہ کے امر بعید کا ارتکاب ہے۔

قال الماتن **و اذا عطف علی الضمیر المرفوع** ۔ضابطے کا بیان

ضابطہ: جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی لفظ کا عطف کرنا مقصود ہو تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لائے جائے گی پھر عطف کیا۔

الضمیر: ترکیب کا بیان المرفوع صفت ہے موصوف محذوف کی جو کہ الضمیر ہے۔

لا المنصوب: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مرفوع کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے ضمیر منصوب اور مجرور سے۔

بارزاً کان او مستتراً: سے ایک وہم کو رفع کرنا ہے۔

وہم: وہ وہم یہ تھا کہ شاید ضمیر متصل سے مراد بارزہ اس لئے کہ مصنف نے مثال اسی کی دی ہے۔

جواب: بارزا سے اس وہم کو دفع کر دیا گیا ضمیر متصل میں تعمیم ہے خواہ بارز ہو یا مستتر ہو۔

لا المنفصل: سے اشارہ کیا ہے کہ متصل کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے منفصل سے۔

قال الشارح **و ذالک لانّ** ۔سے علت کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل جس فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے اس کی جزء کی مانند لفظاً بھی اور معناً بھی لفظاً اس طرح کہ یہ اس فعل کے ساتھ اس طرح متصل ہے کہ اس سے منفصل ہونا جائز نہیں اور معناً اس طرح کہ یہ فاعل ہے اور فاعل جزء کی مانند ہوتا ہے پس اگر تاکید کے بغیر اس پر کسی لفظ کا عطف کر دیا جائے تو ایسے ہوگا جیسے کلمے کے بعض حروف پر عطف کیا جائے اور یہ جائز نہیں ہے۔ لہذا اولاً ضمیر منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی جائے گی پھر اس پر عطف کیا جائے گا اس لئے کہ اس تاکید کے ساتھ یہ ظاہر ہو جائے گا کہ وہ متصل اگرچہ جزء کی مانند ہے لیکن وہ بھی حقیقت میں منفصل اور

مستقل ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بوقت تاکید اس کو اپنے فعل سے علیحدہ کر کے لانا جائز ہے پس ایک قسم کا استقلال حاصل ہو جائے گا۔

قال الشارح و لا یجوز ان یکون ۔ مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ اس لفظ کا عطف اس تاکید پر ہو مثلاً ضربت و انا و زید میں زید کا عطف ہو انا ضمیر پر۔

جواب : تاکید پر عطف جائز نہیں ہے اس لئے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس سے یہ لازم آئے گا یہ معطوف بھی تاکید کے لئے ہے جو باطل ہے اس لئے کہ مؤکد اور تاکید ایک دوسرے کا عین ہوتے ہیں اور مثال مذکور میں تاکید کا عین نہیں ہے۔

قال الشارح فان کان ۔ سے فوائد وقیود کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ متصل کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ضمیر مرفوع متصل نہ ہو بلکہ منفصل ہو جیسے ما ضرب الا انت و زید تو لفظاً فعل کی جزء مانند نہیں ہے۔ لہٰذا منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مرفوع کی قید اس لئے لگائی کہ ضمیر مرفوع متصل نہ ہو بلکہ منصوب متصل ہو جیسے ضربتك و زیدا تو اس پر عطف کرنے کے لئے بھی تاکید لانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ معنا جزء کی مثل نہیں ہے اس لئے کہ ففعل فاعل پر تام ہوتا جاتا ہے۔ مفعول تو فضلہ ہوتا ہے ضربت انا و زید یہ ضمیر مرفوع متصل بارز پر عطف کرنے کی مثال ہے اور زید ضرب ھو و غلامہ یہ ضمیر مرفوع متصل مستتر پر عطف کرنے کی مثال ہے۔

قال الماتن الا ان یقع فصل ۔ سے ضابطہ مذکورۃ سے استثناء کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے درمیان کوئی فاصلہ ہو تو ترک تاکید جائز ہے خواہ وہ فاصلہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو۔

لا نہ قد طال : سے استثناء مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فصل کے وجود سے کلام میں طوالت ہے اب اگر تاکید بالمنفصل کی جائے تو مزید طوالت ہو جائے گی حالانکہ کلام

میں مطلوب اختصار ہوتا ہے اس لئے تاکید کو چھوڑنے کے ساتھ اختصار مستحسن ہے۔

سوآء کان : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم : وہ وہم یہ تھا کہ شاید فصل سے مراد وہ فصل ہو جو حرف عطف سے پہلے اس لئے کہ مصنفؒ نے مثال اسی کی دی ہے۔

جواب : کہ فصل میں تعمیم ہے خواہ حرف عطف سے پہلے ہو یا حرف عطف کے بعد ہو حرف عطف سے پہلے کی مثال جیسے ضربت الیوم و زید اس میں زید کا عطف ہے تاءِ ضمیر مرفوع متصل پر جس میں الیوم کا فاصلہ ہے حرف عطف سے پہلے اور حرف عطف کے بعد کی مثال مااشرکنا ولا آبا، نا جس میں آبانا یہ معطوف ہے اشرکنا کی ناءِ ضمیر پر اور لا زائدہ ہے جو کہ نفی کی تاکید کے لئے ہے۔

قال الشارح و انما قال یجوز سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : صاحب کافیہؒ نے یجوز ترکہ کہا یجب ترکہ نہیں کہا۔

جواب : کبھی فصل کے باوجود منفصل کی تاکید لائی جاتی ہے۔ جیسے فکبکبو فیھا ھم و الغاوون اس میں الغاوون کا عطف ہے فکبکبو کی واو ضمیر پر اور فیھا یہ فاصل ہے اس کے باوجود ضمیر مرفوع منفصل یعنی ھم کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے اور کبھی تاکید نہیں لائی جاتی جیسے ضربت الیوم و زید جب یہ دونوں امر مساوی ہیں اسی وجہ سے مصنفؒ نے یجوز ترکہ کہا یجب ترکہ نہیں کہا۔

و اعلم ان مذھب : سے مولانا جامیؒ کی غرض جب ضمیر مرفوع تاکید کے بارے میں مذاہب کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں کل تین مذاہب ہیں۔

(۱) نحاۃ بصریین کا مذہب کہ تاکید بالمنفصل اولیٰ ہے۔ اور تاکید فصل کے بغیر عطف جائز ہے مگر قبیح ہے۔

(۲) نحاۃ کوفۃ کا مذہب تاکید اور فصل کے بغیر عطف بلا قبیح جائز ہے۔

(۳) صاحب کافیہ کا مذہب یہ ہے کہ تاکید بالمنفصل واجب ہے۔

سوال : تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مصنفؒ کے نزدیک تاکید بالمنفصل واجب ہے۔

جواب : یہ بات مفعول معہ کی بحث سے معلوم ہو چکی ہے۔

قال الماتن **واذا عطف علی الضمیر المجرور** ۔ ضابطے کا بیان

ضابطہ : جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کرنا مقصود تو معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے جیسے مررت بك و بزید. اس میں زید کا عطف ہے کاف ضمیر مجرور پر اس لئے معطوف یعنی زید پر جار کا اعادۃ کیا گیا ہے۔

قال الشارح **حرفاً کان او اسماً** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ کو چاہیئے تھا کہ اسم مضاف بھی ذکر کرتے اس لئے کہ اسم مضاف کا اعادہ بھی ضروری ہوتا ہے۔

جواب : خافض میں تعمیم ہے خواہ حرف ہو یا اسم ہو۔

لان اتصاف : سے مولانا جامیؒ کی غرض جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کرنا مقصود ہو تو معطوف پر جار کا اعادہ کرنے کی علت کو بیان کرنا ہے۔جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر مجرور کا اتصال اپنے جار کے ساتھ اس فاعل کے اتصال سے زیادہ ہے جو فعل کے ساتھ متصل ہو اس لئے کہ فاعل اگر ضمیر متصل نہ ہو تو اس کا انفصال جائز ہے جب کہ ضمیر مجرور اپنے جار سے منفصل ہوتی ہی نہں لہذا مجرور پر عطف مکروہ ہے اس لئے کہ یہ کلمے کے بعض حروف پر عطف کی مانند ہو جائے گا۔اسی وجہ سے معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے۔

قال الشارح **ولیس للمجرور ضمیر** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ایسے کیوں نہیں ہوسکتا کہ اولاً ضمیر منفصل کے ساتھ ضمیر مجرور کی تاکید لائی جائے پھر اس ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف کیا جائے جیسے کہ مرفوع متصل میں گذرا۔

جواب : مجرور کے لئے ضمیر منفصل ہے ہی نہیں کہ پہلے اس منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لائی

جائے پھراس پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے۔

قال الشارح **وفی استعارۃ المرفوع** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ کیوں جائز نہیں کہ مجرور منفصل کے لئے ضمیر مرفوع منفصل کا استعارہ کرلیا جائے اور پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ ضمیر مجرور کی تاکید لائی جائے پھراس ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے۔

جواب: ضمیر مجرور منفصل کے لئے مرفوع منفصل کے استعارہ میں مرفوع کی ذلت ہے اس لئے کہ مرفوع عمدۃ ہےاور مجرور فضلہ ہےتو فضلہ میں عمدہ کواستعمال کرنے میں عمدۃ کی ذلت ہے۔

قال الشارح **ولا یکتفی بالفصل** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: فصل کی صورت میں معطوف پر جار کا اعادہ واجب نہ ہو جیسے کہ ضمیر مرفوع متصل میں گذر چکا ہے۔

جواب: اختصار کی غرض سے ہی تاکید بالمنفصل کے ترک کے جواز میں فصل کی تاثیر تھی اور جہاں عدم منفصل کی وجہ سے تاکید بالمنفصل ممکن ہی نہیں ہےتو وہاں فصل کے لئے کوئی اثر متصور نہیں ہوگا اس لئے کہ فصل تو تاکید بالمنفصل کا خلیفہ ہے جب اصل عدیم الوجود ہونے کی وجہ سے ممکن ہےتو اس کا خلیفہ یعنی فصل بطریق اولیٰ ناممکن ہوگا۔اس لئے معطوف میں جار کا اعادہ واجب ہے۔مررت بك و بزید یہ جار کے اعادے کی مثال ہےاور المال بینی و بین زید یہ اسم مضاف کے اعادے کی مثال ہے۔

قال الشارح **وجرہ بالاول** ۔مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اس صورت میں تو ایک معمول پر دو مستقل عاملوں کا دخول لازم آتا ہےاور یہ باطل ہے۔

جواب: معطوف کی جر عامل اوّل کی وجہ سے ہےاور عامل ثانی معنیً کالعدم ہے۔اس کی دلیل عربوں کا قول ہے بینی و بینك اس لئے کہ بین مضاف ہوتا ہےمتعدد کیطرف اگر معطوف کی جر عامل ثانی کی وجہ سے ہواور وہ معنیً کالعدم نہ ہوتو لازم آئے گا کہ بین غیر متعدد کی طرف مضاف

ہوجائے جوکہ جائز نہیں ہے۔

قال الشارح **وقیل جرّہ** ۔بعض نحوی کہتے ہیں کہ معطوف کی جر عامل ثانی کی وجہ سے ہے جیسا کہ کفی با اللہ میں با زائدۃ ہے لیکن اس کے باوجود لفظ اللہ کی جر باء کی وجہ سے ہے۔

وھذا الذی: سے مولانا جامیؒ کی غرض جب ضمیر مجرور پر کسی اسم کا عطف رنا مقصود ہوتو معطوف پر جار کے اعادے کے لزوم کے بارے میں مذاھب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں دو مذھب ہیں۔

(۱) نحاۃ بصرۃ کا کلام منثور میں معطوف پر جار کا اعادہ لازم ہے اور کلام منظوم میں معطوف پر جار کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

(۲) نحاۃ کوفۃ کا کہ کلام منثور میں بھی معطوف پر جار کا اعادہ لازم نہیں ہے وہ استدلال کرتے ہیں اشعار سے۔

فان قیل: سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعراض کو نقل کر کے **قلنا** سے اس کا جواب دینا ہے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ اس بات کی کیا وجہ ہے کہ ضمیر مرفوع متصل پر کسی اسم کا عطف کرنے کے لئے تاکید بالمنفصل ضروری ہے لیکن ضمیر متصل کی تاکید لانے میں تاکید بالمنفصل ضروری نہیں ہے۔جیسے **جاءنی کلھم** اسی طرح ضمیر منفصل سے بدل بنانے کی صورت میں تاکید بالمنفصل ضروری نہیں ہے۔جیسے **اعجبتنی جمالک** اسی طرح اس بات کی کیا وجہ کہ ضمیر مجرور متصل پر کسی اسم کا عطف کرنے کے لئے معطوف پر جار کا اعادہ ضروری ہے لیکن ضمیر مجرور متصل کی تاکید کے لئے جار کا اعادہ ضروری نہیں ہے جیسے **مررت بك نفسك** اسی طرح ضمیر مجرور متصل سے بدل بنانے کے لئے جار کا اعادہ ضروری نہیں ہے جیسے **عجبت بك جمالك**۔

جواب: تاکید موکد کا عین ہوتی ہے اور بدل عام طور پر مبدل منہٗ کا کل یا اس کا بعض یا اس کا متعلق ہوتا ہے چونکہ بدل الغلط قلیل اور نادر ہے لہذا اس کا اپنے متبوع کے مغایر ہونا مضر نہیں ہے اس لئے کہ وہ قلت اور ندرۃ کی وجہ سے مرتبہ اعتبار سے ساقط ہے پس تاکید اور بدل یہ اپنے

متبوع کے لئے اجنبی نہیں ہوتے اور یہ اس سے منفصل بھی نہیں ہوتے اس لئے کہ ان کے اور ان کے متبوع کے درمیان کوئی فاصل متخلل نہیں ہے۔ لہذا ان کو اپنے متبوع کے ساتھ ربط دینے کے لئے کسی زائد مناسبت کو حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بخلاف عطف کے کہ وہ معطوف علیہ کے مغایر ہوتا ہے۔ اور معطوف معطوف علیہ کے درمیان عاطف متخلل ہوتا ہے لہذا معطوف کو اور معطوف علیہ کے ساتھ ربط دینے کے لئے یہ ضروری ہوا کہ مرفوع میں منفصل کے ذریعے متصل کی تاکید لائی جائے اور مجرور کے اندر جاء کا اعادہ کیا جائے تاکہ متصل مرفوع اتصال محض سے خارج ہو جائے منفصل کے ذریعے موکد ہو کر معطوف کے مناسب ہو جائے اور انضمام جار کے ساتھ مجرور کی مناسبت قوی ہو جائے۔

قال الماتن **و المعطوف فی حکم المعطوف علیه** ۔ضابطہ کا بیان

ضابطه: جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

فیما یجوزله : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم :وہ وہم یہ تھا کہ شاید مراد یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

جواب :جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ما یجوزله میں بھی اور ما یمتنع میں بھی۔

قال الشارح **من الاحوال** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ قاعدۃ منقوض ہے جاء نی انسان و بقر کے ساتھ اس لئے کہ معطوف علیہ کے لئے نطق جائز ہے۔ اور معطوف کے لئے نطق جائز نہیں ہے۔

جواب: مراد یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ان احوال میں جو معطوف علیہ کو عارض ہوں اور نطق انسان کے ذاتیات میں سے ہے اس کے احوال عارضہ میں سے نہیں ہے۔

قال الشارح **فلا یرد هذا النقض** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یہ قاعدہ منقوض ہے اعراب اور بناء اور تعریف و تنکیر کے ساتھ اس لئے کہ یہ معطوف

علیہ کے احوال عارضہ ہیں حالانکہ ان میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہوتا۔

جواب: مراد وہ احوال ہیں جو اس معطوف علیہ کو عارض ہوں ماقبل یعنی عامل کے لحاظ سے اور اعراب بناء وغیرہ یہ اس کو ماقبل کے لحاظ سے عارض نہیں ہوتے بلکہ اس کو ذات کے لحاظ سے عارض ہوتے ہیں۔

قال الشارح انما قلنا بشرط ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یہ قاعدہ منقوض ہے اس الحارث کے ساتھ جو یا رجل و الحارث میں واقع ہے اس لئے کہ حارث میں عن تجرد عن اللام نہیں پائی جاتی حالانکہ معطوف علیہ یعنی رجل کا مجرد من اللام ہونا یہ بالنظر الی ما قبلہ ہے اور وہ یاء ہے۔

جواب: معطوف علیہ کے احوال عرضہ میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ بشرطیکہ مقتضی احوال معطوف کے اندر منتفی نہ ہوں اور یا رجل و الحارث میں مقتضی احوال معطوف کے اندر منتفی ہیں اور وہ مقتضی لام کا کے ساتھ جمع ہونا ہے۔

وانما قلنا: سے مولانا جامیؒ کی غرض من الاحوال کی قید فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قید لگا کر ان احوال سے احتراز کرنا مقصود ہے جو معطوف علیہ کو عارض ہوں۔ اس کو اپنی ذات کے لحاظ سے جیسے اعراب اور بناء اور تعریف تنکیر اس لئے کہ ان احوال میں معطوف معطوف علیہ کے میں ہوتا ہے۔

وانما: سے مولانا جامیؒ کی غرض بشرط کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قید لگا کر یا رجل و الحارث کی مثل سے احتراز کرنا مقصود ہے اس لئے کہ حارث رجل پر معطوف ہے اور مجر عن اللام ہونے سے یہ اس کے حکم میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ چیز جو مجرد عن اللام ہونے کا تقاضہ کرتی ہے وہ الحارث میں منتفی ہے اور وہ چیز لام کا یا حرف ندا کے ساتھ جمع ہونا ہے۔

قال الشارح و اما نحو رُبَّ ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : قاعدہ مذکورۃ منقوض ہے رب شاۃ و سخلتھا کیساتھ اس لئے کہ اس میں معطوف کے اندر مقتضی احوال منتفی نہیں ہے اس کے باوجود معطوف معطوف الیہ کے حکم نہیں ہے کیونکہ معطوف علیہ یعنی شاۃ کا حال وہ اس کا نکرہ ہونا ہے۔ اور مقتضی احوال وہ اس کا مجرور بہ رب ہونا ہے۔ اور یہ مقتضی معطوف یعنی سخلتھا کے اندر موجود ہے اس کے باوجود سخلتھا نکرہ نہیں ہے۔ بلکہ ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے معرفۃ ہے مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دے۔

فبتقدیرہ : سے پہلے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سخلتھا یہ اضافت ذھنی پر محمول ہے اور اضافت ذھنی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی تو پس جس طرح معطوف علیہ نکرہ ہے اسی طرح معطوف بھی نکرہ ہے۔

او محمول : سے دوسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سخلتھا یہ ربہ رجلاً کی مثل ضمیر پر محمول ہے مطلب یہ ہے کہ سخلتھا کی ضمیر شاۃ مذکور کی طرف راجع نہیں ہے بلکہ مطلق شاۃ کی طرف راجع ہے اور معنی یہ ہے کہ رب شاۃ و سخلت شاہ اب بھی یہ نکرہ ہو جائے گا لیکن یہ حمل علی الشذوذ ہے اس لئے کہ عام طور پر ضمیر راجع ہوتی ہے بعینہ سابق کی طرف۔

و کذا المعطوف : سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک ضابطے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر معطوف افراد اور تعریف میں معطوف کی مثل ہو تو معطوف علیہ کے وہ احوال جو عارض ہو اپنی ذات کے لحاظ سے اور اس کے غیر یعنی ماقبل کے اعتبار سے تو ایسے احوال کے اندر بھی معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے یا زید و عمرو میں عمرو کی بناء واجب ہے اس لئے کہ زید کا ضمۃ یہ حرف ندا کے اعتبار سے ہے اور فی نفسہ اس کے مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے ہے اور عمر مفرد معرفہ ہونے میں زید کی مثل ہے اور یا زید و عبد اللہ میں عبداللہ کی بناء ممتنع ہے اس لئے وہ زید کی مثل نہیں ہے کیونکہ زید معرفہ ہے اور عبداللہ مضاف ہے۔

قال الماتن **و من ثمّ لم یجز** ۔ سے ضابطہ مذکورۃ پر تفریع کا بیان ہے۔ چونکہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ما یجوز لہ اور ما یمتنع لہ میں بھی اسی وجہ سے ما زید بقائم و

لا ذاهب عمرو اورما زید قائماً و لا ذاهب عمروا میں ذاهب پر رفع متعین ہے جس پر نصب اور جر جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کو منصوب پڑھا جائے تو اس کا عطف ہوگا قائماً پر اور اگر اس کو مجرور پڑھیں تو اس کا عطف ہوگا قائم پر پس یہ بواسطۂ عطف کے زید کی خبر ہوگا۔ حالانکہ ذاهب کا خبر ہونا ممتنع ہے اس لئے کہ معطوف علیہ یعنی قائم کے اندر ضمیر ہے جو راجع ہے ما کے اسم یعنی زید کی طرف اور معطوف اس ضمیر سے خالی ہے پس ذاهب پر رفع متعین وگا اس بناء پر کہ یہ خبر مقدم علی المبتدآء ہے اور وہ مبتدآء عمرو ہے پس یہ عطف الجملۃ علی الجملۃ کے قبیل سے ہو گا۔ اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

قال الشارح **ولما کان لقائل** ۔ سے شارح کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کا مصنفؒ نے انما جاز سے جواب دیا۔

سوال: قاعدہ مذکورہ یعنی معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہ منقوض ہے عربیوں کے قول الذی یطیر فیغضب زید ن الذباب کے ساتھ اس لئے کہ یطیر کے اندر ایک ضمیر ہے جو راجع ہے موصول کی طرف اور یغضب باوجود یہ کہ یطیر پر معطوف ہے لیکن ضمیر سے خالی ہے۔

جواب: یغضب پر جو فاء داخل ہے یہ فاء عاطفہ نہیں ہے بلکہ یہ فاء سببیہ ہے لہذا قاعدہ مذکورہ پر نقض وارد نہ ہوگا اس لئے کہ ہماری بحث عطف میں ہے۔

او یکون: سے دوسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فاء سببیہ اور عطف دونوں کے لئے ہے۔

قال الشارح **لکنها تجعل** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب فاء عطف اور سبب دونوں کے لئے ہے تو معنی عطف کی وجہ سے معطوف کے اندر عائد کا ہونا ضروری ہے۔

جواب: چونکہ سبب اور مسبب میں اتصال ہوتا ہے اسی وجہ سے یہ دونوں جملے جملہ واحدہ کی مثل ہوگئے ہیں۔ اذا یطیر دونوں جوابوں کے عتبار سے معنی یہ ہوگا کہ وہ چیز جب اڑتی ہے پس

غضب ناک ہو جاتی ہے زید مکھی ہے۔

او یفھم منھا : سے تیسرے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فاء سببیۃ کے لئے نہیں لیکن اس فاء سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جملہ اولی جملہ ثانیہ کے لئے سبب ہے اس لئے کہ فاء سببیۃ اندر بھی مستعمل ہوتا ہے پس سببیۃ کا معنی رابط ہو جائے گا دوسرے کسی رابطہ کی حاجت نہیں ہوگی اب معنی یہ ہوگا کہ وہ چیز اڑتی ہے تو غضب ناک ہو جانا اس کا زید وہ مکھی ہے۔

ویمکن : سے چوتھے جواب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فا عطف اور عطف کے اندر ضمیر مقدر ہے جو کہ موصول کی طرف راجع ہے اصل میں عبارت یوں تھی الذی یطیر فیغضب زید بطیر الذباب معنی یہ ہے کہ وہ چیز کہ اڑتی ہے غضب ناک ہو جاتا ہے اس اڑنے سے زید مکھی ہے۔

قال الماتن **و اذا عطف علی عاملین** ۔ضابطے کا بیان

ضابطہ: جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف نا جائز ہے جمہور کے نزدیک اس وقت جب معمول مجرور معمول منصوب مرفوع سے مقدم ہو تو پھر جائز ہے اور فرآء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ اور سیبویہ کے نزدیک یہ عطف مطلقاً نا جائز ہے۔

ای اذا اوقع : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عطف بمعنی اوقع کے ہے اور ضمیر مستتر کا مرجع عطف ہے

قال الشارح **بناء**۔

سوال : عطف عاملین پر نہیں ہوتا بلکہ معمولین پر ہوتا ہے تو پھر مصنف کی عبارت علی کو عطف صلہ کیسے بنانا صحیح ہے۔ سے مولانا جامیؒ نے اس کے تین جواب دیے۔ بناء سے پہلے جواب کا بیان ہے۔ قال سے دوسرے جواب کا بیان ہے اور اکثر الشارحین سے تیسرے جواب کا بیان ہے۔

جواب اول : کا حاصل یہ ہے کہ یہ اعتراض تب وارد ہوتا ہے کہ جب علی صلے کے لئے ہوتا

ہے حالانکہ یہ علی صلے کے لئے نہیں ہے بلکہ علیٰ بنائیہ ہے اور عاملین کا مضاف محذف ہے جو کہ وجود اور معنی یہ ہے کہ اسمین کا جب عطف کیا جائے عاملین کے وجود پر بناء پر بان عطف سے عاملین کے وجود کی بناء رعطف کی صورت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی صورت یہ ہیں کہ دو اسموں کا عطف کیا جائے عاملین کے معمولین پر عاطف واحد کے ذریعے۔

وقال سے دوسرے جواب کا بیان ہے

جواب ثانی: جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں پر عطف اصطلاحی معنی پر محمول نہیں ہے بلکہ یہاں پر عطف لغوی معنی پر محمول ہے جس کا لغوی معنی ہوتا ہے امالۃ اور کلمۃ علی بمعنی نحو اور جانب کے ہے اب مطلب یہ ہوگا کہ دو اسموں کو مائل کیا جائے عاملین کی طرف۔

بان یجعل: سے اس کی صورت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی صورت یہ ہیں کہ دو اسموں کو عاطف واحدہ ذریعہ عاملین معمول بنادیا جائے۔

اکثر الشارحین سے تیسرے جواب کا بیان ہے۔

جواب ثالث: مصنفؒ کی عبارت میں عاملین کا مضاف محذوف ہے جو کہ معمولین اصل میں عبارت یوں تھی و اذا عطف علیٰ معمولی عاملین کہ جب دو عاملوں کے دو معمولوں پر عطف کیا جائے۔

و انما قال علی: سے مولانا جامیؒ کی غرض عاملین کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عاملین کی قید لگا کر مصنفؒ نے احتراز کیا عامل واحد کے دو مختلف معمولوں پر عطف سے اس لئے کہ عامل واحد کے مختلف معمولوں کا عطف بالاتفاق جائز ہے جیسے ضرب زید عمروا وعمرو خالداً ۔اس میں عامل واحد اور یعنی ضرب کے دو معمولوں یعنی زید اور عمرو پر دو اسموں یعنی عمرو اور بکر کا عطف کیا گیا ہے۔اور یہ جائز ہے اور اذا عطف علی عوامل علی اکثر من اثنین اس لئے نہیں کہا کہ اگر عامل دو سے زائد ہوں تو پھر یہ عطف بالاتفاق ناجائز ہے۔

ای غیر متحدین: سے مختلفین کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ یہاں مختلفین غیر متحدین

کے معنی میں ہے۔

با ن لا یکون : سے متحد نہ ہونے کی صورت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ... کی صورت یہ ہے کہ ثانی اوّل کا عین نہ ہو۔

وذالك لدفع: سے مختلفین کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قید لگا کر مصنفؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے وہ وہم یہ ہوسکتا تھا کہ شاید ضرب ضرب زید عمروا و بکر خالد اس باب سے ہو کہ اس میں دو عامل ہیں اور دو عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف کیا گیا ہے۔ لہذا یہ نا جائز ہونا چاہئے حالانکہ یہ اس باب سے نہیں ہے اس لئے کہ اس میں عامل متعدد نہیں ہیں۔ اور عامل وہ ضرب اوّل ہے اور ضرب ثانی اس کی تاکید ہے۔

قال الشارح و ذالك العطف ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف کرنے کی مثال پیش کرنا ہے کہ جیسے عربیوں کا قول ہے ما کل سوداء تمرةً و بیضآء شحمةً اس میں ما مشابہ بلیس ہے کل مضاف سوآء مضاف الیہ ہے مضاف مضاف الیہ ملا ما کا اسم ہے اور تمرةً اس کی خبر ہے۔ پس اس میں دو مختلف عامل پائے گئے۔ (۱) ما (۲) کل۔ بیضاء عطف ہے سودآء پر جو کہ کل کا معمول ہے۔ اور شحمة معطوف ہے تمرةً پر جو ... کا معمول ہے پس اس میں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف لازم آیا اور جیسے شاعر کا قول ہے اکل امرءِ تحسبین اس میں ہمزہ استفہامیہ کل مضاف ہے امرء کی طرف مضاف مضاف الیہ ملا مفعول بہ مقدم ہے تحسبین کا اور امرأ مفعول بہ ثانی ہے پس اس میں دو مختلف عامل پائے گئے۔ (۱) کل (۲) تحسبین اور نار یہ معطوف ہے امرء پر جو کہ کل کا معمول ہے اور ناراً یہ معطوف ہے امرًا پر جو کہ تحسبین کا معمول ہے پس اس میں دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف لازم آیا۔

قال الشارح فهذا و ان کان ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : مصنفؒ کا قول و اذا عطف اور لم یجز میں میں تناقض ہے اس لئے کہ پہلے قول

سے عطف کا جواز مفہوم ہوتا ہے اور دوسرے قول سے عطف کا عدم جواز مفہوم ہوتا ہے۔

جواب: واذا عطف سے مفہوم ہو رہا ہے مراد جواز بحسب الصورۃ ہے اور لم یجز سے مراد عدم جواز بحسب الحقیقت ہے۔

لاالحرف: سے عطف مذکور کے عدم جواز کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حرف عطف عامل کے قائم مقام ہوتا ہے اور ایک حرف عطف دو مختلف عاملوں کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے یہ عطف ناجائز ہے۔

خلافاً للفرّآء: فان سے فرّآء کے اختلاف کی وضاحت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فرآء اس عطف کو بحسب الحقیقت بھی جائز رکھتا ہے جس طرح کہ بحسب الصورۃ جائز ہے اور وہ مثالیں جو اس عطف کی صورت پر وارد ہیں ان میں فرآء تاویل بھی نہیں کرتا۔ جیسا کہ سیبویہ تاویل کرتا ہے اور وہ مثالیں جو اس عطف کی صورت پر وارد ہیں ان پر بھی اکتفاء نہیں کرتا بلکہ ان کو بھی جائز رکھتا ہے اور ان کے غیر کو بھی جائز رکھتا ہے۔

وعدم جواز: سے جمہور کے نزدیک عطف مذکور کا ناجائز ہونا اور فرآء کے ساتھ جمہور کا اختلاف جمیع مواد میں جاری ہوتا ہے ہاں مگر ایک صورت میں وہ یہ ہے کہ معمول مجرور معمول مرفوع منصوب سے مقدم ہو تو اس صورت کے اندر فرآء کے ساتھ اختلاف نہیں ہے۔ جیسے فی الدار زید و الحجرۃ عمرو۔ اس مثال کے اندر معمول مجرور معمول مرفوع سے مقدم ہے اور معمول مجرور معمول منصوب سے مقدم ہو اس کی مثال جیسے ان فی الدار زیداً او الحجرۃ عمرواً۔

لمجیئه: سے اس صورت کے جواز کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ صورت اس لئے جائز ہے کہ عربیوں کے کلام میں یہ صورت پائی جاتی ہے لیکن یہ جواز صورت سماء پر بندر ہے گا اس لئے کہ یہ خلاف قیاس ہے۔ اور وہ چیز جو خلاف قیاس مسموع ہو وہ سماع پر بند ہوتی ہے۔

قال الماتن **خلاف للسیبویه فانه لا یجوز** اس سے سیبویہ کے اختلاف کی

وضاحت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سیبویہ اس صورت کے اندر بھی اس عطف کو بحسب الحقیقت جائز نہیں رکھتا بلکہ وہ ان میں تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اس امر پر محمول ہے کہ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب اوّل پر باقی رکھا گیا ہے چنانچہ والحجرۃ سے پہلے فی محذوف ہے جو کہ مضاف کے حکم میں ہے اس لئے کہ مضاف جس طرح اپنے معمول کو جر دیتا ہے اسی طرح فی بھی اپنے معمول کو جر دیتا ہے۔ پس جملہ کا عطف ہو رہا ہے جملہ پر جو کہ جائز ہے۔ اور اسی طرح بیضاء شحمۃ میں بیضاء سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ کل ہے اصل میں عبارت یوں تھی۔ ما کل سوداء تمرہ و کل بیضاء شحمۃ اور اسی طرح نارٍ سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ لفظ کل ہے اصل میں عبارت یوں تھی اکل امرء تحسبین امرا و کل نارٍ توقد باللیل نارا۔

نحو تریدون: سے مولانا جامیؒ کی غرض مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب اوّل پر باقی رکھنے کی نظیر کو بیان کرنا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے تریدون عرض الحیوۃ الدنیا واللہ یریدا الآخرۃ۔ اس میں آخرۃ سے پہلے مضاف محذوف ہے جو کہ عرض ہے اصل میں عبارت یوں تھی واللہ یرید عرض الاخرۃ مضاف کو حذف کور دیا اور مضاف الیہ کو اس کے اوّل پر باقی رکھا گیا۔ مضاف کا حذف ہونا یہ بعض قرآئتوں کی بناء پر ہے جن میں الآخرۃ مجرور ہے ورنہ اکثر قرآء اس کو منصوب پڑھتے ہیں۔

﴿بحث التاکید﴾

صاحب کافیہؒ تیسرے تابع تاکید کی بحث کو ذکر کیا ہے۔

قال الماتن **التاکید تابع یقر امر المتبوع** ۔صاحب کافیہؒ اس عبارت میں تعریف کو بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے حال کو اس کے منسوب یا منسوب الیہ ہونے میں سامع کے نزدیک ثابت کر دیتا ہے پس سامع کے نزدیک یہ امر محقق ہو جاتا ہے کہ اس نسبت میں منسوب یا منسوب الیہ متبوع ہے نہ کہ اس کا غیر۔

ای حاله و شانه : سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : امر کا لغوی معنی ہوتا ہے حکم کرنا اور اصطلاح میں امر اس صیغے کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے۔اور یہاں یہ دونوں معنی مقصود نہیں ہو سکتے۔

جواب : یہاں امر بمعنی حال اور شان کے ہے۔

عندالسامع : اس لئے کہا کہ متکلم کو تقریر کی ضرورت نہیں ہے۔

قال الشارح **یعنی یجعل** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : یقرر پر مشتق ہے تقریر سے اور تقریر اس کو کہا جاتا ہے جس کا دل سے تصور کیا جائے اور زبان سے اظہار کیا جائے اور تاکید کے لئے یہ متصور نہیں ہوسکتا۔

جواب : یہاں تقریر بمعنی تثبیت کے ہے یعنی وہ متبوع کے حال کو ثابت کردے۔

قال الشارح **ای فی کونه منسوبا او منسوبا الیه** ۔سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : اس زید ثانی پر صادق نہیں آتی جو کہ جاء نی زید زید میں واقع اس لئے کہ نسبت جاء نی میں ہے۔زید میں نہیں ہے حالانکہ زید ثانی تاکید ہے۔

جواب : نسبت سے مراد متبوع کا منسوب یا منسوب الیہ ہونا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جاء نی زید زید میں متبوع یعنی زید منسوب الیہ ہے۔

و ذالك اما لدفع : سے تاکید کے فائدے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید یا سامع سے غفلت کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے یا سامع کی متکلم کی نسبت غلط گمان کے دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے۔اور اس دفعیت کی صورت یہ ہے کہ منسوب الیہ کے لفظ کو مکرر لایا جائے جیسے ضرب ضرب زید یا منسوب کے لفظ کو مکرر لایا جائے جیسے ضرب ضرب زید اس کی وجہ سے سامع کی غفلت کا ضرر بھی دفع ہو جائے گا اور اس تکرار کی وجہ سے سامع کا متکلم کی نسبت یہ گمان بھی باقی نہ رہے گا کہ وہ غلطی کر رہا ہے۔

اولدفع ظنّ : یہ تاکید سامع کے متکلم کی نسبت اس گمان کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے

کہ متکلم کلام میں لفظ کے معنی حقیقی کو ترک کر کے مجاز کا ارتکاب کر رہا ہے یا یہ تجوز کا گمان من منسوب میں ہوگا جیسے زید قتیل قتیل اس میں قتیل منسوب ہے اس کو مکرر لا کر سامع کے اس گمان کو دفع کر دیا کہ شاید متکلم کے قتیل سے مراد ضرب شدید لی ہو یعنی قتیل سے مراد ضرب شدید نہیں ہے بلکہ قتیل سے مراد قتل ہی ہے پس اس وقت سامع کو گمان کو دفع کرنے کے لئے لفظ کا تکرار واجب ہے۔ تا کہ معنی حقیقی کے مراد ہونے میں کوئی شک باقی نہ رہے یا یہ تجوز کا گمان منسوب الیہ میں ہوگا اس لئے کہ بسا اوقات ایک شیء کی طرف فعل کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور مراد اس شیئے کے بعض متعلقات کی طرف فعل کی نسبت ہوتی ہے جیسے قطع الامیر اللص۔ اس قطع ید کی نسبت امیر کی طرف کی گئی ہے حالانکہ مراد اس کا غلام ہے اس لئے کہ امیر تو حکم کرتا ہے پس اسوقت منسوب الیہ کا تکرار واجب ہے خواہ وہ تکرار لفظاً ہو یا معنیً ہو۔ لفظاً ہو جیسے ضرب زید زید معناً ہو جیسے ضرب زید نفسہ اس کا مطلب وہی ہے جو ضرب زید زید کا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ بجائے زید کے اس کے ہم معنی لفظ کو ذکر کر دیا۔

اوفی الشمول: سے اس کا عطف ہے فی النسبۃ پر معنی تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو ثابت کر دے نسبت میں یا شمول میں ثابت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کہ متبوع اپنے تمام افراد کو اس حکم میں شامل ہے جو اس کے لئے ثابت ہے۔

دفعاً لتوهم: سے اس تاکید کے فائدے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تاکید سامع کے متکلم کی نسبت اس گمان کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے کہ متکلم مجاز ساتھ تکلم کر رہا ہے نفس منسوب الیہ میں سامع سے دفع ضرر غفلت وغیرہ کو ثابت نہیں کرتی بلکہ یہ تقرر اور اثبات متبوع کے اپنے افراد کو شامل ہونے میں ہوتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات فعل کی نسبت منسوب الیہ کے تمام افراد کی طرف رہتی ہے لیکن مراد اس کے بعض افراد کی طرف نسبت ہوتی ہے پس یہ وہم لفظ کل اور اجمع اور اس کے نظائر کو ذکر کرنے سے دفع ہو جائے گا پس تاکید کے تمام افراد کے لئے غرض یہی ہے یعنی تقریر المتبوع فی النسبت یا فی الشمول۔

قال الشارح **و اذا عرفت** ۔جب تاکید کی تعریف اور اس کا فائدہ معلوم ہو جس کا تواب اس کے فوائد وقیود کو بیان کرتے ہیں کہ تاکید کی تعریف میں یقرر امر المتبوع سے صفت اور بدل اور عطف بحرف خارج ہو گئے ۔ بدل اور عطف کا خارج ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ یہ دونوں المتبوع کی تقریر نہیں کرتے بلکہ بدل مقصود ہوتا ہے متبوع مقصود نہیں ہوتا۔اور معطوف بحرف میں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں اور صفت اس لئے خارج ہوگئی کہ اس کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے کہ جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے امر متبوع کی تقریر کے لئے نہیں ہے۔

قال الشارح **و افادتها توضيح** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : تقرير المتبوع یہ اس کی توضیح ہی ہے اور صفت موضحہ بھی اپنے متبوع کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے تو پھر یقرر عن المتبوع سے صفت کیسے خارج ہوگئی؟

جواب : بعض مواضع میں صفت کا اپنے متبوع کی توضیح کا فائدہ دینا یہ وضع کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ عارض استعمال کی وجہ سے ہے اور یہاں وضع کے اعتبار سے اس کو خارج کرنا مقصود ہے۔

فی النسبت او فی الشمول سے عطف بیان خارج ہوگیا اس لئے کہ عطف بیان اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے۔اور وہ متبوع کے امر کو مقرر اور ثابت کر دیتا ہے لیکن نسبت اور شمول میں نہیں بلکہ ذات کے لحاظ سے۔

قال الماتن **و هو لفظي و معنوي** ۔سے صاحب کافیہؒ تاکید کی تقسیم کو بیان کر رہے ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لفظی (۲) معنوی۔

ای التاکید : سے ھو ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع تاکید ہے۔

ای منسوب : سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لفظی کے آخر میں یا کہ نسبت کی ہے

لحصوله : سے لفظی کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظی کو لفظی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لفظ کے تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

ای منسوب: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ معنوی کے آخر میں یا کہ نسبت کی ہے

لحصوله: سے معنوی کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کو معنوی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ معنی کے لحاظ سے حاصل ہوتی ہے۔

فاللفظی: چونکہ لفظی تاکید لفظی او عامل لفظی اور اضافت لفظی کو شامل ہے تو مولانا جامیؒ نے اس ابہام کو دفع کرنے کے لئے اور مراد کی تعیین کے لئے منہ' کا اضافہ کیا کہ اس سے مراد تاکید لفظی ہے۔

قال الشارح **ای مکرّر** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اللفظی مبتدآء ہے اور تکریر اس کی خبر ہے اور خبر کا مبتدآء پر حمل ہوتا ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں ہے۔ ورنہ تو وصف کا ذات پر حمل لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب: یہاں تکریر مصدو مبنی للمفعول ہے لہذا اب حمل صحیح ہو جائے گا۔ اس لئے ذات مع الوصف کا حمل ذات پر صحیح ہوتا ہے۔

قال الشارح **و معادہٗ م** ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: تکرار کا اطلاق تاکید لفظی پر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ تکرار کا معنی ہوتا ہے ایک شیئ کو دو مرتبہ ذکر کرنا بلا فائدہ اور تاکید کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

جواب: یہاں تکرار سے مراد اعادہ ہے اور اعادہ عام ہے۔ خواہ اس میں فائدہ ہو یا نہ ہو حقیقتاً او حکماً۔۔ یہ تعمیم کر کے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے

سوال: تاکید کی یہ تعریف اس تاکید پر صادق نہیں آتی جو کہ ضربت انت اور ضربت انا میں واقع ہے۔ کیونکہ اس میں لفظ اوّل کا تکرار نہیں ہے۔ حالانکہ یہ تاکید ہے حقیقتاً و حکماً کی۔

جواب: [illegible] اوّل کا مکرر ہونا عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً ہو حقیقتاً ہو جیسے جاء نی زید زید حکماً ہو جیسے ضربت [illegible]ت اور ضربت انا ۔اس لئے کہ اس میں انت اور انا تاء ضمیر کے حکم میں ہیں کیونکہ ضمیر منفصل ضمیر متصل کے حکم میں ہوتی ہے۔ باقی یہاں لفظ اوّل کا حقیقتاً تکرار نہ ہونا یہ اس

وجہ سے کہ یہاں ایک مجبوری ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس کا تکرار متصلاً جائز نہیں ہے۔

قال الشارح ای التکریر ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: یجری ضمیر مستتر کا مرجع تاکید اصطلاحی ہے جب اس کا مرجع تاکید اصطلاحی ہے تو مصنفؒ کا قول یجری اور فی الالفاظ کلھا میں منافاۃ ہے اس لئے کہ تاکید اصطلاحی اسم کی قسم ہے اور فی الالفاظ کلھا یہ اسماء کو بھی شامل ہے اور افعال کو بھی شامل ہے اور حروف کو بھی شامل ہے مولانا جامیؒ نے اس کے دو جواب دیئے۔

جواب: ای التکریر سے پہلے جواب کا بیان ہے۔ اور ولا یبعد سے دوسرے جواب کا بیان ہے۔ پہلے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع تاکید اصطلاحی نہیں ہے بلکہ ضمیر کا مرجع تکریر مطلق ہے۔ دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع تاکید اصطلاحی ہے لیکن الالفاظ کلھا سے مراد فقط اسماء ہیں۔

قال الشارح و یکون ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب الالفاظ کلھا سے مراد فقط اسماء ہیں تو پھر کلھا کے ساتھ تعمیم اور تاکید کا کیا فائدہ

جواب: اس تعمیم سے مقصود تاکید لفظی کا اسماء متعددہ کے ساتھ عدم اختصاص ہے جیسا کہ تاکید معنوی الفاظ محصورۃ کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔

مختص: کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بالالفاظ المحصورۃ یہ مختص کے متعلق ہو کر مبتدا کی خبر ہے۔

ای معدوہ: محدودۃ سے محصورۃ کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ محصورۃ کا معنی ہے چند گنے چنے الفاظ

قال الشارح و ھی نفسہٗ و عینہ : سے تاکید معنوی کے الفاظ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاکید معنوی کے الفاظ یہ ہیں نفس، عین، کلا، کلتا، کل، اجمع، اکتع، ابتع، ابصع، بعض نے کہا ہے کہ ابضع ضاد کے ساتھ ہے۔ بعض نے کہا کہ حالت افراد میں ان کا کوئی

معنی نہیں ہوتا جیسے لفظ حسن اور بسن ان کا کوئی معنی نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ اکتع یہ مشتق ہے۔ حول کیتع سے جس کا معنی پورا سال اور ابصع صاد کے ساتھ یہ مشتق ہے۔ بصع العرق سے بمعنی پسینہ کہ پڑا اور ابضع ضاد کے ساتھ یہ مشتق ہے بضع سے بمعنی سیراب ہوا۔ اور ابتع یہ مشتق ہے بتع سے بمعنی گردن کا لمبا ہونا اس کے مغرز کا سخت ہونا۔

قال الشارح **و یمکن** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جب یہ الفاظ معانی اصلیہ سے معانی تاکیدیہ کی طرف منقول ہیں تو ان کے معانی درمیان کسی مناسبت کا ہونا ضروری ہے۔

جواب : تامل صادق اور پوری توجہ کے ساتھ ان کے معانی لغویہ اور معانی تاکیدیہ کے درمیان مناسبت کا استباط ناممکن نہیں ہے بلکہ ممکن ہے پس ابتع کے معنی لغوی قائم ہونے کے ہیں اور معنی اصطلاحی عموم کے ہیں اور عموم تمام الافراد و الاجزآء کو کہتے ہیں لہذا معنی لغوی اور معنی اصطلاحی کے درمیان مناسبت پائی گئی۔ اور ابصع صاد کے ساتھ کے معنی لغوی سیلان کے ہیں اور معنی تاکید عموم کے ہیں اور سیلان بھی عام ہوتا ہے تو معنی لغوی اور معنی تاکیدی کے درمیان مناسبت پائی گئی اور ابضع ضاد کے ساتھ لغوی معنی ہوتا ہے تمام الشرب اور معنی تاکیدی عموم کے ہیں اور عموم تمام الافراد و الاجزآء کو کہتے ہیں لہذا معنی لغوی اور معنی تاکیدی کے درمیان مناسبت پائی گئی اور ابتع کے معنی لغوی طول کے ہیں اور طول نام ہے امتداد کا اور معنی تاکیدی عموم کے ہیں اور عموم بھی امتداد وجودی ہے تو معنی لغوی اور تاکیدی کے درمیان مناسبت پائی گئی۔

فالاولان : تاکید معنوی کے الفاظ میں سے پہلے دو یعنی نفس اور عین عام ہیں یعنی افراد تثنیہ اور جمع اور مذکر مونث سب کے لئے استعمال ہوتے ہیں البتہ انکا صیغہ اور ان کے ساتھ کی ضمیر متبوع کے لحاظ سے بدلتی رہے گی اگر متبوع مفرد ہو تو ان کا صیغہ بھی مفرد اور اگر متبوع جمع ہو تو صیغہ بھی جمع ہوتا ہے اور ان کے ساتھ کی ضمیر بھی جمع ہوتی ہے اور اگر متبوع تثنیہ ہو تو ان کے ساتھ کی ضمیر تو تثنیہ ہوتی ہے اور ان کا صیغہ جمہور کے مذھب کے مطابق ان کو بصیغہ جمع اور بعض کے

نزدیک ان کو بصیغہ تثنیہ لایا جائیگا۔ چنانچہ واحد مذکر کے لئے نفسہ اور وحد مونث کے لئے نفسھا اور جمع مذکر عاقل کے لئے انفسھم اور ع جمع مونث اور جمع مذکر غیر عاقل کے لئے انفسھن استعمال ہوتے ہیں اور تثنیہ مذکر اور تثنیہ مونث کے لئے جمہور کے نزدیک انفسھما اور بعض کے نزدیک نفسا ھما اور عینا ھما کہا جائے گا۔

ای النفس و العین : سے فالاوّلان کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس سے مراد نفس اور عین ہیں۔

ای یقعان : سے یعمان کے معنی کو بیان کرنا ہے کہ یعمان یہ یقعان کے معنی میں ہے کہ نفس اور عین مفرد تثنیہ اور جمع مذکر مونث سب پر واقع ہوتے ہیں۔

افرادا و تثنیۃ و جمعاً : سے اختلاف صیغہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر متبوع مفرد ہو تو ان کو بصیغہ مفرد لایا جائے گا اگر متبوع تثنیہ ہو تو ان کو بصیغہ تثنیہ لایا جائے گا اور اگر متبوع جمع ہو تو ان کو بصیغہ جمع لایا جائے گا۔

اختلاف : کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ضمیر ھما یہ معطوف ہے صیغتھما پر۔

العائد الی : سے ضمیر کے فائدے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ ضمیر عائد ہوگی موکد متبوع کی طرف نفسہ

فی المذکو : سے تعیین کرنا ہے۔

قال الماتن و الثانی للمثنی ۔ تاکید معنوی کے الفاظ میں سے کلا ھما تثنیہ مذکر کے لئے اور کلتاھما تثنیہ مونث کے لئے

قال الشارح لما سمی النفس و العین ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : ہم تسلیم نہیں کرتے کہ کلا یہ ثانی ہے بلکہ کلا یہ ثالث ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر اس پر ثانی کا اطلاق کیسے صحیح ہوا؟

جواب: جب نفس اور عین تغلیباً اولین کے ساتھ موسوم ہو گئے جیسا کہ شمس اور قمر تغلیباً قمرین کے ساتھ موسوم ہو گئے ہیں تو اس لحاظ سے ثالث کا نام ثانی رکھ دیا ورنہ حقیقت میں یہ ثالث ہیں۔

قال الماتن **والباقی لغیر المثنی** ۔تاکید معنوی کے الفاظ میں سے نفس، عین، کلا، کلتا، کے علاوہ باقی یعنی کل اجمع وغیرہ یہ غیر تثنیہ یعنی مفرد اور جمع کے لئے مستعمل ہوتے ہیں

لفظ کل کی تفصیل: لفظ کل کے صیغے میں اختلاف نہیں ہوتا البتہ اس کے ساتھ کی ضمیر متبوع کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے چنانچہ واحد مذکر کے لئے کله جیسے قرئت الکتاب کله اور واحد مونث کے لئے کلها جیسے قرئت الصحیفة کلها اور جمع مزکر کے لئے کلهم جیسے اشتریت العبید کلهم اور جمع مونث کے لئے کلهن جیسے طلقت النساء کلهمن اور باقیوں کا صیغہ متبوع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے جیسے اجمع واحد مذکر کے لئے جمعاء واحد مونث کے لئے اور جمع مذکر کے لئے اجمعون اور جمع مونث کے لئے جمع کہا جائے گا۔قس علی هذا الباقیین چونکہ باقی تقاضہ کرتا ہے غیر باقی کا اسی وجہ سے مولانا جامیؒ نے بعد الثلاثة المذکورة کو ذکر کر دیا کہ وغیرہ باقی مذکورۃ تین ہیں۔

مفرداً کان اوجمعاً: سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم: وہ وہم یہ تھا کہ شاید غیر مقتضی سے مراد مفرد ہو اس لئے کہ وہی اصل ہے۔

جواب: کہ غیر مثنی سے مراد مفرد اور جمع دونوں ہیں۔

وهی: سے بواقی کے مصداق کا بیان ہے کہ وہ بواقی کل اجمع اکتع ابتع ابصع ہیں۔

قال الماتن **ولایوکذا** ۔ سے ضابطہ کا بیان

ضابطه: جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ اس چیز کی تاکید لائی جائے گی جو ذوا جزآء ہو اور اجزآ بھی ایسے ہوں کہ جن کا افتراق حساً صحیح ہو یا حکماً صحیح ہو۔

قال الشارح **مفرداً کان او جمعاً** ۔ کہ کر مولانا جامیؒ کی غرض ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم: وہ وہم یہ تھا کہ شاید ذوا جزآء سے مراد مفرد ہو اس لئے کہ وہی اصل ہے

جواب: کہ ذوا جزآء میں تعمیم ہے خواہ مفرد ہو یا جمع ہو۔

اذا الـکـلـیة: سے ایک شرط مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ذوا جزآء کی شرط اس لئے لگائی کہ کل کی کلیت اور اجمع کی اجتماع یہ ذوا جزآء میں ہی متحقق ہو سکتے ہیں۔

قال الشارح و لا حاجة الی ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کو چاہئے تھا کہ اجزآء کے ساتھ افراد کو ذکر کرتے اور یوں کہتے الاذو اجزآء و افراد اس لئے کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ انسان اور رجل کی تاکید لائی جاتی ہے۔

جواب: اجزآء کو ذکر کرنے کے بعد افراد کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے اس لئے کہ اجزآء افراد کو شامل ہیں اس لئے کہ جب کلی کے افراد ابحیثیت مجتمع لحاظ کیا جائے اور جب تک اس کے افراد اجزآء نہ ہو جائیں تو اس وقت تک اس کی تاکید کل اور اجمع کے ساتھ لانی صحیح نہیں ہوئی۔

یجب ان تکون: اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اجزآء اس حیثیت سے ہوں کہ ان کا افتراق صحیح ہو۔ خواہ حساً ہو جیسے قوم کے اجزآء یا حکماً ہو جیسے غلام۔

لیـکـون: سے شرط مذکور کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شرط مذکور اس لئے لگائی کہ تا کہ لفظ کل اور اجمع کے ساتھ تاکید کا فائدہ ہو جائے۔ اکرمت القوم کلهم یہ اس مؤکد کی مثال ہے جس کے اجزآء کا افتراق حساً صحیح ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص غلام کے نصف کو خریدے اور نصف ثانی نہ خریدے بخلاف جاء نی زید کله کے یہ کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ زید کے اجزاء کا افتراق نہ حساً صحیح ہے اور نہ حکماً صحیح ہے۔ اسی وجہ سے یہ جائز نہیں ہے۔

قال الماتن و اذا اکد الضمیر ۔ سے ضابطے کا بیان

ضـابـطـه: جس کا حاصل یہ ہے کہ جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی جائے تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس ضمیر متصل کی تاکید لائی جائے گی۔ پھر لفظ نفس اور عین کے ساتھ۔

بارزاً: سے وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم: وہ وہم یہ ہو سکتا تھا کہ شاید ضمیر متصل سے مراد ضمیر متصل بارز ہو اس لئے کہ مصنفؒ نے مثال اسی کی دی ہے۔

جواب: جس کا حاصل یہ ہے کہ مرفوع متصل میں تعمیم ہے۔ خواہ بارز ہو یا مستتر ہو۔

قال الشارح ای اذا کان ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مصنفؒ کا قول واذا اکد یہ شرط ہے اور اکد الثانی یہ جزآء ہے اور جزآء کا شرط یہ ترتب ضروری ہے اور یہاں پر ترتب نہیں ہے اس لئے کہ جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ہو گئی۔ پھر ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید اولاً کیسے لائی جا سکتی ہے۔

جواب: اذا اکد میں اکد سے مراد ارادہ تاکید ہے۔ یعنی جب لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا ارادہ کیا جائے اب جزآء کا شرط پر ترتب صحیح ہو جائے گا۔ جیسے ضربت انت نفسك

قنفسك: سے مثال کے ممثل لہ پر منطبق ہونے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں نفسک یہ تاء ضمیر مرفوع متصل کی تاکید ہے اسی وجہ سے پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لے آئے پھر لفظ نفس کے ساتھ۔

اذلاً: سے تاکید بالمنفصل کی شرط کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منفصل کے ساتھ تاکید کی شرط اس لئے لگائی کہ اگر پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے تو بعض صورتوں میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً جب ضمیر مرفوع مستتر کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ لائی جائے جیسے زید اکرمنی هو نفسه میں اگر پہلے ضمیر مرفوع منفصل یعنی ہو کے ساتھ تاکید نہ لائی جائے تو اب معلوم نہیں ہوگا کہ نفسه اس کا فاعل ہے اس میں ضمیر مستتر فاعل ہے اور یہ اس کی تاکید ہے چونکہ اس صورت کے اندر التباس لازم آتا ہے لہذا باقیوں کو اس پر قیاس کر دیا جائے گا تاکہ سارے باب کا حکم ایک ہو جائے۔

قال الشارح **و انما قید** ۔ سے فوائد قیود کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ متن کے اندر مرفوع کی قید احترازی ہے اس لئے کہ لفظ نفس اور عین کے ساتھ ضمیر منصوب اور مجرور کی تاکید تاکید بالمنفصل کے بغیر لائی جاسکتی ہے جیسے ضربتك نفسك اور مررت بك نفسك اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آئے گا اور متن میں متصل کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے ضمیر منفصل ہے اس لئے کہ ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ تاکید بالمنفصل کے بغیر لائی جاسکتی ہے جیسے انت نفسك قائم اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہیں آتا۔ نفس اور عین کی قید احترازی ہے اس سے احتراز ہے لفظ کل اور اجمعون سے اس لئے کہ کل اور اجمعون ے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید تاکید بالمنفصل کے بغیر لائی جاسکتی ہے۔ جیسے القوم جاءنی کلھم اجمعون اس لئے کہ اس صورت میں تاکید کا فاعل کے التباس لازم نہیں آئے۔

قال الشارح **لانّ** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : بعض صورتوں میں لفظ کل اور اجمع کے ساتھ تاکید لانے کی صورت میں التباس لازم آتا ہے فاعل کے ساتھ جیسے العبد اشتری کلہ اب اس میں معلوم نہیں ہو رہا کہ کلہ اشتری کا نائب فاعل ہے یا نائب فاعل ضمیر ہے اور کلہ اس کی تاکید ہے۔ لہذا دوسری بعض صورتوں کو ان پر قیاس کرلینا چاہیے۔ اور لفظ کل اور اجمعون کے ساتھ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لانے کے لئے تاکید بالمنفصل ضروری ہونی چاہئے۔

جواب : کل اور اجمعون کا عامل کے قریب ہونا قلیل ہے اور قریب نہ ہونا کثیر ہے اور التباس قرب کی صورت میں لازم آتا ہے لہذا اکثر کو قلیل پر قیاس نہیں کیا جاسکتا بخلاف نفس اور عین کے ان کا قرب کثیر ہے۔ اور عدم قرب قلیل ہے اسی وجہ سے وہاں قلیل کو کثیر پر قیاس کرلیا گیا ہے۔

قال الماتن **اکتع واخوہ** ۔ صاحب کافیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع کے تابع ہیں۔

یعنی اکتع : سے اخوۃ کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مصداق اتبع ابصع ہیں۔

بفتح الھمزۃ : سے ایک وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم : وہ وہم یہ تھا کہ شاید اتباع بکسر الھمزۃ ہو۔ لہذا یہ باب افعال کا مصدر ہوگا اور یہ حمل اکتع واخوہ پر درست نہ ہوگا اس لئے کہ مفرد کا جمع پر حمل جائز نہیں ہے۔

جواب : کہ اتباع بکسرۃ الھمزۃ نہیں ہے۔ بلکہ بفتح الھمزۃ ہے۔ اور اتباع بفتح الھمزۃ جمع ہے اب اس کا حمل صحیح ہے۔

قال الشارح علیٰ ما ھو المشھور ۔ شارحؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مشہور میں اس کو بکسر الھمزۃ پڑھنا جائز ہے حالانکہ اس کو بکسر الھمزۃ پڑھنا جائز نہیں ہے ورنہ مفرد کا حمل لازم آئے گا جمع پر جو کہ جائز نہیں ہے۔

جواب: اس کا تعلق بفتح الھمزۃ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اتباع کے ساتھ ہے یعنی مشہور یہ ہے کہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع کے تابع ہیں اور غیر مشہور یہ ہے کہ اجمع کے بغیر اس کیساتھ تاکید لائی جاسکتی ہے۔

یعنی تستعمل : سے تابع ہونے کے معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تابع ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ کلمات اجمع کے تابع ہو کر مستعمل ہوتے ہیں بالاصالۃ مستعمل نہیں ہوتے۔

لکونہ: سے تابع ہونے کی علت کا بیان ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اجمع کے تابع اس لئے ہیں کہ اجمع مقصود یعنی جمعیت پر ان سے زیادہ واضح طور پر دلالت کرتا ہے۔

قال الماتن فلا یتقدم ۔ سے ماقبل پر تفریع کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع کے تابع ہیں اسی وجہ سے یہ اجمع پر مقدم نہیں ہوتے اور اجمع کے بغیر ان کو ذکر کرنا ضعیف ہے۔

یعنی : سے فلا یتقدم کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا اکتع واخوہ ہیں۔

ای علی اجمع : سے علیہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع اجمع ہے۔

لو اجتمعت: ایک قید کا بیان ہے کہ اکتع ابتع ابصع یہ اجمع سے مقدم نہیں ہو سکتے اگر اس کے ساتھ جمع ہوں ذکر ھا ای ذکر اکتع کہ کر مولانا جامیؒ کی غرض ھم ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کو مرجع اکتع ہے۔ دونہ ای دون ذکر اجمع کہ کر دونہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع ذکر اجمع ہے۔

لعدم ظهوره: سے اکتع ابتع ابصع اور اجمع کے بغیر ذکر کرنے کی ضعف کی وجہ کو بیان کرنا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کو اجمع کے بغیر ذکر کرنا اس لئے ضعیف ہے کہ ان کی دلالت معنی جمعیت پر ظاہر نہیں ہے۔

و للزوم: سے دوسری وجہ کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں وہ چیز جو کہ تابع ہے اس کو اصل کے بغیر ذکر کرنا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

﴿بحث البدل﴾

صاحب کافیہؒ چوتھے تابع یعنی بدل کے بحث کو بیان کر رہے ہیں۔

قال الماتن البدل۔ بدل کی تعریف یہ ہے کہ بدل وہ تابع ہے جو اس نسبت سے جو اس کے متبوع کی طرف ہو رہی ہے متبوع کے بغیر مقصود ہو۔

قال الشارح ای لقصدا لنسبة۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مقصود کی ضمیر راجع ہے تابع کی طرف اور تابع کی ضمیر راجع ہے بدل کی طرف اس سے یہ معلوم ہوا کہ نفس بدل مقصود ہوتا ہے حالانکہ نفس بدل مقصود نہیں ہوتا مثلاً جاء نی زید اخوك میں نفس اخوك مقصود نہیں ہے۔

جواب: مقصود کا اسناد ضمیر بدل کی طرف مجازاً ہے حقیقت میں یہ مسند ہے نسبت کی طرف اور نسبت مقصود ہوتی ہے۔

ای دون المتبوع: سے دونہ کی ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع متبوع ہے۔

ای [illegible] سے حاصل معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نسبت نسب الی المتبوع

سے نسبت الی المتبوع ابتدآء مقصود نہیں ہوتا بلکہ مقصود نسبت الی التابع ہوتی ہے۔

قال الشارح **بل تکون** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب نسبت ما نسب الی المتبوع سے متبوع مقصود نہیں ہوتو پھر اس کو ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔

جواب: نسبت الی المتبوع نسبت الی التابع کے لئے بطور تمہید کے ہوتی ہے اسی وجہ سے متبوع کو ذکر کیا۔

قال الشارح **سواء کان** ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: ماتن کا قول ما نسب الی المتبوع سے متبادر یہ ہے کہ متبوع مسند الیہ ہو تو بدل کی یہ تعریف اس بدل پر صادق نہیں آئے گی جو کہ بدل مسند الیہ نہ ہو جیسے ضربت زید اخاک میں واقع ہے اس لئے کہ اس میں متبوع یعنی زیداً مسند الیہ نہیں ہے۔

جواب: ما نسب الی المتبوع میں تعمیم ہے خواہ مسند الیہ المتبوع یا مسند الیہ متبوع مسند الیہ کی مثال جیسے جاء نی زید اخوک میں مسند الی المتبوع ہونے کی مثال جیسے ضربت زیداً اخاک۔

قال الشارح **و احترز بقوله** ۔ سے فوائد قیود کا بیان ہے کہ تعریف کے اندر با نسبت الی المتبوع کی قید سے نعت تاکید عطف بیان خارج ہو گئے اس لئے کہ یہ تینوں مقصود بالنسبت نہیں ہوتی بلکہ ان کے متبوعات مقصود ہوتے ہیں۔

دونــــه کی قید سے عطف بحرف خارج ہو گیا اس لئے کہ اس میں تابع اور متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں، فقط تابع مقصود نہیں ہوتا۔

قال الشارح **ولا یصدق الحد** ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: بدل کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ یہ تعریف معطوف ببل پر صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ مقصود بالنسبۃ اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا مثلاً جاء نی زید بل عمرو میں مجیئت عمرو مقصود ہے نہ کہ مجیئت زید۔

جواب: ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ معطوف بل میں متبوع مقصود بالنسبت نہیں ہوتا بلکہ متبوع مقصود بالنسبت ہوتا ہے۔ ابتدآء پھر متکلم کی رائے تبدیل ہو جاتی ہے متبوع سے اعراض کر کے تابع کا قصد کر لیتا ہے۔ بخلاف بدل کے کہ اس میں متبوع ابتدآء مقصود بالنسبت نہیں ہوتا۔

قوله فان قيل ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض ایک اعتراض کو نقل کر کے قلنا سے اس اجواب دینا ہے۔ اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ بدل کی یہ تعریف اس بدل پر صادق نہیں آتی جو کہ الا کے بعد واقع ہو جیسے ما قام احد الا زيد اس میں زید احد سے بدل ہے مگر ما نسب الى المتبوع کی نسبت سے ما نسب الى المتبوع مقصود نہیں ہے اس لئے کہ ما نسب الى المتبوع عدم قیام ہے اور ما نسب الى المتبوع وہ قیام ہے کیونکہ نفی الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔

جواب: مانسب الی المتبوع بھی قیام ہے فرق اتنا ہے کہ متبوع یعنی احد کی طرف قیام کی نسبت سلباً ہے اور تابع یعنی ازید کی طرف قیام کی نسبت ثبوتاً ہے۔ او یہ صحیح ہے اس لئے کہ بدل کی تعریف میں نسبت میں تعیم ہے خواہ وہ بطریق ایجاب ہو یا بطریق سلب ہو۔

قوله ويمكن ان يقصد ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: جب نسبت اولی سلبیہ ہے اور نسبت ثانیۃ ایجابۃ ہے تو نسبت اولیٰ نسبت ثنیۃ کے لئے توطیۃ اور تمہید کیسے بن سکتی ہے۔

جواب: نسبت سلبیہ نسبت ایجابیۃ کے لئے تمہید بن سکتی ہے اس لئے کہ تمہید سے غرض ایقاظ الغافل ہے اور یہ غرض نسبت سلبیہ سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

قال الشارح وهو بدل الكل و بدل البعض ۔صاحب کافیہؒ بدل کی تقسیم کو بیان کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) بدل الكل (۲) بدل لبعض (۳) بدل الاشتمال (٤) بدل الغلط۔

ای البدل : سے ھو ضمیر کے مرجع کو متعین کرنا ہے کہ اس کا مرجع بدل ہے۔

قال الشارح انواع اربعة ۔سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: بدل الکل کا حمل ھو ضمیر پر صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ھو ضمیر راجع ہے مطلق بدل کی طرف پس اس وقت اخص کا حمل لازم آئے گا اعم پر۔

جواب: ھو مبتدآء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے جو کہ انواع اربعة ہے اور بدل الکل یہ خبر ہے مبتدأ محذوف کی جو کہ الاول ہے۔

ای بدل: ترکیب کا بیان۔ کہ بدل الکل میں اضافت بیانیہ ہے یا اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کل پر جو الف لام داخل ہے یہ الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے اور مضاف الیہ مبدل منہٗ ہے۔ بدل۔ مولانا جامیؒ نے لفظ بدل کا اضافہ کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض بتقدیر مضاف معطوف ہے بدل الکل پر۔

ھو: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بدل البعض میں بھی اضافت بیانیہ ہے یا اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض پر جو الف لام داخل ہے مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور وہ مضاف الیہ مبدل منہٗ ہے۔ لہذا بدل الکل اور بدل البعض میں اضافت ایسے ہے جیسا کہ خاتم فضۃ میں خاتم کی فضۃ کی طرف ہے یعنی اضافت بیانیہ ہے۔

بدل الاشتمال: بدل کا اضافہ کر کے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ الاشتمال بتقدیر مضاف معطوف ہے بدل الکل پر۔

ای بدل: ت بدل الاشتمال کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا نام بدل الاشتمال اس لئے رکھا کہ اس کو لانے کا سبب اکثر بدل اور مبدل منہٗ میں سے ایک کا دوسرے پر مشتمل ہونا ہے کبھی بدل مبدل منہٗ پر مشتمل ہوتا ہے جیسے سلب زید ثوبه' اس میں ثوب زید پر مشتمل ہے اور کبھی مبدل منہٗ بدل پر مشتمل ہے جیسے یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه اس میں الشهر الحرام قتال پر مشتمل ہے۔

غالباً: اس لئے کہا کبھی بدل الاشتمال میں بدل اور مبدل منہ کے درمیان ان میں سے ایک کے دوسرے پر مشتمل ہونے کے علاوہ بھی علاقہ ہوتا ہے جیسے اعجبنی زید علمه۔

وبدل الغلط : لفظ بدل کا اضافہ کرکے مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ الغلط بتقدیر مضاف معطوف ہے بدل اشتمال پر۔

ای بدل : سے بدل الغلط کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل الغلط کا نام بدل الغلط اس لئے رکھا گیا کہ اس کو لانے کا سبب غلطی ہوتی ہے تو بدل الاشتمال پر اور بدل الغلط کے درمیان اضافت من قبیل اضافت المسبب الی السبب ہوئی ادنی ما بست کی طرح اس لئے کہ بدل الاشتمال کا معنی ہے بدل المسبب عن الاشتمال اور بدل الغلط کا معنی ہے بدل المسبب عن الغلط۔

قال الماتن فالاول مدلوله مدلول الاول ۔صاحب کافیہ بدل الکل کی تعریف بیان کررہے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بدل الکل وہ ہے کہ جس کا مدلول بعینہٖ مبدل منہ کا مدلول ہو۔

ای بدل الکل : کہ کر الاول کے مصداق کو بیان کرنا ہے کہ اس کا مصداق بدل الکل ہے۔

قال الشارح یعنی متحدان ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : جاء نی زید اخوک میں زید کا مدلول حیوان ناطق مع هذا التشخص ہے اور اخوک کا مدلول ذات من له الاخوة ہے تو ثانی کا مدلول بعینہ اول کا مدلول کیسے ہوگا۔

جواب : بدل کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ ذات کے لحاظ سے متحد ہوتے ہیں یہ مراد نہیں ہے کہ مفہوم کے لحاظ سے متحد ہوتے ہیں تا کہ دونوں مترادف ہوں جاءنی زید اکوک اس میں زید اور اخوک مفہوم کے لحاظ متحد نہیں ہے لیکن ذات کے اعتبار سے متحد ہیں۔

قال الشارح وقال الشیخ الرّضی ۔اس بات میں اختلاف ہے کہ عطف بیان مستقل تابع ہے یا نہیں ہے جمہور نحویوں کا مذہب یہ ہے کہ عطف بیان مستقل تابع ہے۔ اور رضی کا مذہب یہ ہے کہ عطف بیان مستقل تابع نہیں بلکہ یہ بدل الکل ہی ہے اس لئے کہ بدل الکل اور عطف بیان کے درمیان کوئی واضح فرق نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جمہور کے نزدیک تو بابع پانچ ہیں

اور شیخ رضی کے نزدیک توابع کی چار قسمیں ہیں۔

جمہور نحویوں نے کہا ہے کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق ہے بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور اس کا متبوع مقصود نہیں ہوتا۔ بخلاف عطف بیان کے کہ وہ مقصود بالنسبت نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ بیان ہوتا ہے اور بیان فرع ہے مبیّن کی پس مقصود مبیّن ہوگا۔ شیخ رضیؒ نے اس کا جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ بدل الکل میں فقط بدل مقصود ہوتا ہے مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ بدل لغلط کے علاوہ باقی تین میں متبوع بھی مقصود ہوتا ہے اس لئے کہ متبوع بطور تمہید کے ہوتا ہے پس وہ تمہید ہونے کے لحاظ سے مقصود ہے۔

میر سید نے شیخ رضی کے اس جواب کا جواب دیا جس کو مولانا جامیؒ **وقال بعض المحققین** سے نقل کررہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جمہور نے جو یہ کہا ہے کہ بدل الکل میں متبوع مقصود نہیں ہوتا اس سے ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ بدل الکل میں بالکل متبوع مقصود نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ ہے کہ متبوع مقصود اصلی نہیں ہوتا۔

قال الشارح و الحاصل ان مثل ۔ سے مثال کے ذریعے عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق کی وضاحت کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً جب **جاء نی اخوک زید** کہا جائے اس میں اگر اول یعنی اخوک کی طرف اسناد مقصود ہو تو اور ثانی یعنی زید کا ذکر بطور تتمہ اور توضیح کے ہو تو ثانی عطف بیان ہوگا اور اگر ثانی یعنی زید کی طرف اسناد ہو اور اول یعنی اخوک کا ذکر بطور تمہید کے ہو تو ثانی بدل ہوگا۔

قال الشارح و حینئذٍ یکون ۔ سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : بدل کی صورت میں بھی توضیح حاصل ہو جاتی ہے تو عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق نہ ہوا۔

جواب : اگرچہ بدل کی صورت میں بھی ثانی سے توضیح حاصل ہو جاتی ہے لیکن یہ توضیح مقصود تبعاً ہوگی مقصود بالاصالت نہیں ہوگی اس لئے کہ مقصود اصالتاً فعل کا تابع کی طرف اسناد ہوتا ہے لہذا

ان دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہے عطف بیان مقصود اصلی نہیں ہوتا بلکہ مقصود تبعاً ہوتا ہے بخلاف بدل کے کہ وہ مقصو اصلی ہوتا ہے۔

قال الماتن **الثانی جزئہ** ۔سے بدل البعض کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل البعض وہ ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو جیسے ضربت زید رأسہٗ اس میں رأسہٗ بدل البعض ہے سو اس لئے کہ یہ زید کے مدلول کا جزء ہے۔

قال الماتن **و الثالث بینہٗ وبین الاول ملابسۃ** ۔ بدل الاشتمال کی تعریف کا بیان۔ اور بدل الاشتمال وہ ہے کہ اس کے اور اس کے مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہو۔

قال الشارح **بحیث توجب** ۔سے مولانا جامیؒ کی غرض سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال : بدل الاشتمال کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف بدل الغلط پر صادق آتی ہے جیسے ضربت زیداً غلامہٗ اور ضربت زیداً حمارہٗ ان مثالوں کے اندر بدل اور مبدل منہ میں کلیت اور جزئیت کے علاوہ علاقہ ہے اور وہ علاقہ مالکیت مملوکیت کا ہے۔

جواب: بدل اور مبدل منہ کے درمیان علاقہ سے مراد وہ علاقہ ہے نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو اجمالاً واجب کردے جیسے اعجبنی زید علمه میں جب اعجبنی زید کہا تو اس سے معلوم ہوا کہ زید اپنی ذات کے اعتبار سے معجب نہیں ہے بلکہ اس کی صفات میں سے کوئی صفت معجب ہے اس لئے کہ انسان۔ کے افراد میں ذات کے اعتبار سے تفاوت نہیں ہوتا اسی طرح سلب زید ثوبہٗ میں جب سلب زید کہا تو معلوم ہوا کہ مسلوب زید کے متعلقات میں سے کوئی متعلق ہے۔اس لئے کہ آدمی کے لئے لفظ سلب استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ آدمی کے لئے لفظ فقدان استعمال ہوتا ہے پس زید بخلاف ضربت زیداً غلامہ کے اور ضربت زیداً حمارہ ہے کہ ان مثالوں میں تابع اور متبوع ے درمیان کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو واجب کردے اس لئے کہ ضرب کی نسبت الی المتبوع نسبت الی المتعلق کو

واجب کردے اس لئے کہ ضربَ کی نسبت زید کی طرف یہ نسبت تام ہے اور اس نسبت کے صحیح ہونے میں غیر زید کی طرف نسبت کا اعتبار کرنا لازم نہیں آتا۔ لہذا یہ تعریف بدل الاشتمال کی نہیں بنے گی بلکہ بدل الغلط بنے گی۔

قال الشارح ای یکون تلك الملابست ۔ مولانا جامیؒ کی غرض وہم کو دفع کرنا ہے۔

وہم: وہ وہم یہ تھا کہ شاید ملا بست بغیر هما سے مراد مطلقاً کلیت اور جزئیت کے ماسوا ء ہو جب ملا بست بغیر هما سے مراد مطلقاً کلیت اور جزئیت تو نظرت الی القمر فلکه بدل الاشتمال کی تعریف سے خارج ہو جائے گا اس لئے کہ اس میں قمر جزء ہے فلک کا

جواب: ملا بست بغیر هما سے مراد یہ ہے کہ بدل امبدل منہ کل نہ ہو پس اس میں وہ صورت داخلہو جائے گی جس سے میں بدل کل ہو اور مبدل منہ جزء ہو جیسے نظرت الی القمر فلکه اس میں قمیر جزء ہے اور فلک کل ہے۔

قال الشارح و المناقشة ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: مثال ممثل لہٗ کے مطابق نہیں ہے اس لئے کہ نظرت الی القمر فلکه میں قمر یہ فلک کا جز نہیں ہے بلکہ یہ قمر مستقل فی نفسہٖ ہے اور مرکوز فی الفلک ہے۔

جواب: یہ مناقشہ مناقشہ فی المثال ہ جو اھل علم کے ہاں مثال نہیں ہے اور اس کے لئے ایک دوسری مثال پیش کی جا سکتی ہے جیسے رائیت درّاجة الا سد برجهٗ اس لئے کہ برج عبارت ہے مجموعہ درجات سے اور درجہ اس کا ایک جزء ہے۔

قال الشارح و انما لم یجعل ۔ سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔

سوال: اس قسم کو پانچویں قسم کیوں نہیں بنایا اس کا نام بدل الکل عند البعض کیوں نہیں رکھا؟

جواب: اس کو مستقل پانچویں نہیں بنایا اور اس کا نام بدل الکل من البعض اس لئے نہیں رکھا کہ یہ نہایت قلیل ہے بکہ بعض نے کہا کہ یہ کلام عرب میں واقع نہیں ہوتی یہ مثالیں مصنوعی اور

فرضی ہیں۔

قال الماتن **والرابع ان تقصدالیه بعد ان** ۔سے بدل الغلط کی تعریف کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدل الغلط یہ ہے کہ مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد بدل اور مبدل منہ کے درمیان کسی قسم کی ملابست کا اعتبار کیے بغیر جس کا قصہ کیا جائے جیسے جاء نی زید حمار اس میں حمار بدل الغط ہے اس لئے کہ متکلم حمار کہنا چاہتا تھا غلطی سے اس کی زبان سے زید نکل گیا۔ پھر اس نے اس غلطی کے تدارک کے لئے حمار کو ذکر کیا۔

قال الماتن **ویکونان** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بحسب التعریف و التنکیر بدل کی چار قسمیں ہیں۔(۱) دونوں معرفہ ہو جیسے ضرب زید اخوك (۲) دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجل غلام لك مختلفین ہوں اس کے تحت دو قسمیں مندرج ہیں۔ (۱) مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو جیسے بالناصیة ناصیة کاذبه (۲) مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو جیسے جاء نی رجل غلام زیدٍ۔

قال الماتن **واذا کان** ۔سے ایک ضابطے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو تو بدل کی نعت لانی واجب ہے تا کہ مقصود غیر مقصود سے انقص نہ ہو جائے کیونکہ نکرہ معرفہ کی بہ نسبت انقص ہوتا ہے لہذا اس نکرہ کی صفت لائیں گے تا کہ اس صفت کے ذریعے اس نقص کی نکارت کی تلافی ہو جائے جو کہ بدل میں ہے جیسے بالناصیة ناصیة کاذبة ۔اس میں الناصیة معرفہ ہے جو کہ مبدل منہ ہے اور ناصیة نکرہ ہے جو کہ بدل ہے اسی وجہ سے اس کی صفت کاذبہ لائی گئی ہے۔

قال الماتن **ویکونان** ۔سے بحسب الاظہار و الاضمار بدل کی تقسیم کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بحسب الاظهار و الاضمار بدل کی چار قسمیں ہیں۔(۱) بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوں جیسے جاء نی زید اخوك (۲) بدل اور مبدل منہ دونوں اسم مضمر ہوں جیسے الزیدون لقیتهم ایاهم مختلفین کے تحت دو قسمیں مندرج ہیں۔(۱) مبدل منہ اسم مضمیر اور

بدل اسم مظہر جیسے اخوك ضربته زیداً (۲) مبدل منہ اسم مظہر اور بدل اسم مضمر ہو جیسے اخوك ضربت زیداً ایاہ۔

قال المصنف **ولا یبدل ظاهر من مضمر** ۔ سے ایک ضابطے کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسم مظہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل نہیں سکتا جیسے ضربہ زیداً۔

لان المضمر: سے اس کی علت کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ضمیر متکلم اور مخاطب از روئے دلالت کے اسم ظاہر سے اقوی اور اخص ہوتی ہیں پس اگر ضمیر مخاطب یا ضمیر متکلم سے بدل الکل بنایا جائے تو لازم آئے گا کہ مقصود فیہ مقصود سے انقص ہو جائے حالانکہ بدل الکل اور مبدل منہ کے مدلول میں عینیت ہوتی ہے۔

بخلاف غیر بدل سے بدل الکل کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے کہ اس سے احتراز ہے بدل البعض اور بدل الاشتمال اور بدل الغلط سے اس لئے کہ اسم ظاہر کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے بدل البعض اور بدل الاشتمال اور بدل الغلط بنانا صحیح ہے اس لئے کہ ان کے اندر مانع مفقود ہے کیونکہ ان میں بدل کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول پر ہوتا ہے جیسے اشتریتك نصفك یہ ضمیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل البعض بنانے کی مثال ہے۔ اور اشتریتنی نصفی یہ ضمیر متکلم سے اسم ظاہر بدل البعض بنانے کی مثال ہے اور اعجبنی علمك یہ ضمیر متکلم سے بدل الاشتمال بنانے کی مثا ہے اور ضربتك الحمار یہ ضمیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل الغلط بنانے کی مثال ہے اور ضربتنی الحمار یہ ضمیر متکلم سے اسم ظاہر کو بدل الغلط بنانے کی مثال ہے۔

﴿بحث عطف بیان﴾

صاحب کافیہ توابع کا پانچواں قسم عطف بیان کو بیان کر رہے ہیں۔

قال المصنف **عطف البیان** ۔ عطف بیان کی تعریف۔ عطف بیان وہ تابع ہے جو باوجود صفت نہ ہونے کے اپنے متبوع کی وضاحت کر دے۔

شامل: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تعریف کے اندر تابع بمنزل جنس کے ہے جو تمام

توابع کو شامل ہے۔

واحترز: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ غیر صفۃ بمنزل فصل اول کے ہے اس سے صفت خارج ہوگئی۔

واحترز: سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یوضح متبوعہ بمنزل فصل ثانی کے ہے۔ اس سے بدل، تاکید، عطف بحرف وغیرہ خارج ہو گئے۔

قال الشارح ولا یلزم من ذالك ۔ایک سوال مقدر کا جواب دیتا ہے۔

سوال: عطف بیان کی تعریف جاءنی سیبویہ عمرو میں عمرو پر صادق نہیں آتی۔ اس لئے کہ عمرو اپنے متبوع کی وضاحت نہیں کر رہا کیونکہ سیبویہ بنسبت زیادہ واضح ہے اور زیادہ مشہور ہے حالانکہ عمرو عطف بیان ہے۔

جواب: عطف بان کا اپنے متبوع کے لئے موضح ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عطف بیان اپنے متبوع سے زیادہ واضح ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے اجتماع سے وہ ایضاح حاصل ہو جائے جو علی الانفراد ان میں سے ایک سے حاصل نہ ہو۔ پس متبوع کا تابع سے زیادہ واضح ہونا بھی صحیح ہے۔ جیسے اقسم باللہ ابو حفصٍ عمر ابو حفص حضرت عمرؓ کی کنیت ہے۔ اور عمر اس کا عطف بیان ہے۔ اس کلام کے سبب واحد کی تقریر یہ ہے کہ ایک دیہاتی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اس نے کہا کہ میرا وطن دور ہے اور میں ایسی اونٹنی پر سوار ہوں جس کی پیٹھ زخمی ہے اور جسم لاغر ہے اور اس کے پاؤں گھسے ہوئے ہیں اور اس نے حضرت عمرؓ سے سواری کا مطالبہ کیا حضرت عمرؓ نے اس کو جھوٹا گمان کیا اور اس کو سواری نہیں دی اس نے اپنا سامان اپنی اونٹنی پر لادا پھر بطحہ وادی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اقسم باللہ ابو حفصٍ عمر۔ ما مسھا من نقب ولا دبرٍ۔ اغفرلہ اللھم ان کان فجر کہ ابو حفص عمر نے اللہ کی قسم اٹھائی کہ اس کی اونٹنی کو بیماری اور لاگری نے نہیں چھوا اے اللہ تو عمر بن خطاب کو بخش دے اگر اس نے گناہ کیا تو جب حضرت عمرؓ نے اس کا یہ کلام سنا تو وادی کی بلندی سے اس کی طرف متوجہ ہوئے جب اس نے کہا اغفرلہ اللھم ان کان فجر تو

حضرت عمرؓ نے اللھم صدق صدق اے اللہ اس دیہاتی کی بات کو سچا کر دے یہاں تک دونوں آپس میں مل گئے تو حضرت عمر نے دیہاتی کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اپنا سامان سواری سے اتار دے تو واقعی اس کی اونٹنی ویسی تھی جیسے اس نے کہا تھا یعنی جسم لاغر تھا اور پاوں گھسے ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ نے اس کو اپنا ذاتی اونٹ دیا۔

قال الماتن **و فصله من البدل لفظاً** ۔صاحب کافیہؒ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق ہے چونکہ بعض نحویوں یعنی رضی نے عطف بیان کے مستقل وجود کا انکار کیا اسی وجہ سے عطف بیان اور عطف الکل کے درمیان فرق کو بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

ای فرقۂ: کہ کر مولانا جامیؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں فصل سے مراد وہ فصل نہیں ہے جو جنس اور نوع کے مقابلے میں ہوتی ہے اور نہ باب کے مقابلے میں بلکہ فصل بمعنی فرق کے ہے۔

ای من حیث: کہ ترکیب کا بیان۔لفظا کا نصب تمیز کی بناء پر ہے۔

واقع: ترکیب کا بیان ہے کہ فی مثلہ ظرف مستقر متعلق واقع کے ہوکر فصل کی خبر ہے عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق از روئے احکام لفظی کے انا ابن التارك البكری بشر کی مثل میں واقع ہے اس قول کے اندر اگر بشر کو البکری کا عطف بیان بنا دیا جائے تو جائز ہے۔اور اگر اس کو بدل بنایا جائے تو یہ جائز نہیں ہے اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو التارك جس طرح البکری پر داخل ہے اسی طرح بشر پر داخل ہوگا تو تقدیر کی عبارت اس طرح ہو جائے گی التارك بشر اور یہ ناجائز ہے۔اس لئے کہ یہ الضارب زید کی مثل ہے اور الضارب زید کا ناجائز ہونا ماقبل میں گذر چکا ہے۔اور اس بیت کا آخر یہ ہے کہ علیه الطیر ترقبهٔ و قوعاً۔ وعلیه الطیر آخری بیت کی ترکیب کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ التارك یا مصیر کے معنی میں ہے یا مصیر کے معنی میں نہیں ہے اگر التارك مصیر کے معنی میں

ہوتو علیہ الطیر یہ التارك کا مفعول ثانی بنے گا اور اگر مصیر کے معنی میں نہ ہو تو پھر علیہ الطیر التارك کے مفعول یعنی البکری سے حال ہوتا۔ ترقبہ یہ طیر سے حال ہے اگر طیر علیہ کے متعلق یعنی ثبت یا وقع کا فاعل ہو۔ اور اگر الطیر مبتدا ء ہو اور علیہ اپنے متعلق سے مل کر الطیر کی خبرہ تو پھر ترقبہ حال ہوگا علیہ کے متعلق کی ضمیر سے۔ وقوعاً یہ جمع ہے واقع کی اور یہ حال ہے ترقبہ کے فاعل سے۔

ای واقعة: سے حاصل معنی کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے اردگرد پرندے جمع ہو رہے ہیں اور اس کی روح کے نکلنے کا انتظار کر رہے ہیں اس لئے کہ جب تک انسان کے اندر تھوڑی سی بھی روح ہو پرندے اس کے قریب نہیں آتے۔ کیونکہ ادراک وشعور سمع وبصر روح نکلنے تک رہتا ہے۔ اور جب روح نکل جاتی ہے تو یہ سب چیزیں معدوم ہو جاتی ہیں۔

واما الفرق المعنوی: لفظاً کی قید کے فائدے کو بیان کرنا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظاً کی قید اس لئے لگائی کہ عطف بیان اور بدل الکل کے درمیان فرق معنوی ظاہر ہے کہ بدل مقصد اصلی ہوتا ہے اور عطف بیان مقصود اصلی نہیں ہوتا بلکہ وہ توضیح کے لئے ہوتا ہے۔

والمراد: سے انا ابن التارك البکری بشر سے مراد ہر وہ ترکیب ہے کہ جس میں عطف بیان کا متبوع وہ معرف باللام ہو جو صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے الضارب الرجل زید اور انا ابن التارك البکری بشر اس میں بشرٍ عطف بیان ہے اور البکری اس کا متبوع ہے جو کہ معرف باللام ہے اور صفت معرف باللِام یعنی التارك کا مضاف الیہ ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مثل سے مراد ہر وہ اسم ہو کہ عطف بنانے کی صورت میں اس کا جو حکم ہے وہ اس حکم کے مخالف ہو جب اس کو بدل بنایا جائے۔ جیسا کہ مثال مذکور میں اس لئے کہ جب بشرٍ کو البکری سے عطف بیان کیا تو اس کا حکم جواز ہے اور جب اس کو بدل بنائیں تو اس کا حکم عدم جواز ہے۔ اور یہ نداء کی صورت کو بھی شامل ہو جائے گا مثلاً یا غلام زیدِ اس میں غلام منادٰی معرفہ مبنی بر ضم ہے اور محلاً منصوب ہے اگر زید کو غلام کا عطف بیان بنائیں تو زید کو غلام کے لفظ پر محمول کرتے مرفوع

بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے یا غلام زیدٍ اور اس کو غلام کے محل پر محمول کرتے ہوئے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے یا غلام زیدٍ اور اگر زید کو غلام سے بدل بنائیں تو چونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے تو اس کو غلام کے لفظ پر محمول کر کے ضمہ کے ساتھ پڑھیں گے جیسے یا غلام زیدُ ضمہ کے ساتھ کہا جائے گا۔ اور معنی اول زیادہ ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ عبارت سے آسانی سے مفہوم ہو جاتا ہے۔ اور معنی ثانی مفید زیادہ ہے اس لئے کہ اس کے عموم میں ندآء کی صورت بھی داخل ہے۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (القرآن)

سِمَايَةُ النَّحو

اُردو شرح

هِدَايَةُ النَّحو

تصنیفِ لطیف

مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

صدر مدرس الجامعۃ الشرعیہ گوجرانوالہ

المکتبۃ الشرعیۃ ○ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۲

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ کی توجیہات

معناہ لَاحَوْلَ عَنِ الْمَعْصِیَةِ وَلَاقُوَّةَ عَلَی الطَّاعَةِ اِلَّا بِتَوْفِیْقِ اللّٰهِ

خَمْسَةُ اَوْجُهٍ

الوجہ الاول فَتْحُهُمَا

توجیہ ۱ ہر دو لا نفی جنس و عطف مفرد بر مفرد لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ
اسم اسم خبر

توجیہ ۲ " " " عطف جملہ بر جملہ لَاحَوْلَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَاقُوَّةَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ
اسم خبر اسم خبر

توجیہ ۳ اول لا نفی جنس ثانی زائدہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ
اسم لازائدہ معطوف بر اسم خبر

الوجہ الثانی رَفْعُهُمَا

اس میں چار مستقل توجیہیں ہیں جو سب تفصیلی ہیں

توجیہ ۱ ہر دو لا نفی جنس ملغاۃ عن العمل و عطف مفرد بر مفرد لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ ...
مبتداء ملغاۃ عن العمل معطوف خبر

توجیہ ۲ " " " عطف جملہ بر جملہ لَاحَوْلٌ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰهِ
مبتدا خبر مبتدا خبر

توجیہ ۳ ہر دو لا بمعنی لیس و عطف مفرد بر مفرد لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدَيْنِ اِلَّا بِاللّٰهِ

توجیہ ۴ " " عطف جملہ بر جملہ لَاحَوْلٌ مَوْجُوْدًا اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدًا اِلَّا بِاللّٰهِ

توجیہ ۵ لا اول بمعنی لیس ثانی زائدہ عطف مفرد بر مفرد فقط لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدَيْنِ اِلَّا بِاللّٰهِ
بمعنی لیس زائدہ خبر

توجیہ ۶ لا اول نفی جنس ملغاۃ و ثانی زائدہ و عطف مفرد بر مفرد لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰهِ
نفی جنس ملغاۃ زائدہ

الوجہ الثالث — فتح الاول ورفع الثانی

توجیہہ ۱: لا نفی جنس ثانی زائدہ وعطف دوم بر محل بعید اول وعطف مفرد بر مفرد — لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰہِ

توجیہہ ۲: لا اول نفی جنس و ثانی بمعنی لیس وعطف جملہ بر جملہ فقط — لَاحَوْلَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا قُوَّةٌ مَوْجُوْدًا اِلَّا بِاللّٰہِ

توجیہہ ۳: لا اول نفی جنس غیر ملغاۃ و ثانی نفی جنس ملغاۃ وعطف جملہ بر جملہ فقط — لَاحَوْلَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا قُوَّةٌ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰہِ

الوجہ الرابع — فتح الاول ونصب الثانی

توجیہہ ۱: لا اول نفی جنس ثانی زائدہ وعطف مفرد بر مفرد وعطف بر لفظ از محل — لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةً مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰہِ

توجیہہ ۲: ” ” عطف جملہ بر جملہ — لَاحَوْلَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا قُوَّةً مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰہِ

باعتبار ظاہر معطوف بر لفظ حول است فلہذا منصوب است مگر در باطن مبتداء میتواند شدن باعتبار محل فلہذا خبر دیگر خواہد وعطف جملہ بر جملہ میشود۔

الوجہ الخامس — رفع الاول وفتح الثانی

توجیہہ ۱: لا اول بمعنی لیس بر ضعف و ثانی نفی جنس وعطف جملہ بر جملہ فقط — لَاحَوْلٌ مَوْجُوْدًا اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا قُوَّةَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا بِاللّٰہِ
(بمعنی لیس — اسم — خبر؛ نفی جنس — اسم — خبر)

توجیہہ ۲: لا اول ملغاۃ و ثانی نفی جنس عطف مفرد بر مفرد — لَاحَوْلٌ وَلَا قُوَّةَ مَوْجُوْدَانِ اِلَّا بِاللّٰہِ
(نفی جنس ملغات — مبتداء)

صرح اللبیب

فی اغراض

شرح التہذیب

تصنیفِ لطیف

جامع المعقول والمنقول

مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہ

المکتبۃ الشرعیۃ
شمع کالونی جی ٹی روڈ
گوجرانوالہ

اصلاح اللسان عن منطق

الحواشی

شرح

ایساغوجی

تصنیف مفتی عطاء الرحمٰن

المکتبۃ الشرعیۃ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ فون۔۲۵۹۱۸۳

علم نحو کو قواعد کے لحاظ سے
یاد کرنے کے لئے لاجواب تحفہ

ضوابط نحویہ

تصنیف لطیف

مفتی عطاء الرحمن

المکتبۃ الشرعیۃ

شمع کالونی جی ٹی روڈ
گوجرانوالہ فون-۲۵۹۱۹۳

قال عمرؓ علیکم بالعربیۃ فانہا تثبت العقل وتزید فی المروءۃ

رفعۃ العوامل

اردو شرح

شرح مائۃ عامل

تراکیب نحویہ

ضوابط نحویہ

تصنیف لطیف
مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی
صدر مدرس الجامعۃ الشرعیہ گوجرانوالہ

ناشر
المکتبۃ الشرعیہ ۰ شمع کالونی، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
فون ۲۵۹۱۸۳